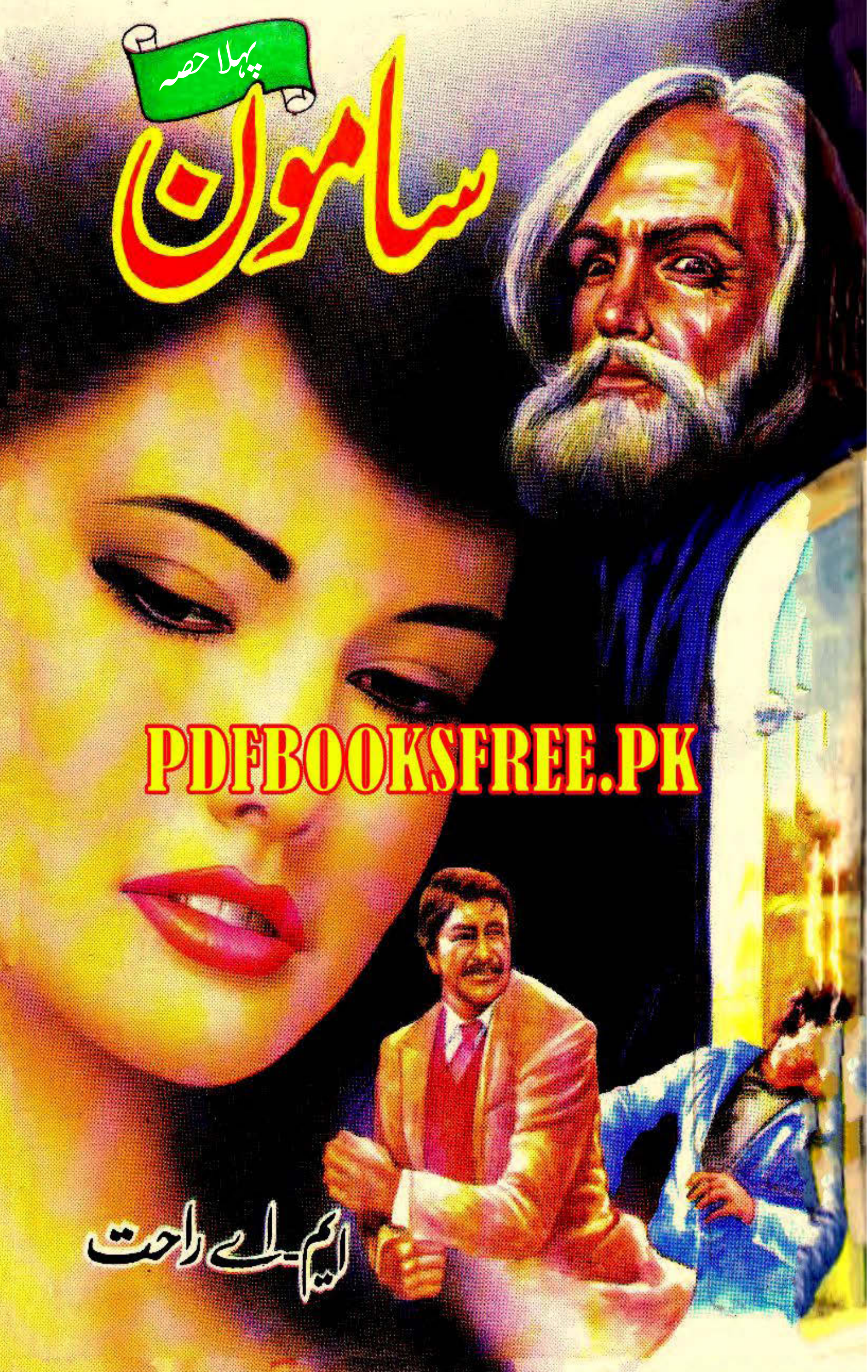
پہلا حصہ
سامون
PDFBOOKSFREE.PK
ایم اے راحت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک بلند حوصلہ نوجوان کی ایسی داستان جس کا ہر موڑ نئی حیرتیں اور نئے اسرار لیکر آئیگا جو اپنے ماضی سے منہ موڑ کر مستقبل کو فتح کرنے کے ارادے سے نکلا تھا اور اس سلسلہ میں آتش و آہن سے کھیلتا چلا گیا

ساحون

پہلا حصّہ

ایم۔ اے راحت

ناشر
علی میاں پبلی کیشنز
۲۰۔ عزیز مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور۔ فون ۷۲۴۷۴۱۴

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نامی کوئی بغیر مشقّت نہیں ہُوا
سَو بار جب عقیق کٹا تب نگیں ہُوا

آخری پیپر دیا تو یوں محسوس ہوا جیسے ذہن سے سالہا سال کا بوجھ اتر گیا ہو۔ ہمیشہ کی طرح اس بار بھی یقین تھا کہ بہترین پوزیشن حاصل کروں گا۔ یونیورسٹی کے دوسرے ساتھی طرح طرح کے پروگرام بنائے بیٹھے تھے۔ مجھے بھی شرکت کی دعوت دی گئی تھی لیکن میں نے کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا۔ ہاسٹل پہنچا تو دوسرا فیصلہ ہو چکا تھا۔ وارڈن نے مجھے ایک تار دیا جو میرے سب سے بڑے بھائی فرحت احسان کا تھا۔ لکھا تھا: "فارغ ہو گئے ہو گے۔ فوراً گھر پہنچو!" فرحت احسان!

ذہن بجھ کر رہ گیا۔ گھر تو جانا ہی تھا۔ ایک آدھ ہفتے کے لیے دوستوں کے ساتھ کوئی پروگرام بن جاتا تو کوئی حرج بھی نہیں تھا۔ گھر والوں کو تار دینے کی ضرورت کیسے پیش آ گئی۔ میرا ذہن گھر کے مسائل کے بارے میں سوچنے لگا۔ دونوں بڑے بھائی سارا انتظام سنبھالے ہوئے تھے، چھوٹا ہونے کی وجہ سے میرے اوپر کوئی ذمہ داری نہیں ڈالی گئی تھی۔ میرا تعلق ایک زمیندار گھرانے سے تھا۔ پشتوں کی زمینیں تھیں جو نہ جانے کب سے ہمارے خاندان کی خدمت کر رہی تھیں۔ ہمارے خاندان کے ہر بزرگ نے ان زمینوں میں اضافہ کیا تھا، چنانچہ یہ کافی پھیل گئی تھیں۔ اور اب اطراف کے بہت سے باغات اور کھیت ہماری ملکیت بن چکے تھے۔ قدیم طریقہ زراعت بھی تبدیل ہو چکا تھا۔ اسی طرح آبائی حویلی جو کسی دور میں کچی حویلی کے نام سے مشہور ہو چکی تھی، اور اب تک کچی حویلی ہی کہلاتی تھی، علاقے کی سب سے خوب صورت عمارت بن گئی تھی جس میں ضروریاتِ زندگی کے جدید ترین لوازمات موجود تھے۔

میرے دونوں بڑے بھائی ان زمینوں کے نگراں تھے۔ سخت محنتی اور جفاکش تھے یہ دونوں۔ اب تک ان میں زمینداری کی شان نہ پیدا ہوئی تھی، چنانچہ وہ اب بھی ٹریکٹر لے کر کھیتی کرنے نکل جاتے اور زمین کو دھن کر رکھ دیتے تھے۔ والد صاحب کی عمر گو ساٹھ سال سے تجاوز کر چکی تھی لیکن اب بھی وہ سو جوانوں کے جوان تھے کوئی کام کرنے پر آتے تو جوانوں کو پیچھے چھوڑ دیتے۔ خدا نے کوئی بہن نہیں دی تھی ہمیں۔ بلکہ خاندان بھر میں کوئی لڑکی نہیں تھی۔ میرے والد کی بھی کوئی بہن نہیں تھی، ہم بھی صرف تین بھائی تھے۔ تعلیم کا زیادہ رواج نہیں تھا، ہمارے خاندان میں۔ میرے بھائیوں نے ہائی اسکول پاس کیا تھا اور زمینیں سنبھال لی تھیں۔ خدا بھلا کرے استاد محترم آل علی کا جنھوں نے حصولِ تعلیم میں میری مدد کی تھی۔ پوری بستی میں صرف وہی ایسے تھے جن پر والد صاحب قبلہ آنکھیں بند کر کے اعتماد کرتے تھے، اور اُن کی کوئی بات نہیں ٹالتے تھے۔ ہائی اسکول کے بعد والد صاحب کے حساب سے میری تعلیم پوری ہو چکی تھی، لیکن آل علی صاحب نے انھیں مشورہ دیا کہ مجھے مزید تعلیم کے لیے شہر بھیج دیا جائے۔

"میاں یہ مزید تعلیم کیا ہوتی ہے؟" والد صاحب نے پوچھا۔

"ستاروں سے آگے کی بات کر رہا ہوں، احسان میاں!"

"برادرِ من بچوں کو ستاروں سے پیچھے ہی رہنے دو، آگے بڑھ گئے تو ہاتھ سے نکل جائیں گے۔"

"گویا تمھیں اپنی تربیت پر بھروسا نہیں؟"

"یہ بات نہیں! خاندان کی روایت ختم ہو جائے گی۔ پڑھ لکھ کر یہ سُسرے زمینوں کا پیار بھول جائیں گے!"

"معاف کرنا میاں احسان! یہ روایت تو تم انھیں دسویں پاس کرا کر توڑ چکے ہو۔"

"سمجھا کرو آل علی، نئی تعلیم صرف "بابو" جنم دے رہی ہے۔ زمینیں اپنے رکھوالوں سے محروم ہوتی جا رہی ہیں۔ بیوہ ہو گئی ہیں یہ۔ تم نہیں سمجھتے زمین کو مرد کے پسینے سے یہ جوان ہوتی ہے اور..."

"بس بس! خوب قدر کر رہے ہو، ان محبوباؤں کی، ان میں ہل چلا کر تم انھیں اپنے پسینے سے جوان کرتے تھے، اب اُن میں ٹریکٹر کیوں گھسیٹے پھرتے ہو۔ پسینے کی جگہ موبل آئل کیوں گراتے ہو۔"

"یہ کیا اول فول بک رہے ہو آل علی۔"

"فرالی تمھاری سفارش سے پاس نہیں ہوا ہے۔ پورے ضلع میں اول آیا ہے۔ اس کے راستے مت روکو۔ ایگریکلچرسٹ بنا دو اس کو۔ تمھاری زمینوں پر سونا اُگا دے گا، سنو احسان میاں، استاد ہوں اس کا میں یہ شہر جائے گا۔ اور تم کچھ نہیں بولو گے اس معاملے میں!"

آل علی صاحب اتنے مخلص اتنے سچے اتنے نیک نفس تھے کہ والد صاحب اس کے بعد کچھ نہیں بولے اور مجھے شہر بھیج دیا گیا۔ میرے لیے تمام ضروری انتظامات کر دیے گئے اور میں تعلیم حاصل کرنے لگا۔ والدہ صاحبہ اس وقت انتقال کر گئی تھیں جب میں صرف دو سال کا تھا۔ ان کی تو شکل بھی یاد نہیں تھی مجھے، لیکن بڑے بھائی اور بابا جی بہت دن تک یاد آتے رہے۔ پھر میں شہر کے ماحول کا عادی ہو گیا۔ میری تعلیم کے دوران ہی میرے دونوں بھائیوں کی شادی ہو گئی اور دو شہری بھابیوں نے گھر کا نظام سنبھال لیا۔ میں مطمئن اور مسرور تھا۔ ہائی اسکول کا معیار برقرار رکھا تھا میں نے اور ہر کلاس میں بہترین پوزیشن لیتا ہوا یونیورسٹی پہنچ گیا اور اب ایم اے فائنل کے بعد یونیورسٹی آف ایگریکلچر میں داخلہ لینے کا ارادہ تھا تاکہ زمینوں پر سونا اگلنے کا فن سیکھ سکوں۔

لیکن یہ تار؟ تمام تیاریاں کیں اور چل پڑا۔ دوست بڑا

ہر قسم کے ناول، ماہنامہ ڈائجسٹ، بچوں کی کہانیاں، عمران ڈائجسٹ
7283296
آئیڈیل پبلک لائبریری

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بھلا کتنے رہ گئے تھے۔ لیکن میں اس تار کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ راستے بھر ذہن الجھا رہا۔ سفر بے حد طویل محسوس ہو رہا تھا، نجانے کیوں ذہن و دل میں اداسیاں گھر کر رہی تھیں۔ گھر پہنچنے کی کوئی اطلاع نہیں دی تھی، اس لیے جیپ مجھے لینے اسٹیشن نہیں پہنچی۔ چنانچہ تانگہ کر کے بستی چل پڑا۔ تانگے والا میری ہی بستی کا آدمی تھا۔ میں تو اسے نہیں پہچانتا تھا لیکن وہ مجھے جانتا تھا، کئی بار میں نے محسوس کیا جیسے وہ کچھ بولنا چاہتا ہے لیکن ہمت نہیں کر پا رہا تھا۔

"کیا بات ہے تانگے والے! کچھ کہنا چاہتے ہو۔"

"کوئی بات نہیں چھوٹے مالک!" اُس نے کہا۔

"چھوٹے مالک۔ مجھے جانتے ہو کیا؟"

"ہم داؤد ہیں جی... نلیا والے ماچھی کے بیٹے... آپ ہی کی بستی کے ہیں۔"

"اوہ، اچھا! بھئی مجھے تو تم لوگوں سے اتنی دُور زندگی گزارنی پڑتی ہے کہ اپنی بستی والے بھی یاد نہیں رہے۔"

"ہم بھی اسکول میں پڑھتے تھے چھوٹے مالک۔ آپ بڑی جماعت میں تھے۔"

"کمال ہے! یا تو تم بدل گئے ہو، یا پھر میری یادداشت اتنی خراب ہے کہ میں تمھاری شکل بھول گیا۔" میں نے کہا اور داؤد ہنسنے لگا۔ دفعتاً میرے ذہن میں حویلی کا خیال آیا اور میں نے پوچھا۔ "حویلی کے حالات کیسے چل رہے ہیں؟"

"ٹھیک ہیں مالک! پَر وہ بات کہاں جو بڑے مالک کے دَور میں تھی۔ حویلی پر بڑی اداسی چھا گئی ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے اس کے الفاظ پر متعجب ہو کر پوچھا۔ "بڑے مالک کے دور سے تمھاری کیا مراد ہے؟" میرے یہ الفاظ شاید داؤد کے لیے بھی تعجب خیز تھے وہ اتنا بوکھلایا کہ اُس نے تانگہ روک لیا۔ اور گردن گھما کر میری طرف دیکھنے لگا۔

"بڑے مالک کو کیا ہوا داؤد؟" میں نے بے چینی سے سوال کیا اور وہ حیرت سے بولا۔ "تو کیا آپ کو نہیں معلوم مالک؟"

"کیا نہیں معلوم؟"

"یہی کہ... یہی کہ... بڑے مالک اس دنیا میں نہیں ہیں۔" داؤد نے کہا اور مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے تانگہ الٹ گیا ہو۔ زمین اوپر آ گئی ہو اور میں اس کے نیچے دب گیا ہوں۔ "ہمیں افسوس ہے مالک۔ مگر ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ آپ کو..."

داؤد نے تانگہ آگے بڑھایا لیکن میرا دل سینے میں ڈوبا جا رہا تھا۔ کانوں کے پردے پھٹے جا رہے تھے۔ دماغ پر ہتھوڑے پڑ رہے تھے۔ یہ کیسے ہو گیا۔ کب ہو گیا۔ ناقابلِ یقین بات تھی۔ کیا وہ بیمار تھے۔ مجھے ان کی بیماری کی خبر کیوں نہ دی گئی۔ ان کا انتقال کب ہوا۔

کہیں یہ پاگل دیہاتی بکواس تو نہیں کر رہا، پر سچ بول رہا ہے تو یقین کیسے کروں بات ہی ایسی تھی۔ "داؤد!" میں نے بمشکل اُسے پکارا۔

"جی مالک..."

"تو کونسی بستی کا ہے۔ مجھے جانتا بھی ہے یا بس یونہی!"

"ہم سے بھول ہو گئی مالک۔ ہمیں یہ بات کب معلوم تھی۔ ہم تو سوچ بھی نہ سکتے تھے کہ آپ کو خبر نہ ہو گی۔ یہ خبر ہمیں نہیں سنانی چاہیے تھی۔" داؤد نے کہا۔

"تو کونسی بستی کا ہے داؤد؟" میں نے پھر پوچھا۔

"آپ کی بستی کے ہیں مالک۔ باباگڑھی کے!"

"بڑے مالک کا نام معلوم ہے تجھے؟"

"کیوں نہیں مالک۔ ہمارے باپ نے بھی اُن کا نمک کھایا ہے۔" داؤد نے کہا، اور مجھے میرے والد کا نام بتایا۔ میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ راستہ ہزاروں میل لمبا لگنے لگا۔ آنکھوں میں نمی اتر آئی، حلق بند ہوا جا رہا تھا۔ میں نے گھٹی گھٹی آواز میں پوچھا۔ "کب انتقال ہوا ان کا؟"

"اب تو مہینے سے بھی اوپر ہو گیا مالک۔ چالیسواں ہونے والا ہے!" داؤد نے جواب دیا۔

"بیمار ہو گئے تھے؟"

"لُو لگی تھی سرکار۔ زمین سے آ رہے تھے کالو کے کنویں پر پانی پیا، بس لُو لگ گئی۔ دو گھنٹے میں چٹ پٹ ہو گئے۔ پوری بستی تین دن سوگ میں ڈوبی رہی تھی۔" داؤد نے کہا۔ میں خاموش ہو گیا۔ کائنات تاریک ہو گئی تھی، دل و دماغ میں جوار بھاٹا اٹھ رہا تھا۔ خدا خدا کر کے بستی آئی، حویلی پہنچا۔ ملازم مجھے دیکھ کر دہاڑیں مارنے لگے۔ بڑے بھائی موجود تھے مجھے سینے سے لگا کر رونے لگے۔ لیکن میں نہیں رویا تھا۔ "مجھے اطلاع کیوں نہیں دی گئی؟"

"مرحوم نے خاص طور پر حکم دیا تھا کہ جب تک تمھارے امتحانات نہ ہو جائیں تمھیں اطلاع نہ دی جائے۔ انھیں اپنی موت کا یقین ہو گیا تھا!"

"یہ اچھا نہ ہوا۔ مجھے اُن کی آخری بار صورت دیکھنے سے بھی محروم کر دیا گیا۔"

"اُن کی وصیت تھی۔ میں نے چچا آل علی سے بھی مشورہ کیا تھا انھوں نے بھی یہی رائے دی کہ تمھارا مستقبل خراب نہ کیا جائے۔"

"لیکن آپ لوگوں نے مجھے ساری زندگی کے کرب میں جو مبتلا کر دیا اُس کا ذمّہ دار کون ہو گا؟"

"تمھاری شکایت بجا ہے غزالی لیکن ہماری مجبوریاں بھی تھیں۔" پھر منجھلے بھائی رفعت احسان بھی آ گئے اور کافی دیر تک آنسو اور آہیں ابھرتی رہیں۔ میں گم صم بیٹھا رہا تھا۔ یادیں ذہن میں

اُبھر رہی تھیں۔ ایک ایک بات یاد آ رہی تھی۔ میرے والد مثالی باپ تھے۔ ایسے باپ جن کی اولادوں کو کبھی ان سے کوئی شکایت نہیں ہوئی تھی۔ بعد میں قبر پر گیا پھول چڑھائے، فاتحہ پڑھی لیکن حویلی جنبی جنبی لگ رہی تھی۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس سے سارے تعلق ختم ہو گئے ہوں۔ حالانکہ بھائی تھے بھابیاں تھیں لیکن وہ بات نہیں تھی جو باپ کی موجودگی میں تھی۔

شہری بھابیاں شروع ہی سے الگ تھلگ رہتی تھیں۔ شہر سے چند روز کے لیے آتا تھا زیادہ گھلنے ملنے کا موقع نہیں ملتا تھا۔ اس کے علاوہ بارہا اُن میں ایک بات محسوس کی تھی لیکن ایسی چھچھوری اور عامیانہ بات تھی کہ ذہن میں آتی تو لاحول پڑھنا شروع کر دیتا۔

میرے دونوں بھائی واجبی سی شکل و صورت کے مالک تھے۔ ان کے تن و توش بھی غالباً ذمہ داریوں کی نذر ہو گئے تھے، جبکہ میں چھ فٹ کا سرخ و سفید جوان تھا۔ میرے رخساروں پر خون کی سرخی موجزن تھی، اور بدن چیتے کے بدن کی طرح سڈول اور چست تھا۔ جدید شہری لباس میری شان اور بڑھا دیتے تھے۔ اور میں نے بھابیوں کی آنکھوں میں حسد کے جذبات محسوس کیے تھے۔ دو چار جملے بھی اُن کے مُنہ سے سُنے تھے جو میرے اس احساس کو ہوا دیتے تھے لیکن وہ میری بھابیاں تھیں۔ ایک طرح سے ماں کی حیثیت رکھتی تھیں کسی فضول بات کو میں اپنے ذہن میں کبھی جگہ نہ دے سکتا تھا۔ لیکن یہ احساس ضرور بارہا میرے دل میں پیدا ہوا تھا کہ انھوں نے مجھے وہ اپنائیت نہیں دی تھی جو دیوروں اور بھابیوں کے درمیان ہوتی ہے۔

اب بھی اُن کا وہی رویہ تھا۔ سب لوگ مجھ سے ملے تھے تسلیاں دی تھیں لیکن دونوں بھابیاں دُور دُور رہی تھیں۔ وہ رسم نبھانے بھی نہیں آئی تھیں۔

کئی دن گزر گئے۔ چالیسواں قریب تھا۔ ایک شام اس سلسلے میں صلاح مشورے ہوئے بھابیاں بھی شریک تھیں۔ "چالیسویں کی فاتحہ کے بارے میں طے کرنا ہے غزالی۔ تمھارا کیا خیال ہے!"

"کیا جائے! خیال کیا معنی رکھتا ہے!"

"میرا مطلب ہے کس پیمانے پر۔ سادگی سے فاتحہ کرا دی جائے یا رشتہ داروں کو بلایا جائے۔"

"کیوں؟ سادگی کی ضرورت کیوں پیش آ گئی!" میں نے پوچھا۔

"صاف بات کیوں نہیں کرتے رفعت۔ غزالی بھی گھر کے ذمہ دار ہیں۔ گھر کے حالات کب تک چھپاؤ گے اُن سے!" چھوٹی بھابی نے کہا۔

"کیا حالات ہیں گھر کے بھابی۔ کیا بات ہے رفعت بھیا؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

دونوں بھائی گردن جھکائے بیٹھے تھے۔ پھر بڑے بھائی نے

"یہ بات تازہ نہیں ہے غزالی۔ سالہا سال سے ہم پریشانی کے شکار ہیں۔ لاکھوں روپے کے مقروض ہو چکے ہیں ہم لوگ، چاروں باغ رہن ہیں۔ تیسری گڑھ والی زمین فروخت ہو چکی ہے۔ کئی مہاجنوں کو سود جاتا ہے۔ ان دنوں بڑی پریشانی سے گزر بسر ہو رہی ہے!"

"مگر کیوں؟ ایسا کیوں ہوا؟"

"بابا صاحب سے حساب پوچھنے کی ہمت کس میں تھی۔"

"ناممکن! مجھے تو کبھی اس کی بھنک بھی نہیں ملی۔"

"تمھیں تو آزاد چھوڑ دیا گیا تھا۔ بابا صاحب تمھارے ذہن پر بُرا اثر نہیں ڈالنا چاہتے تھے۔"

"لیکن آپ لوگوں نے تحقیقات تو کی ہوتی۔ میں تو کبھی خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا۔"

"جب تک بابا صاحب نے سارے معاملات ہمارے حوالے نہیں کیے تھے ہم بھی نہیں سوچ سکتے تھے۔ ہم مقابلے میں تباہ ہوئے۔ بنجر زمینیں صرف اس لیے خریدی گئیں کہ زمینداروں سے مقابلہ چل رہا تھا۔ انھیں آباد کرنے کے لیے لاکھوں روپے قرض لے کر لگائے گئے لیکن زمینیں کچھ نہ دے سکیں۔ یوں بوجھ بڑھتے گئے۔"

میں پریشانی سے اُن کی شکلیں دیکھتا رہا۔ "یہ تو... یہ تو بہت بُرا ہوا بھیا۔ یہ تو بہت افسوسناک حالات ہیں۔" میں نے رندھی آواز میں کہا۔

"جب تک بابا صاحب زندہ رہے ساکھ بنی رہی لیکن اب عزت سنبھالنی مشکل ہو گئی ہے۔" رفعت بھیا نے کہا۔

"چالیسواں تو ہونا ہی چاہیے فرحت بھیا۔ ان سارے حالات کے بارے میں بعد میں سوچیں گے۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے! میں انتظام کر لوں گا۔ تم فکر مت کرو۔" رفعت بھیا نے کہا۔ طے یہ ہوا کہ چالیسواں دھوم دھام سے ہو گا۔ لیکن اس نئے شوشے نے میری رات کی نیند حرام کر دی۔ ناقابلِ یقین بات تھی۔ ایسا کیسے ہو گیا۔ ہمارے ہاں تو دولت کی ریل پیل تھی۔ اس موضوع پر کبھی بات بھی نہیں ہوئی تھی۔ واقعی ہمارے خاندان کی مالی حالت پر کبھی شک نہیں کیا جا سکتا تھا۔ رات بھر میں شدید خلفشار کا شکار رہا۔ دوسری صبح بے چین ہو کر آل علی چچا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ میرے استاد بھی تھے اور مشفق بھی۔ بڑے پیار سے مجھ سے پیش آتے تھے۔

"میں اپنی بستی میں اجنبی ہو گیا ہوں چچا۔ وہ سُننے کو ملا ہے جس کے بارے میں خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔"

"کیا ہوا بیٹے؟"

"میں جانتا ہوں چچا کہ میرے والد اس پوری بستی میں صرف آپ کے پرستار تھے۔ بہت محبت کرتے تھے وہ آپ سے!"

"یہ حقیقت ہے بیٹے۔ میں بھی اپنے بھائی سے محروم ہو گیا۔" آل علی چچا آبدیدہ ہو گئے۔ "لیکن کیا سُنا ہے تم نے؟" انھوں نے کہا اور میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے پوری تفصیل اُنھیں سنا دی۔ دوسروں کے لیے وہ ایک عام آدمی ہوں گے لیکن میرے مستقبل کی تعمیر میں انھوں نے بہت بڑا کردار ادا کیا تھا۔

آل علی چچا بھی حیران رہ گئے ۔۔۔ پھر انھوں نے کہا: "بخدا مجھے ان معاملات کی ذرہ برابر ہوا نہیں لگی، حیرت کی بات ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا!"

"مجھے کیا کرنا چاہیے چچا۔ میری راہنمائی کیجیے!"

"خدا تمھاری راہنمائی کرے بیٹے۔ میری التجا ہے کہ تم مجھے اس آزمائش میں نہ ڈالو۔ یہاں میں خود کو بے بس پاتا ہوں۔ رفعت اور فرحت سے بات کرو۔ تحقیقات کرو، ان معاملات کی۔ اللہ تعالیٰ بہتر کرے گا۔"

میں یہاں سے بھی مایوس ہو گیا۔ بھائیوں پر شک کرنا گناہ تھا۔ لیکن کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ چالیسویں کا دن آ گیا۔ کوئی کمی نہیں چھوڑی گئی تھی۔ نزدیک کی بستی سے ماموں نصرت علی بھی چالیسویں میں شریک ہوئے تھے۔ نصرت علی میری والدہ کے سگے بھائی نہیں تھے، دُور کے رشتے کے تھے لیکن میرے والد کے ان کے تعلقات بہتر نہیں تھے۔ پتا نہیں کیوں۔ بہرحال اُن سے زندگی میں بس دو چار بار ہی ملاقات ہوئی تھی۔ بھائیوں کی شادی میں یا اب۔ میں نے اُن کے ساتھ دوسروں کی بے اعتنائی محسوس کی اور خود انھیں سنبھال لیا۔ میں نے بڑی اپنائیت کا سلوک کیا اُن کے ساتھ۔

فاتحہ ہو گئی۔ مہمانوں نے بڑے بڑے شامیانوں کے نیچے کھانا کھایا، اور رخصت ہو گئے۔ بہت سے مہمان ابھی موجود تھے۔ جن میں ماموں صاحب بھی تھے۔ اسی وقت اندر سے بلاوا آیا اور میں اندر چلا گیا۔ مہمانوں کے بڑے ہال میں میرے دونوں بھائی دو آدمیوں کے ساتھ موجود تھے۔ نو وارد ہندو تھے اور شکلوں ہی سے مہاجن نظر آتے تھے۔

"یہ جوالا پرشاد جی اور ان کے منیم ہیں غزالی۔ جوالا پرشاد جی مہاجن ہیں اور ہماری عزت نیلام کرنے آئے ہیں" بڑے بھائی نے کہا۔

"رام، رام، رام! کیسی باتیں کر رہے ہیں مہاراج۔ بالک کیا سوچے گا۔" جوالا پرشاد جی بولے۔

"میں نہیں سمجھا بھائی صاحب!" میں نے پریشانی سے کہا۔

"انھیں کسی طرح پتا چل گیا کہ آج بابا صاحب کا چالیسواں ہے اور مہمان آئے ہوں گے یہ اس موقع سے فائدہ اُٹھانے آئے ہیں۔"

"کیسا فائدہ؟"

"ہم بتائیں ہیں تمھیں بیرا۔ بھگوان کی سوگند ہمیں نا معلوم تھا کہ آج بڑے مہاراج کی تیرھیاں ہو رہی ہوں گی۔ ہم تو کئی دن سے یہاں آنے کے لیے پریشان تھے۔ چھوٹی موٹی بات نہیں بیرا پورے پانچ لاکھ کی بات ہے۔ ہم چپ رہتے پر پورا سال گذر گیا، ہمیں سود بھی نہیں ملا۔ ہمارا کاروبار اس سے چلے ہے۔ اور پھر مہاراج تمھارے اسلام میں تو یہ بات خاص ہے کہ مرنے والے کے سارے قرضے ادا کر دیے جاتے ہیں۔ ہماری مشکل بھی حل کر دو۔"

"کیسے پانچ لاکھ۔ کیا بکواس کر رہے ہو تم۔"

"کاغذ موجود ہیں بیرا۔ بڑے مہاراج نے دستخط کیے ہیں جن پر۔ ہمارا کام کر دو بیرا کیا فائدہ ہم تمھاری بستی کی پنچائت بُلائیں۔"

"دفعان ہو جاؤ یہاں سے۔ بعد میں بات کریں گے تم سے۔" میں نے گرج کر کہا۔

"ادھار مانگنے نہیں آئے بیرا۔ بہت سوں کی عزت ہماری تجوری میں چھپی ہوئی ہے۔ تجوری نہ کھلواؤ تو ٹھیک ہے۔ اس سمے جا رہے ہیں۔ پر جلدی بات کر لینا ہاں۔" جوالا پرشاد نے کہا۔ اور منیم کو اشارہ کر کے باہر نکل گیا۔

"پانچ لاکھ ہیں اس کے۔ کیا بابا صاحب نے کبھی اس کا اشارہ کیا تھا۔" میں نے پریشانی سے پوچھا۔

"صاف بات تو نہیں بتائی تھی، لیکن میں نے سود کی رقم کئی بار دی تھی اسے۔" رفعت بھیا نے بتایا۔

"نجانے... نجانے یہاں کیا ہو رہا ہے میری کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔"

"اس وقت جانے دو۔ رات کو بات کریں گے۔" فرحت بھائی نے کہا اور میں باہر نکل آیا۔ مہمان رخصت ہو رہے تھے نصرت علی ماموں میرے پاس آئے "ہمیں بھی اجازت دو غزالی میاں۔ اور کسی کو تو شاید ہمارے آنے کی خبر بھی نہیں ہے بہرحال بہنوئی ہمارے لیے بڑی وقعت رکھتا تھا۔ بالکل ہی غیر بھی نہیں ہیں۔"

معذرت خواہ ہوں ماموں جان، دراصل مصروفیت..."

"کوئی بات نہیں ہے بیٹے۔ ایک سوال دل میں مچل رہا ہے اجازت ہو تو پوچھ لوں۔"

"ضرور!"

"ابھی میں نے جوالا پرشاد کو یہاں دیکھا تھا۔ میری ہی بستی کا مہاجن ہے بے حد کمینہ صفت انسان بلکہ جانور ہے۔ کوئی خاص بات تو نہیں تھی؟"

"یہ آپ کی بستی کا رہنے والا ہے۔"

"میں رگ رگ سے واقف ہوں اس کی۔ بلاوجہ کہیں نہیں جاتا۔"

"یہاں بھی یہ بلاوجہ نہیں آیا۔ ماموں میں آپ کے پاس آؤں گا، کسی وقت پھر آپ سے بات کروں گا۔"

"جب کہو گاڑی بھیج دوں۔ ہم تو تمھاری محبت کو ترستے ہوئے ہیں بیٹے۔ بچیاں بڑی حسرت سے کہتی ہیں کہ اُن کے تین تین بھائی ہیں لیکن کوئی کبھی انھیں نہیں پوچھتا۔"

"میں خود حاضر ہو جاؤں گا ماموں جان آپ مطمئن رہیں!"

"انتظار کریں گے ہم سب!" نصرت علی نے کہا اور پھر وہ چلے گئے۔ ایک عمدہ سی جیپ میں آئے تھے، اس کا مطلب تھا کہ ان کے حالات خاصے اچھے ہیں۔

رات کو ایک خصوصی نشست ہوئی۔ رفعت بھائی نے آج کا حساب پیش کر دیا۔ دونوں بھابیاں بھی موجود تھیں۔

"یہ پیسے میں نے اس موذی کے سود کے لیے جمع کیے تھے۔ یہ سچ ہے کہ اسے ایک سال سے پیسے نہیں گئے۔ کچھ عجیب سی بات تھی۔ بابا صاحب زندہ تھے تو ہمیں ان معاملات کی کوئی فکر نہ تھی، اب یہ سب کچھ براہِ راست ہم پر آ پڑا ہے!"

"سسر جی ورثے میں قرضے چھوڑ گئے ہیں دلور بھیا۔ انھیں آپس میں تقسیم کر لو۔ سوچا تو یہ ہوگا کہ جائداد کے حصے ہوں گے پر یہ تو تقدیر کی بات ہے۔" چھوٹی بھابی نے کہا۔

"کیا بکواس کر رہی ہو کلثوم۔ تمھیں ان فضول باتوں کی کیا ضرورت ہے!" رفعت بھیا بولے۔

"کیوں! کنیز ہوں اس گھر کی؟ ملازمہ بن کر آئی ہوں یہاں۔ ماں باپ نے بہت بڑے گھر میں شادی کی تھی کہ بیٹی عیش کرے گی۔ یہ عیش ہیں یہاں، عزت نیلامی پر رکھی ہے، ہائی اسکول پاس نہیں ہوں، بی اے کیا ہے میں نے۔ جاہل عورتوں کی طرح خاموش نہیں رہ سکتی، لوگ اسے میرا گھر کہتے ہیں، کیا یہی ہے میرا گھر۔"

میں خاموش رہا۔ غصے سے خون کھول اُٹھا تھا، لیکن مصلحت اسی میں تھی کہ خاموش رہوں۔ بڑی بھابی کے چہرے پر بھی کچھ ایسے ہی تاثرات تھے۔ میں نے اُٹھتے ہوئے کہا "اگر کچھ پریشانیاں ہیں بھیا، تو فکر نہ کریں، سب مل کر ان کا ازالہ کریں گے کچھ سوچیں گے۔" پھر میں باہر نکل آیا۔ ہوش اُڑے جا رہے تھے۔ بابا صاحب نے آخر دولت کہاں اُڑا دی۔ یہ سب کیا ہے! تقسیم وغیرہ کے بارے میں تو میں نے کبھی نہیں سوچا تھا لیکن والد صاحب کے نام کو یوں بٹہ لگتے بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ کم از کم کچھ معلوم تو ہو۔ حالات معلوم کیے بغیر میں سکون سے نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ بھائیوں سے پوچھ گچھ بھی ممکن نہیں تھی لیکن جو کچھ ہو رہا تھا اس پر گردن جھکائے رکھنا بے حسی تھی اور میں بے حس نہیں تھا۔

دو تین دن گذر گئے۔ اس کے بعد کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ دونوں بھائی بھی خاموش خاموش تھے۔ بھابیاں تو خیر میرے سامنے بھی کم ہی آتی تھیں۔ مستقبل کے سارے خواب چکنا چور ہو گئے تھے، میں اس گھر سے بے دخل کر دیا گیا تھا۔ بالکل ہی اجنبی محسوس کر رہا تھا یہاں۔ لیکن تحقیقات ضروری تھی۔ آل علی صاحب کے یہاں چلا جاتا تھا۔ وہ بزرگ ایسے نیک طینت تھے کہ ایک بار بھی انھوں نے میرے گھریلو حالات نہ کریدے۔ پھر ایک دن میں گھوڑا تیار کر کے چل پڑا۔ جیپ موجود تھی لیکن جان بوجھ کر نہ لی، کسی کو کچھ نہیں بتایا تھا لیکن میرا رخ بستی نیابت خان کی طرف تھا جہاں ماموں نصرت علی رہتے تھے میں نے چالاکی سے ان کا پتا معلوم کر لیا تھا۔ راستے میں میرا ذہن خیالات میں اُلجھا سا تھا۔ بڑے فاصلے پیدا ہو گئے تھے ہم بھائیوں میں۔ نہ جانے کیوں؟ میرے دل میں تو کسی کے لیے کوئی بات نہیں تھی۔ یہ فیصلہ بھی کیا تھا کہ ماموں نصرت علی کو اس سلسلے میں سب کچھ بتا دوں گا، آخر کوئی تو ہو جو کوئی مشورہ دے سکے۔ اتنا بیوقوف بھی نہیں تھا کہ لوگوں کی حقیقت نہ جان سکوں۔

ماموں صاحب کے مکان کی تلاش میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ بستی کے پہلے ہی آدمی سے پوچھا، تو وہ میرے گھوڑے کی لگام پکڑ کر چل پڑا۔ اور اس نے مجھے ماموں صاحب کے مکان پر چھوڑ دیا۔ بہت عمدہ مکان بنا ہوا تھا، احاطے میں جیپ کھڑی ہوئی تھی، میری اس گھر میں آمد گویا عید کی آمد تھی۔ ممانی صاحبہ، تین بہنیں اور دو نوجوان اس طرح لپٹ گئے کہ مجھے اب تک یہاں نہ آنے پر شرمندگی ہونے لگی۔ خود ماموں صاحب بچھے جا رہے تھے۔ میرے گھوڑے تک کا احترام کیا جا رہا تھا۔ غرض وہ اپنائیت ملی تھی یہاں کہ کبھی اپنے گھر میں بھی ایسا نہ ہوا تھا۔ متاثر تو ہونا ہی تھا۔

پہلا دن ایسے گذر گیا کہ احساس بھی نہ ہو سکا۔ ماموں صاحب نے بہت سے دوستوں سے ملایا ۔۔۔ اچھے تعلقات تھے اُن کے لوگوں سے۔ رات کو دستر خوان پر بھی کئی خاندان تھے، لڑکے اور لڑکیاں چہلیں کر رہے تھے۔ ہمارے گھر کی نسبت ماموں جان کا گھرانہ بہت جدید تھا۔ نمایاں فرق محسوس ہوا تھا۔ ماموں زاد بہنیں تیز آتیں کرتی رہی تھیں، اچھی شکل و صورت کی لڑکیاں تھیں، تعلیم زیادہ نہ تھی لیکن سلیقہ تھا۔ میں بھی اُن سے گھل مل گیا۔

رات کو ماموں جان کے ساتھ تنہا نشست ہوئی۔ "تم ان لوگوں کے لیے متبرک ہو غزالی۔ ہمیشہ آرزو کرتی رہی تھیں، اب آرزو پوری ہوئی ہے تو بے قرار ہو گئی ہیں۔"

"مجھے افسوس ہے کہ اس سے قبل یہاں کیوں نہ آیا۔ ویسے میں یہ سوال بھی کرنا چاہتا تھا آپ سے ماموں جان!"

"کیسا سوال؟"

"آپ ہمارے خاصے قریبی عزیز ہیں لیکن تعلقات واجبی سے رہے۔ جبکہ بابا صاحب بھی ایسے بد اخلاق نہ تھے۔ اس کشیدگی کی کوئی خاص وجہ تھی؟" میرے اس سوال پر ماموں جان پہلے خاموش ہو گئے پھر مسکرانے لگے۔ پھر بولے "بڑا مشکل سوال کر ڈالا ہے تم نے۔ جواب ضروری سمجھتے ہو۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"جی ہاں جاننا چاہتا ہوں!"

"تو تمھیں سچ بتانے کے لیے ذرا سا بے تکلف ہونا پڑے گا، محسوس تو نہ کرو گے؟"

"نہیں۔ فرمائیے!"

"بھئی سعدیہ مرحومہ میری پھوپی زاد بہن تھی۔ اور بچپن سے میری منگیتر تھی۔ ہمارے والدین نے بڑی چاہ سے ہمارا رشتہ بچپن ہی میں طے کر دیا تھا اور میں اُسے اپنی ملکیت سمجھتا تھا۔ زمینداری کی زندگی تھی میں بُرے دوستوں کی صحبت میں پڑ کر ذرا رنگین مزاج ہو گیا، اور یہ بات عام ہو گئی کہ میرے رنگ ڈھنگ ٹھیک نہیں ہیں۔ حقیقت بھی یہی تھی لیکن اُس وقت مجھے یہ احساس نہ تھا کہ میں اتنے بڑے خسارے سے دوچار ہوں گا۔ تمھارے نانا نے یہ رشتہ توڑ دیا۔ اور مرحوم احسان علی سے نسبت طے کر ڈالی ۔۔ میں برداشت نہ کر سکا، میں نے بڑے ہنگامے کیے یہاں تک کہ بندوق لے کر تمھارے والد کے گھر جا پہنچا اور دھمکیاں دیں کہ اگر انھوں نے اجمل صاحب کے یہاں رشتہ کیا تو میں خون کی ندیاں بہا دوں گا لیکن وہ لوگ بھی بزدل نہ تھے۔ احسان علی نے بھی بندوق سنبھال لی۔ بزرگوں نے معاملہ برابر کیا اور بہرحال سعدیہ کی شادی احسان مرحوم سے ہو گئی۔ بعد میں ہم بھی پہاڑ کے نیچے آ گئے اور اس کے بعد پھر سب ٹھیک ہو گیا۔ میں نے احسان مرحوم سے معافی بھی مانگ لی لیکن اِس خاندان سے دوبارہ تعلقات استوار نہ ہو سکے۔ تمھاری پیدائش کے دو سال بعد سعدیہ اللہ کو پیاری ہو گئی خدا کی قسم میں ایک بہن کے رشتے سے اُس کے لیے بہت رویا تھا۔ بعد کی ساری کوششیں ناکام رہیں اور وہ ماحول پیدا نہ ہو سکا جو ہونا چاہیے تھا۔ یہ تھی ہماری کشیدگی کی وجہ جس کی زد میں بچے بھی آ گئے۔"

"اوہ!" میں نے گہری سانس لی۔

"گذری ہوئی داستانیں ہیں۔ یہ بتاؤ گھر کہہ کر آئے ہو؟"

"نہیں!" میں نے جواب دیا۔

"تشویش نہیں ہو گی کسی کو۔۔۔؟"

"شاید کسی کو ہو۔ میں دعوے سے نہیں کہہ سکتا!" میں نے جواب دیا۔ میرے اِس جواب پر ماموں صاحب کچھ سوچتے رہے پھر بولے "گویا میرا اندازہ درست تھا!"

"کیسا اندازہ ماموں صاحب؟"

"بھئی بدنام انسان ہوں اِس گھرانے کے لوگ مجھے اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے، نہ سہی لیکن جو کچھ ہو رہا ہے اس پر خاموش تماشائی بن کر نہیں رہ سکتا۔ پہلے اپنی نیت تم پر واضح کر دوں غزالی میاں۔ خدا کا دیا سب کچھ موجود ہے۔ بیٹیوں کا جہیز تیار کر چکا ہوں۔ بیٹے پڑھ رہے ہیں انھیں صحیح تعلیم دے دوں تو سوچوں گا سب کچھ دے دیا۔ خود کمائیں گے کھائیں گے اتنا ضرور چھوڑ دوں گا، ان کے لیے کہ انھیں ابتدائی زندگی میں مشکل نہ ہو، چنانچہ یہ سمجھ لو کہ جو کچھ کہوں گا بے لوث ہو گا۔ اور صرف حق کا ساتھ دینے کی بات ہو گی، جس کا صلہ کسی انسان سے نہیں خدا سے چاہوں گا۔ تم سے اگر کچھ مانگوں تو یقین کر لینا کہ صرف لالچی اور خود غرض انسان ہوں۔ بس یہ خواہش ہے کہ جو کچھ کہوں اس پر یقین کر لینا۔"

"میں آپ کی بے حد عزت کرتا ہوں ماموں جان۔ ایسی بات نہ کہیں۔" میں نے کہا۔

"مجھے تو احسان بھائی کی موت کی اطلاع بھی نہیں دی گئی تھی لیکن میرے دوست احباب تمھاری بستی جاتے رہتے ہیں، چنانچہ مجھے وہاں کی خیریت ملتی رہتی تھی۔ انھیں میں سے کسی نے مجھے احسان بھائی کی اچانک موت کی اطلاع دی تھی۔ بچہ بچہ اس موت میں شرکت کے لیے بے چین تھا لیکن میں ہمت نہ کر سکا۔ میری بات دوسری تھی سب کچھ برداشت کرنے کے لیے تیار تھا لیکن عورتیں، عورتیں ہوتی ہیں۔ میری وہاں آمد کو اچھی نگاہ سے نہ دیکھا گیا، اجنبیوں کی طرح جنازے میں شریک ہوا۔ گھر سے کہہ کر گیا تھا کہ سوئم تک رکوں گا، واپس آ جاتا تو گھر والوں کے سامنے سبکی ہوتی چنانچہ سوئم تک ایک سرائے میں رُکا، روزانہ بچوں کی خبر گیری کو جاتا تھا، دل سے مجبور تھا۔ جنازے ہی میں تمھیں نہ پا کر دبی زبان سے ٹوکا کہ غزالی میاں کی موجودگی ضروری ہے۔ لیکن کہا گیا کہ اُس کے امتحانات ہو رہے ہیں اُسے اطلاع نہیں دی جائے گی۔ لیکن وہاں غم کے مارے سوگوار ہونے کے بجائے حساب کتاب کے کھاتے کھولے بیٹھے رہتے تھے۔ سارے کارندے بلائے گئے تھے منشی دلاور علی سوئم والے دن بھی نئے کھاتے بناتے رہے تھے اور دوسرے لوگ ان کی معاونت کرتے رہے تھے۔ پُرانے کھاتوں کا خدا جانے کیا ہوا۔ سارے نئے کھاتے تیار ہوئے۔ مجھ بدنصیب نے سوئم پر بھی درخواست کی کہ غزالی کو بُلا لیا جائے۔ لیکن نقار خانے میں طوطی کی صدا کون سنتا۔ ابھی تو بہت سے کام باقی تھے اگر غزالی آ جاتا تو جائداد تین حصوں میں تقسیم کرنا پڑتی۔ اتنی جلدی یہ سب کچھ کیسے ہضم ہو سکتا تھا۔ چنانچہ غزالی کو اطلاع نہ دی گئی، اور سب کچھ ہو گیا۔ میں تو بیٹے چالیسویں پر بھی تمھاری موجودگی کی توقع نہیں کر رہا تھا۔ لیکن شاید سب ٹھیک ہو گیا ہو گا۔"

ماموں صاحب کی باتیں میرے ذہن پر ہتھوڑے کی ضربیں بن کر پڑ رہی تھیں۔ کیا میرے بھائی ایسے ہیں۔ کیا وہ جائداد کے لیے میرے ساتھ یہ سلوک کر سکتے ہیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

"ایک بات پوچھ سکتا ہوں غزالی؟"

"جی!" میں نے گھٹے گھٹے لہجے میں جواب دیا۔

"جوالا پرشاد چالیسویں کے دن وہاں کیوں پہنچا تھا؟"

"اِس سوال کے کئی جواب ہیں ماموں صاحب۔ بقول میرے دونوں بھائیوں کے، ہمارے پاس اب کچھ نہیں ہے، سب کچھ نامعلوم طریقے سے تباہ ہو چکا ہے، بہت سی زمینیں بک گئی ہیں۔ جوالا پرشاد اپنے پانچ لاکھ کے لیے ہماری عزت کی نیلامی کرنے آیا تھا۔ بڑی خوشامد درآمد سے وہ خاموش ہوا۔ اُسے پانچ لاکھ روپے کا سود ایک سال سے نہیں ملا ہے۔ ایسی ہی بہت سی باتیں میرے علم میں لائی گئی ہیں۔"

"لاحول ولا قوۃ۔ خدا کی قسم لعنت ہے۔ لعنت ہے ایسے لوگوں پر۔ تم سے وہ کیا چاہتے ہیں؟"

"اِس کا کوئی اظہار نہیں کیا گیا۔"

"صرف ایک ثبوت میں دے سکتا ہوں تمھیں۔ صرف ایک ثبوت جوالا پرشاد کے سلسلے میں وہ لوگ مار کھا گئے، اور کوئی بھی انتظام کیا ہوا انھوں نے لیکن جوالا پرشاد۔۔۔ پانچ لاکھ کی رقم وہ پچاس سال میں بھی کسی کو نہیں دے سکتا۔ پچیس پچاس ہزار کے ہیر پھیر کا آدمی ہے۔ میں اس سے زیادہ اس کی اوقات جانتا ہوں تم چاہو تو دودھ کا دودھ، پانی کا پانی ہو سکتا ہے۔"

"وہ کیسے؟"

"ہمت کرنی ہو گی۔ انتظامات میں کروں گا۔"

"میں تیار ہوں ماموں صاحب! اور کوئی بات ہوتی تو ٹھیک تھا لیکن اس طرح میرے مرحوم باپ پر کیچڑ اچھالی جا رہی ہے۔" میں نے کہا۔

"انتظامات کرنے میں کچھ وقت لگے گا۔ تم اگر چاہو تو اس دوران واپس چلے جاؤ تاکہ ان لوگوں کو شبہ نہ ہو سکے۔ ان کے دلوں میں چور ہیں کہیں وہ ہماری کھوج میں نہ ہوں۔"

"کوئی حرج نہیں ہے ماموں صاحب! میں صورتحال معلوم کر کے ہی جاؤں گا۔" میں نے کہا۔

"تب یہاں آرام کرو۔ میرا نام نصرت علی ہے، اچھے اچھوں کے دانت کھٹے کر دیے ہیں میں نے۔ غزالی میں بھائیوں میں اختلاف کرا کر کوئی فائدہ حاصل کرنے کا خواہش مند نہیں ہوں لیکن تم تنہا رہ گئے ہو، اور ان دونوں نے تمھارے خلاف گٹھ جوڑ کر لیا ہے۔ میں حق کا ساتھ دینے کے لیے تیار رہوں۔ ہم انھیں عدالتوں میں گھسیٹیں گے ایک ایک پائی نکلوا لیں گے اُن کے حلق سے۔ جتنی دولت خرچ ہو گی تمھاری طرف سے میں کروں گا۔ میں انصاف کا بول بالا چاہتا ہوں۔ بس اب آرام سے سو جاؤ۔ بس کل تیاری کر کے تمھیں بتاؤں گا کہ اب کیا کرنا ہے!"

ماموں صاحب سے رخصت ہو کر میں اپنے کمرے میں آ گیا جو میرے لیے تیار کر لیا گیا تھا۔ لیکن نیند کا آنکھوں میں دُور تک پتا نہیں تھا۔ طبیعت میں بے حد بے چینی تھی۔ میں نے دونوں بھائیوں کو بہت بڑا سمجھا تھا، وہ ایسے نکلیں گے۔ یہ سب کچھ ہو گا میرے ساتھ۔ بھابیاں تو کھل کر بے اعتنائی کر رہی تھیں۔ لیکن بھائی۔۔۔ کیسی عجیب ہے یہ دنیا۔۔۔ بے چینی اتنی بڑھی کہ کمرے میں دم گھٹنے لگا۔ دو گھنٹے گذر گئے تھے ماموں کے پاس سے آئے ہوئے اُن میں سے ایک لمحہ سکون سے نہیں گذرا تھا۔ باہر تاریک رات کے سناٹے پھیلے ہوئے تھے۔ سوچا کسی پُرسکون گوشے میں جا کر کھلی ہوا میں بیٹھوں گا۔ باہر نکل آیا۔ کمروں کی قطار میں سے ایک کمرہ روشن تھا۔ یہ ماموں ممانی کا کمرہ تھا۔ باہر جانے کے لیے اُس کے سامنے سے گذرنا تھا۔ اندر باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں، کمرے کا دروازہ بند نہیں تھا، میں نے سوچا اگر وہ دونوں جاگ رہے ہیں تو پھر ان سے ہی باتیں کر لوں دروازے کے قریب پہنچا تو اپنا نام سُنا قدم خود بہ خود رک گئے۔

"تعلیم یافتہ ہے اپنی پر آ جائے تو دونوں کو ناکوں چنے چبوا دے گا۔ میں اس کے لیے شہر کے بہترین وکیل کھڑے کر دوں گا۔ مجال ہے فرحت اور رفعت کی کہ اِس کا حصہ ہضم کر جائیں۔"

"ان دونوں نے تو بیویوں کے جال میں پھنس کر خوب رنگ دکھائے۔ اس کا حصہ ہڑپ کرنے کے لیے گٹھ جوڑ کر ڈالا۔"

"تم دیکھتی رہو، سب ٹھیک کر دوں گا۔ دس بیس ہزار خرچ بھی ہو جائیں تو پروا نہیں۔"

"اتنی جلد بازی مت کرو۔ پہلے ٹھونک بجا لو اسے کہیں بعد میں مُنہ دیکھتے نہ رہ جاؤ۔ ویسے اندازاً اس کا حصّہ کتنا ہو گا!"

"لاکھوں روپے کی جائداد ہے نیک بخت اندازہ نہیں ہے تجھے احسان علی کے بارے میں۔ بہت بڑا حصّہ بنتا ہے اس کا۔ اسی لیے تو وہ جلد جلد کر رہے ہیں چھوٹی موٹی بات ہوتی تو بیٹے پھر محنت نہ کرتے!"

"چلو ٹھیک ہے۔ لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ سب کچھ حاصل کرنے کے بعد وہ ہمارا داماد بن جائے گا۔ شہر میں پڑھا ہے ممکن ہے شہر ہی کی کسی لڑکی سے دل بھی لگائے بیٹھا ہو۔ کیا دھرا چوپٹ ہو جائے گا۔"

"سارے کام میں ہی کروں اب۔ تم بھی اِس سلسلے میں کچھ کرو۔ لڑکیوں سے کہو کہ اس کا دل ہاتھ میں لیں جسے بھی وہ پسند کرے، دوسری اُس کے لیے راستہ چھوڑ دیں۔ کل سے انھیں اِس کام پر لگا دو، سونے کی چڑیا جال سے نکلنے نہ پائے۔ اُس کی دولت میں اُسے دلواؤں گا باقی کام تم لوگ کرو۔ باقی رہا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کسی شہری لڑکی کی بات، تو یہ بھی پتا چل جائے گا۔ میں بلاوجہ تو رقم نہیں لگاؤں گا۔ دوٹوک بات کروں گا۔ تینوں میں سے جو لڑکی اُسے پسند آئی پہلے اس کا نکاح اُس کے ساتھ کروں گا، اس کے بعد باقی کام ہوں گے۔" ماموں صاحب کی آواز سنائی دی۔

میرا ہی ذکر خیر تھا لیکن جو گفتگو ہو رہی تھی۔ وہ عجیب تھی اچانک ہی ماموں صاحب کا بھرم بھی کھل گیا تھا۔ میں دبے پاؤں وہاں سے واپس کمرے میں آگیا۔ ہنسی بھی آرہی تھی اور غصہ بھی اس کائنات میں کوئی بے غرض بھی ہے۔ سب کے سب ہوس کے بندے، زر کے غلام۔ بھائی ہو، ماموں ہو، کوئی بھی رشتہ ہو۔ سارے رشتے زر کے رشتے ہیں۔ سب ایک ہی کیلی پر گھوم رہے ہیں۔ کیا دولت واقعی اتنی دلکش شے ہے۔ سوچنے کے لیے ایک نیا موضوع مل گیا تھا۔ جس طرف نظر دوڑائی دولت کے کھیل نظر آئے۔ انسان کاغذ کے جال میں جکڑ کر رہ گیا ہے۔ انسانیت سونے کی قید میں اسیر ہوگئی ہے۔ دولت صرف دولت... انسان کچھ بھی نہیں ہے۔ واہ مالک ہم کیسے اشرف المخلوق ہیں۔ کائنات مسخر کردی ہمارے لیے لیکن ایک حقیر سی شے کے زیرنگیں کردیا۔

دل چاہا کہ اسی وقت یہاں سے بھاگ جاؤں۔ یہ جمراتن شبراتن میری بیوی بننے کے قابل کہاں ہیں جن کے لیے سب کچھ کیا جارہا ہے، اور اگر ہوتیں بھی تو میں اس طرح اپنی نیلامی کہاں پسند کرتا لیکن ایک بات ضرور تھی، کم از کم میرے بھائیوں کے معاملے میں ماموں صاحب نے کوئی جال نہیں پھیلایا تھا، ان کے سلسلے میں وہ سچ ہی بول رہے تھے۔

پھر کیوں نہ میں بھی ذہانت سے کام لوں۔ آدھی رات تک میں اپنے ذہن میں منصوبے بناتا رہا۔ بہت کچھ فیصلے کیے تھے اپنی زندگی کے بارے میں۔ دوسری صبح میں ہشاش بشاش تھا۔ زندگی کی ان حقیقتوں کو بہت قریب سے دیکھا تھا جن کے بارے میں ابھی تک کچھ معلوم نہیں تھا۔ ان چیزوں نے ذہن کو اداسیاں نہیں دی تھیں بلکہ کشادہ کردیا تھا۔ دنیا کے اس نئے رنگ کو میں نے قبول کرلیا تھا۔ سینہ کچھ اور فراخ ہوگیا تھا۔ میں نے ان بیمار ذہنوں سے نفرت نہیں کی تھی بلکہ ان کے لیے ہمدردی کا جذبہ پیدا کیا تھا سینے میں۔ تینوں ماموں زاد بہنیں میرے آگے پیچھے پھر رہی تھیں اور میں نے تینوں میں سے ایک پر اظہارِ الفت کردیا تھا۔ لیکن بس بڑے بھائیوں کے سے انداز میں کسی کو بھی میں نے تشنہ آنکھوں سے نہیں دیکھا تھا۔ پھر شام ہوگئی۔ پانچ بجے کی چائے پر ماموں صاحب واپس آگئے تھے۔ "کہو بھئی کیسا دن گذرا؟"

"بہت عمدہ! یہ لڑکیاں تو مجھے بیحد چاہتی ہیں۔ مجھے گمان بھی نہ تھا کہ یہاں مجھے اتنی چاہت ملے گی۔"

"تمھارا گھر ہے بیٹے! ساری زندگی ہمارے سر آنکھوں پر رہو اس سے بڑی خوش بختی اور کیا ہوگی۔" ماموں صاحب نے کہا پھر وہ چائے سے فارغ ہوکر بولے۔ "ہاں بھئی لڑکیو! ہم بھی اس نوجوان کو چاہتے ہیں۔ ہمیں بھی اس سے پیار ہے، اب تھوڑی دیر کے لیے اسے ہمیں دے دو۔ بھاگ جاؤ یہاں سے ہمیں کچھ باتیں کرنی ہیں!"

لڑکیاں کھلکھلاتی ہوئی چلی گئیں تو ماموں صاحب نے میرا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا: "یہاں کیسا محسوس ہوا عزالی۔"

"ایسا کہ ساری زندگی یہاں رہنے کو جی چاہے!"

"بخدا رہو... ضرور رہو... میرے دست راست بن جاؤ۔ وعدہ کرتا ہوں زندگی بھر کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ خیر سے اپنے ہو اپنوں میں خوش نہ ہوگے تو کہاں ہوگے، میں نے جوالا پرشاد کے لیے انتظام کیا ہے۔ کام خطرناک ہے۔ اس کے علاوہ کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آئی۔ لالہ جی پورے بنیے ہیں، کسی مار سے نہ ڈریں گے سوائے جان کے خوف کے!"

"میں نہیں سمجھا ماموں جان؟"

"رات کو ریوالور لے کر گھس جاؤ، اس کے گھر میں۔ چار لونڈے تیار کردیے ہیں ساتھ دینے کو۔ ہر طرح کی آئی گئی اپنے سر لیں گے اس طرف سے بے فکر رہنا کوئی آنچ نہیں آئے گی تم پہ۔ یہ نصرت کا ذمہ!"

"گڈ... لیکن کروں کیا؟"

"حقیقت پوچھ لو بس۔ دعوے سے کہتا ہوں کہ پورے پانچ لاکھ روپے اس نے زندگی بھر نہیں دیکھے ہوں گے۔ بس یہ معلوم کرو کہ اس میں کہاں تک جھوٹ ہے، کہاں تک سچ!"

"کوئی گڑبڑ نہ ہوجائے ماموں جان!"

"میں سنبھال لوں گا، وعدہ کرتا ہوں۔"

"ریوالور کہاں سے آئے گا؟"

"وہ ہے۔ اس کی فکر مت کرو۔"

"بات اگر سچ نکلی...؟"

"تو اس کا کوئی قصور نہ ہوگا۔ واپس آجانا۔ پھر دوسرے فیصلے کریں گے۔"

"ہوں!" میں نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر سوچنے لگا تو ماموں نے کہا: "جو کچھ میں نے کہا ہے اس سے موزوں اور کوئی ترکیب نہیں ہے کوئی تردد مت کرو، وہ صرف یہی زبان سمجھے گا اور کوئی کوشش بے سود ہوگی۔"

"او کے ماموں جان۔ مجھے آپ سے اتفاق ہے۔"

"ویری گڈ، شکل و صورت سے تم اسی حوصلے کے مالک

نظر آتے ہو، ورنہ میں کسی ایرے غیرے کو یہ مشورہ نہ دیتا۔"

گیارہ بجے ہم نے تیاریاں مکمل کرلیں۔ وہ چار لونڈے جو ماموں نے مجھے دیے تھے، شکل و صورت سے واقعی بدمعاش نظر آتے تھے۔ انھیں تمام صورتحال سمجھا دی گئی تھی۔ چنانچہ ہم خاموش بستی کی گلیاں عبور کرتے ہوئے جوالا پرشاد کے گھر پہنچ گئے۔ واقعی وہ بیس لاکھ کا انسان نہ معلوم ہوتا تھا۔ گھر کی چہار دیواری پھلانگی گئی۔ اور جوالا پرشاد کا کمرہ تلاش کرنے میں کوئی دقت نہ ہوئی۔ دوسرے کمروں میں اس کے اہلِ خاندان سو رہے تھے۔ اُن کی کنڈیاں باہر سے چڑھا دی گئیں۔ اور پھر میں نے جوالا پرشاد کے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ تیسری دستک پر اُس نے دروازہ کھولا۔

"کیا آفت آگئی... کون ہے؟" اُس کے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔ دوسرے لمحے میرے چوڑے ہاتھ کا شکنجہ اس کی گردن پر کس گیا۔ "ارے مری گیو... ... ہا روپ۔" اُس کی آواز بھنچ گئی۔ اسے اندر دھکیل کر ہم پانچوں بھی اندر داخل ہوگئے۔ میرے ایک ساتھی نے دیوار پر سوئچ تلاش کرکے روشنی کردی تھی۔

لالہ جی کمرے میں تنہا تھے۔ ننگے بدن تھے اور اس طرح کانپ رہے تھے جیسے جاڑا چڑھ آیا ہو۔ سچویشن بھی ایسی ہی تھی۔ میرے ہاتھ میں ریوالور تھا اور باقی چاروں کے ہاتھوں میں خنجر چمک رہے تھے۔ وہ جی کا جو حال نہ ہوتا کم تھا۔

"حلق سے کوئی آواز نکلی لالہ جی تو آخری وصیت بھی نہ کرسکو گے۔ مجھے پہچانو کون ہوں میں۔"

"ہرے رام... ہرے رام... کون ہو بھائی... ہرے رام۔"

"غور سے دیکھو لالہ جی پہچان جاؤ گے!"

"ہرے رام... زمیندار جی کے للو... پہچان گئے بھیا جی... مگر ہم سے کیا بھول ہوگئی... شما کردو... ہمارا کوئی دوش نہیں ہے۔"

"پھر کس کا دوش ہے!" میں نے سفاک لہجے میں پوچھا۔ اس وقت زیادہ سے زیادہ اداکاری ہی کارگر ہوسکتی تھی۔

"ہرے رام... ہرے رام!" جوالا پرشاد نے سنبھالا لینے کی کوشش کی جسے میں نے محسوس کرلیا اور آگے بڑھ کر پستول اس کی کنپٹی پر رکھ دیا۔ "تم مجھ سے واقف نہیں ہو جوالا پرشاد... خون کرنے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوتی... بے موت مارے جاؤ گے۔ اس سے پہلے بھی بیشمار لوگ اس پستول کا نشانہ بن چکے ہیں۔"

"مگر ہمارا کیا دوش ہے للو۔ ہمیں ہمارا دوش تو بتا دو۔"

"تم نے پانچ لاکھ روپے دیے تھے میرے باپ کو؟"

"پانچ لاکھ!" جوالا پرشاد نے میرے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور تھوک نگلنے لگا۔

"کہو ہاں... ورنہ اس کے بعد... مگر ٹھیرو جوالا جی۔ اُن پانچ لاکھ روپے کا کاغذ تو ہوگا تمھارے پاس؟"

"ہاں ہے!"

"دو چار لاکھ روپے اور بھی ہوں گے یہاں۔ سمجھے دوستو' جوالا پرشاد جی اچانک بہت دولت مند ہوگئے ہیں، جبکہ اس سے پہلے ان کے پاس پچاس ہزار ایک لاکھ روپے سے زیادہ نہیں تھے۔ تمھارے بارے میں بڑی تحقیقات کرنی پڑی ہے جوالا جی۔ میں نے تم سے چہرہ نہیں چھپایا کیونکہ میں فیصلہ کرکے آیا ہوں کہ تم میرے بارے میں کسی کو کچھ بتانے کے لیے زندہ نہیں رہو گے۔"

"ارے نا للو نا... ہمیں مار کر کیا ملے گا تمھیں... لالچ میں مارے گئے ہیں۔"

"جان بچ سکتی ہے جوالا جی... اپنی زبان سے سچ بولو۔ وعدہ کرتا ہوں۔ تمھیں معاف کردوں گا لیکن ایک ایک لفظ سچ ہو۔"

"سچ بولیں گے للو... اسے ہٹاؤ، ہماری کھوپڑیا سے چل گئی تو... ہرے رام... ہرے رام..."

"سچ کے نام پر..." میں نے ڈرامائی انداز میں پستول ہٹالیا۔

"تم سچ کہہ رہے ہو للو... ہمارے پاس جیون میں کبھی پانچ لاکھ نا ہوئے۔ ہم کہاں سے دیتے کسی کو پانچ لاکھ۔"

"ہوں... پورا کھیل بتاؤ۔"

"رفعت بھیا آئے تھے ہمارے پاس۔ دو ہزار روپے دیے ہیں اور بولے۔ کہ اس طرح ہم تیرھویں کے روز وہاں پہنچ جائیں اور پانچ لاکھ کی بات کریں تمھارے سامنے۔ انھوں نے ہمیں ایک کاغذ بھی دیا جس میں پانچ لاکھ کا پرونوٹ تھا، اس کاغذ پر رفعت بھیا نے تمھارے پتا جی کے جعلی دستخط کیے تھے۔ انھوں نے ہم سے کہا تھا کہ یہ کاغذ کبھی عدالت نہیں پہنچے گا اور ہمیں اس سے کوئی نقصان نہ ہوگا۔ دو ہزار کمانے کے لیے ہم نے یہ ناٹک کیا تھا بھیا ہمیں شما کردو۔ بھول ہوگئی۔"

"کاغذ کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔ دل دُکھ کر رہ گیا تھا۔ لیکن اب یہ ساری باتیں فضول تھیں۔

"ہمارے پاس موجود ہے۔ تجوری میں ہے۔"

"نکالو!" میں نے کہا۔ اور جوالا پرشاد کی جان نکلنے لگی...

"وعدہ ہے جوالا جی کہ تمھاری تجوری سے اور کچھ نہیں لیا جائے گا۔"

"اچھا۔ اچھا!" جوالا پرشاد نے کراہتے ہوئے کہا۔ تجوری اُسی کمرے میں موجود تھی۔ اُس نے کانپتے ہاتھوں سے چابیاں تلاش کیں۔ تجوری کھولی اور کاغذ نکال کر میرے سامنے کردیا۔ درحقیقت بابا صاحب کے دستخطوں سے یہ دستخط ملا دیے گئے تھے۔ میں نے کاغذ جیب میں رکھ لیا۔ "اب یہ بتاؤ جوالا جی کہ میرے بھائیوں کو یہ اطلاع دینے کب پہنچو گے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"رام رام رام۔ کبھی نہ جائیں گے بھیا جی ... ایک بار معاف کردو۔"

"سنو تم لوگ! تم جوالا پرشاد پہ ایک ایک لمحہ نگاہ رکھو۔ ایک ہفتے تک یہ گھر سے باہر قدم رکھیں تو بے دریغ انھیں گولی مار دینا۔ جوالا پرشاد جی ایک ہفتے تک اگر میرے گھر یہ اطلاع پہنچی تو... تمھیں اس کے بعد معاف نہیں کروں گا اسے یاد رکھنا۔"

"یاد رکھیں گے بھیا جی ... بھگوان کی سوگند یاد رکھیں گے۔"

"آؤ!" میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ اور ہم سب واپس پلٹ پڑے۔ جوالا پرشاد واقعی بنیے تھے۔ مجھے یقین تھا کہ وہ اس سلسلے میں کچھ نہیں کریں گے۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد ہم واپس ماموں صاحب کے گھر پہنچ گئے۔ سب لوگ سو رہے تھے لیکن ماموں صاحب باہر برآمدے میں کرسی ڈالے ہمارا انتظار کر رہے تھے اُن کے چہرے پر سنسنی پھیلی ہوئی تھی۔ "کام ہو گیا؟" انھوں نے بے چینی سے پوچھا۔

"ہاں ماموں صاحب! سب ٹھیک ہو گیا۔"

"واہ، اچھا رحمان بیٹے، یہ لو ایک ہزار روپے آپس میں بانٹ لینا کوئی اور ضرورت پیش آئی تو تمھیں تکلیف دوں گا!"

"ہم حاضر ہیں!" نوٹ لینے والے نے کہا اور چاروں باہر نکل گئے۔

"ان لوگوں نے صحیح تعاون کیا تھا؟" ماموں صاحب نے پوچھا۔

"بالکل ٹھیک!"

"کام کے بچے ہیں میری ضروریات پر کام آتے رہتے ہیں جیدار بھی ہیں، کہیں بھی بھڑا دو پیچھے نہ ہٹیں گے میں نے ضروری کاموں کے لیے انھیں پال رکھا ہے۔ خیر چھوڑو سناؤ کیا رہا۔"

"آپ نے ٹھیک کہا تھا! جوالا پرشاد کرائے کا آدمی ہے دو ہزار روپے لے کر اُس نے میرے سامنے یہ ڈرامہ کیا تھا۔ اُس نے قبول کر لیا ہے۔"

"خدا کا شکر ہے میری عزت رہ گئی، بڑی دعا کر رہا تھا خدا سے کہ میری لاج رکھ لے کہیں تم یہ نہ سوچو کہ مجھے ان سے کوئی پرخاش ہے اور بلاوجہ تمھیں ان کے خلاف بھڑکا رہا ہوں تمھیں اطمینان ہو گیا۔"

"جی ماموں صاحب آپ کا شکریہ کہ آپ نے میری آنکھیں کھول دیں۔ میں اپنے بھائیوں کو ایسا نہیں سمجھتا تھا۔"

"آنکھیں تو اب میں اُن کی کھولوں گا۔ دیکھتے رہو کیا کھیل دکھاؤں گا، ایک ایک پائی نہ اگلواؤں تو نصرت علی نام نہیں۔ حالانکہ تم تینوں میرے لیے یکساں ہو، مگر خدا لگتی کہنا بیٹے تمھارے اور اُن کے رویے میں کتنا فرق تھا کسی پڑوسی کے ساتھ بھی وہ سلوک نہیں کیا جاتا جو اُس دن اور اس سے پہلے انھوں نے میرے ساتھ کیا تھا۔ بات میرے اور احسان علی مرحوم کے درمیان ہوئی تھی بچوں کا تو ان باتوں سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ اب اگر تم کہو تو میں ایک مشورہ دوں۔"

"جی ماموں صاحب!"

"صبح کو تم چلے جاؤ۔ اُن سے بات کرو کہ وہ پائی پائی کا حساب دیں اور تمھارا حصہ الگ کر دیں اگر اس میں کوئی حیل و حجت کریں تو انھیں صاف بتا دو کہ وہ کورٹ آنے کے لیے تیار رہیں۔ اور پھر تم اپنا سامان اٹھا کر یہاں چلے آؤ۔ یہ گھر تمھارا ہے۔"

"بہت بہت شکریہ ماموں صاحب! میں بہت جلد کوئی فیصلہ کر لوں گا۔"

"اجی بس فیصلہ ہو گیا۔ تمھارا مستقبل بنانا اب میری ذمہ داری ہے کبھی خود کو تنہا مت سمجھنا۔ لاکھوں خرچ کر دوں گا تمھارے لیے مگر حق تلفی نہ ہونے دوں گا۔ واہ کیا گٹھ جوڑ کیا ہے، سیدھے مل کر میرے بچے کے خلاف۔ اب آرام کرو۔ صبح کو ملاقات ہو گی میں تمھارے ہی لیے جاگ رہا تھا۔"

"بہتر!" میں نے آہستہ سے کہا۔ اور اپنے کمرے میں چلا گیا۔ ایک عجیب سی نفرت محسوس ہو رہی تھی اس دنیا سے۔ کسی ایک پر غصہ نہیں آ رہا تھا۔ تجربہ ہوا تھا کہ سب ہی اپنے بارے میں سوچتے ہیں۔ ماموں صاحب میرے مستقبل کے لیے نہیں اپنی بیٹیوں کے مستقبل کے بارے میں سوچ رہے تھے، بے لوث وہ بھی نہ تھے۔ لیکن اب کرنا کیا چاہیے۔ بھائیوں نے واقعی بہت برا کیا تھا، ان سے یہ توقع نہیں تھی۔ ماموں صاحب کو کسی غلط فہمی میں نہیں رکھنا چاہیے ویسے کاغذ کے سلسلے میں، میں نے انھیں کوئی بات نہیں بتائی تھی۔ یہ جھوٹا کاغذ میرے بھائیوں کی نادانی تھی۔ وہ اس کے ذریعے پھنس سکتے تھے لیکن میں یہ سب کچھ نہیں چاہتا تھا۔ میں اُن کی قسمت کسی دوسرے کے ہاتھ میں نہیں دینا چاہتا تھا۔

دوسری صبح ناشتے کی میز پر خوب رونق تھی۔ بڑا اہتمام تھا میری ایک بہن نے پوچھا۔ "آپ آج جا رہے ہیں؟"

"ہاں ثریا! واپسی کا ارادہ ہے!"

"پھر کب آئیں گے؟" نزہت بولی۔

"کب کیا! کل یا زیادہ سے زیادہ پرسوں واپس آ جائیں گے۔ انتظام کرو، اب یہ یہیں رہیں گے۔"

"اتنی جلدی نہ کریں ماموں صاحب! مجھے کچھ سوچنے دیں۔"

"ہم مر گئے ہیں سوچنے والے جو لوگ دشمنی پر آمادہ ہوں وہ

تمھیں کیا سُکھ دیں گے۔ بلکہ میں تو کہتی ہوں اللہ نہ کرے وہ تمھیں زہر نہ کھلا دیں۔ دولت کے لالچی سب کچھ کر سکتے ہیں۔" ممانی بیگم بولیں۔

"ہاں بھئی ہوشیار رہنا ضروری ہے۔ بس تم کو جو میں نے کہا ہے وہ کرو اور فوراً واپس آ جاؤ۔"

"یہاں سے جانے کو دل کس کا چاہتا ہے۔ ممانی جیسی مشفق ماں آپ جیسے ماموں اور سب سے بڑھ کر میری یہ تینوں بہنیں۔ آپ جانتے ہیں ماموں صاحب ہمارے خاندان میں لڑکیاں ناپید ہیں۔ مجھے بہنوں کی آرزو تھی اور اب یہاں مجھے تین تین بہنیں مل گئیں یہ تینوں میرے لیے سگی بہنوں کے مانند ہیں۔ میرے دل میں ان کے لیے ایک بھائی کا پیار ہے!"

میرے الفاظ ان سب کے لیے دھماکے سے کم نہیں تھے۔ لیکن ان میں کوئی کھوٹ نہیں تھی۔ انھیں برا کون کہہ سکتا تھا۔ میں نے ان سب کے چہرے پھیکے محسوس کیے، لیکن ماموں صاحب زیرک تھے جلدی سے بولے "ہاں ہاں کیوں نہیں... کیوں نہیں۔" اس کے بعد انھوں نے خاموشی اختیار کر لی۔

صبح کو تقریباً دس بجے میں نے ماموں کا گھر چھوڑ دیا۔ ماموں صاحب اب بھی کوئی آس لگائے ہوئے تھے۔ آخری ہدایات انھوں نے مجھے بڑے جوش و خروش سے دی تھیں۔ میں گھوڑے پر سوار ہو کر چل پڑا۔ اور پھر یہ مسافت طے کر کے حویلی پہنچ گیا۔

فرحت بھائی سامنے ہی نظر آ گئے۔ جلدی سے میری طرف بڑھے اور پریشان لہجہ بنا کر بولے۔ بتائے بغیر چلے گئے تھے کہاں گئے تھے۔ بتا کر تو جاتے۔"

"آپ میرے لیے پریشان تھے بھائی صاحب!" میں نے مسکرا کر کہا۔

"پریشانی کی بات ہی تھی چلے کہاں گئے تھے آخر؟"

"بس آوارہ گردی۔ اپنی پریشانیوں کا حل تلاش کرنے گیا تھا!"

"کیا مطلب؟"

"رفعت بھائی کہاں ہیں؟"

"وہ بھی تمھارے لیے پریشان تھا، زمین پر گیا ہے وہاں کچھ جھگڑا چل رہا ہے، آؤ اندر آؤ۔"

اندر کی فضا جوں کی توں تھی۔ بھابیوں نے مجھے دیکھ کر ناک سکیڑ لی تھی۔ فرحت بھائی نے کہا۔ "ارے بھئی رضیہ کچھ ناشتے وغیرہ کے لیے لاؤ۔ پتا نہیں کچھ کھایا بھی ہے اس نے یا نہیں!"

"ملازموں کو چھٹی دے دی ہے کیا۔ اُن سے منگوا لو۔" بڑی بھابی نے کہا۔

"نہیں بھابی آج جو کچھ بھی کھاؤں گا آپ کے ہاتھوں سے کھاؤں گا۔ بس ضد ہے میری۔" میں نے کہا۔ بھابی نے کچھ نہ کہا برا سا منہ بنا کر اندر چلی گئیں۔

آخر گئے تھے کہاں؟" فرحت بھائی مجھے اپنے کمرے میں لے آئے۔

"کچھ ذمہ داریاں مجھے بھی تو سنبھالنی ہیں بھائی صاحب۔ بس اس سلسلے میں گیا تھا۔"

"کہاں؟"

"مختلف جگہوں پر۔ رفعت بھائی کب پہنچیں گے؟"

"دوپہر کا کھانا گھر پر ہی کھائے گا!"

"آپ کو تو کوئی مصروفیت نہیں ہے آج؟"

"نہیں... کوئی بات ہے؟"

"ہاں بس تینوں بھائی بیٹھ کر زندگی کے مسائل پر بات چیت کریں گے۔" میں نے کہا۔ اور فرحت بھائی خاموش ہو گئے۔ بڑی بھابی نے میرے لیے کھانے پینے کا کوئی بندوبست نہیں کیا۔ یہاں کے حالات کا اندازہ پل پل ہو رہا تھا، درحقیقت میرے لیے اب اس گھر میں کوئی جگہ نہیں تھی۔

دوپہر کو کھانے پر البتہ بہت کچھ تھا۔ رفعت بھائی بھی آ گئے تھے۔ بھابیاں بھی موجود تھیں۔ کھانے سے فارغ ہو کر میں نے پوچھا۔ "رفعت بھائی آپ جس کام کے لیے گئے تھے وہ ہو گیا؟"

"ہاں! مگر تم کہاں نکل گئے تھے۔ بتا کر تو جاتے!"

"اب آپ کو سب کچھ بتا کر جاؤں گا!" میں نے مسکرا کر کہا۔

"تم کچھ بات کرنے کو کہہ رہے تھے؟"

"جی ہاں!"

"کیا بات تھی؟"

"زمین اور جائداد کی دیکھ بھال آپ لوگ خود کرتے ہیں یا اس کے لیے کوئی منشی ہے؟"

منشی تو ہے لیکن ہم لوگ خود ہی سارے کام کرتے ہیں۔" بڑے بھائی بولے۔

"تو پھر جائیے! تمام زمینوں، جائدادوں کے کھاتے لے آئیے۔ بینک اسٹیٹمنٹ اور دوسری تمام چیزیں بھی ہونی چاہئیں۔ میں اپنے کمرے میں آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔" میں نے پتھریلے لہجے میں کہا اور اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف چل پڑا۔ وہ سب ساکت رہ گئے تھے۔ میں جانتا تھا کہ میرے اس لہجے اور ان الفاظ کا انھیں گمان بھی نہیں ہو گا۔ ابھی چند لمحات تو انھیں سنبھلنے میں ہی لگ جائیں گے۔ تاہم میں انتظار کرتا رہا۔ دس منٹ کے بعد دونوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بھائی میرے کمرے میں آگئے۔

"کھاتوں کی کیا ضرورت پیش آگئی تمھیں؟"

"میں دیکھنا چاہتا ہوں؟"

"وجہ؟" رفعت بھائی نے پوچھا۔

"جائداد میں سے اپنا حصّہ نکالنا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"جو کچھ تمھارے سامنے آچکا ہے اس کے بعد بھی تم حصّے کی بات کر رہے ہو۔" فرحت بھائی بولے۔

"بابا صاحب ورثے میں قرض چھوڑ گئے ہیں نا... میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ مجھے کتنا قرض ادا کرنا ہے۔"

"تمھیں کسی نے بہکایا ہے غزالی... وہ کون ہے نام بتاؤ؟" فرحت بھائی بولے۔

"ان تمام باتوں کو سننے کے بجائے میں چاہتا ہوں، فرحت بھائی کہ آپ مجھے کھاتے دکھا دیں۔ بابا صاحب کے وہ سارے کاغذات دکھا دیں جو انھوں نے زمینوں کی خرید و فروخت کے سلسلے میں تیار کیے تھے۔"

"تم گستاخی کر رہے ہو غزالی!"

"ہاں! مجھے اس کا افسوس ہے۔"

"کوئی حصّہ نہیں ہے۔ کوئی کھاتہ نہیں ہے۔ تمھاری تعلیم پر جو کچھ خرچ ہوا ہے وہ کم ہے۔ ہمارے بچوں کا حق مارا گیا ہے۔ اس کا حساب کون دے گا۔" بڑی بھابی نے کہا۔

"میں دوں گا بھابی! آپ تو ان جاہل گنواروں کی تعلیم یافتہ بیگمات ہیں۔ کیا آپ یہ نہیں سوچتیں کہ کل حکومت کی طرف سے کورٹ میں آپ سے کھاتے طلب کیے جاسکتے ہیں، اگر آپ یا میرے یہ بھائی یہ سب چاہتے ہیں تو مجھے اعتراض نہیں ہے، یہ بھی ہو جائے گا۔ لیکن یہ سوچ لیں اس وقت سمجھوتے کی کوئی بات نہ ہو سکے گی۔ جبکہ ابھی اس کا موقع ہے۔ اور یہ موقع آپ کے حق میں بہتر ہے۔"

"تجھے کیا ہو گیا غزالی۔ تجھ سے یہ امید نہیں تھی!" بڑے بھائی بولے۔

"وقت ضائع نہ کیا جائے!" میں نے تحکمانہ انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے رفعت جاؤ، کھاتے نکال لاؤ۔" فرحت بھائی نے کہا۔ اور پھر انھوں نے بھابی سے کہا: "تم لوگ جاؤ آرام کرو۔"

"نہیں جو گفتگو ہو گی ہمارے سامنے ہو گی۔ ہم اس گھر کی لونڈیاں نہیں ہیں۔ ہم بھائیوں میں کھچڑی نہیں پکنے دیں گی۔" چھوٹی بھابی بولیں۔

"کوئی حرج نہیں ہے بھائی صاحب! تعلیم یافتہ ہیں آپ کی مدد کریں گی۔" میں نے جواب دیا اور رفعت بھائی چلے گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ بہت سے رجسٹر ایک ملازم پر لادے اندر آگئے۔ "لو ان میں سر کھپاؤ... دیکھ لو سب کچھ!" انھوں نے کہا۔ میں خاموش رہا ــــ ملازم کے جانے کے بعد میں نے پہلا کھاتہ کھولا۔ آمدنی اور خرچ کے حسابات لکھے ہوئے تھے۔ پھر دوسرا اور تیسرا کھاتہ میں نے دیکھا۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"نہیں بھائی صاحب! مجھے یہ کھاتے نہیں۔ اصلی کھاتے درکار ہیں!"

"کیا یہ اصلی نہیں ہیں؟"

"جی نہیں۔ افسوس میری تعلیم یافتہ بھابیوں نے آپ لوگوں کو یہ نہیں سمجھایا کہ نئے اور پرانے کھاتوں میں فرق ہوتا ہے۔ ان کی روشنائی ہلکی ہو جاتی ہے کاغذ میلا ہو جاتا ہے اور شاید انھوں نے آپ کو یہ بھی نہیں سمجھایا کہ بابا صاحب کے جعلی دستخط کرنے پر آپ لوگوں کو انفرادی سزائیں ہو سکتی ہیں جو کچھ جائے گا وہ الگ سے ہو گا۔ یہ کھاتے ایک ماہ کے اندر اندر تیار کیے گئے ہیں۔ روشنائی اور کاغذ کے ایکسپرٹ یہ گواہی دیں گے اور پھر جعلی دستخط..."

"کیا بکواس کر رہا ہے!" رفعت بھائی گرجے۔

"ایک علیحدہ جرم ہوتے ہیں۔ آپ لوگ دھوکہ دہی کے جرم میں آن کی آن میں گرفتار ہو جائیں گے۔" میں نے جملہ پورا کیا۔

"تم ہمیں دھوکے باز کہہ رہے ہو، کیوں؟" فرحت بھائی بولے۔

"میں نہیں فرحت بھائی! یہ کھاتے کہہ رہے ہیں، جوالا پرشاد کہہ رہا ہے، جس نے زندگی میں کبھی پانچ لاکھ روپے اکٹھے نہیں دیکھے۔ اسے آپ نے صرف دو ہزار روپے دے کر اس بات پر آمادہ کیا تھا کہ وہ بابا صاحب کے چالیسویں کے دن یہ ڈرامہ کرنے آجائے۔ جوالا پرشاد نے یہ بیان ایک پولیس آفیسر کے سامنے دیا ہے اور یہ کاغذ دیکھیے جو جعلی ہے اور جس پر بابا صاحب کے جعلی دستخط کیے گئے ہیں۔" میں نے وہ کاغذ نکال کر ان کے سامنے رکھ دیا۔

اب ان کے حوصلے پست ہو گئے۔ یہ ناقابلِ تردید ثبوت تھا۔ رفعت بھائی نے سر پکڑ لیا۔ فرحت بھائی کا چہرہ فق ہو گیا۔ میں نے بھابیوں کی طرف رخ کر کے کہا۔ "آپ یہ کیوں بھول گئیں بھابی کہ میں بھی تو شہر میں ہی تعلیم حاصل کر رہا ہوں۔" بھابیوں کی زبان بھی بند ہو گئی تھی۔ کسی کے پاس کہنے کو کچھ نہیں تھا۔

"آپ نے یہ سازش میرے خلاف کی تھی۔ صرف میرے خلاف... آپ نے مجھے بابا صاحب کی موت کی خبر صرف اس لیے نہیں دی تھی کہ آپ یہ سب کچھ کر لینا چاہتے تھے۔ کتنی محنت کی آپ نے اس پر کتنا روپیہ خرچ کیا۔ آپ کے پاس چالیسواں کرنے کے لیے رقم نہیں تھی، یہ سب کچھ کرنے کے لیے تھی۔ کیوں بھائی صاحب آخر کیوں؟ آپ نے ایسا کیوں کیا... بابا صاحب کی موت کے بعد

آپ میرے باپ تھے۔ میری بھابیاں میری ماں تھیں، میں تو آپ کے قدموں میں ساری زندگی گزار دیتا کبھی کسی گلے کا لفظ زبان پر نہ لاتا۔ ماں باپ سے نازسے کچھ پیسے تو مانگے جا سکتے ہیں، حصّہ نہیں مانگا جاتا۔ آپ نے مجھے یہ احساس دلایا کہ آپ لوگ میرے بڑے نہیں ہیں، میرے ماں باپ نہیں ہیں بلکہ ہمارے اور آپ کے درمیان صرف جائداد کا رشتہ ہے۔ آپ نے مجھے مجبور کیا ہے۔ میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آخر آپ نے میرے باپ پر یہ الزام کیوں رکھا بتایئے وہ کھاتے کہاں۔ میرا باپ فرشتہ سیرت تھا آپ نے اس کی شخصیت مشکوک کیوں کی؟"

"عورت کے مشورے سے غزالی! عورت کے جال میں پھنس کر!" فرحت بھائی بے بس ہو کر بولے۔

"میری تعلیم یافتہ بھابیاں آپ کو یہ جاہلانہ مشورہ کیسے دے سکتی تھیں۔ اب ان سے کہیے کہ آپ کو جان بچانے کا کوئی مشورہ دیں۔ یہ کاغذ ایک پولیس افسر کی معرفت میرے ہاتھ آیا ہے۔ اصلی کھاتے آپ مجھے دیں گے یا میں کورٹ کی معرفت آپ سے طلب کروں؟"

"نہیں غزالی، جو کچھ ہو چکا وہی بہت ہے۔ اصلی کھاتے موجود ہیں۔ یہ لوگ تو انھیں ضائع کرنے کا مشورہ دے رہے تھے لیکن وہ موجود ہیں۔ تمھارا حصّہ تمھیں مل جائے گا!"

"کون کون سی زمینیں فروخت ہوئی ہیں؟"

"کوئی نہیں!"

"فرحت بھائی آپ..." رفعت بھائی بے چینی سے بولے۔

"بکواس مت کرو کمینے... تم سب نے... تم سب نے... لعنت ہو تم سب پر... تم نے شیطان بن کر مجھے بھی بہکا دیا۔ عاقبت تباہ کر دی تم نے میری... نہیں غزالی تمھیں تمھارا حصّہ ضرور ملے گا... ہم بہک گئے تھے۔ خدا ہمیں معاف کرے خدا ہمیں معاف کرے۔" فرحت بھائی رو پڑے۔

"آپ نے یہ کیوں نہ سوچا، فرحت بھائی کہ میں آپ کا سب سے چھوٹا بھائی ہوں۔ میں تو اپنی زندگی تعمیر کر رہا ہوں۔ میں نے تو ابھی اس دنیا میں کچھ نہیں دیکھا۔ میں نے کب آپ سے کوئی گستاخی کی تھی۔ بتایئے بھابی میں نے کب آپ کا ماں کی طرح احترام نہیں کیا۔ آپ کی بے اعتنائی کو کب میں نے نظرانداز نہیں کیا۔ مجھے بتایئے فرحت بھائی... مجھے بتایئے رفعت بھائی آپ لوگوں نے مجھے اپنے دل سے الگ کیوں کیا۔ آپ دونوں نے گٹھ جوڑ کر کے صرف مجھے ہی خود سے الگ کیوں کر دیا، کیا جرم تھا میرا... صرف دولت... صرف یہ آپ کوئی تیسرا حصّے دار نہیں چاہتے تھے۔ مجھے حصّہ نہیں صرف آپ کی محبت درکار تھی۔ صرف آپ کا پیار چاہیے تھا، میں خواہش مند تھا کہ آپ میرا مستقبل بنائیں گے، مجھے بھی زندگی کی شاہراہ پر لگائیں گے، آپ نے میری جڑ ہی کاٹ دی۔ دولت بیشک ایک انسان کی سب سے اہم ضرورت ہے۔ میں بھی دولت مند بننا چاہتا ہوں۔ مجھے بھی ایک خوب صورت اور آسودہ حال زندگی گزارنے کی خواہش ہے لیکن یہ سب کچھ میں آپ کے زیر سایہ چاہتا تھا، آپ جانتے ہیں کہ دنیا میں آپ کے علاوہ میرا اور کوئی نہیں تھا۔ اب میں بڑا آدمی بنوں گا تو کس کے لیے مجھے دیکھنے والا میری امارت سے خوش ہونے والا کون ہو گا لیکن اس کے باوجود بھائی صاحب۔ میری بھابیو، میری ماؤ میں بڑا آدمی بنوں گا۔ آپ لوگ انتظار کریں۔ ایک دن میں دولت مند بن کر آپ کے سامنے آؤں گا۔ آپ سے آپ کی یہ ساری زمینیں خرید لوں گا۔ پھر زمینیں ایک بار پھر آپ کو بخش دوں گا۔

یہ میرے بڑے بھائی ہیں۔ یہ میری بھابیاں، بھتیجے اور بھتیجیاں ہیں۔ لوگ اس بات کو ذہن میں رکھیں۔ سازشیں کیوں کیں آپ نے بھائی صاحب، میں آپ کا بچہ تھا آپ کہہ دیتے... پیار سے کہہ دیتے غزالی اپنا حصّہ ہمیں دے دو۔ خدا کی قسم میں ہنس کر کہتا بھائی صاحب سب کچھ آپ کا ہے مجھے تو بس آپ کا سایہ درکار ہے۔ مجھے حصّہ نہیں آپ کی محبت درکار تھی، مجھے دو بھائی دو بھابیاں ننھے منّے بھتیجے بھتیجیاں اس دولت اور اس جائداد سے کہیں زیادہ پیارے تھے۔ آپ نے غلط سوچا میرے بارے میں مجھے میرے باپ کے آخری دیدار سے بھی محروم کر دیا۔ بہت برا کیا آپ نے لیجیے یہ کاغذ... پھاڑ دیجیے اسے۔ میں نے پستول جوالا پرشاد کے سینے پر رکھ کر اس سے یہ کاغذ حاصل کیا ہے۔ اگر وہ چالاک ہوتا تو اس کے عوض آپ کی زندگیاں خرید سکتا تھا، یہ نہیں سوچا آپ نے پانچ لاکھ نہیں وہ آپ سے اس کے دس لاکھ وصول کر سکتا تھا، کیونکہ یہ جعلسازی تھی لیجیے آپ کے گلے کا پھندا میں نے کھول دیا۔" میں نے کاغذ کے پرزے پرزے کر دیے۔

"یہ جعلی کھاتے بھی ضائع کر دیجیے... میں آپ کی دنیا سے جا رہا ہوں۔ اس وقت تک کے لیے جب تک خود کچھ نہ بن جاؤں۔ یہ جعلی کھاتے آپ کے لیے عذاب بن سکتے ہیں۔ لوگ مجھے نہ پاکر سوچیں گے کہ آپ لوگوں نے مجھے قتل کر کے میری لاش کہیں چھپا دی ہے، یہ کھاتے آپ کے خلاف ثبوت بن جائیں گے۔ اس لیے میری رائے ہے کہ آپ انھیں ضائع کر دیں۔ میرا حصّہ آپ کا ہے۔ وعدہ کرتا ہوں کہ بھوکا بھی رہوں گا، تو آپ سے کبھی ایک روپیہ مانگنے نہیں آؤں گا۔ آپ لوگ خوش رہیں۔ دوپہر کے اس کھانے کا شکریہ... چند دنوں کی اس رفاقت کا شکریہ!" میری آواز بھر آگئی۔ میں اٹھ کر باہر نکل آیا۔ کسی کی کوئی آواز نہیں نکلی تھی۔

چند جوڑے کپڑے تھے جو میں نے ایک سوٹ کیس میں رکھے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور باہر نکل آیا۔ اب میرے ذہن میں کوئی مسکدر نہیں تھا کوئی الجھن نہیں تھی، بلکہ ذہن سے ایک بوجھ ہلکا ہو گیا تھا۔ میں آل علی چچا کے گھر پہنچ گیا۔ انھوں نے حسبِ معمول میرا پرتپاک استقبال کیا۔

"کہاں جا رہے ہو؟" انھوں نے میرے ہاتھ میں سوٹ کیس دیکھ کر پوچھا۔

"ہاں چچا! اس وقت آپ سے صرف ملنے نہیں آیا کچھ کام بھی تھا۔"

"ضرور بیٹے کہو؟"

"کچھ پیسے چاہیے تھے۔ شہر میں میرا اکاؤنٹ ہے جاتے ہی آپ کو واپس بھیج دوں گا!"

"ہاں ہاں ضرور کتنے پیسے چاہئیں؟"

"تین سو روپے صرف!"

"ایک منٹ... ابھی لایا۔" انھوں نے کہا اور اندر چلے گئے۔ پھر انھوں نے تین سو روپے لا کر مجھے دے دیے۔ اور بولے "یوں لگتا ہے جیسے... جیسے گھر سے کچھ ناراض ہو گئے ہو۔"

"ناراض نہیں بس یہ گھر چھوڑ رہا ہوں ہمیشہ کے لیے!"

"وجہ...؟"

"آپ کو ضرور بتاؤں گا... آپ میرے محسن ہیں، آپ کی وجہ سے آج مجھے یہ حیثیت حاصل ہے اگر دوسری شکل ہوتی تو آج میں تباہ حال ہوتا۔"

"کیا بات ہے؟" انھوں نے پوچھا۔ اور میں نے انھیں جوالا پرشاد کی اور کھاتوں کی تفصیل بتا دی اور یہ بھی کہہ دیا کہ میں گھر کو خیرباد کہہ کر آیا ہوں۔

"انھوں نے تمھیں روکنے کی کوشش بھی نہیں کی؟"

"اچھا ہی کیا... میں نے نہ رکتا۔"

"اب کیا کرو گے؟"

"ایک طرح سے یہ میرے حق میں بہتر ہی ہوا ہے چچا۔ زندگی کی شاہراہیں میرے لیے کھل گئی ہیں اپنے قول کو نبھانے کی جدوجہد کروں گا۔ نئے جہان دیکھوں گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ آل علی چچا نے مجھے بہت سمجھایا۔ "بیٹے جوانی امنگوں کا نام ہے۔ رگوں میں دوڑتے ہوئے خون کا طوفان، پہاڑوں کو پیس ڈالنے کا ولولہ رکھتا ہے لیکن حقیقت کی دنیا کچھ اور ہے۔ وہاں تمھیں مایوسیاں ملیں گی۔ دولت کا حصول آسان نہیں ہے۔ ہاں برائی کے راستے بیشمار ہیں اور ان پر دولت بھی بکھری ہوئی ہے لیکن اس طرح اس دولت کا حصول تمھارے جیسے نوجوان کو زیب نہیں دے گا۔"

"میں کوئی وعدہ نہیں کر سکتا چچا جان کوئی عہد نہیں کر سکتا کوشش کروں گا کہ ناجائز راستے نہ اپناؤں لیکن اگر وقت نے حالات نے ساتھ نہ دیا تو پھر خود پر سے ساری پابندیاں ہٹا دوں گا۔ آپ نے میرے جیسے نوجوان کی بات کی ہے۔ میں ایک عام نوجوان ہوں کوئی خاص بات نہیں ہے مجھ میں، کوئی خوبی مجھے دوسروں سے ممتاز نہیں کرتی۔ چنانچہ اگر حالات کی چکی نے مجھے اپنے درمیان لے لیا تو میں بھی وہی کروں گا جو دوسرے کرتے ہیں۔"

"لیکن تمھاری خاندانی شرافت۔ تمھارے خاندان کی روایات۔"

"میں والدین کا اکلوتا نہیں ہوں۔ دو اور بھی ہیں کیا ان کی رگوں میں میرے باپ کا خون نہیں تھا۔ چور، ڈاکو، اسمگلر اپنے گھروں کو نہیں لوٹتے اپنوں کی گردن پر چھری نہیں پھیرتے، لیکن ان لوگوں نے تو اپنے بھائی ہی کو ذبح کر دیا۔ کیا میں اُن میں سے ایک نہیں ہوں!"

"میں تمھیں ایک مشورہ دوں بیٹے؟"

"جی فرمایئے!"

"میں اُن لوگوں سے بات کرتا ہوں۔ اُن کے خون سفید ہو گئے ہیں لیکن قانون سے ٹکر لینا آسان نہیں ہے۔ وہ تمھیں تمھارا حق دے دیں تم الگ اپنا مکان بناؤ نئے سرے سے زندگی کا آغاز کرو۔"

"نہیں چچا جان! جو تھوک آیا ہوں اُسے نہیں چاٹوں گا۔ بس آپ کی دعاؤں کا طالب ہوں۔"

"میرا معبود تمھاری راہنمائی کرے!" آل علی چچا نے کہا، اور میں انھیں سلام کر کے وہاں سے نکل آیا۔

گھر سے مناسب اخراجات ملتے تھے۔ شہر میں تعلیم کے دوران، کوئی خاص اخراجات نہیں تھے۔ بینک میں اکاؤنٹ کھول رکھا تھا، اور اس میں خاصی رقم پس انداز تھی۔ ضرورت مند دوستوں کی مدد کرتا رہتا تھا۔ بہت سوں پر قرض تھا۔ یہ سب کچھ ملا کر اتنا دے سکتے تھے کہ دو چار ماہ سکون سے گذر جاتے، اس دوران کچھ سوچ سکتا تھا۔ کوئی پریشانی نہیں تھی ابھی چند روز کسی پُرسکون گوشے میں پناہ لوں اس کے بعد مستقبل کے بارے میں فیصلے کروں گا۔ کوئی ایسی جلدی نہیں ہے۔ بھائیوں کی بے اعتنائی، خود غرضی کا دُکھ ضرور تھا لیکن اتنا بھی نہیں کہ نڈھال کر دیتا۔ بس ٹھیک تھا وہ بیگانے ہو گئے تھے۔ میں نے بھی اُنھیں دل سے کھرچ پھینکا۔ میری زندگی میری اپنی ہے اُسے بہتر انداز میں گذارنے کی کوشش کروں گا۔ اب آگے تقدیر کی بات ہے کہ مجھے کہاں تک کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

تانگہ لے کر ریلوے اسٹیشن پہنچا۔ وہ رات اسٹیشن پر ہی گذارنی پڑی اور دوسرے دن صبح سویرے ٹرین ملی۔ چنانچہ میں سوار ہو کر واپس شہر چل پڑا۔ ٹرین کے سفر میں کوئی قابلِ ذکر بات نہ ہوئی میں پُرسکون تھا۔ شہر پہنچ کر ہوسٹل کا رُخ ہی کیا۔

میرے تمام دوست غائب تھے لیکن وہ جو ہوسٹل میں

رہتے تھے۔ جو شہر کے رہنے والے تھے اُن کے بارے میں یقین تھا کہ ضرور مل جائیں گے۔ ایک دن آرام کیا۔ ذہن کو آزاد چھوڑ دیا۔ گذرے ہوئے لمحات واقعات کے بارے میں کچھ سوچنا فضول تھا۔ وہ گذر گئے تھے۔ اُن کا تصور، ان پر افسوس، ذہن کو گندکرتا اس لیے کوئی احمقانہ اضمحلال خود پر طاری نہ کیا۔ البتہ یہ ضرور سوچا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ یونیورسٹی آف انجینئرنگ میں داخلہ لینے کا ارادہ تھا لیکن اب یہ کھیل ہی ختم ہو گیا تھا۔ اب اس کی ضرورت بھی کیا تھی۔ چنانچہ مستقبل کے بارے میں کوئی صحیح فیصلہ کرنا ضروری تھا۔ نوکری مل سکتی ہے۔ شایانِ شان نہ سہی ضرورت پوری کرنے کے لیے سہی۔ میں جانتا تھا کہ مجھ جیسے نوجوان کو بڑی ٹھوکریں ملتی ہیں۔ تب سونا تپ کر کندن بنتا ہے۔ لیکن جان کر کے ٹھوکریں کھانا میرے بس کی بات نہیں تھی۔ چنانچہ ایک ایک قدم پھونک کر رکھنا تھا۔ ہوسٹل کی رہائش بس چند روزہ تھی، اس کے بعد سر چھپانے کے لیے ٹھکانہ درکار ہوگا۔ اور یہ ٹھکانہ تھوڑے بہت پیسوں میں نہیں مل سکتا تھا۔ بینک سے بیلنس لیا تو تقریباً آٹھ ہزار کچھ سو روپے تھے۔ سب سے پہلے تین سو روپے کا منی آرڈر شکریہ کے ساتھ آل علی چچا کو کیا۔ اس کے بعد دو ہزار روپے اپنے لیے نکلوائے اور پھر اپنے پسندیدہ ریستوران میں جا بیٹھا جہاں کی بلیک کافی دنیا کی سب سے لذیذ ترین شے ہوتی ہے۔ کئی دن کے بعد یہ کافی پی تھی۔ یہاں تھا تو تقریباً روزانہ ہی رات کو ایک کپ پیتا تھا اور دماغ اس طرح کھل جاتا تھا جیسے اُس کی ساری کثافت صاف ہو گئی ہو۔ میری ہی طرح میرے چند اور دوستوں کو یہاں کی کافی پسند تھی جس میں محسن کا نام بھی شامل تھا۔

سو اس وقت بھی یہی ہوا۔ محسن خوب صورت سوٹ میں ملبوس فریحہ کے ساتھ اندر داخل ہوا تھا۔ فریحہ اُس کی منگیتر تھی۔ یونیورسٹی ہی میں دونوں میں رومان ہوا اور اس کے بعد دونوں کے والدین اُلجھنیں پیدا کرنے کے بجائے انھیں یکجا کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ ان کی منگنی میں، میں بھی شریک تھا۔ دولتمند لوگ تھے محسن کے والد حسن بہت بڑے کاروباری تھے اس سے زیادہ ان کے بارے میں کچھ اور نہیں جانتا تھا۔ میں ایسی جگہ نہیں بیٹھا تھا جہاں سے وہ لوگ مجھے نہ دیکھ پاتے۔ محسن کے چہرے پر پہلے حیرت کے آثار نمودار ہوئے اور پھر وہ تیزی سے میری طرف لپکا۔ "تم کب واپس آ گئے اور کیوں آ گئے؟" حسبِ عادت اس نے مجھ سے بغیر کسی تمہید کے پوچھا۔

"واپس آ جانے پر شرمندگی کا اظہار کروں یا وجہ بتاؤں۔"

"فی الحال تو یہاں سے اُٹھ جاؤ۔ سامنے کسی کیبن میں تینوں چلے گئے۔ لوگ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ہمیں دیکھ رہے ہیں۔ بلکہ فریحہ کو دیکھ رہے ہیں، یار ان لوگوں کی یہ عادتیں کب بدلیں گی؟"

"کبھی نہیں بدلیں گی آفر۔" میں نے کہا۔ فریحہ بھی ہمارے پاس آ کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے اپنی کرسی چھوڑ دی، اور ان دونوں کے ساتھ کیبن میں چلا آیا، اور ایک کرسی پر بیٹھ کر میں نے کہا۔

"دوستو! تمھاری جگہ اگر میں ہوتا اور اپنی منگیتر کے ساتھ کسی ریستوران میں آیا ہوتا تو اپنے کسی دوست کے ساتھ بیٹھنا پسند ہی نہ کرتا، یا پھر جب تک میرا دوست میرے پاس بیٹھا رہتا، میں بور ہوتا رہتا اور خواہش کرتا کہ وہ جلد از جلد چلا جائے کیونکہ مجھے اپنی منگیتر سے گفتگو کرنی ہوتی۔ اس لیے ایک فراخدل انسان کی طرح میں تم دونوں کو تنہا چھوڑنے کے لیے تیار ہوں۔ کافی میں پی چکا ہوں اس لیے اخلاقیات نبھانے کی ضرورت نہیں ہے مجھے اجازت دو۔ تمھارے کہنے سے یہاں چلا آیا تاکہ دوسرے لوگ ہماری طرف متوجہ نہ ہو جائیں۔"

"بیٹھو بیٹھو یار! ہم تین گھنٹے سے ساتھ ہیں اور حسن و عشق کے سارے ڈائیلاگ بول چکے ہیں۔ آج کا اسٹاک ختم ہو جانے کی وجہ سے ہم ریستوران چلے آئے تھے تاکہ کافی پی کر کھوئی ہوئی انرجی واپس لے آئیں۔ اس لیے اس وقت تم بالکل بور نہیں لگو گے۔" یہ محسن نے کہا۔ فریحہ ہنسنے لگی۔

"کافی منگواؤ!" محسن بولا۔ اور میں نے بیرے کو بلا کر کافی لانے کے لیے کہا۔

کافی پیتے ہوئے محسن نے کہا "تمھاری واپسی حیرت انگیز ہے۔ سُنا ہے دوستوں کا ایک گروپ ایک ہفتے کے لیے کسی ہل اسٹیشن جانے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن تمھارے گھر سے کوئی تار آیا تھا۔"

"ہاں یہ حقیقت ہے!"

"خیریت تو تھی نا؟"

"خیریت نہیں تھی۔ میں یتیم ہو گیا۔" میں نے پھیکی سی مسکراہٹ سے کہا۔

"اوہ... کیا... کیا واقعی؟"

"ہاں! میرے والد کا انتقال ہو گیا!"

"اوہ! ویری سیڈ... بیمار ہو گئے تھے؟"

"ہاں کچھ یونہی سمجھ لو۔ اب تو تقریباً دو ماہ ہونے والے ہیں، میرے امتحانات کی وجہ سے مجھے خبر نہیں دی گئی تھی۔"

"وہاں کون کون ہے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"دو بھائی۔ دو بھابیاں!"

"واقعی مجھے بہت افسوس ہے لیکن اتنی جلدی واپس کیوں آ گئے۔ اور پھر تمہارا پروگرام تو کچھ اور تھا؟"

"گھر سے ناراض ہو کر نکل آیا ہوں۔"

"ارے!"

"تفصیل مت پوچھنا! واپس نہیں جاؤں گا۔ غصّے میں نہیں ہوں، سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہے۔"

میرے ان الفاظ پر محسن سوچ میں ڈوب گیا پھر بولا "یہ تو بڑی گڑبڑ ہو گئی۔ تمہارے آئندہ پروگراموں کا کیا ہو گا؟"

"کچھ نہیں ہو گا! پروگرام بدل گئے ہیں بس!"

"یعنی کیا کرو گے؟"

"نوکری! عام لوگوں کی طرح مستقبل تعمیر کروں گا!" میں نے مسکرا کر کہا۔

محسن کافی دیر حیران رہا پھر بولا۔ "صرف ایک بات بتا دو میرے دوست، ضروری ہے۔"

"پوچھو!"

"تمہاری جاگیر، جائدادیں تو بہت بڑی تھیں۔ تمہارا حصّہ تمھیں نہیں ملے گا!"

"وہ دونوں بھائیوں کی ضرورت تھی۔ میں نے اُن کے لیے چھوڑ دیا۔"

"ہوں! گویا جائداد کا جھگڑا۔ بڑی روایتی سی سچویشن ہے۔ خدا کا احسان ہے کہ تم مجھے مل گئے۔ میں تمہارا دوست ہوں۔ روایت ذرا بدلنی چاہیے۔ یعنی اسوقت دوستوں کی طرح میں تمہارا ساتھ نہیں چھوڑوں گا تمہارے مسائل میں میرا بھی حصّہ ہے۔ کیسی نوکری کرو گے؟"

"کوئی بھی مناسب!"

"بس تو ذہن سے اس سلسلے میں الجھنیں جھٹک دو۔ یہ انتظام میں کر لوں گا۔ ابھی ہوسٹل ہی میں ہو؟"

"ہاں! بینک بیلنس صرف آٹھ ہزار کچھ روپے ہیں انھیں حفاظت سے خرچ کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"واقعی غزالی صاحب! آپ فکرمند نہ ہوں میں ڈیڈی سے بات کر کے..." فریحہ نے کہا لیکن محسن نے اُس کی بات درمیان سے کاٹ دی۔

"اے منگیتر! تم ابھی بیوی نہیں بنی ہو صرف منگیتر ہو۔ میرے دوست کو تم اپنا ملازم بنانا چاہتی ہو..."

"نہیں میں تو بس!" فریحہ جزبز ہو کر بولی۔

"یہ مسئلہ میرا ہے۔ رہو گے کہاں دوست؟"

"اس سلسلے میں فیصلہ کیا ہے کہ کہیں پے انگ گیسٹ بنوں گا۔"

"خیر ابھی تو ہوسٹل میں ہو۔ آج کا دن عیش کرو۔ کل یہ کام ہو جائے گا۔" محسن نے کہا۔ مجھے محسن کی بات سے مسرّت ہوئی تھی... درحقیقت ایسے کام آسان نہیں ہوتے۔ چند روز قبل میں خود کسی ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنے کی پوزیشن میں تھا۔ اور شاید ایسی کوئی شخصیت مجھے مل جاتی تو میں اس کی مدد کرنے سے احتراز نہ کرتا لیکن روایتوں کا مجھے بخوبی اندازہ تھا۔ میں نے سُن رکھا تھا کہ ایسے حالات میں سایہ بھی ساتھ چھوڑ جاتا ہے۔ لوگ ڈگریاں بغل میں دبائے دفتروں کے چکر کاٹتے ہیں۔ دوست آنکھیں چرا لیتے ہیں لیکن میرا تجربہ ذرا مختلف ہوتا نظر آ رہا تھا۔ ممکن ہے پُرانے دَور کے دوست ایسے ہی ہوتے ہوں اور اب دوستوں کی فطرت بدل گئی ہو۔

تھوڑی دیر تک ہم لوگ باتیں کرتے رہے اور پھر اُٹھ گئے۔ وہ دونوں اپنی کار میں چلے گئے اور میں واپس ہوسٹل آ گیا۔ بھائی اور بھابیوں سے جوشِ جذبات میں بہت کچھ کہہ آیا تھا اسے نبھانا بھی چاہتا تھا۔ لیکن حقیقتوں کو نظرانداز کرنا بھی جہالت کی بات تھی۔ دولت کے انبار سڑکوں پر نہیں مل جاتے ان کے لیے شدید جدوجہد کرنی تھی۔ سچ بات تو یہ تھی کہ میرے سامنے کوئی لائحہ عمل نہیں تھا لیکن سوچنے سمجھنے کی قوتیں موجود تھیں اس ابتدائی بحران پر قابو پا لوں اور یہ اطمینان ہو جائے کہ حالات فٹ پاتھ پر نہیں لے آئیں گے تو پھر سوچوں گا کوئی ایسا راستہ جو خود اپنی نگاہوں سے بھی نہ گرا دے اور کام بھی بن جائے۔

محسن واقعی محسن تھا۔ محبوب کے سامنے گپ ہانک کر نہیں گیا تھا، دوسرے دن ساڑھے نو بجے ہوسٹل پہنچ گیا۔ "میں نے سوچا کہیں نکل نہ جاؤ۔ اس لیے صبح صبح نازل ہو گیا۔ کسی مشغلے میں مخل تو نہیں ہوا ہوں؟"

"نہیں یار! ان دنوں تو کسی محسن کی ہی ضرورت ہے!"

"محسن حاضر ہے جہاں پناہ! صورتحال یہ ہے کہ میرے بہت اچھے ڈیڈی حضور نے صبر و سکون سے میری درخواست سُنی۔ تمہارے کوائف سُنے۔ ہماری ایک فیکٹری کو پروڈکشن مینجر کی ضرورت تھی۔ آج کے اخبار میں اشتہار ریلیز ہو رہا تھا جو روک دیا گیا، اور اس کے لیے بلا انٹرویو تمہارا انتخاب کر لیا گیا۔ تنخواہ ڈھائی ہزار روپے، گاڑی اور رہائش۔ رہائش ہماری کوٹھی کی انیکسی میں ہو گی جو ہر طرح تمہارے لیے موزوں ہے۔ اور ملازم اُسے درست کرنے میں مصروف ہو گئے ہیں۔ یہ رہائش میری درخواست پر نہیں کی گئی ہے مجھے امید ہے کہ تھوڑے کہے کو بہت جانو گے اور کوئی فضول بات کہہ کر مجھے بور نہ کرو گے۔ اور کوئی سوال؟"

"نہیں یار! سب کچھ تو کر دیا تم نے۔ اور کیا کہوں۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"ناشتا تو نہیں کیا ابھی؟"

"نہیں!"

"میں نے بھی نہیں کیا چنانچہ تیار ہو جاؤ۔ پہلے کہیں ناشتا کریں گے۔ پھر ڈیڈی کے پاس چلیں گے تاکہ کام آج ہی سے چالو ہو جائے۔ یا ابھی آرام کرنے کا موڈ ہے۔"

"قطعی نہیں!" میں نے کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم پارکو میں ناشتا کر رہے تھے۔ اس کے بعد محسن مجھے لے کر حسن انٹرپرائز کے دفتر پہنچ گیا جو ایک شاندار عمارت میں واقع تھا۔ حسن صاحب خوب صورت آدمی تھے نرم لہجے میں گفتگو کے عادی۔ مجھ سے تپاک سے ملے اور بولے "بیٹھو غزالی! محسن نے مجھے سب کچھ بتا دیا ہے۔ یہ دولت ایسی ہی منحوس شے ہے، بہت کچھ چھڑا دیتی ہے۔ تمہاری عظمت کا احساس اس بات سے ہوتا ہے کہ تم نے اپنا حق حاصل کرنے کے بجائے بھائیوں کی خواہش پوری کر دی۔ جبکہ یہ سب کچھ تمہارے لیے مشکل نہ ہوتا۔ اگر کبھی دل چاہے تو میں اس سلسلے میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔ بھائیوں سے خط و کتابت جاری رکھنا ممکن ہے کسی دن خود ہی انھیں احساس ہو جائے۔ محسن نے تمھیں تمہاری ملازمت کے بارے میں بتایا ہو گا۔ تم میرے بچے ہو۔ اگر یوں بھی چاہتے تو محسن کا گھر تمہارا ہی گھر ہے، میں کوئی فرق نہ سمجھتا لیکن بہتر ہے کہ میری یہ ذمہ داری سنبھال لو، مجھے آسانی ہو گی کہ میرا اپنا کام کر رہا ہے۔ باقی کوئی تکلیف نہ اُٹھانا۔ اور ہاں جو کام تمہارے سپرد کیا جا رہا ہے ظاہر ہے تمہارے لیے نیا ہے لیکن فکر نہ کرنا تمھیں تربیت دی جائے گی میرے دو آدمی تمھیں اس وقت تک سب کچھ بتاتے رہیں گے جب تک تم محسوس نہ کر لو کہ تم سیکھ گئے۔"

"میں شکرگزار ہوں!"

"ایک بات اور... جس پائے کے انسان ہو یقیناً اُسی طرح کی زندگی گزارنے کے خواہش مند ہو گے۔ میری طرف سے کوئی پابندی نہیں ہے۔ مستقبل کے راستے جب بھی اور جہاں بھی نظر آئیں ان پر چل پڑنا۔ دل چاہے تو مجھ سے مشورہ کر لینا۔"

"اس کے جواب میں، میں صرف اتنا ہی عرض کروں گا کہ خدا مجھ سے خوش ہے۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"تو پھر میں فیکٹری فون کر دوں تاکہ تمہاری گاڑی آ جائے؟"

"ضرور!" میں نے جواب دیا۔ اور حسن صاحب فون پر کوئی نمبر گھمانے لگے۔ محسن بہت خوش نظر آ رہا تھا۔ حسن صاحب نے کسی کو میرے بارے میں تفصیل بتا دی تھی۔ پھر ایک خوب صورت کار آ گئی جس میں صرف ڈرائیور تھا۔ محسن نے میرے ساتھ چلنا چاہا تو میں نے کہا "عزیزم مجھے افسوس ہے کہ ڈیوٹی کے اوقات میں دوستوں سے ملاقات کا قائل نہیں ہوں۔ شام کو ملیں گے۔"

"یار بڑے گھٹیا انسان ہو۔ چلو ٹھیک ہے۔" محسن مُنہ بنا کر بولا اور کار مجھے لے کر چل پڑی۔ فیکٹری ہر طرح کے کارٹن، گتے کے بکس اور ٹین وغیرہ کے ڈبے بناتی تھی۔ تقریباً سو افراد یہاں کام کرتے تھے۔ عبداللہ بیگ نامی ایک صاحب نے جو اکاؤنٹنٹ تھے مجھے خوش آمدید کہا۔ اور پھر مجھے فیکٹری گھمانے لگے۔ پہلے ہی دن میں نے اپنا کام سمجھ لیا اور مجھے اندازہ ہو گیا کہ یہ کام میں بآسانی سنبھال سکتا ہوں۔ دل ہی دل میں بےحد مسرور تھا کہ ٹھوکریں نہ کھانی پڑیں اور خدا نے سُن لی۔ ورنہ دور دور تک کوئی منزل نہیں تھی۔

ٹھیک پانچ بجے محسن پہنچ گیا۔ "ہیلو مینجر صاحب پانچ بج گئے ہیں۔"

"چلیں!"

"نہیں دل چاہے تو یہیں آرام کریں۔ اب زیادہ فرض شناس بننے کی کوشش مت کرو نکلو باہر!" اور میں اُس کے ساتھ باہر آ گیا۔ میری کار بھی موجود تھی لیکن محسن نے مجھے اپنے ساتھ بٹھا لیا۔ "ہوسٹل ہوتے چلیں گے۔ میں ذرا سامان لے لوں۔"

"سامان پہنچ گیا ہے۔ میں لے گیا تھا۔"

"اوہ!" میں خاموش ہو گیا۔ محسن واقعی دوست تھا۔ حسن لاج بہت وسیع اور خوب صورت عمارت تھی۔ حسن صاحب بےحد شوقین انسان معلوم ہوتے تھے۔ کوٹھی کی تعمیر میں بڑی محنت کی گئی تھی۔ جسے انیکسی کا نام دیا گیا تھا، وہ بھی بےحد خوب صورت تھی۔ میرے حصّے میں تین بڑے کمرے آئے تھے جن میں ایک ڈرائنگ ہال اور دو بیڈ روم تھے۔ اعلیٰ پائے کے فرنیچر سے آراستہ نئے پردے اور کور پڑے ہوئے تھے۔ اُسے دیکھ کر میں نے کہا "یار محسن یہ بہت زیادہ ہے۔ میں اس کا متحمل نہ ہو سکوں گا۔"

"غزالی! اب کتنی بار کہلواؤ گے یار کہ تم میرے یار ہو۔ میں نے تمہاری خواہش کے مطابق یہ ملازمت تمھیں دلوائی ہے اور اس میں یہ تصور بھی کارفرما تھا کہ تم ذہنی طور پر مصروف ہو جاؤ۔ خالی رہو گے تو نہ جانے کیا اُلٹی سیدھی سوچتے رہو گے، ورنہ تمھیں نوکری کی ضرورت بھی نہ تھی۔ اب میں سچائی سے دوستی نبھا رہا ہوں تو تم مجھے الجھن میں نہ ڈالو۔"

"میری مانو گے؟" میں نے کہا۔

"کوئی فضول بات ہو گی، اس لیے انکار کرتا ہوں!"

"میں نے ملازموں کے بہت سے کوارٹر دیکھے ہیں۔ اُن میں سے مجھے کوئی کوارٹر دے دو، میں سکون سے رہوں گا۔ یہاں مجھے یہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

احساس یہ ہے گا کہ...‘‘

’’مَیں نے پہلے ہی انکار کر دیا تھا اس لیے اب تم کوئی مزید بکواس نہیں کرو گے۔ کریم بابا... کریم بابا...‘‘ محسن نے باہر رُخ کر کے کسی کو آواز دی اور ایک بوڑھا آدمی اندر داخل ہو گیا۔ ’’جی چھوٹے صاحب!‘‘

’’یہ صاحب بہت اوٹ پٹانگ ہیں اب ان کا خیال رکھنا تمھاری ذمّہ داری ہے۔ میرے بہت پیارے دوست ہیں اگر انھیں کوئی تکلیف ہوئی تو مجھے دُکھ ہوگا۔‘‘

’’ہم کوئی کسر نہ چھوڑیں گے صاحب!‘‘ بوڑھے آدمی نے کہا اور مَیں طویل سانس لے کر رہ گیا۔ محسن نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ’’یار ہمارا بھی تو کوئی اسٹینڈرڈ ہے۔ پروڈکشن مینجر کو ہم یوں بھی بنگلہ اور کار دیتے۔ پہلے مینجر کو بھی دے رکھا تھا تمھیں انیکسی دے کر ہم نے بنگلے کے کرائے کی بچت بھی تو کی ہے۔ اب تم کریم بابا کے حوالے ہو۔ یہ تمھیں ٹھیک کر دیں گے۔‘‘

’’ اوکے محسن! تم محسن ہو۔ ہم بھی کوشش کریں گے کہ کبھی تمھارے احسان کو اتار دیں۔‘‘

’’ احسان میرے دادا جان کا نام تھا جو بیچارے اب اِس دنیا میں نہیں ہیں، اس لیے خدا حافظ۔‘‘ محسن نے کہا اور مجھے ہنسی آگئی۔

’’اِس حساب سے تم میرے بھتیجے ہوئے۔‘‘ مَیں نے کہا۔

’’ چچا... وہ کیوں؟‘‘ محسن میری طرف مڑتے ہوئے بولا۔

’’کیونکہ احسان میرے والد مرحوم کا نام تھا۔‘‘

’’ یہ تو اور اچھی بات ہوئی چچا اچھا خدا حافظ۔ رات کے کھانے پر ملاقات ہوگی۔‘‘ محسن یہ کہہ کر باہر نکل گیا۔

’’ چائے بناؤں صاحب؟‘‘ کریم بابا نے پوچھا اور مَیں چونک کر ان کی شکل دیکھنے لگا۔

’’ آپ یہاں تنہا ہیں کریم بابا؟‘‘

’’ ہاں صاحب!‘‘

’’ دوسرے گھر والے کہاں ہیں آپ کے؟‘‘

’’کوئی نہیں ہے صاحب۔‘‘

’’ ایک درخواست ہے بابا! آپ تین بار مجھے صاحب کہہ چکے ہیں، اور میرا نام غزالی ہے۔ اس کے بعد آپ مجھے غزالی کہیں گے۔ دو کپ چائے بنا لائیں۔‘‘

کریم بابا گردن ہلا کر چلے گئے۔ اور مَیں انیکسی کا جائزہ لینے لگا۔ یہ خوب صورت جگہ ایک پوری فیملی کے لیے کافی تھی۔ مجھ تنہا انسان کے لیے تو یہ بہت بڑی تھی۔ کمرے مختلف سمتوں میں تھے۔ اور ان کمروں کی کھڑکیوں سے پوری کوٹھی کا جائزہ لیا جا سکتا تھا۔ کوٹھی انتہائی وسیع تھی۔ صدر گیٹ سے لے کر پورچ تک ایک روش بنی ہوئی تھی جس کے درمیان پکّی سڑک گاڑی آنے کے لیے تھی اور دونوں سمت میں چھ چھ فٹ کی چوڑائی میں سُرخ بجری بچھی ہوئی تھی۔ بائیں سمت ایک وسیع و عریض لان تھا، دائیں سمت بھی پکّی جگہ غالباً پارکنگ کے لیے تھی۔ اس کے اختتام پر ایک عمارت بنی ہوئی تھی۔ ملازموں کے بارہ کوارٹر تھے جو کوٹھی کے عقبی حصے میں بنے ہوئے تھے۔ بیچ درمیان ایک وسیع حسین عمارت تھی جو دو منزلہ تھی اور یہ مکینوں کے رہنے کی جگہ تھی۔ ماحول بیحد پُروقار تھا۔ بہت بڑے لوگ تھے، لیکن حسن صاحب میں امیروں جیسی کوئی بات نہیں تھی، ان کی گفتگو نہایت سادہ اور محبت آمیز تھی۔ میرا رواں رواں ان لوگوں کا احسان مند ہو گیا تھا۔ مَیں اِس دنیا سے ناواقف انسان نہیں تھا جانتا تھا کہ مجھ جیسے بے سہارا انسان برسوں سڑکوں پر گذارا کرتے ہیں، زندگی ایک بوجھ ہو جاتی ہے اور موت کی آرزو کرنے لگتے ہیں لیکن مجھے جس طرح سہارا ملا تھا وہ بے مثال تھا، اب اسے تقدیر کہا جا سکتا تھا۔ قدرت کی نگاہ سیدھی تھی، اور اُس نے مجھے سڑکوں پر ٹھوکریں کھانے کے لیے نہیں چھوڑا تھا۔

کریم بابا چائے لے آئے۔ دو پیالیوں پر حیران تھے، مَیں نے اُنھیں ساتھ چائے پینے کے لیے کہا تو پریشان ہو گئے۔ بہرحال میرے سمجھانے بجھانے سے راضی ہو گئے۔ چائے کے دوران مَیں نے اُن سے کوٹھی کے مکینوں کے بارے میں پوچھا۔

’’ بڑے صاحب بہت اچھے انسان ہیں۔ سب کا خیال رکھتے ہیں ان کے کسی نوکر کو اُن سے کوئی شکایت نہیں ہوئی۔ بیگم صاحب ذرا سخت مزاج کی ہیں۔ محسن میاں اور اُن کے دونوں بھائی بھی دل کے بہت اچھے ہیں۔ تنویر بی بی ماں کی ہم مزاج ہیں، اور ندرت بی بی خاموش طبع ہیں بہت کم بات کرتی ہیں کسی سے، بس اُنھیں کتابوں کا شوق ہے۔‘‘

’’ دو بیٹیاں اور تین بیٹے ہیں حسن صاحب کے؟‘‘

’’ ہاں غزالی میاں! بڑا اچھا ماحول ہے یہاں کا۔‘‘ کریم بابا نے برتن سمیٹے اور باہر نکل گئے رات کے کھانے کے لیے مجھے کوٹھی میں بلایا گیا۔ ضرورت سے زیادہ تکلف کر کے مَیں ان لوگوں کے خلوص کی توہین نہیں کر سکتا تھا، اس لیے خاموشی سے لباس تبدیل کر کے ملازم کے ساتھ چلا گیا۔

کھانے کا کمرہ پورا ہال تھا جس میں سب لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ مَیں نے سلام کیا اور محسن سب سے میرا تعارف کرانے لگا۔ اُس کے دونوں بھائی اسی کی طرح مخلص اور خوش مزاج تھے۔ بیگم صاحبہ نے اپنی گردن خم کی — تنویر نے صرف نگاہ اُٹھا کر دیکھا، اور ندرت کو دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی۔ محسن خوب ـ خوب صورت تھا اور اُس

کے گھر کے تمام لوگ حسین تھے۔ لیکن ندرت بھدّے نقوش کی لڑکی تھی، اُس کا رنگ بھی گہرا سانولا تھا، البتہ اگر اُس کی آنکھیں دیکھ لی جائیں تو باقی کچھ یاد نہ رہتا۔ وہ حسین ترین آنکھوں کی مالک تھی۔ یہ آنکھیں اس چہرے پر اجنبی لگتی تھیں۔ یہ سحر خیز آنکھیں اُٹھ جائیں تو انسان ان کی کائنات میں گُم ہو کر رہ جاتا۔

مَیں بیٹھ گیا۔ کھانے کے دوران صرف حسن صاحب مجھ سے باتیں کرتے رہے — انھوں نے میرے بہن بھائیوں وغیرہ کے بارے میں پوچھا — پھر محسن میرے ساتھ ہی باہر نکل آیا۔ ’’آؤ لان پر چہل قدمی کریں گے۔‘‘ اُس نے کہا۔ اور مَیں نے گردن ہلا دی

’’میرے اہلِ خاندان سے ملے؟‘‘

’’ ہاں! خوب صورت اور خوش نصیب لوگوں کا گھرانہ ہے۔ ایک درخواست کروں، محسن مان لو گے؟‘‘

’’ وعدہ بالکل نہیں کروں گا۔ تاہم کہو۔‘‘

’’ مَیں تمھارا مہمان نہیں ملازم ہوں۔ مالکان کے ساتھ کھانا پینا مجھے پسند نہیں، آج پہلا دن تھا اس لیے کوئی بات نہیں آئندہ...‘‘

’’ آپ اپنی رہائش گاہ پر کھائیں گے پئیں گے یہی نا؟‘‘

’’ یہ ضروری ہے محسن!‘‘

’’ ٹھیک ہے بابا... ٹھیک ہے۔ مان لی تمھاری بات، کریم بابا بہت اچھا کھانا پکاتے ہیں۔‘‘ محسن نے کہا۔ دیر تک ہم چہل قدمی کرتے رہے اور پھر مَیں واپس اپنی قیام گاہ آگیا۔

یہ رات بڑی پُرسکون تھی۔ مجھے احساس ہو رہا تھا کہ میرے وجود سے ایک بھاری بوجھ کم ہو گیا ہے۔ بہت بڑا سہارا ملا تھا۔ کم از کم اب مَیں کسی پریشان حال انسان کی مانند زندگی گذارنے کی نہیں سوچوں گا بلکہ یہاں رہ کر مستقبل کے فیصلے کر سکوں گا۔ حالات کا جائزہ لوں گا۔ دولت کہاں سے حاصل کی جا سکتی ہے۔ کوئی کاروبار کوئی ایسا طریقہ جو مختصر وقت میں دولت مند بنا دے۔ برائی کے راستے نہیں اپنانا چاہتا تھا۔ بس قوتِ بازو سے مَیں دولت مند بننا چاہتا تھا، خواہ اُس کے لیے جان کی بازی لگانی پڑے۔

دوسری صبح تیار ہو کر فیکٹری پہنچ گیا اور کام شروع کر دیا۔ شام کو واپس آیا۔ محسن سے ملاقات نہیں ہوئی، البتہ رات کے کھانے کے بعد وہ میرے پاس آگیا، اور ہم اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے۔

زندگی کے شب و روز اس طرح جاری رہے۔ جو کام میرے سپرد کیا گیا تھا، مَیں اُسے بحسن و خوبی انجام دے رہا تھا۔ زندگی کا ایک تصوّر ضرور تھا، لیکن ابتدا ہی میں سب کچھ نہیں کر لینا چاہتا تھا، ان لوگوں نے جس محبت سے سہارا دیا تھا پہلے اس کا مستحکم ہونا ضروری تھا۔ سات آٹھ دن گذر چکے تھے۔ محسن کے علاوہ کسی سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ اس شام گھر پہنچا تو ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد بارش تیز ہو گئی۔ کریم بابا نے بتایا کہ بیگم صاحب بچوں کے ساتھ کسی تقریب میں گئی ہوئی ہیں۔ شاید دیر سے آئیں۔ محسن بھی یقیناً اُن کے ساتھ ہوگا۔ بہرحال کھانے سے فارغ ہو کر مَیں ایک ایسے کمرے میں کھڑکی کے پاس آ بیٹھا، جہاں سے بارش کا نظارہ کر سکتا تھا۔ میری نگاہ بارش کی رم جھم پر جمی ہوئی تھی، سامنے ہی کوٹھی کا وہ حصّہ تھا جہاں دوسری عمارت بنی ہوئی تھی۔ دفعتاً مَیں نے عمارت کے صدر دروازے کے سامنے کچھ ابتری سی محسوس کی اور چونک پڑا۔ دو تین آدمی بھاگ دوڑ کر رہے تھے۔ وہ کسی کے پیچھے بھاگ رہے تھے کوئی چور گھس گیا ہے شاید۔ مَیں نے سوچا۔ گھر والے موجود نہیں تھے۔ مجھ پر بھی فرض عائد ہوتا تھا چنانچہ مَیں نے بھی پھرتی سے اپنی جگہ چھوڑ دی اور برق رفتاری سے انیکسی سے نکل کر اُس طرف دوڑا جہاں دوسرے لوگ بھاگ دوڑ رہے تھے۔

دوڑنے والا بارش کی دھندلاہٹ کی وجہ سے صاف نظر نہیں آ رہا تھا لیکن مَیں اس کا ہیولا دیکھ سکتا تھا۔ ملازم حواس باختہ اُس کے پیچھے دوڑ رہے تھے۔ اس وقت ملازموں سے صورتحال پوچھنے کا موقع نہیں تھا۔ وہ کمزور اور مجہول سے لوگ تھے اور مَیں اُن کی نسبت پھرتیلا اور طاقتور۔ اس بار چور نے پورچ کا رُخ کیا تھا۔ مَیں جھکائی دے کر اُس سے پہلے پورچ کے قریب پہنچ گیا۔ اور پھر جونہی چور پورچ میں داخل ہوا، مَیں نے اُس پر چھلانگ لگا دی۔ مَیں نے اُسے کسی باز کی طرح دبوچ لیا اور وہ حلق سے عجیب سی آواز نکال کر رہ گیا۔ اب مَیں نے اُسے غور سے دیکھا۔ توانا اور مضبوط جسامت کا ایک بوڑھا آدمی تھا۔ بدن پر چیتھڑے جھول رہے تھے۔ سر اور داڑھی کے بال بے ترتیب تھے، مونچھیں بڑی ہو کر ہونٹوں پر پھیل گئی تھیں۔ بڑی بڑی آنکھوں میں وحشت کے آثار تھے۔ وہ چور نہیں معلوم ہوتا تھا۔

اتنی دیر میں ملازم قریب پہنچ گئے۔ ’’پکڑو... نکلنے نہ پائے۔‘‘ ایک نے کہا۔

’’ داور کو اطلاع دی!‘‘ دوسرے نے کہا۔

’’ وہ داور آ رہا ہے!‘‘ مَیں نے ایک لمبے تڑنگے آدمی کو دوڑتے ہوئے دیکھا۔ وہ گالیاں بکتا ہوا قریب آ رہا تھا۔ پھر قریب آتے ہی اُس نے بوڑھے کا گریبان پکڑا اور ایک ٹھوکر اُس کی پنڈلی میں ماری۔ ’’ایک لمحے کے لیے نگاہ چوکی تھی نکل بھاگا۔ ٹانگیں نہ توڑ دوں تو۔‘‘ اُس نے دوسرا گھونسا بوڑھے کی ٹھوڑی پر مارا اور پھر اُس کا گریبان پکڑ کر ایک زوردار دھکا دے دیا۔ بوڑھے کے حلق سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سہمی سہمی آوازیں نکل رہی تھیں۔ وہ بیحد خوفزدہ نظر آرہا تھا۔ پتا نہیں کیوں اُس کی اس حالت پر مجھے بیحد ترس آیا۔ داور خونخوار انداز میں پھر اُس کی طرف بڑھ رہا تھا اور وہ آہستہ آہستہ خوفزدہ انداز میں پیچھے ہٹ رہا تھا۔ داور نامی اِس شخص کو پہلی بار مَیں نے اس عمارت میں دیکھا تھا۔ لیکن وہ کوئی بھی ہو، اس بوڑھے شخص پر یہ زیادتی مناسب نہ تھی۔

"ٹھیرو! اگر یہ چور ہے تو اسے پولیس کے حوالے کردو۔ قانون اپنے ہاتھ میں لینا مناسب نہیں۔" مَیں نے آگے بڑھ کر داور کے شانے پر ہاتھ رکھا اُس نے ٹھٹک کر میری طرف دیکھا اور میرا ہاتھ شانے سے جھٹک دیا۔ میری بات کا جواب بھی نہیں دیا اُس نے۔ اِسی دوران وہ بوڑھے کے قریب پہنچ گیا تھا۔ اُس نے پھر ایک ٹھوکر بوڑھے کی پسلیوں پر ماری اور مَیں برداشت نہ کرسکا۔

مَیں پھرتی سے اُس کے سامنے آگیا "اب اگر تم نے کوئی حرکت کی تو نقصان اُٹھاؤ گے... جاؤ پولیس کو فون کرو... یہ کام پولیس کا ہے۔"

"کیا تم بھی اِس کے ساتھ پاگل ہوگئے ہو بابوجی... جاؤ کام کرو اپنا۔" داور غرّایا۔ اُس نے جھک کر بوڑھے کا گریبان پکڑا۔ اور اُلٹے ہاتھ کا تھپڑ اس کے مُنہ پر مارنا چاہا۔ لیکن مَیں نے درمیان میں اِس کی کلائی پکڑلی "جو کچھ مَیں کہہ رہا ہوں وہی کرو۔" مَیں نے غرّائی ہوئی آواز میں کہا۔ داور نے پھر مجھے دیکھا اور پھر پوری قوت سے اپنی کلائی کو جھٹکا دیا۔ لیکن مَیں بھی کسی گھسیارے کا بیٹا نہیں تھا۔ وہ مجھ سے کلائی نہ چھڑا سکا۔ پھر اُس نے مجھے دھکا دینے کی کوشش کی اور مَیں نے اس کی کلائی کا سہارا لے کر خود کو سنبھالا اور دوسرے لمحے میرا گھونسا اس کی ٹھوڑی پر پڑا۔ داور خود کو سنبھال نہ سکا تھا۔ وہ نیچے گرا اور پھر کسی جمناسٹر کی طرح اُچھل کر کھڑا ہوا۔ مَیں اس کی دوسری کوشش کے لیے تیار تھا۔

بوڑھے کو اِس دوران موقع مل گیا تھا۔ وہ دوڑتا ہوا اسی عمارت میں گھس گیا تھا۔ داور نے مجھ پر دوسرا حملہ کرنے کی کوشش نہیں کی۔ وہ اپنی جگہ کھڑا کینہ توز نگاہوں سے مجھے گھورتا رہا۔ پھر اُس نے غصیلے لہجے میں کہا "تمھاری اِس حرکت کا فیصلہ جو بھی ہو لیکن یہ گھونسا اُدھار رہا۔"

"نقد اُدھار کی مجھے پروا نہیں ہے مسٹر داور، لیکن تم جو کچھ کررہے تھے وہ غیر قانونی تھا، کسی بھی چور کو پکڑنے کے بعد تمھیں اِس کا حق نہیں پہنچتا کہ تم مار مار کر اس کا حلیہ بگاڑ دو، اور پھر وہ بوڑھا آدمی ہے۔ لے تم لوگ شکلیں کیا دیکھ رہے ہو، جاؤ، عمارت میں جاکر اُسے تلاش کرو، نکلنے نہ پائے۔" مَیں نے دوسرے ملازموں کی طرف رُخ کرکے کہا اور وہ سب ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنے لگے۔ داور پاؤں پٹختا ہوا عمارت کی طرف چل پڑا تھا۔ باقی دوسرے لوگوں نے عمارت کی طرف بڑھنے کی کوشش نہیں کی تھی "تم نے سُنا نہیں، اُسے پکڑلو۔" مَیں نے کہا۔

"صص، صاب... وہ چور نہیں ہے۔" ایک ملازم نے دبی آواز میں کہا، اور مَیں بُری طرح چونک پڑا۔ "چور نہیں ہے، پھر کون ہے وہ؟"

"وہ... وہ بس اسی عمارت میں رہتا ہے، وہیں سے نکل آیا تھا۔ پاگل ہے۔ بڑے صاحب کی ہدایت ہے کہ اسے باہر نہ نکلنے دیا جائے... وہ کسی وقت بھی کہیں بھاگ سکتا ہے۔" ملازم نے جواب دیا اور واپسی کے لیے پلٹ گیا۔ مَیں متحیرانہ انداز میں کھڑا اُس کے الفاظ پر غور کررہا تھا۔ دوسرے ملازم بھی ایک ایک کرکے کھسک گئے۔ داور اسی عمارت میں روپوش ہوگیا تھا، چند منٹ تک تو مَیں اپنی جگہ کھڑا حیرت سے ان کی باتوں پر غور کرتا رہا، بارش ٹھیک ٹھاک ہورہی تھی اور میرا پورا بدن بھیگ گیا تھا۔ پھر مَیں اپنی انیکسی کی جانب پلٹ پڑا، یہ انکشاف میرے لیے عجیب تھا کہ بوڑھا آدمی اِس عمارت میں رہتا ہے اور پاگل ہے، آج تک نہ محسن نے مجھے اس کے بارے میں کچھ بتایا تھا اور نہ کسی اور نے... مَیں نے پوچھا بھی نہیں تھا کہ اس عمارت میں کون رہتا ہے، لیکن یہ انکشاف میرے لیے تعجب خیز تھا۔

انیکسی میں آکر مَیں نے لباس تبدیل کیا، بھیگا ہوا بدن اور سَر تولیے سے خشک کیا، کریم بابا سو چکے تھے، ورنہ انہی سے معلومات حاصل کرتا۔ لیکن میرے ذہن میں تجسس جاگ اٹھا تھا۔ اس کوٹھی میں کافی دن ہوچکے تھے اور مَیں نے تقریباً تمام لوگوں کو دیکھا تھا، ملازموں سے بھی میری واقفیت ہوگئی تھی، لیکن یہ دو کردار میرے لیے نئے تھے، کئی بار اس عمارت پر بھی نگاہ پڑی تھی اور مَیں نے اسے بند ہی پایا تھا۔ تب مَیں نے سوچا کہ یہ بیکار پڑی ہوگی، اتنے بڑے علاقے میں ویسے ہی بہت کچھ ہے، ممکن ہے اس عمارت کو کاٹھ کباڑ کے لیے مخصوص کردیا گیا ہو۔ اور انھیں اِس کی ضرورت نہ ہو، لیکن یہ انکشاف دلچسپ تھا کہ وہاں ایک پاگل بوڑھا اور ایک خطرناک آدمی رہتا ہے۔ داور کا رویّہ بوڑھے کے ساتھ بہت سخت تھا جو کسی پاگل کے ساتھ نہیں ہونا چاہیے تھا، لیکن اس پاگل سے حسن صاحب کا کیا تعلق ہے؟ کافی دیر تک بستر پر پڑا مَیں اِس بارے میں سوچتا رہا۔ پھر نیند آگئی، پتا نہیں کب کوٹھی کے مکین واپس آئے تھے، ظاہر ہے مجھے ان لوگوں کے بارے میں کوئی تجسس نہیں تھا۔

دوسری صبح ناشتے وغیرہ سے فارغ ہوکر مَیں اپنی ڈیوٹی پر چل پڑا۔ کریم بابا سے کسی وقت اِس بوڑھے کے بارے میں

معلومات حاصل کروں گا۔ مَیں نے سوچا تھا، شام کو محسن سے ملاقات ہوئی۔ حسبِ معمول وہ خود ہی میرے پاس آیا تھا اور عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا "رات کو کچھ گڑبڑ ہوگئی؟" اس نے کہا۔

"اوہ ہاں محسن! مَیں بھی تم سے اِس سلسلے میں بات کرنا چاہتا تھا، دراصل مَیں جذباتی ہوگیا تھا، وہ بوڑھا شخص کون ہے جو اِس عمارت میں رہتا ہے؟" مَیں نے سادگی سے سوال کیا؟

"پتا نہیں کون ہے، شاید ہمارا کوئی رشتہ دار، لیکن اس کا تعلق خالصتاً ڈیڈی سے ہے اور ڈیڈی ہی اِس کی دیکھ بھال کرتے ہیں!"

"میری کوئی شکایت کی تھی اِس شخص نے جس کا نام داور ہے؟"

"ہاں ڈیڈی سے اُس نے کہا تھا کہ رات کو تم نے اِس کے ساتھ زیادتی کی اور اُسے گھونسا جڑ دیا۔ کیا یہ درست ہے غزالی؟" محسن نے سوال کیا۔

"ہاں یار مَیں ذرا جذباتی ہوگیا تھا۔ پہلے مَیں نے اُسے کوئی چور سمجھا تھا۔ وہ لوگ اُسے پکڑنے کے لیے دوڑ رہے تھے، مَیں خود بھی اِسی لیے بارش میں نکل آیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ اُسے پکڑ کر پولیس کے حوالے کردیا جائے لیکن داور نے اُسے بڑی بیدردی سے مارنا شروع کردیا، جس پر مَیں نے اُسے روکا تو اُس نے مجھ سے بھی بدتمیزی شروع کردی۔ یہ تو بعد میں معلوم ہوا کہ وہ چور نہیں ہے!"

"داور نے ڈیڈی سے بات کی تھی۔ ڈیڈی نے اُسے ڈانٹ دیا۔" محسن نے کہا۔

"کیا مجھ سے غلطی ہوگئی محسن؟"

"نہیں! یقین کرو ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ڈیڈی نے خود ہی مجھے یہ واقعہ بتایا تھا، اور کہا تھا کہ آئندہ داور مجھ سے کوئی بدتمیزی نہیں کرے گا، لیکن مَیں تمھیں اس بارے میں بتا دوں، دراصل داور اس بوڑھے کا نگراں ہے وہی اُسے کنٹرول کرتا ہے۔"

"بوڑھا تمھارا کوئی عزیز ہے؟"

"ہاں، شاید دُور کا عزیز، کیا لگتا ہے یہ کسی کو نہیں معلوم۔"

"کب سے پاگل ہے؟"

"کافی عرصے سے، تقریباً تین سال تو اسے یہاں ہوگئے ہیں۔"

"خطرناک پاگل ہے؟"

"بالکل نہیں۔ بس کبھی کبھی دورے پڑتے ہیں، اور وہ فرار ہونے کی کوشش کرتا ہے!"

"علاج نہیں ہورہا؟"

"ہورہا ہے۔ ڈیڈی نے بتایا تھا کہ اُسے کئی بار دماغی امراض کے ہسپتال میں داخل کرایا گیا لیکن وہ وہاں سے بھی نکل بھاگا۔ پاگل خانے سے ڈیڈی خود نفرت کرتے ہیں کہتے ہیں وہ لوگ اُسے مار مار کر ادھ موا کردیں گے۔ اس لیے وہاں داخل نہیں کرایا۔ دماغی امراض کے بہترین ڈاکٹر اِس کا علاج کررہے ہیں۔"

مَیں چند لمحے خاموش رہا۔ پھر مَیں نے کہا۔ "لیکن محسن، داور کا رویّہ اس کے ساتھ بہت خراب ہے میرے خیال میں تو وہ یہاں بھی اُس کے ساتھ پاگل خانے کا سا سلوک کرتا ہے۔"

"ڈیڈی نے اُسے مقرر کیا ہے۔ اپنے معاملات وہ خود ہی جانتے ہیں، ہمیں اِس سلسلے میں کبھی دلچسپی نہیں رہی۔ بلکہ ڈیڈی ہی نے دوسرے لوگوں کو ہدایت کی ہے کہ بوڑھے کے معاملے میں کوئی دلچسپی نہ لی جائے۔"

"یہ بھی نہیں پتا چل سکا کہ اُس سے کیا رشتہ داری ہے؟"

"بس ڈیڈی کا کوئی بہت دُور کا عزیز ہے! چھوڑو یار۔ ویسے تم بڑے بور ہوتے جارہے ہو۔"

"کیوں؟"

"بھائی مانا کہ تم بیحد شریف النفس انسان ہو۔ وفاداریاں نبھانے کے شوقین بھی ہو۔ ڈیڈی کا خیال ہے کہ تم نے چند ہی روز میں کام سمجھ کر اپنا اعتبار قائم کرلیا ہے۔ لیکن اگر تم ہم سے چھن گئے تو بڑے خسارے میں رہیں گے ہم لوگ۔ کل کی تقریب میں ہما بھی آئی تھی یہ نٹکی یاد ہے!"

"ہما طاہر علی؟" مَیں نے پوچھا۔

"ہاں وہی۔ تمھارا نام سُن کر مچل گئی۔ مَیں نے تفصیل تو نہیں بتائی کہ تم کہاں ہو لیکن پیچھے پڑگئی کہ تم سے ملاقات کرادوں۔ مَیں نے وعدہ کرلیا ہے!"

"مل لیں گے کسی وقت!" مَیں نے کہا۔

"کسی وقت نہیں کل شام کو سات بجے مَیں نے اُسے رینبو میں چائے کی دعوت دے ڈالی ہے۔"

"مجھے بھی اِس دعوت میں شریک ہونا ہے؟"

"کمال ہے تمھارے اعزاز میں ہی تو دعوت دی گئی ہے۔ مَیں نے اُس سے وعدہ کیا ہے کہ کہیں نہ کہیں سے تمھیں تلاش کرلونگا۔"

"یار محسن! میرے خیال میں تم نے گڑبڑ کرڈالی۔"

"ہرگز نہیں! مَیں نے جو کچھ کیا ہے ٹھیک کیا ہے!"

"میرے پاس ان فضولیات کے لیے وقت کہاں ہے!"

"مَیں یہی چاہتا ہوں کہ ایسی فضولیات سے تم بالکل دُور نہ ہو جاؤ۔ مشین بن کر ساری ذہنی شگفتگی کھو بیٹھو گے۔"

"مَیں خوش ہوں۔"

"لیکن مَیں خوش نہیں ہوں۔ اور پھر یار اس طرح کمپنی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہے گی، فریحہ سے ملاقات میں بھی کوئی دشواری نہیں ہوگی۔ وہ ہما کی عزیزہ ہے۔"

"تو یوں کہو کہ اس میں تمھاری اپنی غرض بھی پوشیدہ تھی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس دنیا میں بے غرض کون ہوتا ہے۔ مگر سنجیدگی سے میری بات سنو غزالی، تم اس قدر کیوں اُلجھ گئے ہو۔ اس دوران میں نے محسوس کیا ہے کہ تم صرف اپنے کام سے غرض رکھتے ہو، باقی معاملات سے ساری دلچسپیاں تم نے ختم کر دی ہیں، دفتر جاتے ہو، گھر واپس آجاتے ہو، اگر میں شام میں تم سے ملاقات کی کوشش نہ کروں تو تم شاید مجھ سے بھی نہ ملو، اور تو تم نے یہی زیادتی کی ہے کہ اس دن کے علاوہ ہمارے ساتھ کھانا پینا بھی پسند نہیں کیا، حالانکہ میں تمھیں سچ بات بتا رہا ہوں، اور لوگوں کی تو میں بات نہیں کرتا لیکن ڈیڈی ذرا مختلف قسم کے آدمی ہیں، وہ کسی قسم کی تفریق روا نہیں رکھتے۔ اگر تم ہم لوگوں میں گھل مل جاؤ تو شاید کبھی یہ محسوس نہ کرو کہ تمھاری حیثیت ہم لوگوں سے کسی بھی طور مختلف ہے!"

"میں جانتا ہوں، اس پورے گھرانے کے بارے میں میں نے ایک تصور قائم کیا ہے اور میں اس کا اظہار نہیں کرنا چاہتا۔"

"چھوڑو ان باتوں کو، تو میں کہہ رہا تھا اس طرح فریحہ سے ملاقات ہوتی رہے گی، فریحہ کے والدین ذرا محتاط قسم کے لوگ ہیں، تھوڑے سے قدامت پسند بھی۔ فریحہ کو آزادانہ طور پر مجھ سے ملنے جلنے کی اجازت نہیں ہے، ہم لوگ پتا نہیں کیا کیا بہانے کرکے ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں۔ ہما کے ذریعے ذرا آسانی پیدا ہو جائے گی۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تم اپنی وہ اُلجھنیں مجھ سے کہہ ڈالو جو تمھیں پریشان کیے ہوئے ہیں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے، لیکن ہما طاہر علی کے بارے میں تم یہ بات اچھی طرح جانتے ہو محسن کہ وہ سر پھرنے والی لڑکیوں میں سے ہے۔ میرا نمبر کونسا تھا یہ تمھیں یاد ہے؟"

"ہاں غالباً چوتھا!" محسن نے جواب دیا۔

"مجھے تعجب ہے کہ ابھی وہ اسی نمبر پر کیوں اٹکی ہوئی ہے۔ میرے جانے کے بعد اس نے ابھی تک یہ خالی وقت کیسے گزارا؟" میں نے محسن سے پوچھا۔

"مگر مجھے یوں لگتا ہے غزالی، جیسے وہ تم سے کچھ زیادہ ہی متاثر ہے، تمھارا نام سُن کر وہ جس قدر بے چین ہوئی تھی اگر تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے، تو تمھیں حیرت ہوتی۔"

"بس بس، چھوڑو، فضول باتوں سے گریز کرو۔"

"اب فضول ہوں یا کیسی بھی ہوں، کل تمھیں اس سے ملاقات کرنا ہوگی۔"

"کروں گا! لیکن وہ ڈرامہ اب میں جاری نہیں رکھ سکتا اور پھر تم خود سوچو تمھارے لیے بھی پریشانیاں کھڑی ہو جائیں گی اُسے کسی نہ کسی طرح تو یہ بات معلوم ہو ہی جائے گی کہ میں تمھارے ڈیڈی کی فرم میں کام کر رہا ہوں، ممکن ہے فریحہ ہی اُسے بتا دے، تم کم از کم فریحہ کو تو بتاؤ گے ہی، یا شاید بتا چکے ہو گے!"

"نہیں یہی تو رونا ہے، فریحہ سے ملاقات ایک بہت بڑا مسئلہ ہے اور میں اس مسئلے کو حل کرنا چاہتا ہوں۔ یار خدا کے لیے مجھے مایوس مت کرو۔"

میں سوچ میں ڈوب گیا۔ درحقیقت اب ان باتوں کے لیے گنجائش نہیں تھی۔ میں اپنی زندگی کے اس اہم مشن کو پورا کرنے میں مصروف تھا جو اپنے لیے منتخب کر لیا تھا۔ اس مشن میں حسن و عشق کی دلچسپیوں کے لیے وقت نہیں نکل سکتا تھا۔ گو ابھی میرے سامنے کسی منزل کا نشان تک نہیں تھا لیکن میرا ذہن اسی غور و خوض میں ڈوبا ہوا تھا کہ مجھے مستقبل بنانے کے لیے کیا کرنا چاہیے۔ میں نے ایک وقت کا تعین کیا تھا، میں نے سوچا تھا کہ عملی دنیا میں قدم جمانے کے لیے میں تقریباً تین ماہ خرچ کروں گا اور ان تین ماہ کے اندر مطمئن ہو کر یہ سوچوں گا کہ آئندہ زندگی میں اپنے لیے کونسے راستے منتخب کیے جائیں۔

بہرطور محسن میرا حقیقی محسن تھا، اس کے لیے کچھ کرتے ہوئے خواہ مشکلات ہی کیوں نہ مول لینا پڑیں، لیکن میں اسے مایوس نہیں کر سکتا تھا۔

وہ مجھ سے وعدہ لے کر ہی ٹلا کہ کل دفتر سے اُٹھنے کے بعد میں "رین بو" پہنچوں گا۔ اُس کے جانے کے بعد میں کافی دیر تک یونیورسٹی کے بارے میں سوچتا رہا۔ ماضی کے بہت سے واقعات آنکھوں میں گھوم گئے۔ ہما اُسی وقت کی دریافت تھی۔ ایک مغرور اور خود سر لڑکی جو خود کو نوجوانوں کا آئیڈیل سمجھتی تھی لیکن میں نے اُسے ناکوں چنے چبوا دیے تھے۔

پھر میری ذہنی رو بوڑھے کی طرف بھٹک گئی۔ میں نے صاف محسوس کیا تھا کہ محسن نے اس گفتگو سے گریز کیا تھا۔ اور بات ٹال دی تھی۔ ممکن ہے اُس کی کوئی خاص وجہ ہو۔ اصولی طور پر مجھے ان حالات کو زیادہ نہیں کریدنا چاہیے تھا لیکن انسانی فطرت کو کیا کرتا۔ بوڑھے کی کسمپرسی نے مجھے متاثر کیا تھا۔ حسن صاحب کروڑ پتی آدمی تھے اگر انھوں نے کسی معذور کے عزیز کی سرپرستی کی تھی تو کیا وہ اُسے بہتر علاج کے لیے باہر نہیں بھیج سکتے تھے۔ اس کے برعکس انھوں نے اُسے عجیب انداز میں رکھ چھوڑا تھا۔

رات کو کریم بابا کھانا لے کر آئے تو میں نے انھیں روک

لیا۔ نفیس انسان تھے بڑا خیال رکھتے تھے میرا۔ کبھی زبردستی کھلانے کے لیے بٹھا لیتا تو جھجکتے جھجکتے کھا لیتے۔ لیکن مجھے یقین ہو گیا تھا کہ ان کا پیٹ نہیں بھرتا ہے۔ اس لیے میں نے انھیں مجبور کرنا چھوڑ دیا تھا۔

"کھانا نہیں کھائیں گے بابا؟"

"کھا لوں گا غزالی میاں!"

"کچھ پوچھنا ہے آپ سے!"

"جی غزالی میاں!" کریم بابا نے اس طرح کہا جیسے وہ جانتے ہوں کہ میں کیا پوچھنا چاہتا ہوں۔"

"رات کا واقعہ آپ کو معلوم ہے؟"

"جی ہاں۔ ملازموں میں اُس کا چرچا ہے۔"

"خوب! کیا کہہ رہے تھے وہ؟"

"داور سے سب نفرت کرتے ہیں۔ وہ سب سے بدتمیزی سے پیش آتا ہے۔ بڑے صاحب کا مُنہ چڑھا ہے، اس لیے کوئی اس کے خلاف کچھ نہیں کہتا، رات کو آپ نے اُسے مارا تھا۔"

"ہاں! مجھے صورتحال کا علم نہیں تھا اس وقت میں سامنے والی عمارت کے بوڑھے کو چور سمجھا تھا۔"

"ملازم بہت خوش ہوئے ہیں اس بات سے۔ لیکن اُن کا یہ بھی خیال ہے کہ داور سے دشمنی لے کر آپ نے اچھا نہیں کیا وہ بہت کینہ پرور ہے۔"

"یہ داور ہے کیا چیز؟"

"غنڈہ ہے سرکار۔ پستول اور چاقو رکھتا ہے۔ بڑے صاحب نے اُسے نوکر رکھا ہے اور وہ صرف بابا کی نگرانی کرتا ہے۔"

"اور یہ بابا کون ہے؟"

"کوئی نہیں جانتا غزالی میاں! گھر کے دوسرے لوگ بھی نہیں صرف بڑے صاحب جانتے ہیں اُس کے بارے میں۔ تین چار سال پہلے وہ اُسے لائے تھے۔ کہتے ہیں وہ بڑے مالک کا کوئی رشتے دار ہے!"

"پاگل ہے وہ؟"

"ہاں غزالی میاں۔ لیکن کسی سے کچھ کہتا نہیں ہے، کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا اُس نے بس دو چار بار یہاں سے بھاگنے کی کوشش کی ہے۔ ایکبار تو نکل گیا تھا، پتا نہیں دوبارہ کہاں سے پکڑا گیا۔"

"داور اُسے مارتا بھی ہے؟"

"ہاں! وہ سختی سے اس کی نگرانی کرتا ہے۔ بڑے صاحب کے حکم سے یہ کریم بابا نے کہا۔

"اس کا نام کسی کو نہیں معلوم؟"

"نہیں! بس اُسے بابا کہتے ہیں!"

"کسی نے بات بھی نہیں کی اُس سے؟"

"وہ گونگا ہے۔ بول نہیں سکتا!"

"اوہ!" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ یہ نیا انکشاف تھا۔ پھر میں نے کہا "اس کا علاج نہیں ہوتا؟"

"ہوتا ہے! ایک ڈاکٹر صاحب باقاعدہ آتے ہیں۔ نیلے رنگ کی کار میں۔ سُنا ہے بہت بڑے ڈاکٹر ہیں۔"

"تعجب کی بات نہیں ہے کریم بابا؟"

"ایک بات کہیں غزالی میاں! بُرا مت ماننا! مالکوں کی کھوج لینا اچھی بات نہیں ہے۔ اگر بڑے صاحب کو پتا چل گیا تو وہ خوش نہ ہوں گے۔ سب کو حکم ہے کہ کوئی اس عمارت کی طرف نہ جائے اور بابا سے ملنے کی کوشش نہ کرے۔ ایک بار تنویر بی بی اُس کے پاس چلی گئی تھیں تو صاحب سخت ناراض ہوئے تھے اور بڑا ہنگامہ کیا تھا انھوں نے۔ اس سے زیادہ ہمیں کچھ اور نہیں معلوم۔" کریم بابا نے اس طرح کہا جیسے وہ اس موضوع کو ختم کرنا چاہتے ہوں۔ چنانچہ میں نے بھی اس شریف انسان کو مزید پریشان کرنا مناسب نہ سمجھا۔ وہ اس گفتگو سے اُلجھ رہا تھا بلکہ خوفزدہ تھا۔

بستر پر لیٹ کر بھی میں ذہن سے ان خیالات کو نہ نکال سکا۔ حسن صاحب کی شخصیت پر ایکبار پھر غور کیا۔ فراخدل، نرم مزاج اور نفیس انسان تھے، میرے سلسلے میں ان پر کوئی دباؤ نہیں تھا بس محسن نے اُن سے میری سفارش کی تھی اور انھوں نے میری پوری پذیرائی کی۔ نہیں وہ کسی طور غلط انسان نہیں معلوم ہوتے تھے۔ پھر ان جیسے انسان نے کسی دوسرے انسان کے ساتھ یہ سلوک کیوں روا رکھا۔ ممکن ہے اس کے پس پردہ کوئی داستان ہو جسے واقعی ان معاملات کی چھان بین نہیں کرنی چاہیے۔ لیکن بوڑھا۔ بے بسی کا شکار ایک انسان مجھے دعوت دے رہا تھا کہ میں انسانیت کے نام پر اس کی دادرسی کروں۔

میں نے فیصلہ کیا کہ اس معاملے میں شدت نہیں اختیار کروں گا۔ البتہ نہایت محتاط رہ کر خاموشی سے بوڑھے کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا۔ اس فیصلے سے مجھے اطمینان ہوا تھا۔

دوسری شام محسن کے بتائے ہوئے پروگرام کے مطابق دفتر سے سیدھا رین بو کافی ہاؤس پہنچا۔ وہ تینوں موجود تھے۔ ہما نیلے رنگ کی ایک قیمتی ساڑی میں شعلۂ جوالہ بنی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھ کر حسبِ عادت بے قابو ہو گئی۔ "غزالی... مائی ڈیئرا اور نکھر گئے ہو۔ کہاں روپوش ہو گئے تھے۔ سُنا تھا گھر گئے ہو، اور واپسی کا ارادہ نہیں رکھتے۔ کب آئے ہو، اب کیا کر رہے ہو؟"

"بیٹھ جاؤں؟" میں نے پوچھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اوہ! بیٹھو بیٹھو! ہائے تم اور پیارے ہو گئے۔ فریحہ میں غلط تو نہیں کہہ رہی؟"

"اپنے منگیتر کے سامنے میں کسی اور بارے میں کوئی رائے نہیں دے سکتی۔" فریحہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں فریحہ! اپنے پیارے دوست کے لیے میں ساری دنیا کی تعریفیں سننا چاہتا ہوں۔ تم تکلفات کرو۔" محسن نے کہا۔

"اوہ محسن تم نے میرے اوپر احسان کیا ہے۔ مگر ہوسٹل میں تو تم مجھے نہیں ملے۔ کہاں رہ رہے ہو آجکل؟" ہما نے سوال کیا۔

"نوکری کر رہا ہوں! ایک گندے سے محلے میں رہتا ہوں۔"

"وہاٹ!" ہما چونک پڑی۔

"ہاں ہما! یہ حقیقت ہے!" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"مگر کیوں؟ تم تو بہت بڑے زمیندار کے بیٹے ہو۔"

"مجھے عاق کر دیا گیا ہے، اور ان دنوں بہت پریشان ہوں۔"

"ویری سیڈ... ویری سیڈ! کہاں نوکری کر رہے ہو؟"

"ایک فیکٹری میں!"

"فکر مت کرو ڈارلنگ میں تمہارے لیے کوئی بندوبست کروں گی۔ مجھے بہت دکھ ہوا ہے۔" ہما بکواس کرتی رہی۔ میں نے بڑی مشکل سے خود کو کسی بڑی الجھن سے بچایا تھا۔ کافی پی گئی اور اس کے بعد ہم سب کافی ہاؤس سے نکل آئے۔ ہما نے میری گاڑی دیکھ کر اطمینان کا اظہار کیا تھا۔ دوسری ملاقات ایک ہفتے کے بعد اسی جگہ طے ہوئی تھی۔ اس ایک ہفتے کے وقت پر محسن بہت جزبز ہوا تھا۔ بہرحال خاموش ہو گیا۔

رات کو اس نے مجھ سے شکایت کی۔

"یار محسن، میں واقعی بڑے خسارے میں رہوں گا۔ اس لڑکی کو برداشت کرنا میرے لیے مشکل ہے جھوٹ پر جھوٹ بولنے پڑیں گے۔ اب تم خود سوچو میں اسے کب تک برداشت کر سکتا ہوں۔ وہ میرے لیے اچھی نوکری اور عمدہ رہائش گاہ منتخب کرے گی۔ کیا کہوں گا اس سے؟"

"ٹالتے رہیں گے، فریحہ سے ملاقات اس کی وجہ سے آسان رہے گی۔ پلیز یار میرے لیے اتنا کرو۔" محسن نے کہا۔

"اچھا بھائی! تیرے لیے یہ مصیبت گلے لگانی پڑے گی۔ اللہ مالک ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا اور محسن خوش ہو گیا۔

بظاہر یہاں کوئی الجھن نہیں تھی۔ میں تین مہینے کے لیے خود کو آزاد کر چکا تھا۔ تین مہینے پُرسکون رہ کر گذارنا چاہتا تھا، اس کے بعد اپنے مستقبل کے بارے میں فیصلے کرنے تھے۔ مگر ان تین مہینوں میں کام کے علاوہ تھوڑی سی تفریح بھی ہوتی رہے، تو کوئی حرج نہیں ہے۔ ہما غیر سنجیدہ لڑکی تھی اس لیے اس سے کوئی خطرہ نہیں تھا، محسن کے احسانات کا کچھ قرض اسی طور اتر جائے تو ٹھیک ہے۔

کئی دن گذر گئے اس دوران بوڑھے بابا کا خیال میرے ذہن سے نہیں نکل سکا تھا۔ اکثر فرصت کے اوقات میں اس کھڑکی کے قریب بیٹھ جاتا تھا جس سے وہ عمارت نظر آتی تھی۔ میں نے دو بار داور کو عمارت سے باہر نکلتے دیکھا۔ اس کے پاس ایک مورس گاڑی تھی جو عمارت کے عقب میں کھڑی رہتی تھی۔ ایک بار مجھے کچھ خیال آیا تو میں کوٹھی کی چار دیواری کے ساتھ ساتھ اس عمارت کی پشت پر پہنچ گیا۔ میں اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ اس طرف سے اندر جانا ممکن ہے یا نہیں۔ چار دیواری زیادہ اونچی نہیں تھی، اور اسے پھلانگ کر عمارت کی پشت پر پہنچا جا سکتا تھا۔ اس طرف مجھے دو دروازے بھی نظر آئے جو یقیناً اندر سے بند ہوں گے لیکن ایک جگہ ایسی نظر آگئی جہاں سے گذر کر میں اندر داخل ہو سکتا تھا۔ یہ سیڑھی پائپ تھے جو چھت تک گئے تھے۔ ایک جگہ دیوار ٹوٹی ہوئی تھی اور اس سے ایک درخت کی موٹی شاخ باہر نکل آئی تھی۔ یہ درخت عمارت کے سامنے کے حصے سے نظر نہیں آتا تھا لیکن یہاں سے اندازہ ہو گیا کہ یہ عمارت کے صحن میں ہو گا۔ یہ درخت مجھے اندر پہنچانے میں معاون ہو سکتا تھا۔ میں نے چہار دیواری عبور کر کے اس سچویشن کا پوری طرح جائزہ لے لیا تھا۔ اور واپس ہوتے وقت میں نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ کسی مناسب وقت اس عمارت میں داخل ہونے کی کوشش ضرور کروں گا۔

تقریباً پندرہ دن کے بعد مجھے اس کا موقع مل گیا۔ تمام اہل خاندان کسی تقریب میں شرکت کے لیے شہر سے باہر گئے ہوئے تھے۔ محسن اس بارے میں مجھے بتا چکا تھا بلکہ اس نے مجھے بھی پیشکش کی تھی اور میں نے اس سے معذرت کر لی تھی۔ صبح میرے سامنے وہ سب گئے تھے۔ میں نے ایک منصوبہ ترتیب دیا۔ فیکٹری سے میں نے کوٹھی فون کیا تو آواز بدل لی تھی۔ فون ایک ملازم نے ریسیو کیا تھا۔

"داور صاحب سے بات کراؤ۔" میں نے بھاری لہجے میں کہا اور ملازم ہولڈ آن کے لیے کہہ کر غالباً داور کو اطلاع دینے چلا گیا۔ تقریباً چار پانچ منٹ کے بعد مجھے داور کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو داور! میں افضل خان بول رہا ہوں۔" میں نے کہا۔

"کون افضل خان؟"

"تم شاید مجھے نہ جانتے ہو، لیکن میں تمہیں جانتا ہوں داور۔ پرسوں شام میں جیل سے نکلا ہوں۔ تم سے ایک ضروری کام ہے۔"

"کیسا کام...؟" داور کی اکھڑی آواز سنائی دی۔

"یہ تم سے مل کر بتاؤں گا لیکن اس کے لیے میں تمہیں پچاس ہزار نقد کی پیشکش کرتا ہوں۔ کام بھی مشکل نہیں ہے تم کر سکتے ہو۔"

"مگر میں تمہیں نہیں جانتا۔"

"ملو گے تو جان لو گے۔ یہ بتاؤ فرصت نکال سکتے ہو یا نہیں؟" میں نے پوچھا۔

"کام مشکل ہوا تو وعدہ نہیں کر سکتا۔"

"تمہیں مجبور کون کر سکتا ہے! اگر فرصت ہو تو فوراً آجاؤ۔"

"کہاں؟"

"رضا گڑھ کے پیلس ہوٹل میں!"

"اتنی دور؟"

"میں خود تمہارے پاس آجاتا، لیکن تمہیں کچھ سمجھانا بھی ہے!"

"میں تمہیں پہچانوں گا کیسے؟"

"میں تمہیں پہچان لوں گا میری جان تم آؤ تو سہی!"

"ٹھیک ہے! میں آرہا ہوں۔" داور نے کہا اور میں نے فون بند کر دیا۔ رضا گڑھ شہر سے بیس میل دور ایک علاقہ تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ داور دو گھنٹے کے لیے تو ٹلا۔ میں نے دیر کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا اور پھر میں ایک کام نکال کر باہر نکل آیا۔ میری کار تیزی سے چل پڑی۔ خطرہ مول لیا تھا لیکن اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب نہیں تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں کوٹھی پہنچ گیا۔ عقبی حصہ سنسان پڑا تھا۔ میں نے کار ایک مناسب جگہ کھڑی کی اور اتر کر تیزی سے کوٹھی کی عقبی دیوار تک پہنچ گیا۔ جھانک کر دیکھا اور سکون کی سانس لی۔ داور پچاس ہزار روپے کمانے چل پڑا تھا اس کی کار موجود نہ تھی۔ چنانچہ میں نے اطمینان سے عقبی دیوار عبور کی اور احاطے میں اتر گیا۔ دروازوں کو آزمانا بیکار تھا، میں جانتا تھا کہ انہیں مضبوطی سے اندر سے بند کر دیا گیا ہو گا۔ چنانچہ میں نے وہی راستہ اختیار کیا جس کا میں تعین کر چکا تھا۔ قریب پہنچنے سے مجھے اندازہ ہوا کہ درخت صحن میں ہے اور یہ شاخ پھیل کر کمروں کو عبور کرتی ہوئی یہاں تک آگئی ہے۔

پائپ کے ذریعے شاخ تک اور پھر شاخ سے کمروں کی چھت پر پہنچ کر میں نے عمارت کے صحن میں جھانکا اور ٹھٹھک گیا۔ بوڑھا بابا صحن میں موجود تھا۔ لیکن وہ ایک عجیب حرکت کر رہا تھا۔ صحن پختہ نہیں تھا بلکہ زمین کچی تھی۔ جگہ جگہ زمین میں گڑھے نظر آرہے تھے۔ ایک جگہ گندھی ہوئی مٹی کا ڈھیر لگا ہوا تھا اور بابا اس مٹی کے کھلونے بنا رہا تھا۔ عجیب و غریب کھلونے جن کا کوئی سر پاؤں نہیں تھا۔ کچھ چوپایوں کی شکل میں تھے۔ ہاتھ اور پاؤں بنا کر انسان بنائے گئے تھے جن کے خدوخال نہیں تھے چوڑی چوڑی سلیں بنائی گئیں تھیں۔ کنگورے والا برتن بنائے گئے تھے اور نہ جانے کیا کیا۔ بیشمار سوکھے ہوئے کھلونوں کے ڈھیر جگہ جگہ لگے ہوئے تھے بہت سے کھلونے ٹوٹے پڑے تھے۔ غرض پورے صحن میں یہی سب کچھ تھا۔

میں نے نیچے اترنے کی کوشش نہیں کی بس بوڑھے کی یہ حرکت دیکھتا رہا۔ پھر میں نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ ابھی میرے پاس بہت وقت تھا، چنانچہ ایک بار پھر میں شاخ پر چڑھا، اور اس کے ذریعے درخت کے تنے کے پاس پہنچ گیا۔ پھر مجھے نیچے اترنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔ بڑا خطرہ مول لیا تھا میں نے۔ ایک پاگل کا کوئی بھروسا نہیں تھا، نہ جانے مجھے دیکھ کر اس کی کیا کیفیت ہو۔ لیکن تجسس کچھ اس طرح غالب تھا کہ میں یہ خطرہ مول لینے کے لیے تیار تھا۔ چنانچہ میں آہستہ آہستہ بوڑھے کے پاس پہنچ گیا۔ لیکن میرا ذہن پوری طرح حاضر تھا اور میں ہر طرح کے حالات سے نمٹنے کے لیے بالکل تیار تھا۔ پتا نہیں بابا نے میرے قدموں کی آہٹ سنی تھی یا نہیں اس کے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا ہوئی تھی۔ پھر میں اس کے سامنے آگیا۔

"کیا بنا رہے ہو بابا؟" میں نے پوچھا۔ لیکن بوڑھے نے گردن نہیں اٹھائی اور بدستور اپنے کام میں مشغول رہا۔ نزدیک سے میں نے اس کی کارکردگی کو دیکھا۔ اور دفعتاً مجھے ایک عجیب سا احساس ہوا۔ بوڑھے نے جو کھلونے بنائے تھے وہ بے تکے تھے اور ان کی کوئی شکل نمایاں نہ تھی لیکن زمین کے ایک ٹکڑے پر وہ انھیں جس ترتیب سے رکھ رہا تھا اس میں کوئی ایسی خاص بات تھی جسے میرے ذہن نے محسوس کیا۔ وہ ایک باقاعدہ منظر تھا۔ چھوٹے بڑے مٹی کے ٹیلے ان کے درمیان انسان۔ چوڑی چوڑی سلوں کی عمارتیں جو چار چار سلوں کو جوڑ کر بنائی گئی تھیں، زمین پر مٹی بچھا کر سڑکیں بنائی گئی تھیں۔ بلاشک یہ سب کچھ بے مقصد نہیں تھا۔ اس کے لاشعور میں کچھ پوشیدہ تھا۔ خواہ کچھ بھی ہو۔

"کیا بنا رہے ہو؟" اس بار میں نے زوردار آواز میں پوچھا اور بوڑھا گردن اٹھا کر مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے بڑی باریک بینی سے اس کا جائزہ لیا تھا۔ لیکن مجھے یقین ہو گیا کہ وہ خبط الحواس ہے۔ میں اس کے لیے اجنبی تھا لیکن مجھے دیکھ کر اس کی آنکھیں سپاٹ رہی تھیں۔ پھر وہ دوبارہ اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔

یہاں رکنا بے مقصد تھا۔ چنانچہ میں کھلے ہوئے دروازے سے ایک کمرے میں داخل ہو گیا۔ روشندان سے دھوپ اندر آرہی تھی اور کمرے میں خوب روشنی تھی۔ اس روشنی میں ایک پلنگ جس پر بستر لگا ہوا تھا۔ ایک پانی کا مٹکا اس پر رکھا ہوا گلاس اور ایک کونے میں پڑی ہوئی میز کے علاوہ مجھے کچھ اور نظر نہیں آیا۔ تین دروازے تھے جن میں سے ایک یہ تھا جس سے گذر کر میں اندر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آیا تھا۔ وداور تھے۔ میز کے قریب پہنچ کر میں نے اُس کی درازیں ٹٹولیں لیکن وہ بالکل خالی تھیں۔ پھر بستر ٹٹول کر دیکھا، لیکن کوئی چیز نہیں تھی۔ اس کے بعد میں نے دو بند دونوں دروازوں کو آزمایا، لیکن وہ بھی اندر سے بند تھے اور اتنے مضبوط تھے کہ میری کوئی کوشش انھیں نہیں کھول سکتی تھی۔

میں مایوس ہوگیا۔ اب یہاں رُکنا بے مقصد تھا۔ چنانچہ میں واپس باہر نکل آیا۔ باہر کے منظر میں کسی قدر تبدیلی ہوئی تھی۔ بوڑھے بابا پر جنون کا دورہ پڑا تھا۔ اُس نے سارے کھلونے توڑ دیے تھے۔ وہ اپنے بال نوچ رہا تھا۔ کھلونوں کو لاتیں مار مار کر انھیں توڑ پھوڑ رہا تھا۔ پھر وہ وہیں کیچڑ میں لیٹ کر مچلنے لگا۔ اُس کے پورے بدن میں تشنج تھا۔ آنکھیں حلقوں سے اُبلی پڑ رہی تھیں، دانت بھینچے ہوئے تھے اور منہ سے جھاگ نکل رہا تھا۔ میرے دل میں ہمدردی کا جذبہ اُبھرا۔ لیکن اس کے اظہار کی کوشش خطرناک ہو سکتی تھی۔ پتا نہیں جنون کے عالم میں اس کے اندر کیا تبدیلیاں ہوتی ہوں۔ ممکن ہے کوئی ایسی الجھن پیش آجاتی کہ میں مقررہ وقت میں یہاں سے نہ نکل پاتا اور داور آجاتا۔ اگر ایسا ہو جاتا تو میرے لیے بڑی مشکل پیدا ہو جاتی، لوگ سوچتے کہ نہ جانے کیوں میں اس بوڑھے میں دلچسپی لے رہا ہوں۔ چنانچہ بوڑھے کو اسی حال میں چھوڑ کر میں وہاں سے نکل آیا۔ واپسی کا راستہ طے کرنے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔ پھر میں وہاں سے دفتر ہی چل پڑا، لیکن دماغ کی چولیں ہل کر رہ گئی تھیں۔ بوڑھے کی حرکات بے مقصد نہیں تھیں مٹی کے کھلونوں اور ان کی ترتیب میں کوئی ایسی بات پوشیدہ تھی جو اس کی دیوانگی سے تعلق رکھتی تھی۔

داور پر کیا بیتی اُس کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ واپسی میں کوٹھی کے معمولات جوں کے توں تھے۔

محسن کی وجہ سے ہما بہت آگے بڑھ گئی تھی۔ اکثر محسن اُس کے ذریعہ فریحہ سے ملاقات کرتا رہتا تھا اور میں ان دونوں کی وجہ سے ہما کو برداشت کرتا تھا۔ یونیورسٹی میں ہما کے ساتھ چند دلچسپ واقعات ہوئے تھے لیکن یہ اس دور کی بات ہے جب زندگی میں کوئی دوسری الجھنیں نہیں تھیں۔ اس وقت میں نے ہما کو کھلم کھلا بیوقوف بنا لیا تھا۔

لیکن اب صورتحال دوسری تھی۔ اب فریحہ کی وجہ سے اُسے برداشت کرنا پڑ رہا تھا۔ محسن بیحد چالاک تھا۔ جب اُس نے دیکھا کہ ہما اس کے لیے بہت کارآمد رہی ہے اور اس کے ذریعے فریحہ سے ملاقاتیں بیحد آسان ہوگئی ہیں تو اُس نے ہما کا تعلق برقرار رکھنے اور میری الجھنیں دور کرنے کے لیے بالآخر ہما کو بتا دیا کہ اب میں اس کے ساتھ مقیم ہوں۔ ہما جو میرے لیے پریشان تھی مطمئن ہوگئی۔ اُس نے اس بات پر اطمینان کا اظہار کیا کہ میں صحیح جگہ پہنچ گیا ہوں لیکن میری عنایات میں کمی نہ ہوئی تھی۔ ہما کچھ اور مسلط ہوگئی تھی، مجھ پہ جبکہ اس کے لیے میرے دل میں کوئی جگہ نہیں تھی۔

سرکاری چھٹی کا دن تھا۔ سارے دفاتر بند تھے اس لیے ایک آرام کرسی پر دراز اخبار دیکھ رہا تھا کہ میری نگاہ نیلے رنگ کی ایک کار پر پڑی جو ابھی ابھی اندر داخل ہو کر اس عمارت کے سامنے رکی تھی جس میں بوڑھا بابا رہتا تھا۔ داور ایک بھاری بھرکم شخص کے ساتھ نیچے اترا تھا۔ اُس کے ہاتھ میں بیگ دبا ہوا تھا جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ بھاری بھرکم شخص ڈاکٹر ہے۔ لیکن میرے لیے حیرت کا باعث وہ کار تھی جس سے ڈاکٹر اترا تھا۔ یہ کار ہما کی تھی۔ میں نے اس کا نمبر دیکھا اور میرے اس شبہے کی تصدیق ہوگئی۔ سو فیصدی وہی کار تھی لیکن یہ ڈاکٹر۔

تب مجھے یاد آیا کہ ہما ڈاکٹر طاہر علی کی بیٹی ہے اور ڈاکٹر طاہر علی برین اسپیشلسٹ ہیں۔ صورتحال کسی حد تک سمجھ میں آگئی تھی۔ ڈاکٹر طاہر علی ہی بوڑھے بابا کا علاج کر رہے تھے۔

اس انکشاف نے میرے ذہن میں کچھ نئے خانے روشن کر دیے۔ اگر کسی طرح ڈاکٹر طاہر علی کو شیشے میں اتار لیا جائے تو بہت سی معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔ اور اس کے لیے بہترین ذریعہ ہما ثابت ہو سکتی ہے۔ اب تک ہما صرف محسن کے لیے برداشت کی جا رہی تھی لیکن اب وہ میری ضرورت بھی بن گئی تھی۔ واقعی یہ عمدہ پلان تھا۔ محسن کا کام بھی جاری رہتا اور بوڑھے بابا کے بارے میں میرے تجسس کی تسکین بھی ہو سکتی تھی۔ میں نے اپنے ذہن میں کچھ نئے منصوبے ترتیب دیے۔ اور ان پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

اسی شام ایک اور واقعہ پیش آیا۔ محسن میرے پاس آیا تھا۔

”ہیلو کاہل انسان دن بھر سوتے رہے کیا؟“

”نہیں! بالکل نہیں سویا۔“

”پھر کیا کرتے رہے؟“

”کوئی خاص کام نہیں!“

”باہر نکلنے کا موڈ ہے؟“

”کہاں چلنا ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”مجھے نہیں چلنا یار، تمھیں جانا ہے!“

”چلا جاؤں گا۔ بتاؤ کہاں جانا ہے؟“

”یار فریحہ کے ساتھ شام کا ایک پروگرام تھا۔ لیکن بلجیم سے جولیا آرہی ہے۔ جولیا، تنویر کی دوست ہے یہیں قیام کرے گی۔ تنویر اُسے ریسیو کرنے ایرپورٹ جانا چاہتی ہے۔ اور ڈیڈی صاحب نے تنویر کو ایرپورٹ لے جانے کے لیے میری ڈیوٹی لگائی ہے۔ وہ

ڈرائیور کے ساتھ تنویر کو نہیں بھیجنا چاہتے۔ کبھی نہیں بھیجتے۔“

”مجھے میری ڈیوٹی بتاؤ۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تنویر کو ایرپورٹ لے جاؤ۔ ڈیڈی رات کو ایک پروگرام میں چلے جائیں گے، انھیں پتا نہیں چل سکے گا اور میرا کام بن جائے گا۔“ محسن نے گڑگڑاتے ہوئے کہا اور مجھے ہنسی آگئی۔

”بھائی میں نے کب منع کیا ہے، حاضر ہوں! لیکن تنویر نے ہنگامہ مچا چھوڑ دیا تو۔“

”اُس کا بندوبست ہوگیا ہے۔ تنویر مجھ سے تعاون کرنے کو تیار ہے۔“

”ٹھیک ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ کب جانا ہے؟“

”بس تیار ہو کر نکل جاؤ۔ گراہم روڈ کے چوراہے پر میرا انتظار کرنا وہاں سے میں تمھاری کار لے لوں گا اور تم تنویر کی کار لے کر اسے ایرپورٹ لے جانا، واپسی کی کوئی پریشانی نہیں ہے کیونکہ ڈیڈی جا چکے ہوں گے اور دوسرے لوگوں کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔“

”اوکے، میں تیار ہو کر نکلتا ہوں، تمھارا انتظار کروں گا۔“ میں نے جواب دیا اور محسن نے گرمجوشی سے میرا ہاتھ دبایا۔ ”تھینک یو میرے دوست، دراصل آج کا پروگرام کافی دلچسپ ہے، فریحہ وہاں تنہا ہوگی، ہما کی موجودگی میں بھی وہ ملتی رہتی ہے۔ لیکن ہما ہمیشہ کباب میں ہڈی بنی رہتی ہے اور تمھیں اللہ نے اتنی توفیق نہیں دی کہ تم اُسے لے کر کہیں دور نکل جاؤ۔“

محسن چلا گیا اور میں تیاریاں کرنے لگا۔ تنویر، محسن کی بہن تھی دوسری بہن ندرت تھی، مجھ سے ان دونوں کی ملاقات صرف ایک بار ہی ہوئی تھی، یعنی اُس دن جس دن میں اس کوٹھی میں آیا تھا اس کے بعد سے آج تک کبھی ہمارا اتفاقیہ طور پر بھی آمنا سامنا نہیں ہوا تھا، میں نے اس عمارت میں خود کو ریزرو رکھا تھا، اور اپنی حدود سے بڑھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

بہرطور ایک سادہ سا لباس پہن کر میں تیار ہوگیا، اور اپنی گاڑی اسٹارٹ کر کے باہر نکل آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں گراہم روڈ کے چوراہے پر اُن دونوں کا انتظار کر رہا تھا۔ تقریباً بیس منٹ تک انتظار کرنا پڑا اور اُس کے بعد میں نے محسن کی کار دیکھی، وہ اپنی شاندار لمبی کار کو مناسب رفتار سے ڈرائیو کرتا ہوا، بالآخر میری کار تک پہنچ گیا۔ اور میں دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔ کار کی پچھلی سیٹ پر تنویر بیٹھی ہوئی تھی۔ محسن کار کا دروازہ کھول کر اترا اور پھر مجھے اپنے ساتھ لے کر تنویر کے پاس پہنچ گیا۔

”تو میری اچھی سی بہن! آج کے اس تعاون کا بہت بہت شکریہ، میں آپ دونوں کا دلی طور پر شکرگزار ہوں۔“ تنویر نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے اسٹیرنگ سنبھال لیا اور کار آگے بڑھ گئی۔

مجھے محسوس ہوا کہ تنویر عقب سے مجھے دیکھ رہی ہے لیکن میں نے ایکبار بھی عقب نما آئینے پر نگاہ نہیں ڈالی تھی۔ محسن کی بہن کا میں احترام کرتا تھا، ویسے بھی اس خاندان نے مجھے اتنا بڑا سہارا دیا تھا کہ میری زندگی ہی سنور گئی تھی، ورنہ حالات نجانے کیا کیا رخ دکھاتے۔

ایرپورٹ تک خاموشی رہی۔ میں نے کار ایرپورٹ کے لاؤنج کے سامنے روک دی اور نیچے اتر کر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔ تنویر نیچے اتر آئی اور میری طرف دیکھ کر بولی: ”آپ پلیز کار پارکنگ لاٹ میں لگا دیں اور وہیں میرا انتظار کریں۔“

”بہتر!“ میں نے سپاٹ لہجے میں کہا اور تنویر آگے بڑھ گئی۔

مغرور سی لڑکی تھی، چہرے ہی سے غرور ٹپکتا تھا اور اس کا یہ غرور بیجا بھی نہ تھا۔ خود محسن نے مجھے بتایا تھا کہ حسن صاحب تنویر سے بے پناہ محبت کرتے ہیں، بہرطور مجھے اس کی کسی بات سے کوئی احساس نہیں ہوا۔ وہ اندر چلی گئی اور میں کار پارکنگ لاٹ میں لے آیا۔ پھر اُس کے شیشے وغیرہ لاک کر کے میں نیچے آکھڑا ہوا۔ باہر ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی، ایرپورٹ کا ماحول خاصی دلچسپی کا باعث تھا، میں انتظار کرتا رہا۔ دس منٹ بھی نہ گذرے تھے کہ تنویر مجھے واپس آتی نظر آئی اور میں چونک کر اُسے دیکھنے لگا، وہ تنہا تھی، آہستہ آہستہ چلتی ہوئی وہ میرے قریب پہنچ گئی اور کسی قدر اُلجھے ہوئے انداز میں بولی ”کمال ہے ہمیں جہاز کی آمد کا غلط اندازہ ہوا تھا ابھی تو اُس کے آنے میں ایک گھنٹہ باقی ہے۔“

”تو پھر فرمائیے واپس چلنا ہے یا انتظار کریں گی۔“

”واپسی کے راستے تو آپ نے بند کر دیے ہیں، میرا مطلب ہے آپ دونوں حضرات کی سازش نے۔ اور پھر یوں بھی اتنا طویل سفر کیوں طے کیا جائے یہیں کہیں بیٹھ کر انتظار کر لیتے ہیں۔“

”جیسا آپ مناسب سمجھیں!“ میں نے سادہ سے انداز میں جواب دیا۔

وہ میری طرف دیکھنے لگی۔ پھر بولی: ”کار میں بیٹھیں گے، یا کہیں چل کر کافی پی جائے۔“

”جیسا آپ مناسب سمجھیں۔“ میں نے جواب دیا۔

”تو پھر آیئے، ایرپورٹ کینٹین چلتے ہیں، ایک ایک کپ کافی پئیں گے اور وہیں بیٹھ کر انتظار کریں گے، وہاں اناؤنسمنٹ کے لیے بھی انتظام ہے، ٹی وی پر ہم وقت دیکھ کر لاؤنج میں پہنچ جائیں گے۔“

”بہتر!“ میں نے جواب دیا اور تنویر میرے ساتھ چل پڑی۔ وہ جیسی بھی تھی میرے لیے اس کا لہجہ بُرا نہیں تھا، ویسے اتنا اندازہ مجھے ضرور ہوگیا تھا کہ اگر وہ تنہا کافی ہاؤس میں جا سکتی تو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مجھے کبھی دعوت نہ دیتی، بہر طور محسن کی بہن تھی اور میرے لیے بھی وہ بہن ہی کی حیثیت رکھتی تھی، میرے ذہن میں اس کے لیے کوئی اور جذبہ نہ ابھرا" اور میں اس کے ساتھ کینٹین پہنچ گیا۔ کینٹین میں ایک دو میزیں ہی بھری ہوئی تھیں، باقی پورا ہال خالی تھا۔ تنویر نے خود ہی ایک میز کا انتخاب کیا اور میں اس کے پیچھے پیچھے چلتا ہوا اس میز تک پہنچ گیا۔

"مس تنویر اگر آپ میرے ساتھ بیٹھنے میں کچھ الجھن محسوس کریں، تو براہ کرم تکلف نہ کریں، میں دوسری میز پر بیٹھ جاتا ہوں۔"

"ارے نہیں نہیں یہ آپ سے کس نے کہا کہ میں کچھ الجھن محسوس کروں گی، پلیز بیٹھ جائیے!" تنویر نے کہا اور میں شکریہ ادا کر کے ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ ویٹر ہمارے قریب پہنچا تو تنویر نے اُسے کافی کا آرڈر دے دیا۔ پھر میری طرف دیکھ کر بولی۔ "آپ خواہ مخواہ خود کو اتنا پُر تکلف بنائے ہوئے ہیں غزالی صاحب! محسن بھیّا نے ہم سب کو آپ کے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے، آپ اچھی خاصی حیثیت کے مالک ہیں، والد کی وفات کے بعد بھائیوں کی سازش کا شکار ہوئے اور گھر چھوڑ دیا، اس کے بعد آپ نے محسن بھیّا کے ذریعے ہمارے ہاں رسائی حاصل کر لی۔ کیا یہ غلط ہے۔"

"نہیں، محسن نے غلط نہیں کہا۔"

"مگر مجھے ایک بات کا تعجب ہے غزالی صاحب، آپ نے خود کو ہم لوگوں سے اتنا دور کیوں کر لیا ہے، ہم نے تو کبھی آپ کے بارے میں کسی ایسے انداز میں نہیں سوچا، ظاہر ہے آپ محسن بھیّا کے دوست بھی ہیں اور پھر کوئی بے حیثیت انسان نہیں ہیں۔"

"محسن بیحد مخلص آدمی ہے بلا وجہ ہی اس نے میرے بارے میں یہ ساری باتیں بتا دیں۔ بہر حال اب میں آپ کے ہاں ملازمت کر رہا ہوں اور خود کو اسی زمرے میں رکھنا چاہتا ہوں، حالانکہ میں جانتا ہوں کہ آپ لوگوں کو خدا نے بڑا دل عطا کیا ہے۔"

"آپ کے لہجے میں، آپ کی ہر بات میں تکلف ہے لیکن پتا نہیں کیوں، میں آپ سے بے تکلف ہونا چاہتی ہوں۔"

"کوئی ہرج نہیں ہے مس تنویر، آپ کیجیے جو آپ کا دل چاہے۔"

"ذرا دکھتی رگ پکڑوں گی آپ کی، بُرا تو نہیں مانیں گے!"

"نہیں! لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میری کونسی رگ دُکھتی ہے، مجھے تو آج تک اپنی کسی رگ میں دُکھن کا احساس نہیں ہوا۔"

"ہما کے بارے میں جاننا چاہتی ہوں۔" اُس نے کہا اور میں چونک کر اُسے دیکھنے لگا، وہ مسکرا رہی تھی۔ تب مجھے احساس ہوا کہ اس لڑکی کے خدوخال ہی گڑبڑ ہیں، اور یہ انہی کی بنا پر مغرور نظر آتی ہے، ورنہ عام حالات میں یہ ایسی نہیں ہے۔

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہما کو آپ کیسے جانتی ہیں؟"

"شناسائی ہے ہماری۔ دوستی نہیں کہی جا سکتی کیونکہ صرف دو چار تقاریب میں ملاقات ہوئی ہے، اب فریحہ بھابی کی وجہ سے تعلقات کچھ بڑھ گئے ہیں۔ کیونکہ ڈاکٹر طاہر علی، فریحہ بھابی کے عزیز ہوتے ہیں۔"

"ہاں میں نے ڈاکٹر صاحب کو کئی بار آپ کی کوٹھی میں دیکھا ہے۔" میں نے فوراً بات لپک لی اس سلسلے میں کوئی موقع نہیں گنوانا چاہتا تھا۔

"ڈاکٹر صاحب بابا کا علاج کرتے ہیں، برین اسپیشلسٹ ہیں۔"

"اوہ۔ وہ بابا صاحب جو ایک بار اپنی رہائش گاہ سے نکل بھاگے تھے؟"

"ہاں، اور جن کی حمایت میں آپ نے داور جیسے بدمعاش کی پٹائی کر دی تھی۔" تنویر نے ہنس کر کہا۔

"سب کچھ غلط فہمی میں ہوا تھا۔ میں اُسے چور سمجھا تھا۔"

"اور آپ نے کسی چور کی حمایت کر دی تھی۔ ویسے داور کی پٹائی سے دل بہت خوش ہوا تھا۔ محسن بھیّا کہہ رہے تھے کہ داور غلط آدمی سے بھڑ گیا تھا۔ اگر خاص معاملات نہ ہوتے تو آپ مار مار کر اس شکل بگاڑ دیتے۔"

"یوں لگتا ہے جیسے آپ سب کو داور کی پٹائی سے خوشی ہوئی ہے!"

"وہ ڈیڈی کا ملازم ہے۔ لیکن خود کو نہ جانے کیا سمجھتا ہے اس کی صورت دیکھ کر سخت غصہ آتا ہے۔"

"وہ اس بوڑھے کے ساتھ بہت زیادتی کرتا ہے۔ پتا نہیں آپ لوگوں کو اس کا علم ہے یا نہیں؟"

"سب جانتے ہیں۔"

"کسی کو اس سے ہمدردی نہیں ہے؟"

"کس سے؟" تنویر نے پوچھا۔ ویٹر کافی لے آیا تھا اور تنویر اب کافی بنا رہی تھی۔ اُس نے ایک پیالی میرے سامنے رکھی، اور دوسری خود لے کر کافی پینے لگی۔

"میری مراد اس بوڑھے سے ہے!"

"ارے نہیں! یہ بات نہیں ہے۔ بابا صاحب سے سب کو ہمدردی ہے۔ لیکن جو کچھ کیا جا رہا ہے ان کی بہتری کے لیے کیا جا رہا ہے۔ ان کا علاج ہی ہے۔ خود ڈاکٹر صاحب اس سے متفق ہیں۔"

"اوہ!" میں نے آہستہ سے کہا۔ اس پر مزید تبصرہ مناسب نہیں تھا۔ پھر میں نے کہا۔ "بابا صاحب کا کوئی نام نہیں ہے۔ محسن کہتے ہیں۔ انھیں بھی ان کا نام نہیں معلوم۔"

"ڈیڈی نے بتایا ہی نہیں کسی کو۔ تین سال قبل وہ ہی انھیں کہیں

سے لے آئے تھے انھوں نے بتایا کہ وہ ان کے رشتے دار ہیں بہت عرصہ کے بعد اس حالت میں نظر آئے تو ڈیڈی انھیں گھر لے آئے۔"

"حسن صاحب کو تو ان کا نام معلوم ہوگا؟"

"ظاہر ہے لیکن ڈیڈی پتا نہیں کیوں ان کا تذکرہ پسند نہیں کرتے۔ انھوں نے سختی سے کہہ رکھا ہے کہ اس شخص کو کبھی موضوع نہ بنایا جائے۔ ابتدا میں ہم لوگوں نے صرف اس خیال سے بابا صاحب سے ہمدردی کرنے کی کوشش کی تھی کہ اوّل تو وہ بیمار ہیں۔ دوسرے ڈیڈی کے عزیز ہیں، لیکن ڈیڈی اس بات پر سخت ناراض ہوئے انھوں نے سختی سے سب کو ہدایت کی کہ ان کے قریب کوئی نہ جائے نہ ان کے بارے میں سوچے۔ ہمیں تعجب ضرور ہوا تھا۔ بہر حال پھر عادی ہو گئے۔"

"عجیب بات ہے!" میں نے آہستہ سے کہا۔

"دوسری بات یہ ہے کہ آپ بے حد چالاک انسان ہیں۔" تنویر نے کہا۔

"وہ کیسے مس تنویر؟"

"ہما کے ذکر کو آپ کس خوش اسلوبی سے ٹال گئے۔"

"اوہ نہیں! ایسی بات نہیں ہے!"

"ہما آپ کو پسند ہیں؟"

"میری رائے محفوظ رہنے دیں تو بہتر ہے!"

"آپ کی مرضی! لیکن ہم لوگوں سے گھل مل کر رہیں گے، تو فائدے میں رہیں گے آپ نے بلا وجہ خود کو ریزرو کر رکھا ہے۔ ملازم ہوں گے آپ ڈیڈی کے، ہم نے کیا قصور کیا ہے۔ آپ محسن بھیّا کے دوست بھی تو ہیں۔"

"میں آپ سب کا احترام کرتا ہوں۔ ریزرو نہیں ہوں۔"

"جولیا آ رہی ہے۔ بڑی اچھی دوست ہے میری۔ ڈیڈی کے بزنس پارٹنر مسٹر براؤن کی بیٹی ہے، بیحد دولت مند انسان ہیں یہ مسٹر براؤن بلجیم کی ایک جھیل کے بیچوں بیچ ان کی خوبصورت کوٹھی ہے۔ میں ایک بار ڈیڈی کے ساتھ بلجیم گئی تھی تو وہیں ٹھہری تھی۔ اور وہیں جولیا سے میری دوستی ہوئی۔ ہر حال میں یہ کہہ رہی تھی کہ جولیا کو ہم لوگ یہاں بہت اچھا ریسپشن دیں گے۔ آپ بھی ہماری تفریحات میں شریک رہیں۔"

"ضرور! جہاں آپ حکم دیں گی حاضر ہوں گا۔" میں نے کہا۔

"لیکن اس طرح نہیں۔ پہلے ہما کے بارے میں بتائیے۔" تنویر پھر شروع ہو گئی۔

"اس کے بارے میں محسن بہتر طور پر بتا سکیں گے آپ کسی وقت ان سے ہی پوچھ لیں۔"

"جولیا کے اعزاز میں ایک پارٹی دوں گی جس میں آپ کے لیے ہما کو بھی مدعو کیا جائے گا۔" تنویر نے کہا۔ اور پھر میری کافی کی خالی پیالی اپنی طرف سرکا کر اس میں اور کافی بنانے لگی۔ باقی کافی اُس نے اپنی پیالی میں اُنڈیل لی تھی۔ میں نے کوئی جواب نہ دیا اور خاموشی سے کافی پیتا رہا۔ پھر میں نے یونہی سرسری میں کہا۔ "مس جولیا سے مس ندرت کی بھی دوستی ہوگی۔ کیا وہ بھی آپ کے ساتھ بلجیم گئی تھیں۔"

"وہ کیوں جائیں گی، کون ہوتی ہیں وہ ڈیڈی کے ساتھ جانے والی۔" دفعتاً تنویر کا موڈ بگڑ گیا۔ اور میں حیرانی سے اُس کی شکل دیکھنے لگا۔ پھر میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کیا اپنی بہن سے آپ کی لڑائی ہے؟"

"کمال ہے غزالی صاحب آپ کو وہ صورت سے میری بہن لگتی ہے؟" تنویر تنک کر بولی۔

ایک بار پھر مجھے حیرت ہوئی تھی۔ "بہر حال شکل و صورت کیسی بھی ہو لیکن وہ آپ کی بہن تو ہیں؟"

"یہ بھی ڈیڈی کا ڈرامہ ہے! وہ میری بہن نہیں ہے۔ ہم میں سے کسی کی بہن نہیں ہے!"

"کیا واقعی؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں، اُسے زبردستی میری بہن بنا دیا گیا ہے۔ ڈیڈی اس کوٹھی کو عجائب گھر بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ ایک روز وہ اُسے اپنے ساتھ لے آئے تھے کہنے لگے کہ اسے ان کی بیٹی سمجھا جائے۔ کافی دن تک امی کو بھی پریشان کیا گیا اس سلسلے میں اور انھیں مجبور کیا گیا کہ وہ اُسے اپنی بیٹی ظاہر کریں۔ ہم سب پر بھی وہ کالی بلا مسلط کر دی گئی۔ اور اب ڈیڈی اس کی ناز برداریاں کرتے ہیں، اور وہ اتنی مغرور ہے کہ اس کا دماغ ہی ٹھکانے نہیں رہتا۔" تنویر کا لہجہ کافی خراب تھا اور میرا سر چکرا گیا۔ یہ انکشاف بھی میرے لیے انوکھا تھا۔

واقعی یہ کوٹھی بیحد پُر اسرار تھی۔ بہت سی چیزیں ایسی یہاں تھیں جن کی حقیقت کسی کو نہیں معلوم تھی۔ بوڑھا بابا... اور پھر ندرت، اس کی شکل و صورت واقعی سب سے مختلف تھی لیکن یہ ایسی ان ہونی بات نہیں تھی۔ کبھی کبھی ایسے اختلاف نظر آ جاتے ہیں لیکن تنویر کا انکشاف واقعی انوکھا تھا۔

اس کا مطلب ہے کہ حسن صاحب کافی گہرے انسان ہیں اور ان کے سینے میں بہت کچھ پوشیدہ ہے۔ ممکن ہے ندرت ان کی کوئی بھول ہو۔ ان کے کسی نازک دَور کی یادگار۔

"کس سوچ میں ڈوب گئے آپ؟" تنویر کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ اور میں سنبھل کر بولا۔ "نہیں کوئی خاص بات نہیں!"

"ایک درخواست ہے آپ سے!"

"جی حضور... فرمائیے!"

"پلیز آپ کسی سے میری اس بات کا تذکرہ نہ کریں، خواہ مخواہ میرے لیے پریشانیاں پیدا ہو جائیں گی۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"آپ مطمئن رہیں!" میں نے جواب دیا۔ ٹیلی ویژن پر طیارے کی آمد کا اعلان ہوا اور ہم دونوں وہاں سے اُٹھ گئے۔ پھر ایئرپورٹ لاؤنج کی طرف بڑھتے ہوئے تنویر نے کہا: "آیئے آپ بھی آ جایئے! میں جولیا سے آپ کا تعارف کراؤں گی۔" یہ الفاظ تنویر کی ذہنی کیفیات کے آئینہ دار تھے۔ میرے لیے اس کے ذہن میں ایک دوست کی جگہ پیدا ہو گئی تھی۔

جولیا واقعی خوب صورت ہونے کے ساتھ ساتھ خوش اخلاق بھی تھی۔ اُس نے بڑے پرتپاک انداز میں ہیں... آسا... لاما ایکم کہا تھا۔ پھر اُس نے تنویر کے بعد مجھ سے بھی مصافحہ کیا۔ تنویر نے مختصر الفاظ میں اُس سے میرا تعارف کرایا۔ جولیا نے مجھ سے مل کر مسرت کا اظہار کیا تھا۔ پھر میں اُن لوگوں کو لے کر کوٹھی پہنچ گیا۔ محسن کی معلومات بالکل درست تھیں۔ کوٹھی میں حسن صاحب موجود نہیں تھے، پورچ میں ملازموں نے جولیا کا سامان وغیرہ اُتارا۔ ندرت اور بیگم صاحبہ اُس کے استقبال کے لیے موجود تھیں۔ وہ آگے بڑھیں اور انھوں نے جولیا سے پُرجوش مصافحے کیے۔ اس کے بعد وہ جولیا کو لے کر اندر چلی گئیں۔

تنویر یہاں آ کر جیسے مجھے بھول گئی تھی، اُس نے پلٹ کر بھی مجھے نہ دیکھا، بہرطور میں نے گاڑی صدر گیٹ سے ہٹا کر پورچ میں اُسی جگہ کھڑی کر دی، جہاں وہ کھڑی ہوتی تھی، اور اس کے بعد میں ٹہلتا ہوا اپنی رہائش گاہ میں آ گیا۔

محسن ابھی واپس نہیں آیا تھا، کریم بابا میرا انتظار کر رہے تھے، مجھے دیکھ کر وہ ہمیشہ خوش ہو جاتے تھے، بچوں کی ہی طرح چاہنے لگے تھے مجھے، میری ایک ایک چیز کا خیال رکھتے تھے۔ میں نے مسکراتے ہوئے اُن سے ان کی خیریت پوچھی۔ اور پھر وہ میرے لیے چائے بنا کر لے آئے، دل تو نہیں چاہ رہا تھا اس وقت چائے پینے کے لیے، لیکن کریم بابا چونکہ معمول کے مطابق لے آئے تھے اس لیے میں پینے لگا۔

چائے پینے کے بعد میں مسہری پر دراز ہو گیا۔ کریم بابا چائے کے برتن رکھنے کے لیے کچن کی طرف چلے گئے تھے، جب وہ واپس آئے تو میں نے انھیں اپنے پاس ہی بٹھا لیا۔ وہ مجھ سے باتیں کرتے رہے، نجانے میرے ذہن میں کیا خیال آیا کہ میں نے کریم بابا سے کہا: "بابا ایک بات بتایئے!"

"جی غزالی میاں پوچھیے!"

"یہ ندرت کی شکل اپنے گھر والوں سے اتنی مختلف کیوں ہے؟"

کریم بابا ایک لمحے کے لیے خاموش ہو کر میری شکل دیکھتے رہے، پھر بے اختیار مسکرا دیے: "بیٹے اب مجھے کیا معلوم، ایلان کا ذاتی معاملہ ہے۔ غزالی میاں تمھارے اندر یہ بچوں کا سا تجسس بہت زیادہ ہے کسی کی شکل کسی سے مختلف ہو تمھیں اُس سے کیا، میں نے تمھیں مشورہ دیا تھا کہ مالکوں کے حالات کی کھوج نہیں کرنی چاہیے۔ اس پر عمل کیجیے۔" کریم بابا یہ کہہ کر باہر چلے گئے۔

درست ہی کہا تھا انھوں نے واقعی مجھے ان لوگوں کی کھوج میں پڑنے کی کیا ضرورت تھی، میری اپنی منزل تو مختلف تھی۔ زیادہ عرصہ نہیں باقی رہا تھا کہ مجھے اپنے مشن کی تکمیل کے لیے نئے راستے تلاش کرنے تھے، یہاں اس کوٹھی میں، رہنے والوں کے بارے میں خواہ مخواہ تجسس کا شکار ہو کر اپنی انرجی کیوں ضائع کی جائے۔ میں نے ذہن کو جھٹک دیا، ندرت کہیں سے بھی آئی ہو، بوڑھے بابا کا کوئی بھی مسئلہ ہو، مجھے واقعی اس سے غرض نہیں رکھنی چاہیے، اب تک میں نے جو کچھ کیا تھا، وہ ناجائز تھا، محسن کا سلوک میرے ساتھ اتنا اچھا تھا۔ خود حسن صاحب نے آج تک مجھے کسی شکایت کا موقع نہیں دیا تھا، رہنے کو بہترین جگہ تھی۔ بہترین تنخواہ تھی، خواہ مخواہ کی الجھنوں میں پھنس کر ان لوگوں کو بھی خود سے بددل کروں گا، چنانچہ مجھے خود کو سنبھال لینا چاہیے، میں نے دل میں فیصلہ کیا کہ اب ان معاملات کی کھوج میں نہیں رہوں گا، ممکن ہے ندرت، حسن صاحب کی کوئی کمزوری ہو، اور بوڑھا بابا بھی ایسی ہی کوئی حیثیت رکھتا ہو۔ اگر دادر کو پتا چل گیا کہ میں نے اُس کی غیر موجودگی میں اس طرح اسے بیوقوف بنا کر اس عمارت میں داخل ہونے کی کوشش کی ہے تو وہ حسن صاحب سے ضرور شکایت کرے گا، اور حسن صاحب نے جب تمام لوگوں پر یہ پابندی عاید کر دی ہے کہ وہ بوڑھے بابا کی کھوج میں نہ رہیں تو پھر کیا وہ یہ پسند کریں گے کہ کوئی اجنبی ان کے گھر میں رہ کر ان کے بارے میں چھان بین کرتا ہے۔

واقعی حماقتیں ہوتی رہی تھیں آج تک، میں نے سوچا کہ آئندہ ان حماقتوں کا اعادہ نہیں کروں گا، لیکن انسانی فطرت کو کیا کیا جائے، سوچا کچھ ہے ہوتا کچھ ہے، تجسس انسان کی فطرت میں کچھ اس طرح رچا بسا ہے کہ اُس سے گلوخلاصی، ناممکن ہی محسوس ہوتی ہے۔

دوسری صبح میں حسب معمول اپنی ڈیوٹی پر چلا گیا، شام کو واپس آیا۔ محسن اس وقت بھی یہاں موجود نہیں تھا، پتا نہیں کس کام سے گیا ہوا تھا، لیکن تھوڑی دیر کے بعد ایک ملازمہ میرے پاس پہنچ گئی: "تنویر بی بی نے آپ کو بلایا ہے۔" اُس نے کہا اور میں چونک پڑا۔

"اوہ اچھا، ابھی آتا ہوں!" میں نے کہا، اور لباس تبدیل کر کے کوٹھی کی طرف چل پڑا، دو قدم ہی چلا تھا کہ بائیں سمت کے لان سے تنویر کی آواز سنائی دی: "غزالی صاحب، اِدھر آ جایئے، ہم لوگ یہاں موجود ہیں۔" میں نے چونک کر اس طرف دیکھا۔ جولیا اور تنویر بیٹھی ہوئی تھیں۔ تنویر کے دونوں بھائی بھی موجود تھے۔ بس یہی چار افراد یہاں تھے، جس میز کے گرد وہ بی٠ھی ہوئی تھیں، وہاں چند کرسیاں پڑی تھیں، میں نزدیک پہنچا تو تنویر نے کرسی کی طرف اشارہ کر دیا: "شام کی چائے آپ ہمارے ساتھ پیجیے۔"

"جی بہتر!" میں نے جواب دیا اور کرسی پر بیٹھ گیا، پھر میں نے جولیا کی طرف رُخ کر کے کہا: "فرمایئے مس جولیا آپ کا دن کیسا گزرا؟"

"بہت ہی دلچسپ، بڑا ہی انوکھا، مشرق کی حسین داستانیں میرے لیے بڑی دلچسپی کا باعث تھیں، میں بہت دنوں سے پپا سے کہہ رہی تھی کہ مجھے تنویر کے پاس بھجوا دیں، لیکن وہ اپنی مصروفیات میں اس قدر گم رہتے ہیں کہ میرے لیے وقت ہی نہ نکال سکے۔ آخر میں نے بھوک ہڑتال شروع کر دی، اور جب میں نے پورے بارہ گھنٹے بھوکے رہ کر گزارے تو پاپا بدحواس ہو گئے اور انھوں نے فوراً ہی میری روانگی کے لیے انتظامات کر دیے!" جولیا نے معصومیت سے کہا۔

"خوب اس طرح آپ مشرق آئیں؟"

"ہاں آ تو گئی ہوں، لیکن اب یہ ذمہ داری آپ لوگوں پر عائد ہوتی ہے کہ آپ مجھے یہاں کی وہ تمام دلچسپ چیزیں دکھائیں۔ جن کی کہانیاں کتابوں میں چھپی ہوئی ہیں۔"

"پہلے میں آپ سے وہ کہانیاں سنوں گا اس کے بعد اس سلسلے میں فیصلہ کیا جائے گا کہ آپ کو کس قسم کی چیزیں دکھائی جانی چاہییں!"

"سچ غزالی صاحب میں تو آج پپا سے یہ درخواست کرنے والی ہوں کہ وہ تھوڑے عرصے کے لیے آپ کو ہمیں اُدھار دے دیں۔ محسن بھیا تو بے کار آدمی ہیں انھیں اپنے ہی معاملات سے فرصت نہیں رہتی۔ وہ سب سے الگ تھلگ رہ کر اپنی منگیتر کے ساتھ وقت گزارنا چاہتے ہیں۔ پتا نہیں ہم انھیں کھا جائیں گے یا اُن کی منگیتر کو۔ رہی آپ کی اور ہما کی بات، تو چلیے ہمارا وعدہ ہم اُسے بھی اپنی کمپنی میں شریک کر لیں گے۔"

"ارے ارے بھئی ذرا ہمیں بھی تو پتا چلے کہ یہ ہما کس چڑیا کا نام ہے۔" محسن کے بھائی احسن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اے اے، یہ بچوں کے سننے کی باتیں نہیں ہیں، ایسے موقعوں پر تم کان بند کر لیا کرو۔"

"باجی، کبھی تو ہمیں بھی خود کو بڑا محسوس کرنے دیا کریں!"

"جس دن تم بڑے ہو جاؤ گے، فضول حرکتیں کرنے لگو گے، خبردار جو ہما کے سلسلے میں کچھ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی، ہم کیوں بتائیں تمھیں ہما اور غزالی صاحب، میرا مطلب ہے غزالی صاحب اور ہمارے توبہ توبہ کچھ نہیں۔" تنویر خاصی شوخیوں پر اُتری ہوئی تھی، ملازموں نے چائے لگا دی، میں ذرا جزبز ہو رہا تھا کہ اس محفل میں میری موجودگی کو ناپسندیدہ نگاہ سے نہ دیکھا جائے۔

بیگم صاحبہ کوٹھی کے صدر گیٹ سے باہر آئیں تو میری نگاہیں دور ہی سے اُن کے چہرے کا جائزہ لینے لگیں۔ لیکن مجھے دیکھ کر اُن کے خدوخال میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی بلکہ کرسی پر بیٹھنے کے بعد انھوں نے مسکراتے ہوئے کہا: "یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ غزالی میاں بھی جولیا کے ساتھ بلجیم سے واپس آ گئے، مگر یہ بلجیم گئے کب تھے؟"

تنویر ہنسنے لگی: "بڑی مشکل سے انھیں بلایا ہے ممی، اس یقین دہانی کے ساتھ کہ غزالی واپس آ جاؤ تمھیں کچھ نہیں کہا جائے گا۔"

"ان کا خوف دُور ہو گیا تو ان سے کہو کہ انسان انسانوں ہی میں خوش رہتا ہے، ویرانوں سے نکل کر انسانوں کی دنیا میں آئیں۔"

"ممی! میرا بھی یہی خیال ہے غزالی صاحب نے خود پر نوکری مسلط کر لی ہے۔ اب کیا ہم لوگ شکل سے اتنے ہی بداخلاق نظر آتے ہیں کہ یہ ہمارے درمیان بیٹھنا بھی پسند نہ کریں، ٹھیک ہے ان کے سر پر ہما کا سایہ ہے لیکن ہم بھی تو ایسے گئے گزرے نہیں ہیں!" تنویر نے شوخی سے کہا اور میں بوکھلا گیا۔

"یہ ہما کے سائے والی بات کیا ہے؟"

"سُنا ہے ممی کہ یہ چڑیا جس کے سر پر بیٹھ جاتی ہے اُس پر خوش بختیوں کے دروازے کھل جاتے ہیں۔" تنویر نے کہا۔

ممی ظاہر ہے اس سلسلے میں کچھ نہ سمجھی ہوں گی تب انھوں نے کہا: "ہم سب تمھیں اپنے درمیان خوش آمدید کہیں گے۔"

"میں شکرگزار ہوں!" میں نے کہا۔ جولیا اس گفتگو کو نہیں سمجھ پا رہی تھی، اُس نے ہنستے ہوئے کہا: "دیکھیے یہ ہرگز نہیں چلے گی آپ لوگ میرے سامنے صرف انگلش بولیں، تاکہ میں بھی آپ کی باتوں کو سمجھ سکوں۔"

"اوہ! واقعی، جولیا آئندہ خیال رکھا جائے گا۔" تنویر نے کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد حسن صاحب اور محسن بھی ساتھ آ گئے تھے۔ محسن نے معنی خیز انداز میں گردن ہلائی تھی۔ حسن صاحب نے میری وہاں موجودگی پر کسی تاثر کا اظہار نہیں کیا اور اپنے لیے چائے طلب کر لی۔ پھر وہ چونک کر بولے: "ارے! ندرت کہاں ہے؟"

"لباس تبدیل کر رہی تھی۔ میں دیکھتی ہوں!" بیگم صاحبہ نے کہا اور فوراً اپنی جگہ سے اُٹھ گئیں۔ میں نے چور نگاہوں سے تنویر کے چہرے کا جائزہ لیا لیکن اس کا چہرہ سپاٹ تھا۔ وہ جولیا سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

باتیں کرنے لگی۔ حسن صاحب مجھ سے بولے۔ "بھئی غزالی میاں! سُنا ہے تم نے ایک کارنامہ کر دکھایا ہے۔ گیٹ اینڈ کو کے منیجر نے میرا شکریہ ادا کیا تھا۔ سُنا ہے تم نے صرف ایک ہفتے میں اس کے بہت بڑے آرڈر کی سپلائی دے دی جو ایک طرح سے ناممکن تھی۔"

"جی ہاں سب نے میرے ساتھ تعاون کیا تھا!"

"کارنامہ ہے تمھارا۔ گیٹ اینڈ کو والے تو ہمارے بندۂ بے دام ہو گئے ہیں اگر انھیں یہ بکس نہ سپلائی ہوتے تو مشرقِ وسطیٰ کا ایک بہت بڑا کام اُن کے ہاتھ سے نکل جاتا۔ انھوں نے تفصیلات مانگی ہیں کہ ہم انھیں کتنی سپلائی دے سکتے ہیں!"

"میں جی ایم سے بات کروں گا۔ میرا خیال ہے خود گیٹ اینڈ کو اپنی ضرورت بتائے!"

"نئی جگہ تلاش کرنی پڑے گی۔ بہت بڑا کام ہے ان کا۔"

"کیا حرج ہے۔ ہم کام بڑھالیں گے!"

"محسن میاں! تم نے بڑی نایاب شخصیت دی ہے مجھے۔ ڈر یہ ہے کہ جب یہ اپنی نئی زندگی کی تلاش میں نکلیں گے تو میرا کیا ہوگا۔ میں تو خود غرض ہوتا جا رہا ہوں!"

"آپ مطمئن رہیں انکل! میں آپ کو منجدھار میں نہیں چھوڑوں گا۔" میں نے کہا۔

"لیکن ہم بھی تمھارا مستقبل تباہ نہیں ہونے دیں گے یہ ہمارا وعدہ ہے۔" سلسلۂ گفتگو بیگم صاحبہ اور ندرت کی آمد پر ختم ہو گیا۔ آج میں نے ایک خاص نگاہ سے ندرت کو دیکھا اور کچھ نئی باتیں نوٹ کیں، ندرت کے خدوخال میں بھدا پن نہیں تھا، بلکہ اُس کے چہرے کی بناوٹ مقامی نہیں تھی۔ وہ بغور دیکھنے سے ایشیائی نہیں لگتی تھی۔ یہ ایک اور حیرت انگیز انکشاف تھا میرے لیے۔ میں محتاط نگاہوں سے اُس کا جائزہ لیتا رہا۔ ندرت بہت کم گو تھی۔ جولیا سے اُس نے دو چار باتیں کی تھیں، بہترین انگلش، بہت صاف لہجے میں بولتی تھی۔ پھر جب حسن صاحب وہاں سے اُٹھے تو میں بھی اُٹھ گیا۔

دوسرے دن ناشتے سے پہلے تنویر، جولیا کے ساتھ میری انیکسی میں آگئی۔ میں اُن دونوں کو دیکھ کر بھونچکا رہ گیا تھا۔ بہرحال میں نے خود کو سنبھال کر انھیں خوش آمدید کہا۔

"صورتحال یہ ہے کہ اگر ہم لوگ دیر کر دیتے تو آپ ہم سے ملے بغیر آفس چلے جاتے۔ اور آج میں نے اپنے دوستوں کو جولیا کے ساتھ کھانے پر بلایا ہے چنانچہ درخواست ہے کہ چار بجے واپس تشریف لے آیئے گا۔ کچھ انتظامات بھی کرنے ہیں۔"

"حاضر ہو جاؤں گا!"

"چھٹی کے دن کے سارے پروگرام کینسل کر دیجیے کیونکہ وہ ہم نے بک کر لیے ہیں۔"

"اس حکم کی بھی تعمیل ہوگی!"

"ناشتے پر آ رہے ہیں آپ تو چائے وغیرہ کے لیے پوچھیں گے نہیں!"

"چائے تیار ہے۔ جرأت کر لوں؟"

"منگوایئے!" تنویر بولی اور میں خود کچن کی طرف بڑھ گیا۔ کریم بابا کو ہدایت دے کر واپس آیا تو وہ دونوں میرے بارے میں گفتگو کر رہی تھیں۔ جولیا نے بڑی گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا تو اس کے خوب صورت ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ مجھ سے نگاہ ملانے سے بھی اس کی نظریں نہیں جھکی تھیں۔

"کیا دیکھ رہی ہیں مس جولیا؟"

"مشرق؟"

"میرے چہرے پر!"

"ہاں!"

"معاف کیجیے مشرق اتنا مختصر نہیں ہے!"

"اتنا خوب صورت ضرور ہوگا!" جولیا نے بے باکی سے کہا اور میں تنویر کی طرف دیکھنے لگا۔

"پورا پورا یقین ہے کہ آپ نے مس جولیا سے کوئی شرارت کی ہے!"

"خدا کی قسم میں نے آپ کے حسن کے بارے میں اُس سے کچھ نہیں کہا۔" تنویر نے انگلش میں کہا۔

"حسن کی مختلف اقسام ہیں مسٹر گانزالی۔"

"خدا خوش رکھے آپ کو!" میں نے اپنے نام کی مٹی پلید ہوتے سن کر ٹھنڈی سانس لی اور تنویر ہنس پڑی۔ "پُراسرار مشرق کے لوگ بھی میرے لیے ہوتے ہی پُرکشش ہیں۔ تنویر نے مجھے آپ کی کہانی سُنائی ہے۔ آپ کی شخصیت میرے لیے بہت پُرکشش ہے۔"

"چائے!" کریم بابا اندر داخل ہو گئے اور میں انھیں چائے پیش کرنے لگا۔ چائے کا یہ دور مختصر تھا۔ میں نے اردو میں تنویر سے درخواست کی تھی کہ میرا ریکارڈ خراب نہ ہونے دے اس لیے وہ گفتگو درمیان ہی میں رہ گئی تھی۔ تنویر نے چائے پینے کے بعد اجازت لی اور شام کے بارے میں ہدایت کر کے چلی گئی۔ میں لباس تبدیل کر کے دفتر کے لیے چل پڑا تھا۔

شام کو میں ساڑھے تین بجے دفتر سے نکل آیا اور مقررہ وقت پر کوٹھی پہنچ گیا۔ لان پر انتظامات کیے جا رہے تھے۔ تنویر اتنے دنوں تک خواہ مخواہ شکوک و شبہات کا شکار رہی تھی۔ اپنی صورت کے برعکس تھی، مجھے انتظامات کے بارے میں بتانے لگی۔

"میرے لیے تو آپ نے کچھ کام نہیں چھوڑا تنویر صاحبہ!"

"چھوڑا ہے۔ آپ مس ہما طاہر علی کا استقبال کریں گے!" اُس نے کہا اور ہنس پڑی۔ میں نے بھی اُس کا ساتھ دیا تھا۔ لان پر ندرت بھی موجود تھی، محسن کے سب سے چھوٹے بھائی ناصر سے باتیں کر رہی تھی۔ میں دور دور سے اُسے دیکھتا رہا۔ ابھی تک اس لڑکی سے میری براہِ راست بات چیت نہیں ہوئی تھی۔ میں خود بھی محتاط تھا۔ تنویر کے خیالات اُس کے بارے میں جان چکا تھا، اس لیے اگر میں اُس کی طرف متوجہ ہونے کی کوشش کرتا تو تنویر یقیناً مجھ سے برگشتہ ہو جاتی۔ اس لیے میں محتاط رہا۔

شام ہوگئی اور مہمان آنے لگے۔ سب موجود تھے۔ میں نے بھی ایک خوب صورت سوٹ پہن لیا تھا اور تنویر نے بے لاگ میرے بارے میں رائے دی کہ آج کی محفل میں مجھ سے زیادہ خوب صورت کوئی نہ ہوگا۔ جولیا یہاں موجود نہیں تھی۔ پھر وہ بھی آگئی۔ مغربی لباس میں تھی اور بالکل گڑیا نظر آ رہی تھی۔ وہ ہمارے پاس آ کھڑی ہوئی۔ مجھے دیکھ کر اُس نے عجیب سی شکل بنائی اور میرے نزدیک آگئی۔

"خدا کی قسم! تم مشرق کے شہزادے لگ رہے ہو۔ اس لباس میں تم اتنے خوب صورت نظر آؤ گے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔"

"ارے باپ رے! گڑبڑ ہو گئی۔" تنویر نے میرے کان میں سرگوشی کی۔

"کیوں، کیا بات ہے؟"

"میں اس جولیا کو ہما کے بارے میں بتانا بھول گئی۔ اس کے تیور کافی خراب نظر آ رہے ہیں۔"

"مس تنویر! شرارت نہیں پلیز!" میں نے لجاجت سے کہا۔ اور وہ مسکراتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ مہمانوں کے اتنی تعداد میں آنے کی توقع نہیں تھی۔ آہستہ آہستہ پورا لان بھر گیا تھا۔ پارکنگ پر بھی تل دھرنے کی جگہ نہیں رہی تھی۔ ہما بھی آئی تھی اور بُری طرح میرے پیچھے پڑی ہوئی تھی۔ محسن ہنس رہا تھا، فریحہ بھی مسکرا رہی تھی میری بوکھلاہٹ پہ۔

اتفاقیہ طور پر ہی اس وقت میری نگاہ گیٹ کی طرف اُٹھ گئی تھی۔ داور کی موریس باہر جا رہی تھی۔ میرا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ آج پھر موقع ہے کیوں نہ میں بوڑھے بابا کو دیکھنے کی کوشش کروں۔ یہ خیال ذہن میں پختہ ہو گیا اور میں نہایت احتیاط سے کاروں کی طرف بڑھ گیا۔ اور اُن کی آڑ لیتا ہوا عمارت کی طرف چل پڑا۔ اگر تقدیر ساتھ دے جائے تو آج پوری عمارت دیکھنے کا موقع مل جائے گا۔

میری کوشش کامیاب رہی اور میں عمارت میں داخل ہو گیا۔ داخلی دروازہ کھلا ہوا تھا۔ یہ بھی حیرت کی بات تھی۔ داور ایسی غلطی کبھی نہیں کرتا تھا۔ میں بے آواز اندر داخل ہو گیا۔ اور پھر میں نے پہلا کمرہ دیکھا۔ خوب آراستہ تھا۔ یہ داور کا کمرہ تھا۔ دوسرے سامان کے ساتھ، چمڑے کے دو ہنٹر بھی نظر آئے، جنھیں دیکھ کر میرے جبڑے بھینچ گئے۔ تو نوبت یہاں تک ہے۔ میں نے داور کے سامان کی تلاشی لی، لیکن کوئی خاص چیز نہیں مل سکی تھی۔ پھر وہاں سے نکل کر دوسرے کمرے میں آیا۔ دو الماریاں رکھی ہوئی تھیں ایک میز بھی تھی جس کی درازیں غائب تھیں۔ لیکن اس میز پر بھی کچھ نہیں تھا۔ تیسرے کمرے کے دروازے پر آتے ہی مجھے احساس ہو گیا کہ اندر کوئی موجود ہے۔ لیکن یہ وہ کمرہ نہیں تھا جسے میں ایک بار دن میں دیکھ چکا تھا اور جس کا دروازہ صحن میں کھلتا تھا۔

میں نے احتیاط سے دروازے میں جھری کی۔ اندر تیز روشنی تھی، اور کمرے سے سسکیوں کی آواز اُبھر رہی تھی۔ نسوانی آواز تھی۔ میں ششدر رہ گیا۔ یہ کون ہے؟ جھری کچھ اور کشادہ کی اور اندر کا منظر دیکھ کر ذہن کو ایک شدید جھٹکا لگا۔ آنکھیں جو کچھ دیکھ رہی تھیں عقل اُسے جھٹلا رہی تھی۔ بوڑھے بابا کا سر ایک لڑکی کی آغوش میں تھا۔ وہ بڑے پیار سے اُس کے اُلجھے ہوئے بالوں میں انگلیوں سے کنگھی کر رہی تھی۔ اور اُس کی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے ٹپک رہے تھے یہ ندرت تھی۔

حیرت کا یہ جھٹکا اتنا شدید تھا کہ میں ایک لمحے کے لیے ساکت ہو گیا۔ اگر میں خود کو ندرت سے چھپانا چاہتا تو زیادہ دقت نہ ہوتی لیکن یہ خیال ذہن میں نہیں آیا۔ اسی وقت ندرت نے مجھے دیکھ لیا۔ مجھ پہ نگاہ پڑتے ہی یوں محسوس ہوا جیسے اُسے شدید جھٹکا لگا ہوا۔ وہ بجلی کی تیزی سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کی حسین آنکھوں میں بے پناہ خوف نظر آ رہا تھا۔ منہ کھلا رہ گیا تھا۔ بدن کانپ رہا تھا مٹھیاں بھنچ گئی تھیں۔

میں نے سنبھل کر اس کا جائزہ لیا۔ لیکن زبان سے میں ایک لفظ بھی نہیں ادا کر سکا۔ ندرت چند لمحات اسی کیفیت میں رہی پھر اس نے پلٹ کر بوڑھے بابا کی طرف دیکھا اور پھر وہ تیزی سے ایک طرف بڑھ گئی۔ میں اُسے دیکھتا رہ گیا۔ جس راستے پر ندرت گئی تھی وہ باہر کی طرف نہیں جاتا تھا۔ میں اس کی واپسی کا انتظار کرتا رہا۔ بوڑھا بابا مجھ سے لاپرواہ پالتی مار کر بیٹھ گیا اور زمین پر لکیریں بنانے لگا۔ جب ندرت دیر تک واپس نہ آئی تو میں حیران ہو کر اسی طرف چل پڑا جدھر وہ گئی تھی۔ لیکن کمرے خالی تھے۔ اس کا کوئی پتہ نہیں تھا۔ میں حیرانی سے ایک ایک کمرے میں گھس گھس کر دیکھتا رہا لیکن وہ کہیں نہیں تھی۔ اس سے زیادہ تعجب خیز اور کوئی بات نہیں ہو سکتی تھی۔ پھر میں واپس بوڑھے بابا کے پاس آگیا وہ بدستور اپنے شغل میں مصروف تھا۔ ان آڑی ترچھی لکیروں میں کوئی ربط نہیں تھا۔

"کیا ہے تمھارے ذہن میں کیسے بتاؤ گے۔" میں نے آہستہ سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہا۔ یہ سارا معاملہ اس قدر پُراسرار تھا کہ تجسس خود جاگ اُٹھتا تھا لیکن اس معمے کا کوئی حل نہیں تھا۔ ندرت کی پُراسرار گمشدگی ایک الگ معمہ تھی۔ وہ آخر کہاں غائب ہو گئی۔ کوئی اور ترکیب ذہن میں نہیں آتی تھی۔ بہرحال ایسے معمے آسانی سے حل نہیں ہوتے، صبر کرنا ہوگا، انتظار کرنا ہوگا۔ میں نے واپس کے راستے پر قدم بڑھا دیے اور کسی دقت کے بغیر باہر نکل آیا، گھوم کر باہر پہنچا تو وادر کی کار نظر آگئی تھی۔ لیکن اس کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ غنیمت ہوا کہ وہ اندر نہیں تھا۔

میں اینکسی میں آکر بستر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ دل کہہ رہا تھا کہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو رہے ہو۔ کوئی عذاب نہ گلے پڑ جائے۔ ان لوگوں نے پناہ دی ہے۔ در در بھٹکنے سے بچا لیا ہے۔ وہ داستانیں جھوٹی کر دکھائی ہیں جو مجھ جیسے لاوارث لوگوں سے منسوب ہوتی ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ وقت گذارو، زندگی کے لیے کوئی بہتر منصوبہ بندی کرو، وہ چیلنج پورا کر دکھاؤ، جوان دولت کے لالچی لوگوں کو دیا ہے، لیکن فطرت کے تقاضے کچھ اور ہی تھے۔ بوڑھا بابا ہی کیا کم پُراسرار تھا کہ یہ ندرت بھی۔ ندرت کے بارے میں تنویر نے جو کچھ بتایا تھا اُسے سُن کر تعجب ضرور ہوا تھا لیکن یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ اس کا بوڑھے بابا سے کوئی تعلق ہوگا، کافی دیر اسی طرح گذر گئی۔ باہر ہنگامے جاری تھے۔ اینکسی کی کھلی کھڑکی سے باہر کے مناظر دیکھے جا سکتے تھے۔ خوش گپیاں، قہقہے شکر ہے میری طرف کسی نے توجہ نہیں کی۔ یہ سوچ کر باہر نکل آیا کہ کہیں کوئی میری تلاش میں یہاں نہ پہنچ جائے۔ کھانے کا وقت ہو گیا تھا۔ لان پر ہی ایک طرف انتظام تھا۔ اسی طرف بڑھ گیا تاکہ انتظامات کا جائزہ لوں۔ ابھی چند لمحے ہی گذرے تھے کہ عقب سے آواز اُبھری۔

"لیجیے پکڑے گئے۔ ایسے ہی اس طرف آجاؤ جولی"۔ آواز تنویر کی تھی پھر وہ میرے پاس آگئی۔ "گھر پر ملازمین کافی تعداد میں موجود ہیں جناب۔ یہ آپ یہاں کیوں تشریف لے آئے۔ کب سے تلاش کیا جا رہا ہے آپ کو ایک ایک سے پوچھ چکی ہوں"۔

"میری خواہش ہے تنویر کہ آپ کے مہمانوں کو . . . . "

"ہیلو غزالی، کہاں ہو بھئی۔ کمال ہے آدمی ملازمت ضرور کرے لیکن ذہنی طور پر ملازم پیشہ نہ ہو جائے"۔ ہما طاہر علی نے میرے قریب پہنچ کر کہا۔

"سوری ہما"۔

"مجھے گھورنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہما، پوچھیوان سے ایسے کاموں کے بیے تھوڑی کہا تھا میں نے" تنویر جلدی سے بولی۔

"کچھ نہیں بھئی۔ بات کا بتنگڑ کیوں بنایا جا رہا ہے۔ کتنی دیر ہوئی تمہیں آئے ہوئے"۔

ہما نے آگے بڑھ کر میری ٹائی کی ناٹ درست کی اور منہ پھلا کر بولی "بہت دیر ہو گئی"۔ میری نگاہ بے اختیار جولیا اور تنویر کی طرف اُٹھ گئی۔ جولیا نے ہما کی اس بے تکلفی کو گہری نگاہ سے دیکھا ملازموں نے کھانا لگانا شروع کر دیا اور مجھے اُن کی طرف متوجہ ہونا پڑا، محسن، فریحہ کے آگے پیچھے پھر رہا تھا۔ پھر ہما غول میزوں کی طرف بڑھنے لگا۔ ڈاکٹر طاہر علی بھی تھے لیکن ہما کو پرواہ نہیں تھی، وہ اطمینان سے میرے پیچھے لگی ہوئی تھی۔ ہم لوگ بھی کھانے میں شریک ہو گئے کئی اور لڑکیاں بھی آگئی تھیں، جو پاس ہی بیٹھی تھیں۔ محسن اور فریحہ بھی تھے۔ دلچسپ فقرے بازی ہوتی رہی۔ جس میں تھوڑا بہت حصہ میں نے بھی لیا لیکن میں محتاط

اس دوران ایک بار بھی ندرت کی شکل نہیں نظر آئی تھی جس کا تنویر نے اس کا تذکرہ کیا تھا۔ پتہ نہیں تنویر کو اس سے چڑ کیوں تھی، اس کی کوئی وجہ بظاہر سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ وقت گذرتا رہا۔ کھانے کے بعد بے تکلف مہمان رُکے رہے باقی چلے گئے، ڈاکٹر طاہر حسن صاحب سے باتیں کر رہے تھے۔ ہما نے مجھے تنہائی میں لیا اور کہنے لگی۔ "یہاں کی فضا میں خوش ہو غزالی؟"

"کیوں کیا محسوس کیا تم نے ۔ ؟"

"تمہاری شخصیت کچھ دبی دبی سی ہے"۔

"احساس ہے تمہارا ورنہ ایسی تو کوئی بات نہیں"۔

"میں اس لیے مطمئن ہوں کہ محسن تمہارا دوست ہے اور اچھا انسان ہے۔ ورنہ ایک لمحے تمہیں یہاں رہنے نہ دیتی"۔

"نہیں ہما۔ مجھے واقعی یہاں کوئی تکلیف نہیں ہے"۔

"ایک بات بتاؤ گے"۔

"ضرور پوچھو!"

"تنویر کا سلوک تمہارے ساتھ کیسا ہے ۔ ؟"

"ہما میں حسن صاحب کا ملازم ہوں، محسن کا دوست ہوں اس حیثیت سے میرا خیال رکھا جاتا ہے۔ تم نے اگر کوئی ایسی بات محسوس کی ہے تو یہ بس تمہاری محبت ہے" ورنہ"۔

"میری محبت کا احساس ہے تمہیں"۔ ہما نے کہا اور میں گڑبڑا گیا لیکن پھر میں نے جلدی سے کہا۔

"کیوں نہیں"۔ یہ جملے وقت کی ضرورت تھے۔ ڈاکٹر طاہر علی کے قریب ہونے کا جو فیصلہ میں نے کیا تھا اس کے تحت ہما کو برداشت کرنا ضروری تھا ورنہ ایسا جواب ملتا کہ دل خوش ہو جاتا اس کا۔

"تو پھر اتنی احتیاط کیوں برتتے ہو۔ میں تو سوچ رہی تھی کہ تم بے چینی سے میرا انتظار کر رہے ہو گے لیکن تم اتنی دیر کے بعد نظر آئے جانتے ہو میرے دل میں کیا وسوسے سر ابھارنے لگے تھے؟"

"میں نہیں جانتا"۔

"میں سوچ رہی تھی کہ کہیں تنویر تمہیں تنویر کی وجہ سے۔ پچ بتاؤ غزالی تنویر تمہاری طرف مائل تو نہیں ہے؟"

"پلیز ہما۔ وہ میرے دوست کی بہن ہے۔ صاف دل اور خوش مزاج، اور پھر حسن و عشق کے کھیل ہر جگہ تو نہیں شروع ہو جاتے مجھے یقین ہے کہ آج کے بعد تم ایسی کوئی بات نہیں کہو گی"۔

"شاید بہت زیادہ سوچنے لگی ہوں تمہارے بارے میں۔ کبھی کا تجربہ ہے مگر میں بے قصور ہوں محبت میں ایسے شبہات دل میں سر اُبھارنے ہی لگتے ہیں"۔

"میں تمہیں ایک ذہین لڑکی سمجھتا ہوں ہما۔ ایسی فضول باتوں کو ذہن میں جگہ نہ دیا کرو۔ تمہارے ڈیڈی۔ میرا مطلب ہے ڈاکٹر طاہر علی کا کلینک کہاں ہے؟"

"دن میں تو اسپتال میں ہوتے ہیں، نیورو سرجری کے ڈپارٹمنٹ کے چیف ہیں۔ شام کو سول روڈ پر پرائیویٹ بیٹھتے ہیں کیوں؟"

"بڑی پُرکشش شخصیت کے مالک ہیں۔ ایسے ہی پوچھ لیا تھا"۔

"پہلے بھی مل چکے ہو تم اُن سے۔ یاد ہے یونیورسٹی کے زمانے میں ایک بار میری سالگرہ پر؟"

"دن ہی کتنے گذرے ہیں۔ مجھے یاد ہے"۔ میں نے جلدی سے کہا۔ ایکبار دوستوں کے ساتھ گیا تھا ہما کے گھر۔ لیکن اس وقت مجھے ڈاکٹر طاہر علی سے کوئی دلچسپی نہیں تھی اس لیے اُن پر توجہ ہی نہیں دی تھی۔

"کسی وقت تفصیل سے ملاقات کروں گا اُن سے"۔

"جب دل چاہے۔ ڈیڈی بہت شاندار آدمی ہیں۔ ایک مثالی باپ جو اپنی اولاد کا دوست ہوتا ہے۔ میں سوچ رہی ہوں تمہارے بارے میں ان سے بات کروں۔ کیا خیال ہے؟"

"میں تمہارے خیال کے خلاف کیسے سوچ سکتا ہوں"۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ہما بھی مسکرانے لگی۔ پونے گیارہ بجے ہما بھی رخصت ہو گئی اب تقریباً سب مہمان جا چکے تھے۔ لیکن اندر کوٹھی میں اب بھی ہنگامے تھے، حسن صاحب کے علاوہ سب ہال میں جمع تھے، ندرت بھی تھی، اُس واقعے کے بعد وہ اس وقت مجھے نظر آئی تھی۔ معمول کے مطابق تھی۔ البتہ اس نے لباس تبدیل کر لیا تھا۔ اس وقت اس کے چہرے پر مجھے کوئی خاص بات نہیں نظر آئی۔ اس کی حسین آنکھیں بدستور سوچ میں کھوئی ہوئی تھیں۔ ویسے بھی وہ دوسروں کی گفتگو میں کم ہی حصہ لیتی تھی۔ میں نے کئی بار اُسے دیکھا لیکن ایک بار بھی وہ میری طرف متوجہ نہیں ہوئی۔

پھر میں نے بھی اجازت مانگی۔ اس کے بعد دوسرے لوگ بھی ایک ایک کر کے اٹھنے لگے۔ اب میرے بھی یہاں رہنے کا جواز نہیں تھا۔ چنانچہ میں بھی اٹھ گیا، محسن میرے ساتھ ہی باہر نکل آیا۔

"تھک گئے ہو گے غزالی ۔ ؟"

"اوہ، نہیں محسن۔ میں نے کیا ہی کیا ہے"۔

"یار تم سے ڈرتا رہتا ہوں۔ دیکھو پارٹنر، تمہیں قریب رکھنے کے لیے یہ سب کچھ کیا ہے سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں اگر تمہیں یہاں کوئی تکلیف ہو۔ تو سب کچھ ہو سکتا ہے تمہارے لیے"۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اب تو تم ڈیڈی کے بھی نور نظر ہو۔ وہ بہت متاثر ہیں تم سے"۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔ ہاں میرے یہاں رہنے سے تمہیں کوئی تکلیف ہو تو ضرور بتا دینا" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بدلے رہے ہو۔ بھلا مجھے کیا تکلیف ہو سکتی ہے البتہ کچھ بور ہو گیا ہوں"۔ محسن نے کہا۔

"خیریت ۔ ؟"

"فریحہ جا رہی ہے۔ کم از کم پندرہ روز کا پروگرام ہے ان لوگوں کا"۔

"اوہ، یہ ضروری ہے محسن یہ لمحاتی جدائی محبت بڑھانے میں بڑی معاون ثابت ہوتی ہے"۔

"دل جلا رہے ہو، جلاؤ بھائی، وقت آپڑا ہے ہم پر، اور ہاں یہ ہما طاہر علی کا کیا معاملہ ہے؟"

"کیا مطلب"۔

"کچھ سنجیدہ محسوس ہونے لگے ہو۔ یقین تو نہیں آرہا لیکن اگر سچ ہے تو پھر مبارکباد دینا فرض ہو جاتا ہے"۔

"غزالی تمہارے لیے اجنبی نہیں ہے محسن۔ خود فیصلہ نہیں کر سکتے۔ باقی رہی سنجیدگی کی بات تو تمہاری مہمان تھی اور تمہارے کام آتی رہتی ہے"۔

"اطمینان ہو گیا۔ یار کہاں تم اور کہاں وہ۔ یوں ہی سب کچھ ذہن میں اُبل رہا تھا۔ آرام کرو"۔ محسن واپس چلا گیا۔ میں مسکراتا ہوا اینکسی کی طرف چل پڑا۔ محسن کافی دلچسپ تھا لیکن مجھے محتاط بھی کر دیا اس نے۔ ہما طاہر علی سے میری دلچسپی محسوس کر لی گئی تھی۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا۔

بغلی لان کی باڑھ سے گذر کر اینکسی کا مختصر راستہ اختیار کیا تھا میں نے، دروازہ کھلا ہوا تھا لیکن ابھی دروازے تک پہنچ بھی نہیں پایا تھا کہ کوئی چیز سنسناتی ہوئی کان کے پاس سے گذر گئی۔ آواز ایسی عجیب تھی کہ ساکت رہ گیا۔ کوئی پرندہ تھا تو اتنی نیچی پرواز سمجھ میں نہیں آئی تھی اور پھر پروں کی آواز تو نہ تھی۔ سامنے کا حصہ سپاٹ تھا اور تھوڑے فاصلے پر کچھ گرتا ہوا بھی محسوس ہوا تھا۔ پلٹ کر دیکھا تو دُور دُور تک کچھ نظر نہیں آیا۔ چنانچہ آگے بڑھ گیا اور پھر کان کے قریب سے گذرنے والی شے نظر آگئی۔ آٹھ انچ بے چمکتے ہوئے پھل کا چاقو تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔ وار نہ چوکتا تو چاقو میری گردن میں پیوست ہوتا۔ یہ بھرپور قاتلانہ حملہ تھا۔ حملہ آور نے پوری پوری کوشش کی تھی۔ لیکن اول تو یہ چاقو پھینک کر مارے جانے والے چاقوؤں میں سے نہیں تھا اور پھر حملہ آور ماہر بھی نہیں معلوم ہوتا تھا۔ میں دیر تک وہیں کھڑا متجسس نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھتا رہا۔ اور پھر چاقو ہاتھ میں لیے اینکسی کے دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ کریم بابا بستر لگا چکے تھے اور میرے انتظار میں جاگ رہے تھے۔ میں نے انھیں آرام کرنے کے لیے کہا اور اپنے کمرے میں آ گیا۔ چاقو کا معمہ حل نہیں ہو رہا تھا۔ کسی خوش فہمی کی گنجائش نہیں تھی۔ حملہ سو فیصدی مجھ پر کیا گیا تھا۔ لیکن حملہ آور کون تھا۔ ایک ہی نام ذہن میں ابھرتا تھا۔ داور۔ اس کے علاوہ میرا دشمن اور کون ہو سکتا تھا۔ یقیناً اس کے دل میں کدورت تھی۔ میرے ہاتھوں بے عزتی ہوئی تھی اس کی بلکہ پھر ایک اور بات یاد آئی مجھے۔ جب میں عمارت سے باہر نکلا تھا تو داور کی موریس کار موجود تھی۔ ممکن ہے اس نے مجھے نکلتے ہوئے دیکھ لیا ہو۔

بات وہیں آ گئی تھی۔ اور کمال کی بات تھی۔ خوش و خرم لوگوں کے اس گھرانے میں جس کے بارے میں صرف یہ سوچا جا سکتا تھا کہ خوشیاں اس گھر کی لونڈی ہیں اور یہاں کے رہنے والے عیش و عشرت کے گہوارے میں جھول رہے ہیں، ایسے میں چند پراسرار کردار بھی تھے جو اس حسین ماحول کو داغدار کر رہے تھے۔ کیوں ہے ایسا کیوں ہے؟ حسن صاحب کا کاروبار شاندار تھا۔ بہترین آمدنی تھی ان کی اور بھی بہت کچھ ہوگا اس کاروبار کے علاوہ جس کی میں نے چھان بین نہیں کی تھی۔ پھر یہ سب کچھ کیا ہے۔ بوڑھا بابا کون ہے۔ ندرت اس کے لیے کیوں رو رہی تھی۔ داور اس مظلوم بوڑھے پر مظالم کیوں کر رہا ہے؟ اور حسن صاحب یہ سب کچھ کیوں برداشت کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر طاہر علی اس کے معالج ہیں کیسا علاج کر رہے ہیں اس کا۔ معمے ہی معمے تھے۔ لیکن میں تو بلاوجہ ہی اس جنجال میں پھنس گیا تھا۔ اس دن صرف انسانی ہمدردی کی بنیاد پر میں نے بوڑھے کو داور سے بچایا تھا۔ اور اگر داور بدتمیزی نہ کرتا تو شاید میں اس قدر طیش میں نہ آتا۔ اب کیا کرنا چاہیے۔ اس حملے کے بارے میں کسی کو بتایا جائے یا خاموشی اختیار کر لی جائے۔ بہت غور کیا لیکن کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکا۔ پھر سب کچھ جہنم میں ڈال کر گہری نیند سو گیا۔

دوسری صبح حسب معمول تھی۔ دفتر میں تنویر کا فون آیا۔

”سلام عرض کرتی ہوں، آخر کیا کرنے کا ارادہ کرتے ہیں آپ؟“

”خیریت، کوئی قصور ہو گیا؟“

”یہ جولیا جو ہے، مسٹر میکے براؤن کی بیٹی ہے اور مسٹر براؤن ارب پتی آدمی ہیں۔ ڈیڈی کے بزنس پارٹنر بھی ہیں۔ آپ سمجھ رہے

”سن رہا ہوں۔“

”سنیے ہی نہیں، سوچیے بھی، جولیا، ہما طاہر علی سے سخت ناراض ہے۔ پوچھ رہی تھی کہ آخر یہ لڑکی کون ہے اندازاً اتنا خراب تھا کہ میں حقیقت نہ بتا سکی۔ اب میرے لیے کیا حکم ہے۔“

”مذاق اچھا ہے تنویر صاحبہ، اور کیا خدمت کروں؟“

”نہیں سمجھی۔“

”دفتر کے کچھ کام کر رہا تھا۔ اجازت دیں گی۔؟“

”محترم میں نے آپ سے سوال کیا ہے؟“

”اس مذاق سے مجھے نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔ آپ جانتی ہیں لاوارث انسان ہوں۔ اگر بات کچھ آگے بڑھ گئی تو برداشت نہیں کی جا سکے گی۔“

”برادرم میں اپنی جولیا کی بات کر رہی ہوں۔“

”میرے لیے وہ بھی آپ کی طرح محترم ہیں۔“

”اور ہما طاہر علی۔“

”اس سلسلے میں بہتر ہے آپ محسن سے رجوع کریں۔“

”ایک تو میں آپ کی اس محتاط گفتگو سے تنگ ہوں کونسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ آپ دوست ہو سکیں؟“

”آپ کی عنایتوں سے کبھی انکار کیا ہے؟“

”خدا غارت کرے اس لکھنوی تہذیب کو۔ نمائشی لفظوں کے انبار لگا دیے ہیں۔ اصل چہرہ نظر ہی نہیں آتا۔ خیر فون پر کیا کہوں آج واپس آئیں ذرا۔ آپ کو ٹھیک نہ کیا تو تنویر نام نہیں۔“ تنویر نے فون بند کر لیا۔ میں ریسیور رکھ کر دیر تک سوچتا رہا تھا۔ پھر میں نے گردن جھٹکی اور اپنے کاموں میں مصروف ہو گیا۔

اس دوران کئی بار رات والے قاتلانہ حملے کا خیال آیا تھا۔ چاقو میرے پاس محفوظ تھا۔ اس بارے میں تحقیقات کر سکتا تھا۔ معلوم کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ جس نے بھی اسے استعمال کیا تھا۔ اس نے سوچ لیا ہوگا کہ اس کے بارے میں تحقیقات بھی ہو سکتی ہے۔ داور بہت زیادہ دلیر بھی نہیں تھا، اگر وہ باقاعدہ میرا دشمن بن گیا ہے تو یہ سب کچھ بعد میں بھی جاری رہے گا۔ کچھ کرنا چاہیے۔ کچھ ضرور کرنا چاہیے۔ محسن ہی ذہن میں آتا تھا۔ یوں تو سب لوگ ٹھیک تھے لیکن محسن میرا دوست تھا۔ صحیح معنوں میں محسن تھا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ محسن سے ہی رجوع کروں گا۔ اسے تاکید کروں گا کہ جذباتی ہو کر کام نہ کرے اور پہلے چیک کر لیا جائے۔ اگر داور ہی اس حملے کا محرک نکلے تو پھر میں خود بھی ایسا کمزور نہیں ہوں۔ دیکھ لوں گا۔

شام کو معمول کے مطابق واپس آیا۔ پورچ میں وہ کار موجود نہیں تھی جو تنویر وغیرہ کے استعمال میں رہتی تھی۔ دل میں خدا کا شکر ادا کیا۔ ورنہ وہ فوراً ہی مسلط ہو جاتی۔ کریم بابا سے چائے کے لیے

کہہ کر غسل خانے میں چلا گیا۔ واپس آیا تو کریم بابا چائے کے ساتھ موجود تھے۔

”کیسے ہیں کریم بابا۔“

”ٹھیک ہوں غزالی میاں“ کریم بابا نے کہا۔ اور میں ان کا چہرہ دیکھ کر متوجہ ہو گیا۔

”کوئی بات ہے بابا۔“

”کچھ کہنا چاہتا ہوں میاں۔“

”کہیے کریم بابا۔ آپ تکلف کیوں کرتے ہیں۔“

”ہم ملازم لوگ ہیں غزالی میاں اتنا ہی بولنا چاہتا ہوں جتنی اوقات ہے۔ ضرورت سے زیادہ بولنا ہمیشہ نقصان دیتا ہے۔ آپ سے محبت ہو گئی ہے غزالی میاں۔ کوئی ہے نہیں ہمارا۔ پیارے بولے آپ، دل آپ کا ہو گیا۔ آپ کی درازی عمر کے لیے دعا کرتے ہیں۔ ہر وقت داور سے دشمنی اچھی نہیں ہے وہ نہ کریں جس سے یہ دشمنی بڑھے۔“

”داور آپ سے ملا تھا۔“ میں نے پوچھا۔

”ملا بھی تھا اور دس دس کے یہ دو نوٹ بھی دیے ہیں اس نے“ کریم بابا نے نوٹ دکھائے۔

”کب ملا تھا۔“

”بجلی کی لائن خراب ہو گئی تھی۔ ٹھیک کرانے آیا تھا۔ الیکٹرک والے کے ساتھ تو۔“

”یہاں اینکسی میں۔“ میں نے پوچھا۔

”جی میاں۔ یہیں کی لائن خراب ہو گئی تھی۔ کسی سے سیدھے منہ بات نہیں کرتا۔ پہلی بار ہم سے اچھی طرح بات کی۔ آپ کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ دل خراب ہے اس کا آپ کی طرف سے۔“

”کیا پوچھ رہا تھا۔؟“

”یہی کہ آپ نے ہم سے کوئی بات تو نہیں کی، بوڑھے پاگل بابا کے بارے میں اور آپ کا کیا خیال ہے اس کے بارے میں۔ اور یہ کہ راتوں کو کبھی ہم نے آپ کو اینکسی سے باہر جاتے ہوئے تو نہیں دیکھا ایسی ہی باتیں، ہم نے بڑی سمجھداری سے بات کی اس سے، ہم نے کہا کہ بس انھیں دنوں پوچھا تھا۔ جب وہ جھگڑا ہوا تھا۔ اس کے بعد نہیں۔ ہم نے داور سے کہہ دیا کہ ہم نے آپ کو سمجھا دیا ہے کہ یہ مالک کا معاملہ ہے۔ اور ملازموں کو اس میں نہیں پڑنا چاہیے۔ اس پر اس نے کہا کہ ایسی بات نہیں ہے۔ آپ مسلسل بوڑھے بابا کی کھوج میں ہیں۔ اور اس کا کوئی حل تلاش کرنا ہی ہوگا۔ اس کا لہجہ اچھا نہیں تھا غزالی میاں۔“

دفعتاً ایک خیال میرے ذہن میں آیا۔ اور میں چائے کی پیالی رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ ”لائن کہاں کی خراب ہو گئی تھی کریم بابا۔“

”پوری کوٹھی کی بجلی چلی گئی تھی۔ میٹر وغیرہ اینکسی ہی میں ہیں۔“

”وہ تو نیچے ہیں۔“

”ہاں، کمروں کی لائن بھی چیک کرنی تھی، بجلی والا ساتھ تھا۔“

”کیا داور کے سپرد یہ ذمہ داری بھی ہے۔“

”پتہ نہیں صاحب۔ ممکن ہے بڑے صاحب نے کہا ہو۔“

”ٹھیک ہے آپ اطمینان رکھیں کریم بابا۔ اس کا خیال غلط ہے بھلا مجھے کیا پڑی ہے۔ اس کوٹھی کے پرائیویٹ معاملات میں کھوج کرنے کی۔ میں داور سے بات کروں گا۔“

میں اپنی جگہ سے اٹھ کر تیر کی طرح اس کمرے میں واپس ہوا جس کی ایک الماری میں، میں نے چاقو چھپایا تھا۔ الماری کھولی اور پھرتی سے کپڑوں کے نیچے چاقو تلاش کرنے لگا لیکن الماری کھولتے ہی کپڑوں کی ترتیب میں فرق نظر آیا۔ چاقو وہاں موجود نہیں تھا۔ غلطی ہو گئی مجھ سے۔ اس چاقو کے سلسلے میں احتیاط برتنی چاہیے تھی۔ داور چاقو لے گیا۔ ممکن ہے اس کے حصول کے لیے لائن خراب کی گئی ہو۔ افوہ!۔ میں نے حماقت کی ہے۔ چاقو کے بارے میں تفتیش سے راز کھل سکتا تھا۔ لیکن اب یہ ثبوت غائب ہو گیا۔ الماری بند کر کے آرام سے کمرے میں آیا اور مسہری پر گر پڑا۔ ذہن میں متضاد خیالات آ رہے تھے۔ نمٹ لوں داور سے یا فضولیات سے پرہیز کروں۔ دشمنی بڑھ بھی سکتی تھی۔ داور جیسے غنڈوں سے کبھی سابقہ تو نہیں پڑا تھا لیکن خوف میرے دل میں بھی نہیں تھا۔ اگر بات بڑھ گئی تو پھر اسے سنبھالا جا سکتا ہے لیکن معاملہ حسن صاحب کا تھا۔ بوڑھے بابا کے سلسلے میں وہ خود ملوث تھا اور داور ان کے ایما پر یہاں موجود تھا۔ اس بات کو حسن صاحب پسند نہیں کریں گے۔ دو ہی شکلیں ہو سکتی تھیں یا تو یہ جگہ چھوڑ دوں یا پھر ہمت سے آگے قدم بڑھاؤں۔ آخری بات پر ہی دل جما۔ داور نے اس موقع کے بعد پہل کی ہے لہٰذا جواب ملنا چاہیے۔

کافی دیر گزر گئی۔ میری آنکھوں میں نیم غنودگی کی سی کیفیت پیدا ہو گئی لیکن ٹیلی فون کی گھنٹی نے چونکا دیا۔ ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ ”میاں ایک صاحب رہتے ہیں شاید غزالی نام ہے ان کا۔“ آواز تنویر کی تھی۔

”رانگ نمبر ہے“ میں نے کہا۔

”کوئی بات نہیں۔ آپ کی آواز بھی ان سے ملتی جلتی ہے۔ کوئی گانا گائیے۔“ تنویر شرارت سے بولی۔

”تو آپ واپس آ گئیں۔؟“

”دوبارہ جا رہے ہیں، چائے پی آپ نے؟“

”ہاں!“

”بداخلاقی تو آپ پر ختم ہے غزالی۔ ہم لوگ آ رہے ہیں آپ چائے بنوا لیں ہمارے لیے۔“

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"انکار کی مجال ہے۔" میں نے کہا اور فون بند کرلیا۔ تنویر کے ساتھ جولیا بھی تھی۔ شلوار قمیص اور دُوپٹے میں قیامت نظر آرہی تھی۔ تنویر نے اس کے لیے بہترین رنگ منتخب کیا تھا۔ آتے ہی اس نے بڑی گرمجوشی سے مجھ سے مصافحہ کیا۔ اُس آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔ "آپ بہت معروف رہتے ہیں مسٹر گازالی۔؟" اس نے میرے نام کی مٹی پلید کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں مس جولیا۔ کافی ذمہ داریاں ہیں مجھ پر۔"

"رات کے کھانے پر میری ایک دوست نے مدعو کیا ہے۔ میں نے جولیا سے بہت کہا کہ آپ کسی قیمت پر تیار نہیں ہوں گے لیکن ٹھنڈے ملک کی پاگل ہے کچھ سمجھتی ہی نہیں۔" تنویر بولی۔

"چلیئے گا مسٹر گازالی، اکیلی رہے گی۔"

"آپ کو مشرق پسند ہے نا مس جولیا۔"

"بہت۔ مگر کیوں۔؟"

"یہاں کے کچھ آداب ہیں جو آپ کو سمجھنے کے بعد ضرور پسند آئیں گے۔ تنویر سے پوچھیئے میرا جانا مناسب نہیں ہوگا ورنہ انکار نہ کرتا۔"

"اتنی بُری بات بھی نہیں ہے۔" تنویر بولی

"خدا کے لیے تنویر یہ سب کچھ نہ کرو۔ میں تمہارا شکرگزار ہوں گا۔ میری پوزیشن سمجھو میری زندگی میں اس تفریح کی گنجائش نہیں ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا اور تنویر ایکدم سنبھل گئی۔ اس نے شرمندہ نگاہوں سے مجھے دیکھا لیکن کچھ بول نہیں سکی۔ چونکہ یہ سب کچھ میں نے اُردو میں کہا تھا اس لیے جولیا احمقوں کی طرح منہ کھولے بیٹھی رہی۔ اتنی اُردو اس کی سمجھ سے باہر تھی۔

"ہمارے درمیان اُردو نہ بولنے کا معاہدہ ہوا تھا۔ تنویر، کیا تم نے گازالی کو نہیں بتایا۔" چند لمحات کے بعد جولیا نے کہا۔

"سوری جولیا۔ میں بھول گئی تھی۔ غزالی بتا رہے ہیں کہ ان کا جانا ممکن نہیں ہے۔ وہ ٹھیک کہہ رہے ہیں بن بلائے مہمان کا جانا یہاں کے آداب کے خلاف ہے۔"

میں نے معذرت آمیز انداز میں تنویر کو دیکھا اور وہ ایکدم بول پڑی۔ "چائے جناب۔ دیر ہو جائے گی۔"

"کریم بابا۔"

"آیا جی۔" کریم بابا کی آواز دروازے پر ہی سُنائی دی۔ چائے پینے کے بعد دونوں چلی گئیں۔ اور مجھ پر پھر وہی قنوطیت طاری ہوگئی۔ نہ جانے کتنا وقت گذر گیا۔ طبیعت بہت ڈل ہوگئی تھی۔ سوچنے لگا کیا کروں۔ ابھی سے سونے کے لیے تو نہیں لیٹ سکتا تھا۔ ہما کا خیال آیا اور دل جم گیا۔ اسی کو فون کرنا چاہیئے۔

ہما فون پر آگئی۔ "یقین کروں کہ یہ تم ہی ہو؟"

"کوئی حرج بھی نہیں ہے۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"اس کے لیے شکریہ۔ کہاں سے بول رہے ہو۔؟"

"اپنے حجرے سے۔"

"تمہارا یہ حجرہ مجھے بہت کھٹکتا ہے۔"

"وجہ۔؟" میں نے پوچھا۔

"بتانا نہیں چاہتی، ناراض ہو جاؤ گے۔"

"بُری باتیں مت سوچا کرو ہما۔"

"میں خود نہیں سوچتی بس دل گڑبڑ کرتا ہے۔ خیر چھوڑو نکلو گے نہیں حجرے سے، تنہا ہی ہو، کیا کر رہے ہو۔"

"کچھ نہیں۔ مگر اس وقت رات ہو رہی ہے۔"

"ابھی کہاں۔ یوں کرو کہ شالیمار پہنچ جاؤ۔ باتیں کریں گے کوئی اور پروگرام بن گیا تو . . . ."

"اوکے ہما۔ آرہا ہوں۔" میں نے کہا اور فون بند کرکے تیار ہوگیا۔ پھر میری کار شالیمار کی طرف دوڑنے لگی۔ سڑکوں پر رش تھا اس لیے سست رفتاری سے ڈرائیونگ کرتا ہوا شالیمار پہنچا۔ ہما کی کار بھی میری کار کے ساتھ ہی یہاں رُکی۔ ہم دونوں ریستوران کے کھلے ہوئے حصے کی طرف چل پڑے۔

"جناب۔ کیا منگوایا جائے۔؟"

"بھئی کچھ نہیں کھانا کھائیں گے۔"

"کوئی مشروب ہو جائے۔"

"پھر جو دل چاہے۔" میں نے کہا۔ ہما سے گفتگو کرنے کے لیے مناسب الفاظ تلاش کر رہا تھا۔ مشروب آنے کے بعد میں نے پوچھا۔ "میرے حجرے سے آپ کو کیا خطرہ ہے۔ اب فرمایئے۔"

"غزالی۔" ہما نے نرم آواز میں کہا۔ "تمہارے لیے بہت سنجیدہ ہوں، بہت کچھ سوچا ہے میں نے تمہارے بارے میں، دیکھو غزالی یونیورسٹی کی زندگی کچھ اور تھی۔ وہ وقت گذر چکا ہے۔ اس وقت طبیعت میں لاابالی پن تھا۔ شرارتیں ہوتی تھیں لیکن اب زندگی کے صحیح راستے منتخب کرنے ہیں اور میں۔ میں" ہما خاموش ہوگئی۔

میرا دل پسیج گیا۔ ہما کے لیے میرے دل میں کچھ نہیں تھا۔ اگر وہ واقعی سچ بول رہی ہے تو اُسے صبح کا بھولا کہا جا سکتا ہے۔ اب اُسے جھٹکانا مناسب ہوگا۔ لیکن جلد بازی اچھی نہیں تھی۔ سچ کے نتائج مجھے معلوم تھے۔ اور ابھی کسی طور یہ سچ نہیں بولا جا سکتا تھا۔

"بات موضوع سے ہٹ گئی ہے؟"

"تنویر اچھی لڑکی ہے۔ کوئی بات نہیں سُنی میں نے اس کے بارے میں۔ لیکن وہ یوروپین لڑکی۔ اس کی نگاہیں اچھی نہیں تھیں تمہارے لیے۔ میں نے اُسے جن نظروں سے تمہیں دیکھتے ہوئے دیکھا ہے، وہ . . . . ."

"تھوڑے دن کے لیے مہمان آئی ہے۔ چلی جائے گی، جس معاشرے سے اس کا تعلق ہے اس کے بارے میں تم جانتی ہو ہما سوچنا بھی فضول ہے۔ اس احساس کو ذہن سے نکال دو۔"

"اور تنویر۔" ہما نے سکون کا سانس لے کر کہا۔

"تم خود کہہ چکی ہو کہ وہ اچھی لڑکی ہے۔"

"لڑکی تو ہے۔؟"

"افسوس اس کے لیے میں کچھ نہیں کر سکتا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"دیکھو دوست۔ کسی کے لیے سنجیدہ نہ ہو جانا سوائے میرے میں تم سے بہت سی اُمیدیں وابستہ کر چکی ہوں۔"

"اس گھرانے کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے ہما۔؟"

"دولت مند ترین اعلیٰ معیار کے لوگ ہیں۔"

"حسن صاحب کا کاروبار دوسرے ملکوں میں بھی ہے۔"

"مجھ سے زیادہ تم جانتے ہو گے۔؟"

"ماضی کیا ہے ان کا۔ ان کے خاندان کے بارے میں کچھ معلوم ہے۔؟"

"کبھی کچھ معلوم کرنے کی ضرورت ہی نہیں پیش آئی۔ اور پھر دولت مند لوگوں کا حال ہی سب کچھ ہوتا ہے ان کا ماضی صرف وہی لوگ کھنگالتے ہیں جنہیں اُن سے کوئی پرخاش ہوتی ہے یا ان سے ان کی توقعات پوری نہیں ہوتیں۔ ان جیسے کبھی اُن کے ماضی پر نگاہ نہیں ڈالتے کیونکہ انہیں اپنا ماضی یاد آجاتا ہے۔"

چونکا دیا تھا ہما نے۔ سنبھلنا پڑا۔ اور پچھلے سوال کا تاثر ختم کرنے کے لیے فوراً بولا۔ "زیادہ گہرے تعلقات نہیں ہیں تمہارے۔؟"

"گہرے نہیں ہیں حالانکہ حسن صاحب، ڈیڈی کے دوست بھی ہیں۔"

"کسی کا علاج بھی تو کر رہے ہیں وہ۔؟"

"ہاں شاید۔ لیکن میں نے کبھی پوچھا نہیں۔"

اندازہ ہوگیا کہ ہما اس سلسلے میں کچھ نہیں بتا سکے گی۔ وہ ایسی لڑکی نہیں تھی جسے رازداں بنایا جا سکے۔ بات آسانی سے پھیل جائے گی۔ اس لیے محتاط ہوگیا۔ اس کے بعد اِدھر اُدھر کی باتیں ہونے لگیں۔ پھر میں نے کہا۔ "ڈاکٹر صاحب تو بے حد معروف انسان ہوں گے۔"

"نہیں وہ روایتی ڈاکٹر نہیں ہیں۔ خُدا کے فضل سے ہمارے پاس بہت کچھ ہے۔ ہسپتال اور پرائیوٹ کلینک کے بھی دن مقرر کر رکھے ہیں، ڈیڈی نے ہفتے میں صرف تین دن۔ باقی آرام کرتے ہیں۔"

"خوب۔ پھر کبھی ملاقات رہے گی اُن سے۔؟"

"کبھی کیا۔ میں تم سے گفتگو کر چکی ہوں اس بارے میں۔ اسی ہفتے تمہاری ان سے ملاقات کرائی جائے گی۔ میں دن کا تعین کروں گی۔"

"ٹھیک۔!" میں نے کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم نے کھانا منگوالیا۔ مزید کچھ دیر رُک کے پھر اُٹھ گئے۔ ہما کے جانے کے بعد میں اپنی کار میں بیٹھ کر چل پڑا۔ کوئی کام نہیں بنا تھا سوائے اس کے کہ ڈاکٹر طاہر علی سے جلد ملاقات کے امکانات پیدا ہو گئے تھے۔ یہ بھی میرے حساب سے کافی تھا۔ ممکن ہے طاہر علی کام کے آدمی ثابت ہوں۔ ایک چورنگی سے موڑ کاٹا تو اچانک بدن میں سرد لہر دوڑ گئی۔ اسٹیرنگ فری ہوگیا تھا۔ سڑکیں سنسان تھیں۔ اسلیئے تقریباً ساٹھ کلومیٹر کی رفتار سے کار دوڑا رہا تھا۔ ڈرائیونگ اعصاب کا کھیل ہے ذہن اگر اُلجھا ہوا بھی ہو تو اعصاب خود بخود کام کرتے رہتے ہیں لیکن ایسے موقع پر ذہن کا استعمال ضروری ہوتا ہے۔ ایک لمحے کے لیے معطل ہوگیا تھا لیکن حالات سازگار تھے۔ سامنے سڑک سنسان تھی۔ میں نے فوراً اگنیشن میں لگی چابی گھما کر انجن بند کر دیا۔ گاڑی نے زور زور جھٹکے لیے اور بگڑے ہوئے بیل کی مانند لہراتی ہوئی تھوڑی دور جا کر سڑک کے عین درمیان رک گئی۔

سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ سب کچھ کیسے ہوگیا۔ سیٹ پر کچھ دیر بیٹھا رہا۔ پھر دروازہ کھول کر نیچے اُتر آیا۔ قرب و جوار میں نگاہ دوڑائی۔ کوئی نہیں تھا۔ پتہ نہیں کیا ہوگیا تھا نئی گاڑی تھی۔ بہرحال کچھ بھی ہوا تھا۔ اس وقت کچھ کیا نہیں جا سکتا تھا سوائے اس کے کہ گاڑی وہیں چھوڑ دوں۔ چنانچہ میں نے شیشہ چڑھا کر دروازہ لاک کر دیا۔ اور پیدل چل پڑا۔ کوئی ٹیکسی نظر آئے تو کچھ کروں۔ تقریباً دو فرلانگ پیدل چلنا پڑا۔ ٹیکسی نہیں ملی لیکن ایک پٹرول پمپ نظر آیا۔ جہاں سروس اینڈ مینٹیننس کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ ڈے اینڈ نائٹ سروس تھی مکینک مل گیا لیکن اُسے گاڑی تک لے جانے کے لیے ٹیکسی درکار تھی۔ ٹیکسی تو نہیں آئی۔ ایک گاڑی پٹرول لینے کے لیے رُکی۔ اسی سمت جا رہی تھی جہاں پر میری کار کھڑی تھی۔ چنانچہ اس شریف آدمی نے ہمیں اس جگہ چھوڑ دیا۔ مکینک نے میری گاڑی کا بغور معائنہ کیا اور پھر جب وہ گاڑی کے نیچے سے نکلا تو اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"صاحب ٹائی راڈ ٹھیک ہے کسی نے اسٹیرنگ راڈ کے نیچے کا گجن پن نکال دیا ہے۔"

"نکال دیا ہے۔" میں نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں صاحب۔ یہ خود نہیں نکلتا، بش کھول کر نکالنا پڑتا ہے۔" مکینک نے بتایا۔ "بش پر چوٹ کے نشان ہیں۔"

"اب کیا کرو گے۔" میں نے پوچھا۔ ذہن کو شدید جھٹکا لگا تھا لیکن بیچ سڑک پر خود کو سنبھالنا ضروری تھا۔

"گاڑی لے جانی پڑے گی صاحب۔ کل دن میں کام ہو گا۔"

"انتظام کرو گے۔؟" میں نے پوچھا۔

"ہو جائے گا جی آپ فکر نہ کریں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ٹھیک ہے" میں نے جیب سے ایک نوٹ نکال کر اُسے دیا۔ "یہ تم رکھو جو بھی بل بنے گا وہ . . . ."

"مہربانی صاحب" مکینک نے نوٹ رکھ لیا۔ اور پھر میں وہاں سے پلٹ آیا۔ ابھی تک کوئی ٹیکسی نہیں نظر آئی تھی۔ اس بار بھی کافی دور چلنا پڑا۔ مکینک کے الفاظ ذہن پر ہتھوڑوں کی طرح برس رہے تھے۔ اسٹیرنگ راڈ کا پن نکالا گیا ہے۔ یہ خود نہیں نکلا۔ بش پر چوٹ کے نشانات ہیں: کیا یہ دوسرا قاتلانہ حملہ نہیں تھا؟ میں سوچتا رہا اور چلتا رہا۔

لیکن یہ کوشش کس کی طرف سے کی گئی تھی۔ شالیمار کے پارکنگ لاٹ میں تو یہ ممکن نہیں تھا۔ تو کیا کوٹھی میں ـ؟ یقیناً یہ سب کچھ کوٹھی میں ہوا ہے۔ راڈ ڈھیلی ہونے میں وقت لگا ہوگا اگر تیز رفتاری سے کوئی موڑ کاٹا جاتا تو حادثہ شالیمار پہنچنے سے پہلے ہی ہوسکتا تھا لیکن اس وقت رش کی وجہ سے کار کی رفتار سست ہی رہی تھی۔

یہ کام داور کے علاوہ کوئی نہیں کرسکتا تھا۔ داور مسلسل کوششوں میں مصروف ہے۔ ذہن میں نفرت کا دھواں پیدا ہوگیا۔ اتنی شرافت حماقت کہلاتی ہے۔ کچھ کرنا چاہیئے۔ اس سلسلے میں کچھ ضرور کرنا ہوگا خدا خدا کرکے ٹیکسی ملی اور میں کوٹھی واپس پہنچ گیا لیکن کوٹھی میں پھر وہی ہنگامہ برپا تھا۔ بوڑھا بابا اپنی رہائش گاہ سے نکل بھاگا تھا۔ ملازم اس کے پیچھے دوڑ رہے تھے۔ داور شاید موجود نہیں تھا۔ ملازم شور مچا رہے تھے، یوں لگتا تھا جیسے کوٹھی میں کوئی ذمہ دار شخص موجود نہیں ہے۔ لڑکیاں بھی واپس نہیں آئی تھیں۔ ہاں کوٹھی کے برآمدے میں ندرت نظر آئی جو ایک گوشے میں کھڑی ہوئی تھی۔ بالکل ساکت، پتھر کے کسی بت کے مانند۔

بوڑھا بابا کوٹھی کی ایک بغلی دیوار پر چڑھ گیا۔ "وہ رہا۔ بھاگ گیا۔ پکڑو" کئی ملازم چیخے، دو نوکر جو قریب کھڑے تھے انھوں نے اُسے دیکھ لیا اور دوسرے لمحے انھوں نے بوڑھے بابا کی ٹانگیں پکڑ کر نیچے کھینچ لیں۔ سات فٹ اونچی دیوار سے وہ بُری طرح نیچے گرا۔ ملازم اس پر ٹوٹ پڑے، بدنصیبی کہ اسی وقت داور واپس آگیا موٹر کا ہارن سنائی دیا اور چوکیدار نے دروازہ کھول دیا۔ داور صورت حال سمجھ گیا تھا۔ موٹر وہیں چھوڑ کر وہ اسی طرف لپکا۔ میں جانتا تھا کہ اب کیا ہوگا۔ ذہن داور کی طرف سے پہلے ہی کھول رہا تھا۔ چنانچہ گھوم گیا۔

بوڑھے نے داور کی شکل دیکھی تو بُری طرح سہم گیا اور ایک کی آڑ میں ہوگیا۔

"یہ کیسے باہر نکل آیا" داور دھاڑا اور آگے بڑھ کر بوڑھے کی ٹانگ پکڑ لی۔ دوسرے لمحے اس نے ایک زوردار جھٹکے سے اُسے کھینچا اور بوڑھا زمین پر منہ کے بل آپڑا۔ "تیری موت میرے ہی ہاتھوں لکھی ہے . . . ." داور نے گالی بکتے ہوئے کہا۔

میں اس کے پیچھے پہنچ چکا تھا

"داور" میں نے سرد لہجے میں اُسے پکارا۔ اور اس نے شاید میری آواز پہچان لی۔ "وہ اگر پاگل بھی ہے تب بھی اس کے ساتھ یہ غیر انسانی سلوک ٹھیک نہیں ہے۔"

"تم کو پہلے بھی منع کیا گیا تھا بابو کہ اس معاملے میں مت بولا کرو۔" داور نے غرّاتی ہوئی آواز میں کہا۔ شراب کی بدبو کے بھبکے اس کے منہ سے اُٹھ رہے تھے۔

"جاؤ اپنا کام کرو۔ اُسے میں اس کی جگہ پہنچا دوں گا۔" میں نے بوڑھے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا لیکن داور میرے سامنے آگیا۔ "یہ کام اپنا ہے بابو۔ اس میں دخل مت دو۔ اپن دماغ کا اُلٹا ہے۔ بڑے صاحب کی عزت بھی ایک حد تک کی جاسکتی ہے۔ اس معاملے میں اب میں ان کی بات بھی نہیں مانوں گا۔"

"تم پھر مار کھاؤ گے داور۔ اُسے ہاتھ مت لگانا۔"

"تو پھر آجاؤ بابو۔ اپن کے لیے اس طرح جینا حرام ہے۔ ابھی کوئی نہیں ہے یہ فیصلہ بھی کریں۔" اس نے کہا اور خود ہی مجھ پر حملہ کردیا۔ اس نے میرے جبڑے پر گھونسہ مارنے کی کوشش کی لیکن میں نے کلائی پر اس کا وار روک کر گھٹنا اس کے پیٹ پر مارا۔ اور جونہی وہ جھکا میری دوسری ضرب اس کے سر پر پڑی داور رُک گیا لیکن زمین پر گرتے ہی اس نے پلٹی کھائی اور جھک پتلون کے پائنچے سے چاقو نکال لیا۔ میں نے اس کی یہ حرکت لی تھی۔ چنانچہ جونہی وہ سیدھا ہوا میں نے زمین سے بجری اٹھا اور اس کی آنکھوں کی طرف اُچھال دی۔ پھر چاقو اس کے ہاتھ کہاں رہ سکتا تھا۔ چونکہ میں پہلے بھی اس کے دو وار سہہ چکا تھا اس لیے جھنجھلایا ہوا تھا، یہ جھگڑا صرف بوڑھے بابا کے لیے نہ تھا بلکہ اس میں میری اپنی جھنجھلاہٹ بھی شامل تھی۔ اس لیے میں بھی دل کی بھڑاس نکالنے پر تل گیا۔ میں نے گریبان پکڑ کر کو اُٹھایا اور پھر ایک اور گھونسہ اس کی تھوڑی پر رسید کردیا۔ دا[illegible] کر گرا تو اس کے بعد میں نے اُسے اٹھنے کا موقع نہیں دیا۔ اور جوتوں کی ٹھوکروں سے اس کا حلیہ بگاڑ دیا۔

تمام ملازم دم بخود کھڑے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ ک[illegible] کچھ بولنے کی جرأت نہیں ہوسکی۔ داور کا چہرہ سوج گیا۔ ہونٹ [illegible] گئے۔ بدن کے جن جن حصوں پر ٹھوکریں پڑیں وہ ورم کر آئے۔ نوبت یہ آگئی کہ وہ خود اپنی جگہ پڑا کراہتا رہا۔

سب سے حیرت انگیز بات یہ تھی کہ بوڑھا بابا بھی نو[illegible] کے درمیان آکھڑا ہوا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے اسے کچھ س[illegible]

کوشش کرتے دیکھا تھا خدا کا احسان تھا کہ میں نے یہ جنگ بڑی شان سے لڑی تھی اور داور ایک بار بھی مجھے ہاتھ نہیں لگا سکا تھا۔ تب میں نے اس کے قریب جھک کر کہا۔

"تم مجھ پر دو حملے کرچکے ہو داور۔ کان کھول کر سن لو میں تمہارے بس کی چیز نہیں ہوں اور یہ بھی سُن لو۔ حالات کچھ بھی ہوں۔ اس بوڑھے کے ساتھ یہ سلوک کسی طور نہیں ہوسکتا۔ اپنی زندگی کی سلامتی چاہتے ہو تو اُسے کنٹرول کرنے کے لیے اپنے طریق کار کو تبدیل کردو۔"

داور نے کراہتے ہوئے ایک گالی بکی تو میں نے آخری ضرب اس کی کنپٹی پر لگا دی۔ اور وہ تڑپنے لگا۔ پھر ساکت ہوگیا۔ تب میں بوڑھے بابا کے نزدیک پہنچ گیا۔ میں نے اس کا بازو پکڑا تو اس نے کوئی تعرض نہیں کیا۔ اور خاموشی سے میرے ساتھ چل پڑا۔

"تم میں سے کون اس کی دیکھ بھال کرتا ہے؟" میں نے ملازموں کی طرف رُخ کرکے کہا۔ اور ایک ملازم آگے بڑھ آیا۔ "داور کون ہے تمہارا۔" میں نے کرخت لہجے میں پوچھا۔

"کوئی نہیں صاحب؟"

"جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اُسے غور سے سُنو تمہیں صرف اسکی خدمت کرنی ہے۔ داور کے یا کسی کے کہنے سے اگر تم نے اس کے ساتھ کوئی بدسلوکی کی تو میں تمہارا حشر اس سے زیادہ خراب کروں گا۔"

"اُسے لے چلوں صاحب۔" ملازم نے پوچھا۔

"آؤ میرے ساتھ۔" میں نے کہا اور بوڑھے کا ہاتھ پکڑ کر اس کی رہائش گاہ کی طرف چل پڑا۔ حالانکہ حسن صاحب کی طرف سے کسی اور کے اس طرف جانے کی ممانعت تھی لیکن اب میں اتنا آگے بڑھ چکا تھا کہ یہ احتیاط بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ داور کے ساتھ یہ دوسرا واقعہ ہوا تھا۔ حسن صاحب کو اطلاع تو مل ہی جائے گی دیکھا جائے گا۔ زیادہ سے زیادہ یہی تو ہوگا کہ ان کے اور میرے تعلقات منقطع ہوجائیں گے لیکن اس کے بعد بھی میں بوڑھے کے معاملے کو نظر انداز نہیں کروں گا۔ اب تو یہ میری ضد بن چکی تھی۔ تجسس اپنی جگہ لیکن انسانی ہمدردی کا بھی معاملہ تھا۔

دروازے پر پہنچ کر ملازم ٹھٹھکا۔ "صاحب آپ اندر نہ جائیں۔"

"آگے بڑھو" میں غرّایا۔ اور ملازم جلدی سے اندر داخل ہوگیا۔ میں بوڑھے کے ساتھ اس کے پیچھے اندر آگیا تھا۔ میں اس عمارت کو پہلے ہی دیکھ چکا تھا۔ لیکن اس وقت میں نے اس کا اظہار نہیں کیا۔ ملازم نے بوڑھے کو ایک کمرے میں پہنچا دیا تھا۔ میں نے دوسرے کمروں کا گشت کیا۔ اور پھر چمڑے کے چابک لیے ہوئے ملازم کے پاس پہنچ گیا۔

"یہ کس لیے ہیں؟"

"ہم زبان نہیں کھولیں گے صاحب۔" ملازم نے سہمے سہمے انداز میں کہا۔

"میں چاہوں تو تمہاری زبان کھلوا سکتا ہوں۔ سنو اگر داور واپس آکر اس پر کوئی تشدد کرے تو تم مجھے بتاؤ گے۔ اگر ایسا نہ کیا تم نے تو میں تمہارے سارے بدن کی کھال اُتار دوں گا۔" میں چابک لے کر واپس آیا اور انیکسی میں پہنچ گیا۔ گذرتے ہوئے میں نے دیکھا کہ داور اسی جگہ پڑا ہوا تھا۔ جہاں میں اُسے چھوڑ آیا تھا۔

دروازے میں کریم بابا کھڑے نظر آئے۔ وہ منہ کھول کر رہ گئے۔ میں جانتا تھا کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ لیکن اس وقت میری ذہنی کیفیت اتنی خراب تھی کہ میں نے انھیں نظر انداز کردیا۔ اپنے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے میں نے انھیں آواز دی "اگر کوئی بھی آئے مجھ سے ملنا چاہے تو انکار کردینا خواہ کوئی بھی ہو سمجھے اس سے کہدینا میں سونے کے لیے لیٹ گیا ہوں۔"

"جی میاں" کریم بابا نے گردن جھکا کر کہا۔ ایک لمحے کے لیے وہ کھڑے رہے تو مجھ سے برداشت نہ ہوسکا۔

"یہی کہنا چاہتے ہیں نا آپ کہ میں نے اچھا نہیں کیا اور یہ بات مالکوں کو پسند نہ آئے گی۔"

"آپ سمجھدار ہیں میاں۔"

"ہاں لیکن بے غیرت نہیں ہوں۔ پیٹ کے لیے آنکھیں نہیں بند کرسکتا ہوں۔ یہاں سب لوگوں نے کہا ہے وہ ایک بے بس بوڑھا ہے۔ ایک جانور نما انسان اس کے ساتھ جانوروں کا سا سلوک کرتا ہے۔"

"مالکوں کی مرضی ہے صاحب۔"

"انسان کا مالک صرف خدا ہے کریم بابا۔ یہ بات بڑھاپے میں بھی آپ کی سمجھ میں نہیں آئی۔"

کریم بابا کچھ سوچتے رہے پھر بولے۔

"ہمیں آپ سے محبت ہے میاں، اپنی اولاد کی طرح چاہنے لگے ہیں آپ کو، آپ کا بھلا چاہتے ہیں ورنہ ہماری کیا مجال۔"

"مجھ سے محبت کرسکتے ہو تم لیکن ایک مظلوم بوڑھا، تمہاری محبت نہیں حاصل کرسکتا معاف کرنا کریم بابا۔ یہ محبت نہیں مصلحت ہے، وہی کرتے ہو تم لوگ جو تمہارے مفاد میں ہو۔"

"شاید آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں میاں۔ واقعی بات تو ٹھیک ہے۔ مگر ہم کیا کرسکتے ہیں ہماری اوقات ہی کیا ہے۔؟"

"مجھے بتاؤ کیا معاملہ ہے اس بوڑھے کا۔ کونسا انتقام لے رہے ہیں حسن صاحب اس سے؟"

"میاں کیا آپ کے خیال میں ہمیں کچھ معلوم ہوگا؟ مالکوں کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

معاملات سے نوکر کہاں واقف ہوتے ہیں۔ کوئی کچھ سن لیتا ہے تو دوسروں میں پھیلا دیتا ہے۔ یہ بڑے میاں مالک کے ساتھ آئے تھے اور شروع ہی سے انھیں اس عمارت میں رکھا گیا اور نوکروں کو ہدایت کر دی گئی کہ اس عمارت کی طرف رُخ نہ کریں، بس اتنا کافی تھا۔ پھر کس کی مجال تھی۔ کچھ دن نوکر آپس میں کھسر پھسر کرتے رہے پھر خاموش ہو گئے، سب کو نوکری پیاری ہے۔"

"داور یہاں کب آیا؟"

"ان کے آنے کے چار دن کے بعد۔ وہ اس کوٹھی کے دوسرے کام بھی کرتا ہے لیکن اس کا اصل کام بڑے میاں کی حفاظت کرنا ہے۔ غنڈہ اور چاقو باز قسم کا آدمی ہے، سب سے بدتمیزی کرتا ہے اس لیے کوئی اُسے پسند نہیں کرتا پَر سب اس کی مانتے ہیں کیونکہ مالکوں نے یہی کہہ رکھا ہے۔"

"گھر کے کسی فرد سے اس کی لڑائی ہوئی؟"

"کوئی اُس سے نہیں الجھتا۔ من موجی ہے۔ ایک بار ناصر میاں نے کچھ کہا تھا مگر صاحب نے ناصر ہی کو ڈانٹ دیا۔"

"ندرت کے بارے میں کیا رائے ہے کریم بابا؟"

"ندرت بی بی کا ان باتوں سے کیا تعلق ہے صاحب؟" کریم بابا تعجب سے بولے۔

"تعلق کی بات نہیں کر رہا۔ ان کی کیا پوزیشن ہے؟"

"وہ بھی اس گھر میں اجنبی ہیں۔ صاحب کے علاوہ کوئی انھیں مُنہ نہیں لگاتا۔ مگر صاحب کا یہی کہنا ہے کہ ندرت اُن کی بیٹی کے مانند ہے اس کے ساتھ کوئی فرق نہ برتا جائے۔"

"کوئی فرق برتا جاتا ہے؟"

"وہ خود بڑی ٹھنڈی ہیں صاحب! اپنے کام سے کام رکھتی ہیں خواہ دوسرے ان سے کیسا ہی سلوک کریں۔"

"ندرت نے کبھی بوڑھے بابا کے بارے میں کسی سے کچھ نہیں کہا؟"

"انھوں نے اپنے بارے میں کسی سے کچھ نہیں کہا صاحب تو کسی اور بارے میں کیا کہیں گی۔"

"ٹھیک ہے کریم بابا۔ اب آرام کرو۔ جو کچھ میں نے پوچھا ہے اسے بھول جاؤ۔ میں صرف انسانی ہمدردی کی وجہ سے دوبار داور سے الجھا ہوں، ورنہ مجھے بھی مالکوں کے ذاتی معاملات سے دلچسپی نہیں ہے۔" کریم بابا چلے گئے۔

دوسرے دن میں معمول کے مطابق جاگ گیا۔ کریم بابا چائے لائے تو میں نے رات کو کسی کے آنے کے بارے میں پوچھا۔ "محسن میاں اور تنویر بی بی آئی تھیں، میں نے کہہ دیا کہ غزالی میاں نے کسی سے ملاقات کے لیے منع کر دیا ہے۔"

"کچھ اور کہا تھا انھوں نے؟"

"نہیں واپس چلے گئے!"

چائے سے فارغ ہوا ہی تھا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور میں نے ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف محسن تھا۔ "عزیزم کیا مصروفیات چل رہی ہیں آجکل۔ مارو ھاڑ کے کسی کلب کی ممبر شپ لے لی ہے کیا؟"

"نہیں محسن! اس کی کیا ضرورت پیش آ سکتی ہے مجھے۔ تم طویل عرصے سے مجھے جانتے ہو۔"

"ناشتا یہیں کر لو!"

"سوری یار میرا موڈ ٹھیک نہیں ہے!"

"میں آ رہا ہوں!" محسن نے کہا اور فون بند کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ میرے پاس آ گیا۔ اور اس نے آتے ہی کہا "داور کو خون کی قے ہوئی ہے، حالت زیادہ بہتر نہیں ہے۔"

"مرنے کا اندیشہ ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ڈیڈی ہسپتال گئے ہیں۔ رات کو ہی اُسے داخل کر دیا گیا تھا۔ خاصی ٹوٹ پھوٹ ہوئی ہے۔"

"فکر مت کرو میں فرار ہونے کی کوشش نہیں کروں گا اگر وہ مر گیا تو خود کو قاتل کی حیثیت سے پیش کر دوں گا۔" میں نے کہا۔ محسن تشویش آمیز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا، پھر اس نے کہا "کیا یہ ممکن نہیں ہو سکتا غزال کہ تم ان معاملات میں دلچسپی نہ لو۔"

"کیسے ممکن ہے محسن! میں صرف اس معاملے میں اس حد تک دلچسپی رکھتا ہوں کہ اس کے ساتھ یہ غیر انسانی سلوک نہ کیا جائے داور اُسے جانوروں کی طرح پیٹتا ہے۔ اس نے یہ ہنٹر رکھے ہوئے تھے اپنی رہائش گاہ میں۔" میں نے ہنٹر اٹھا کر محسن کے سامنے ڈال دیے۔ "مجھے بتاؤ تو وہ کون ہے۔ یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے اس کے ساتھ؟"

"میں نے تمھیں بتایا تھا اس کے بارے میں!"

"عقلِ انسانی اسے تسلیم نہیں کرتی۔"

"پاگل خانے میں پاگلوں کے ساتھ ہونے والے سلوک پر غور کیا ہے؟"

"اِس طریق کار سے میں آج تک متفق نہیں ہو سکا۔"

"یہ سب کچھ ایک ماہر نفسیات سرجن کی زیرِ ہدایات ہو رہا ہے۔"

"تم لوگ اسے کسی عمدہ دماغی ہسپتال میں کیوں نہیں داخل کرتے؟"

"یہ ڈیڈی کا معاملہ ہے یار!" محسن بے بسی سے بولا۔

"سوری ڈیئر! ایک ہی تجویز ہے میرے ذہن میں، مجھے یہ جگہ چھوڑ دینی چاہیے!"

"ہم میں سے کوئی اس کے لیے تیار نہیں ہے۔ ویسے داور کی حالت تشویشناک ہے، ڈیڈی اسی صورت حال کو سنبھالنے گئے ہیں۔ میں تمھیں ایک بات بتاؤں، ڈیڈی نے اس بار حیرت انگیز

طور پر داور کی پٹائی پر کسی خاص ردِ عمل کا اظہار نہیں کیا بلکہ اس کی حالت دیکھ کر حیران ہوئے ہیں وہ۔ کافی خطرناک ہے یہ آدمی۔"

"کچھ بھی ہے محسن اپنی عمر اور شخصیت کے لحاظ سے وہ اس سلوک کا مستحق نہیں ہے۔ داور جب بھی اس کے ساتھ یہ سلوک کرے گا میں اس کی یہی درگت بناؤں گا۔"

"میرے خیال میں اب اس کی نوبت نہیں آئے گی۔ ڈیڈی تمھارے بارے میں بہت اچھی رائے رکھتے ہیں۔ وہ کوئی بندوبست کر لیں گے۔"

محسن سے گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ جولیا اور تنویر آ گئیں۔ اور اس کے بعد کوئی اور گفتگو نہ ہو سکی، یہاں تک کہ دفتر جانے کا وقت ہو گیا۔ اُن لوگوں نے ناشتا وہیں منگوا لیا۔

باہر نکلا تو محسن میری کار نہ دیکھ کر بولا۔ "گاڑی کہاں گئی؟"

"گیراج گئی ہے کچھ خرابی ہو گئی تھی۔" میں نے جواب دیا۔

"میں ڈرائیور کو بلاتا ہوں۔" محسن نے کہا۔ پھر میں دوسری گاڑی میں دفتر پہنچا اور اپنے کاموں میں مصروف ہو گیا۔ گیارہ بجے حسن صاحب نے مجھے دفتر میں طلب کیا اور میں ان کے پاس پہنچ گیا۔ حسن صاحب نے مجھے گہری نگاہوں سے دیکھا پھر آہستہ سے بولے۔ "بیٹھ جاؤ۔" اور میں بیٹھ گیا۔ "مارشل آرٹ کی تربیت لی ہے؟"

"نہیں!"

"بدنِ کے کھلاڑی ہو صرف۔ بات کچھ زیادہ بڑھ گئی تھی؟"

"جی ہاں! وہ نشے میں بھی تھا۔"

"نشے میں تو وہ اور خطرناک ہوتا ہے۔ حالت ابھی تک تشویشناک ہے مگر خوب مارا ہے تم نے اُسے۔ میں بھی اُسے پسند نہیں کرتا۔ لیکن اپنے کچھ پریشان کن حالات میں گھر گیا ہوں۔ نوبت یہاں تک آئی کہ مجھے اس قسم کے غنڈوں کا سہارا لینا پڑا، ان کمبختوں میں عقل کم ہی ہوتی ہے۔ البتہ بوڑھے بابا کا معاملہ کچھ ایسا ہے کہ... کہ یہ سب کچھ اس کے لیے ضروری ہے۔"

"میں اس سے اختلاف رکھتا ہوں۔ اسے کسی دماغی ہسپتال میں داخل کرایا جا سکتا ہے۔"

"یہ ممکن نہیں ہے۔ کچھ ایسے ہی حالات ہیں وہ وہاں چند منٹ بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔"

"وجہ؟" میں نے پوچھا۔

"ہر چیز کی وجہ بھی تو نہیں بتائی جا سکتی۔ میں نے کوٹھی میں اسے رکھ کر بہت بڑا خطرہ مول لیا ہے۔ کسی بھی وقت کوئی خوفناک حادثہ ہو سکتا ہے!"

"میں آپ کے ذاتی معاملات نہیں کریدنا چاہتا حسن صاحب!

بس یوں سمجھ لیں کہ میں اس سلسلے میں مجبور تھا۔ اگر میری وجہ سے آپ کو کوئی الجھن درپیش ہو تو میں کوئی اور جگہ بھی تلاش کر سکتا ہوں۔"

"یہ بات میرے ذہن میں بھی آئی تھی۔ لیکن ایک اور خیال مجھے اس سے روک رہا ہے۔ تمھیں قیام گاہ تلاش کرنے کی ضرورت نہیں پیش آتی۔ میرے پاس ہی بہت سے مکانات ہیں لیکن... نہ جانے کیوں میرا دل چاہتا ہے کہ میں تم سے اس سلسلے میں مدد لوں۔"

"میں خلوص دل سے حاضر ہوں۔" میں نے کہا۔

حسن صاحب کا چہرہ غیر معمولی سوچ کا حامل نظر آ رہا تھا۔ پھر انھوں نے کہا۔ "میں نے داور کی ڈیوٹی لگائی تھی کہ وہ بوڑھے پر نگاہ رکھے۔ وہ نکل کر نہ بھاگنے پائے۔ یا کوئی بیرونی شخص اس سے قریب ہونے کی کوشش کرے تو وہ اُسے چیک کرے۔ اس کے بعد ڈاکٹر نے مشورہ دیا کہ اس کی مرمت کی جاتی رہے تو یہ اس کے حق میں بہتر ہے۔ میں تم سے معذرت خواہ ہوں کہ جب تم کوٹھی میں آئے تو داور نے میری ہدایت کے مطابق تمھارے بارے میں بھی تفتیش کی اور تمھاری پوری داستان اس نے میرے سامنے لا رکھی۔ اس سلسلے میں وہ بڑے کام کا آدمی ہے۔ لیکن اب گڑبڑ ہو گئی ہے، میں اب داور پر بھروسا نہیں کر سکتا۔"

"جی!" میں نے آہستہ سے کہا۔

"تم میری بے ربط گفتگو سے بور ہو رہے ہو گے۔ ایک حقیقت تمھیں بتاؤں میں اس بوڑھے کے نام تک سے ناواقف ہوں۔"

"اس کے باوجود وہ آپ کے پاس ہے!" میں نے چونک کر انھیں دیکھا۔

"ہاں! پوری ذمہ داریوں کے ساتھ۔"

"اس کی کوئی وجہ ضرور ہو گی؟"

"بلاوجہ کونسا کام ہوتا ہے غزالی، لیکن میں ابھی کچھ نہیں بتا سکتا، بس یہ سمجھ لو کہ تم میرا یہ کام کر سکتے ہو۔"

"جو داور کرتا تھا؟"

"ہاں!"

"اُسے مارنے کے علاوہ سب کچھ کر سکتا ہوں!"

"میں اس سلسلے میں طاہر علی سے بات کروں گا۔ لیکن سنو! تم اب یہ ذمہ داری سنبھال ہی لو۔ اسے میرا ذاتی کام تصور کرو۔ یوں سمجھ لو کہ تم میری ایک بہت بڑی ضرورت پوری کر رہے ہو۔ یوں سمجھ لو احسان ہو گا یہ مجھ پر۔ میں رفتہ رفتہ بہت کچھ بتا دوں گا اس کے لیے، مجھے موقع دو۔ پلیز غزالی میں سمجھتا ہوں کوئی ایسا کام جس کے بارے میں تم کچھ نہیں جانتے ہو! انجام دینا کتنا مشکل ہوتا ہے لیکن صرف کچھ دن انتظار کر لو... بولو... یہ کرو گے؟"

"ضرور کروں گا حسن صاحب!"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"سنو! بوڑھے کے ذہن میں کوئی راز پوشیدہ ہے۔ کبھی کبھی اُس کے دماغ میں یادداشت کی لہریں کلبلاتی ہیں۔ وہ کچھ کہنا چاہتا ہے کوئی چیز بتانا چاہتا ہے لیکن پھر اس کا ذہن ساتھ نہیں دیتا اس پر جنون کے دورے پڑ جاتے ہیں۔ ایسے وقت اُسے مارنا ضروری ہوتا ہے تاکہ اُس کا ذہنی ہیجان کم ہو جائے۔ اگر ایسا نہ ہو تو اُس کے دماغ کی رگیں پھٹ جائیں گی۔ وہ مر جائے گا اور یہ ایک عظیم نقصان ہوگا۔"

"وہ کیا یاد کرنا چاہتا ہے؟"

"یہ کوئی نہیں جانتا۔ میں کیا جان سکتا ہوں۔ لیکن میری خواہش ہے کہ اس کی یادداشت واپس آجائے۔ وہ سب کچھ یاد کر لے۔ اور یہ سب کچھ میں اسی لیے کر رہا ہوں۔ اُسے جو کچھ بھی یاد آئے گا، میں اسی وقت جان سکتا ہوں جب وہ خود مجھے بتائے۔"

"میرے اور آپ کے درمیان احترام کا رشتہ ہے حسن صاحب اس لیے میں کچھ نہیں عرض کر سکتا۔ تاہم میں انتظار کروں گا کہ آپ مجھے اس بارے میں کچھ بتائیں۔ فی الحال صرف انسانی ہمدردی کی بنیاد پر میں یہ سب کچھ سنبھال لوں گا۔ اس کے لیے میں ملازموں یا باہر کے کسی شخص سے کوئی مدد لوں تو آپ کو اعتراض تو نہیں ہوگا۔"

"باہر کے کسی شخص سے مدد لیتے ہوئے تم اپنی ذمہ داری پر اس کا انتخاب کروگے؟"

"ہاں یہ آپ مجھ پر چھوڑ دیں۔"

"اخراجات کی کوئی فکر نہ کرو۔ اور اس سلسلے میں اگر مناسب سمجھو تو ڈاکٹر طاہر علی سے مل لینا۔ آج ہی مل لینا میں انھیں فون کروں گا۔"

"یہ بہتر رہے گا!" میں نے فوراً کہا۔ "یہ کام تو میں آج خود بھی کرنے والا تھا لیکن اس شکل میں سہی۔ یہ بہتر رہے گا۔"

"بس اب حالات تمھارے ذمے ہیں۔ داور کی صورتِ حال دیکھتے ہیں۔ تم مطمئن رہو اگر اُسے کچھ بھی ہو گیا تو بات تم پر نہیں آئے گی۔ یہ حالات میں سنبھال لوں گا۔"

"جیسا آپ مناسب سمجھیں!" میں نے زیادہ دلیری دکھانے کی کوشش نہیں کی۔ حسن صاحب نے مجھے اجازت دے دی اور میں بہت سے نئے احساسات سینے میں سمیٹے ہوئے ان کے دفتر سے باہر نکل آیا۔ حسن صاحب کی یہ پیشکش بہت دلچسپ تھی اور میں اس پر بہت خوش تھا۔ بوڑھا بابا اب میری تحویل میں آجائے گا۔ میں اس کی ذہنی کیفیت اعتدال پر لانے کی پوری کوشش کروں گا۔ ڈاکٹر طاہر علی سے بھی اس موضوع پر کھل کر گفتگو ہوگی۔ لیکن حسن صاحب نے جو کچھ کہا کیا وہ درست تھا؟ وہ بوڑھے بابا سے اس قدر ناواقف نہیں ہوں گے جس قدر اظہار کر رہے ہیں۔ اس گفتگو سے ایک فائدہ ضرور ہوا تھا۔ محسن کے اس احسان سے گردن نہیں اُٹھا سکتا تھا جو اس نے مجھ پر کیا تھا لیکن حسن صاحب کے کردار سے اس میں ایک بال پڑ گیا تھا اور اکثر سوچا تھا کہ بوڑھے بابا کو اس حال میں رکھ کر وہ مجرمانہ کارروائی کر رہے ہیں۔ داور جیسے غنڈے سے ان کا کیا واسطہ ہے اور اگر بوڑھے بابا کے سلسلے میں جذباتی ہو کر میں کوئی غلط قدم اُٹھا بیٹھتا تو کیا یہ ناسپاسی نہ ہوگی۔ اب یہ اُلجھن رفع ہو گئی تھی اور کھل کر کام کرنے کا موقع مل گیا تھا۔

دوپہر کو دفتر کے ایک ڈرائیور کو اس گیراج کا پتا بتا کر بھیج دیا جہاں گاڑی مرمت ہو رہی تھی۔ گیراج کا ایک مکینک ساتھ آیا جسے بل ادا کر دیا گیا۔ پانچ بجے میں نے ہما کو فون کیا۔ فون ڈاکٹر طاہر علی نے اُٹھایا۔

"ہما صاحبہ تشریف رکھتی ہیں؟"

"کہیں گئی ہوئی ہیں آپ کون ہیں؟"

"غزالی ہے میرا نام... میں..."

"پہچانتا ہوں بیٹے۔ ہما تمھارا تعارف کرا چکی ہے۔ میں طاہر علی بول رہا ہوں۔"

"آپ سے ملاقات کرنا چاہتا تھا ڈاکٹر صاحب!"

"ضرور... فرصت ہو تو آجاؤ، میں آج فارغ ہوں۔"

"ابھی حاضر ہو جاؤں؟"

"بیشک!" ڈاکٹر طاہر علی نے جواب دیا۔

"بہتر! میں ابھی زحمت دوں گا۔" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد میری کار طاہر علی کی کوٹھی میں داخل ہو گئی۔ ایک ملازم نے مجھے ڈرائنگ روم میں بٹھایا اور طاہر علی بھی چند منٹ کے بعد پہنچ گئے۔ رسمی علیک سلیک ہوئی پھر انھوں نے کہا "دلچسپ بات ہے۔ ہما نے تمھارا تذکرہ کر کے تمھارے اور میرے درمیان ملاقات کرانے کا پروگرام بنایا تھا۔ لیکن وہ ذرا اہتمام کرنا چاہتی تھی لیکن اتفاق سے ہماری براہِ راست ملاقات کا بھی ایک ذریعہ نکل آیا!"

"وہ کیا؟" میں نے پوچھا۔

"حسن بھائی نے فون کیا تھا مجھے۔ مختصر تفصیل بھی بتائی تھی ویسے بیٹے میرے خیال میں ان لچے لفنگے قسم کے لوگوں سے بھڑنا اچھا نہیں ہوتا۔ داور ایک باقاعدہ مجرم ہے کئی بار سزا یافتہ ہے۔"

"میرے خیال میں حسن صاحب نے اس کام کے لیے غلط شخص کا انتخاب کیا تھا۔ کام کی نوعیت کچھ بھی تھی ایسے لوگوں کو خود سے اتنا قریب کرنا بھی تو اچھا نہیں ہوتا اور پھر خاص طور سے ایسی جگہ جہاں ان کے اہلِ خاندان بھی رہائش پذیر ہوں، آپ کا کیا خیال ہے؟"

میں نے کہا۔ ویسے میں دل میں حیران بھی ہوا کہ حسن صاحب نے فوراً ہی ڈاکٹر طاہر سے رابطہ قائم کر لیا۔

"بس بھئی اس میں میرا ہی قصور تھا، داور سے ایک سلسلے میں شناسائی ہو گئی تھی میں نے ہی اُسے حسن بھائی تک پہنچایا تھا۔ لیکن عزیزم تم نے بھی خوب داؤ پیچ دکھائے۔ کافی زخمی ہو گیا ہے وہ لیکن اب خطرے سے باہر ہے۔"

"یہ سب کیا گورکھ دھندا ہے ڈاکٹر صاحب؟"

"اس وقت تم ہما کے حوالے سے نہیں آئے بلکہ حسن صاحب کے ایک کارکن کی حیثیت سے آئے ہو اس لیے میں صرف تم سے کاروباری گفتگو کروں گا۔"

"جی ضرور!"

"جو کچھ چل رہا ہے اسے اسی طرح جاری رہنا چاہیے۔ اس کی یادداشت واپس لانے کے لیے یہ ضروری ہے۔"

"میں دواؤں کی بات نہیں کر رہا ڈاکٹر صاحب۔ لیکن مار پیٹ کا سلسلہ کیوں ضروری ہے؟"

"ذہن کو متوازن رکھنے کے لیے۔ اگر اس کی توجہ تقسیم نہ ہوئی تو دماغ کی نسیں پھٹ جائیں گی۔"

"اس کا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے؟"

"میری نگاہ میں نہیں ہے!"

"اس کی حالت قابلِ رحم ہے۔ میری خواہش ہے کہ صرف دواؤں کے ذریعہ یہ کیفیت کنٹرول کی جائے۔ آپ یقیناً اس کی کوئی ترکیب نکال لیں گے۔"

"کوشش کروں گا۔ تم اگر چاہو تو فی الحال اسے زد و کوب نہ کرو لیکن اگر اس پر کبھی شدید جنونی کیفیت طاری ہو تو میں کہیں بھی ہوں مجھے فوراً اطلاع دی جائے یا میں ایک انجکشن فراہم کر دوں گا جو اسے لگایا جائے۔ یہ انجکشن اسے سلانے کے لیے ہوگا۔"

"یہ نہایت مناسب ہے۔" میں نے پُرمسرت انداز میں کہا۔ اسی وقت ایک نوعمر ملازمہ کافی لے آئی۔ ملازمہ نے دو پیالیاں بنا کر ایک پیالی میرے اور دوسری ڈاکٹر کے سامنے رکھ دی۔

"اس سلسلے میں کوئی اور سوال؟"

"میں اپنا مقصد حاصل کر چکا ہوں۔" میں نے گردن خم کر کے کہا۔

"کوئی اور سوال نہیں کیا تم نے اس بوڑھے کے بارے میں؟"

"ضرورت نہیں محسوس کی۔ اپنی حدود قائم رکھنا چاہتا ہوں۔"

"یہ تمھاری طبیعت کی نفاست ہے۔ ہما مجھ سے تمھارے بارے میں تفصیلی گفتگو کر چکی ہے۔ بہت دلچسپی لے رہی ہے وہ تم میں!"

"جی۔ ہم یونیورسٹی کے ساتھی ہیں۔"

"مستقبل کے لیے میں نے اُسے مکمل آزادی دے دی ہے۔ اور یہ اس دور کی ضرورت بھی ہے۔ ہمارے بچے اب انگلی پکڑ کر آگے نہیں بڑھتے۔ ان میں فیصلے کرنے کی صلاحیت ہے۔ ہما کی والدہ اس کی نوعمری میں انتقال کر گئی تھیں۔ ناز و نعم میں پلی ہے اس لیے کسی حد تک متلون مزاج ہے لیکن اب میں محسوس کر رہا ہوں کہ وہ معتدل ہو گئی ہے اس کی وجہ شاید تم ہو۔" میں اس بات کا کوئی جواب نہیں دے سکا۔ البتہ ذہن میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی تھی۔ ڈاکٹر طاہر چند لمحات خاموش رہنے کے بعد بولے "سُنا ہے تمھارے بھائیوں نے تمھاری جائداد ہڑپ کر لی ہے۔"

"ہاں! وہ ایک ذاتی معاملہ ہے جسے میں بھول گیا ہوں!" میں نے سرسری سے انداز میں کہا۔

"تم اگر چاہو تو میں انتظام کر دوں۔ ہاتھ جوڑ کر آ کھڑے ہوں گے تمھارے سامنے!"

"جی نہیں! میں یہ سب کچھ نہیں چاہتا۔"

"دولت انسان کی بہت بڑی ضرورت ہے!"

"تسلیم کرتا ہوں لیکن میں بخوشی سب کچھ چھوڑ آیا ہوں۔"

"زندگی کا سفر اتنا آسان نہیں ہوتا، صاحبزادے دولت اس سفر کو آسان بناتی ہے۔ تمھیں اپنا منصب حاصل کرنے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے؟"

"یقیناً ہے لیکن اس راستے میں خود کو آزمانا چاہتا ہوں۔"

"مطلب؟"

"والدین کی چھوڑی ہوئی زمینیں اور جائداد تھی۔ کوشش کرتا تو مجھے میرا حصہ مل جاتا۔ لیکن ممکن ہے اس طرح میرا سفر رک جاتا۔ خود کچھ کرنے کا خواہش مند ہوں، اور اپنا امتحان فوری چاہتا ہوں۔"

"بہت عمدہ بات ہے... یہ تو بہت عمدہ بات ہے۔ دولت سے بیزاری ظاہر کرنے والے احمقوں پر مجھے ہنسی آتی ہے۔ بیشک اپنی ذہانت و فراست سے کمائی ہوئی دولت کی بات ہی کچھ اور ہوتی ہے لیکن برادر ایک مشورہ ہے وقت کے ساتھ سفر کرو ورنہ کچھ حاصل نہ ہوگا، تمام عمر کوشش کرتے رہوگے۔ کبھی دل چاہے تو مجھ سے مشورہ کر لینا۔"

"بہتر!" میں نے ان الفاظ پر غور کرتے ہوئے کہا۔ اور پھر کافی پینے کے بعد میں اُٹھ گیا۔ ڈاکٹر طاہر نے مجھ سے پُرجوش مصافحہ کیا پھر باہر تک چھوڑنے آئے اور بولے: "ہما کے ساتھ تم سے جو ملاقات ہوگی وہ اس وقت کی ملاقات سے مختلف ہوگی۔ اگر مناسب سمجھو تو ذکر ہی نہ کرنا اس ملاقات کا، ویسے کوئی حرج بھی نہیں ہے۔"

میں گاڑی میں بیٹھ کر واپس چل پڑا۔ ڈاکٹر طاہر علی کی شخصیت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پُراسرار تھی۔ کوئی ایسی بات ضرور تھی جو ابھی میرے ذہن میں واضح نہیں ہوئی تھی لیکن کچھ تھا ضرور۔

وہاں سے میں سیدھا کوٹھی واپس آیا۔ کوٹھی میں بہت چہل پہل تھی۔ تنویر کی کچھ دوست لڑکیاں آئی ہوئی تھیں اور لان پر ہی مجمع لگا ہوا تھا۔ تنویر نے مجھے دیکھ کر لفنگوں کی طرح منہ میں انگلیاں ڈال کر سیٹی بجائی اور لڑکیاں ہنسنے لگیں۔ تنویر مجھے زور زور سے ہاتھ ہلا کر فوراً وہاں آجانے کے اشارے کر رہی تھی۔ کچھ زیادہ ہی جولانی تھی۔ محسن اور ناصر وغیرہ بھی موجود تھے۔ کچھ لڑکیوں کے ساتھ اُن کے بھائی وغیرہ بھی آئے ہوئے تھے۔ مجھے ایک لمحے کے لیے ناگواری کا احساس تو ہوا، لیکن جانا ہی پڑا۔ محسن آگے بڑھا تو تنویر نے اُسے روکتے ہوئے کہا: "مانا کہ آپ ان کے زیادہ قدیم دوست ہیں لیکن ہم بھی دشمن تو نہیں۔"

میں نے مسکراتی نگاہوں سے تنویر کو دیکھا، جولیا بھی تھوڑے فاصلے پر موجود تھی اور میری ہی طرف نگراں تھی: "بھئی میں اِن ہنگاموں کے بارے میں تفصیل تو نہیں پوچھ سکتا، چونکہ یہاں ایسے ہنگامے متوقع ہوتے ہیں، لیکن کیا آج کوئی خاص سلسلہ ہے؟" میں نے ذرا دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

"جی ہاں، جب بھی چند افراد جمع ہو جائیں، کوئی نہ کوئی خاص سلسلہ شروع ہو ہی جاتا ہے، ویسے آپ اس سے پریشان تو نہیں ہوتے؟" تنویر نے میرے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے پوچھا۔

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہر جگہ تم غزالی کا انٹرویو کیوں شروع کر دیتی ہو؟" محسن بول پڑا۔

"محسن بھائی آپ نے پھر درمیان میں مداخلت کی۔ میں اپنے دوستوں سے غزالی صاحب کا تعارف کرانا چاہتی ہوں۔ ہاں تو خواتین و حضرات، ہمارے غزالی صاحب ایک انتہائی شریف آدمی ہیں، ہمارے تازہ تازہ دوست ہیں، یعنی صرف ہمارے، محسن صاحب سے ان کی دوستی بہت پرانی ہے۔ سُنا ہے یونیورسٹی کی مقبول ترین شخصیتوں میں شمار ہوتے تھے لیکن ان کی کچھ خوبیاں شاید محسن صاحب کو بھی نہیں معلوم تھیں، بہت عمدہ باکسر اور مارشل آرٹ کے ماہر ہیں غزالی صاحب، ہے کوئی جو اُن سے مقابلہ کرے؟" تنویر نے کہا۔

"اور خواتین و حضرات یہ بات بھی آپ میں سے تقریباً سب ہی کے علم میں ہوگی، کہ میری یہ بہن جو ہے نا، بعض اوقات گیدڑ سالہ بھی بن جاتی ہے۔" محسن نے ہنستے ہوئے تنویر کی بات کاٹی۔

"حضرات بہتر ہو کہ موضوعِ سخن میں نہ رہوں۔ چنانچہ اصولاً اب آپ سب کا تعارف بھی ہونا چاہیے۔" میں نے جلدی سے بات اُچک لی۔

تنویر اُن سب سے میرا تعارف کرانے لگی۔ کوئی بھی قابلِ ذکر نہیں تھا، بس کھاتے پیتے گھرانوں کے لڑکے لڑکیاں تھے، زندگی کی دلچسپیوں میں کھوئے ہوئے تھے، مجھے یہاں بلانے یا لوگوں سے تعارف کرانے کا بھی کوئی خاص مقصد نہیں تھا، بس ہنگامہ خیزی، جو خاصی دیر تک جاری رہی۔ اور جب میں نے محسن سے کہا کہ میں تھکا ہوا ہوں اور آرام کرنا چاہتا ہوں، تو اس نے میری گلوخلاصی کرانے میں مدد کی اور میں انیکسی میں واپس آگیا۔ تنویر کے یہ ہنگامے اس وقت سے مزید زور پکڑ گئے تھے، جب سے جولیا یہاں آئی تھی۔ آج بھی اُس نے ان لوگوں کو چائے پر بلایا تھا۔

انیکسی میں کریم بابا حسبِ معمول خاموشی سے میری ضروریات پوری کرنے میں مصروف ہو گئے، کوئی خاص بات نہیں تھی۔ میں چونکہ ان لوگوں سے معذرت کر کے چلا آیا تھا اس لیے یہ خدشہ نہیں تھا کہ ان میں سے کوئی میری طرف رُخ کرنے کی کوشش کرے گا۔

رات کے تقریباً ساڑھے دس بج چکے تھے، میں لباس تبدیل کر کے بستر پر لیٹ گیا۔ داور کے بارے میں کوئی نئی رپورٹ نہیں ملی تھی، نہ حسن صاحب نے اس سلسلے میں مجھ سے مزید کوئی گفت و شنید کی تھی، ان کی آج کی گفتگو کا ایک ایک لفظ میرے ذہن میں گردش کر رہا تھا۔ حسن صاحب کے بارے میں میری رائے اسی خراب نہیں تھی کہ وہ محسن کے والد تھے۔ جس شخص کا بیٹا اتنی نفیس طبیعت کا مالک ہو، وہ کیسے خراب ہو سکتا ہے۔ مجھے اس احساس سے واقعی خوشی ہوئی تھی کہ حسن صاحب براہِ راست ان معاملات میں ملوث نہیں تھے، لیکن جس قدر اور جو کچھ بھی تھا، بھی پُراسرار تھا، اور میرے لیے مزید خوش بختی کی بات یہ تھی کہ اب میں براہِ راست اس سلسلے میں شریک ہو گیا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اپنے کام کا آغاز کہاں سے کروں، پھر میری ذہنی رو اس ملازم کی طرف بھٹک گئی، جو داور کی زیرِ ہدایت کام کرتا تھا۔ اور میں اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا، مجھے اس سلسلے میں مزید تاخیر نہیں کرنی چاہیے اور اپنا کام فوراً سنبھال لینا چاہیے۔

انیکسی سے باہر نکلا تو لان کا ہنگامہ تقریباً ختم ہو چکا تھا، میں خاموشی سے دوسری طرف کی عمارت کی جانب بڑھ گیا، وہاں تک پہنچتے ہوئے میرے دل میں متعدد خیالات آئے۔ دروازے پر ملازم موجود تھا جو مجھے دیکھ کر جلدی سے کھڑا ہو گیا، وہ بیٹھا ہوا کوئی کتاب پڑھ رہا تھا، جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ تھوڑا بہت پڑھا لکھا آدمی ہے۔

میں نے اُس کے نزدیک پہنچ کر اسٹول پر رکھی ہوئی ایک

کتاب اٹھائی اور اُسے دیکھنے لگا، جاسوسی ناول تھا، جسے میں نے بند کر کے واپس اُس کی جگہ رکھ دیا۔ "کیا نام ہے تمھارا؟"

"ہدایت!"

"تمھیں معلوم ہے ہدایت کہ داور اب اس عمارت کا نگراں نہیں رہا، اور بوڑھے بابا کی نگرانی میرے سپرد کر دی گئی ہے؟"

"جی صاحب!" ہدایت نے جواب دیا۔

"کس طرح معلوم ہوا تمھیں یہ؟" میں نے پوچھا اور ملازم کوئی جواب نہ دے سکا، میں اُسے دیکھتا رہا اور پھر میں نے اپنا سوال دہرایا۔

"جی وہ آپ نے داور صاحب کو مارا تھا نا!"

"تو پھر؟"

"جی وہ... جی وہ... وہ۔" ملازم کسی قدر بوکھلا سا گیا میں بغور اس کا جائزہ لے رہا تھا، پھر میں نے نرم لہجے میں کہا۔ "آؤ اندر آؤ۔" وہ میرے ساتھ اندر چل پڑا۔ چلتے ہوئے وہ کسی قدر لڑکھڑا سا رہا تھا، جیسے ذہنی طور پر غیر متوازن ہو، اچھے خاصے گٹھے ہوئے بدن کا مالک تھا عمر پینتیس اور چالیس کے درمیان تھی، میں اُسے ایک اندرونی کمرے میں لے گیا، اندر پہنچ کر میں نے کمرے کا دروازہ بند کر دیا۔ ملازم کا چہرہ ہونقوں جیسا ہو گیا۔ "ہاں ہدایت مجھے بتاؤ، تم سے کس نے کہا تھا کہ اب اس عمارت کی نگرانی میرے سپرد ہے؟"

"جی وہ صاحب لگ، کسی نے نہیں... بس میں نے خود ہی سمجھ لیا تھا۔"

"بہت زیادہ سمجھدار ہو تم، شاید جاسوسی ناول پڑھ پڑھ کر۔"

"نہیں صاحب، بس وہ یونہی۔"

"جواب چاہتا ہوں، فوراً بتاؤ، ورنہ تم جانتے ہو کہ داور ہسپتال میں پڑا ہوا ہے اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کس وقت مر جائے۔"

"وہ صاحب، میں نے... میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا... میں نے کیا کیا ہے؟"

"میں مانتا ہوں کہ تم نے کچھ نہیں کیا۔ صرف اس بات کا جواب مانگتا ہوں میں کہ تمھیں کس نے یہ اطلاع دی؟"

"میں نے خود ہی سوچا تھا جناب!" ہدایت نے کہا۔

میں اُس کی صورت دیکھتا رہا اور پھر دفعتاً میں نے اپنا رویہ تبدیل کر لیا: "اچھی بات ہے ہدایت، بہت جلد تم مجھ پر اعتماد کرو گے۔ یہ بتاؤ بوڑھے بابا کو کھانا وغیرہ دے دیا؟"

"ہاں صاحب دے دیا۔"

"اس کا طریقہ کار کیا ہے؟"

"کچھ نہیں صاحب، ان کے لیے کھانا میں ہی تیار کرتا ہوں اور پھر انھیں کھلا دیتا ہوں۔"

"کیا بوڑھا بابا کھانا وغیرہ خود ہی کھا لیتا ہے یا تم اُس کی مدد کرتے ہو؟"

"نہیں صاحب، وہ کھانا خود کھا لیتے ہیں۔"

"اس وقت وہ کیا کر رہا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"آرام کرنے کے لیے گئے ہوں گے صاحب... یا پھر... یا پھر..."

"ہاں یا پھر؟"

"یا پھر صحن میں ہوں گے، وہ بعض اوقات رات رات بھر صحن میں بیٹھے رہتے ہیں۔ اس سلسلے میں داور صاحب کا حکم تھا کہ انھیں زبردستی اندر لانے کی کوشش نہ کی جائے۔"

"ہدایت میں تمھیں بتا چکا ہوں کہ اب داور اس عمارت میں کبھی نہیں آئے گا اور یہاں کے معاملات اب مجھے دیکھنے پڑیں گے یہ ذمہ داری حسن صاحب نے اب مجھے سونپ دی ہے، چنانچہ اس سلسلے میں بوڑھے بابا کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا واحد ذریعہ تم ہو۔ میں اس کے بارے میں سب کچھ جاننا چاہتا ہوں۔"

"بہت اچھا صاحب!" وہ بیچارگی سے بولا۔

"بوڑھا بابا صحن میں کیا کرتا رہتا ہے؟"

"بس صاحب، مٹی کو پانی سے گوندھ کر عجیب عجیب چیزیں بناتے رہتے ہیں، یہی ان کا مشغلہ ہے، بس اور کچھ نہیں۔"

"تمھیں داور سے کتنے پیسے ملتے تھے؟" میں نے سوال کیا۔

"جی وہ... کچھ بھی نہیں صاحب، مجھے تنخواہ کوٹھی سے ہی ملتی ہے۔"

"یہ میں صرف اس لیے پوچھ رہا ہوں ہدایت کہ تمھارا نقصان نہ ہو، جو کچھ داور تمھیں دیتا رہا ہے میں بھی تمھیں اتنا ہی دیتا رہوں گا، فکر مت کرو، لیکن شرط ہے کہ تم مجھ سے پورا پورا تعاون کرو!" میں ہدایت کی شکل دیکھ کر بات کر رہا تھا اور یہ اندازہ لگا رہا تھا کہ میری باتوں سے اس کے چہرے میں کیا تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں۔ لیکن میری اس پیشکش پر اس کے اندر کوئی خاص تبدیلی پیدا نہیں ہوئی۔ پھر میں نے پوچھا: "ہاں بوڑھے بابا کو دوائیں کون کون سی دی جاتی ہیں؟"

"میں زیادہ پڑھا لکھا آدمی نہیں ہوں، اردو پڑھ لیتا ہوں اور تھوڑی بہت انگریزی بھی جانتا ہوں، جو دوائیں داور صاحب لا کر دیتے رہے ہیں، وہی دوائیں انھیں دی جاتی ہیں۔"

"دوائیں بھی تم ہی دیتے ہو؟"

"جی ہاں اس سلسلے میں ذرا سی سختی کرنی پڑتی ہے لیکن یہ سختی میں نہیں داور صاحب کرتے تھے، چونکہ دوائیں ایک ہی وقت کھلائی جاتی ہیں، یعنی رات کو۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کہاں رکھی ہیں وہ دوائیں۔" میں نے پوچھا۔ اور ہدایت ایک سمت بڑھ گیا۔ اُس نے ایک چھوٹی سی الماری کھولی، چند شیشیاں نکالیں اور میرے سامنے لاکر رکھ دیں۔

میں نے ان شیشیوں پر لگے ہوئے لیبل پڑھے، دواؤں کے بارے میں مجھے کوئی خاص معلومات نہیں تھیں، لیکن دفعتاً ایک بات نے مجھے اپنی طرف متوجہ کر دیا۔ دواؤں کی جو چار شیشیاں ہدایت نے میرے سامنے لاکر رکھی تھیں، وہ اوپر تک بھری ہوئی تھیں اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ ان میں سے ایک گولی بھی استعمال نہیں کی گئی ہے۔ اس بات کو میں نے خاص طور سے نوٹ کیا۔ یہ شیشیاں بالکل نئی تھیں اور ابھی ان پر ہاتھوں سے چھونے کے نشانات بھی نہیں بنے تھے، جبکہ ہدایت بہت زیادہ صاف ستھرا آدمی نہیں تھا۔ اس بات نے مجھے چونکا دیا اور میں کسی سوچ میں ڈوب گیا، یقیناً اس میں کوئی خاص بات ضرور ہے۔ دواؤں کے نام میں نے ذہن نشین کر لیے تھے، لیکن رات بھر تذبذب کا شکار رہنا میرے لیے ممکن نہیں تھا، اس کی حقیقت معلوم ہونی ہی چاہیے، ہدایت کو بوڑھے بابا کے پاس زیادہ دیر تک رہنے کا موقع دینا خطرناک ہو سکتا ہے۔ مجھے سو فیصد یقین تھا کہ ہدایت خالصتاً داور کے زیرِ اثر ہے۔ میں نے شیشیوں کو ایک طرف رکھتے ہوئے پوچھا "یہ دوائیں دن میں صرف ایک بار استعمال کرائی جاتی ہیں ؟"

"جی صاحب!"

"شروع سے یہی دوائیں چل رہی ہیں یا ان میں کوئی تبدیلی بھی ہوئی ہے ؟"

"مجھے نہیں پتا صاحب، اس سلسلے میں ساری باتیں داور صاحب ہی جانتے تھے، مجھے تو وہ جو شیشیاں دیتے تھے اور جس طرح ان کے استعمال کرانے کو کہتے تھے، میں اسی طرح یہ دوائیں استعمال کراتا رہتا تھا۔"

"پچھلی رات تم نے بوڑھے بابا کو یہی دوائیں کھلائی تھیں؟"

"جی صاحب!"

"اچھا ہدایت ذرا ان میں سے کسی شیشی کی تمام گولیاں باہر نکالو اور مجھے گن کر بتاؤ کہ اس میں کتنی گولیاں موجود ہیں۔" میں نے کہا اور ہدایت کا چہرہ ایک لمحے کے لیے زرد پڑ گیا، وہ ایک دم آگے نہیں بڑھا بلکہ کسی قدر ہچکچایا، تب میں نے خود ہی پہلے ایک شیشی کی گولیاں نکالیں۔ اور انھیں پانچ پانچ کر کے گننے لگا، ایک شیشی میں پچاس گولیاں تھیں، پھر میں نے دوسری شیشیوں کی گولیاں نکال کر گنیں۔ ان تمام شیشیوں میں سے ایک بھی گولی کم نہیں ہوئی تھی، وہ اس تعداد کے عین مطابق تھیں جو اوپر لیبل پر لکھی ہوئی تھیں۔

"ہدایت یہ تمام شیشیاں بالکل نئی ہیں اور ان میں سے ایک بھی گولی کم نہیں ہوئی ہے، جبکہ تمھیں داور نے یہ شیشیاں آج نہیں دی ہوں گی۔ مجھے بتاؤ ہدایت یہ دوائیں کہاں سے آئیں۔ اور ان میں سے تم نے ابھی بوڑھے بابا کو کوئی دوا استعمال کیوں نہیں کرائی ؟"

ہدایت کا بدن آہستہ آہستہ کانپنے لگا۔ اُس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا "صاحب یہ شیشیاں آج ہی آئی ہیں آج میں پہلی بار ان میں سے بوڑھے بابا کو خوراک دوں گا۔"

"پرانی دوائیں ختم ہو گئیں ؟"

"جی ہاں!"

"مگر یہ شیشیاں کون لایا ہے ؟"

"وہ صاحب، دوائیں جب ختم ہونے لگتی تھیں تو میں داور صاحب سے کہہ دیتا تھا، وہ نئی شیشیاں لا دیتے تھے!"

"پرانی شیشیوں کا کیا کرتے ہو ؟" میں نے سوال کیا۔

"انھیں پھینک دیتا ہوں۔"

"کہاں ؟"

"جی وہ... وہ، بس اس طرف!" اُس نے بے اختیار صحن کی جانب اشارہ کیا اور میں اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا، یہ بات میرے ذہن میں جڑ پکڑ چکی تھی کہ پرانی دوائیں تبدیل کر کے نئی دوائیں آج ہی لائی گئی ہیں۔ میں نے ہدایت کا بازو پکڑا اور اُسے باہر کی سمت دھکیلتے ہوئے کہا "مجھے پرانی شیشیاں دکھاؤ۔"

ہدایت چند قدم آگے بڑھا اور پھر رک گیا "صاحب وہ پرانی شیشیاں تو میں نے باہر کوڑے دان میں پھینکی تھیں اور کوڑا صاف کرنے والا لے گیا۔"

میں نے ایک زوردار جھٹکے سے ہدایت کو کمرے کے بیچوں بیچ دھکیل دیا اور پھر اس کے قریب پہنچ کر بولا "مسلسل جھوٹ بولے جا رہے ہو مجھ سے، کتنا جھوٹ بولو گے، آخری بار کہتا ہوں کہ سچ بول دو، ورنہ اس کے بعد میرے ہاتھ نہیں رک سکیں گے۔"

ہدایت اپنے آپ کو سنبھال کر کھڑا ہوتا بولا "دیکھو صاحب یہ زیادتی اچھی بات نہیں ہے، ہم بھی انسان ہیں، مالک کا نمک ضرور کھاتے ہیں، مگر اپنی عزت نہیں بیچ دی۔" اُس نے ابھی اتنا ہی جملہ کہا تھا کہ میں نے الٹا ہاتھ اس کے جبڑے پر رسید کر دیا اور ہدایت کے حلق سے ایک چیخ نکل گئی، لیکن میں نے اُسے سنبھلنے کا موقع نہیں دیا، آگے بڑھ کر میں نے اس کا گریبان پکڑا اور ایک زوردار گھونسا اُس کی ٹھوڑی پر جڑ دیا۔ جونہی وہ نیچے گرا، میں نے آگے بڑھ کر اپنا گھٹنا اس کے سینے پر رکھ دیا۔

"میں تمھیں جان سے بھی مار سکتا ہوں ہدایت، اور تم جانتے ہو کہ میں ایسا کر سکتا ہوں۔ فوراً جواب دو، ورنہ میں مار مار کر تمھارا حلیہ بگاڑ دوں گا۔"

"یہ زیادتی ہے صاحب، ہم یہاں نوکری نہیں کریں گے۔"

"نوکری کے بچے مجھے صرف جواب چاہیے ؟" میں نے تابڑ توڑ کئی تھپڑ اس کے منہ پر رسید کر دیے، ہدایت میرے نیچے سے نکلنے کی کوشش کرنے لگا، میں نے جب اُس کی اس کوشش کو محسوس کیا تو اس کے بال مٹھیوں میں جکڑ کر اُسے اوپر اٹھایا اور پھر ایک زوردار گھونسا اس کے داہنے کان کے نیچے جڑ دیا۔ میں مسلسل اسے گھونسے اور تھپڑ مارتا رہا اور ہدایت کا حلیہ واقعی بگڑ گیا۔ اُس نے کئی بار دروازے کی طرف لپکنے کی کوشش کی لیکن میں نے ہر بار اس کی کوشش کو ناکام بنا دیا "میں تمھیں قتل کر کے تمھاری لاش اس عمارت کے کسی گوشے میں دفن کر دوں گا۔ سمجھے یہاں سے اس وقت نکل سکتے ہو جب میری باتوں کا جواب دے دو گے۔" میں نے ایک بار پھر اس کا گریبان پکڑ لیا۔

"ماریں مت صاحب، ماریے مت، ہم تو مصیبت میں پھنس گئے۔"

"نکل جاؤ اس مصیبت سے، ورنہ شاید زندگی بھر پچھتاتے رہو گے۔"

"صص صاحب، صاحب اب تو چھوڑ دیجیے، چھوڑ دیجیے اس سے زیادہ مار کھانا میرے بس میں نہیں ہے۔"

"تو پھر ساری تفصیل شروع سے لے کر آخر تک بتا دو۔"

"صاحب بس لالچ میں آ گئے تھے، ورنہ ہم... ہم اتنے بُرے آدمی نہیں ہیں۔ حسن صاحب کے نمک خوار تھے، وہ خود ہی داور صاحب کو یہاں لائے تھے۔ یہاں آنے کے بعد انھوں نے خود ہی ہمیں داور صاحب کے پاس بھیجا تھا صاحب اور کہا تھا کہ آئندہ ہم صرف وہ کریں جو داور صاحب کہیں، داور صاحب بہت خطرناک آدمی تھے، شاید آپ سے بھی زیادہ خطرناک، پتا نہیں کس طرح وہ آپ سے مار کھا گئے، ورنہ انھیں مارنا آسان کام نہیں تھا، داور صاحب نے ہم سے یہی کہا تھا کہ اگر یہاں کی کوئی بات باہر نکلی تو ہمارے رشتہ داروں تک کو قتل کر دیا جائے گا، میرے بچے یہاں نہیں صاحب، مگر مجھے ان کی زندگی عزیز ہے۔ دو بچے ہیں میرے، ایک بیوی ہے، وہ میری ماں کے ساتھ کہیں اور رہتے ہیں۔ داور صاحب نے مجھے دو سو روپے مہینہ بھی دینا شروع کر دیا تھا، یہ پیسے وہ اپنی جیب سے دیتے تھے اور انھوں نے مجھے ہدایت کر دی تھی کہ میں صرف انھیں ہی اپنا مالک سمجھوں، یعنی حسن صاحب کو بھی وہ سب کچھ نہ بتاؤں، جو وہ مجھ سے کہیں۔ دو سو روپے صاحب ہم جیسے لوگوں کے لیے بڑی چیز ہوتے ہیں، اور اس کے بعد سے ہم داور صاحب ہی کی بات مان رہے تھے، بڑے صاحب کا بھی یہی حکم تھا، پھر ہمیں کیا پڑی تھی کہ یہاں کی باتیں اِدھر اُدھر کرتے۔"

"ٹھیک ہے، اب تم صحیح گفتگو کر رہے ہو ہدایت۔ داور صرف حسن صاحب کے احکامات پر عمل کراتا تھا یا اپنے طور پر بھی کچھ کراتا تھا؟"

"صاحب آپ یقین کریں، ہم نے اُس کا کھوج کبھی نہیں لگایا، کیونکہ ہمیں داور صاحب سے بہت ڈر لگتا تھا۔"

"اچھا ٹھیک ہے، یہ اور بتاؤ، تمھیں اس کی اطلاع کیسے ملی کہ آج سے میں نے اس عمارت کا نظام سنبھال لیا ہے۔"

"وہ جی ڈاکٹر صاحب نے ہمیں فون پر اطلاع بھجوائی تھی۔"

"ڈاکٹر طاہر علی نے ؟" میں نے چونک کر سوال کیا۔

"جی ہاں!"

"ان کا فون کہاں آیا تھا ؟"

"صاحب کبھی کبھی ہمارے گھر سے فون آ جاتا ہے تو ہمیں فون پر بلا دیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا فون بھی جب آیا تھا تو ہم سے یہی کہا گیا تھا کہ ہمارے گھر سے فون آیا ہے مگر فون پر ڈاکٹر صاحب بول رہے تھے۔"

"ہوں، کیا کہا تھا انھوں نے ؟"

"یہی بتایا تھا صاحب کہ اب داور صاحب کے بجائے آپ یہاں کی نگرانی کریں گے، مجھے ہوشیار رہنا چاہیے۔"

"کس بات سے ؟"

"بس صاحب یہی کہ کوئی بات آپ کو پتا نہ چلنے پائے۔"

"اور دواؤں کا کیا معاملہ تھا ؟"

"ڈاکٹر صاحب نے فون پر یہ دوائیں ہمیں لکھوائی تھیں اور کہا تھا کہ کسی بھی میڈیکل اسٹور سے ہم یہ دوائیں خرید لیں اور پرانی دواؤں کی شیشیاں پھینک دیں۔"

"گڈ!" میں نے پُرخیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا "سنو ہدایت داور تمھیں دو سو روپے ماہوار دیتا تھا، نا۔ آج سے تمھیں چار سو روپے ماہوار ملیں گے لیکن شرط یہی ہے کہ تم میرے ساتھ پورا پورا تعاون کرو، میں تمھیں اسی جگہ رہنے دوں گا، حسن صاحب یا کسی اور کو کبھی یہ بات معلوم نہیں ہو سکے گی کہ تم داور کے کہنے پر کیا کیا کرتے رہے ہو، لیکن اس کی شرط یہی ہے کہ تم میرے ساتھ پورا پورا تعاون کرو۔"

"ہم کسی چکر میں تو نہیں پھنس جائیں گے صاحب ؟ آپ یقین کریں ان دو سو روپوں کی ضرورت سے زیادہ ہمیں داور سے خوف محسوس ہوتا تھا، وہ غنڈا تھا صاحب، چاقو رکھتا تھا، چاقو کا بہت بڑا ماہر ہے وہ، بس پتا نہیں کس طرح آپ کے ہاتھوں پٹ گیا۔"

"خیر چھوڑو، ان باتوں کو، ہاں یہ بتاؤ پرانی دواؤں کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شیشیاں کہاں ہیں ؟"

" باہر موجود ہیں صاحب، ہم نے چھپا دی ہیں۔"

" تو پھر چلو ذرا وہ میرے حوالے کر دو۔" میں نے کہا اور ہدایت نے گردن ہلادی۔ اُس کے مُنہ سے دو تین جگہ سے خون بہہ رہا تھا، اُس نے آستین سے وہ خون صاف کیا، اور پھر میرے ساتھ چل پڑا۔ بوڑھا بابا ایک کمرے میں گہری نیند سو رہا تھا، ہم اُسے دیکھتے ہوئے باہر صحن میں نکل آئے اور پھر ہدایت نے ایک درخت کی جڑ سے وہ تین شیشیاں مٹی سے نکال دیں جن میں ابھی کافی گولیاں موجود تھیں۔" یہ دوائیں ہیں صاحب!" اُس نے شیشیاں میرے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ میں نے انھیں غور سے دیکھا اور پھر انھیں اپنی جیب میں ڈال لیا۔"

" تم بالکل اطمینان رکھو ہدایت، کسی کو یہ خبر نہیں ہو گی کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔ ویسے تمھیں یاد ہے کہ یہی دعائیں مسلسل استعمال کرائی جاتی تھیں۔"

" جی صاحب یہ بات ہمیں اچھی طرح یاد ہے۔"

" حسن صاحب نے تو کبھی دواؤں کی یہ شیشیاں دیکھنے کی کوشش نہیں کی ؟"

" نہیں صاحب وہ اس معاملے میں نہیں پڑتے، ساری ذمہ داریاں داور کے سپرد کر دی گئی تھیں۔ دراصل جب سے یہ بوڑھے بابا یہاں آئے ہیں۔ داور ہی ان کی نگرانی کر رہا ہے، اور حسن صاحب نے کبھی اس کے معاملات میں مداخلت نہیں کی۔"

" داور اور طاہر علی کا آپس میں کیا تعلق ہے ؟"

" یہ ہمیں نہیں معلوم صاحب آپ یقین کریں بس داور صاحب نے یہ بھی کہا تھا ہم سے کہ اگر کبھی ان کی غیر موجودگی میں ڈاکٹر طاہر علی کچھ کہیں تو اس پر عمل کیا جائے۔"

" اتنی سی بات تھی ہدایت جسے تم نے افسانہ بنا دیا، یہ چار سو روپے میری طرف سے پیشگی رکھو تمھاری آمدنی بند نہیں ہوئی بلکہ ڈبل ہو گئی ہے لیکن اس بات کو اچھی طرح یاد رکھنا کہ داور کے یا کسی اور کے کہنے سے تم نے کوئی غلط حرکت کرنے کی کوشش کی تو میں تمھیں زمین کی گہرائیوں میں بھی نہیں چھوڑوں گا۔ میرا نام غزالی ہے آج سے داور کو بھول جاؤ اور غزالی کو یاد رکھو۔" ہدایت نے کوئی جواب نہیں دیا تو میں نے پھر کہا۔" بوڑھے بابا کو خوراک کیا دی جاتی ہے ؟"

" صاحب خوراک بہت اچھی دی جاتی ہے۔ اس میں کوئی گڑبڑ کبھی نہیں ہوتی۔"

" ہونی بھی نہیں چاہیے اور سُنو اس کے اوپر ذرا بھی تشدد نہیں ہو گا تم ہمیشہ کی طرح نگرانی جاری رکھو گے۔ کوئی غیر متعلق شخص اس عمارت میں نہیں داخل ہو گا، ویسے کیا اس دوران داور کی غیر موجودگی میں کبھی کوئی یہاں آیا ہے ؟"

" کوئی نہیں صاحب بڑے صاحب کی ہدایت کے مطابق کوئی اس طرف نہیں آتا، کوئی بھی نہیں۔"

" اچھی طرح غور کر لو ہدایت ممکن ہے تمھارے علم میں کوئی بات ہو اور تم اسے چھپا رہے ہو ؟"

" نہیں صاحب اب آپ بھروسا کریں، اب ہم آپ سے کچھ نہیں چھپا رہے۔"

" اس کے باوجود اگر تمھیں کچھ یاد آجائے تو مجھے ضرور بتاؤ گے !"

" یاد کرنے کی کوئی بات ہے ہی نہیں صاحب ہم آپ کو کیا بتائیں۔" ہدایت نے کہا۔

دراصل میرے ذہن میں اس وقت ندرت تھی۔ ہدایت کی جتنی مرمت ہو چکی تھی اس کے تحت بظاہر تو یہی محسوس ہوتا تھا کہ وہ اب جھوٹ نہیں بولے گا، لیکن اس قسم کے لوگوں کے بارے میں کوئی آخری بات بھی نہیں کہی جا سکتی۔ ممکن ہے اس کے ذہن کی گہرائیوں میں کچھ اور ہو، خاص طور سے اس کے ایک جملے نے مجھے مزید شک و شبہات میں ڈال دیا تھا۔ ڈاکٹر طاہر علی نے اُسے فون پر دواؤں کے نام لکھوائے تھے اور وہ اطمینان سے یہ دعائیں خرید دیا تھا، ظاہر ہے نام انگریزی میں لکھوائے گئے ہوں گے میں نے اس بارے میں بھی اس سے ایک سوال کر ڈالا۔" تم انگریزی بھی جانتے ہو ؟"

" ہاں صاحب میٹرک کیا ہے ہم نے بس تقدیر کے مارے ہیں کوئی اور ملازمت نہیں مل سکی تو پھر گھروں میں ہی کام شروع کر دیا۔"

" حسن صاحب کے ہاں کتنے عرصے سے ملازم ہو ؟"

" کئی سال ہو گئے صاحب چار پانچ سال گذر گئے ہیں، جب سے یہیں کام کر رہے ہیں۔ کوئی ایسی گڑبڑ نہیں کی ہم نے جس پر مالک کو اعتراض ہوتا، آپ خود معلوم کر سکتے ہیں۔ یہ داور کا چکر انھوں نے خود ہی چلایا تھا، اور ہم اُس کے جال میں پھنس گئے بات صرف دو سو روپے کی تھی صاحب۔ کیا بتائیں ہم جیسے لوگوں کے لیے دو سو روپے بہت ہوتے ہیں پتا نہیں کتنے کام نکل جاتے ہیں۔ اسی لیے ہم نے کسی سے داور کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔"

میں ذرا سی الجھن کا شکار ہو گیا تھا کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ شخص ڈاکٹر طاہر علی کو تمام صورت حال سے آگاہ کر دے اور ڈاکٹر طاہر علی کچھ اور نت نئے نات ٹالنے کی کوشش کرے۔ تھوڑی دیر تک سوچنے کے بعد میں نے یہی فیصلہ کیا کہ ہدایت کو ابھی اس کی جگہ سے ہٹانا مناسب نہیں ہے۔ ڈاکٹر طاہر علی نے یقیناً مجھ سے گفتگو کرنے کے بعد ہی ہدایت کو یہ ٹیلی فون کیا ہو گا۔ ایک طرح سے داور کی غیر موجودگی میں ہدایت، ڈاکٹر طاہر علی کا مہرہ بن گیا تھا۔ اگر یہ فوراً اپنی جگہ سے ہٹ جائے گا تو ڈاکٹر طاہر علی کو شبہ ہو جائے گا، چنانچہ اس خطرے کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہدایت کو اس کی جگہ سے نہیں ہٹایا جا سکتا تھا، البتہ فوری طور پر ایک ایسا آدمی مزید یہاں مقرر کر دینا چاہیے تھا جو ہدایت پر نگاہ رکھے اس کے لیے کسی شخص کا بندوبست ضروری تھا۔

ہدایت سے پوچھنے کے لیے اب اور کچھ نہیں رہ گیا۔ میں اسے آخری ہدایات دے کر وہاں سے نکل آیا۔ ذہن سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ آخر اس بوڑھے کی زندگی سے ایسا کونسا راز وابستہ ہے جس کی وجہ سے اس کی یہ درگت بن رہی ہے۔ یہ معمہ کس طرح حل ہو، اصولاً تو مجھے ان معاملات میں نہیں الجھنا چاہیے تھا۔ اگر حسن صاحب میرے معاملے میں دوسری طرح نہ سوچتے تو یہ آسانی مجھ سے معذرت کر سکتے تھے یا پھر میرے لیے کہیں اور بندوبست کیا جا سکتا تھا اس کے علاوہ میری زندگی تو ابھی ایک کٹی پتنگ کے مانند تھی۔ میں مستقبل کے لیے کوئی منصوبہ نہیں بنا سکا تھا۔ اس جھمیلے میں پڑنے کی بجائے کوئی کام کی بات سوچتا تو میرے حق میں بہتر تھا، لیکن اب اس سوچ سے کیا حاصل۔ میرے ذہن میں جو تجسس جاگ اُٹھا تھا اُسے ختم کر دینا اب میرے بس میں نہ تھا۔

کوٹھی سنسان ہو چکی تھی۔ ملازم تمام کاموں سے فارغ ہو کر سونے کے لیے جا چکے تھے۔ صرف گیٹ پر چوکیدار جاگ رہا تھا لیکن وہ یہاں سے کافی دور تھا۔ انیکسی میں جا کر پڑ جانے کو جی نہ چاہا تو میں بغلی سمت کے باغ کی طرف چل پڑا، یہاں ایک خوب صورت حوض بنا ہوا تھا، حوض کے کنارے بنچیں پڑی تھیں۔ میں اُن میں سے ایک پر جا کر بیٹھ گیا۔

اب کیا کرنا چاہیے ؟ بڑی پُراسرار سچویشن تھی حسن صاحب بوڑھے بابا کو کہاں سے لے کر آئے تھے۔ یہ سوال تشنہ تھا۔ بوڑھا بابا کون ہے ؟ بقول حسن صاحب یہ بات وہ بھی نہیں جانتے تھے۔ نا ممکن۔ پھر لانے کا اور اس پر اتنے روپے خرچ کرنے کا مقصد۔ وہ گونگا تھا۔ پاگل تھا۔ حسن صاحب نے اُس کے علاج کے لیے ڈاکٹر طاہر علی سے رجوع کیا۔ ان کے خیال میں بوڑھے کے ذہن میں کوئی گرہ تھی۔ حسن صاحب اس گرہ کو کھولنا چاہتے تھے۔ گویا کوئی چکر تھا۔ حسن صاحب بے تعلق تو نہ ہوئے جو کچھ بوڑھے کے ذہن میں تھا وہ اُس سے دلچسپی لے رہے تھے۔ اور اس کے لیے وہ بوڑھے بابا کو دوسروں سے محفوظ رکھنا چاہتے تھے۔ بات اگر صرف انسانی ہمدردی اور خلوص کی ہوتی تو شہر میں دماغی امراض کے اعلیٰ ہسپتال موجود تھے۔ بوڑھے بابا کے لیے وہاں سے بہتر کوئی جگہ نہ تھی۔ انھوں نے اسے دوسروں سے محفوظ رکھنے کے لیے ہی داور جیسے خطرناک غنڈے کا انتخاب کیا۔ داور کو ڈاکٹر طاہر علی نے اُن تک بھیجا اور طاہر علی نے بوڑھے کے علاج کی ذمہ داری بھی خود ہی سنبھال لی۔ گویا طاہر علی بھی اس راز میں شریک تھے۔ غلط دواؤں کا استعمال اب ایک کھلی ہوئی بات تھی۔ ڈاکٹر طاہر علی نے خود یہ دوائیں کیوں تبدیل کیں۔ وہ کیا چاہتے تھے ؟ پہلے استعمال کی جانے والی دواؤں کی نوعیت کیا تھی ؟ ان دواؤں کے نام میں نے ذہن نشین کر لیے تھے۔ کسی ڈاکٹر سے رجوع کرنا ہو گا تاکہ ان دواؤں کے نتائج معلوم کیے جا سکیں۔

میں اٹھنا ہی چاہتا تھا کہ دفعتاً قدموں کی چاپ محسوس ہوئی۔ آواز بائیں سمت سے آئی تھی۔ تقریباً دس گز کے فاصلے پر پھولوں کے کُنج کے عقب میں کوئی موجود تھا۔ میرے ذہن میں خدشات جاگ اُٹھے۔ ایک لمحہ اس طرف نگاہ جمائے رہا۔ پھر اُٹھ کر اس طرف چل پڑا۔ جو کوئی بھی تھا اگر بھاگنے کی کوشش کرتا تو چھپ نہیں سکتا تھا۔ البتہ وہاں سے مجھ پر حملہ بآسانی کیا جا سکتا تھا۔ سر پہ آ پڑی تھی تو ہمت کرنی ہی تھی۔ میں کُنج کے قریب پہنچ گیا اور آواز سنبھال کر بولا۔" میں نے تمھیں دیکھ لیا ہے باہر آ جاؤ۔" سرسراہٹ ہوئی اور ایک سایہ کُنج کے عقب سے برآمد ہو کر میرے سامنے آ گیا۔ ماحول نیم تاریک تھا لیکن میں نے ایک ہی نگاہ میں ندرت کو پہچان لیا، اور حیران رہ گیا۔" ندرت... آپ!" میرے مُنہ سے بے اختیار نکلا۔

" آپ سے کچھ بات کرنی ہے !" ندرت نے کہا۔ میں نے پہلی بار ندرت کی آواز سُنی تھی۔ کئی بار اُسے دیکھا تھا۔ کئی بار اس سے ملاقات ہوئی تھی لیکن وہ خاموش رہتی تھی۔ اُس کی آواز میں نے کبھی نہیں سُنی تھی۔ اس کا لہجہ عجیب تھا اور تلفظ اردو والوں کا نہیں تھا۔

" آیئے ندرت... پلیز... اس طرف آ جایئے... آپ تنہا ہیں ؟"

" ہاں !"

میں اسے حوض کے پاس لے آیا، لیکن اس نے کہا۔

" اِدھر نہیں۔ اس طرف !" اشارہ درختوں کے ایک جھنڈ کی طرف تھا جو احاطے کی دیوار کے قریب تھا۔ وہاں تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ میں سمجھ گیا کہ وہ دیکھ لیے جانے کے خوف کا شکار ہے۔ درختوں کے نیچے لمبی گھاس پھیلی ہوئی تھی۔ وہ بے تکلفی سے زمین پر بیٹھ گئی۔" جی مجھ سے کوئی کام ہے ؟"

" میں شرمندہ ہوں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کس بات پر!" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"میں نے آپ کو غلط سمجھا!"

"کس سلسلے میں ندرت؟"

اُس نے گردن جھکا لی۔ میں انتظار کرتا رہا۔ جب دیر تک وہ کچھ نہ بولی۔ تو میں نے کہا: "آپ جو کچھ بھی کہنا چاہتی ہیں اطمینان سے کہیں میری ذات سے آپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔"

"اُس دن آپ نے مجھے دیکھا۔ میں نے سوچا آپ سب کو بتا دیں گے۔ سب کو بولیں گے اور میں برباد ہو جاؤں گی۔ میں بہت پریشان تھی... اور... اور میں نے آپ کی جان لینے کی کوشش کی۔ میں نے آپ کو چاقو پھینک کر مارا... اور میں نے آپ کی کار خراب کی... مگر آپ بہت..." وہ اٹک گئی۔

مجھ پر بجلی سی گر پڑی۔ میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ مجھ پر دونوں قاتلانہ حملے اس نرم و نازک اور خاموش طبع لڑکی نے کیے ہوں گے۔ کہانی ہی بدل گئی تھی۔ میں بے سبب ہی داور کو ان حملوں کا مجرم گردانتا رہا۔ اس کا مطلب ہے داور کے ساتھ زیادتی ہوئی۔ میں نے اُسے صرف اسی لیے مارا تھا کہ میرے خیال میں اُس نے مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی۔ بات سمجھ میں آ رہی تھی۔ اُس دن میں نے ندرت کو بوڑھے بابا کے پاس دیکھا تھا اور ندرت نے مجھے اس لیے ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی کہ اُس کا راز فاش نہ کر دوں۔

"میں آپ سے معافی مانگتی ہوں!" وہ اٹک اٹک کر بول رہی تھی۔

"انگلش بولتی ہیں آپ؟" میں نے اُسے درمیان میں ٹوکا۔

"ہاں!"

"آپ کو اُردو بولنے میں دقت ہو رہی ہے۔ انگلش میں بات کریں!"

"شکریہ!" ندرت نے کہا۔ پھر انگلش میں بولی۔ "آپ بہت شریف انسان ہیں غزالی، آپ نے کسی کو کچھ نہیں بتایا، اس کے علاوہ آپ نے داور کو صرف اس لیے مارا کہ وہ بوڑھے بابا کے ساتھ زیادتی کر رہا تھا۔ پہلا واقعہ بھی مجھے معلوم تھا لیکن... میں آپ سے بہت شرمندہ ہوں۔ میرا ضمیر مجھے ملامت کرتا رہا ہے۔ اور اس وقت ضمیر کی چبھن ہی مجھے آپ کے پاس لے لائی ہے۔"

"آپ کو کیسے پتا چلا کہ میں یہاں ہوں؟" میں نے پوچھا۔

"میرا کمرہ سامنے ہے۔ میں نے کھڑکی میں سے آپ کو دیکھا تھا۔ اس وقت سب لوگ سو رہے ہیں۔ میں نے سوچا، میں آپ سے مل ہی لوں، کون جانے پھر موقع ملے یا نہ ملے۔"

"ایک بات اور بتایئے۔ انیکی سے دو چاقو بھی آپ نے حاصل کر لیا تھا جس سے مجھ پر حملہ کیا تھا۔"

"ہاں!" ندرت نے جواب دیا۔

"کیسے؟"

"میں نے کریم کو باہر جاتے ہوئے دیکھا تھا۔" وہ آہستہ سے بولی۔ میں خاموش ہو گیا۔ چند لمحات کے بعد میں نے کہا: "آپ کے بارے میں ان تمام باتوں کے جاننے سے پہلے بھی میں بہت کچھ سوچتا رہا ہوں ندرت۔ مجھے آپ سے ہمیشہ ہمدردی محسوس ہوئی ہے، نہ جانے کیوں میرا دل چاہتا ہے کہ آپ کے کسی کام آؤں۔ آپ سب سے علیحدہ رہتی ہیں، آپ مجھے ہمیشہ دکھی محسوس ہوئی ہیں۔"

"نہیں... میں ٹھیک ہوں... ایسی کوئی بات نہیں ہے!"

"میں معمولی سا آدمی ہوں ندرت... آپ کی مہربانی ہے کہ آپ نے مجھ پر اعتماد کیا۔ بوڑھے بابا کے بارے میں مجھے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ یہاں رہتا ہے۔ میں نے ازراہِ انسانیت یہ سب کچھ کیا ہے اور اب بھی اس کے لیے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں، شاید آپ کو یہ بات معلوم نہ ہو کہ داور کافی زخمی ہو گیا ہے۔ اور اب وہ اس عمارت میں کبھی نہیں آئے گا۔"

"نہیں آئے گا!" ندرت نے چونک کر مجھے دیکھا۔

"ہاں! بوڑھے بابا کی خدمت کی ذمہ داری اب میرے سپرد ہے اور اب اُسے کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔"

ندرت اس انکشاف پر بھونچکی رہ گئی تھی وہ عجیب سی نگاہوں سے میری طرف دیکھنے لگی۔ اس کی سحر خیز آنکھوں کے حسن کا میں ہی قائل تھا لیکن ان تاریکیوں میں یہ روشن چراغ اس قدر دلکش لگے کہ ایک لمحے کے لیے میں ان میں کھو کر رہ گیا۔ اور نہ جانے کیوں نہ جانے کیوں مجھے اپنا ذہن غنودہ سا محسوس ہوا۔ بس ایسے لگا تھا جیسے نیند کا جھونکا آ گیا ہو۔ صرف ایک لمحہ۔ دوسرے لمحے میں سنبھل گیا: "ندرت اُس دن آپ چھپ کر وہاں گئی تھیں؟" میں نے پوچھا۔

"میں آپ سے معافی مانگنا چاہتی تھی غزالی! آپ کا شکریہ۔ اب میں چلتی ہوں۔ آپ ایک شریف انسان ہیں۔ انسانوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے یہ آپ جانتے ہیں؟ میرے بارے میں کسی سے تذکرہ نہ کریں، میں شکرگزار ہوں گی۔" اس نے کہا اور جلدی سے کھڑی ہو گئی۔ میں سمجھ گیا تھا کہ وہ اس موضوع پر بات نہیں کرنا چاہتی۔

"ٹھیک ہے ندرت! صرف ایک بات سنتی جایئے اگر آپ لوگوں کے درمیان تنہائی محسوس کریں یا کچھ کہنے کو جی چاہے تو مجھے یاد کر لیں۔ آپ میرے بارے میں تجربہ کر چکی ہیں۔" اس نے مڑ کر دیکھا، میری بات سنی اور پھر درختوں کی آڑ لیتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔

دوسرے دن حسن صاحب نے مجھے پھر ٹیلی فون کیا۔ "بھئی معاف کرنا اب یہ مصیبت تو تمہارے گلے پڑ ہی گئی ہے۔ مل سکتے ہو مجھ سے..."

"حاضر ہوتا ہوں!" میں نے کہا۔ اور حسن صاحب کی خدمت میں روانہ ہو گیا۔

"تم نے اپنی نئی ذمہ داری سنبھال لی؟"

"جی ہاں!"

"جائزہ لیا بوڑھے بابا کا...؟"

"ابھی اس کا موقع نہیں مل سکا۔"

"میری خواہش ہے کہ تم اس کا خود جائزہ لو۔ اس کے بارے میں اندازہ لگاؤ کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ بس تو غزالی! یہ سب کچھ میرے لیے بہت اہم ہے۔ بوڑھے بابا کی زندگی، اس کی صحت، اس کی یادداشت کی واپسی، یہ سب کچھ۔ اور سنو تم اس سلسلے میں گھاٹے میں نہیں رہو گے تمہیں اس سے کافی فائدے بھی ہوں گے۔ میں جانتا ہوں تم محسن کے دوست ہو طالب علمی کی زندگی کی دوسری بات تھی لیکن اس دنیا نے تمہیں چیلنج دیا ہے۔ تم ایک مقصد لے کر میدانِ عمل میں نکلے ہو۔ میں تمہارے اس مقصد کی تکمیل کا ذریعہ بنوں گا۔ میں تمہارے سامنے کچھ ایسے منصوبے پیش کروں گا جس کے ذریعہ تمہیں اپنی منزل تک پہنچنے میں آسانی ہو۔ میں تمہیں لالچ نہیں دے رہا، یوں سمجھ لو کہ دنیا کے کام یونہی چلتے ہیں۔ تم میرے لیے کچھ کرو، میں تمہارے لیے کچھ کروں گا۔ اور یہ تعاون ہمارے درمیان ایک راز رہے گا۔ ایک مکمل راز جس سے محسن یا کوئی بھی واقف نہ ہو۔ میری بات سمجھ رہے ہو نا؟"

"جی ہاں حسن صاحب! آپ نے دنیا دیکھی ہے۔ یہ بھی مجھے یقین ہے کہ اپنی زندگی میں آپ کا واسطہ ایسے بےشمار لوگوں سے پڑا ہو گا جن کے ذہن کی گہرائیوں میں جھانک کر آپ نے ان کی شخصیت کو پہچانا ہو گا۔ میں چاہتا ہوں کہ محسن کے دوست کی حیثیت بھی برقرار رکھوں اور آپ کا احترام اسی طرح کروں جس طرح محسن کرتے ہیں۔ اس لیے میں آپ کو اپنی شناخت کی زحمت سے بچانا چاہتا ہوں۔ میرا فرض ہے کہ میں آپ کو اپنے بارے میں بتا دوں۔ میرے والد اتنے دولتمند نہیں تھے کہ میں ان کے روپے سے ملیں اور کارخانے لگا سکتا لیکن پھر بھی میرا حصہ اتنا تھا کہ میں مزید محنت کر کے زندگی عیش سے گزار دوں۔ میرے بھائیوں نے جو کچھ کیا ہے اچھا نہیں کیا۔ لیکن میں نے انہیں مایوس کرنا گوارا نہ کیا اور اپنے مستقبل کی تلاش میں چل پڑا۔ حسن صاحب میں ذہنی طور پر ملازمت قبول نہیں ہوں۔ دولت کا خواہش مند ہوں، لیکن اپنی شخصیت کی قیمت پر نہیں۔ بہتر یہ ہوتا کہ آپ مجھے اعتماد میں لے کر مجھ سے کام لیتے۔ میں اپنی ذہنی کیفیت بھی بیان کر دوں۔ اگر میری دلچسپیاں اسی طرح بڑھتی رہیں تو ممکن ہے کہ میں حقیقت کی تلاش میں خود سفر شروع کر دوں۔"

حسن صاحب کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ وہ خالی خالی نگاہوں سے مجھے دیکھتے رہے۔ پھر انھوں نے کہا: "تمھیں میں نے محسن کے کہنے پر اپنے پاس نہیں رکھا تھا غزالی۔ اگر تم میری نگاہِ انتخاب کی کوئی حقیقت سمجھتے ہو تو میری بات پر یقین کر لو کہ مجھے تمہاری شخصیت کے جوہر نظر آ گئے تھے۔ اور بیٹے، داور کی ذمہ داریاں بھی میں نے تمہیں بلاوجہ نہیں سونپیں۔ داور کی جگہ کوئی اور یہاں آ سکتا تھا۔ میں اگر تم سے کوئی خطرہ محسوس کرتا تو معاف کرنا تمہیں اپنے گھر سے ہٹا سکتا تھا، کسی بھی طرح تم سے معذرت کی جا سکتی تھی۔ میں نے یہ سب کچھ نہیں کیا تو اس کی وجہ ضرور ہو گی۔ میں مزید تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔ تمہاری اس گفتگو میں مجھے ایک بات سب سے دلچسپ محسوس ہوئی ہے۔" حسن صاحب چند لمحے مجھے دیکھتے رہے پھر بولے: "سمجھتے ہو کونسی بات؟"

"جی نہیں!" میں نے جواب دیا۔

"حقیقت کی تلاش والی بات۔ میں کسی قیمت پر تمہیں ان باتوں سے آگاہ نہیں کروں گا، جو میرے ذہن میں ہیں۔ البتہ میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ اپنی دلچسپیاں بڑھا کر حقیقت تلاش کرو۔ یہ میری طرف سے چیلنج ہے۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے کہا: "اور ان راستوں میں اگر کوئی گستاخی ہو گئی تو؟"

"میں تمہاری ہر گستاخی کو پیشگی معاف کرتا ہوں۔"

"اگر کوئی قدم آپ کے پروگرام کے خلاف اُٹھ گیا...؟"

"وہ بھی معاف ہے۔ تم چاہو تو میں تمہیں لکھ کر دے سکتا ہوں۔"

"بہتر ہے حسن صاحب! میں نے ایسے راستوں پر کبھی سفر نہیں کیا لیکن زندگی کا یہ رُخ بھی دیکھنا چاہتا ہوں۔ بہت سی باتیں ذہن میں ہیں لیکن اب آپ کا کوئی سہارا قبول نہیں کروں گا۔ آپ کے اس فراخدلانہ رویّے کے لیے شکریہ ادا کرتا ہوں۔"

"یہ ایک دوستانہ چیلنج ہے غزالی۔ اس کے لیے کچھ باتیں تمہیں ضرور ماننی پڑیں گی۔"

"وہ کیا بات؟"

"مالی پیشکش میں تمہیں کر چکا ہوں۔ جو کچھ کرو گے اس میں اخراجات میرے ہوں گے۔ اس کے علاوہ کوئی قانونی الجھن پیش ہو تو میری مدد لے سکتے ہو۔"

"مزید شکریہ!" میں نے کہا اور حسن صاحب سے اجازت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لے کر باہر نکل گیا۔ حسن صاحب سے کھل کر بات ہوئی تھی، اس لیے ذہن کچھ ہلکا محسوس ہو رہا تھا۔ بہت سی نئی باتیں سمجھنے اور سوچنے کا موقع ملا تھا۔ حسن صاحب اگر مجرم ہوتے تو اتنے کھل کر بات نہ کرتے۔ لیکن ڈاکٹر طاہر علی؟

اپنے آفس میں آکر آج کے ضروری کام نمٹانے لگا۔ کاروباری امور سے غفلت برتنا مناسب نہ تھا لہٰذا ذہن سے ساری باتیں جھٹک کر ان میں مصروف ہو گیا۔ دو بجے تک شدید مصروف رہا۔ فراغت ملی تو چائے منگا لی۔ اور اس کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتے ہوئے حسن صاحب سے ہونے والی گفتگو پر غور کرنے لگا۔

حسن صاحب کی یہ پیش کش بے معنی نہیں تھی۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ بھی راستے میں ہوں اور کسی بھی طرح منزل کو پانا چاہتے ہوں۔ وہ بوڑھے بابا کو کہاں سے لائے؟ ندرت کہاں سے آئی؟ وہ اردو سمجھ سکتی تھی لیکن روانی سے بول نہیں سکتی تھی۔ اس کے خدوخال بھی مقامی نہیں تھے۔ دفعتاً میں چونک پڑا۔ یہ بات درحقیقت قابلِ غور تھی۔ وہ یورپ کے کسی ملک کی باشندہ بھی نہیں معلوم ہوتی تھی مگر انگلش بہت روانی سے بول سکتی تھی۔ یہ اور اسی قسم کے بہت سوالات الجھائے رہے تھے۔ منزل کا علم نہ تھا اور نشانِ منزل بھی سامنے نہ تھا۔

ٹھیک ہے حسن صاحب آپ کا چیلنج قبول۔ میں جانتا تھا کہ اس چیلنج کو قبول کرنے کے نتیجے میں جن منزلوں کے لیے سفر کا آغاز کیا تھا وہ بہت دور رہ جائیں گی۔ اور میں ان سے بہت دور نکل جاؤں گا۔ اور نہ جانے اس سفر کا انجام کیا ہو؟ لیکن اب تو سمجھنے بوجھنے کی گھڑی نکل چکی تھی۔

گھڑی میں وقت دیکھا، تین بجے تھے۔ ایک خیال کے تحت ٹیلی فون ڈائریکٹری اٹھائی اور اس کی ورق گردانی کرنے لگا۔ دماغی ڈاکٹروں کے پتے دیکھ رہا تھا۔ کئی پتے نظر آئے پھر ڈاکٹر فاروق غزنوی کے نام پر نگاہ جم گئی۔ اُن کے نمبر ڈائل کیے دوسری طرف سے فون ریسیو کر لیا گیا۔

"غزنوی کلینک!"

"ایک اپائنٹمنٹ چاہیے آج مل سکتا ہے!"

"آپ سات بجے مل سکتے ہیں۔"

"براہِ کرم نام نوٹ کر لیجیے، غضنفر نقوی!" میں نے فوری طور پر ذہن میں آنے والا نام دہرا دیا۔

"آپ سات بجے تشریف لے آیئے۔" جواب ملا اور میں نے فون بند کر دیا۔

میں پانچ بجے دفتر سے نکل آیا۔ گھر نہیں جانا چاہتا تھا۔ وہاں تنویر گلے پڑ سکتی تھی۔ محسن مل سکتا تھا۔ چنانچہ میں بنک اسکوائر چل پڑا۔ وہاں کی ایک عمارت میں میرا ایک دوست ناصر رہتا تھا۔

یونیورسٹی کے دور میں چند بار وہاں گیا تھا۔ اچھے خوش اخلاق لوگ تھے۔ وہاں پہنچا تو ایک لڑکی نے دروازہ کھولا۔

"ناصر ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"غزالی بھائی... ایک منٹ!" لڑکی اندر بھاگ گئی۔ واپس آئی تو ناصر کی امی اس کے ہمراہ تھیں۔ "آؤ بیٹے اندر آؤ۔"

میں سلام کر کے اندر داخل ہو گیا۔ خاتون نے مجھے ڈرائنگ روم میں بٹھا دیا۔ "ناصر خیریت سے ہیں امی؟"

"ہاں بیٹے! تمھیں اس کے بارے میں معلوم نہیں؟"

"خیریت، کیا بات ہے؟"

"اس کے ماموں نے اُسے کینیڈا بلوا لیا ہے۔ اُسے وہاں ملازمت بھی مل گئی ہے۔ دو مہینے ہوئے گئے ہوئے۔"

"اچھا!" اس کے چلے جانے کی خبر سن کر میں کچھ اداس ہو گیا۔ ناصر کی بہن عظمیٰ میرے لیے چائے بنا لائی۔ میں نے انھیں اپنی ملازمت کے بارے میں بتا کر فون نمبر دے دیا، اور پھر خدمت کے لیے یاد کرنے کی درخواست کی۔ اس کے بعد دوبارہ آنے کا وعدہ کر کے وہاں سے اُٹھ آیا۔ ٹھیک سات بجے میں ڈاکٹر غزنوی کے کلینک پہنچ گیا۔ ڈاکٹر صاحب بھاری بھرکم شخصیت کے مالک اور بہت تجربہ کار معالج تھے۔ ابتدائی گفتگو کے بعد میں نے خالی شیشیاں اُن کے سامنے رکھ دیں۔ "ڈاکٹر صاحب! یادداشت گم ہو جانے کے کسی مریض کو جس پر کبھی کبھی اپنا ماضی یاد کرنے کی کوشش میں پاگل پن کے دورے بھی پڑتے ہوں اگر یہ دوائیں کھلائی جا رہی ہوں تو کیا اثرات مرتب ہو سکتے ہیں؟"

ڈاکٹر غزنوی نے دواؤں کی شیشیاں اُٹھا کر دیکھیں۔ اور دیر تک اُن پر غور کرتے رہے اور پھر مجھے دیکھتے ہوئے بولے "جس شخص نے یہ دوائیں تجویز کی ہیں اُسے فوراً پولیس کے حوالے کر دینا چاہیے۔"

"اوہ... گویا یہ...؟"

"جی ہاں! ان دواؤں کا انتخاب کسی معمولی ذہن کا کارنامہ نہیں معلوم ہوتا۔ اس میں سے تین دوائیں اس قسم کے دماغی مرض کے لیے اکسیر ہیں لیکن اس چوتھی دوا کا اشتراک پہلی دواؤں کی تاثیر الٹ دیتا ہے اور اس اشتراک سے یہ تینوں دوائیں ضرر رساں بن جاتی ہیں۔ یہ تین دوائیں اس لیے استعمال کرائی جا رہی ہیں کہ ذہنی حالت درست ہو لیکن چوتھی دواؤں کے اثرات ختم کر دیتی ہے بلکہ انھیں مضر بنا دیتی ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ اس طرح مریض بالکل ماؤف بھی نہیں ہوتا۔ اور اس کی کیفیت جوں کی توں رہتی ہے۔ مگر صاحبزادے یہ سب کیا ہے؟"

"کچھ دواؤں کے نام پیشِ خدمت ہیں براہِ کرم ان کے بارے میں بھی بتا دیجیے!" میں نے کہا اور دوسری دواؤں کے نام کا پرچہ

انھیں دے دیا۔

انھوں نے اُسے غور سے دیکھا۔ "ہاں یہ درست دوائیں ہیں۔"

"شکرگزار ہوں ڈاکٹر صاحب! بس یہی زحمت دینی تھی آپ کو۔" میں نے کہا اور اُٹھ کھڑا ہوا۔ ڈاکٹر غزنوی مشتبہ نگاہوں سے مجھے دیکھتے رہ گئے۔ میں نے فیس کاؤنٹر پر ادا کر کے کارڈ لے لیا تھا۔ اس لیے اور کوئی مسئلہ نہیں رہ گیا تھا۔ چنانچہ میں وہاں سے باہر نکل آیا۔ میرا خود بھی یہی اندازہ تھا جس کی ایک ماہر سے تصدیق ہو گئی تھی۔ ڈاکٹر طاہر علی بوڑھے بابا کی یادداشت کی واپسی نہیں چاہتا تھا۔ کیوں؟ کیا وہ حسن صاحب کے ایما پر ایسا کر رہا تھا؟

اس کے بعد میں گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ شکر ہے آج وہاں کوئی ہنگامہ نہیں تھا۔ سب لوگ اندر کوٹھی میں تھے۔ میں انیکسی میں آ گیا کریم بابا سے خیریت پوچھی۔ اور پھر بوڑھے بابا کی طرف چل پڑا۔ اندر داخل ہوا تو ہدایت سے ملاقات ہوئی۔ وہ آج کافی بدلا ہوا نظر آ رہا تھا۔ مجھے سلام کیا اور بولا۔ "ڈاکٹر صاحب کا فون آیا تھا صاحب!"

"کیا کہہ رہے تھے؟"

"پوچھ رہے تھے کہ دوائیں خرید لائے؟ میں نے انھیں بتا دیا کہ خرید لایا ہوں۔ بولے کہ ان شیشیوں میں سے آدھی دوائیں پھینک دو۔ اور روزانہ تھوڑی تھوڑی پھینکتے رہو۔ وہ دوائیں بوڑھے بابا کو استعمال نہیں کرانی ہیں۔ پھر پوچھنے لگے کہ آپ نے اس دوران کیا کارروائی کی ہے۔"

"ہوں! کیا جواب دیا تم نے؟"

"صاحب! اب میں آپ کا خادم ہوں۔ آپ یقین کریں میری بات پر کہ اس غریب بوڑھے کے ساتھ ہونے والی زیادتی سے میں خوش نہیں تھا۔ مگر اپنے حالات سے مجبور تھا اور پھر ڈاکٹر صاحب مالک کے دوست، اور غنڈا۔ ان ساری چیزوں نے مل کر زبان بند کر دی تھی۔"

"میں سمجھتا ہوں ہدایت! ظاہر ہے بوڑھے بابا سے تمھاری ذاتی دشمنی تو تھی نہیں۔" میں نے اس کی بات مختصر کرنی چاہی۔

"میں نے ڈاکٹر صاحب کو یہی بتایا کہ آپ نے مجھے بوڑھے بابا کا خیال رکھنے کی ہدایت کی ہے اور کہا ہے کہ اُسے کوئی تکلیف نہ ہو۔ اس کی خوراک کا خیال رکھا جائے۔ تب وہ بولے کہ کیا آپ نے دوائیں دیکھنے کی کوشش کی ہے۔ میں نے کہا کہ نہیں دواؤں کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا گیا۔"

"گڈ! اس کے علاوہ اور کچھ؟"

"نہیں جناب! بس یہی گفتگو ہوئی تھی۔"

"بابا کیا کر رہا ہے؟"

"کچھ نہیں۔ بس اس کے لیے کھانے کا بندوبست کر رہا تھا۔"

"تم اپنا کام کرو!" میں نے کہا اور اس کمرے میں داخل ہو گیا جہاں بوڑھا بابا ایک آرام کرسی پر دراز تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں ویسے وہ آج صاف ستھرا نظر آ رہا تھا۔ شاید ہدایت نے اُسے غسل بھی کرایا تھا۔ میں ایک کرسی گھسیٹ کر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ پھر میں نے اُسے آواز دی تو اس نے چونک کر آنکھیں کھول دیں اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ گونگا ہے بہرا نہیں۔ آواز پر چونک سکتا ہے۔ وہ مجھے دیکھتا رہا۔ آنکھوں میں خلا کی کیفیت تھی۔ لیکن نگاہ مجھ پر جمی ہوئی تھی۔ میں چند لمحات اُسے دیکھتا رہا۔ پھر اپنی جگہ سے اُٹھ کر اس کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اس کا بازو پکڑا اور وہ چونک پڑا اس کی آنکھوں میں خوف کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ لیکن پھر میں نے اس کا بازو پیار سے سہلانا شروع کر دیا۔ اور رفتہ رفتہ یہ کیفیت زائل ہو گئی۔

اتنی دیر میں ہدایت کھانے کی ٹرے لیے ہوئے اندر آ گیا اس نے ٹرے ایک میز پر رکھ دی اور بوڑھا جلدی سے اُٹھ گیا۔ میں پھر اپنی جگہ جا بیٹھا اور اس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لیتا رہا اس سے چند باتوں کا اندازہ ہوا مثلاً یہ کہ اس کے کھانے کے انداز میں نفاست تھی۔ اس وقت اس کے اندر دیوانگی کی کوئی کیفیت نہیں تھی۔ کھانے سے فارغ ہو کر وہ اٹھا اور باہر نکل گیا۔ چند لمحوں کے بعد میں بھی باہر آ گیا۔ بوڑھا بابا ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا تھا۔ وہ گردن جھکائے ہوئے تھے۔

تقریباً آدھ گھنٹے میں وہاں رہا۔ ہدایت کو میں نے کچھ ہدایات دیں اور پھر انیکسی میں آ گیا۔ یہاں پہنچا تو محسن میرا انتظار کر رہا تھا۔

"خوب! کیسے دیوداس جی یہ اداس لکیریں کیا کہہ رہی ہیں؟" میں نے اُسے چھیڑا۔

"بہت بور کر دیا یار، بیکار آدمی ہو۔" محسن نے بیزاری سے کہا۔

"ہاں افریقہ کے سلسلے میں واقعی معذور ہوں۔"

"اماں تم کوئی ترکیب نہیں کر سکتے۔ صرف کاروباری ہو کر رہ گئے ہو۔" محسن جھلا کر بولا۔

"بتاؤ دوست... کیا ترکیب کروں۔"

"کوئی چکر چلاؤ... ویسے بھی اب تو میں چلتا ہوں۔ اپنا اچھا بُرا سمجھنے لگا ہوں۔ گھر میں ایک چاند سی بھابی آ جائے تو کیا حرج ہے۔"

"عزیزم یہی تو کر رہا ہوں آجکل۔"

"خاک کر رہے ہو۔ تمھارے اندر تو عشق کے جراثیم ہی نہیں ہیں دوسروں کے لیے ہی کچھ کر کے عاقبت سدھار لو۔"

"یقین نہیں آتا میری بات پر؟"

"جی آپ کی مصروفیات میرے علم میں ہیں۔ خواہ مخواہ کے جھگڑے پال لیے ہیں۔ یار تمھیں اپنا مستقبل بنانا ہے کیا رکھا ہے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لے کر باہر نکل گیا۔"

ذہن الجھن میں !"

"کن مصروفیات کی بات کر رہے ہو ؟"

"یہ دلاور کی پوسٹ کیوں سنبھال لی آپ نے ؟"

"تمھاری وجہ سے !"

"کیا ؟"

"سچ کہہ رہا ہوں۔ غور کرو حسن صاحب کی زیادہ سے زیادہ توجہ حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہوں تاکہ ذرا سی بے تکلفی ہو جائے۔ موقع ملتے ہی تمھاری شادی کا مسئلہ چھیڑ دوں گا۔"

محسن مجھے گھورتا رہا پھر منہ بنا کر بولا" بکواس کر رہے ہو۔ یہ سوچا بھی نہ ہو گا تم نے۔ یار میں سنجیدہ ہوں۔ اگر فریحہ باپ کی ملکیت نہ ہوتی تو جا سکتی تھی اتنے دنوں کے لیے میں شدید بور ہو رہا ہوں !"

" یقین کرو محسن ! میں یہ کام کر دکھاؤں گا۔"

" وہ خود بھی بور ہو رہی ہے فون کیا تھا مجھے۔ اور ہاں ہما سے بھی مدد لو۔ یار کچھ کرو، کم از کم کوئی ترکیب کر کے اُسے بلا ہی لو۔"

" میں کوشش کروں گا۔" میں نے کہا۔

"کب ؟"

" کل ہی ہما سے بات کروں گا۔ ویسے محسن ایک بات بتاؤ، داور جیسے کسی شخص سے جان پہچان ہے ؟"

"کیوں، اغوا کراؤ گے اُسے ؟" محسن نے پوچھا۔

" سنجیدگی سے بتاؤ یار۔ میرا ایک کام ہے۔"

" نہیں بھائی مارا ماری سے مابدولت کو کوئی دلچسپی نہیں رہی۔ ہم ٹھہرے نفاست پسند انسان بھلا... مگر ٹھہرو... اپنا قادر یاد ہے تمھیں ؟"

" کون قادر ؟"

" وہی گینڈا جو الیکشن کے ٹھیکے بھی لیا کرتا تھا۔" محسن نے کہا اور مجھے قادر یاد آ گیا۔ یونیورسٹی کا سب سے نکما نوجوان تھا جو صرف چاقو کے بل پر امتحانات پاس کرتا تھا۔ اور ہر پندرہویں دن کہیں نہ کہیں سے ٹوٹ پھوٹ جاتا تھا۔" ارے ہاں یاد آ گیا۔" میں نے بے ساختہ کہا۔

" رابسن روڈ پر ایک ہوٹل قائم کیا ہے موصوف نے۔ زیرِ زمین جوئے خانہ بھی چلاتے ہیں۔ ویسے یونیورسٹی کے دوستوں سے بہت اچھی طرح ملتا ہے۔"

" گڈ... جیتے رہو... کام کی بات بتائی ہے۔ رابسن روڈ پر کس طرف ہے یہ ہوٹل ؟"

" ارے میاں ہوٹل القادر بالکل چوراہے پر واقع ہے۔ مگر قصہ کیا ہے ؟" محسن نے غور سے مجھے دیکھا۔

" فریحہ بھابی کے والدین پر دباؤ ڈلوانا ہے۔ آخر کیا سمجھ رکھا ہے انھوں نے۔ تم دیکھتے جاؤ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

" مت جی جلاؤ، سب سمجھتا ہوں۔ داور کا چکر ہو گا۔ کیوں مصیبت میں گرفتار ہو رہے ہو غزالی۔ زندگی جس قدر جھگڑوں سے پاک رہے بہتر ہے۔ غنڈے کسی کے نہیں ہوتے، مجھے تو اب تمھاری طرف سے تشویش ہو گئی ہے !"

"کیوں ؟"

" بوڑھے بابا کے انچارج بن گئے ہو۔ کیوں سر کھپا رہے ہو۔ پہلے تو یار تم ان چکروں کے آدمی نہیں تھے !"

" فرق ہے اُس وقت میں اور اب میں۔ اب میں ایک مزدور تمند انسان ہوں، دولت کمائی ہے مجھے۔" میں نے کہا اور محسن چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ پھر بولا" تو کیا واقعی ایسی کوئی بات ہے غزالی۔ یار یہ سارے جھگڑے بہت خطرناک ہو گئے ہیں۔ ہم تو ڈیڈی کے لیے ہی دعا کرتے تھے اب تم بھی اس جال میں پھنس رہے ہو۔ میں سمجھ گیا غزالی مجھے تعجب بھی تھا، صرف مجھے ہی نہیں تنویر اور ممی کو بھی تعجب تھا۔ مجھے تو اسی وقت خطرہ محسوس ہوا تھا جب پہلی بار تم نے داور کی پٹائی کی تھی۔ ڈیڈی نے نہایت سختی سے فیصلہ کیا تھا کہ کبھی اس بوڑھے کے معاملے میں نہ پڑے۔ یہ میرا حکم ہے۔ پھر ڈیڈی داور جیسے غنڈے کو برداشت کرتے رہے۔ جو قطعی اس قابل نہیں تھا کہ اُسے کوٹھی کے سائے میں بھی داخل ہونے دیا جائے تم نے داور کو مارا تو پہلے تو ڈیڈی حیران ہوئے۔ پھر لیں محسوس ہوا جیسے انھوں نے اس بات کو نظر انداز کر دیا ہو۔ دوسری بار تم نے داور کا حلیہ بگاڑ دیا۔ میرا خیال تھا کہ اب میں بھی تمھاری کوئی مدد نہیں کر سکوں گا لیکن معلوم ہوا کہ ڈیڈی نے تمھیں بوڑھے بابا کی ذمہ داریاں سونپ دیں۔ غزالی یہ مسئلہ بہت عرصے سے دردِ سر بنا ہوا ہے۔ کیا تم مجھے بھی کچھ نہیں بتاؤ گے۔ کیا ہے یہ سب کچھ ؟"

"تم میرے دوست ہو محسن ! لیکن میرے محسن ہو۔ تم اس بات پر یقین رکھتے ہو گے کہ میں تمھارے خاندان کا بدخواہ کبھی نہیں بن سکتا۔ اپنا خاندان چھوڑ چکا ہوں دوست اور اب اس گھر کو ہی سب کچھ سمجھتا ہوں۔ جو کچھ مجھے معلوم ہے ضرور بتاؤں گا، وقت آنے پر لیکن اب یہ بات نکل ہی آئی ہے تو زبان بند نہیں رکھ سکتا اس سلسلے میں جو کچھ تمھیں معلوم ہے مجھے اعتماد کے ساتھ بتا دو۔"

" لو... یہ تو الٹا ہی معاملہ ہو گیا۔ میں کیا بتاؤں تمھیں۔ ڈیڈی نے جب یہ ذمہ داریاں تمھیں سونپی ہیں تو کچھ تو بتایا ہی ہو گا۔"

" میں اس کے بعد تم سے کوئی سوال نہیں کروں گا محسن" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

" اُفوہ ! ضدی انسان میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ ڈیڈی اس

بوڑھے بابا کو فرانس سے واپسی پر اپنے ساتھ لائے تھے۔ انھوں نے کہا تھا کہ وہ ہمارا دور کا ایک عزیز ہے اور پاگل ہے۔ ڈیڈی نے اُسے کوٹھی کے اندرونی حصے میں بند رکھا، اس کے بعد پرانی کوٹھی کو از سرِ نو صاف کر دیا گیا اور اسے وہاں منتقل کر دیا گیا۔ غالباً چوتھے ہی دن داور یہاں آ گیا اور اس نے یہاں کا نظام سنبھال لیا۔ ڈیڈی سے اس بوڑھے بابا کے بارے میں کوئی سوال کیا گیا تو انھوں نے اپنی فطرت کے خلاف انتہائی سخت لہجے میں سب کو ہدایت کی کہ بوڑھے بابا کے سلسلے میں کوئی چھان بین نہ کی جائے اور یہ بھی کہ داور کے معاملات میں کوئی مداخلت نہ کی جائے۔ پہلی بار جب بوڑھا بابا جنون کے عالم میں باہر نکلا تو داور نے برسرِ عام اس کی پٹائی کی۔ فضل خان چوکیدار نے جب داور کو روکا تو اُس نے فضل خان کو چاقو مار دیا۔ ڈیڈی نے فضل خان کو پانچ ہزار روپے دے کر اُس کی چھٹی کر دی۔ اور ایک بار پھر سب کو جمع کر کے حکم کے انداز میں حکم دیا کہ پرانی کوٹھی میں جو کچھ بھی ہو سب اپنے کان اور آنکھیں بند رکھیں۔ اس سلسلے میں ممی سے تھوڑا سا جھگڑا بھی ہوا لیکن ڈیڈی سنجیدہ تھے پھر ہم لوگوں نے لعنت بھیج دی۔ اس سلسلے میں ممی کا کہنا ہے کہ عزیز والی بات غلط ہے کیونکہ ممی اور ڈیڈی دونوں ایک ہی خاندان کے ہیں۔ اور اگر بوڑھا ہمارا دور کا رشتہ دار ہوتا تو ممی اس کے بارے میں جانتی ہوتیں۔"

" اس کے باوجود تجسس تو رہا ہو گا ؟"

" ہاں ! لیکن ہمت نہیں پڑی۔ اور پھر سب عادی ہو گئے۔"

" کیا تم مجھے حسن صاحب کی پچھلی زندگی کے بارے میں کچھ بتا سکتے ہو ؟"

" بالکل صاف ستھری۔ جائداد اور دولت ترکے میں ملی تھی۔ چند کاروبار بھی تھے۔ ڈیڈی نے ان میں اضافہ ہی کیا۔ غیر ممالک میں بھی انھوں نے کافی ہاتھ پاؤں پھیلا رکھے ہیں۔"

" بوڑھے بابا کے یہاں آنے کے بعد وہ ملک سے باہر گئے ؟"

" کئی بار !"

" ان کی غیر موجودگی میں بوڑھے بابا کی کیا پوزیشن رہی۔"

" داور سنبھالے رہا۔"

" اچھا محسن ! ندرت کے بارے میں تو کچھ بتاؤ۔" میں نے کہا اور محسن چونک پڑا۔ چند لمحات وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا۔ پھر آہستہ سے بولا" ندرت کا ان معاملات سے کیا تعلق ؟" محسن کے لہجے سے میں سمجھ گیا کہ کوٹھی والوں کو ندرت اور بوڑھے بابا کے کسی تعلق کا شبہ بھی نہیں ہے۔ میں ہر بات محفوظ رکھنا چاہتا تھا اس لیے محسن سے حقیقت گول کر گیا۔ میں نے آہستہ سے کہا" یہاں جو چیز بھی مجھے عجیب نظر آتی ہے، میں اس کے بارے میں معلوم کر لینا چاہتا ہوں۔"

" ندرت کے بارے میں تمھیں کیسے شبہ ہوا غزالی۔"

" سیدھی سی بات ہے محسن۔ وہ یہاں سب سے مختلف ہے۔ تنویر اُسے گھاس نہیں ڈالتی۔ اُس کی شکل و صورت یہاں کسی سے نہیں ملتی۔ اور پھر اُس کا لہجہ وغیرہ۔"

" ہاں غزالی، ندرت ہم میں سے نہیں ہے۔ اُسے بھی ڈیڈی ہی اپنے ساتھ لائے تھے۔ انھوں نے کہا تھا کہ ندرت ان کی بیٹی کے مانند ہے۔ اس سے محبت کی جائے۔ اس کی عزت کی جائے۔ ابتدا میں تو کسی کو احساس نہیں ہوا لیکن ڈیڈی نے جس طرح اس سے لگاؤ کا اظہار کیا اُس نے ممی کو شبہے میں ڈال دیا۔ ویسے اب یہ احساس ہم میں سے ہر کسی کے ذہن میں موجود ہے کہ... کہ ندرت ڈیڈی ہی کی اولاد ہے !"

" اوہ ! یہ صرف شبہ ہے یا اس کی تصدیق بھی ہوئی ہے ؟"

" تصدیق ہو گئی ہے !"

"کس طرح ؟"

" اس احساس کے بعد گھر کے لوگوں کا ندرت سے بہتر رویہ نہیں رہا تھا۔ ڈیڈی اسے محسوس کر رہے تھے۔ انھوں نے ممی سے بات کی اور ممی پھٹ پڑیں۔ تب ڈیڈی نے غصے کے عالم میں کہا کہ ندرت میری بیٹی ہے اور کسی کو مجھ پر تنقید کرنے کا کوئی حق نہیں ہے !"

" خوب !" میں نے گہری سانس لے کر کہا" یہ تصدیق تو نہیں ہوئی محسن۔ ممکن ہے یہ صرف غصے کے الفاظ ہوں۔ تم لوگوں میں سے کسی نے ندرت سے بات نہیں کی۔"

" ندرت خود بھی بہت لیے دیے رہتی ہے۔ بڑی مشکل سے ہم اسے دوسروں کے درمیان لاتے ہیں ورنہ وہ تنہائی پسند ہے۔ زیادہ دیر کسی کے ساتھ رہنے سے گھبرا جاتی ہے۔"

" گویا اس سے زیادہ اس کے بارے میں بھی کسی کو کچھ معلوم نہیں ؟"

" ہاں بس۔ معاملہ ڈیڈی کا تھا انھوں نے اعتراف کر لیا۔ ہم کیا کرتے، بس خاموش ہو گئے۔"

" محسن ڈیئر ! ان واقعات کے بعد حسن صاحب کے اندر کوئی تبدیلی آئی۔ کوئی ایسی کیفیت پیدا ہوئی جو تمھارے لیے اجنبی ہو۔"

" نہیں کوئی خاص بات نہیں۔"

" اب میں تمھاری توجہ تمھارے چند الفاظ کی جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

" مثلاً ؟"

" تم نے کہا تھا کہ کیا ایسی کوئی بات ہے غزالی۔ یار یہ سارے جھگڑے بہت خوفناک ہو گئے ہیں۔ ہم تو ڈیڈی ہی کے لیے دعا کرتے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھے..."

محسن پھیکے سے انداز میں مسکرا دیا۔ "زراعت کی تعلیم کا انتخاب تمہارے لیے غلط تھا، غزالی تمہیں تو اسکاٹ لینڈ یارڈ جا کر سراغرسانی کی تربیت لینی چاہیے تھی۔"

"موضوع سے نہ ہٹو محسن!" میں نے اُسے ٹوکا۔

"بوڑھے بابا کی آمد کے بعد سے ڈیڈی میں کچھ تبدیلیاں دیکھی گئیں۔ دوران تعلیم اور عالم نوجوانی میں ان کے شوق اور دلچسپیاں کچھ بھی ہوں لیکن کاروباری زندگی میں وہ صرف کاروباری تھے۔ بزنس سے متعلق لٹریچر تو ان کے پاس دیکھا گیا تھا لیکن اور کوئی کتاب وغیرہ نہیں۔ لیکن اب ان کی ایک ذاتی لائبریری ہے جس میں قدیم نوادرات سے متعلق کتابیں۔ دفینوں سے متعلق داستانیں، سیاحوں کے سفرنامے اور پُراسرار زمینوں کے متعلق کتابوں کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ اکثر راتوں کو ان کی اس لائبریری میں روشنی دیکھی جاتی ہے!"

محسن کا یہ انکشاف سب سے زیادہ چونکا دینے والا تھا۔ نوادرات سے متعلق کتابیں، دفینوں اور سیاحوں کی کاوشوں کی کہانیاں، ایک خاص سمت اشارہ کرتی تھیں اور اگر اس پر غور کیا جاتا تو بوڑھے بابا کی شخصیت کسی قدر نمایاں ہونے لگتی تھی۔ اس کا پاگل پن اور حسن صاحب کا یہ کہنا کہ اس کے ذہن میں کچھ پوشیدہ ہے، ساری باتیں ایک ربط رکھتی تھیں اور ان خطوط پر سوچا جا سکتا تھا۔

انسان کی ازلی خواہش دولت کے انبار لگانا ہے۔ ممکن ہے حسن صاحب بھی اسی مجنونانہ خواہش میں گرفتار ہوں، محسن سے کچھ اور پوچھنا باقی نہیں رہ گیا تھا۔ آج پھنس گیا تھا بے چارہ اور اسے یہ سب کچھ اگلنا پڑا تھا لیکن میرے لیے اس نے کئی کام کی باتیں کی تھیں۔ اس نے میری شکل دیکھ کر منہ ٹیڑھا کرتے ہوئے کہا

"تم بھی بہت اونچی چیز ہو یار یہاں تو ہم داستانِ دردِ دل لے کر آئے تھے سوچا کہ تم کچھ دوا کرو گے۔ تم نے الٹا ہی چکر چلا دیا۔ اب فرمائیے خادم کے لیے کیا حکم ہے۔؟"

"اتنا پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے محسن یہ سب کچھ وقت کے ساتھ ساتھ ہوگا اور فریحہ بھابی آخر کتنے دن وہاں رہیں گی خود پر قابو رکھنا ضروری ہے۔"

"ٹھیک ہے اے ناصحِ مشفق خدا تیرا بھلا کرے۔ چلتے ہیں لیکن سنو یار اب جب تم اس بوڑھے بابا کے چکر میں پڑ ہی گئے ہو تو میری درخواست ہے تم سے کہ ڈیڈی کو اس جنجال سے بچانے کی کوشش کرنا۔ اور اگر تم یہ محسوس کرو کہ ان کے ذہن پر کوئی ایسی ہی کیفیت طاری ہے تو اس صورت میں ان کی حفاظت کرنا تمہارا فرض ہے۔ اس قسم کے معاملات میں انسان مصیبتوں ہی میں گرفتار ہوتا ہے ملتا ملاتا کچھ نہیں ہے۔"

میں نے محسن کا شانہ تھپتھپایا اور آہستہ سے کہا "اگر حالات پہ مجھے واقعی کوئی اختیار ہوا محسن تو تم اطمینان رکھو میں حسن صاحب کو صحیح راستے پر لانے کی کوشش کروں گا۔"

"اب چلتا ہوں بہت دیر ہو گئی۔" محسن نے کہا اور میں نے اسے دروازے تک جا کر رخصت کیا۔ اس کے جانے کے بعد میرے ذہن پر خیالات کی یلغار ہو گئی۔

دل کے انتہائی گوشوں میں ایک خواہش آہستہ آہستہ جاگ رہی تھی اگر واقعی کوئی ایسا معاملہ ہے تو میرے لیے بھی تو باعث دلچسپی ہو سکتا ہے۔ لیکن اس سلسلے میں جو الجھے ہوئے کردار سامنے ہیں ان کی کیا حیثیت ہے۔ ندرت صرف انسانی ہمدردی کے طور پر بوڑھے بابا سے دلچسپی رکھتی ہے یا کچھ اور بھی ہے حسن صاحب نے جھنجھلا کر اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ وہ نفیس کی بیٹی ہے۔ ادھر ڈاکٹر طاہر علی تھا جو اپنا کھیل کھیل رہا تھا۔ وہ کھیل کیا تھا؟ بوڑھے کے ذہن کو اسی حالت میں برقرار رکھنے کی کوششوں کا مطلب آخر کیا تھا؟ ویسے یہ اندازہ تو مجھے ہو چکا تھا۔ کہ ڈاکٹر طاہر علی کا کھیل حسن صاحب کے کھیل سے مختلف ہے۔ حسن صاحب نے ڈاکٹر طاہر علی کو یقیناً اس لیے منتخب کیا ہوگا کہ وہ بوڑھے کی یادداشت واپس لانے میں معاون ثابت ہو اور بات کے امکانات بھی قوی تھے کہ بوڑھے بابا کو ہسپتال میں نہیں داخل کیا گیا تھا تو وہ اس لیے کہ کوئی اور اسکی ذہنی کیفیت سے واقف نہ ہو سکے۔ لیکن ڈاکٹر طاہر علی کسی اور ہی سازش کے تحت بوڑھے کو وہ دوائیں استعمال کرا رہا تھا۔ اگر حسن صاحب بھی اس معاملے میں براہ راست شریک ہوتے تو پھر وہ مجھے یہ چیلنج نہ کرتے ان کے چیلنج کا مقصد بھی میری سمجھ میں آگیا تھا۔ ان کی گفتگو معنی خیز تھی، یعنی وہ مجھے اس بات پر آمادہ کرنا چاہتے تھے کہ میں بوڑھے کو اس کی اصل حالت پر واپس لانے کی کوشش کروں اور جب ایسا ہو جائے تو وہ مجھے ایک بہتر مستقبل کی روشنی دکھا کر اپنے معاملات میں شریک بنا سکیں۔ بہرطور چھوٹے چھوٹے واقعات سے یہ داستان مربوط ہوتی جا رہی تھی اور مجھے بہت سوچ سمجھ کر مزید کارروائیاں کرنی تھیں۔

ڈاکٹر طاہر علی سے ملاقات کیے خاصا وقت گزر چکا تھا۔ خیال تھا کہ ان سے دوسری ملاقات ضروری ہے۔ ویسے ا گفتگو کے بعد انہوں نے اب تک جس تحمل کا مظاہرہ کیا تھا وہ اس لیے تھا کہ ہدایت کے ذریعے وہ میری کارروائیوں کا جائزہ لیتے رہے تھے اور اس میں انہیں کوئی مشکوک بات نظر نہیں آئی

تھی۔ ہدایت کے بارے میں بظاہر میں یہ کہہ سکتا تھا کہ وہ تھوڑا بہت پڑھا لکھا مفلوک الحال آدمی ہے اور ڈاکٹر طاہر علی کی طرف سے ملنے والی رقم نے اسے ڈاکٹر کا غلام بنا رکھا تھا لیکن اب یہ رقم میری طرف سے دگنی ہو گئی تھی تو پھر اسے کیا ضرورت تھی کہ ڈاکٹر طاہر علی کا آلۂ کار بنا رہے۔ ہاں یہ ہو سکتا تھا کہ میری ہدایت پر عمل کرتے ہوئے وہ ڈاکٹر طاہر علی کو اطلاعات فراہم کرتا رہے اور ان سے بھی دو سو روپے ماہوار وصول کر لے۔ اس پر مجھے کوئی اعتراض نہیں تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی میں بوڑھے بابا کے مکمل تحفظ کے لیے کچھ اور بھی کرنا چاہتا تھا۔ یہ میری خوش بختی تھی کہ محسن سے ایک ایسے شناسا کے بارے میں معلوم ہو گیا تھا جو یونیورسٹی میں ہمارے ساتھ رہ چکا تھا اور اس سلسلے میں کام آسکتا تھا۔

میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ میں جلد از جلد نادر سے ملاقات کروں گا تاکہ دوسرا رخ بھی مضبوط ہو سکے اور کم از کم ایسے چند آدمی میرے ساتھ شامل ہو جائیں جو ضرورت پڑنے پر ذرا مختلف قسم کی کارروائیاں بھی انجام دے سکیں۔ یہ آخری فیصلہ تھا اس کے بعد میرا ذہن نیند میں ڈوب گیا۔

دفتر میں وہ دن پرسکون گزرا، حسن صاحب نے بھی مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی اور خود میں ان کے پاس بغیر ضرورت کبھی نہیں جاتا تھا۔ کاروباری کارروائیاں معمول کے مطابق جاری رہیں۔ کچھ نئے کام بھی کیے جو کاروباری نوعیت کے تھے البتہ پانچ بجے تمام کام چھوڑ دیے گئے اور پھر میں نے پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق ہما کو فون کیا۔ اس سے پہلے بھی اس سے بات کر سکتا تھا لیکن خطرہ تھا۔ وہ میرے فون پر یقیناً جذباتی ہو جاتی اور پھر دفتری کام چھوڑ کر اس کے ساتھ وقت گزارنا پڑتا۔ ہما گھر پر ہی مل گئی۔ میری آواز سن کر اچھل پڑی تھی "خوب۔ خوب یہ احساس باعث مسرت ہے کہ جناب ہمیں یاد رکھتے ہیں۔"

"انتظار کر رہا تھا ہما کہ تم ٹیلی فون کرو۔"

"بس دوست کچھ احمقانہ قسم کی مصروفیات تھیں میری ایک دوست مصیبت میں گرفتار ہے اس کی مدد کر رہی تھی ان دنوں۔"

"یہ تو اچھی بات ہے دوستوں کی مدد کرنا ہی چاہیے۔"

"اب یہ بتاؤ کب مل رہے ہو۔" ہما کے انداز اور لہجے سے ظاہر ہوتا تھا کہ ڈاکٹر طاہر علی نے اسے میری ملاقات کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔

"بھئی آپ ہی نے ہمیں ایک دعوت دی تھی ہما، لیکن آج تک اس کی تکمیل نہیں ہو سکی۔"

"اوہ۔ صرف تمہاری مصروفیات کی بنا پر کیوں نہ آج ہی ڈیڈی سے ملاقات ہو جائے۔"

"ہم نے نہ پہلے انکار کیا اور نہ اب اس کی جرأت کر سکتے ہیں۔" میں نے بڑی ادا سے یہ جملہ کہا۔

"تو پھر تم یوں کرو کہ ساڑھے چھ بجے تک یہاں آجاؤ۔ جلدی بھی آجاؤ تو کوئی حرج نہیں ہے گپیں لڑائیں گے۔ یہ بتاؤ کہاں سے بول رہے ہو؟" ہما نے پوچھا۔

"دفتر سے۔"

"پانچ بج کر دس منٹ ہو چکے ہیں اٹھو گے نہیں وہاں سے؟"

"بس اُٹھ ہی رہا تھا آپ کا خیال آیا تو سوچا کہ ٹیلیفون کروں۔"

"بہت نوازش حضور والا۔ فوراً تشریف لے آئیے پتا یاد ہے نا۔؟"

"ہاں کیوں نہیں۔"

"تو بس پھر ہم آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔" ہما نے کہا اور مزید کچھ گفتگو کے بعد میں نے فون رکھ دیا۔

ساڑھے چھ بجے کا معاملہ ٹیڑھا تھا یہ ایک ڈیڑھ گھنٹہ بلاوجہ ادھر ادھر گزارنا پڑتا چنانچہ اٹھ کر باہر نکل آیا اور پھر ڈاکٹر طاہر علی کی کوٹھی کی جانب چل پڑا طاہر علی کی کار کمپاؤنڈ میں موجود نہیں تھی ایک اور کار کھڑی تھی جو عموماً ہما ہی استعمال کرتی تھی۔

ہما نے صدر دروازے پر میرا استقبال کیا وہ انتہائی خوبصورت لباس میں ملبوس تھی اور بڑی عمدہ قسم کی خوشبو لگا رکھی تھی۔ اس نے والہانہ انداز میں مجھے خوش آمدید کہا اور ڈرائنگ روم کے بجائے اپنی خوابگاہ میں لے گئی۔ یہ بہت زیادہ قربت کا اظہار تھا۔ بڑے باپ کی بیٹی کی خوابگاہ جس قدر حسین ہو سکتی ہے یہ خوابگاہ اس سے بھی کہیں زیادہ دلکش تھی۔ وسیع و عریض کمرے میں اعلیٰ درجے کا فرنیچر موجود تھا۔ دیواروں پر حسین تصاویر آویزاں تھیں۔ ہما نے مجھ سے بیٹھنے کے لیے کہا اور مسکراتی نگاہوں سے دیکھتی ہوئی بولی "بعض اوقات ذہن کچھ عجیب سی الجھنوں کا شکار ہو جاتا ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کا کیا حل تلاش کیا جائے۔"

"کسی دوست سے مشورہ کرنا زیادہ مناسب ہوتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اور اگر معاملہ دوست ہی سے متعلق ہو تو۔"

"تو پھر دوستی کا تجزیہ کرنا ضروری ہے۔"

"فرض کرو تم سے ہی کسی سلسلے میں مشورہ مانگوں تو۔؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میں نے کہا تا یہ تو دوستی کے معیار پر منحصر ہے۔"
"تو صورتحال یہ ہے جناب غزالی صاحب کہ میں اپنے ماضی سے خوفزدہ ہوں۔ یونیورسٹی کی زندگی میں خواہ مخواہ مجھے ایک دل پھینک لڑکی مشہور کر دیا گیا تھا حالانکہ حقیقت یہ نہیں تھی۔ نوجوانوں کو مزید احمق بنانے میں مجھے لطف آتا تھا اور بس۔ لیکن کہیں میرا ماضی مستقبل کے راستے میں رکاوٹ نہ بن جائے۔" ہما نے چالاکی سے کہا وہ میرا چہرہ بغور دیکھ رہی تھی۔

میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا "ماضی میں آپ کو جاننے والے میرے خیال میں آپ کے لیے اتنی بری رائے قائم نہیں کر سکتے۔"

میرے اس جواب نے ہما کے چہرے کو روشن کر دیا۔ اس نے مسرور لہجے میں کہا "بس یہی الجھن تھی غزالی۔ یقین کرو بار بار ذہن میں یہ احساس پیدا ہوتا تھا کہ کہیں تم میرے بارے میں بری رائے تو نہیں رکھتے۔"

"نہیں ہما۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے اگر ایسا کچھ ہوتا تو کیا میں آپ سے اس قدر ربط بڑھا سکتا تھا۔؟"

"بہت بہت شکریہ میرے دل کا یہ بوجھ ہلکا کر کے تم نے میرے اوپر بہت بڑا احسان کیا ہے غزالی۔"

"ڈاکٹر صاحب کہاں ہیں۔؟"

"بس آتے ہوں گے آج ان کا آف ڈے ہے۔ کسی دوست سے ملنے گئے ہیں شاید۔" ہما نے جواب دیا۔ اس کے بعد وہ مسلسل احمقانہ گفتگو کرتی رہی جس کا لب لباب یہ تھا کہ بس میں اس کی زندگی میں شامل ہو چکا ہوں اور اب راستے میں کوئی دیوار نہیں ہے۔ میں نہایت محتاط الفاظ میں اسے اس کی ان احمقانہ باتوں کا جواب دیتا رہا۔ چائے کا ایک دور چلا اور دوسرے دور کے لیے ڈاکٹر صاحب کی واپسی کے بعد کا وقت طے ہوا۔

ہما اس بات پر مُصر تھی کہ میں رات کا کھانا بھی اس کے ساتھ ہی کھا کر جاؤں بہر طور مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔ ساڑھے چھ بجے ڈاکٹر طاہر علی واپس آ گئے میری کار دیکھ کر ہی وہ سمجھ گئے ہوں گے کہ میں یہاں موجود ہوں۔ ایک ملازمہ نے ان کے آنے کی اطلاع دی اور ہم اٹھ کر باہر نکل آئے۔ ہما نے ڈاکٹر طاہر علی سے میرا تعارف کرایا اور انہوں نے بڑے پرجوش انداز میں یوں مجھ سے مصافحہ کیا جیسے اس سے پہلے مجھے جانتے بھی نہ ہوں۔ یہ بھی خاصی پراسرار چیز تھے۔ اس کے بعد ڈاکٹر طاہر علی نے باہر لان پر بیٹھنے کی خواہش کی اور ملازموں کو لان پر میز کرسیاں لگانے کی ہدایت کر دی گئی۔ لان پر جو چائے پی گئی وہ پہلے سے زیادہ پُر تکلف تھی۔ ہما میرے بارے میں ڈاکٹر طاہر علی کو بتاتی رہی اور ڈاکٹر طاہر علی مجھ سے سوالات کرتے رہے۔

خاصا وقت گزر گیا۔ دلچسپ گفتگو کے دوران وقت کا احساس ہی نہیں ہوا پھر ڈاکٹر طاہر علی نے کہا "بھئی ہما بیٹے ہمیں کچھ دیر تنہا چھوڑ دو۔ بعض باتیں بیٹیوں کی موجودگی میں نہیں کی جا سکتیں۔" ہما نے شرمانے کی اداکاری کی اور اٹھ کر چلی گئی۔ میرے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ پھیل گئی۔ جسے میں نے بمشکل دبایا تاکہ ڈاکٹر طاہر علی اُسے دیکھ نہ لیں۔

ڈاکٹر طاہر علی نے پائپ میں تمباکو جمایا اور پھر اسے لائٹر سے سلگا کر گہرے گہرے کش لینے لگے۔ پھر انہوں نے آرام کرسی سے پشت ٹکاتے ہوئے کہا "میں کوٹھی گیا تھا۔ مہینے میں ایک بار بوڑھے بابا کو انجکشن دینا ہوتا ہے۔"

میرے بدن میں ایک دم سرسراہٹ ہوئی میں جانتا تھا کہ یہ انجکشن کیسا ہوگا۔ لیکن اس وقت کچھ سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ ڈاکٹر طاہر علی کی عقابی نگاہیں میرے چہرے کا جائزہ لے رہی تھیں۔

"حسن صاحب سے ملاقات ہوئی۔" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ ملے تھے۔ کہیں جانے کا پروگرام بنا رہے تھے۔"

"میرے علم میں نہیں ہے۔"

"چھوڑو۔ اپنی باتیں کریں۔ ہما سے تمہارے بارے میں مزید گفتگو ہوئی ہے۔ میں نے اسے پہلی ملاقات کے بارے میں نہیں بتایا۔ مجھے صاف دل سے بتاؤ غزالی تمہارا اس کے بارے میں کیا خیال ہے۔ ہما جب تمہاری تعریفیں کرتی تھی تو میں نے اندازہ لگایا تھا کہ کوئی ہیرو ٹائپ کا نوجوان ہوگا جو نئی نسل کی لڑکیوں کے لیے پرکشش ہوتے ہیں لیکن تم سے مل کر خوشی ہوئی۔ تم جیسے ذمہ دار نوجوان پوری طرح قابل اعتماد ہوتے ہیں۔ سماج کی کچھ اقدار ہوتی ہیں غزالی، لڑکیوں کے والدین زبان بند رکھتے ہیں اور دوسری طرف سے لب کشائی کا انتظار کرتے ہیں لیکن اب یہ سب کچھ فرسودہ ہے دل میں جو کچھ ہے اس کا اظہار کر دینے میں کیا حرج ہے۔ ہما سے تمہیں کس حد تک دلچسپی ہے۔"

"وہ میری یونیورسٹی کی دوست ہے۔"

"تمہاری نگاہ میں کیسی لڑکی ہے؟"

"بہت اچھی۔" میں نے جواب دیا۔

"اس سے شادی کرنا چاہتے ہو۔؟"

"میرے موجودہ حالات اس کی اجازت نہیں دیتے۔"

"مالی طور پر۔؟"

"جی ہاں۔ میں حسن صاحب کا ملازم ہوں۔ ان کی انیکسی میں رہتا ہوں۔ ہم دونوں کی حیثیت میں زمین آسمان کا فرق ان حالات میں یہ سب کچھ نہیں سوچا جا سکتا۔"

"تمہارے لیے راستے بند تو نہیں ہوئے ہما تنہا۔ میں نے بہت کمایا ہے جو اسی کے مستقبل کے لیے ہے

اگر تمہارے جیسا نوجوان یہ سب کچھ سنبھال لے تو یہ سب کچھ تمہیں کچھ "بن سکتا ہے۔"

"کیا آپ کسی ایسے شخص کو قبول کر لیں گے ڈاکٹر صاحب جو آپ کی بیٹی کی دولت کے بل پر کچھ بننا چاہتا ہو۔؟"

"مثالی نوجوان ہو۔ ہر لمحہ پہلے سے زیادہ متاثر کرتے ہو۔ میں کچھ بننے میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔ بیشک سب کچھ ہے ہمارے پاس لیکن میں تمہاری شخصیت کو قتل نہیں کرنا چاہتا۔"

"یہ آپ کی بلندی ہے ڈاکٹر صاحب۔" میں نے ممنون انداز میں کہا۔

"میں تمہارے عزائم کے بارے میں بھی جاننے کی خواہش رکھتا ہوں۔"

"میں نہیں سمجھا۔؟"

"دولت کے آسمان سے ٹپکنے کی توقع رکھتے ہو۔؟"

"جی نہیں۔"

"کوئی پروگرام ہے ذہن میں؟"

"ابھی تک نہیں۔"

"وقت کی رفتار بہت تیز ہے صاحبزادے جو کچھ کرنا ہے برق رفتاری سے کرنا ہے۔ میرا تجربہ ہے کہ دولت کے حصول کے صرف چند ذریعے ہیں۔ ڈاکہ زنی، فراڈ، اسمگلنگ وغیرہ۔ یہ سب جرائم ہیں۔ تم جیسا بلند حوصلہ نوجوان ان کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔ لیکن ایک اور ذریعہ ہے جس سے تم دولت حاصل کر سکتے ہو۔ اور وہ میں تمہیں بتا سکتا ہوں۔"

"وہ کیا ڈاکٹر صاحب؟"

"اتنی جلدی یہ سب کچھ ممکن نہیں ہوتا نوجوان۔" ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا۔ "مجھے اپنے بارے میں اطمینان دلاؤ۔"

"کیسا اطمینان ڈاکٹر صاحب؟"

"یہی کہ تمہیں رازدار بنا کر مجھے نقصان نہیں اٹھانا پڑے گا۔"

"اسکا کیا طریقہ ہو سکتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"کچھ سوالات کے جواب دینے ہوں گے؟"

"کوشش کروں گا۔"

"بوڑھے بابا سے دلچسپی کی وجہ؟" طاہر علی نے پوچھا۔

"صرف انسانی ہمدردی۔"

"اس حد تک؟"

"ہاں اس میں ضد بھی شامل ہو گئی تھی۔"

"کیسی ضد؟"

"وہ اس کے ساتھ بہت سخت سلوک کرتا تھا۔ مجھے یہ ت ناپسند تھی تھوڑے بہت واقعات آپ کے علم میں بھی ہوں گے۔"

ایم اے راحت

سدا بہار قلم سے
ایک شاہکار ناول

باغی

مکمل دو حصے
فی حصہ ۲۵/- روپے
ڈاک خرچ ۲۵/-

معاشرے کی سنگلاخ چٹانوں پر
سفر کرنے والے بیٹے کی داستان
جس نے ماں کیلئے زمین کی پستیاں
سمیٹ لیں

قہقہوں کے درمیان چھپے ہوئے آنسوؤں کی داستان
طنز و مزاح کا پیکر ناول

خوبصورت سرورق، دیدہ زیب گیٹ اپ

علی میاں پبلی کیشنز
20۔ عزیز مارکیٹ۔ اردو بازار لاہور فون 7247414
اسٹاکسٹ
علی بک سٹال، نسبت روڈ چوک میو ہسپتال لاہور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اس کے علاوہ اور کوئی بات۔؟"

"جی نہیں۔"

"اگر تمہیں بھی وہی سب کچھ کرنا پڑے جو داور کرتا تھا تو کیا تم کروگے۔؟"

"نہیں" میں نے جواب دیا۔

"یہ سب کچھ اسکی کھوئی ہوئی یادداشت واپس لانے کے لیے ضروری ہے غزالی۔"

"اس کے لیے بہتر طریقہ بھی استعمال کیا جا سکتا ہے ڈاکٹر صاحب۔ کیا دیوانگی کے علاج کے لیے جدید طریقے دریافت نہیں ہوگئے ہیں؟"

"بہت ہی نفیس شخصیت رکھتے ہو۔ یقین کرو اگر تم اس کے لیے تیار ہو جاتے تو مجھے مایوسی ہوتی۔ لیکن تم نے خود کو اس کا اہل ثابت کیا ہے کہ تم پر بھروسہ کیا جائے۔ دیکھو غزالی۔ بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جو اتنی مختصر ملاقات میں نہیں بتائی جا سکتیں۔ تمہارے سامنے ایک حسین مستقبل ہے۔ ہما کو تمہاری زندگی میں شامل کر کے مجھے دلی مسرت ہوگی لیکن میں تمہیں وہ مستقبل دینا چاہتا ہوں جو تمہارا اپنا تعمیر کردہ ہو۔ اس کے لیے تمہیں بہت کام کرنا ہوگا۔ کچھ ایسے کام بھی کرنے ہوں گے جو ممکن ہے تمہیں پسند نہ ہوں لیکن حالات کی ضرورت ہوں۔ میں اس گفتگو کو طویل نہیں کروں گا۔ تم ہما سے آزادی سے مل سکتے ہو مجھے اعتراض نہیں۔ یوں سمجھو اب تم ہم میں سے ایک ہو۔ میں تمہیں کچھ اور باتیں بتاؤں گا لیکن اس وقت نہیں۔ اس وقت اتنا ہی کافی ہے۔ تم نے ہوٹل مون فلاور دیکھا ہے؟"

"جی ہاں" میں نے جواب دیا۔

"کل گیارہ بجے کسی بھی طرح وقت نکال کر وہاں پہنچ جاؤ۔ مون فلاور کے روم نمبر ۲۱۰ میں ایک شخصیت تمہارا انتظار کرے گی۔ ہماری دوسری ملاقات کا وقت بھی وہی شخصیت تمہیں بتا دے گی۔"

"وہ کون ہے؟" میں نے پوچھا۔

"بس اب یہ بتانے کی گنجائش نہیں ہے۔" ڈاکٹر طاہر علی خاموش ہو گیا کیونکہ ہما آگئی تھی۔

"ڈیڈی۔ میں بور ہو رہی ہوں۔" اس نے ٹھنکتے ہوئے کہا۔

"بس۔ بیٹے تمہاری امانت تمہارے حوالے۔" ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے کہا اور ہما مسکرانے لگی۔ "آیئے مسٹر امانت۔ میں آپ کو کوٹھی دکھاؤں سوری ڈیڈی۔"

"ٹھیک ہے بیٹے۔" ڈاکٹر نے فراخدلی سے کہا۔ ہما نہ جانے کیا کیا بکتی رہی میں نے غور نہیں کیا۔ میرا ذہن ڈاکٹر طاہر کی پراسرار گفتگو میں الجھا ہوا تھا۔ پھر رات کا کھانا ہوا اور بمشکل تمام ہما سے جان چھوٹی۔

کوٹھی واپس آکر سب سے پہلے بوڑھے بابا کی طرف رخ کیا۔ آج ہدایت کی آزمائش کا بہترین موقع تھا۔

سلام کرنے کے بعد ہدایت نے آہستہ سے کہا "ڈاکٹر صاحب بوڑھے بابا کے معائنے کے لیے آئے تھے۔"

"شاباش! کس وقت؟"

"پونے پانچ بجے تھے۔ مجھے سو روپے دیئے ہیں صاحب انہوں نے ایک انجکشن بھی لگایا ہے اسے۔"

"پہلے بھی وہ ایسے انجکشن لگاتے رہے ہیں ہدایت ہفتے میں ایکبار یا اس سے زیادہ؟" میں نے سرسری انداز میں سوال کیا۔

"کبھی نہیں صاحب۔ انجکشن انہوں نے پہلی بار لگایا ہے"

"کیا کیفیت ہے بوڑھے بابا کی؟"

"کوئی خاص بات نہیں ہے۔ پہلے کی طرح ہے۔"

میں نے خود بوڑھے کا جائزہ لیا۔ اس کی کیفیت ویسی ہی تھی جیسی عام طور پر رہتی تھی۔ معلوم نہیں یہ شیطان ڈاکٹر کیا چاہتا ہے۔ میں نے ٹھنڈی سانس لے کر سوچا۔ اور پھر واپس انیکسی کی طرف چل پڑا۔ لیکن دل میں ایک فیصلہ ضرور کر لیا تھا میں نے۔ یہاں کچھ اور لوگوں کو متعین کر کے ہر شخص کے آنے جانے پر سخت پابندی لگانی ہوگی، اس میں ڈاکٹر طاہر علی بھی شامل ہوگا۔ اور بوڑھے بابا کے علاج کے لیے کسی دوسرے ڈاکٹر کا بندوبست بھی لازمی ہے۔ یہ سب کچھ کرنا تھا۔ لیکن ڈاکٹر طاہر علی کا کھیل بھی ضروری ہے۔ کل دن کو گیارہ بجے کون شخصیت مجھ سے ملاقات کرے گی کون ہوگا وہ۔؟ رات کو نہ جانے کب تک جاگتا رہا۔ سونے کی ہر کوشش ناکام ہو رہی تھی۔ صورت حال نے دماغ کو ماؤف کر کے رکھ دیا تھا۔

صبح کو دیر سے آنکھ کھلی۔ طبیعت بھاری تھی۔ لیکن معمولات میں فرق نہ آنے دیا۔ آفس گول کیا جا سکتا تھا لیکن کوٹھی میں کوئی اور مصیبت گلے پڑ سکتی تھی اس لیے وہاں سے نکل آیا۔ دفتر پہنچ کر ضروری معاملات دیکھے اور پھر ساڑھے دس بجے دفتر سے نکل آیا۔ میرا رخ "مون فلاور" کی طرف تھا۔ چند لمحات کے بعد میں اس خوبصورت ہوٹل کے کمرہ نمبر ۲۱۰ کے سامنے کھڑا تھا۔ دھڑکتے دل سے میں نے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ قدموں کی ہلکی چاپ ابھری اور پھر دروازہ کھل گیا۔ میں نے دروازہ کھولنے والے کو دیکھا اور میرے دل کی حرکت جیسے رک گئی۔ بدن ساکت ہو گیا۔ ناقابل یقین۔ ناممکن۔ سامنے کھڑی ہوئی شخصیت میرے لیے اجنبی نہیں تھی۔ لیکن۔۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کیا یہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔؟

لمحوں تک مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا لیکن کبھی کبھی ناقابل یقین باتیں ہی درست ہوتی ہیں۔

وہ جولیا تھی۔ تنویر کی دوست، حسن صاحب کے بزنس پارٹنر مسٹر براؤن کی بیٹی۔ ایک عام سی یورپین لڑکی لیکن اس کا ڈاکٹر طاہر علی سے تعلق ایک ناممکن سی بات تھی۔

"ہیلو۔" اس نے سحر آگیں مسکراہٹ سے کہا۔ اس دوران میں نے خود کو کسی حد تک سنبھال لیا تھا۔ وہ دروازے کے سامنے سے ہٹ گئی اور میں اندر داخل ہو گیا۔ جولیا نے دروازہ بند کر لیا اور پلٹ آئی۔ "مجھے دیکھ کر آپ کو یقیناً حیرت ہوئی ہوگی مسٹر گازالی۔"

"ہاں۔ ڈاکٹر نے مجھے آپ کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔"

"مناسب نہیں تھا۔ میں تو اب بھی خوفزدہ ہوں۔"

"کیوں۔؟" میں نے سوال کیا۔ جولیا نے فوراً کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ مجھے بیٹھنے کا اشارہ کر کے خود بھی بیٹھ گئی۔

"کیا منگاؤں آپ کے لیے؟"

"بہتر ہوگا کام کی بات کریں۔"

"میں اس لیے خوفزدہ ہوں مسٹر گازالی کہ آپ مجھے ذرا مختلف قسم کے آدمی نظر آتے ہیں۔ ڈاکٹر سے بھی میں نے اس بارے میں بات کی تھی۔ ڈاکٹر نے کہا ہے کہ یہ ان کی ذمہ داری ہے۔ میرا مطلب یہ تھا کہ محسن آپ کے دوست ہیں اور وہ سب لوگ آپ سے بہت محبت کرتے ہیں۔ میں شاید اپنا مطلب واضح نہیں کر پا رہی ہوں، اسلیے آپ سے خوفزدہ ہوں کہ کہیں آپ جذباتی ہو کر ہمارا راز فاش نہ کر دیں۔"

"ڈاکٹر طاہر علی نے میرے بارے میں آپ کو تفصیل نہیں بتائی میں دولت کمانے سے دلچسپی رکھتا ہوں۔ خود کچھ بننا چاہتا ہوں۔"

میں نے اپنی حیرتوں پر مکمل طور سے قابو پا لیا تھا اور اپنے ذہن کو اس نئی صورت حال سے نمٹنے کے لیے آمادہ کر لیا تھا۔

"اوہ۔ میں نے آپ کے لیے۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور کمرے کے ایک گوشے میں پہنچ کر میز پر رکھا ہوا بریف کیس اٹھا لائی۔ دوبارہ میرے سامنے بیٹھ کر اس نے بریف کیس کھولا اور اس میں سے مقامی کرنسی نوٹوں کی چند گڈیاں نکال کر میرے سامنے ڈال دی۔ "پچاس ہزار ہیں۔ ایک چھوٹی سی رقم جو بلا کسی شرط کے آپ کے حوالے کی جاتی ہے۔ یوں سمجھ لیں کہ آپ ہمارے ساتھ کام کرنے کو تیار ہوں یا نہ ہوں، یہ صرف ان باتوں کو راز رکھنے کا معاوضہ ہے۔"

"مجھے علم ہے مس براؤن کہ آپ بہت دولت مند ہیں لیکن ابھی میں یہ بوجھ اپنی گردن پر نہیں لے سکتا۔ جہاں تک آپ کے راز کو راز رکھنے کی بات ہے۔ وہ میرا اخلاقی فرض ہے۔"

"آپ آئیڈیل انسان ہیں مسٹر گازالی۔ آپ کے بارے میں میرے اندازے غلط نہیں ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ آپ سے کس طرح گفتگو کروں۔ ڈاکٹر نے مجھے عجیب امتحان میں ڈال دیا ہے۔"

"میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں۔؟"

"دل تو چاہتا ہے آپ سے بہت سی باتیں کروں۔ کچھ ذاتی باتیں بھی لیکن آپ کے قیمتی وقت کا مجھے احساس ہے۔ یوں سمجھ لیں میں آپ سے اس پاگل بوڑھے کے بارے میں بات کرنا چاہتی ہوں۔ یہ بھی سمجھ لیں کہ میں آپ کے بہتر مستقبل کی خواہاں ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ اپنا صحیح مقام حاصل کریں۔ آپ کو اتنے عام سے کاروباری لوگوں کا ملازم نہیں ہونا چاہیے۔ آپ کی پرسنالٹی اتنی شاندار ہے کہ آپ تو کہیں کے نواب معلوم ہوتے ہیں۔ یہ سن کر بہت تعجب ہوتا ہے کہ آپ ان لوگوں کے ملازم ہیں۔"

"آپ نے ذاتی باتیں شروع کر دیں مس جولیا۔" میں نے ہلکی سی مسکراہٹ سے کہا۔

"کچھ عجیب سی کیفیت کا شکار ہوں میں تمہارے سلسلے میں۔ سنو گازالی۔ میں تم سے بہت متاثر ہوں۔ یہ جان کر بھی کہ ڈاکٹر طاہر علی کی لڑکی تمہیں چاہتی ہے اور ڈاکٹر خود بھی تمہاری طرف توجہ دے رہا ہے۔ میں یورپ میں رہتی ہوں۔ تم نے کبھی یورپ دیکھا ہے یا نہیں، میں نہیں جانتی لیکن تمہیں ضرور معلوم ہوگا کہ یورپ اتنا ماڈرن ہے۔ وہاں کوئی لڑکی کسی بھی مرد سے دل کی بات آسانی سے کہہ دیتی ہے۔ میں بچپن ہی سے مشرق سے متاثر ہوں اور میرا کردار صاف رہا ہے۔ میری آرزو تھی کہ میری زندگی میں کوئی مشرقی نوجوان آئے۔ تم مجھے بہت پسند ہو گازالی۔ میں تمہیں اپنے ساتھ زندگی گزارنے کی پیشکش کرتی ہوں۔ میں ایک ارب پتی باپ کی بیٹی ہوں۔ میرے ساتھ تمہارا مستقبل شاندار ہوگا۔ یہاں میں اپنے ڈیڈی کے ایک مشن پر آئی ہوں۔ یا پھر یوں سمجھو کہ ڈیڈی نے میری اس دیرینہ خواہش کی تکمیل کی ہامی صرف اسی لیے بھری ہے کہ میں ان کا کام کر دوں اور اب میرا اور تمہارا کام یہ ہے مسٹر گازالی کہ اس وقت تک اس بوڑھے کی یادداشت واپس نہیں آنی چاہیے، جب تک کہ ہمیں دوسری ہدایت نہ مل جائے۔ یہی تمہارا کام ہے اور اس کے لیے تمہیں دو لاکھ روپے کی پیشکش کی جاتی ہے، جس کے لیے یہ پچاس ہزار ایڈوانس ہیں۔ باقی جس طرح تم چاہو۔"

"مجھے آپ سے کیا بات کرنی ہے مس جولیا؟ صرف یہ پیشکش قبول کرنے یا نہ کرنے کی۔ یا اس کے علاوہ بھی میں آپ سے کچھ کہہ سکتا ہوں؟" میں نے صورت حال سے لطف لیتے ہوئے پوچھا۔

"وہ سب کچھ جو تمہارے ذہن میں ہو۔ اس کاروباری گفتگو سے ہٹ کر بھی۔" جولیا نے جذباتی لہجے میں کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"آپ کے ڈیڈی اور ڈاکٹر طاہر علی کے درمیان کیا تعلق ہے"۔

"ڈاکٹر طاہر ڈیڈی کے شناسا ہیں۔ تعارف مسٹر حسن کے ذریعے ہی ہوا تھا لیکن اب دونوں کے درمیان خط و کتابت اور فون پہ بات چیت ہوتی رہتی ہے۔ ڈاکٹر ایک بار یورپ میں ہمارے مہمان رہ چکے ہیں"۔

"ہما یہ بات نہیں جانتی۔؟"

"شاید نہیں، کیونکہ اس نے مجھ سے شناسائی کا اظہار نہیں کیا۔ مجھے بھی بعد میں معلوم ہوا کہ وہ طاہر علی کی بیٹی ہے"۔

"آپ کے ڈیڈی نے آپ سے کہا تھا کہ آپ یہاں آکر ڈاکٹر سے ملاقات کریں۔؟"

"ہاں۔ اس موضوع پر ان کے درمیان بات چیت ہوتی رہتی ہے"۔

"یہ بات مسٹر حسن کے علم میں ہے؟"

"نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو میں تم سے چھپ کر ملاقات نہ کرتی"۔

"آپ لوگ بوڑھے کی یادداشت کی واپسی کیوں نہیں چاہتے؟"

"یقین کرو مجھے علم نہیں"۔

"بوڑھا کون ہے؟ آپ اُسے کب سے جانتی ہیں؟"

"میں نے اُسے پہلی بار دیکھا ہے"۔

"آپ کے ڈیڈی نے آپ کو اور کیا ہدایات دی تھیں"۔

"ایک وعدہ کرو گا زالی۔ اپنے اور میرے درمیان ہونے والی باتوں کو راز رکھو گے سب سے" ڈاکٹر سے بھی"۔

"میں آپ کے اس خلوص" اس اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچا سکتا مس جولیا"۔ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ جولیا ایک عام سی لڑکی تھی اور بوڑھے بابا کے لیے میں کسی بھی لڑکی کے سامنے آہیں بھر سکتا تھا۔ میرا ذہن تیزی سے بہت سے فیصلے کر چکا تھا اور میں نے کام شروع کر دیا تھا۔ جولیا جذباتی ہو گئی۔ اصل موضوع پر واپس آنے سے پہلے اس نے ہما کے بارے میں میرے دلی جذبات کا اندازہ لگانے کی کوشش کی اور میں نے اُسے یقین دلا دیا کہ میں اس بے وقوف لڑکی ہما کو ذرا بھی اہمیت نہیں دیتا۔ تب اس نے کہا۔

"ڈیڈی نے مجھ سے کہا تھا کہ حسن صاحب کے گھر میں مقیم وہ بوڑھا بہت قیمتی ہے۔ ڈاکٹر طاہر علی اس سلسلے میں جو کچھ کہیں میں اس پر عمل کروں اور ان سے مشورے لیتی رہوں۔ اس کے علاوہ حسن صاحب کے گھر کے ماحول پر بھی نگاہ رکھوں اور معلوم کروں کہ بوڑھے کے سلسلے میں کیا کیا ہو رہا ہے۔ کون کون اس پر نگاہ رکھتا ہے۔ میرا کام بس اتنا ہی تھا اور تنویر کی دوستی سے مجھے فائدہ اُٹھانا تھا"۔

"باقی کام طاہر علی کا تھا۔؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں!" اس نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے جولیا۔ میں تمہاری یہ پیشکش صرف تمہاری وجہ سے قبول کرتا ہوں۔ اطمینان رکھو سب کچھ تمہاری مرضی کے مطابق ہی ہوگا"۔ میں نے نوٹوں کی گڈیاں اُٹھا کر جیبوں میں ٹھونس لیں۔ پھر میں نے اس سے آخری سوال کیا۔

"یہ سلسلہ کب تک جاری رہے گا جولیا۔؟"

"تمہیں بہت زیادہ پریشان نہیں ہونا پڑے گا ڈارلنگ۔ میرے خیال میں صرف چند روز باقی ہیں۔ ڈیڈی اسی ماہ کی تائیس تاریخ کو یہاں آرہے ہیں۔ لیکن یہ بات طاہر علی کو نہیں معلوم"۔

"اور حسن صاحب کو بھی نہیں؟"

"ہرگز نہیں۔ خیال رکھنا"۔

"اطمینان رکھو"۔ میں نے کہا۔ اور پھر مزید کچھ دیر اس سے اچھی اچھی باتیں کر کے میں وہاں سے نکل آیا۔ میں فوراً ہی گھر واپس نہیں آیا تھا بلکہ پہلے ایک کیفے میں بیٹھ کر تھوڑی دیر اپنی کھوپڑی درست کی تھی۔ ذہن میں اتنے دھماکے ہوئے تھے کہ دماغ میں دراڑیں پڑ گئی تھیں۔ بہت ہی پُراسرار چکر تھا، یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میرے اطراف میں بکھرے ہوئے سارے کردار اسی بوڑھے بابا سے متعلق ہوں۔ وہ ہے کون؟ اسکی ذات سے ایسا کون سا اسرار وابستہ ہے؟ دوسری بات جو اہم محسوس ہوئی وہ یہ تھی کہ ڈاکٹر طاہر علی نے جولیا کو کیوں میرے سامنے کر دیا تھا۔ ڈاکٹر گھاگ آدمی تھا "جو کام" جولیا سے لینا چاہتا تھا، وہی کام وہ ہما سے بھی لے سکتا تھا۔ یہ بات بہت گہری تھی کہ وہ کم از کم میری نگاہ میں جولیا کو نہ لاتا اور اس کے کردار کو تاریکی میں رکھتا۔ اس نے ایسا کیوں کیا؟ اور اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟ طاہر علی کھل کر سامنے آگیا تھا۔ مجھے واضح طور پر حسن صاحب کے خلاف استعمال کیا جارہا تھا اور اس کے لیے ایک بڑی رقم بھی پیش کی جارہی تھی۔ اب مجھے حسن صاحب کے باب میں کیا کرنا چاہیے۔ اگر وہ مجھ سے کھل جاتے تو شاید میں ایک لمحہ اپنی زبان بند نہ رکھتا اور انہیں سب کچھ بتا دیا لیکن وہ بھی تو مجھ پر اعتبار نہیں کرتے تھے۔ اگر میں اس معاملے سے اس قدر نہ وابستہ ہوتا تو شاید اس کی نوبت بھی نہ آتی۔

دفعتاً مجھے حسن صاحب کی لائبریری یاد آئی۔ محسن نے اسکا تذکرہ کیا تھا۔ اگر اس لائبریری پر ایک نگاہ ڈال لی جائے تو ممکن ہے کوئی اندازہ ہو سکے۔ اس کے لیے حسن صاحب سے اجازت لینا تو حماقت ہے۔ اُن کی غیر موجودگی میں یہ کام ہونا چاہیے۔ جولیا کی پیشکش میں نے اسی لیے قبول کر لی تھی کہ چند دنوں تک حالات سنبھلے رہیں اور مجھے کام کرنے کا موقع مل جائے۔

گھر واپس آیا تو آج پھر چہل پہل تھی۔ گو یہ ہنگامہ آرائی کوٹھی کے اندرونی حصے تک ہی محدود تھی لیکن باہر بہت سی کاریں کھڑی

ہوئی تھیں۔ ان کے ڈرائیور کاروں کے نزدیک موجود تھے۔ میں سیدھا اینکسی میں چلا گیا لیکن کریم بابا نے فوراً ہی خبر سنادی۔

"صاحب۔ آج کھانا اندر ہی کھائیں گے آپ"۔

"کس نے کہا تھا۔؟"

"ایک ایک کر کے سب ہی آپ کی تلاش میں آچکے ہیں۔ آپ کو دیر ہو گئی ورنہ بہت سے لوگ یہاں موجود تھے"۔

میں نے لباس تبدیل کیا۔ حلیہ سنوارا اور اندر چلا گیا۔ پہلی نگاہ فریحہ پر پڑی تھی۔ اندازہ ہو گیا کہ محسن صاحب نے یہ محفل برپا کی ہے پھول ہی پھول کھلے ہوئے تھے رُخ زیبا پر۔ جولیا بھی موجود تھی لیکن اتنی ہی سادہ ویسی ہی پُرسکون۔ کچھ دیر پہلے کی ملاقات کا کوئی جو عکس ہو کمبخت کے چہرے پر۔

"میں نے تو کہا تھا کہ ہما کو بھی بلا لیا جائے۔ لیکن جو کچھ ہوا اچانک ہی ہوا۔ فریحہ دوپہر ڈھائی بجے واپس آئی۔ یو نے چار بجے محسن بھائی کو علم ہوا۔ کہاں تاب تھی لیکن یقین کریں غزالی ایک بار بھی جو ان دونوں نے ہما کا نام لیا ہو"۔ تنویر نے کہا۔

"میزبان تم تھیں، میں کسی کا نام کیوں لیتی؟" فریحہ نے کہا۔

"ہائے ہائے۔ کتنی بدقسمت ہے بے چاری، جولیا اس سے نفرت کرے۔ فریحہ بھابی کو اس سے رغبت نہیں۔ آپ فکر نہ کریں غزالی میں ہما کے اعزاز میں ایک ضیافت دوں گی اور اس میں کسی کو بھی نہیں بلاؤں گی"۔ تنویر بولی۔

"ہما کو بھی نہیں"۔ فریحہ ہنس کر بولی۔

"حسن صاحب نظر نہیں آرہے؟" میں نے محسن کے چھوٹے بھائی ناصر سے پوچھا۔

"ڈیڈی ابھی تھوڑی دیر ہوئی کسی میٹنگ میں گئے ہیں"۔

ڈنر کے بعد دیر تک محفل جمی رہی۔ میں چند منٹ کے لیے معذرت کر کے اُٹھ گیا تھا۔ باہر نکل کر میں نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ اندر کی محفل کے بارے میں مجھے اندازہ تھا کہ دیر تک چلے گی۔ چنانچہ ایک راہداری سے گذر کر میں اس طرف نکل آیا جس طرف حسن صاحب کی خواب گاہ تھی۔ خواب گاہ سے متصل لائبریری تھی۔ میں نے دروازے پر ہاتھ رکھا تو اندازہ ہوا کہ لائبریری مقفل نہیں ہے۔ اندر داخل ہو کر میں نے دروازہ بند کر لیا اور پھر دروازے اور کھڑکیوں پر دبیز پردے کھینچ کر نائٹ بلب جلا لیا۔ اتنی روشنی ہو گئی کہ کمرے کے اندرونی ماحول کا جائزہ لیا جا سکے۔ دیواریں الماریوں سے چھپی ہوئی تھیں۔ میں ان کتابوں کے ناموں پر سرسری نظر ڈالتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ پھر محسن نے جن کتابوں کا تذکرہ کیا تھا، وہ مجھے بائیں جانب کی ایک الماری میں نظر آئیں۔ میں نے تمام چیزیں نظر انداز کر کے فوراً ان پر حملہ کر دیا۔ محسن کا کہنا درست تھا۔ یہ کتابیں قدیم سیاحوں کے سفرناموں اور خزانوں کے تذکروں سے متعلق تھیں۔ چند کتابوں میں نشانات بھی لگے ہوئے تھے۔ میں نے خاص طور سے انہی کتابوں کا جائزہ لیا۔ ٹریژر آف کوکس آئی لینڈ نامی کتاب پر سُرخ پنسل سے چند نشانات لگے ہوئے تھے۔ کین کیری ٹن کے سفرنامے کے چند اوراق جو کوکس آئی لینڈ سے متعلق تھے، نشان زدہ تھے۔ مختصر وقت میں ان کتابوں کا جتنا جائزہ لیا جا سکتا تھا، میں نے لیا اور پھر سب کچھ اسی طرح رکھ کر وہاں سے نکل آیا۔ میری حرکت کی کسی کو خبر نہیں ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں پھر ان لوگوں میں شامل ہو گیا۔

گیارہ بجے کے قریب حسن صاحب بھی آگئے۔ مہمانوں کی واپسی شروع ہوئی تو میں بھی واپس آگیا لیکن اینکسی کی طرف جانے کے بجائے میں بوڑھے بابا کی طرف چل پڑا۔ ہدایت نے بوڑھے بابا کا حلیہ ہی بدل دیا تھا۔ اس وقت وہ بستر پر بیٹھا خلاء میں انگلیاں نچا رہا تھا۔ چہرہ بھی پہلے کی نسبت پُرسکون نظر آرہا تھا میرے کئی بار آواز دینے پر بھی اس نے کوئی توجہ نہیں دی۔ بہت دیر تک میں ہدایت سے اس کے بارے میں گفتگو کرتا رہا۔ اس دوران کی حرکات و سکنات کے بارے میں پوچھتا رہا۔ میں نے ڈاکٹر طاہر علی کے بارے میں پوچھا تو ہدایت نے بتایا کہ انجکشن والے واقعے کے بعد سے اب تک اور کوئی خاص بات نہیں ہوئی ہے اور نہ ڈاکٹر نے اُسے فون کیا ہے۔

دوسرے دن آفس میں ڈاکٹر طاہر علی نے فون کیا۔ "ہما یاد کر رہی تھی۔ ملے نہیں اس سے؟"

"جی ڈاکٹر صاحب۔ بس ذرا مصروف ہوں"۔

"فرصت ہو تو شام کی چائے یہاں پیو"۔

"پانچ بجے حاضر ہو جاؤں گا"۔

"کچھ پہلے آجاؤ"۔ ڈاکٹر طاہر نے کہا "جس وقت آپ فرمائیں"۔

"چار بجے۔ چھ بجے میں ذرا مصروف ہوں"۔

"بہتر۔ حاضر ہو جاؤں گا"۔ میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ ڈاکٹر طاہر علی یقیناً جولیا سے رابطہ قائم کر چکا ہوگا۔ اور اب میرے بارے میں بھی جاننا چاہتا ہوگا۔ تاہم میں فیصلہ کر چکا تھا کہ ابھی میں اس کا آلۂ کار بنا رہوں گا، تاکہ حالات میرے کنٹرول میں رہیں۔

ساڑھے تین بجے میں نے سیٹ چھوڑ دی اور طاہر علی کی طرف چل پڑا۔ ڈاکٹر نے میرا استقبال کرتے ہوئے کہا۔ "سوری غزالی ہما کو میں نے بہانے سے یہاں سے بھیج دیا ہے۔ لیکن ایک گھنٹے میں وہ واپس آجائے گی اس کے بعد تم آرام سے اس کے ساتھ وقت گزارنا"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیسے یاد فرمایا ڈاکٹر صاحب؟" میں نے اُس کے اس جملے کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"بھئی کل کے حالات جاننے کے لیے بے چین ہوں۔" ڈاکٹر نے ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"مس جولیا کو دیکھ کر مجھے شدید حیرت ہوئی تھی۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"اس نے تمہیں مطمئن تو یقیناً کر دیا ہوگا۔؟"

"ہاں کافی حد تک۔"

"تمہارے اندر لاتعداد خوبیاں ہیں غزالی۔ جولیا بتا رہی تھی کہ جوان ہونے کے باوجود تم نے صرف ضروری باتیں کیں۔ یہ بہت عمدہ بات ہے غزالی۔ کچھ مجبوریاں ہیں جن کی وجہ سے ابھی چند باتیں تمہیں نہیں بتائی جا رہی ہیں لیکن جوں جوں وقت گزرے گا ہمارے درمیان اعتماد قائم ہوگا۔ میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا، نہ صرف بتا دوں گا بلکہ اس سے آگے بھی تم ہمارے شریک کار رہو گے۔ اپنے درمیان تمہاری شمولیت سے مجھے بے حد خوشی ہے اور یہ جان کر مزید خوشی ہوئی کہ تم احمق اور جذباتی نوجوان نہیں ہو، اپنوں کے ساتھ زیادتی نہ کرنا تمہاری بڑائی ہے اور دولت کو نہ ٹھکرانا ذہانت۔"

"میں آپ سے مکمل تعاون کرنا چاہتا ہوں ڈاکٹر صاحب!"

"اگر ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے غزالی تو وارے نیارے ہو جائیں گے۔ ویسے جولیا کیسی لڑکی ہے؟"

"کیا مجھے اس پر بھی غور کرنا تھا؟" میں نے معصومیت سے پوچھا۔

"اوہ۔ نہیں میرا مطلب ہے کچھ... یعنی تمہاری طرف متوجہ تو نہیں ہے؟"

"یہ گمان کیسے ہوا آپ کو۔؟" مجھے ڈاکٹر طاہر علی پر غصہ آنے لگا تھا۔

"یقین کرو ایسے ہی پوچھ لیا تھا۔ کوئی خاص بات نہیں ہے۔ ہاں مزید رقم کی تو کوئی فوری ضرورت نہیں ہے؟"

"نہیں ڈاکٹر شکریہ" میں نے جواب دیا۔ اور ڈاکٹر اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ وہ مجھ سے معذرت کر کے وہاں سے چلا گیا۔ چند منٹ کے بعد واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک لفافہ تھا۔

"یہ چند دوائیں ہیں۔ ترتیب سے ان کا استعمال شروع کرا دو۔ جولیا تمہیں صورت حال بتا چکی ہے۔"

"پرانی دوائیں ترک کرنی ہیں ڈاکٹر؟"

"قطعی۔ وہ تو ہمارے مقصد کی قاتل ہیں۔ لیکن ان دواؤں کے سلسلے میں احتیاط رکھنا کسی اور کو ان کی ہوا نہیں لگنی چاہیے۔" ڈاکٹر نے مجھے ان دواؤں کو استعمال کرانے کا طریقہ بتایا اور میں نے انھیں احتیاط سے جیب میں رکھ لیا۔ اس کے بعد گفتگو ختم ہو گئی تھی۔ مسٹر براؤن کی آمد کے بارے میں ڈاکٹر نے کوئی بات نہیں کی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ جولیا کی ذاتی اطلاع تھی اور ڈاکٹر مجھے اس بارے میں ابھی نہیں بتانا چاہتا تھا۔ جب میں نے اجازت مانگی تو ڈاکٹر بولا "ہم سے نہیں ملو گے۔"

"پھر ملوں گا! ابھی مجھے کچھ ضروری کام کرنے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔ ڈاکٹر مجھے باہر تک چھوڑنے آیا۔ واپسی میں میں ڈاکٹر کی شخصیت کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ یہ چکر بڑی حد تک میری سمجھ میں آ گیا تھا۔ اور حسن صاحب کی پوزیشن بھی واضح ہونے لگی تھی۔ ڈاکٹر اور مسٹر براؤن آپس میں ملے ہوئے ہیں اور حسن صاحب کے ساتھ فریب کر رہے ہیں جبکہ شاید حسن صاحب کے ذہن میں مسٹر براؤن کی طرف سے اس قسم کا کوئی تصور بھی نہیں تھا۔ یہ رابطہ ان کے علم میں یقیناً نہیں تھا۔ ڈاکٹر بہت چالاک انسان تھا اور اس کی نسبت حسن صاحب یا تو کچھ سادہ طبیعت تھے یا پھر ڈاکٹر طاہر پر اندھا اعتماد کرتے تھے۔ لیکن بوڑھے بابا کی شخصیت ابھی تک تاریکی میں تھی۔ وہ کون ہے اور ندرت سے اس کا کیا تعلق ہے؟ ایک اور خیال بھی میرے ذہن میں آیا۔ کیا ندرت اور بوڑھے کے درمیان جس نوعیت کا بھی تعلق ہے اس کے بارے میں حسن صاحب جانتے ہیں۔ نہ جانتے ہوئے تو ندرت کو یہاں کیوں لاتے؟ لیکن یہ بات کسی کو نہیں معلوم۔ شاید ڈاکٹر طاہر علی کو بھی نہیں۔ اب صورت حال یہ تھی کہ میں ڈاکٹر طاہر علی کا آلۂ کار بن گیا تھا اور اس سلسلے میں ایک بڑی رقم بھی وصول کر چکا تھا۔ مجھے ان کے لیے کام کرنا ہی تھا۔

بظاہر ٹھیک تھا لیکن دل پوری طرح اس پر نہیں ٹھکتا تھا۔ اگر اُسے کسی بڑی رقم کی پیشکش ہو گئی تو ممکن ہے بہک جائے اس کے لیے کوئی انتظام ضروری تھا۔

دفعتاً ہی مجھے قادر کا خیال آیا۔ کالج کا وہی آزاد رو نوجوان جس کے بارے میں محسن نے بتایا تھا۔ موقع غنیمت تھا چنانچہ محسن کے بتائے ہوئے پتے پر چل پڑا۔ قادر کا ہوٹل "القادر" ایک پرانے طرز کی عمارت میں واقع تھا لیکن اندر سے یہ عمارت خوب آراستہ تھی ہال بظاہر کوئی خاص بات نہیں معلوم ہوتی تھی۔ عام قسم کا ہوٹل تھا لیکن چونکہ محسن مجھے بہت کچھ بتا چکا تھا اس لیے میری نگاہوں نے کچھ ایسے مشتبہ لوگوں کو جانچ لیا جو یہاں آ جا رہے تھے۔ تھوڑی دیر تک میں ہال میں بیٹھا رہا۔ اس کے بعد میں نے ایک ویٹر کو قریب بلایا۔ "قادر صاحب کہاں ہیں؟"

ویٹر چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔ "کون قادر؟"

"تمہارا مالک!"

"پنڈو ماسٹر کی بات کرو۔ اُدھر ہے وہ۔" ویٹر نے رکھائی سے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ "پنڈو ماسٹر۔" میں مسکرایا۔ ہونا ہی چاہیے

قادر تو ایک شریفانہ نام ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور ہال سے نکل کر عقبی حصے میں پہنچ گیا، جہاں اوپر جانے کے لیے سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ سیڑھیوں کے پاس ایک کاؤنٹر کے پیچھے ریسپشنسٹ موجود تھا۔ اس کے نزدیک غنڈوں جیسی شکل کے دو آدمی کھڑے ہوئے تھے۔ میں ریسپشنسٹ کے پاس پہنچ گیا۔

"کارڈ۔۔" ریسپشنسٹ نے کہا۔

"کوئی کارڈ نہیں۔ میں پنڈو ماسٹر سے ملنا چاہتا ہوں۔" میرے ان الفاظ پر دونوں غنڈے چونک کر میری طرف متوجہ ہو گئے۔

"بات ہو چکی ہے تمہاری۔" ان میں سے ایک نے پوچھا۔

"نہیں۔"

"بغیر اپائنٹمنٹ کے باس کسی سے نہیں ملتا۔"

"مجھ سے ملے گا تم اُسے میرے آنے کی اطلاع دو۔" میں نے اعتماد سے کیا۔

"اس کا آرڈر نہیں ہے۔"

"وہ میرا پرانا دوست ہے جو کچھ میں کہہ رہا ہوں کرو۔ مزید نقصان کے ذمہ دار تم خود ہو گے۔"

دونوں غنڈے مجھے گھورنے لگے۔ پھر ان کی سمجھ میں کچھ آ گیا۔ اور ان میں سے ایک نے کہا۔ "باس تمہارا دوست ہے؟"

"ہاں!"

"تو میرے ساتھ آؤ۔ لیکن اگر باس تمہیں پہچانا تو اپنا حشر دیکھ لینا۔"

میں اس کے ساتھ آگے بڑھا اور سیڑھیاں طے کر کے اوپر پہنچ گیا۔ لمبی راہداری عبور کر کے وہ مجھے آخری سرے پر بنے ہوئے کمرے کے دروازے پر لے گیا، پھر اس نے دروازے پر دستک دی۔ اجازت مل جانے کے بعد وہ دروازہ کھول کر میرے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔

سرخ قالین پر سیاہ فرنیچر بہت شاندار لگ رہا تھا۔ درمیان کی ایک میز کے پیچھے قادر موجود تھا۔ لیکن اب وہ واقعی پنڈو بن گیا تھا۔ صحت پہلے سے کہیں شاندار ہو گئی تھی۔ شخصیت میں بھی ایک عجیب سی بات پیدا ہو گئی تھی جسے میں کوئی لفظ نہیں دے سکتا۔ اس نے سپاٹ نگاہوں سے مجھے دیکھا، شاید پہچان نہیں سکا تھا۔ لیکن دوسرے لمحے اس کے انداز میں تبدیلی پیدا ہوئی۔ غالباً میں اُسے یاد آ گیا تھا۔ اسی وقت مجھے ساتھ لانے والا بول پڑا۔ "باس یہ صاحب آپ سے ملنا چاہتے تھے کہہ رہے تھے کہ آپ کے پرانے دوست ہیں معاف کیجیے صرف انہی کے الفاظ میں انہیں آپ کے پاس لے آیا کیونکہ میری جرأت نہیں تھی کہ آپ کے کسی پرانے دوست کو آپ سے ملنے سے منع کر دوں۔"

"ٹھیک ہے جاؤ۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر اپنے ملازم سے کہا اور وہ مؤدبانہ انداز میں پیچھے ہٹ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ میں قادر کے قریب پہنچ گیا تھا۔ قادر مجھے پکارتا ہوا اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔

"پہچاننے میں غلطی تو نہیں ہوئی ہے غزالی۔" اس نے خفیف سی مسکراہٹ سے کہا۔

"نہیں یار، شکر ہے تم نے مجھے پہچان لیا۔ ورنہ تمہارے ساتھی تو مجھے دھمکیاں دیتے ہوئے یہاں تک لائے تھے۔"

"میاں، بے مروت تو میں کبھی بھی نہ تھا۔" اس نے پُرتپاک لہجے میں کہا اور آگے بڑھ کر مجھ سے لپٹ گیا۔ یونیورسٹی میں ہمارے زیادہ گہرے تعلقات نہیں تھے۔ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں کہ اسکی فطرت کی وجہ سے سب ہی اس سے نالاں تھے سوائے ان لوگوں کے جو اس کی جیسی فطرت رکھتے تھے لیکن قادر اس وقت بڑی گرمجوشی سے مجھ سے ملا تھا۔

"میرے بارے میں تمہیں کیسے معلوم ہوا یار، میں کم از کم تمہاری یہاں آمد کی توقع نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ تمہارا شمار ذرا زیادہ ہی شریف قسم کے لڑکوں میں ہوتا تھا۔" وہ ہنس پڑا میں نے بھی اس کا ساتھ دیا۔

"فطرتاً بُرے تو تم نہیں تھے، بس کھلنڈری طبیعت کے مالک تھے تمہاری موجودہ پوزیشن دیکھ کر اندازہ ہو رہا ہے کہ جن راستوں کی طرف تم بڑھ رہے تھے ان پر چلتے ہوئے کافی دور نکل آئے ہو۔"

"طنز مت کرو یار۔ یہ دُنیا بہت عجیب ہے جینے کے لیے یہاں بُرائی کے راستے زیادہ کشادہ ہیں۔ اور موجودہ دور میں تو تمام کامیاب لوگ انہی راستوں پر چل کر بلندیوں تک پہنچ پاتے ہیں۔ سچائی اور شرافت کے راستے صرف پستیوں میں جاتے ہیں۔ یہ میرا نظریہ ہے اور یقیناً تمہیں اس سے اختلاف ہوگا لیکن دوست ان باتوں میں کچھ نہیں رکھا۔ ظاہر ہے تم مجھے نصیحتیں کرنے یہاں نہیں آئے ہو گے۔ میں اب کافی آگے نکل چکا ہوں اور واپسی ممکن نہیں ہے۔"

"نہیں قادر۔ میں تمہیں واپس لے جانے نہیں آیا بس محسن سے تمہارے بارے میں معلوم ہوا تھا تو دل چاہا کہ تم سے ملاقات کر لوں۔ تھوڑا سا کام بھی تھا جیسا کہ تم کہہ چکے ہو کہ موجودہ دور میں انسان بڑے عجیب و غریب حالات کا شکار ہو گیا ہے۔ میں یہ نہیں کہوں گا کہ تمہاری محبت مجھے یہاں کھینچ لائی ہے بس یوں سمجھ لو کہ شناسائی ڈھارس بنی اور ضرورت نے قدم اس طرف اٹھوا دیے۔"

"یہی بات مجھے آج بھی پسند ہے غزالی بھائی، کہو کیا کام ہے مجھ سے؟" اس نے کہا۔

"کام بھی بتا دوں گا۔ یہ بتاؤ کیسا کاروبار چل رہا ہے۔؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

۔ معلوم ہو گیا ہو گا تمہیں کہ اب میں پنوڑ ہوں بلکہ پنوڑ اُستاد اور اُستادی بھی دکھانی پڑتی ہے کبھی کبھی۔ بلاوجہ ہی کوئی کسی کو اُستاد نہیں کہتا مقصد یہ ہے کہ کام بہت اچھا چل رہا ہے اور بڑا خوش ہوں میں"

تھوڑی دیر کے بعد کافی آگئی اور پنوڑ نے بڑے خلوص سے اپنے ہاتھ سے کافی بنا کر میرے سامنے رکھی اور پھر ہنستے ہوئے بولا۔

۔ عام حالات میں لوگ میرے قریب آ کر کانپنے لگتے ہیں لیکن آج میرا ایک یار میرے سامنے ہے غزالی بھائی۔ واقعی تم سے مل کر بڑی خوشی ہوئی ہے۔ خاص طور پر اس لیے کہ کم از کم تمہارے یہاں آنے کی میں توقع نہیں کر سکتا تھا۔ بھلا یہاں شریف لوگوں کا کیا کام جہاں تک میرے ہوٹل کا سوال ہے۔ یہ بُری جگہوں میں شمار ہوتا ہے۔ جوئے خانہ بھی ہے یہاں۔ شراب اور دوسری چیزیں بھی با آسانی مل جاتی ہیں اور اُن کے استعمال کا بڑا معقول بندوبست ہے پولیس کے بے شمار افراد یہاں آتے ہیں لیکن پنوڑ اُستاد ان سب کی نگاہوں میں معزز اور محترم ہے"

۔ یقیناً ہو گا میں جانتا ہوں کہ تم کچھ بھی تھے لیکن باصلاحیت آدمی تھے خیر اب مطلب کی بات سنو۔ قادر میں آجکل محسن کے ساتھ رہ رہا ہوں"

۔ اپنا وہی محسن؟ وہ دھیمے دھیمے مسکرانے والا اور دور دور سے لڑکیوں کا نظارہ کرنے والا۔ بڑی دلچسپ چیز تھا واقعی وہ بھی۔ کوئی بھی لڑکی جب اس کے قریب پہنچتی تو وہ اس طرح بونق بن جاتا جیسے کسی اُلو کو روشنی میں چھوڑ دیا گیا ہو"

۔ بالکل اسی کی بات کر رہا ہوں۔ آجکل اسی کے ساتھ رہتا ہوں"

" تمہارے بارے میں بھی مجھے زیادہ تفصیلات نہیں معلوم ہیں غزالی بھائی، ویسے سنا ہے تمہارا کوئی گاؤں وغیرہ تھا"

۔ ہاں، گاؤں چھوڑ دیا ہے، حالات بہت تبدیل ہو گئے ہیں اور اب یوں سمجھ لو کہ محسن کے ساتھ ہی زندگی گذار رہا ہوں"

۔ شادی وادی کر لی ہے کیا۔؟ قادر نے پوچھا۔

۔ نہیں شادی نہیں کی ہے ابھی۔ ابھی تو زندگی کے راستوں پر آہستہ آہستہ چلتا ہوا اپنی منزل تلاش کر رہا ہوں، وہ منزل جس کا دور دور تک کوئی نام و نشان نہیں ہے"

"تم سے تو میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ آؤ میری دُنیا دیکھو اور اس پر غور کرو" قادر نے کہا۔

" بھائی۔ یہ کہہ کر تمہیں کوئی فائدہ بھی نہ ہو گا۔ چونکہ میں اس دُنیا کا انسان نہیں ہوں اور یہی وجہ ہے کہ کچھ لوگ مجھے پریشان کر رہے ہیں"

۔ خوب۔ غزالی صاحب تم اپنی جان ہو۔ کون لوگ پریشان کر رہے ہیں تمہیں۔ نام بتاؤ پھر کام دیکھو"

" یار ابھی نوبت یہاں تک نہیں پہنچی ہے میں تمہارے پاس اس لیے آیا ہوں کہ مجھے دو آدمی دے دو' ایسے دو آدمی جو تھوڑے بہت پڑھے لکھے بھی ہوں، میرا کام کر سکیں اور اگر ضرورت پیش آئے تو تھوڑی بہت اُٹھا پٹخ بھی کر لیں جو کچھ کہو گے انھیں دے دوں گا۔ کام شاید کچھ لمبا ہی ہو جائے۔ دو چار مہینے چھ مہینے بھی لگ سکتے ہیں یا ممکن ہے اس سے پہلے ہی کام ختم ہو جائے"

" مل جائیں گے غزالی بھائی میں یہ نہیں پوچھوں گا کہ معاملہ کیا ہے لیکن ایک بات دماغ میں رکھو کہ جب بھی اپنے یار کی ضرورت پیش آئے بے تکلفی سے یہاں آجانا۔ بتا دینا کہ کون تمہارے لیے پریشان کن ثابت ہو رہا ہے۔ خدا نے چاہا تو تمہارے دشمن تم پر قابو نہیں پا سکیں گے۔ یار جب برائی اپنائی ہے تو پھر یاروں کے کام نہ آنا کیا معنی رکھتا ہے؟ میں تمہیں ایسے آدمی دے دوں گا، اور یہ لینے دینے کی بات کیا کر رہے ہو یار تمہارا قادر اب تلاش نہیں ہے۔ بہت سے آدمی اس کے دسترخوان کے ٹکڑے کھاتے ہیں۔ تمہارے اس چھوٹے سے کام کے لیے بھلا تم سے کوئی معاوضہ لے گا؟ اس کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔ میں اب بھی تم سے یہ نہیں پوچھوں گا کہ چکر کیا ہے، ہاں کچھ تمہارا دل چاہے تو بتا دینا۔ آدمی تمہیں کل شام تک مل جائیں تو کوئی حرج تو نہیں ہے؟"

" ہاں۔ ہاں۔ کوئی حرج نہیں ہے"

" ٹھیک ہے۔ کہاں بھیج دوں انھیں"؟ اس نے سوال کیا اور میں نے دوسرے دن رات ساڑھے دس بجے ان لوگوں کو محسن کی کوٹھی کی اینکسی میں بھیجنے کی ہدایت کر دی۔ قادر نے تمام باتیں سمجھ لی تھیں کافی دیر تک میں اس کے ساتھ بیٹھا ہوا گپ شپ کرتا رہا۔ اس نے کئی بار مجھ سے ملاقات ہونے پر خوشی کا اظہار کیا تھا اور اس کے بعد وہ خود مجھے باہر تک چھوڑنے آیا۔ میں نے اس کا رعب و دبدبہ بھی دیکھا کہ لوگ اُسے آتے دیکھ کر راستہ چھوڑ رہے تھے، وہ بڑی شان سے چلتا ہوا میری کار تک آیا اور پھر گرمجوشی سے مجھے رخصت کیا۔ دور ہی ایسے لوگوں کا تھا۔ میں اس بارے میں اور کیا سوچتا، وہاں سے میں نے کوٹھی ہی واپس آنا مناسب سمجھا۔ کیونکہ کافی دیر ہو گئی تھی۔

کار کوٹھی میں داخل ہوئی تو میں نے وہاں بھگدڑ مچتے ہوئے دیکھی۔ ایک لمحے کے لیے میں چونک پڑا تھا لیکن دوسرے لمحے بات میری سمجھ میں آگئی۔ ملازم بوڑھے بابا کو پکڑنے کے لیے دوڑ رہے تھے اور بوڑھا بابا پوری کوٹھی میں اچھل کود مچاتا پھر رہا تھا۔ ہدایت بھی ساتھ ساتھ تھا البتہ کوٹھی والوں میں سے کوئی سامنے موجود نہیں تھا۔ وہ سب اپنے اپنے کمروں میں جا چکے تھے۔ میں نے ہدایت کو دیکھا جو کافی پریشان نظر آ رہا تھا اور پھر میں خود اس کی

مدد کے لیے اس کے پاس پہنچ گیا۔ بوڑھا بابا اس وقت ایک درخت پر چڑھنے کی کوشش کر رہا تھا اور ملازم اُسے روکنے کی کوشش کر رہے تھے۔ میں بھی ان کے قریب پہنچ گیا۔

" رک جاؤ۔ رک جاؤ۔ چڑھ جانے دو اُسے درخت پر" میں نے کہا اور ملازم میری آواز سنکر رک گئے۔ ہدایت مجھے دیکھ کر چونک پڑا پھر وہ دوڑتا ہوا میرے پاس پہنچ گیا۔

صاحب وہ۔ وہ بس دیوار کود کر نکل بھاگا"

ٹھیک ہے ٹھیک ہے ہدایت پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ تم سب لوگ پیچھے ہٹ جاؤ۔ کافی پیچھے ہٹ جاؤ۔

" بلکہ ہدایت تم اِن تمام لوگوں کو لے کر یہاں سے چلے جاؤ۔ ان سے کہو وہ ایسی جگہ چھپ جائیں جہاں سے بوڑھا بابا انھیں نہ دیکھ سکے۔ اس ماحول کو خاموش اور سنسان رہنے دو" میں نے کہا اور پھر میں خود بھی اس درخت کے پاس سے ہٹ کر ایک ایسی جگہ پہنچ گیا، جہاں سے بوڑھے بابا پر نگاہ رکھ سکوں۔ بوڑھا درخت کی ایک شاخ پر پہنچنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ پھر وہ شاخ پر پاؤں لٹکا کر بیٹھ گیا۔ میں گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ تقریباً بیس منٹ اسی طرح گذر گئے۔ ہم سب بڑے صبر و سکون سے انتظار کرتے رہے۔ بیس منٹ کے بعد بوڑھا آہستہ آہستہ نیچے اُتر آیا اب وہ کھوئی کھوئی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے انداز میں ڈھیلا پن پیدا ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ خود ہی اس عمارت کی جانب چل پڑا جہاں اس کی رہائش گاہ تھی۔

میں اپنی جگہ سے نکلا اور تیز قدموں سے چلتا ہوا اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ میں نے بڑی نرمی سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا اور بوڑھا ایکدم چونک پڑا اس نے مجھے دیکھا اور پھر دیر تک گھورتا رہا۔ میں نے نرم لہجے میں اس سے کہا۔ " چلو بابا آرام کرو" میرے الفاظ اس کے ذہن تک نہیں پہنچے لیکن نرم روی نے اُسے کچھ اور پرسکون کر دیا۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور بڑے اطمینان سے اُسے عمارت تک لے آیا۔ اس کی اس کیفیت کو میں بہت گہری نگاہ سے دیکھ رہا تھا۔ اب اس کے اندر وحشت نہیں بلکہ ایک ڈھیلا پن تھا۔ میں نے اُسے عمارت میں پہنچا دیا اور پھر ہدایت کو آواز دیکر بلا لیا۔ بوڑھا اپنی مسہری پر جا کر لیٹ گیا تھا۔ اور آنکھیں بند کر لی تھیں۔ ہدایت اور میں اس کا جائزہ لیتے رہے اور پھر میں نے وہاں سے واپسی کے لیے قدم بڑھا دیے۔ ہدایت کے کمرے میں پہنچ کر میں نے اس سے پوچھا۔

" کیسے نکل بھاگا تھا؟"

" صاحب، آج صبح ہی سے مٹی اور پانی گھول کر صحن میں جا بیٹھا تھا پھر نجانے کیا اوٹ پٹانگ چیزیں بناتا رہا اور اس کے بعد اچانک اس پر جنون طاری ہو گیا۔ اس نے دو چار چیزیں اِدھر اُدھر پھینکیں۔ اور پھر دیوار کود کر باہر نکل آیا لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ آج اس نے کوٹھی کے گیٹ کا رُخ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ بلکہ بس یونہی جنون کے عالم میں اِدھر اُدھر چکراتا رہا۔ سارے ملازم اس کے پیچھے دوڑ پڑے تھے کیونکہ ان کی عادت ہے لیکن اس وقت اس کی واپسی بڑی تعجب خیز ہے صاحب اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا"

۔ جو کچھ اس نے بنایا ہے ہدایت کیا وہ محفوظ ہے۔؟

۔ نہیں اس نے جنون کے عالم میں وہ تمام چیزیں توڑ پھوڑ دی تھیں"

۔ تم نے ان چیزوں کو دیکھا تھا ہدایت۔؟"

۔ صاحب ہمیشہ ہی دیکھتا ہوں کچھ کھلونے جیسی چیزیں بنانے کی کوشش کرتا ہے وہ۔ ٹیلے، پہاڑ اور نجانے کیا کیا اُلٹے سیدھے جانور جن کا کوئی سر پیر نہیں ہوتا"

" آؤ ذرا اس کی بنائی ہوئی چیزوں کا جائزہ لیں۔ دروازہ بند کر دو باہر سے" میں نے کہا اور پھر میں اور ہدایت باہر صحن میں آگئے۔ یہاں مٹی کے ویسے ہی ٹوٹے پھوٹے کھلونے پڑے تھے جیسے میں پہلی بار دیکھ چکا تھا۔ کیفیت پہلے سے مختلف نہیں تھی بوڑھے کے ذہنی بحران کے بارے میں، میں پہلے بھی اندازہ لگا چکا تھا کہ وہ ان کھلونوں کے سہارے ماضی کی یادوں کو ترتیب دینا چاہتا ہے اور جب اس کا ذہن اس کا ساتھ نہیں دے پاتا تو اس پر جنون طاری ہو جاتا ہے۔ بیچارہ نہ جانے کیا یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہے؟ کیا چاہتا ہے وہ؟ اپنا ماحول اپنے لوگ یا کوئی ایسا منظر جو اس کے ذہن کی گہرائیوں میں گم ہو گیا ہے۔ کاش اُسے سب کچھ یاد آجائے کم از کم اس کی شخصیت کا عقدہ تو کھل جائے لیکن ابھی تو اس کے خلاف سازشیں ہی سازشیں ہو رہی تھیں۔ یہ لوگ صرف اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے اس کی شخصیت کو تباہ کر رہے تھے۔ حسن صاحب اس کا ذہن کھولنا چاہتے تھے، ڈاکٹر طاہر علی اس کے ذہن کو مزید خراب کر دینا چاہتا تھا اور میکے براؤن .... لیکن یہ سب یہ سب نجانے کس جال میں اُلجھے ہوئے ہیں۔ نجانے کیا کرنا چاہتے ہیں یہ لوگ۔

میں اینکسی میں واپس آنے کے بعد بہت دیر تک اپنے بستر پر پڑا سوچتا رہا۔ قادر کے بھیجے ہوئے آدمیوں کے بارے میں، میں نے چند فیصلے کیے۔ ہدایت سے مجھے جو خدشہ تھا یقینی طور پر قادر کے آدمیوں کے آجانے کے بعد وہ دور ہو جائے گا۔ لیکن میں ان دونوں کو ذرا مختلف انداز میں استعمال کرنا چاہتا تھا۔ مثلاً ایک کو بوڑھے کی خدمت پر مامور کر دیا جائے اور دوسرے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کو پوشیدہ رکھا جائے تاکہ وہ بیرونی معاملات پر نگاہ رکھ سکے اس سلسلے میں ایک بہتر اور موثر کارروائی کے منصوبے میں نے ذہن میں ترتیب دے لیے اور پھر میری آنکھ لگ گئی۔

دوسرا دن حسب معمول تھا۔ کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی لیکن اس دن شام کو دفتر سے واپسی پر میں نے بازار سے خاص خریداری کی۔ یہ میرے منصوبے کا ایک حصہ تھا جو چیزیں میں نے خریدیں ان میں زیادہ تر ایسی تصاویر تھیں جو پہاڑوں، جنگلوں اور جانوروں پر مشتمل تھیں اس کے علاوہ مجھے مختلف نوعیت کے جس قدر بھی چھوٹے چھوٹے جانوروں اور انسانوں کے کھلونے دستیاب ہو سکے، میں نے انھیں خرید لیا۔ اور ان کے پیکٹ بنوا کر سیدھا کوٹھی پہنچ گیا۔ یہاں کے معمولات ہمیشہ کی طرح تھے۔ میں نے سیدھا بوڑھے بابا کی رہائش گاہ کی طرف رُخ کیا۔ ہدایت مجھے غالباً دور ہی سے دیکھ چکا تھا۔ اس لیے میرا منتظر تھا۔ میں نے اس سے خیریت پوچھی تو ہدایت نے ایک ایسی بات بتائی جسے سن کر میں چونک پڑا۔

"... صاحب، آج پھر ڈاکٹر صاحب کا ٹیلی فون آیا تھا" اس نے کہا۔

"اچھا، کیا کہہ رہے تھے۔؟"

"انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ آپ نے بوڑھے بابا کی دوائیں تبدیل کر دی ہیں یا نہیں۔ میں تو اس بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا، صاحب میں نے ان سے کہا کہ آجکل آپ ہی بوڑھے بابا کو دوائیں استعمال کرا رہے ہیں اور میرے سپرد صرف اتنی ذمہ داری ہے کہ بابا کے کھانے پینے کا خیال رکھوں۔ طاہر علی صاحب نے مجھ سے کہا ہے کہ میں آپ پر گہری نگاہ رکھوں۔ مجھ سے یہ بھی پوچھ رہے تھے کہ آپ حسن صاحب سے رات کو ملاقات تو نہیں کرتے"

"ٹھیک ہے، اب اگر ان کا ٹیلی فون آئے تو تم انھیں بتا دینا کہ میں نے کل سے بوڑھے بابا کو نئی دوائیں استعمال کرانا شروع کی ہیں"

"ٹھیک ہے صاحب مجھے پتا ہوتا تو میں پہلے ہی یہ بات بتا دیتا"

"... اور کوئی خاص بات؟"

"نہیں صاحب اور کوئی خاص بات نہیں ہے"

"بابا پُرسکون ہیں —؟"

"ہاں — وہ دن بھر اونگھتے رہے ہیں" ہدایت نے بتایا اور میں نے پیکٹ اس کے حوالے کر دیے۔ پھر میری ہدایت کے مطابق اس نے تمام پیکٹ کھول لیے اور تمام تصاویر ایک کمرے میں دیواروں پر آویزاں کر دیں۔ میرے علم میں یہ بات تھی کہ بوڑھا بابا اکثر اس کمرے میں جاتا ہے۔ اس کی کوئی خاص وجہ نہیں تھی۔ بس وہ مختلف کمروں میں چکر اتارتا رہتا تھا۔ اس کمرے کے ایک گوشے میں، میں نے اپنے لائے ہوئے کھلونے بھی سجا دیے اور پھر ناقدانہ نگاہوں سے ان کا جائزہ لینے لگا۔ ہدایت خاموشی سے میرے کہنے پر عمل کر رہا تھا، اس نے ان چیزوں کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ لیکن میں نے خود ہی اُسے بتا دیا۔

"ہدایت میری اس کارروائی کے بارے میں کسی کو پتا نہیں چلنا چاہیے۔ کل سے تمہاری ایک اور ڈیوٹی ہوگی وہ یہ کہ تم بوڑھے بابا پر گہری نگاہ رکھو اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرو کہ وہ اس کمرے میں آ کر کن کیفیات کا شکار ہو جاتا ہے۔ ہاں ایک بات کا خیال رکھنا۔ اگر اس کمرے میں آ کر بوڑھے بابا پر کوئی جنونی کیفیت طاری ہو جائے تو تم اُسے سنبھال کر رکھو گے اُسے اس عمارت سے باہر نہیں نکلنا چاہیے۔ میں تمہیں ایک آدھ دن کے اندر اندر ایک اور اسسٹنٹ دے دوں گا، جو اس سلسلے میں تمہارے ساتھ تعاون کرے گا"

"یہ بہت اچھا ہوگا صاحب میں اکیلا بعض اوقات پریشان ہو جاتا ہوں اور پوری طرح سے بوڑھے بابا پر نگاہ نہیں رکھ پاتا اس لیے وہ نکل جاتا ہے۔ میرے علاوہ کسی اور کو یہاں رکنے کی اجازت ہی نہیں دی جاتی آپ اگر یہ کام کر دیں تو بڑا احسان ہوگا"

"تم اطمینان رکھو کل تمہاری ذمہ داریاں کچھ زیادہ ہو جائیں گی لیکن جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر ہوشیاری سے عمل کرنا"

"آپ فکر نہ کریں صاحب میں بوڑھے بابا کی تمام کیفیات نوٹ کرتا رہوں گا" جب میں وہاں سے واپس اپنی انیکسی میں پہنچا تو کریم بابا نے بتایا کہ کسی قادر صاحب کا ٹیلی فون آیا تھا انہوں نے ایک نمبر دے کر کہا ہے کہ میں جب بھی آؤں اس نمبر پر فون کر لوں"

میں جلدی سے ٹیلی فون کے نزدیک پہنچ گیا اور کاغذ پر لکھے ہوئے نمبر کو ڈائل کرنے لگا۔ کریم بابا بے چارے ناخواندہ آدمی تھے لیکن بہرطور ہندسے وغیرہ لکھنا جانتے تھے۔

فون پر فوراً ہی قادر سے رابطہ قائم ہو گیا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر گرجدار آواز میں کہا۔

"ماسٹر پنٹو"

"غزالی بول رہا ہے"

"ارے — تم ہو۔ میں نے آواز میں بڑا رعب پیدا کرنے کی کوشش کی تھی" قادر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بھئی تم بارعب آدمی ہو، ہمیں کب انکار ہے"

"تمہارے سامنے کچھ بھی نہیں ہوں جانِ من، بہرطور میں نے تمہارا کام کر دیا ہے، نام اور حلیے نوٹ کر لو — نمبر ایک فیروز خاں۔ قد پانچ

فٹ گیارہ انچ، تعلیم بی ایس سی، فرسٹ کلاس لڑا کا ہے، ضرورت پڑنے پر دو چار آدمیوں کو سنبھال سکتا ہے، بہت ہی سمجھدار اور بظاہر نرم طبیعت کا آدمی ہے، دوسرا نادر بیگ ہے، جو انٹر سے آگے نہیں پڑھ سکا لیکن آدمی بہت ہوشیار ہے، دیکھنے میں کچھ نہیں ہے، لیکن عمل میں بہت کچھ ہے، چاقو پھینک کر مارنے کا ماہر ہے اور رات کو صرف ایک آنکھ سے سوتا ہے، اُس کی دوسری آنکھ چوبیس گھنٹے کھلی رہتی ہے۔ اگر ایک تنکا بھی اُس کے قریب سے گزار دو تو جاگ جاتا ہے۔ یہ دونوں آدمی ٹھیک دس بجے تمہارے پاس پہنچ جائیں گے، انہیں ان کا کام سمجھا دینا دونوں تمہاری اطاعت کریں گے۔ کہہ دیا ہے میں نے کہ تم میرے جگری یار ہو"

"تمہارے اس تعاون کے لیے میں شکر گزار ہوں قادر؟"

"ابھی نہیں — ابھی نہیں۔ جب تم اپنے دشمنوں کا پتا مجھے بتاؤ گے اور مجھ سے یہ کہو گے کہ ان کی گردنیں کاٹ کر تمہارے سامنے رکھ دوں۔ تب میں اپنے آپ کو اس کا حقدار سمجھوں گا" قادر نے جواب دیا اور میں ہنسنے لگا۔

"نہیں میرے دوست، بلاشبہ میں تمہارے اس تعاون کی دل سے قدر کرتا ہوں۔ اگر مناسب سمجھو تو مجھ پر ایک احسان اور کرو"

"ہاں، ہاں بولو یار... اس میں اتنی لجاجت کی کیا ضرورت ہے؟"

"میں انہیں کیا دوں"

"یہ لوگ تقریباً چار سال سے میرے پاس ہیں۔ مفت کی روٹیاں توڑتے ہیں غزالی بھائی، کیونکہ کام کرنے کے سلسلے میں میرے اقدامات ذرا مختلف ہیں، تنخواہیں ملتی ہیں انہیں اور اتنی ملتی ہیں کہ عیش سے گزار رہے ہیں، جب تم نے کسی کام کے لیے مجھ سے کہا ہے اور دوست سمجھ کر میرے پاس آئے ہو تو ان فضولیات میں نہ پڑو۔ لینے دینے کا کوئی سلسلہ نہیں ہے۔ بس کام کریں گے۔ یہ اور لین دین میرے ذمے رہے گا"

"یار، ذرا سا تکلف پیدا ہو جائے گا اس بات سے"

"دیکھو غزالی، یہیں سے ہمارا تمہارا اختلاف شروع ہو جائے گا۔ دوست سمجھ کر میرے پاس آئے تھے تو ذلیل مت کرو"

"ٹھیک ہے جیسا تمہارا حکم قادر" میں نے کہا۔

"اور کوئی خدمت ہو تو بے تکلفی سے بتا دینا" قادر کی آواز ابھری اور ٹیلی فون بند ہو گیا۔

دلچسپ صورتحال تھی۔ ایک بڑا آدمی میرے ساتھ اپنوں سے بڑھ کر سلوک کر رہا تھا۔ میں اُسے نظرانداز نہیں کر سکتا تھا۔ رات کو ٹھیک دس بجے وہ دونوں میرے پاس پہنچ گئے، بہت ہی نرم خو اور ملنسار قسم کے آدمی تھے۔ قادر کی زیر ہدایت آئے تھے، چنانچہ میرا احترام بھی کر رہے تھے۔ میں نے نادر بیگ کو اختصار کے ساتھ کچھ ضروری باتیں سمجھائیں اور فیروز خان کو اس کا کام سمجھا دیا۔

نادر بیگ سے میں نے کہا تھا کہ اُسے ایک معمولی آدمی کی حیثیت سے اس عمارت کے ایک حصے میں رہنا ہوگا اور اس کا بقیہ کام میں اُسے سمجھا دوں گا۔ فیروز خان کو البتہ میں اپنے آپ سے دور رکھنا چاہتا تھا تاکہ کوئی اس کے اور میرے درمیان کسی رابطے کو محسوس نہ کر سکے۔

تمام ہدایات دینے کے بعد میں نے ان دونوں کو دوسرے دن دوپہر اپنے دفتر آنے کے لیے کہا۔ وہ دونوں تھوڑی دیر کے بعد وہاں سے چلے گئے۔ اس کارروائی سے مجھے ایک گونہ اطمینان نصیب ہوا تھا۔ قادر میرے ساتھ تعاون پر آمادہ ہو گیا تھا اس طرح اگر کوئی ایسی کارروائی بھی کرنا پڑتی جو ذرا دوسری نوعیت کی ہو تو مجھے کوئی دقت نہ ہوتی — داور کا مسئلہ فی الحال ٹل گیا تھا لیکن اب اگر داور میرے مدمقابل کسی اور حیثیت سے بھی آیا تو یقیناً قادر کے ذریعے میں اُسے درست کر سکتا تھا۔ ویسے داور کا خیال میرے ذہن میں کئی دنوں کے بعد آیا تھا۔ میں نے سوچا کہ کم از کم اُس کی خیریت ہی معلوم کر لی جائے، لیکن اب یہ کام کل ہی ہو سکتا تھا۔

دوسرے دن اپنے دفتری معاملات کو نمٹانے کے علاوہ میں نے مزید کارروائیاں بھی کیں، داور کی خیریت اُس اسپتال سے معلوم کی جہاں وہ زیر علاج تھا۔ مجھے پتا چلا کہ وہ اب روبہ صحت ہے اور بہت جلد ٹھیک ہو جائے گا۔ اُس کے علاوہ میں نے نادر بیگ کو اُس کا تمام کام سمجھا دیا اور نادر بیگ نے مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ آج ہی شام کو ایک ملازم کی حیثیت سے اپنا کام سنبھال لے گا۔ اسی شام میں نے ہدایت سے بھی ملاقات کی اور اُسے اس کے مددگار کے آ جانے کی اطلاع دی۔ میں نے اُسے بتایا کہ اُس کا مددگار تھوڑی دیر کے بعد وہاں پہنچ جائے گا۔ میں نے بوڑھے کے ردعمل کے بارے میں معلوم کیا تو مجھے پتا چلا کہ بوڑھا اس کمرے میں گیا تھا۔ اور اُس کے بعد سے اب تک وہیں بیٹھا ہوا ہے۔

"تم نے اُس کی حرکات و سکنات نوٹ کیں؟" میں نے ہدایت سے پوچھا۔

"وہ ان تصویروں اور کھلونوں کو دلچسپی کی نگاہ سے دیکھ رہا ہے، ویسے اُس کے انداز میں کوئی خاص بات نہیں پیدا ہوئی لیکن کمرے سے نہ نکلنے کا مقصد یہی ہے کہ وہ ان چیزوں میں بہت دلچسپی لے رہا ہے"

میں نے خود بھی بوڑھے کا جائزہ لینا ضروری سمجھا اور اُس کمرے میں پہنچ گیا۔ بوڑھا کمرے کے وسط میں فرش پر آلتی پالتی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مارے بیٹھا ہوا تھا۔ اُس کی نگاہیں ایک بڑی تصویر پر جمی ہوئی تھیں میں نے اس تصویر کو غور سے دیکھا۔ سمندر کا منظر تھا۔ سورج طلوع ہو رہا تھا اور پانی پر اُس کی کرنیں بے حد حسین لگ رہی تھیں۔ چند پرندے فضا میں پرواز کر رہے تھے۔

بوڑھے کی نگاہوں میں دلچسپی کی چمک تھی اور اُسکا رخ اسی تصویر کی جانب ہونے کا مطلب یہ تھا کہ یہ تصویر اُس کے لیے زیادہ دلچسپی کا باعث ہے۔ کافی دیر تک میں اُسکا جائزہ لیتا رہا، یہاں تک کہ نادر بیگ وہاں پہنچ گیا۔

میں نے نادر بیگ اور ہدایت کا تعارف کرایا۔ نادر بیگ کو میں تمام ضروری باتیں پہلے ہی بتا چکا تھا۔ اس وقت وہ جس حلیے اور جس لباس میں تھا اُسے دیکھ کر مجھے بے حد خوشی ہوئی کہ نادر بیگ ایک ذہین آدمی ہے۔ وہ ایک عام آدمی کی حیثیت سے آیا تھا۔ اور ایسی ہی زبان بول رہا تھا جو جاہل قسم کے نوکر بول سکتے ہیں۔ اسطرح ہدایت کو اس پر کوئی شبہ نہیں ہو سکتا تھا۔ نادر بیگ بلاشبہ کام کا آدمی تھا۔ اور یقیناً فیروز خان بھی ایسا ہی ثابت ہوگا۔

اس کے بعد کے حالات معمول کے مطابق رہے، محسن سے ملاقات ہوئی، گھر کے دوسرے افراد بھی بدستور ملتے رہے، فریحہ آگئی تھی، اس لیے محسن خوش نظر آتا تھا۔ البتہ ان سب کو مجھ سے ایک شکایت تھی کہ میں ذرا محدود رہتا ہوں۔ جولیا نے مجھ سے کوئی خاص بات نہیں کی تھی۔ دوسرے لوگوں کے ساتھ وہ مجھ سے ملتی تو اُسکا انداز عام سا ہوتا تھا۔ لیکن ۲۶ تاریخ کی شام کو جب میں دفتر سے اٹھنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا تو مجھے ایک ٹیلی فون ملا اور یہ ٹیلی فون جولیا کا تھا۔ اس نے صرف چند الفاظ کہے۔

"مسٹر گازالی، اگر ممکن ہو اور کوئی خاص مصروفیت نہ ہو تو ہوٹل الاسکا میں مجھ سے ملاقات کر لیں۔"

میں نے جلدی جلدی تیاریاں کیں۔ ۲۷ تاریخ میرے ذہن میں تھی۔ میں سمجھ گیا کہ جولیا، مسٹر براؤن کی آمد کے بارے میں مجھ سے کوئی گفتگو کرنا چاہتی ہے۔ چنانچہ میں ہوٹل الاسکا پہنچ گیا۔

الاسکا کے پُرسکون ماحول میں جولیا مجھے ایک گوشے میں بیٹھی نظر آئی اور میں مسکراتا ہوا اُس کے نزدیک پہنچ گیا۔ جولیا نے ایک خوشگوار مسکراہٹ کے ساتھ میرا استقبال کیا تھا۔

"ہیلو مسٹر گازالی۔ آؤ ۔۔ !"

میں اُس کے سامنے بیٹھ گیا۔ "کیسے ہو؟"

"ٹھیک ہوں"۔ آپ کے سامنے رہتا ہوں مس جولیا۔"

"ہاں، لیکن تم نے دیکھا کہ میں کتنی محتاط ہو گئی ہوں اور اس کے لیے مجھے کافی محنت کرنا پڑی ہے، کیونکہ جی چاہتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ وقت تمہارے ساتھ گذاروں۔"

"شکریہ مس جولیا، ویسے یہ ضروری بھی ہے۔"

"ہاں، تم اپنا کام بڑی خوش اسلوبی سے انجام دے رہے ہو۔ میں ڈاکٹر طاہر علی سے بھی معلومات حاصل کر چکی ہوں اور یہ اندازہ لگا رہی ہوں کہ تم بڑی محنت سے ہمارے لیے کام کر رہے ہو۔"

"میں نے آپ سے آپ کے کام کا وعدہ کیا ہے مس جولیا پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ اس سے انحراف کرتا۔"

"کل ڈیڈی آ رہے ہیں۔ میرا اُن سے ٹیلی فون پر رابطہ قائم ہوا تھا۔ میں نے انہیں اطلاع دے دی ہے کہ مسٹر گازالی ہمارے لیے کام کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ بڑی تفصیل سے وہ تمہارے بارے میں معلومات حاصل کر رہے تھے اور مجھ سے مذاق بھی کر رہے تھے۔"

"جی"۔۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

"تم نے یہ نہیں پوچھا کہ کیسا مذاق؟" جولیا شرارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"انتظار کر رہا تھا کہ آپ خود ہی بتا دیں۔"

"وہ پوچھ رہے تھے کہ کہیں میں کسی اور سازش کا شکار تو نہیں ہو گئی" ۔۔ جولیا نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"سازش؟"

"ہاں تمہاری سازش کا" اس نے جواب دیا۔

"میں بھلا آپ کے خلاف کیا سازش کر سکتا ہوں مس جولیا؟"

"سازش تو تم نے بہت گہری کی ہے مسٹر گازالی۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ ہم دوسرے معاملات میں اُلجھ گئے ہیں، ویسے میں تنویر کو ٹٹول چکی ہوں۔ فریحہ سے بھی میری بات چیت ہوئی ہے ان دونوں کا کہنا یہی ہے کہ تم ہم کو بالکل ہی لفٹ نہیں دیتے۔ اور ایک طرح سے اس سے متنفر ہو۔ یہ صرف ایک مذاق چل رہا ہے"

"ہاں یہی سمجھیے۔"

"تو پھر میں خوش ہونے میں حق بجانب ہوں۔" جولیا نے معنی خیز لہجے میں کہا اور میں خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا اس بات کے جواب میں کچھ کہنا میں نے مناسب نہیں سمجھا تھا۔ جولیا خود ہی بولی۔

"خیر یہ ساری باتیں فرصت کی ہیں۔ ہم تم یہاں سے کہیں اور چل کر ہی یہ باتیں کریں گے۔"

"ایک بات بتائیے مس جولیا۔ آپ کو یہاں آنے کے لیے تنہائی کیسے مل گئی، اُس دن آپ ہوٹل میں بھی پہنچی تھیں تو میرے دل میں یہ خیال اُبھرا تھا کہ ان لوگوں نے آپ کو تنہا کیسے چھوڑ دیا؟"

"بس موقع پا کر نکل آتی ہوں، ورنہ تنویر واقعی مجھے بہت چاہتی ہے۔ اور زیادہ وقت میرے ساتھ ہی گذارتی ہے۔ اس دوران تُما سے تمہاری ملاقات ہوئی۔؟"

"اتفاق سے نہیں ۔۔۔"

"کس ٹائپ کی لڑکی ہے یہ، تم سے عشق بھی کرتی ہے اور کئی کئی دن ملاقات بھی نہیں کرتی۔"

"مجھے اس کا یہی ٹائپ پسند ہے مس جولیا۔ اگر وہ مجھ پر مسلط رہا کرتی، تو میں مر جانے کی حد تک بور ہو گیا ہوتا۔"

جولیا ہنسنے لگی ۔۔ پھر اُس نے کہا۔

"تب تو مجھے بھی محتاط رہنا چاہیے، لیکن ڈیر زندگی میں اگر کوئی کسی کو چاہنے لگتا ہے تو اس کی فطری خواہش یہی ہوتی ہے کہ اپنے محبوب سے زیادہ قربت حاصل کرے ۔ اگر یہ حادثہ میرے ساتھ پیش آ گیا تو مجھے کیا کرنا ہوگا؟"

میں جواب میں مسکراتی نگاہوں سے جولیا کو دیکھتا رہا۔ اس کی آنکھوں میں قربان ہو جانے والی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"اس وقت مشرق تمہاری آنکھوں سے جھانک رہا ہے گازالی تم نے کچھ نہ کہہ کر بھی بہت کچھ کہہ دیا ہے۔"

میں دل ہی دل میں ہنس پڑا تھا۔ میری آنکھیں تو کچھ بھی نہیں کہہ رہی تھیں۔ لیکن کوئی ہرج نہیں۔ جولیا جو کچھ بھی سمجھ لے۔ میں نے اُسے موضوع سے ہٹانے کے لیے کہا ۔۔ "تو مس جولیا آپ کے ڈیڈی نے آپ سے کیا گفتگو کی ۔۔؟"

"اوہ ہاں، میں نے ڈیڈی کو ساری تفصیل بتا دی۔ میں نے ان سے کہا کہ ڈاکٹر طاہر علی نے مجھے ایک ایسے نوجوان کی جانب متوجہ کیا جو حسن صاحب کی کوٹھی میں ہی رہتا ہے اور حسن صاحب کے بیٹے کا دوست ہے۔ ڈاکٹر طاہر علی کا خیال تھا کہ وہ نوجوان اُسکے لیے کارآمد ثابت ہو سکتا ہے۔ چنانچہ میں نے اس سے ملاقات کی اور اس ملاقات میں اس کا جائزہ لیا۔ میں نے ڈیڈی کو بتایا گازالی کہ تم بہت کام کے آدمی معلوم ہوتے ہو اور میں نے تمہیں اپنے مقصد کے لیے تیار کر لیا ہے۔ ڈیڈی نے مجھے ہدایت کی کہ تم سے کہہ دیا جائے کہ اپنا کام مستعدی سے انجام دیتے رہو اور یہ بھی کہ مستقبل میں تمہیں ان کی طرف سے بہت سے فائدے پہنچ سکتے ہیں۔ بہرطور، میں نے ڈیڈی کو مطمئن کر دیا ہے۔ اس دوران میں تمہارا جائزہ بھی لیتی رہی گازالی بے شک قابل اعتماد انسان ہو۔"

"شکریہ، مس جولیا، میکے براؤن یہاں کہاں قیام کریں گے؟"

"ان کے لیے ہوٹل میرینا میں بندوبست کر دیا گیا ہے۔ میں نے ایک کمرہ وہاں بک کرا لیا ہے۔ حالانکہ وہ یہاں اپنے کسی بھی دوست کے ہاں ٹھہر سکتے تھے لیکن وہ اپنی آمد کو ابھی صیغۂ راز میں رکھنا چاہتے ہیں۔"

"تو کیا ڈاکٹر طاہر علی اور مسٹر حسن کو یہ بات معلوم نہیں ہو سکے گی کہ مسٹر میکے براؤن یہاں آئے ہوئے ہیں؟"

"ابھی نہیں، وہ یہاں آنے کے بعد اسکا فیصلہ کریں گے کہ ان دونوں سے ملاقات کی جائے یا نہیں۔ اس کے برعکس وہ تم سے ملاقات کے خواہشمند ہیں اور ان کے آتے ہی تمہاری ان سے ملاقات کرا دی جائے گی۔ لیکن یہ سب کچھ صیغۂ راز میں رہنا چاہیے۔"

"جس طرح اب تک آپ کو مایوسی نہیں ہوئی مس جولیا، اسی طرح اطمینان رکھیں آئندہ بھی آپ کو میری ذات سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔"

"مجھے یقین ہے، بلکہ مجھے تو اوروں سے زیادہ یقین ہے کہ زندگی بھر مجھے تمہاری ذات سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔" جولیا کے لہجے میں پھر معنی خیز کیفیت پیدا ہو گئی لیکن میں ایسی باتوں کو ٹال جانے کا عادی تھا۔ میرے ذہن میں تجسس پیدا ہو گیا تھا۔ مسٹر میکے براؤن خفیہ طور پر یہاں آ رہے تھے۔ امکان اس بات کا تھا کہ ان کے آنے کے بعد میری اس تفتیش کا سلسلہ کچھ اور آگے بڑھ جائے گا۔ جولیا نے یہی اطلاع دینے کے لیے مجھے یہاں بلایا تھا۔ لیکن وہ تنہائی میں میرے منہ سے کچھ اور بھی سُننا چاہتی تھی، میں نے نہایت محتاط انداز میں اُس سے گفتگو کی اور اُسے یہ احساس نہ ہونے دیا کہ میں اس کی دوسری کیفیات سے متاثر نہیں ہوں یا ان پر توجہ نہیں دے رہا۔ البتہ زبان سے میں نے ایسا کوئی لفظ نہیں کہا، جو بعد میں میرے لیے مصیبت بن جاتا۔ کافی دیر ہم لوگ وہاں بیٹھے، اس کے بعد جولیا رخصت ہو گئی۔

میں گھومتا پھرتا ہوا کوٹھی پہنچا تھا۔ فیروز خان معمول کے مطابق بدلی ہوئی شکل میں کوٹھی کے سامنے ہی ایک جگہ موجود تھا۔ وہ اپنی ڈیوٹی پر مستعد تھا۔ میں نے ایک سرسری نظر اس پر ڈالی اور کوٹھی میں داخل ہو گیا۔

آج حالات کچھ ناسازگار تھے۔ تنویر، فریحہ اور ہما یکجا نظر آ رہی تھیں، تینوں باہر ہی موجود تھیں، جیسے ہی میں کار سے اترا وہ زور زور سے مجھے آوازیں دینے لگیں۔ مجبوراً جانا ہی پڑا ۔۔ میں قریب پہنچا تو تنویر طنزیہ لہجے میں بولی۔

"لیجیے تشریف لے آئے۔"

"خیریت؟" میں نے مسکراتے ہوئے سوال کیا۔

"ہاں ہم سب خیریت سے ہیں، آپ کا کیا خیال ہے۔ اگر آپ ہماری خیریت نہیں پوچھیں گے تو کیا ہم بیمار پڑ جائیں گے؟" تنویر نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"او ہو، آج موسم کافی خراب معلوم ہوتا ہے۔" میں مسکرا کر بولا۔

"واقعی غزالی بھائی، ان لوگوں کے ساتھ آپ کا رویہ بہت خشک ہے، تنویر آپ کی بہت شکایت کرتی ہے۔" فریحہ بولی۔

"آپ تو بس رہنے دیں بھابی صاحبہ، آپ کی غیر موجودگی میں محسن نے مجھے اتنا پریشان کیا ہے کہ بس کہہ نہیں سکتا۔" میں نے ترکی بہ ترکی کہا اور تنویر اچھل پڑی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اماں واللہ، آپ بھی چوٹیں کرتے ہیں۔ کہاں سے آرہے ہیں، اسی جگہ کا نام بتا دیں، جو آپ پر اثر انداز ہوکر آپ کے مزاج میں بھی شگفتگی پیدا کرسکتی ہے۔" اس نے کہا۔

"میڈم مجھس بھری، عقل ہے یا .... دیکھ نہیں رہیں ہُما تمہارے سر پر بیٹھی ہے۔ میرا مطلب ہے تمہارے برابر کھڑی ہے، جو مانگو سو پاؤ، کہو کیا شکایات ہیں غزالی بھائی سے۔" فریحہ بھی بولنے میں کم نہیں تھی ۔۔!

"بے شمار، ان سے کہا تھا کہ چھٹی کا دن ہمیں دے دیں لیکن اتنے دن ہو گئے جولیا کو آئے ہوئے، یہ ایک دن بھی ہمارے ہاتھ نہیں لگے، اس کے علاوہ آتے ہیں اور اپنے حجرے میں گھس جاتے ہیں ۔ دوسروں کی ذمہ داریاں قبول کرنے کا شوق بہت ہے انھیں اب سُنا ہے اس پاگل خانے کے انچارج بھی بن گئے ہیں۔"

"کونسے پاگل خانے کے؟" فریحہ نے پوچھا۔

"بس ہے ایک پاگل خانہ ہمارے گھر میں۔" تنویر نے بیزاری سے کہا۔

"مس جولیا نظر نہیں آرہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"غور کیا ہُما۔ ہم لوگ غلط تو نہیں کہہ رہے تھے۔ یہ نہیں پوچھا ہُما کب آئیں، کیسی ہیں۔ پوچھا تو جولیا کو۔" تنویر بہت خوشگوار موڈ میں تھی۔

"مجھے غزالی پر اعتماد ہے۔" ہُما نے فخریہ انداز میں کہا اور میں ایک گہری سانس لے کر رہ گیا۔

"آپ کی یہی سزا ہے کہ رات کا کھانا ہمارے ساتھ کھائیں اور کل چھٹی کرکے ہمیں کہیں گھمانے لے چلیں۔" تنویر نے کہا۔

"سزا کا دوسرا حصہ بہت سخت ہے تنویر۔ کل بے حد مصروف ہوں۔ اور پھر کل کا دن بھی پکنک کے لیے موزوں نہیں ہے۔ چھٹی والے دن کا پروگرام رکھ لیں۔" میں نے گھبرا کر کہا۔

"ڈیڈی ہی کے کسی کام میں مصروف ہوں گے آپ؟"

"ہاں۔ ظاہر ہے۔"

"میں ان سے بات کروں گی۔"

"نہیں تنویر۔ کل ممکن نہیں ہے۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اسی وقت محسن آتا ہوا نظر آیا۔ گاڑی سے اتر کر وہ سیدھا ہمارے پاس پہنچا۔

"کمال ہے یعنی ہم بیاباں میں تھے اور گھر میں بہار آئی ہے۔"

"گھر میں فریحہ آئی ہے کیسے محسن صاحب۔" ہُما نے بھی چوٹ کی۔

"سوال یہ ہے کہ آپ بیاباں میں گئے کیوں تھے۔" تنویر نے سوال کیا۔

"گھاس چرنے۔" محسن نے جواب دیا۔ اور سب ہنس پڑے۔

میں ان لوگوں کے ہاتھ لگ گیا تھا۔ اسلیے گلو خلاصی آسان نہیں تھی۔ جولیا کے بارے میں محسن نے بھی سوال کیا تھا۔

"بس وہ پہرے سے نکل گئی ہے۔ کہتی ہے ہمارے شہر کو تنہا دیکھنا چاہتی ہے تاکہ یہاں کے بارے میں خود بھی اندازہ لگا سکے ایک دن کہیں سے مرچوں بھرے آلو چھولے کھا آئی تھی۔ دو دن تک پیٹ پکڑے پھرتی رہی۔ ایک دن میٹھا پان چباتی گھر آئی تھی۔ جسو رحال یہ تھی کہ دونوں باچھوں سے پیک بہہ رہی تھی۔" تنویر نے بتایا۔

"بھئی اس کا خیال رکھنا ضروری ہے کہیں اپنی حماقت سے کسی مصیبت میں نہ پھنس جائے۔" محسن نے کہا۔

"حد سے زیادہ خود اعتماد ہے وہ کسی کی سنتی ہی نہیں۔ آج بھی دھوکا دے کر گئی ہے ورنہ میں اُسے نہ جانے دیتی۔" تنویر بولی۔ اور میں دل ہی دل میں مسکرا دیا۔ جولیا ان لوگوں کی سوچ سے کہیں آگے کی چیز تھی۔ وہ شام اُن لوگوں کی نذر ہوگئی۔ جولیا بھی لدی پھندی آگئی تھی۔ اس نے بازار سے کافی خریداری کی تھی۔ رات کے کھانے کے بعد ہی گلو خلاصی ہوسکی۔ میں نے کسی قیمت پر ان لوگوں کی پکنک والی بات قبول نہیں کی تھی۔ تنویر نے اس پر منہ پھُلا لیا تھا۔ ہُما صاحبہ نے اپنے طور پر یہ تیر مارنے کی کوشش کی تھی۔ البتہ جولیا سمجھدار تھی۔ اس نے اپنا رسوخ استعمال کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میں وہاں سے سیدھا ہدایت کے پاس پہنچا۔ نادر بیگ بھی موجود تھا اور ہدایت سے اس کی اچھی گھٹ رہی تھی۔ ہدایت نے بتایا کہ بوڑھا پُرسکون ہے۔ دوسرے کمرے کی چیزوں سے اس نے کوئی خاص دلچسپی نہیں لی ہے۔ بس وہ سمندر والی اس تصویر کے سامنے آبیٹھتا ہے اور گھنٹوں اُسے دیکھتا رہتا ہے میں نے خود بھی ایک نگاہ بوڑھے بابا کو دیکھا اور پھر وہاں سے چلا آیا۔

رات کو بستر پر لیٹ کر حالات کا تجزیہ کرنا معمول تھا۔ اسکے علاوہ مجھے میکے براؤن کی آمد کا شدت سے انتظار تھا۔ انہی معاملات کے بارے میں سوچتے سوچتے ہی نیند آئی تھی۔ آج اور بھی بہت سے خیالات ذہن میں تھے۔ نہ جانے کیوں گھر یاد آیا۔ بھائی یاد آئے۔ بھابیوں کی شکلیں نگاہوں میں گھوم گئیں۔ بچے یاد آئے۔ مجھے تو سب ہی سے پیار تھا۔ ان کے دل میری محبت سے خالی کیوں ہو گئے تھے۔ سب کے سب بھول گئے مجھے دولت کے لیے۔ ایسا کیوں ہوا؟ میں تو ان کے لیے ان کے بچوں کے مانند تھا۔ میرے چلے آنے کے بعد کسی کو میری کمی کا احساس بھی نہ ہوا۔ کسی کو پشیمانی نہیں ہوئی۔ کبھی ملوں گا ان سے لیکن اُس وقت جب ان سے زیادہ دولت مند بن جاؤں گا لیکن دولت؟ میں نے ابھی تک اسکے حصول کے لیے کچھ بھی نہیں کیا ۔۔ ہاں ابھی تک میں صرف ایک معمولی سا آدمی ہوں دور دور تک کوئی روشنی نہیں ہے۔ اس سلسلے میں تو کچھ بھی نہیں کیا خیالات کی رو کچھ اور آگے بڑھی۔ اپنے ارد گرد پھیلے ہوئے

لوگ یاد آئے۔ ہُما سے شادی کر لوں تو ڈاکٹر طاہر علی کی دولت میری ہوگی اگر جولیا کی طرف قدم بڑھا دوں تو ۔ تو کیا عجب ہے کہ میکے براؤن ہی پھنس جائے۔ لیکن یہ دونوں مجرمانہ ذہنیت کے حامل لوگ تھے۔ جرائم کے راستوں پر چلکر تو دولت کا حصول ویسے بھی مشکل نہیں ہوگا حالانکہ جرم کرنا بھی آسان بات نہیں ہوتی اور بے شمار لوگوں کو زندگی بھر اس کے مواقع بھی نہیں ملتے لیکن کم از کم مجھے یہ موقعہ میسر ہو گیا تھا۔ دو ایسے افراد میری نگاہوں کے سامنے آگئے تھے جو مجھے دولت کا لالچ دے چکے تھے۔ ڈاکٹر طاہر علی نے مجھ سے کہا تھا کہ اس کے پاس جو کچھ ہے ہُما کے لیے ہے۔ درحقیقت جولیا کی نسبت ہُما میرے لیے واقعی 'ہُما' تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی ڈاکٹر طاہر علی مجھے اپنے مقاصد کے لیے بھی استعمال کرنا چاہتا تھا۔ یہی کیفیت میکے براؤن کی تھی لیکن کم از کم اس میں جولیا شامل نہیں تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ یورپ کی پروردہ لڑکی اپنے باپ کو اس بات پر بھی آمادہ کرلے کہ وہ مجھے اپنے داماد کی حیثیت سے قبول کرلے۔ بہرطور یہ احمقانہ خیالات تھے کسی عورت کے ذریعے دولت مند بننے کی خواہش بزدلی تھی۔ اور بالفرض یہ ہو جائے بھی تو یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اس دولت پر میرا بھی کوئی تصرف ہوگا۔ ایک غلام کی زندگی مجھے کسی طور قبول نہ تھی۔ چنانچہ یہ سوچنا ہی حماقت تھا۔

البتہ اگر بوڑھے کی ذات سے واقعی کوئی ایسی ہی بات وابستہ ہے تو میں اپنی اس دلچسپی کو ترک نہیں کرسکتا۔ حالانکہ ابتداء صرف انسانی ہمدردی کی بنیاد پر ہوئی تھی لیکن حالات نے یہ سمت اختیار کرلی تھی تو میں اخلاقیات کے تحت اُسے نظر انداز نہیں کرسکتا تھا۔ اگر بوڑھا واقعی کسی عظیم الشان خزانے کا راز دار ہے تو پھر کیا ضروری ہے کہ حسن صاحب اور ڈاکٹر طاہر علی اور میکے براؤن ہی اس خزانے کے حصول کے لیے کوشاں رہیں اور میں اُن کا آلۂ کار بنا رہوں۔ ایک عجیب سے جذبے نے میرے ذہن میں جنم لیا۔ جب یہ لوگ اپنے طور پر بوڑھے کی ذات سے فائدہ اٹھانے کے لیے کوشاں ہیں تو جو تھا آدمی میں کیوں نہیں بن سکتا۔ جبکہ اس وقت ان کی نسبت مجھے زیادہ مواقع حاصل ہیں۔ بوڑھے بابا کو کوئی نقصان پہنچائے بغیر اگر میں اس کی یادداشت کو واپس لانے میں کامیاب ہو جاؤں۔ اور اس کے ذریعے کسی خزانے تک پہنچ سکوں تو یقیناً میری یہ کوششیں مجرمانہ نہیں ہوں گی، بشرطیکہ بوڑھا ہوش میں آنے کے بعد اپنی مرضی سے مجھے اس خزانے کے بارے میں بتا دے میں جانتا تھا کہ یہ تینوں افراد بوڑھے کے ہوش میں آنے کے بعد اس سے تشدد کے ذریعے خزانے کا راز معلوم کریں گے یا پھر کوئی اور ترکیب ان کے ذہن میں ہوگی۔ لیکن میں یہ سب کچھ نہیں کروں گا۔ میں تو صرف تقدیر آزماؤں گا اور اس کے لیے فی الحال قادر میرے ذہن میں تھا۔ قادر کو اپنے ساتھ شامل کیا جاسکتا ہے۔ مجرمانہ صلاحیت اور طاقت مجھے اس سے حاصل ہوسکتی ہے لیکن اسکا فیصلہ بھی اسی وقت کرنا تھا جب بوڑھے کی یادداشت واپس آجائے۔ دل میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہوگئی جس دولت کے حصول کے لیے ابھی چند لمحات قبل میں یہ سوچ رہا تھا کہ میں نے اس کی جانب ایک بھی قدم نہیں بڑھایا، وہ میرے سامنے تھی۔ میں کم از کم اس معاملے میں قسمت آزمائی تو یقیناً کرسکتا تھا۔ کامیابی یا ناکامی تو بعد کی چیزیں ہیں۔

سوچتے سوچتے ایک اور خیال میرے ذہن میں آیا۔ طاہر علی مسلسل اس بات کے لیے کوشاں ہے کہ بوڑھے کی یادداشت واپس نہ آئے اور اس کی تحریک میکے براؤن نے اس کے ذہن میں پیدا کی ہے۔ میکے براؤن اپنے طور پر ڈاکٹر کو ڈبل کراس کرنا چاہتا تھا۔ اور اس نے جولیا کو مہرہ بنا کر آگے بڑھایا تھا۔ حسن صاحب ان دونوں کی نسبت ذرا زیادہ صاف ستھرے نظر آتے ہیں۔ حالانکہ جذبے ان کے بھی وہی تھے گویا حسن صاحب اس سلسلے میں سب سے سنجیدہ لیکن سب سے معمولی حیثیت رکھتے تھے۔ میں نے ایک اور بات بھی اچانک سوچی، وہ یہ کہ میکے براؤن اور ڈاکٹر طاہر علی پوری شدت کے ساتھ بوڑھے کے سلسلے میں مصروف عمل ہیں لیکن حسن صاحب کو اس دوران ایک بار بھی میں نے بوڑھے کے لیے متردد نہیں دیکھا تھا۔ اگر وہ چاہتے تو کم از کم میرے ذریعے بوڑھے کی رہائش گاہ میں پہنچ کر اس کا جائزہ لینے کی کوشش کرتے۔ لیکن انہوں نے کوئی ایسی کوشش نہیں کی تھی بلکہ مجھے چیلنج کرنے کے بعد اور بوڑھے کی نگرانی میرے سپرد کرنے کے بعد وہ بالکل ہی خاموش ہو کر بیٹھ گئے تھے۔ اس دوران انہوں نے ایک بار بھی مجھ سے اس بارے میں گفتگو نہیں کی تھی۔ دوسری اہم شخصیت جو اس سلسلے میں سب سے زیادہ پُراسرار تھی، وہ ندرت کی تھی۔ ندرت موقعہ پاکر بوڑھے کے پاس پہنچی تھی اور جو منظر میں نے دیکھا تھا اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ ندرت کو بوڑھے سے دلی لگاؤ ہے، ہمدردی الگ چیز ہے۔ وہ تو مجھے بھی تھی اس نیم پاگل بوڑھے سے، لیکن اس کے لیے آنسو بہانا کسی ایسی ہی شخصیت کا کام ہوسکتا تھا، جو اس سے بہت زیادہ متعلق ہو لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی ندرت نے میری نرمی سے فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ہدایت کو میں نے جس طرح مستعد کر دیا تھا۔ اس سے یہ اندازہ بھی ہو گیا تھا کہ ندرت چوری چھپے بھی اس کے بعد عمارت میں نہیں پہنچی اور اس معاملے میں وہ بھی بالکل خاموش ہے۔ یہ دونوں شخصیتیں یعنی حسن صاحب اور ندرت بوڑھے سے متعلق ہونے کے باوجود مکمل خاموشی اختیار کیے ہوئے تھے تو کیا اس کی کوئی خاص وجہ تھی۔

یہی خیالات تھے جو نیند آنے تک میرے ذہن میں رہے اور اس کے بعد میں سکون کی گہری وادیوں میں پہنچ گیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دوسری صبح ذرا دیر سے جاگا دفتر جانے کا وقت بھی ہو گیا تھا۔ کریم بابا ناشتا لیے تیار بیٹھے تھے۔ میں نے جلدی جلدی غسل کیا، ناشتا کیا، لباس پہن کر تیار ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں آفس میں تھا۔ حسن صاحب اس وقت جب میں آفس میں داخل ہو رہا تھا اپنی کار میں آفس سے باہر نکل رہے تھے، مجھے دیکھ کر ہاتھ ہلایا اور آگے بڑھ گئے۔

دفتر میں بیٹھے آدھا یا پون گھنٹہ بھی نہیں گذرا تھا کہ جولیا کا ٹیلی فون موصول ہوا۔

"کیا بات ہے جولیا۔؟" میں نے سوال کیا۔

"وقت میں کچھ تبدیلی ہو گئی ہے ڈیڈی ساڑھے آٹھ بجے ہوٹل میرنیا کے کمرہ نمبر ایک سو ساٹھ میں پہنچ جائیں گے۔ میں اس وقت وہاں نہیں ہوں گی چونکہ ان لوگوں سے بچ کر نکل جانا بھی مشکل کام ہے۔ لیکن ڈیڈی سے میں ائیرپورٹ پر ملاقات کر لوں گی۔ تم اطمینان رکھنا ساڑھے آٹھ بجے تم کمرہ نمبر ایک سو ساٹھ میں ڈیڈی سے ملاقات کر سکتے ہو ان کے سامنے صرف میرا نام لے دینا اور اپنا نام بتا دینا۔"

"مگر جولیا۔ تم کہاں سے بول رہی ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"ایک پبلک کال بوتھ سے۔ نکل آئی ہوں اس وقت اور ابھی واپس چلی جاؤں گی۔ ان لوگوں کو شبہے کا موقعہ نہیں دینا چاہتی۔"

"کیا تم اپنے ڈیڈی سے کوئی تفصیلی ملاقات نہیں کرو گی؟"

"کروں گی لیکن پرسوں، پرسوں میں ان لوگوں کو صبح ہی صبح چکر دے کر نکل آؤں گی اور سارا دن ڈیڈی کے ساتھ گذاروں گی۔ تم ڈیڈی سے اپنا پروگرام طے کر لینا۔ ممکن ہے پرسوں میری موجودگی ہی میں ان سے ملاقات رہے۔ اس سلسلے میں اگر کوئی سوال ہو تو پلیز جلدی سے کر دو مجھے فوراً واپس لوٹنا ہے۔"

"نہیں جولیا۔ میں تمہاری ہدایت کے مطابق عمل کروں گا۔"

"اور کسے ڈاکٹر طاہر علی سے تو رابطہ نہیں قائم ہوا۔؟"

"نہیں، بالکل نہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ اگر مل بھی جائے تو تم ذرا بھی کسی شبہے کا اظہار نہیں کرو گے۔"

"تم مطمئن رہو جولیا، معاوضہ میں نے تم سے وصول کیا ہے۔ ڈاکٹر طاہر علی سے نہیں۔"

"معاوضے کی بات کیوں کرتے ہو گازال۔ میں تمہارے لیے کچھ نہیں ہوں؟" جولیا نے کہا۔

"کیوں نہیں۔ اچھا خدا حافظ۔" میں نے بات مختصر کرتے ہوئے جلدی فون بند کر دیا۔

اب مجھے رات کا انتظار کرنا تھا۔ آفس سے اُٹھ کر کوٹھی جانے کی کوشش نہیں کی۔ وہ ایسی جگہ تھی جہاں کوئی بھی ناگہانی پیش آ سکتی تھی، اور یہ رات میرے لیے بہت قیمتی تھی۔ کسی اور شناسا سے بھی ملنے کی کوشش نہیں کی، صرف ہوٹلوں میں وقت گذارا۔ ساڑھے آٹھ بجے میرنیا جا پہنچا۔

کمرہ نمبر ایک سو ساٹھ پر پہنچ کر میں نے دروازے پر دستک دی تو اندر سے اجازت مل گئی۔ کمرے کے درمیانی صوفے پر نیم دراز شخصیت میکے براؤن کے علاوہ اور کسی کی نہیں ہو سکتی تھی۔ وہ بھاری بدن کا کسی قدر پستہ قامت آدمی تھا۔ دانتوں میں پائپ دبا ہوا تھا۔

اس کی تیز آنکھیں میرا جائزہ لینے لگیں۔ میں آگے بڑھ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔

"مسٹر براؤن۔" میں نے اُسے مخاطب کیا لیکن وہ کچھ نہیں بولا اور بس مجھے دیکھے جا رہا تھا۔ نہ اس نے مجھ سے ہاتھ ملانے کی کوشش کی اور نہ بیٹھنے کے لیے کہا جس پر میں کسی قدر جھلا گیا۔

"سوری۔ کیا آپ نابینا ہیں مسٹر براؤن۔" میں نے اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ ہلایا اور اس نے چونک کر سر پیچھے ہٹا لیا۔ پائپ سر نیچے جھک گیا اور شاید اُسے گرنے سے بچانے کے لیے اس نے دانت بھینچ لیے۔ پھر جلدی سے اس نے پائپ منہ سے نکال لیا۔ "نظر آتا ہے آپ کو۔؟" میں پھر بولا۔

"جلد بازی اچھی نہیں ہوتی نوجوان۔" وہ بڑبڑانے کے انداز میں بولا۔

"آپ اسی کا شکار معلوم ہوتے ہیں۔"

"میں۔؟"

"ہاں مسٹر براؤن، آداب و اخلاق کو بھول کر آپ میرا جائزہ لینے میں مصروف ہو گئے۔ اس کے لیے آپ کے پاس کافی وقت تھا۔" میں صوفے پر بیٹھ گیا۔

"ایکسیلنٹ۔ پسند آئے تم مجھے۔ پہلا تاثر ہی عمدہ ہے۔ اعتماد اور حصول دولت کے لیے ہر ایک کے سامنے نہ جھکنے والے ہر طرح سے قابل اعتماد ہوتے ہیں۔"

"لیکن اپنے آپ میں گم اور اخلاقیات سے عاری لوگ نگاہ میں اچھے نہیں ہوتے۔" میں نے جواب دیا۔

"گازال ہے تمہارا نام! جولیا بتاتی ہے خاندانی آدمی نظر بھی آتے ہو۔ بات یہ ہے نوجوان کہ میں ایک کاروباری آدمی ہوں۔ عموماً میری ملاقات ایسے لوگوں سے رہتی ہے جو صرف ٹو دی پوائنٹ بات کرتے ہیں اور رسمیات کے جال میں نہیں اُلجھتے۔ چہرہ شناسی سے بھی دلچسپی رہی ہے مجھے۔ اور اجنبی لوگوں کے چہروں سے میں ان کی شناخت کرتا ہوں۔ تمہارا جائزہ لینا اس لیے بھی ضروری تھا کہ تمہیں ہمارے ساتھ بہت دُور تک جانا ہے!"

"میں اس "دُور" کی وضاحت نہیں طلب کروں گا مسٹر براؤن۔ اور بہتر یہ ہے کہ آپ ٹو دی پوائنٹ بات کریں۔"

"کیا تم عام حالات میں بھی اتنے ہی کھردرے ہو؟"

"اس کا جواب جولیا بہتر دے گی۔"

"نہیں ڈیئر گازالی، غلط فہمیوں کا شکار ہو کر رویہ خراب نہ کرو۔ میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔" اُس نے ہاتھ آگے بڑھایا۔

"ہاتھ ملانے کا وقت گذر چکا ہے مسٹر براؤن، وہ وقت آپ نے چہرہ شناسی میں ضائع کر دیا۔"

"ضدی لڑکے! تمہاری ہر بات مجھے متاثر کر رہی ہے۔ مجھے جولیا پر حیرت ہے وہ اتنی ذہین کیسے ہو گئی، تاہم سب ٹھیک ہو جائے گا۔ وہی میری طرف سے تمہیں تھامے گی۔ ہاں تو اب مجھے اس پُراسرار بوڑھے کے بارے میں تفصیل بتاؤ۔ لیکن ٹھہرو اس سے قبل کچھ اور سوالات بھی کرنا چاہتا ہوں۔ مسٹر حسن کے لیے تم کیا کرتے ہو؟"

"ان کی فرم میں ملازم ہوں!"

"کتنی تنخواہ ملتی ہے؟"

"اتنی کہ اس سے خوش ہوں اور ملازمت نہیں چھوڑنا چاہتا!"

"لیکن جولیا نے کہا تھا کہ تم اس سے تعاون پر آمادہ ہو؟"

"دولت کے حصول کے لیے آپ لوگوں سے تعاون پر آمادہ ہوں لیکن کوئی نئی ملازمت نہیں چاہیے۔" میں نے جواب دیا۔

"ہوں!" وہ چند لمحات خاموش رہا پھر بولا "لیکن دولت کے حصول کا یہ ذریعہ شریفانہ نہیں ہے۔"

"مجھے جس قدر تفصیل معلوم ہوئی ہے اس میں کوئی غیر شریفانہ بات نہیں نظر آئی۔ باقی حالات پر منحصر ہے۔"

"تو پہلی بات تو یہ ہے مسٹر گازالی کہ مجھے ایک ایسا آدمی درکار ہے جو یہاں میرے مفادات کے لیے کام کرے۔ میرا کام کسی کو دھوکا دینا یا کسی کے ساتھ کوئی جارحیت نہیں ہے بلکہ معاملہ اسی بوڑھے شخص سے متعلق ہے جسے مسٹر حسن اپنے مقصد کے لیے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ میں بھی وہی کرنا چاہتا ہوں۔ حسن کو زیادہ مواقع حاصل ہیں، میں ان کے حصول کے لیے کوشش کرنے کا خواہشمند ہوں۔"

"یہ باتیں جولیا مجھ سے کر چکی ہے۔ اور اس نے مجھے پچاس ہزار روپے بھی ادا کیے ہیں۔"

"پچاس ہزار، تم پچاس لاکھ کما سکتے ہو گازالی، میں تم سے اس کا وعدہ کرتا ہوں۔"

"تو پھر بات کریں اس موضوع پر!"

"مگر تمہارے رویے میں وہ بات نہیں ہے جس کی میں توقع کر رہا تھا۔"

"اس کی ابتدا آپ نے کی ہے مسٹر براؤن۔ ورنہ آپ کے لیے میرے جذبات اتنے بُرے نہ تھے۔"

"تم سمجھ نہیں رہے! مجھے اس کی عادت پڑ چکی ہے۔ بہرحال میں تم سے معافی چاہتا ہوں۔ اب ایک اچھے انسان کی طرح دل سے کدورت دھو دو۔ میرا خیال تھا، دو لاکھ کے معاہدے کی وجہ سے تم میری ہر بات قبول کر لو گے۔ تم نے دیکھا ہو گا لوگ ایسا ہی کرتے ہیں۔ جہاں سے ان کے مفادات وابستہ ہوتے ہیں وہاں وہ اپنی شخصیت ختم کر دیتے ہیں۔ تم ایسے نہیں ہو، یہ دوسری بات ہے۔ اس طرح تمہاری شخصیت کا معیار سامنے آیا ہے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر براؤن! مجھے بتایئے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔" میں نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"پہلے دوستی کا ثبوت دو۔" اس بار اُس نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر ہاتھ میری طرف بڑھایا۔ میں نے بھی بڑے تپاک سے مصافحہ کیا۔ اور وہ شکریہ ادا کر کے بیٹھ گیا۔ "اور اب مجھے اس بوڑھے کی کیفیت بتاؤ!"

"اس کی کیفیت جوں کی توں ہے۔ ڈاکٹر طاہر علی اُسے جو دوائیں استعمال کرا رہے ہیں انھوں نے اس کی حالت میں تبدیلی نہیں ہونے دی۔ حسن صاحب کو ابھی تک ڈاکٹر طاہر علی پر کوئی شک نہیں ہے۔"

"گڈ! لیکن حالات اِس طرح بہتر نہیں ہیں۔ ان دواؤں کا مسلسل استعمال اس کے ذہن کو ہمیشہ کے لیے تباہ کر سکتا ہے!"

"ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے طاہر علی کو یہ سوچنا چاہیے!"

"اُسے گولی مارو! میں بہت مصروف تھا۔ پچھلے دنوں انٹرنیشنل ٹریڈ سیمنار میں شرکت کے لیے کئی ملکوں کے دورے کرنا پڑے۔ طویل عرصے سے یہ مصروفیت تھی، اس لیے کوئی کام نہیں کر سکا۔ اب فرصت ملی ہے۔ ڈاکٹر طاہر علی کو میں نے صرف اس لیے اپنے ساتھ شامل کر لیا تھا کہ اس وقت اور کوئی ذہن میں نہیں آیا تھا لیکن اب میں فرصت میں ہوں اور اس سلسلے میں خود عملی کارروائی کر سکتا ہوں۔ یہ صرف اتفاق ہے کہ تم سامنے آ گئے۔ میں تمہیں اپنے اس کام میں پوری طرح شامل کرنا چاہتا ہوں گازالی۔"

"میں آپ کے ساتھ تعاون کے لیے تیار ہوں مسٹر براؤن۔"

"اپنے مطلب کے لوگوں سے کوئی تعلق ہے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میں نہیں سمجھا؟"

"کچھ کارروائیاں کرنی ہوں گی۔ مثلاً بوڑھے کو وہاں سے ہٹانا ہوگا۔ اس کو اغوا کرایا جاسکتا ہے۔ ہمیں اس کے لیے کچھ لوگ درکار ہوں گے جو رازداری سے ہمارا کام کریں۔ تم اس کی تیاریاں کرلو گا زالی۔ اخراجات کی پروا نہ کرو، میں اب یہ کام مکمل کرکے ہی دم لوں گا۔"

"سب کچھ آپ کی مرضی کے مطابق ہو جائے گا مسٹر براؤن۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"گڈ! جولیا نے مجھے بتایا ہے کہ تم پوری طرح قابلِ اعتماد ہو۔ حسن کو میری آمد کی کوئی بھنک نہیں ملنی چاہیے!"

"قطعی نہیں ملے گی۔ کیا آپ ڈاکٹر طاہر علی کو بھی اپنی آمد سے لاعلم رکھیں گے۔"

"سو فیصدی! اگر یہ سب کچھ نہ کرنا ہوتا تو اپنی آمد خفیہ رکھنے کی کوشش کیوں کرتا۔ اور اگر میرا کام ہو جائے تو میں خاموشی سے یہاں سے واپس چلا جاؤں گا۔"

"بہت اچھا کیا جو آپ نے مجھے تفصیل بتا دی۔ اب میں اصل موضوع پر آنا چاہتا ہوں مسٹر براؤن!" میں نے کہا اور براؤن چونک پڑا۔ "اصل موضوع کیا ہے؟"

"بات یہ ہے مسٹر براؤن کہ بدقسمتی سے میں بھی ایک ایسے خاندان کا فرد ہوں جو کھاتا پیتا تھا۔ میں نے بہت اچھی زندگی گزاری ہے۔ پھر کچھ لوگوں سے اختلافات ہوئے اور میں نے اپنی دنیا چھوڑ دی۔ حسن صاحب کا بیٹا میرا دوست ہے، وہ مجھے اپنے ساتھ لے آیا۔ میرے ساتھ اب بھی عزیزوں کا سا سلوک ہوتا ہے۔ بوڑھے شخص کو میں نے صرف انسانی ہمدردی کی بنیاد پر تحفظ دیا تھا بعد میں اس کے بارے میں جاننے کا موقع ملا لیکن میں اس کی اصل شخصیت سے ابھی ناواقف ہوں۔ ذہنی طور پر میں صرف ایک مہرہ نہیں ہوں، اور کسی کا آلۂ کار بن کر یہ سارے کام نہیں کرسکتا۔ میں حقیقت جاننے کا خواہش مند ہوں۔ ہاں یہ وعدہ ہے کہ سب کچھ جاننے کے بعد خوشی سے آپ کے لیے کام کروں گا۔ اس لیے یہ ضروری ہے مسٹر براؤن کہ آپ پہلے مجھے اس بوڑھے کے بارے میں سب کچھ بتادیں۔"

میکے براؤن کا چہرہ گہرا سرخ ہوگیا۔ اُس کی آنکھوں میں تیز چمک پیدا ہوگئی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے اُس کے چہرے سے ایک نقاب سی سرک گئی ہو۔ ایک لمحے کے لیے یہ چہرہ بھیانک ہوگیا تھا۔ لیکن پھر حیرت انگیز تیزی سے اُس نے اپنے آپ پر قابو پالیا۔ اور اس کی کیفیت معتدل ہوگئی۔ "تم نوجوانوں میں یہ سب سے بڑی خرابی ہوتی ہے کہ آم کھانے کی بجائے پیڑ گننا شروع کردیتے ہو۔ میں نے تمھیں ایک دولت مند شخص بنانے کا وعدہ کیا ہے۔ تھوڑی سی کاوش تمھیں اتنی دولت دے سکتی ہے، جو تم ساری زندگی نہیں کما سکتے۔ میرے پروگرام کے مطابق میرے ساتھ تعاون کرو۔ اور اس کے بعد سکون کی زندگی گزارو۔ میری دولت اور میری حیثیت کے بارے میں تمھیں صحیح اندازہ نہیں ہے۔ میں تفریحاً بھی تقدیریں بدل دیتا ہوں۔ اس ملک میں تمھاری اس سرزمین پر بھی میں تمھیں اتنا کچھ دے سکتا ہوں کہ کوئی تصور تک نہ کرسکے۔ سنو نوجوان، میرے معاملات مجھ تک رہنے دو۔ مجھے بتاؤ تم کیا کاروبار کرنا چاہتے ہو۔ میں تمھارے لیے بندوبست کردوں گا۔ باتوں میں دلچسپی نہ لو۔"

"مسٹر براؤن! صرف اور صرف اسی بات پر سمجھوتا ہوسکتا ہے کہ آپ مجھے اُس کے بارے میں تفصیل بتادیں۔ میں دولت ضرور حاصل کروں گا۔ آپ کے سہارے نہیں بلکہ اپنے زورِ بازو سے مجھے خود اعتماد ہے۔ میں تعلیم یافتہ ہوں، اپنے خوابوں کی تعبیر خود حاصل کرسکتا ہوں۔"

"حد سے آگے بڑھ رہے ہو لڑکے! نقصان اُٹھاؤ گے"

"کیا یہ ملاقات مزید جاری رہنی چاہیے؟" میں نے پہلو بدل کر کہا۔

"میں یہاں اور لوگوں کا بندوبست بھی کرسکتا ہوں!" براؤن نے کہا۔

"جو کچھ آپ کرسکتے ہیں ضرور کریں۔ کچھ میں بھی کرلوں گا" میں نے اُٹھتے ہوئے کہا، تو میکے براؤن جلدی سے بولا۔ "سنو! جلد بازی نہ کرو، تم... تم میری توقع کے خلاف..."

"اور آپ میری توقع کے برعکس۔"

"میں نہیں سمجھا!"

"آپ نے ابھی چند لمحات قبل مجھ سے بہت ہی خوبصورت باتیں کی تھیں۔ مجھے اس سلسلے میں دُور تک لے جانے کا کہا تھا۔ آپ کی یادداشت بہت خراب معلوم ہوتی ہے مسٹر براؤن۔ شاید آپ نے ڈاکٹر طاہر علی سے بھی ایسی ہی گفتگو کی ہوگی۔ اور اس کے بعد ڈاکٹر طاہر علی کو درمیان سے نکال دیا۔ کیا میرے ساتھ بھی یہی سب کچھ نہیں ہوسکتا۔"

"تم تنہا اس سلسلے میں کچھ بھی نہیں کرسکو گے۔ تمھارے وسائل کیا ہیں؟"

"حسن صاحب اور ڈاکٹر طاہر علی آپ کے ڈبل کراس سے واقف ہوکر میرا ہی ساتھ دیں گے۔"

میکے براؤن نے گہری سانس لی۔ چند لمحات کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "سنو آخری بات سن لو۔ یہ معاملہ بہت پیچیدہ ہے۔ تمھاری زندگی کا بہت قیمتی حصہ اس معاملے میں صرف ہوسکتا ہے۔ میری پیش کش قبول کرلو اور سکون کی زندگی کا آغاز کردو۔ جولیا نے تمھیں دو لاکھ کی پیشکش کی ہے۔ میں تمھیں پانچ لاکھ ادا کروں گا۔ آٹھ لاکھ، دس لاکھ بھی دے سکتا ہوں۔ اگر صحیح طور پر استعمال کروگے تو یہ رقم دس گنا ہوسکتی ہے۔ میں تمھیں اُس کے طریقے بھی بتاسکتا ہوں۔"

"مسٹر براؤن! میں اپنی افتادِ طبع کی وجہ، سے پہلے بھی معقول رقم ٹھکرا چکا ہوں۔ میرا خیال ہے ہم کافی وقت ضائع کرچکے ہیں۔ اب آپ مجھے اجازت دیں۔"

"بیٹھو، بیٹھ جاؤ... ضدی ہو... بے حد ضدی اور میرا تجربہ بتاتا ہے کہ تم جیسا شخص قابلِ اعتماد ہوسکتا ہے۔ جو کچھ مجھے کرنا ہے تنہا نہیں کرنا ہے، مجھے اچھے ساتھیوں کی ضرورت پیش آئے گی۔ تم نے خود کو اس کا اہل ثابت کیا ہے۔ بیٹھ جاؤ... یہ بتاؤ کیا پیو گے؟"

"شکریہ! کسی چیز کی خواہش نہیں ہے۔"

"ضدی انسان تم نے مجھے قائل کرلیا ہے۔ کافی پیو، مجھے خوشی ہوگی۔" میکے براؤن نے روم سروس کو فون کرکے کافی منگوالی۔ اس دوران اور کوئی گفتگو نہیں ہوئی — لیکن میکے براؤن بار بار مجھے غور سے دیکھنے لگتا تھا۔ میں اس کی کیفیت سے لطف اندوز ہورہا تھا۔

کافی کے گھونٹ لیتے ہوئے اس نے کہا۔ "تمھیں علم ہے کہ حسن میرا بزنس پارٹنر بھی رہا ہے؟"

"ہاں میں اسی حوالے سے آپ کو جانتا ہوں!"

"مہم جوئی ہم دونوں کا مشترکہ شوق رہا ہے۔ کاروبارِ زندگی میں اس کے لیے وقت نہیں مل سکا لیکن جب بھی ہمیں موقع ملا ہم اکثر گھومے اور ہم نے پُراسرار علاقوں کے دورے کیے۔ خزانے ہم دونوں ہی کی کمزوری رہے۔ حالانکہ ہمارے پاس بہت کچھ ہے، لیکن پوشیدہ خزانوں کے حصول کے لیے ہم نے بارہا کوششیں کی ہیں اور ان کے لیے چین، لنکا، تھائی لینڈ اور مشرقِ وسطیٰ کے علاوہ جنوبی امریکہ تک کے پُراسرار گوشوں کی خاک چھانی ہے۔ ہمیں چند چھوٹے چھوٹے خزانے دستیاب بھی ہوئے ہیں۔ یہ بھی ایسا ہی ایک سلسلہ ہے۔

"میں اور حسن ایک کاروباری سلسلے میں جاپان گئے۔ ہم ٹوکیو کے ایک شاندار ہوٹل میں قیام پذیر تھے کہ ایک رات برابر والے کمرے سے ایک انسانی چیخ سنائی دی تو ہم چونک پڑے۔ صورتحال کا جائزہ لینے کے لیے ہم جب دوسرے کمرے میں داخل ہوئے، تو وہاں ہم نے ایک بوڑھے شخص کو خون میں لت پت پڑا پایا۔ وہ آخری سانسیں لے رہا تھا۔ اُس کے سینے میں تین گولیاں پیوست تھیں۔ دم توڑتے ہوئے بوڑھے نے بتایا کہ اس کا نام ولاڈی ولسکاٹ ہے اور اٹلی سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔ اُس نے اکھڑی ہوئی سانسوں کے ساتھ ایک طرف اشارہ کرکے کہا۔ "وہاں میری ڈائری ہے وہ اُٹھالو۔" اس کے علاوہ اُس نے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں ایک جگہ کا نام لیا، یہ جاپان ہی کے ایک شہر کے ایک علاقے کا نام اور وہیں کا ایک پتا تھا۔ وہ کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا لیکن موت نے اسے مہلت نہ دی اور وہ مرگیا۔ ولاڈی واسکاٹ کے بارے میں ہم کچھ نہیں جانتے تھے۔ اس کے علاوہ کسی چکر میں بھی نہیں پھنسنا چاہتے تھے اس لیے ہم نے وہ ڈائری حاصل کرلی اور اپنے تمام نشانات مٹاکر وہاں سے نکل آئے۔ پھر ہم نے گمنام حیثیت سے پولیس کو اس لاش کے بارے میں اطلاع دے دی۔

"ولاڈی واسکاٹ کی لاش پولیس نے حاصل کرلی۔ اور اس کے بارے میں تحقیق کی گئی۔ پھر جب اس کی کہانی اخبارات میں چھپی تو ہم دنگ رہ گئے۔ ولاڈی واسکاٹ دوسری جنگِ عظیم میں ایک ہنگامہ خیز شخصیت کا مالک تھا۔ اس شخص کی قومیت کے بارے میں کسی کو کچھ نہیں معلوم، لیکن اُس نے اٹلی میں پرورش پائی۔ اور وہاں کا سب سے بڑا جرائم پیشہ مشہور ہوا۔ یہ شخص ڈاکوؤں اور قاتلوں کے بہت بڑے گروہ کا سرغنہ تھا اور بے حد ذہین اور فطین مشہور تھا۔ دوسری جنگِ عظیم میں اُس نے جرائم کا ایک نیا راستہ اختیار کیا۔ اُس نے جاسوسی کا ایک جال پھیلایا، جرمنوں کے راز حاصل کرکے وہ اتحادیوں کے ہاتھ فروخت کرتا اور اتحادیوں کے جرمنوں کے ہاتھ۔ اس طرح اُس نے زبردست دولت کمائی۔ اُس وقت وہ اس جرمن فوجی دستے میں شامل تھا اور جرمنوں کے خلاف جاسوسی کررہا تھا، جو فیلڈ مارشل کسیلرنگ کی پسپا ہونے والی فوج کے ساتھ شمالی افریقہ سے بھاگ کر اٹلی پہنچا تھا۔ یہ جرمن فوجیں جب روم میں داخل ہوئیں تو انھوں نے مالدار یہودیوں کو لوٹ کر قلاش کردیا اور پیچھے ہٹتے ہوئے سینکڑوں من سونا اپنے ساتھ لے گئیں۔ انھوں نے نیشنل بنک آف اٹلی کا سارا سونا حاصل کرلیا اور بڑے بڑے یہودی جوہریوں کے کروڑوں ڈالر مالیت کے ہیرے اور جواہرات لوٹ لیے۔ ادھر اتحادی فوجیں بڑی تیزی سے دو طرفہ حملہ کرتی ہوئی ان کے تعاقب میں آگے بڑھ رہی تھیں۔ جرمن اس دولت کے تحفظ کے سلسلے میں پریشان ہوگئے۔ مجبوراً انھیں یہ خزانہ پہاڑی سلسلے مونٹے سورلٹ کی کسی تنگ گھاٹی میں دفن کردینا پڑا۔ ولاڈی واسکاٹ عام آدمی نہیں تھا۔ اُس نے صورتحال کا اندازہ لگالیا تھا۔ چنانچہ عین اس وقت جب جرمن خزانہ دفن کررہے تھے وہ وہاں سے کھسک گیا، اس طرح اُس کی جان بچ گئی کیونکہ جرمن حکام نے بقیہ تمام لوگوں کو اسی جگہ موت کے گھاٹ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اتار دیا تھا تاکہ دفینے کا راز کسی اور کو نہ معلوم ہو سکے۔ واسکاٹ وہاں سے میونخ پہنچ گیا، یہاں اس نے نام بدل کر رہائش اختیار کر لی۔ اتحادیوں کو اور جرمنوں کو اب اس کے بارے میں سب کچھ معلوم ہو گیا تھا، اس لیے اس نے خود کو محفوظ رکھنے کے لیے نام وغیرہ تبدیل کر لیا اور شادی بھی کر لی جس عورت سے اس نے شادی کی تھی وہ خود اتحادی جاسوسہ تھی، اور اُسے اٹلی کی حکومت کی طرف سے واسکاٹ کی تلاش کا کام سونپا گیا تھا۔ لیکن طویل عرصے تک اسے واسکاٹ کی اصلی شخصیت نہیں معلوم ہو سکی۔ پھر کسی موقع پر واسکاٹ نے اُسے خود اپنے بارے میں بتایا تو وہ اپنا فرض پورا کرنے پر تل گئی۔

" اس نے اٹلی کی حکومت کو اس کے بارے میں اطلاع دے دی۔ اور اٹلی کے جاسوس اُسے گرفتار کرنے کے لیے میونخ پہنچ گئے۔ انھوں نے واسکاٹ کو اپنی تحویل میں لے کر اٹلی پہنچا دیا جہاں کی جیل میں واسکاٹ نے اس خزانے کے بارے میں انکشاف کیا۔ اور اٹلی کے حکام سے کہا کہ اگر اُسے سزا دی گئی تو خزانہ کبھی بھی حاصل نہ کیا جا سکے گا۔ اس وجہ سے حکام اُسے زندہ رکھنے پر مجبور ہو گئے۔ واسکاٹ نے بتایا کہ اس کے کچھ ایسے کاغذات میونخ میں رہ گئے ہیں جو اگر ویلینی یعنی اس کی بیوی کے ہاتھ لگ گئے تو خزانے کا راز، راز نہیں رہے گا، چنانچہ ویلینی کو فوراً گرفتار کر کے اس کے کاغذات حاصل کر لیے جائیں۔ یہ بڑی سنسنی خیز اطلاع تھی چنانچہ فوراً ویلینی کی گرفتاری کے لیے کوشش کی گئی، لیکن اتحادی جاسوسہ کاغذات سمیت غائب ہو چکی تھی۔ اس کی کھوج میں زمین آسمان ایک کر دیے گئے لیکن ویلینی کا کوئی پتا نہیں چل سکا۔ واسکاٹ نے بتایا کہ تمام یادداشتیں ان کاغذات میں محفوظ تھیں اور ویلینی بہ آسانی ان کے ذریعے خزانے تک پہنچ سکتی ہے۔

" اٹلی کے حکام واسکاٹ کو لے کر مونٹ سورلٹ کی پہاڑیوں میں گئے لیکن چالاک واسکاٹ نے جیل میں رہ کر بھی کسی طرح اپنے آدمیوں سے رابطہ قائم کر لیا اور مونٹ سورلٹ کی پہاڑیوں میں اس کے ساتھیوں نے تین آدمیوں کو قتل کر کے واسکاٹ کو رہا کرا لیا۔ واسکاٹ فرار ہو گیا اور اس طرح اربوں ڈالر کی مالیت کا یہ خزانہ اٹلی کے حکام کے ہاتھوں سے نکل گیا۔ روم سے تیس چالیس میل دُور کے اس علاقے میں خزانے کی تلاش کی ہر ممکن کاروائی کی گئی لیکن وہ دستیاب نہیں ہو سکا۔ یہ ولاڈی واسکاٹ کی کہانی ہے۔ اس کے بعد ہم نے اس کی ڈائری پڑھی۔ اس میں کچھ باتیں کارآمد تھیں۔ مثلاً یہ کہ ویلینی تبت میں ہے۔ اور ایک انتہائی دولت مند عورت کی حیثیت سے زندگی گزار رہی ہے۔ واسکاٹ کے دو بیٹے بھی اس کے ساتھ ہیں۔ لیکن ویلینی کے دولت مند ہونے کا راز پوشیدہ ہے۔ واسکاٹ نے خیال ظاہر کیا تھا کہ خزانہ ویلینی کی تحویل میں ہے لیکن وہ اس عظیم الشان خزانے کو اٹلی سے تبت میں منتقل نہیں کر سکی البتہ اس میں سے کچھ نکال لائی ہے اور اسے استعمال کر رہی ہے۔ واسکاٹ نے اس ڈائری میں ایک اور شخص کا حوالہ دیا تھا، جو ویلینی کے بہت قریب ہے، اور ویلینی اس کے لیے جاپان آتی رہتی ہے۔ وہ رات کی تنہائیوں میں اس شخص کے ساتھ رہتی ہے۔ واسکاٹ اس تاک میں تھا کہ ویلینی کو جاپان میں پکڑ لے۔ ڈائری میں اس شخص کا جو پتا لکھا تھا یہ وہی تھا جو واسکاٹ نے ہمیں بتایا تھا اور کچھ کہتے کہتے مر گیا تھا۔

" واسکاٹ کی اس کہانی نے ہمیں بہت متاثر کیا اور ہم دونوں اس خزانے کے حصول کے بارے میں سوچنے لگے۔ حسن نے کہا کہ ویلینی کو تلاش کیا جائے۔ لیکن ہمارا یہ دورہ مختصر تھا، اس لیے ہم زیادہ وقت نہیں دے سکتے تھے۔ تبت کے لیے ہم نے کچھ عرصے بعد کا پروگرام بنایا لیکن ساتھ ہی یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ جو پتا واسکاٹ نے اپنی ڈائری میں درج کیا ہے اُسے تو دیکھ لیا جائے۔ یہ علاقہ ٹوکیو کا ایک نواحی قصبہ تھا۔ ہم اس کا کھوج لگاتے ہوئے وہاں پہنچ گئے۔ وہاں جاپانی طرز کی اس عمارت میں سخت پہرا تھا اور چار آدمیوں کے علاوہ بہت سے خونخوار کتے بھی وہاں ہر وقت کھلے رہتے تھے۔ ہم اس عمارت میں داخلے کی ترکیبیں سوچتے رہے اور پھر ہم نے وہاں داخل ہونے کے لیے خطرناک انتظامات کیے۔ کتوں کو گوشت کے ٹکڑوں میں زہر دے دیا گیا اور پہرے والوں کو بیہوش کرنے کے لیے خواب آور گیس استعمال کرنا پڑی۔ بہر حال ہم اندر پہنچ گئے۔ اندر بھی کچھ ملازم تھے جو گیس سے متاثر ہو کر بیہوش ہو گئے تھے۔ عمارت بہت پُراسرار تھی۔ اس میں ایک قید خانہ بنایا گیا تھا اور قید خانے کی موٹی سلاخوں کے پیچھے یہی بوڑھا قید تھا۔

ہم نے اس کا جائزہ لیا لیکن کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ پوری عمارت کی تلاشی لے ڈالی اور یہ اندازہ ہو گیا کہ عمارت میں اس بوڑھے کے علاوہ اور کوئی قابل توجہ چیز نہیں ہے۔ تب حسن نے ایک تجویز پیش کی۔ اس نے کہا کہ ویلینی کو قابو میں کرنے کے لیے اگر ہم اس بوڑھے کو اپنی تحویل میں لے لیں، تو بہتر ہوگا، ممکن ہے یہ ویلینی کے لیے اتنی ہی اہم حیثیت رکھتا ہو جس کی وجہ سے ویلینی ہمارے قابو میں آ جائے۔

" میں نے حسن کی اس تجویز سے اس لیے اتفاق کیا کہ ہم نے اتنی محنت کی تھی، اس کا کوئی اور صلہ تو اس عمارت سے نہیں مل سکا تھا، چنانچہ یہی بات غنیمت معلوم ہوئی اور ہم دونوں مل کر اس بوڑھے کو وہاں سے نکال لائے۔ ہم اُسے ٹوکیو لے آئے اور چونکہ ہم دونوں کی حیثیت کاروباری نوعیت کی تھی اور ہم چیمبر آف

کامرس کے ممبر بھی تھے اور کچھ ایسے اختیارات رکھتے تھے کہ ہمیں بوڑھے کو وہاں سے نکال لانے میں زیادہ دقت نہیں ہوئی۔

" ہم بوڑھے کو لے کر فرانس پہنچ گئے، حسن بھی میرے ساتھ تھا۔ راستے میں ہم نے اُسے ایک بیمار آدمی کی حیثیت دی تھی اور نہایت احتیاط کے ساتھ اُسے ایسی دوائیں دیتے رہے تھے کہ وہ نیم بیہوشی کی کیفیت میں رہے۔ بہر طور بغیر کسی دقت کے ہم فرانس پہنچ گئے، یہاں ہم نے بوڑھے کو ہوش میں لانے کی کاروائیاں کیں اور وہ ہوش میں آ گیا۔ اس کے ہوش میں آنے کے بعد یہ احساس ہوا کہ بوڑھا صحیح الدماغ نہیں ہے اس کے انداز میں ایک وحشت تھی اور اس کی کیفیت ایسی تھی کہ کسی بھی طرح اس پر اداکاری کا شبہ نہیں ہو سکتا تھا، بیشمار تجربات کیے گئے لیکن نتیجہ یہی نکلا کہ بوڑھا پاگل ہو چکا ہے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ اس کے پاگل پن میں ویلینی کا ہاتھ ہے یا کوئی اور بات؟ اس کا فیصلہ کرنا ذرا مشکل کام تھا۔ ہم نے بوڑھے کی دماغی کیفیت کا تجزیہ کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی لیکن کوئی صحیح نتیجہ برآمد نہیں ہو سکا، حسن کو اپنے وطن واپس جانا تھا۔ اور بلجیم۔ چنانچہ کچھ ایسے معاملات طے کیے گئے، جن کی بنیاد پر بوڑھا ہم دونوں کی مشترکہ ملکیت رہے، کیونکہ کاروبار کی دنیا میں دوستیوں پر انحصار نہیں کیا جاتا۔ حسن مجھ سے واقف تھا اور میں حسن سے۔ تقریباً دو ماہ کے بعد ہم نے ویلینی کی تلاش کے لیے تبت جانے کا پروگرام بنایا۔ بوڑھے کو فرانس ہی میں چھوڑ دیا گیا تھا۔ کیونکہ وہاں بھی میری رہائش گاہ تھی۔ پھر ہم دونوں تبت چل پڑے۔

" ڈیڑھ مہینہ ہم نے تبت کے مختلف علاقوں میں گزارا اور ویلینی کی تلاش میں سرگرداں رہے، ہمارے پاس بہتر وسائل نہیں تھے اور ہم کوئی موثر کارروائی نہیں کر سکتے تھے، البتہ جس طرح بھی ممکن ہو سکتا تھا، ہم ان مختلف علاقوں میں گھومتے ہوئے ویلینی کو تلاش کرتے رہے، لیکن اس کا اور اس کے دونوں بیٹوں کا کوئی سراغ نہیں ملا، یہاں سے مایوس ہونے کے بعد ہم فرانس واپس گئے اور اس وقت یہ طے ہوا کہ حسن بوڑھے کو اپنے ساتھ لے جائے گا اور اپنے پاس رکھے گا، اور اس کی ذہنی کیفیت کا تجزیہ کرتا رہے گا۔ ڈاکٹر طاہر علی ہم دونوں کا مشترکہ دوست تھا، حسن کے ذریعے ہی ڈاکٹر طاہر علی سے میرا تعارف ہوا تھا لیکن میں نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ ڈاکٹر طاہر علی کام کا آدمی ہے، چنانچہ میں نے خفیہ طور پر یہاں اسے اپنا نمائندہ مقرر کیا، اور ایک بہترین پیشکش کرتے ہوئے اس سے کہا کہ وہ بوڑھے پر نگاہ رکھے، ڈاکٹر طاہر علی بوڑھے کا معالج بن گیا اور مجھے اس کے بارے میں اطلاعات دیتا رہا۔ ڈاکٹر طاہر علی نے تجویز پیش کی کہ فی الحال بوڑھے کی دماغی کیفیت بحال نہیں ہونی چاہیے، بلکہ اسے بدستور معطل رہنا چاہیے۔ ڈاکٹر طاہر علی کا خیال تھا کہ بوڑھے کی یادداشت میں کوئی ایسی چیز پوشیدہ ہے جسے اس کا ذہن تلاش نہیں کر پا رہا۔ وہ اس چیز کو یاد کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن ذہنی تعطل اُسے روک دیتا ہے۔ ڈاکٹر طاہر علی نے کہا کہ وہ بوڑھے کی یادداشت واپس لا سکتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی اس نے یہ بھی کہا کہ اگر حسن کو درمیان سے نکال دیا جائے تو کیسا رہے گا؟

" بہر طور ابھی کوئی ایسی بات نہیں تھی میرے سامنے جس پر میں مکمل بھروسا کر سکتا لیکن ڈاکٹر طاہر علی سے تعاون ضروری تھا، کیونکہ یہی کام وہ حسن کے ساتھ مل کر بھی کر سکتا تھا، چنانچہ میں نے یہ بات منظور کر لی۔ اس دوران جیسا کہ میں تمھیں بتا چکا ہوں کہ میں اپنی مصروفیات میں اس قدر کھویا رہا کہ بوڑھے کے سلسلے میں کوئی معقول کارروائی نہیں کر سکا، یہ خدشہ بھی مجھے ہمیشہ رہتا تھا کہ ڈاکٹر طاہر علی میرے بجائے اگر حسن سے مل گیا تو معاملہ گڑبڑ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر طاہر علی کو قابو میں رکھنا ضروری تھا البتہ میں نے اپنے ذہن میں ایک اور فیصلہ کر لیا تھا۔

" میں چاہتا تھا کہ بوڑھے کو خفیہ طور پر اپنی تحویل میں لے کر یہاں سے نکل جاؤں اور ڈاکٹر طاہر علی یا [illegible] کو اس بارے میں کچھ معلوم نہ ہو سکے۔ ویلینی کی تلاش کے لیے میں نے اب تک مسلسل کارروائیاں جاری رکھی ہیں۔ تبت میں میرے چند آدمی اس کا کھوج لگاتے پھر رہے ہیں لیکن ابھی تک اُن کی طرف سے کوئی حوصلہ افزا اطلاع نہیں مل سکی ہے۔ اور اب یہ بوڑھا ہی میری تمام تر توجہ کا مرکز ہے۔ اس کے علاوہ اور کیا پوچھنا چاہتے ہو نوجوان ؟" میکے براؤن کا لہجہ عجیب سا تھا۔

میں اس پُراسرار کہانی میں بُری طرح اُلجھا ہوا تھا۔ معاملہ میری توقع سے کہیں بڑھ کر تھا، بیحد الجھا ہوا اور بہت ہی عجیب۔ سب سے عجیب بات یہ تھی کہ اس میں ندرت کا کہیں کوئی ذکر نہیں تھا۔ میں ندرت کو بوڑھے سے منسلک نہ کرتا اگر اس کا کردار اتنا تعجب خیز نہ ہوتا، آج بھی میرے ذہن میں وہ لمحات ابھر آئے جب میں نے ندرت کو بڑے پیار سے بوڑھے سے لپٹے ہوئے دیکھا تھا، اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے، یہ صرف انسانی ہمدردی نہیں ہو سکتی، اس کے پس پردہ کوئی اور جذبہ تھا۔ وہ جذبہ کیا تھا، اس کا تجزیہ کرنے سے بہت سی نئی باتیں سامنے آ سکتی تھیں، یہ بھی سوچا جا سکتا تھا کہ ندرت صرف حسن صاحب کی دریافت ہو۔ اور انھوں نے اُسے مکمل طور پر ہر شخص سے پوشیدہ رکھا ہو۔ یہ سب کچھ سوچنے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کا وقت نہیں تھا، ایک انتہائی چالاک آدمی میرے سامنے بیٹھا ہوا تھا، اور میرے چہرے کی معمولی سی شکن بھی اُسے میرے بارے میں شبہے کا شکار کر سکتی تھی۔ چنانچہ میں سنبھل گیا۔ میکے براؤن کی آواز ابھری: "نوجوان، تمھیں اتنا بڑا راز بتا دینے کا مطلب یہ ہے کہ اب تم اخلاقی طور پر بھی میرے ساتھ تعاون کے لیے مجبور ہو، ورنہ میں کسی قیمت پر ایک چوتھا آدمی پسند نہیں کرتا۔"

"مسٹر میکے براؤن، میں اپنے سلسلے میں آپ کے اس اعتماد کو ذہانت کے منافی سمجھتا ہوں، آپ نے خود ایک چوتھا آدمی پیدا کیا ہے، کیا ان تمام باتوں سے واقف ہونے کے بعد میں اپنے طور پر کوئی کارروائی نہیں کر سکتا۔ جبکہ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ اگر میں ایسا کرنا چاہوں تو ڈاکٹر طاہر علی اور حسن صاحب میرا ساتھ دے سکتے ہیں، پھر آپ نے ایسا کیوں کیا؟ میں واقعی حیران ہوں۔"

میکے براؤن کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، پھر اُس نے آہستہ سے کہا "اس لیے میرے نوجوان دوست کہ میں تمھارے اندر ایک ایسا نوجوان دیکھ چکا ہوں، جو دیانتدار ہے۔ خود اعتماد ہے اور ضدی بھی۔ اس کے علاوہ ایک بات یہ بھی ہے کہ کوئی کام تنہا نہیں کیا جا سکتا، میں جانتا ہوں حسن سے تمھیں صرف اتنا لگاؤ ہے کہ وہ اس وقت تمھارا باس ہے، ڈاکٹر طاہر علی سے براہِ راست تمھارا کوئی واسطہ نہیں ہے، اگر تم اس سلسلے میں ان دونوں سے تعاون کرو گے تو اس کے پسِ پردہ صرف دولت کے حصول کی خواہش ہی کارفرما ہو گی۔ اگر اس طرف سے میں تمھیں مطمئن کر دوں تو پھر مجھ سے غداری کا کیا جواز رہ جاتا ہے۔ اور پھر تم جیسے لوگ غدار نہیں ہوتے، اس کا تھوڑا بہت مجھے بھی اندازہ ہے۔ میں نے جو کچھ کیا ہے سوچ سمجھ کر کیا ہے اور اگر یہ کارروائی مجھے کوئی نقصان پہنچاتی ہے تو اس کا ذمہ دار سو فیصدی میں اپنے آپ کو قرار دوں گا۔ تم اپنے طور پر آزاد ہو، فیصلہ کرنا تمھارا کام ہے کہ تم کس کا ساتھ دو گے، یہ کارروائی جو میں تمھارے ذریعے کرنا چاہتا ہوں، یہاں خفیہ رہ کر میں اپنے طور پر بھی کر سکتا تھا۔ میں تمھیں بتا چکا ہوں کہ میرے وسائل اتنے محدود نہیں ہیں، لیکن ایک مناسب آدمی میرے سامنے آ گیا ہے تو پھر مجھے اِدھر اُدھر بھٹکنے کی کیا ضرورت ہے۔ تمھارے ذہن میں اس بارے میں جو کچھ بھی آئے، مجھ سے کہہ دینا، اگر میں وہ نہ کر سکا تو پھر تمھیں اختیار ہو گا کہ جو جی چاہے کرو۔"

اس کے بعد کیا گنجائش رہ جاتی تھی، میکے براؤن کو مطمئن کرنا ضروری تھا، میرا خیال تھا کہ اس کی تمام شیطانی صلاحیتیں اس وقت گہری نیند جا سوئی تھیں، کیونکہ وہ یہ بات بھی جانتا تھا کہ محسن میرا دوست ہی نہیں درحقیقت محسن بھی ہے۔ جس نے بیکسی اور بے بسی کے عالم میں گھر سے نکلنے کے بعد مجھے شہر کے فٹ پاتھوں کی ٹھوکریں کھانے کے لیے نہیں چھوڑا تھا، بلکہ ایک باعزت مقام دیا تھا۔ ایک خوددار اور خوداعتماد آدمی کے لیے یہ بات بہت بڑی حیثیت رکھتی ہے۔ لیکن شاید میکے براؤن کے ذہن میں یہ سب کچھ نہ ہو اور وہ اس اندازِ فکر کا مالک نہ ہو۔ تاہم اُسے اطمینان دلانا ضروری تھا، چنانچہ میں نے اپنے لہجے کو بھرپور تاثر دیتے ہوئے کہا "ٹھیک ہے مسٹر میکے براؤن، آپ کے اس اعتماد کو مجروح نہیں کیا جائے گا۔ میں آپ کی ہدایت کے مطابق ہی تمام کام کروں گا۔"

اِس دوران کھانا آ گیا تھا جس کے دوران سلسلہ گفتگو جاری رہا۔

"اب یہ بتاؤ اس سلسلے میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"میرا خیال ہے آپ اپنا آئندہ پروگرام بھی مجھے بتا دیں یا اگر نہ بتانا چاہیں تو اس کے لیے میں اصرار نہیں کروں گا۔"

"میری خواہش ہے کہ بوڑھے کو خفیہ طور پر یہاں سے نکال لے جاؤں۔ اس کے لیے مجھے کچھ کارروائیاں کرنی ہیں مثلاً اُسے یہاں سے نکال لے جانے کا بندوبست میں اسی طرح کر سکتا ہوں جس طرح ہم جاپان سے اس بوڑھے کو لے کر فرانس پہنچے تھے، ان تمام باتوں سے پہلے ہمیں ایک ایسے خفیہ ٹھکانے کی ضرورت ہے جہاں لے جا کر ہم بوڑھے کو رکھ سکیں!"

"ہاں اس کے لیے کوئی عارضی جگہ حاصل کی جا سکتی ہے کوئی مناسب کرائے کا مکان۔"

"یقیناً یہی مناسب ہو گا۔"

"وہ میں کر لوں گا، اگر کوئی خاص علاقہ آپ کے ذہن میں ہو تو آپ فرما دیجیے، ورنہ کسی بھی مناسب جگہ ایک دو ماہ کے لیے کوئی عمارت حاصل کی جا سکتی ہے یہ کام یہاں کے پراپرٹی ڈیلر کر سکتے ہیں، اور میرا خیال ہے اس میں کوئی مشکل نہیں ہو گی۔"

"تم کل دن میں یہ کام کر لو اور اس سلسلے میں جو بھی اخراجات ہوں مجھے ان کا بل دے دو، میں ادا کر دوں گا بلکہ تم مزید کچھ رقم رکھ لو وہ تمھارے کام آئے گی۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے مسٹر میکے براؤن۔ جولیا نے پچاس ہزار روپے مجھے دیے ہیں۔ وہ اس کام میں آ سکتے ہیں۔"

"نہیں ڈیر، وہ اب تمھاری ملکیت ہیں۔ اس کے علاوہ بھی تمھیں کچھ رقم دے دوں گا، جسے تم ایڈوانس تصور کرنا۔ میں چاہتا ہوں کہ اب تم کوئی بے حیثیت انسان نہ رہو۔ تمھیں کسی کی ملازمت کی ضرورت پیش نہ آئے۔ ہم اپنی پلاننگ کچھ اس طرح کر سکتے ہیں کہ تم بوڑھے کو اغوا کر کے اس عمارت میں پہنچا دو، اور وہاں اس کے تحفظ کا معقول بندوبست کر دو، اور اس کے بعد میں اسے یہاں

سے لے جانے کی کارروائیاں کر لوں، جب میں واپس پہنچ جاؤں تو کچھ عرصے کے بعد تم یہ ملک چھوڑ کر میرے پاس آ جاؤ اور ہم مشترکہ طور پر کام شروع کریں۔ مجھے یقین ہے کہ ویلینی کی تلاش میں اور اس بوڑھے کے ذہن سے اس کا راز اگلوانے میں تم میرے بہترین معاون ثابت ہو گے!"

"یقیناً! بوڑھے کے ساتھ میں نے جو طرزِ عمل اور طریقِ کار اختیار کیا ہے، اس کے نتائج خاصے بہتر نظر آتے ہیں۔"

"میں تمھاری صلاحیتوں پر مکمل بھروسا کرتا ہوں، ورنہ میکے براؤن کے مُنہ سے اس کا راز اگلوا لینا آسان کام نہیں تھا۔" میکے براؤن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو پھر مجھے اجازت، آپ سے اب یہیں ملاقات ہو گی۔"

"ہاں! تم مجھے یہاں رِنگ کر سکتے ہو لیکن یہاں میرا نام جارج فش ہے، ذہن میں رکھنا۔"

"ٹھیک ہے! میں یاد رکھوں گا۔" میں نے اُٹھتے ہوئے کہا پھر میکے براؤن نے بڑی گرمجوشی سے مجھ سے مصافحہ کیا۔

جب میں کوٹھی میں داخل ہوا تو ماحول سنسان تھا۔ عمارت کے رہنے والے اپنے حال میں مست لوگ تھے۔ کبھی دل چاہا تو رات کو دن بنا دیا اور کبھی اس طرح خاموشی چھا جاتی کہ محسوس ہوتا کہ یہاں کسی انسان کا وجود ہی نہیں۔ مجھے یہ صورتِ حال بہت ہی پُرسکون محسوس ہوئی تھی اس وقت ذہنی دباؤ اس شدت پر تھا کہ میں کسی سے ملنا نہیں چاہتا تھا کریم بابا نے حسبِ معمول کھانے کے لیے پوچھا لیکن چونکہ میں کھانا کھا چکا تھا، اس لیے میں نے ان سے معذرت کر لی۔ اور اپنی خواب گاہ میں پہنچ گیا۔

خواب گاہ کا دروازہ بند کر کے میں رائٹنگ ٹیبل پر جا بیٹھا مجھے اس سلسلے میں پلاننگ کرنی تھی۔ کوئی ایسا منصوبہ ترتیب دینا تھا جو موثر ثابت ہو۔ میرا ذہن خیالات میں ڈوب گیا۔ بہت سی باتیں ذہن میں آئیں۔ یہ فیصلہ کرنا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے، میں تین خطرناک انسانوں کی توجہ کا مرکز بن گیا تھا۔ حسن صاحب جو سب کچھ ہونے کے باوجود خزانوں کے رسیا تھے اور ولادی واسکاٹ کے اس عظیم الشان خزانے کو حاصل کرنا چاہتے تھے۔ ڈاکٹر طاہر علی جو مجرمانہ طور پر اپنے دوست کے خلاف بھی کارروائی کر سکتا تھا اور جس کے تعلقات خطرناک لوگوں سے تھے میکے براؤن جو مکمل طور پر مجرمانہ ذہنیت کا مالک تھا۔ ان تینوں میں سے مجھے ایک آدمی کا انتخاب کرنا تھا اور صورتِ حال کو سامنے رکھتے ہوئے وہ شخص حسن صاحب کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا۔ حسن صاحب کی شخصیت اس مرحلے پر آ کر پھر ایک دم پُراسرار سی ہو گئی تھی کیا وہ ولادی واسکاٹ کے خزانے سے مایوس ہو چکے ہیں یا پھر ان کا پروگرام مزید آگے بڑھ چکا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو یہ بات زیادہ وزنی محسوس ہوتی تھی کیونکہ ندرت کا کردار اس میں شامل ہو گیا تھا جس کے بارے میں نہ میکے براؤن کو معلوم تھا اور نہ ڈاکٹر طاہر علی کو، اس کے ساتھ ساتھ ہی حسن صاحب کی لاپروائی بھی اپنے اندر ایک معنی خیزی رکھتی تھی۔ ساری باتیں اپنی جگہ تھیں۔ یہ کوئی ایسا کام نہیں تھا جسے جرم سے تعبیر کیا جا سکے۔ ایک خزانے کے حصول کے لیے اپنے اپنے طور پر کوششیں کی جا رہی تھیں، چنانچہ معاملات کسی بھی نہج پر پہنچیں، میرا فیصلہ حسن صاحب کے حق میں تھا اور اب حسن صاحب کے مفادات کے تحفظ کے لیے مجھے بوڑھے کی حفاظت کرنا تھی۔ مجھے اس بات پر خوشی تھی کہ مجھ جیسے ٹھنڈے ذہن اور صاف ستھرے ماضی کے مالک شخص کی ملاقات قادر جیسے کام کے آدمی سے ہو گئی تھی۔ قادر بلاشبہ اس وقت میرے لیے بڑی اہمیت رکھتا تھا۔

میں نے گھڑی میں وقت دیکھا اور پھر ٹیلیفون اٹھا کر قادر کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ قادر سے رابطہ قائم ہونے میں کوئی دقت نہیں پیش آئی تھی۔ اس نے میرا نام سننے کے بعد دوستانہ انداز میں کہا "کہو جانِ من سب خیریت تو ہے نا؟"

"یار قادر تم نے مجھے الجھن میں ڈال دیا ہے!" میں نے بے تکلفی سے کہا۔

"کیا گڑبڑ ہو گئی یار۔ میں نے تو کوئی قصور نہیں کیا!"

"قصور تمھارا نہیں قادر! دراصل میں کچھ ایسے حالات میں پھنس گیا ہوں کہ تم میرے لیے بیحد اہم شخصیت بن گئے ہو، لیکن اپنی کاوشوں کا کوئی معاوضہ نہ لے کر تم نے میرے قدم روک دیے ہیں اور میں کوئی بات تم سے کہتے ہوئے بڑی جھجک محسوس کرنے لگا ہوں۔"

"یاری کوئی چیز نہیں ہوتی؟" قادر نے شکایتی انداز میں کہا۔

"قادر تمھارے سینے میں دوستی کے جس قدر زندہ جذبے موجود ہیں وہ میرے لیے بہت قیمتی ہیں پھر بھی اگر تم میرے ذہن سے یہ کانٹا نکال دو تو میں تمھارا شکرگزار ہوں گا۔"

"کوئی کام تو بتاؤ میرے یار، چھوٹی چھوٹی باتوں کے لیے بھلا قادر تم سے رقم لے گا؟ کوئی بڑا کام ہو مجھ سے تو ٹھیک ہے۔ تھوڑا بہت معاوضہ لے لیا جائے گا لیکن وہ بھی اس وقت جب تم دینے کی پوزیشن میں ہو گے۔ کام بتاؤ کوئی اور کام پیش آ گیا ہے کیا؟"

"ہاں قادر!"

"تو پھر بولو یار، اتنی زیادہ فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے؟" قادر نے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کل کس وقت تم سے ملاقات کرسکتا ہوں؟"

"صبح سے لے کر رات تک جس وقت بھی تم چاہو۔" قادر نے کہا۔

"تو پھر ساڑھے پانچ سے لے کر چھ کے درمیان میں تمھارے پاس پہنچوں گا۔"

"ٹھیک ہے آجاؤ اس وقت میں بالکل فارغ ہوں!" قادر نے کہا اور پھر رسمی گفتگو کے بعد میں نے فون بند کر دیا۔ میں اپنے ذہن میں ایک شاندار منصوبہ ترتیب دے چکا تھا۔

دوسرے دن صبح کو جب دفتر جانے کے لیے نکلا تو کوٹھی سے تقریباً دو میل دُور ایک نسبتاً سنسان سڑک پر دفعتاً جولیا نظر آگئی۔ وہ اپنی کار میں بیٹھی ہوئی تھی۔ چونکہ میں نے دُور ہی سے اُسے دیکھ لیا تھا اس لیے کار کی رفتار سست کر دی۔

"میں تمھارا ہی انتظار کر رہی تھی۔" اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کوئی خاص بات ہے جولیا؟"

"رات بھر بے چین رہی ہوں۔ یہاں میں تفریحاً آنا چاہتی تھی لیکن ڈیڈی نے ایک مصیبت گلے میں ڈال دی ہے۔ ان لوگوں کے درمیان سے بار بار غائب ہو جانا بہت پریشان کن ہوتا ہے۔ سوالات کے جواب دینا مشکل ہو جاتا ہے، حالانکہ یہ سب بیحد مخلص ہیں۔"

"میڈم جولیا! یہ سڑک بھی مخدوش ہے۔ حسن صاحب اور اُن کے اہلِ خاندان اسی سے گذرتے ہیں۔"

"تو پھر الاسکا..."

"وقت پر پہنچنا بھی ضروری ہے!"

"بس تھوڑی دیر! یہ بتاؤ ڈیڈی سے تمھاری کیا گفتگو ہوئی؟"

"ہم دونوں ایک دوسرے سے مطمئن ہو گئے ہیں۔"

"کیا تم ہمارے ساتھ چلو گے؟"

"ابھی نہیں! لیکن بالآخر مجھے تمھارے پاس آنا ہوگا۔"

"بات ہو گئی ہے ڈیڈی سے؟" اُس نے خوش ہو کر پوچھا۔

"ہاں!"

"گڈ نیوز! میں آج کا دن انھیں کے ساتھ گذاروں گی۔ دراصل تمھیں فون کرتے ہوئے بھی خوف محسوس ہوتا ہے۔ براہِ راست ایجنسی میں بھی نہیں آسکتی۔"

"ہاں! یہ کسی طور بھی مناسب نہیں ہوگا!"

"تو پھر ملاقاتیں کیسے ہوں، یہ بتاؤ؟"

"کوئی ترکیب سوچ لیں گے۔ یہ وقت اس کے لیے مناسب نہیں ہے۔" میں نے اُلجھتے ہوئے کہا۔ برابر سے گذرنے والے ہمیں غور سے دیکھتے ہوئے گذر رہے تھے۔

بمشکل تمام جولیا سے چھٹکارا ملا، اور میں آفس چل پڑا۔ حسن صاحب ابھی نہیں آئے تھے۔ یہاں سے میں نے چند پراپرٹی ڈیلروں سے فون پر بات کی اور ایک ڈیلر نے مجھے ایک عمدہ علاقے میں کرائے کی ایک عمارت بتائی۔ میں نے فون پر ہی اس سے عمارت کی تفصیل پوچھی اور معاملات طے کر لیے۔ میں نے اُس سے کہا کہ میں ٹھیک ساڑھے چار بجے ملاقات کروں گا۔ ڈیلر سے گفتگو کرنے کے بعد میں نے میکے براؤن کو فون کیا۔

"عمارت کا بندوبست ہو گیا ہے، آج چار پانچ بجے تک میں اُسے حاصل کر لوں گا۔"

"گڈ! میری بیٹی میرے پاس موجود ہے، ہم دونوں تم سے بہت مطمئن ہیں۔ دوسرے کام کا کیا طے ہوا؟" میکے براؤن نے گفتگو میں کافی احتیاط برتی تھی۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا!"

"کب ملاقات کرو گے؟"

"کام ہونے کے بعد! میرا مطلب ہے تیاریوں کے بعد۔"

"ہاں کوئی حرج نہیں ہے، مجھے بھی ایسی جلدی نہیں ہے!" براؤن نے جواب دیا۔ اس کے بعد میں نے فون بند کر دیا اور دفتر کے کاموں میں مصروف ہو گیا۔

شام چار بجے میں نے سیٹ چھوڑ دی۔ پہلے میں پراپرٹی ڈیلر سے ملا، اور اس کے ساتھ ہی عمارت دیکھنے گیا۔ عمارت بہت عمدہ تھی لیکن یہ صرف میکے براؤن کو مطمئن کرنے کے لیے حاصل کی گئی تھی۔ ورنہ میرے پروگرام کے تحت اس کا کوئی مصرف نہیں تھا۔ اصل کام کچھ اور ہی تھا۔ ساڑھے پانچ بجے میں قادر کے ہوٹل پہنچ گیا۔ یہ بڑا آدمی اس وقت میرے لیے بہت قیمتی ہو گیا تھا۔ اُس نے میرا پُرتپاک استقبال کیا۔

"کس چکر میں اُلجھ گئے ہو میری جان! اس خوب صورت چہرے پر فکر کی جتنی لکیریں ہیں مجھے دے دو۔ تمھارا چہرہ صاف رہنا چاہیے!"

"یار قادر! تم اتنے مخلص نکلو گے مجھے اندازہ نہیں تھا۔"

"میں تم سے اتنا پیار کرنے لگوں گا اس کا مجھے بھی اندازہ نہیں تھا غزالی۔ مگر بات کچھ اور ہے!"

"کیا؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔ اور قادر مسکرانے لگا۔

"یار میں فلسفہ نہیں جانتا۔ نہ مجھے اس سے دلچسپی ہے لوگ فطرتاً بُرے نہیں ہوتے، ماحول انھیں بُرا بنا دیتا ہے۔ کوئی خاندانی آدمی نہیں ہوں۔ باپ سنار تھا۔ درمیانی آمدنی، لیکن پھر کسی اسمگلر سے اُس کی دوستی ہو گئی، اور وہ سنار سے جیولرز بن گیا۔ وہ جیولرز بنا تو ہم اپنے چھوٹے مکان کو چھوڑ کر

کوٹھی میں منتقل ہو گئے، پھر میرے باپ کو اپنی دقیانوسی بیوی بُری لگنے لگی۔ میری ماں میرے باپ کو دیوانوں کی طرح چاہتی تھی۔ وہ بیوی تھی اور میں اولاد۔ اُسے اولاد سے پیار تھا بیوی سے نفرت۔ جب اُس نے ایک نوجوان اور ماڈرن لڑکی سے شادی کر لی تو میری ماں کو ٹی بی ہو گئی۔ میں باپ کا اور کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا، بس بُرا بن کر اُسے اذیت دینے لگا۔ ماں مر گئی۔ سوتیلی ماں جیسی ہوتی ہے ویسی ہی تھی۔ میں باپ کی اس پسند کا بھی کچھ نہیں بگاڑ سکا، سوائے اس کے کہ اپنے سلسلے میں اس کی توقعات نہ پوری ہونے دوں۔

پھر وہ بُرائی عادت بن گئی جس کے نتیجے میں، میں وہ کچھ بن گیا جو تمھیں نظر آرہا ہوں۔ کچھ لوگ فطرتاً بُرے نہیں ہوتے حالات ان کے لیے راستے بناتے ہیں۔ تم سب کو میں اچھا سمجھتا تھا۔ تمھاری عزت کرتا تھا، اور خود کو تم جیسا نہ پا کر احساسِ کمتری کا شکار ہو جاتا تھا۔ اور یہی احساس مختلف شکلوں میں خاصا ظاہر ہوتا تھا۔ اب تم آئے تو کچھ فخر سا محسوس ہوا، یوں لگا جیسے میں بھی کام کا آدمی ہوں۔ یہ احساس بڑا قیمتی ہے اور اس کے صلے میں نوٹ کوئی قیمت نہیں رکھتے۔ سمجھتے ہو؟ ہاں یہ بتاؤ کہ کیا پیو گے؟" وہ مسکرا کر بولا۔

"کچھ بھی منگالو۔" میں نے مضمحل لہجے میں کہا۔ قادر کی کہانی نے اداس کر دیا تھا۔ اس نے کافی کے ساتھ اور بھی بہت کچھ منگا لیا تھا۔ پھر اس نے کہا "اب تم اپنا کام بتاؤ۔"

"لمبا کام ہے قادر! اب میں تکلف نہیں کروں گا۔"

"مجھے خوشی ہوگی۔"

"دو آدمی اور درکار ہیں جن کا کوئی کام نہیں ہوگا۔ انھیں چند روز ایک کوٹھی میں رہنا ہوگا اور بس! اور انھیں یہ سمجھانا ہے کہ اگر کوئی اُن سے پوچھے کہ وہ کون ہیں تو وہ یہی جواب دیں کہ انھیں ایک شخص کی نگرانی کے لیے حاصل کیا گیا تھا۔ اُس کی تفصیل میں انھیں سمجھا دوں گا۔ اس کے علاوہ ایک ایسی محفوظ جگہ کی ضرورت ہے جہاں ایک اغوا شدہ انسان کو کچھ عرصے رکھنا ہوگا۔ جگہ اتنی محفوظ ہونی چاہیے کہ نہ تو وہ وہاں سے فرار ہو سکے اور نہ کسی کو اس کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکے۔"

"کون ہے وہ؟ کوئی لڑکی؟"

"نہیں ایک بوڑھا آدمی!"

"ٹھیک! اغوا کون کرے گا؟"

"تم!"

"یہ بھی ٹھیک ہے! کب یہ کام کرنا ہے؟"

"وقت میں تمھیں بتا دوں گا!"

"ہوں!" قادر کچھ سوچنے لگا۔ پھر بولا "اگر وہ جگہ شہر سے کچھ دُور ہو تو؟"

"کوئی حرج نہیں ہے!"

"بس یہ کام بھی ہو جائے گا!"

"کوئی جگہ ہے ذہن میں؟"

"ہاں، دریا پار کالینی میں میرا ایک اڈّا ہے۔ عمدہ جگہ ہے۔ کچھ کام ہوتے ہیں وہاں۔ لیکن تمھاری ضرورت پوری ہو جائے گی۔"

"یہ بڑا مسئلہ تھا میرے لیے قادر۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"چلو یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا اور کوئی بات!"

"ہاں!"

"کہو۔"

"اسے اغوا کرنے کے لیے ایک گہری چال چلنی ہوگی۔ مجھے تمھارے ہی آدمیوں کے دو گروپ درکار ہوں گے۔ ایک گروپ وہ جو اُسے اغوا کر کے لے جائے گا لیکن راستے میں تمھارا ہی دوسرا گروپ اُنھیں روک کر اُسے دوبارہ اغوا کر لے گا اور یہ دوسرا گروپ اُسے کالینی لے جائے گا۔"

"گڈ... ویری گڈ... چکر کیا ہے یار؟ کچھ تو بتا دو۔ اسکیم اتنی عمدہ ہے کہ پھڑک کر رہ گیا ہوں۔ کسی کو ڈبل کراس کرنا ہے۔"

"ہاں قادر! ڈبل بھی نہیں بلکہ ٹرپل کراس سمجھو۔ چکر کے بارے میں تفصیل ادھار رہی۔ تمھیں معلوم ہے کہ میں محسن کے گھر رہ رہا ہوں۔ محسن میرا دوست ہے اور اس کے اہلِ خاندان میرے لیے قابلِ احترام ہیں۔ یہ بوڑھا شخص جس کی نگرانی کے لیے میں نے تمھارے ایک آدمی کو لگا رکھا ہے کچھ غیر ملکیوں کے لیے باعثِ دلچسپی ہے۔ وہ حسن صاحب کا کوئی عزیز نہیں بلکہ ایک اجنبی شخصیت ہے۔ غیر ملکی میرے ذریعے اُسے اغوا کر لینا چاہتا ہے۔ اگر یہ کام میں نہیں کروں گا تو وہ کچھ اور لوگوں کو اس پر آمادہ کرے گا۔ حسن صاحب شریف انسان ہیں، وہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس لیے میں یہ سب کچھ کر رہا ہوں۔ اُسے اغوا کرواؤں گا، پھر دوبارہ اغوا کرا دوں گا اور اس طرح بوڑھا، حسن صاحب ہی کے پاس رہے گا۔"

"گڈ... بلکہ ویری گڈ! مگر اس غیر ملکی نے تم سے رابطہ کیسے قائم کیا؟ معاف کرنا، صرف دلچسپی کی وجہ سے پوچھ رہا ہوں۔"

"لمبی کہانی ہے۔ ادھار رہی۔"

"چلو ٹھیک ہے! کام ہو جائے گا۔ بس تم اشارہ کرو۔ بلکہ فیروز خان کو بھیج دینا میرے پاس۔ وہ تمھیں بتا بھی دے گا... باقی میں سب سنبھال لوں گا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"بیحد شکریہ قادر! لیکن اب تم نے یہ اندازہ تو لگا لیا ہو گا کہ اس سلسلے میں اخراجات میرے نہیں ہو رہے... اس لیے تم۔"
"مگر جس کے اخراجات ہوں گے اس کا کام تو نہیں ہو گا۔" قادر مسکرا کر بولا۔
"موذی کو مارنا ثواب ہے!"
"یار میرے پاس بہت کچھ ہے۔ کام ٹھیک ہو جانے پر ان سب کو ہزار ہزار روپے دے دینا خوش ہو جائیں گے، بس اُس موضوع پہ اور کوئی بات مت کرنا۔"
"دو آدمی جو یہ کام کریں گے کب تک مل جائیں گے مجھے؟"
"کل فیروز خان کو پتا بتا کر بھیج دینا۔ دن کو دس بجے کے قریب۔ وہ اُن دونوں کو وہاں پہنچا دے گا۔"
"شکریہ قادر اب اجازت دو۔" قادر نے پہلے سے بھی زیادہ گرمجوشی سے مجھے رخصت کیا۔ اُس سے مل کر میرا ذہن بہت ہلکا ہو گیا تھا۔ اگر قادر جیسا آدمی نہ ملتا تو میں تنہا یہ سب کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے بڑی نوک پلک سنوار کر یہ منصوبہ بنایا تھا اور اس وقت اس سے عمدہ کوئی منصوبہ نہیں بنایا جا سکتا تھا۔ میں جانتا تھا کہ اس پر عمل کے بعد میرے لیے بھی کافی پریشانیاں پیدا ہو جائیں گی۔ ممکن ہے حسن صاحب بھی بددل ہو جائیں لیکن وقتی طور پر سب کچھ برداشت کرنا ہو گا۔ اس کے بعد حسن صاحب کو ساری تفصیل بتا کر سنبھالا جا سکتا تھا۔

میں جونہی کوٹھی میں داخل ہوا، غول بیابانی نے میری کار پر حملہ کر دیا۔ دوسرے دن چھٹی تھی اور یہ لوگ پکنک کا پروگرام بنا چکے تھے جن میں میرا نام بھی شامل تھا۔ ان سے بچ نکلنے کی کوئی کوشش کارگر نہ ہوئی اور مجبوراً مجھے چلنے پر تیار ہونا پڑا۔ دوسرے دن کے معاملات ایسے سنگین نہیں تھے اس لیے یہ دن ضائع کرنے میں کوئی حرج بھی نہ تھا۔ واپس آ کر بوڑھے بابا کے پاس گیا تو قادر بیگ نے اشارے سے بتایا کہ سب ٹھیک ہے اور کوئی خاص بات نہیں ہے۔ وہ سمجھدار آدمی تھا اور ہدایت کو اچھی طرح ڈیل کر رہا تھا اس لیے ہدایت کو اس سے کوئی شکایت نہیں پیدا ہو سکی تھی۔

اس کام سے فارغ ہو کر مجھے فیروز خان کو بھی اسی وقت کل کے بارے میں ہدایات دینا تھیں۔ میں ٹہلنے کے سے انداز میں کوٹھی سے نکل آیا۔ فیروز خان اپنی ڈیوٹی پر مستعد تھا۔ میں خود ہی اس کے قریب پہنچا تو وہ حیران رہ گیا: "تمھاری ڈیوٹی سب سے زیادہ سخت ہے۔" میں نے ہنس کر کہا۔
"نہیں صاحب ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں مزے میں ہوں۔ ہم لوگ تو ایسے کاموں کے عادی ہوتے ہیں۔"
"کل دس بجے واپس چلے جانا فیروز، میں تمھیں ایک پتا بتا تا ہوں اُسے ذہن نشین کر لو، کل دو آدمیوں کو وہاں پہنچا دینا۔ ماسٹر کو تمام صورت حال معلوم ہے۔"
"ٹھیک ہے صاحب بعد میں، واپس آ کر اپنی ڈیوٹی سنبھال لوں؟"
"ہاں!" میں نے جواب دیا اور پھر وہاں سے واپس آ گیا۔ انیکسی میں داخل ہوا تو کریم بابا کے کسی سے گفتگو کرنے کی آوازیں سنائی دیں۔ اندر پہنچا تو جولیا نظر آئی: "اوہ! کہاں چلے گئے تھے گازالی؟"
"بس ذرا ایسے ہی، خیریت؟" میں نے تعجب سے جولیا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ پہلی بار اس طرح انیکسی میں آئی تھی۔
"سب خیریت ہے پریشان کیوں ہو گئے؟ آؤ اندر چلو!" اُس نے کہا اور میں اندر آ گیا۔ جولیا نے ایک نگاہ چاروں طرف ڈالی اور پھر ایک جگہ منتخب کر کے بیٹھ گئی۔
"کچھ پیو گی جولیا؟"
"ہاں، چائے!" اُس نے جواب دیا۔ بہت زیادہ حیرت کا اظہار اچھا نہیں لگتا تھا۔ اس لیے میں نے خاموش رہنا ہی بہتر سمجھا۔ کریم بابا کو بلا کر چائے بنانے کی ہدایت کی اور پھر جولیا کے سامنے آ بیٹھا۔
"تم نے تو پہلی ہی ملاقات میں ڈیڈی کا دل جیت لیا گازالی۔ ورنہ وہ بہت سخت دل انسان ہیں۔ کبھی کسی سے متاثر نہیں ہوتے یقین کرو۔ مجھے تو بہت حیرت ہوئی ان کی باتیں سُن کر۔ ویسے بھی معاف کرنا، ڈیڈی مشرقیوں کو احمق سمجھنے کے عادی ہیں۔"
"یہ غلط فہمی تو آپ کی پوری نسل کو تھی جولیا۔ کچھ اس جنت سے نکل آئے، کچھ ابھی تک وہیں موجود ہیں۔" میں نے مسکرا کر کہا۔
"میں نکل آنے والوں میں سے ہوں۔ اس لیے براہ کرم مجھ پر چوٹ نہ کرو۔" اُس نے ہنستے ہوئے کہا۔ پھر بولی: "ڈیڈی کہہ رہے تھے کہ تم سخت مزاج، ذہین اور پھرتی سے عمل کرنے والوں میں سے ہو۔ کہہ رہے تھے کہ اتفاق سے ایک ایسا شخص مل گیا ہے جس سے مستقبل میں بھی بہت سے اہم کام لیے جا سکتے ہیں وہ تفصیل بعد میں بتائیں گے بلکہ یوں سمجھو اب تم ہم میں سے ایک ہو۔"
"جولیا! آپ بلجیم سے آئی تھیں، فرانس سے آپ کا کیا تعلق ہے؟" میں نے سوال کیا۔
"بلجیم میں ہم نے بعد میں رہائش اختیار کی تھی۔ پہلے ہم پیرس میں ہی تھے۔ وہاں اب بھی ہماری کافی جائیداد اور کاروبار ہے۔"
"آپ کے ڈیڈی مجھ سے مطمئن ہیں۔"
"ہاں! جبکہ یہ اُن کی فطرت کے خلاف ہے۔ ہمارے درمیان

بہت سی باتیں ہوئی ہیں اور ڈیڈی نے مجھے تم سے دوستی کی اجازت دے دی ہے۔ بلکہ میں نے نہایت چالاکی سے یہ اجازت حاصل کی ہے!"
"وہ کیسے؟"
"میں نے ہما کے بارے میں، ڈیڈی کو بتا دیا۔ یہ تفصیل سُن کر وہ سوچ میں ڈوب گئے پھر بولے کہ کیا ہما، گازالی پر اس حد تک اثر انداز ہو سکتی ہے کہ وہ ڈاکٹر طاہر علی کے لیے کام کرنے پر مجبور ہو جائے میں نے کہا اس کے امکانات ہیں۔ تو انھوں نے کہا کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے، کسی بھی قیمت پر نہیں ہونا چاہیے۔ پھر انھوں نے مجھ سے کہا کہ میں ہما کے اثرات ختم کرنے کے لیے تم سے دوستی کروں۔ اور میں نے یہ ذمہ داری قبول کر لی۔"
مجھے ایک دم ہنسی آ گئی، میں نے کہا "مسٹر براؤن ہر محاذ پر لڑنے کے عادی ہیں مس جولیا۔"
"وہ ایک تجربے کار جرنیل ہیں۔ کوئی محاذ خالی نہیں چھوڑتے۔"
"لیکن یہ تو آپ کی شرارت ہے!"
"مجبوری تھی، تم سے دوستی رکھنے کا اور کوئی طریقہ نہ تھا۔"
"کیا مطلب؟"
"ڈیڈی آسانی سے تو مجھے تم تک نہ آنے دیتے۔ اب مجبوری ہے جس راستے پر انھوں نے مجھے دھکیلا ہے اس پر دوڑتی ہوئی میں اتنی دور نکل جاؤں کہ واپسی ممکن نہ ہو تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟" جولیا نے شرارت سے آنکھیں نچاتے ہوئے کہا۔
"اس طرح کچھ الجھنیں بھی پیدا ہو سکتی ہیں جولیا۔" میں نے سنجیدہ ہو کر کہا۔
"مثلاً!"
"ڈاکٹر طاہر علی نے بھی یہی راستہ اختیار کیا ہے۔ وہ ہما کے توسط سے ہی مجھ تک پہنچے ہیں۔"
"اس سے کیا فرق پڑتا ہے!"
"ہما انھیں تمھارے بارے میں ضرور بتا دے گی اور طاہر علی محتاط ہو جائے گا۔ وہ یہ بھی سوچ سکتا ہے کہ تم نے مسٹر براؤن کے ایما پر یہ راہ ہموار کی ہے۔"
"سوچتا رہے۔ ہمارا کیا بگاڑ سکتا ہے۔ ہاں تمھارے بارے میں ابھی تک الجھی ہوئی ہوں۔"
"کیوں؟"
"تمھارے اپنے دل میں ہما کا کیا مقام ہے؟"
"میں اس کے راز افشا نہیں کرتا۔"
"مجھے معلوم ہے۔ تنویر اور فریحہ بتا چکی ہیں۔ اسی لیے تو میں نے ہمت نہیں ہاری۔ میں جانتی ہوں تم ہما کو ذرا بھی گھاس نہیں ڈالتے اور صرف محسن اور فریحہ کے لیے اُسے برداشت کرتے ہو۔ ویسے ڈاکٹر طاہر علی خود بھی اناڑی ہے۔ اُس نے خود ہی مجھ سے کہا تھا کہ میں تم سے ملاقات کر کے میکے براؤن کی طرف سے سودے کی بات کروں۔ میں اس کا مقصد اچھی طرح سمجھ گئی تھی لیکن میں نے اس موقع سے پورا فائدہ اُٹھایا۔"
"کیا مقصد تھا اس کا؟" میں نے سوال کیا۔
"مجھے منظرِ عام پر لا کر وہ تم پر رعب ڈالنا چاہتا تھا، اور اس کے ساتھ ہی میرے شانوں کا بوجھ بھی ہلکا کرنا چاہتا تھا تاکہ تمھیں شریکِ راز کرنے سے اگر کوئی نقصان پہنچ جائے تو ذمہ داری صرف اس پر نہ آئے۔ تمھارے سلسلے میں اُس کے ذہن میں خدشات تو ضرور ہوں گے یہ پہلو اُس نے نہیں سوچا تھا کہ اس طرح تمھارے اور ڈیڈی کے درمیان براہِ راست بھی واسطہ ہو سکتا ہے؟"
"یہ تمھارا تجزیہ ہے جولیا!" میں نے محبت سے کہا۔
"ہاں! بزنس مین کی بیٹی ہوں!"
"خوب!" میں نے گہری سانس لی۔ کریم بابا نے چائے کے برتن نفاست سے سجا دیے۔ جولیا نے خود اُٹھ کر چائے بنائی، پھر چائے پینے کے بعد وہ اُٹھ گئی۔ میں اُسے نیچے تک چھوڑنے گیا۔

✻

دوسرے دن سویرے تنویر آ گئی۔ اُسی نے مجھے جگایا تھا۔
"خالقِ کائنات نے اس جہاں کو اتنا حسن بخشا ہے کہ بیان سے باہر ہے۔ کبھی اُبھرتے سورج کا منظر بھی دیکھ لیا کریں!"
"بہتر!" میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اُسے دیکھنا شروع کر دیا۔ اور تنویر جھینپ گئی۔ وہ گردن جھکا کر ہنسنے لگی تھی: "تبھی تو میں کہوں کہ یہ لڑکیاں آپ کے معاملے میں اتنی احمق کیوں بن جاتی ہیں۔ جبکہ آپ زبان سے کچھ نہیں کہتے۔ یہ حرکتیں ہی ہیں جو انھیں بیوقوف بناتی ہیں... جلدی سے اُٹھیے دیر ہو رہی ہے۔ جلدی تیار ہو کر آ جائیے، سب انتظار کر رہے ہیں۔" وہ اس طرح جھینپی کہ رک نہ سکی۔

میں نے بستر چھوڑ دیا۔ غسل کر کے جلدی جلدی لباس تبدیل کیا اور پھر باہر نکل آیا۔ تین گاڑیاں تیار کھڑی تھیں۔ ان کی ڈکیاں سامان سے بھری ہوئی تھیں۔ پکنک کے لیے ایک دُور کا علاقہ منتخب کیا گیا تھا جہاں تاریخی عمارتیں بکھری پڑی تھیں۔ میں اس سے قبل بھی یہ علاقہ دیکھ چکا تھا۔

سفر شروع ہو گیا۔ ہما بہت خوب صورت لباس میں تھی۔ جولیا نے اپنی دانست میں وہ تمام سامان کر لیا تھا جو کسی کو تباہ کرنے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے لیے کافی ہو۔ ندرت بھی سادہ لباس میں موجود تھی۔ اتنی ہی خاموش اتنی ہی سنجیدہ۔ پکنک پوائنٹ پر پہنچ کر ملازمین انتظامات میں مصروف ہوگئے۔ ہم سب ایک جگہ منتخب کرکے بیٹھ گئے۔ جولیا کھنڈرات کو دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ بولی: "بیٹھے رہنا تو عقل مندی نہیں بہتر ہے کہ سب اپنے طور پر تفریح کریں۔"

محسن نے جلدی سے اس کی بات لپک لی۔ "کیا عمدہ تجویز ہے آؤ فریحہ!" فریحہ ہنستی ہوئی کھڑی ہوگئی۔ ہما کو ذرا دیر ہوگئی، وہ اٹھی ہی تھی کہ جولیا نے بے تکلفی سے میری کلائی پکڑتے ہوئے کہا۔ "تم مجھے ان کھنڈرات کی تفصیل بتاؤ۔ تمھیں یقیناً ان کے بارے میں معلوم ہوگا؟"

اس موقع پر میں ہما سے آنکھ ملانے کی ہمت نہیں کر سکا تھا۔ جولیا سے بھی کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا، چنانچہ میں خاموشی سے اس کے ساتھ چل پڑا۔ اور جتنی جلدی ممکن ہو سکا کھنڈرات میں داخل ہو گیا۔

"کیا وہ آپ کو ساتھ لائی ہے!" جولیا نے کہا۔

"آپ کے اس اچانک حملے کے لیے وہ بالکل تیار نہیں تھی۔"

"بہت تیاریاں کرے گی۔ پلیز گازالی اب اس کا کھیل ختم کر دو۔ میں بھی عورت ہوں میرے بھی جذبات ہیں اب میں اس سچویشن کو کھیل میں بھی برداشت نہیں کر سکتی۔"

"آپ کے وجود میں کوئی مشرقی روح ہے جولیا۔ یورپ تو بہت جدید ہے۔"

"یہی سمجھ لو!"

"میں اگر راستے میں رہ گیا تو کہیں کا نہ رہوں گا!"

"مجھ پر اعتبار کرنے کی کوشش کرو۔" جولیا سنجیدہ ہوگئی۔

"آؤ میں تمھیں ان کھنڈرات کے بارے میں بتاؤں۔"

"نہیں مجھے صرف اپنے بارے میں بتاؤ۔ مجھ سے میرے بارے میں پوچھو۔ میں... میں گازالی میں..." جولیا میرے نزدیک آگئی۔

"میں اپنی زندگی میں..."

قریب ہی کوئی پتھر لڑھکا، اور جولیا سنبھل گئی۔ قدموں کی چاپ نمایاں ہوگئی۔ پھر محسن اور فریحہ نظر آئے۔ "یہ آپ لوگ ہمارا تعاقب کیوں کر رہے ہیں۔" محسن نے ... فریحہ ہنسی روکنے کی کوشش کر رہی تھی اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

"میرا قصور نہیں ہے بڑے بھیا!" میں نے گھگھیاتے ہوئے کہا اور محسن کا قہقہہ اُبل پڑا۔ فریحہ بھی بے تحاشا ہنس پڑی تھی۔ میں ان کی ہنسی کی وجہ سمجھ رہا تھا۔

"آیئے ہم کو واپس لے چلیں۔" محسن نے کہا۔

"ابھی تو میں ان کھنڈرات کے بارے میں کچھ بھی نہیں جان سکی۔" جولیا نے احتجاج کیا۔

اچانک مجھے احساس ہوا کہ ہم نے بداخلاقی کی ہے۔ تنویر ہے، دوسرے لوگ ہیں۔ وہ کچھ عجیب محسوس کر رہے ہوں گے۔ "آؤ غزالی!" محسن نے کہا اور واپسی کے لیے پلٹ پڑا۔ جولیا کا موڈ خراب ہوگیا تھا، لیکن محسن نے اس کی پروا نہیں کی۔ میں پلٹا تو جولیا نے بھی آگے قدم بڑھا دیے۔

تنویر، ہما سے باتیں کر رہی تھی۔ میں نے ہما کی آنکھوں میں شدید غصے کی چمک دیکھی۔ تنویر چہکی: "اتنی جلدی کیا کھنڈرات میں بھوت نظر آگئے تم لوگوں کو؟"

"نہیں وہاں جا کر ہمیں احساس ہوا کہ ہم بھوتوں کو تو دہیں چھوڑ آئے ہیں۔ اور وہ کھنڈرات بھوتوں کے بغیر بے رونق لگ رہے تھے۔" محسن نے کہا۔ محسن کے دونوں بھائی ندرت سے باتیں کر رہے تھے اور ندرت مسکرا رہی تھی۔ میں نے پہلی بار اسے مسکراتے دیکھا تھا۔ مسکراتے ہوئے اس کے چہرے کی اجنبیت نہ جانے کہاں غائب ہوگئی تھی میں ایک لمحے اسے دیکھتا رہ گیا۔

"کیا یہیں بیٹھ کر وقت گزارا جائے گا؟" تنویر نے کہا۔

"سب آزاد ہیں جس کا دل چاہے کرے۔" محسن بولا۔ اور پھر میرا بازو پکڑ کر وہاں سے ہٹ گیا۔ "تمھاری وجہ سے ہم نے اتنے خوب صورت وقت کی قربانی دی ہے۔ فریحہ نے تم دونوں کو دیکھا تو گھبرا کر بولی کہ اسے دیکھو وہ جولیا، غزالی بھائی کو پکڑ لائی ہے۔ اور ہم تمھیں بچانے چل پڑے۔ اور پھر ہم نے سُنا، مجھ پر اعتبار کرنے کی کوشش کرو۔ اور جواب سُنا۔ آیئے میں آپ کو کھنڈرات کے بارے میں بتاؤں۔ پھر کوئی بولا، میں اپنی زندگی میں..." وہ ہنستے ہنستے دُہرا ہو گیا۔

"محسن!" میں نے جبڑے بھینچ کر کہا۔ "تمھاری یہ نوکری بہت سخت ہوگئی ہے۔"

"عشق کا الاؤنس تمھیں الگ سے مل جائے گا، برادرم! نہ شد دو شد۔ ہما تو ہماری ضرورت تھی لیکن اب ان میڈم جولیا کا کیا کیا جائے۔ ان پر یہ عذاب کب سے نازل ہوا۔"

"خدا جانے!" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"میں جولیا کو سنبھالتا ہوں تم ذرا ہما کو درست کرو، ورنہ بڑی پریشانی اٹھانی پڑے گی پلیز... اسے دوستی کے کھاتے جمع کر دو۔" محسن لجاجت سے بولا۔ اور میں ہنس پڑا۔

واپس جا کر محسن نے چالیں چلنا شروع کر دیں اور نہ جانے کس طرح جولیا کو پھسلا کر ساتھ لے گیا۔ تنویر بھی اس کے ساتھ

گئی تھی، ندرت بدستور محسن کے بھائیوں میں مصروف تھی حالانکہ یہ سنہری موقع تھا، ندرت کبھی میرے ہاتھ نہیں لگتی تھی لیکن موجودہ حالات قطعی اجازت نہیں دیتے تھے کہ میں ندرت سے بات بھی کر دوں۔ اب میں ہما کے رحم و کرم پر تھا۔

"آپ یہاں کیسے رہ گئے۔ جولیا کے ساتھ نہیں گئے؟" ہما کا لہجہ استہزائیہ تھا۔

"عجیب احمق لڑکی ہے یہ جولیا۔ دراصل ان کے معاشرے میں کسی بھی اجنبی سے بے تکلف ہو جانا کوئی عیب نہیں ہوتا۔"

"وہ اجنبی خاتون ہے تمھارے لیے؟"

"کیا مطلب؟"

"دن رات کا ساتھ ہے۔ ایک جگہ رہتے ہو۔"

"تمھیں علم ہے ہما! میں ان لوگوں سے الگ تھلگ ہی رہتا ہوں۔"

"غزالی! میں تمھیں اب اس کوٹھی میں نہیں رہنے دوں گی۔ میں ڈیڈی سے بات کرتی ہوں۔ تم یہ نوکری چھوڑ دو بس، میں اپنی کوٹھی میں تمھارے لیے بندوبست کرتی ہوں۔"

"اس موضوع پر پھر کبھی گفتگو کریں گے۔ آؤ وہ اس طرف کیا ہے؟" میں نے ایک سمت اشارہ کیا، اور ہما کے ساتھ وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ پورا دن میں جولیا اور ہما کے درمیان پنگ پانگ کی گیند بنا رہا۔ خدا خدا کر کے واپسی کا وقت آیا اور یہ مصیبت ختم ہوئی۔ جولیا خوش تھی اور ہما ناخوش۔ مجھے اندازہ ہوگیا کہ اب کچھ الجھنوں سے دوچار ہونا پڑے گا۔

دوسرے دن دفتر سے فون پر میں نے مسٹر براؤن سے رابطہ قائم کیا اور انھیں اطلاع دی کہ میں نے عمارت کا بندوبست کر لیا ہے۔

"کیا میں اس کا جائزہ لے سکتا ہوں؟"

"کیوں نہیں! براہ کرم پتا نوٹ کر لیں۔" میں نے کہا، اور اصل عمارت کے بارے میں پوری تفصیل مسٹر براؤن کو بتا دی۔

"میں چاہتا ہوں کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے میں یہاں سے روانہ ہو جاؤں۔ جولیا تمھارے ساتھ آئے گی۔ میں نے صرف تمھارے بھروسے پر اپنے مہمان کو ساتھ لے جانے کے انتظامات شروع کر دیے ہیں لیکن مکمل کارروائی اسی وقت ہوگی جب وہ ہماری تحویل میں آ جائے گا۔"

"ملاقات کس وقت ہو سکے گی؟"

"یہ تم پر منحصر ہے!"

"تو پھر آج چھ بجے!"

"میں انتظار کروں گا!" مسٹر براؤن نے کہا اور فون بند ہو گیا۔

شام کو ٹھیک چھ بجے میں نے مسٹر براؤن کے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ اور مجھے داخلے کی اجازت مل گئی۔ آج مسٹر براؤن کے انداز میں کافی تپاک تھا۔ رسمی گفتگو کے بعد کام کی باتوں کا آغاز ہو گیا۔

"میں نے عمارت دیکھ لی ہے۔ نہایت مناسب جگہ ہے وہاں دو آدمی بھی تعینات کر دیے ہیں تم نے۔ بہت مستعد لوگ معلوم ہوتے ہیں۔"

"جی ہاں۔ نہایت کارآمد ہیں!"

"دوسرے لوگوں کا بندوبست ہو گیا؟"

"بالکل!"

"پھر اب دیر کس بات کی ہے؟"

"مناسب وقت کے انتظار میں ہوں ... سلسلے میں، میں نے ایک پروگرام ترتیب دیا ہے۔"

"مجھے بتانا پسند کرو گے؟"

"کیوں نہیں! بوڑھے پر بعض اوقات جنون کے دورے پڑتے ہیں اور وہ اپنی رہائش گاہ سے فرار ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ میں یہ جائزہ لینے میں مصروف تھا کہ یہ دورے کس وقت پڑتے ہیں۔ مجھے علم ہوا ہے کہ وہ کوٹھی سے کچھ بھاگنے کی کوشش کرتا ہے اور جب اس کی تکمیل میں ناکام رہتا ہے تو جنونی ہو جاتا ہے۔ کل میں اُسے اس پر آمادہ کروں گا۔ میں اسے موقع فراہم کروں تاکہ وہ باہر نکل جائے اور اسی وقت میرے آدمی اُسے وہاں سے غائب کر لیں۔ اس طرح بات گول مول ہو جائے گی، اور صحیح صورت حال کا اندازہ نہیں ہونے پائے گا، یہی سوچا جائے گا کہ وہ خود کہیں روپوش ہو گیا ہے۔"

"تجویز بُری نہیں ہے۔ اس وقت تم کہاں ہو گے؟"

"اُسی کوٹھی میں یا وہاں رہ کر حالات سنبھالنا بھی تو ہوں گے۔"

"اگر تم اجازت دو، تو اس وقت میں آس پاس ہی رہوں۔ ذرا کام کی نگرانی رہے گی۔ میں نے کرائے پر کار حاصل کر لی ہے۔ اگر مجھے وقت کا اندازہ ہو جائے تو اس وقت میں کوٹھی کے پاس موجود رہوں گا، خود ان لوگوں کے کام کی نگرانی کروں گا۔ انھیں میرے بارے میں بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں خفیہ طور پر ان کے پیچھے لگا رہوں گا۔"

میں نے صرف ایک لمحے سوچا اور پھر میں نے پورے اعتماد سے کہا "یہ بہت عمدہ رہے گا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"وقت کا تعین کر سکو گے؟"

"رات کو دس بجے کے بعد کسی بھی وقت ممکن ہے آپ و دیر تک انتظار کرنا پڑے۔"

"ٹھیک ہے! میں پونے دس بجے وہاں پہنچ جاؤں گا۔" میکے براؤن نے کہا۔

"اس سلسلے میں اور کوئی ہدایت؟"

"اب تمہیں ہدایت دینے کی گنجائش نہیں رہی ہے لڑکے مجھے تم پر اعتماد ہے۔ میں تمہاری پلاننگ سے متفق ہوں، جولیا ے ذریعے مجھے ان دواؤں کے بارے میں معلوم ہوا تھا، وہ زیادہ نام تو نہیں کر سکی لیکن موٹی موٹی باتوں کے بارے میں مجھے س سے معلوم ہو چکا ہے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر براؤن! اب مجھے اجازت ہے!" میں نے کہا اور پھر وہاں سے واپس چل پڑا۔ جولیا نے اگر مسٹر براؤن کو کوٹھی کی کیفیات سے آگاہ کیا ہے، تو اس میں ندرت کا کوئی ذکر تو نہیں آیا؟ میں سوچتا رہا۔ یہ کارڈ محفوظ رہنا چاہیے۔ اگر ندرت ان لوگوں کی نگاہوں میں آگئی تو محسن صاحب چت ہو جائیں گے۔ لیکن میکے براؤن نے اب تک ایسا کوئی تذکرہ نہیں کیا تھا۔ ندرت خود بھی بے حد محتاط تھی۔ اس کے اور بوڑھے کے درمیان کوئی ربط ضرور تھا لیکن اس نے اس ایک رات کے بعد بوڑھے سے ملنے کی کبھی کوشش نہیں کی تھی۔ حالانکہ میں اس کے لیے اجنبی نہیں تھا۔ وہ جانتی تھی کہ میں نرم طبیعت ہوں۔ وہ یہ بھی جانتی تھی کہ میں نے اس کا راز افشا نہیں کیا۔ اس نے مجھ پر اعتماد کا اظہار کر کے اپنی مجرمانہ حرکتوں کی معافی مانگی تھی۔ وہ اگر چاہتی تو اس راز کو ہمیشہ راز ہی رہنے دیتی لیکن باضمیر تھی مجھ سے معافی مانگے بغیر نہ رہ سکی۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود وہ سخت بھید تھی۔ بلاشبہ اس کا کردار بوڑھے سے بھی زیادہ پُراسرار تھا۔

ہر حال میں نے اپنا پروگرام میکے براؤن کے سامنے پیش کر دیا تھا۔ اور اب ہر قیمت پر اس پر عمل کرنا تھا۔ واپسی پر میں قادر کے پاس پہنچ گیا۔ قادر نے حسب معمول پُرتپاک استقبال کیا۔

"کہو چیف! پروگرام کیسا چل رہا ہے؟"

"تمہاری مہربانی سے بالکل ٹھیک ہے قادر۔ اس عمارت کی کیا پوزیشن ہے، جہاں ہم اس بوڑھے کو قید کریں گے؟"

"ایک نگاہ دیکھ لو جی چاہے تو۔ وقت ہے تمہارے پاس؟"

"ہاں اگر یہ ممکن ہو سکے تو۔"

"ابھی ممکن ہو جائے گا۔ گاڑی ہے تمہارے پاس۔"

"ہاں، یقیناً ہے!" میں نے جواب دیا، اور قادر نے کسی کو بلانے کے لیے گھنٹی بجائی۔ ایک ملازم کے آنے پر اس نے کسی رام داس کو بلانے کے لیے کہا۔ رام داس بھاری بدن کا خطرناک شکل کا آدمی تھا۔

"رام داس، صاحب کو دیوراج لے جاؤ۔ کلیا گھاٹ پر موہن موجود ہوگا۔ ٹیلے والے راستے سے چلے جانا، پل سے پار جانے کے لیے لمبا راستہ طے کرنا پڑے گا۔ عمارت دکھا کر صاحب کو کلیا گھاٹ چھوڑ دینا، اور تم گھر چلے جانا۔"

"جی مہاراج!" رام داس نے کہا۔

"کچھ پی لو غزالی!" قادر نے کہا۔

"نہیں قادر شکریہ۔ پھر سہی۔"

"چلے جاؤ! اگر اطمینان ہو تو رام داس کو بتا دینا، اگر پسند نہ آئے تو پھر کسی دوسری جگہ کا انتظام کریں گے۔ ویسے دریا پار کا علاقہ ایسے کام کے لیے بہت اچھا ہے۔ رام داس تم باہر رکو صاحب ابھی آتے ہیں۔" اس نے کہا اور رام داس باہر چلا گیا۔

"عمارت پسند آگئی تو کام کب کرنا ہوگا۔ میں یہ تو پوچھنا بھول گیا!"

"کل ساڑھے تین بجے قادر!"

"سارے انتظامات ہو گئے ہیں؟"

"تقریباً!"

"ٹھیک ہے، ایکبار پھر پروگرام دہرا دو، تاکہ میں اپنے انتظامات کر لوں۔ ساڑھے دس بجے کام چالو ہوگا۔ میرے آدمی کو بوڑھے کو کہاں سے نکالنا ہوگا۔ کیا محسن کی کوٹھی سے؟"

"نہیں! وہ کوٹھی سے خود ہی باہر نکل آئے گا۔ تم اسے ا لینا۔ اس کا حلیہ ذہن نشین کر لو۔" میں نے قادر کو بوڑھے کا حلیہ دیا۔ "کوٹھی کے راستے پر تقریباً دو میل چلنے کے بعد سندھیا ود علاقہ آجاتا ہے وہ جگہ سنسان ہے وہاں تمہارے آدمی اس کا راستہ روکیں گے اور بوڑھے کو اپنی تحویل میں لے لیں گے۔ ایک خاص بات کا تمہیں خیال رکھنا ہے قادر۔"

"کیا؟"

"ایک غیر ملکی اپنی گاڑی میں کوٹھی سے تمہارا تعاقب کرے گا۔ بوڑھے کے دوسرے اغوا تک اسے چیک نہیں کرنا لیکن اغوا کے بعد اسے سنبھالنا پڑے گا، تاکہ وہ پیچھا نہ کر سکے۔"

"اوہ! اس کا مطلب ہے کہ پروگرام میں تبدیلی کرنی پڑے گی۔" قادر نے پُرخیال انداز میں کہا۔

"کیا مطلب؟"

"پہلے میرا خیال تھا کہ پہلے اغوا میں، میں ساتھ رہوں، دوسرا اغوا میرے اور آدمی کریں گے لیکن اب مجھے الگ ر تاکہ میں اس پیچھا کرنے والے کو سنبھالوں جس گاڑی میں

کرے گا اس کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکتا ہے؟"

"مشکل ہے!"

"کوئی بات نہیں، وقت ایسا ہے کہ اندازہ ہو جائے گا۔ بس ٹھیک ہے میں یہ کام بھی کر لوں گا۔ اور کچھ؟"

"بس تمہاری مہربانی قادر! تمہارا یہ احسان میں کبھی نہیں بھولوں گا۔"

"کوئی بات نہیں کسی موقع پر ہم بھی تمہارا احسان لے لیں گے اور حساب برابر ہو جائے گا۔"

"میں اس وقت کا انتظار کروں گا!" میں نے قادر سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ اور باہر نکل آیا۔ رام داس ایک اسٹول پر بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا اور پھر ہم دونوں کار میں بیٹھ کر چل پڑے۔ دو تین جگہ رام داس نے مجھے راستہ بتایا۔ تقریباً رات ہو چکی تھی۔ اس وقت دریا کا گھاٹ سنسان پڑا تھا۔ سوائے کنارے پر چلنے والی کشتیوں کے جن کے ملاح ان پر بیٹھے ہوئے باتوں میں اور بیڑی پینے میں مصروف تھے۔

"رام داس پل یہاں سے کتنی دور ہے؟"

"چار میل دور صاحب۔ سات بجے کے بعد پل پر پولیس لگ جاتی ہے اور ہر گاڑی چیک کی جاتی ہے۔"

"اور یہاں کلیا گھاٹ کی چھان بین نہیں کی جاتی؟"

"پلی پار بہت سے مندر ہیں صاحب! پوجا پاٹ کرنے والے ادھر آتے جاتے رہتے ہیں، اس لیے ادھر دھیان نہیں دیا جاتا۔"

"یہاں تمہاری کشتی ہر وقت رہتی ہے؟"

"ہاں صاحب! ادھر اپنا دھندا ہے اس لیے موہن کی ڈیوٹی یہیں رہتی ہے۔"

"موہن تمہارا آدمی ہے؟"

"جی صاحب!" ہم کار کو مناسب جگہ کھڑا کر کے موہن کے پاس پہنچ گئے جو دھوتی اور شلوکے میں ملبوس تھا۔ رام داس نے اس سے بات کی اور موہن نے گردن ہلا دی۔ پھر بادبانوں کے رخ مڑ گئے اور موہن پتوار چلانے لگا۔

دیوراج عمارت تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ یہ سرخ پتھر کی سلوں سے بنی ہوئی قدیم عمارت تھی۔ جن پر اب کائی مسلط ہو چکی تھی۔ بہت مضبوط اور اندر سے کشادہ تھی۔ یہاں قادر کے تقریباً دس آدمی موجود تھے۔ تاش کی بازی لگی ہوئی تھی اور نوٹ بکھرے ہوئے تھے۔ مجھے اس عمارت کے بارے میں اندازہ ہو گیا کہ یہ کیا ہے۔ بہر حال موزوں جگہ تھی۔ اطراف میں مندر بکھرے ہوئے تھے اس لیے ارد گرد تقدس کی فضا بھی تھی۔ میں نے عمارت دیکھنے کے بعد واپسی کے لیے ۔ راستے میں رام داس سے کچھ سوالات کیے اور مطمئن ہو گیا۔ گھاٹ پر پہنچ کر میں نے رام داس سے کہا کہ قادر کو میرے مطمئن ہونے کی اطلاع دے دے۔

تقریباً پونے گیارہ بجے کوٹھی واپس پہنچا تو کریم بابا نے طنزیہ لہجے میں بتایا کہ جولیا دو بار آ چکی ہے۔ "ایک بات کہیں صاحب؟"

"کیا بات ہے کریم بابا؟"

"یہ گورے لوگ اچھے نہیں ہوتے، ان پر اعتبار مت کرنا۔"

"نہیں کروں گا، آپ کھانا لگا دیں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور کریم بابا باہر نکل گئے۔ کھانے سے فارغ ہوا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

دوسری طرف جولیا تھی "خیریت! کہاں رہ گئے تھے؟"

"یونیورسٹی کے کچھ پرانے دوستوں کے درمیان گھر گیا تھا جولیا۔ کوئی خاص بات ہے۔"

"ہاں!"

"فون پر بتانے کی ہے؟"

"بالکل ہے!"

"تو بتاؤ!"

"آج تمہیں دیکھا نہیں ہے، کچھ بے چینی ہے۔"

"کل بھی نہیں دیکھ سکو گی۔ صبر کرنا سیکھو۔"

"کیوں... کل کیوں؟"

"بس کچھ لوگوں نے مصروف کر رکھا ہے۔ تم جانتی ہو۔ اور یہ بھی عرض کرنا ہے کہ فون کی دوسری لائنیں بھی ہیں، کسی نے اٹھا لیا تو... اس لیے خدا حافظ!" میں نے فون بند کر دیا۔ یہ بیوقوف لڑکی کہیں مروا ہی نہ دے۔ کمبخت اتنی مشرق پسند ہو گئی تھی کہ عشق کے بھی مشرقی انداز ہی اپنا رہی تھی۔ مجھے ان سب لڑکیوں کی بیوقوفی پر ہنسی آگئی جو ایک ہی طرح کی ہوتی ہیں۔

تھوڑی دیر کے بعد اپنی جگہ سے اٹھ کر میں بوڑھے بابا کی رہائش گاہ کی طرف چل پڑا۔ دروازے پر ہی نادر بیگ سے ملاقات ہو گئی۔ "ہدایت کہاں ہے نادر؟" میں نے سوال کیا۔

"اسے ملیریا ہو گیا صاحب! اس وقت سو رہا ہے!"

"واہ۔ عمدہ خبر ہے۔ کوئی دوا وغیرہ لی ہے اس نے؟"

"جی۔ دوا لینے گیا تھا۔"

"بوڑھے کی کیا کیفیت ہے؟"

"پہلے سے مختلف نہیں ہے آج سمندر کی تصویر کو چھو کر دیکھ رہا تھا۔ اس تصویر سے اسے خاص دلچسپی ہے۔ آپ کے لائے ہوئے کھلونوں کو لے کر باہر چلا گیا۔ ان سب کو صحن کی مٹی میں دفن کر آیا ہے۔"

"گڈ... کل تمہارا امتحان ہے نادر! ہدایت کی بیماری سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہم پورا فائدہ اُٹھائیں گے۔ تمھیں اُس کی دوا میں خواب آور گولیاں پیس کر ملانی ہوں گی، اس کے علاوہ کل بوڑھے کو صحن میں لے جاؤ۔ اُسے مٹی گوندھ کر دو۔ بلکہ خود بھی اُس کے ساتھ اُلٹے سیدھے کھلونے بناؤ۔ کیا سمجھے؟"

"سمجھ نہیں سکا صاحب!" نادر بیگ نے اُلجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"کل اُس پر جنون کے دورے پڑنے چاہئیں۔ تم اُسے دن بھر پریشان کرتے رہنا، لیکن شام سے قبل اُسے اس عمارت سے باہر نہیں نکلنا چاہیے۔ البتہ رات کو..." میں نے نادر بیگ کو کام کی پوری تفصیل سمجھائی۔ "اس کے بعد تمھاری یہاں کی ڈیوٹی ختم ہو جائے گی۔"

"ٹھیک ہے صاحب!" نادر بیگ نے چند سوالات کے بعد گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

آج کی رات بڑی بے چینی کی رات تھی۔ بہت کچھ سوچنے اور سمجھنے کی ضرورت تھی۔ ایکبار پھر جائزہ لینا تھا کہ جو خطرناک کھیل میں نے شروع کیا ہے وہ مناسب بھی ہوگا یا نہیں۔ دل نے یہی کہا کہ محسن نے ابتدائی سہارا دیا ہے، ساری زندگی کا ٹھیکہ نہیں لیا۔ اور اگر یہ ملازمت برقرار بھی رہے تو مجھے اسی پر تو زندگی نہیں گذارنی۔ بعد کے واقعات کچھ بھی ہوں۔ یہ کام جاری رکھنا ہی بہتر ہے، پھر حسن صاحب سے نمک حرامی بھی نہیں کر رہا، میں۔ بلکہ ان کے بد دیانت دوستوں سے انھیں آگاہ بھی کر دوں گا آخر میں۔

دوسرے دن بدن میں سخت اینٹھن ہوتی رہی۔ کسی کام میں جی نہیں لگا۔ دن بھی اتنا طویل ہو گیا تھا کہ بیان سے باہر۔ خدا خدا کر کے شام ہوئی تو میں آفس سے نکل کر گھر چل پڑا۔ راستے میں ایک جگہ رک کر پبلک کال بوتھ سے مسٹر براؤن کو فون کیا۔ وہ مستعد تھے۔

"کیا پوزیشن ہے؟"

"اطمینان بخش! آپ سے اب دوسری ملاقات کب ہوگی؟"

"رات کو مل سکتے ہو۔ پونے دس بجے کوٹھی کے پاس؟"

"مناسب نہیں ہوگا!"

"تو پھر کل دس بجے آفس جانے سے پہلے میرے پاس آ جانا!"

"او کے! آپ ہوشیاری سے اپنا کام کریں!" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔

اس کے بعد گھر آ گیا۔ سب لوگ موجود تھے لیکن کوئی ہنگامہ نہیں تھا۔ البتہ شام سات بجے محسن میرے پاس آ گیا۔ خوش نظر آ رہا تھا۔

"کوئی مصروفیت تو نہیں ہے؟"

"کیوں خیریت!"

"یار میرے پیارے والدین کو آخر میرا خیال آ ہی گیا۔ آج فریحہ کے والدین اسی موضوع پر گفتگو کرنے آ رہے ہیں۔ رات کے کھانے پر ساتھ رہنا۔"

"اس پرائیویٹ تقریب میں میری موجودگی مناسب ہوگی؟" میں نے پوچھا۔

"بالکل مناسب ہوگی! تاریخ وغیرہ طے ہونی ہے۔ ابتدائی گفتگو وہ لوگ کر لیں گے۔ ہم تو صرف کھانے میں شریک ہوں گے۔"

"خادم کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ اور پھر خوشی کی یہ خبر میرے لیے بھی اہم ہے!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "مگر کچھ تیاریاں نہیں نظر آ رہیں؟"

"صرف دو آدمی آ رہے ہیں۔ تیاریاں کیا ہوتیں!" محسن پونے آٹھ بجے تک میرے ساتھ رہا۔ میں اُسے چھوڑتے انیکسی سے باہر آ گیا۔ محسن جیسے ہی اندرونی عمارت میں داخل ہوا میں بوڑھے کی طرف چل پڑا۔ اندر قدم رکھتے ہی مجھے ہنگامے کا احساس ہوا۔ نادر بیگ برآمدے میں مل گیا۔ "کیا پوزیشن ہے؟"

"وہ سخت جنون کے عالم میں ہے۔ میں نے کمرے میں بند کر دیا ہے!"

"ہدایت کی کیا کیفیت ہے؟"

"بیہوش ہے! میں نے کام کر دیا ہے اس پر۔"

"اس پر جنون کیسے طاری ہوا؟"

"میں صبح سے کوششوں میں مصروف تھا۔ لیکن وہ بالکل پُرسکون رہا۔ پھر اُس وقت جب وہ سمندر والی تصویر کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ تو میں نے وہ تصویر اُدھر سے ہٹا لی تو اُس نے مجھ پر حملہ کر دیا۔"

"حملہ کر دیا!" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں! میں بمشکل اس کمرے سے باہر نکل سکا۔ وہ بیحد خونخوار ہو رہا تھا، اور مجھ سے تصویر چھین لینا چاہتا تھا۔ کمرے کا دروازہ میں نے باہر سے بند کر دیا۔ اس وقت سے وہ شدید جنونی ہو رہا ہے۔ دروازے پر مسلسل ضربیں لگائے جا رہا ہے۔"

"تصویر کہاں ہے؟"

"میرے پاس ہے!"

"دروازہ مضبوط ہے نا، ٹوٹ تو نہیں جائے گا؟"

"نہیں صاحب! دروازہ مضبوط ہے!"

"ٹھیک دس بجے اُسے کھول دینا۔ اور خود اُس کے سامنے نہ آنا۔ ہوشیاری سے سارا کام کرنا ہے۔"

"آپ اطمینان رکھیں صاحب!" نادر بیگ نے کہا۔ اور پھر

اُس نے وہ تصویر میرے حوالے کر دی۔ تصویر لے کر میں انیکسی میں واپس آ گیا۔ کافی دیر تک میں تصویر کا جائزہ لیتا رہا لیکن سمجھ میں نہیں آیا کہ اس میں بوڑھے کی دلچسپی کیا معنی رکھتی ہے۔

محسن کی دعوت کا وقت ہونے والا تھا۔ اس لیے میں اس دعوت میں شرکت کی تیاری کرنے لگا۔ پھر تنویر بلانے آ گئی اور میں اُس کے ساتھ چل پڑا۔

ڈرائنگ روم میں محسن کے ساس سسر سے ملاقات ہوئی۔ یہاں صرف حسن صاحب، بیگم حسن، محسن، تنویر اور دونوں مہمان تھے۔ جولیا موجود نہیں تھی۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔ ندرت بیچاری کو تو وہاں موجود ہی نہیں ہونا چاہیے تھا۔ تعارف ہوا اور پھر کھانے کا وقت آ گیا۔ جوں جوں وقت گذر رہا تھا میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہوتی جا رہی تھیں۔ کھانے کے بعد دونوں مہمان کافی دیر تک رُکے رہے اور پونے دس وہیں بج گئے۔ محسن کی وجہ سے میں اُٹھ بھی نہیں سکا لیکن میری جان لبوں پر تھی۔ خدا خدا کر کے مہمان اُٹھے۔ ہم اب انھیں باہر چھوڑنے آئے۔ جونہی مہمانوں کی کار باہر نکلی، بوڑھے بابا کے علاقے سے کسی کے چیخنے کی آواز ابھری۔ حسن صاحب واپس پلٹتے پلٹتے رک گئے۔ سب ہی موجود تھے۔ پھر کوئی باہر نکل آیا۔ تاریکی میں بھی میں نے بوڑھے بابا کا ہیولا پہچان لیا تھا۔

نادر بیگ شور مچاتا ہوا باہر نکلا۔ لیکن آج بوڑھا واقعی خطرناک ہو رہا تھا۔ دو ایک قدم وہ دونوں دوڑتے ہوئے آئے لیکن بوڑھا دروازے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ پھر چوکیدار کی چیخ ابھری اور حسن صاحب چیخے۔ "غزالی وہ باہر نکل گیا۔" میں گیٹ کی طرف دوڑا۔ دوسرے لوگ بھی پیچھے آ رہے تھے۔ باہر نکل کر مجھے اندازہ ہوا کہ بوڑھا میرے اندازے سے کہیں تیز دوڑ رہا ہے۔ صورت حال تھوڑی سی خطرناک ہو گئی تھی۔ اگر حسن صاحب بھی گیٹ سے باہر نکل آئے تو ممکن ہے وہ بوڑھے کو اغوا کرتے والوں کو دیکھ لیں۔ میں نے چالاکی سے لوہے کے دروازے پر لات ماری تاکہ وہ بند ہو جائے اور اس کے بعد اسی سمت دوڑنے لگا جس طرف بوڑھا بھاگا تھا۔ بہت دور میں نے کسی کار کا انجن اسٹارٹ ہونے کی آواز سُنی لیکن کوئی روشنی نظر نہیں آئی۔ پھر دوسری کار بھی اسٹارٹ ہوئی۔ یہ آواز عقب سے آئی تھی۔ ایک اور کار زن سے میرے نزدیک سے گذر گئی۔ حسن صاحب، محسن اور دوسرے لوگ بھی باہر آ گئے تھے۔ میں دوڑتا ہوا کافی دُور نکل آیا۔ نادر اپنی کوشش میں کامیاب ہو گیا تھا، جبکہ دوسری کار سو فیصدی مسٹر براؤن کی تھی۔ دُور سے میں نے دیکھا کہ حسن صاحب اور محسن وغیرہ گیٹ کے پاس ہی کھڑے ہیں۔

میں دوڑتا ہوا واپس آیا۔ "نہ جانے کدھر نکل گیا!" میں نے بدحواسی کے انداز میں کہا۔ حسن صاحب شاید کسی ملازم کو ٹارچ دینے کے لیے بھیج چکے تھے۔ دوسرے ملازم باہر پھیل کر بوڑھے کو تلاش کر رہے تھے۔ پھر ٹارچ آ گئی اور حسن صاحب میرے ساتھ پیدل ہی دُور تک بوڑھے کو تلاش کرتے رہے۔ وہ بالکل خاموش تھے۔

پندرہ بیس منٹ تک ہم دونوں باہر کے نیم تاریک ماحول میں اِدھر اُدھر دوڑتے پھرے لیکن بوڑھے کا نشان اب کہاں تھا۔ "وہ... وہ کہیں دور نکل گیا۔ میں سائیکلوں پر ملازموں کو بھیجتا ہوں۔ اس طرح اب وہ نہیں مل سکتا۔" حسن صاحب نے اکھڑے ہوئے سانسوں کے ساتھ کہا۔ اور ہم کوٹھی کی طرف واپس چل پڑے۔ حسن صاحب کی صحیح کیفیت کا اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ محسن گیٹ کے چوکیدار کے سر پر پٹی باندھ رہا تھا جو بوڑھے کے دھکے سے آہنی گیٹ سے ٹکرا کر زخمی ہو گیا تھا۔

"عمارت کا چوکیدار بھی زخمی ہے۔ اس کا سر پھٹ گیا ہے۔" محسن نے بتایا۔

"کون... ہدایت؟" حسن صاحب بولے۔

"نہیں دوسرا ملازم۔ ہدایت بیمار ہے!"

"زیادہ زخمی ہوا ہے وہ؟"

"زیادہ نہیں ہے۔ تنویر نے اس کے سر پر مرہم پٹی کر دی ہے۔"

حسن صاحب ملازموں کو سائیکلوں پر بوڑھے کو تلاش کرنے کی ہدایت دینے لگے۔ تنویر نے کہا۔ "ڈیڈی پولیس کو فون کر دیں۔ وہ کسی اور کو نقصان نہ پہنچا دے۔"

"نہیں۔ تم لوگ جاؤ، آرام کرو!" حسن صاحب نے کھردرے لہجے میں کہا۔ اور تنویر اور بیگم حسن اندر چلے گئے۔ ملازم سائیکلیں لے کر باہر نکل گئے تھے۔ حسن صاحب خاموش گیٹ کے نزدیک کھڑے رہے۔ پھر محسن سے بولے "جاؤ محسن تم بھی آرام کرو۔" محسن خود بیزار نظر آ رہا تھا۔ وہ مجھے معذرت آمیز انداز میں دیکھتا ہوا اندر چلا گیا۔

"بہت غلط ہو گیا۔ ایسا جنون اس پر پہلے کبھی نہیں طاری ہوا۔ اس سے پہلے اس نے کبھی کسی پر حملہ بھی نہیں کیا تھا۔ سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ وہ... وہ... کسی کو کچھ بتا نہیں سکتا۔ اور پولیس... کیا خیال ہے۔ پولیس سے اس سلسلے میں کوئی مدد لی جائے؟"

"جیسا مناسب سمجھیں۔ یہ سب کچھ غیر متوقع ہوا۔" میں نے شرمندگی کے انداز میں کہا۔

"مجھے خطرہ تھا... اسی کا خطرہ تھا مجھے۔ داور اُسے مارتا رہتا تھا۔ لیکن تم نرم دل انسان ہو۔ ظاہر ہے، وہ سب کچھ تم نے نہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کیا ہوگا۔ ڈاکٹر طاہر علی ناراض ہوگا۔ بہرحال دیکھو کیا ہوتا ہے۔ کوئی خبر ملے تو مجھے اطلاع دینا۔ میں جاگ رہا ہوں۔" حسن صاحب کوٹھی کی طرف بڑھ گئے۔

میں انتظار کرتا رہا۔ ملازم ایک ایک کرکے واپس آئے۔ وہ ناکامی کے سوا اور کیا اطلاع دے سکتے تھے۔ میں نے انیکسی میں آکر حسن صاحب کو فون کیا۔ اور ملازموں کی ناکامی کے بارے میں بتایا۔

"پولیس کو میں اس سلسلے میں کوئی اطلاع نہیں دوں گا۔ طاہر علی کو فون کیا ہے میں نے، وہ ابھی تھوڑی دیر میں آنے والے ہیں۔ ممکن ہے وہ کوئی حل سوچ سکیں۔"

"میں ازحد شرمندہ ہوں حسن صاحب!"

"اس سے کیا ہوتا ہے... خیر!" حسن صاحب نے کہا اور فون بند کر دیا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی حسن صاحب کا یہ ردِعمل فطری تھا۔

ڈاکٹر طاہر علی کا استقبال میں نے کوٹھی کے گیٹ پر ہی کیا۔ انھوں نے چھوٹتے ہی پوچھا "کوئی پتا چلا؟"

"نہیں۔ پتا نہیں کمبخت کو زمین نگل گئی یا آسمان!"

"تم پر اس کی مکمل ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ کل دوپہر کو جو بھی پوزیشن رہے، ایک بجے مجھ سے کوٹھی پر ملاقات کرنا۔" طاہر علی نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ اور کار پورچ کی طرف لے گیا۔ میں پھر انیکسی میں واپس آگیا۔ دو گھنٹے تک میں انتظار کرتا رہا۔ لیکن میرا بلاوا نہیں آیا۔ پھر میں نے کھڑکی سے طاہر علی کی کار واپس جاتے دیکھی۔

بے اطمینانی مجھے بھی تھی۔ لیکن دوسروں جیسی نہیں۔ بوڑھے کے اغوا کے بعد بھی بیشمار کام تھے جو نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دینا تھے۔ اب جاگتے رہنا بیکار تھا، اس لیے میں بستر پر دراز ہو گیا۔ مجھے لیٹے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ میں نے اسے حسن صاحب کا فون سمجھ کر ہی اٹھایا لیکن دوسری طرف سے قادر کی آواز سنائی دی: "غزالی بھائی۔"

"کون قادر؟"

"ہاں غزالی بھائی۔ میں ہی بول رہا ہوں!"

"شکریہ قادر! میں تمہارا یہ احسان!"

"سنو تو سہی غزالی بھائی۔ بہت بڑی گڑبڑ ہو گئی۔"

"کیا؟" میں بے اختیار اچھل پڑا۔

"پہلا کام ہوا اور پھر دوسرا کام بھی ہو گیا۔ پروگرام کے مطابق ہم اُسے لے کر گھاٹ پر آ گئے۔ اس آدمی کو بھی ٹھیک کر لیا جس نے بیچا کیا تھا۔ لیکن جونہی اس بڈھے کو کشتی میں اتارا۔ اُس نے ہاتھوں میں بندھی رسّیاں توڑ دیں۔ بڑی مضبوط رسّیاں تھیں۔ لیکن اس نے نہ صرف رسّیاں توڑ دیں بلکہ میرے پانچ آدمیوں کو کشتی سے اُٹھا کر پانی میں پھینک دیا۔ اور پھر خود بھی پانی میں کود گیا۔ میرے آدمیوں نے اس کے باوجود اس کا پیچھا نہ چھوڑا اور پانی میں اُسے پکڑنے کو دپڑے۔ ان کا کہنا ہے کہ انھوں نے اپنی زندگی میں اتنے طاقتور انسان سے جنگ نہیں کی تین آدمی سخت زخمی ہو گئے۔ دو بمشکل جان بچا سکے اور وہ نکل گیا۔ مجھے اس کی امید نہیں تھی غزالی بھائی۔ اس لیے پیچھا کرنے والے سے نمٹ کر میں واپس آ گیا تھا۔ ابھی ابھی مجھے اس بارے میں فون پر اطلاع ملی ہے۔ تمھیں فون کرنے کے بعد میں ابھی کچھ لوگوں کو لے کر گھاٹ جا رہا ہوں اُسے تلاش کر لیا جائے گا۔ تم فکر مت کرو۔ بس میں نے تمھیں اطلاع دے دی ہے۔"

میں سنّاٹے میں رہ گیا۔ میرے پورے بدن سے پسینہ چھوٹ رہا تھا۔

ریسیور سے قادر کی ہیلو ہیلو کی آوازیں اُبھر رہی تھیں لیکن مجھ پر سکتہ طاری ہو گیا تھا۔ میری سماعت جیسے گم ہو گئی تھی۔ اس اطلاع نے میرے اعصاب مفلوج کر دیے تھے۔ قادر کا ایک ایک لفظ میرے ذہن میں دھماکے کر رہا تھا۔ بوڑھا بابا فرار ہو گیا تھا، پانچ طاقتور آدمیوں کو زخمی کرکے۔ اُن کا کہنا تھا کہ انھوں نے اپنی زندگی میں اتنا طاقتور آدمی نہیں دیکھا۔ کیا یہ ممکن ہے...؟ کیسے ممکن ہے۔ بوڑھے کی شخصیت کا یہ پہلو کیا قابل تسلیم ہے؟ میری آنکھوں میں اس کی شکل گھوم رہی تھی۔ اس کا قد و قامت بس مناسب تھا۔ اسے ایک تندرست بوڑھا کہا جا سکتا تھا۔ بدن کی بناوٹ میں کوئی خاص بات نہیں تھی۔ داور جس وقت اس کی پٹائی کرتا تھا اس وقت وہ ایک بے بس اور خوفزدہ شخص نظر آتا تھا جو داور کا کچھ نہ بگاڑ سکتا ہو۔ اُس وقت اس کا جنون بھلا اپنا جوش و جلال کیوں نہ دکھاتا تھا۔ آخر اب یہ انقلاب کیوں پیدا ہوا؟

کہیں یہ قادر کی اختراع تو نہیں ہے۔ کیا قادر کسی اور کے جال میں تو نہیں پھنس گیا۔ قادر کے خلوص پر شک کرتے ہوئے دل دُکھتا تھا۔ اُس نے جس طرح میری پذیرائی کی تھی وہ کسی بھی شبہے سے پاک تھی۔ اُس نے مجھے اپنی کہانی بھی سنائی تھی، وہ سب کچھ جھوٹ نہیں تھا۔ مجھے اس کے خلوص میں کوئی کھوٹ نہیں نظر آئی تھی، لیکن وہ جس پیشے سے تعلق رکھتا تھا اس میں سب کچھ جائز ہوتا ہے۔ لیکن اگر یہ اس کی چال ہے تو کس کے ایما پر؟ کیا ڈاکٹر طاہر علی نے اُس سے رابطہ قائم کر لیا ہے۔ اُسے کسی بڑی رقم کی پیشکش کر دی ہے۔ کیا یہ ممکن ہے... مگر کس طرح... کیا اُسے میرے پروگرام کا علم ہو گیا تھا۔

یا پھر میکیے براؤن نے اُس سے معاملہ کر لیا ہے۔ اس شاطر شخص سے یہ بات ممکن تھی۔ ممکن ہے اُس نے ان دونوں آدمیوں سے قادر کے بارے میں معلومات حاصل کی ہوں جو اس مکان پر تعینات تھے جسے میں نے اُسے دھوکا دینے کے لیے حاصل کیا تھا وہ وہاں گیا تو تھا اور اس نے ان لوگوں سے ملاقات بھی کی تھی۔ شاید اس کے بعد وہ قادر سے ملا ہو۔ اسے براہِ راست کوئی پیشکش کر دی ہو، اور قادر نے سوچا ہو کہ یہ رقم کیوں گنوائی جائے جبکہ میرے معاملات وہ دوستی میں ہی نمٹا رہا تھا۔ کیا قادر ایسا کر سکتا ہے؟

دفعتاً مجھے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریسیور کا خیال آیا۔ اور میں نے اُسے کان سے لگا لیا۔ لیکن دوسری طرف سے فون بند کر دیا گیا تھا۔ میں نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ مجھ پر شدید ہیجانی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ ساری ہوشیاری دھری رہ گئی تھی۔ حسن صاحب کے تیور یاد آ رہے تھے۔ اس وقت تو میں مسکرا دیا تھا لیکن اب اچانک صورتِ حال بدل گئی تھی۔ اگر ساری حقیقت حسن صاحب کو بتا دوں تو کتنی ذلت ہو گی۔ محسن کی دوستی بھی کام نہیں آ سکے گی۔ بلاشبہ یہ اُن سے غدّاری قرار پاتی جبکہ حقیقتاً ایسا نہیں تھا۔ میں تو کچھ کرنے کے بعد ان کے سامنے سرخرو ہونا چاہتا تھا لیکن اب بساط ہی اُلٹ گئی تھی، اب ان سے سچ بولنا مناسب نہیں تھا۔

تھوڑی دیر گذری تھی کہ فون کی گھنٹی پھر بج اٹھی۔ میں نے ریسیور پر جھپٹا مارا۔ قادر کی آواز اُبھری۔ "غزالی بھائی؟"

"ہاں قادر۔ میں بول رہا ہوں۔"

"بہت پریشان ہو غزالی بھائی؟"

"یوں سمجھ لو قادر! میں ڈوب گیا۔" میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

"میں شرمندگی کا اظہار نہیں کروں گا غزالی بھائی۔ مجھ سے جو غفلت ہوئی ہے اس کی تلافی کروں گا۔ یہ میری ذمہ داری ہے کہ اُسے تلاش کروں اور تمھیں واپس کروں۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ قادر نے پھر کہا۔ "آرام سے سو جاؤ۔ اس وقت میرے تین آدمی دریا کو کھنگال رہے ہیں۔ میں خود اُن کے ساتھ کام کر رہا ہوں۔ تمھیں فون کرتے ہی چل پڑا تھا۔ ویسے غزالی بھائی اُس نے میرے آدمیوں کو بُری طرح زخمی کر دیا ہے تمھیں اُن سب سے ملاؤں گا۔ وہ کوئی کمزور لوگ نہیں تھے بلکہ ماننے ہوئے زور آور تھے۔ آخر وہ کیا بلا تھا؟"

"قادر! میں نے تم پر ہر شخص سے زیادہ اعتماد کیا ہے!"

"بیچ سڑک پر کھڑا کر کے جوتے مار لینا غزالی بھائی۔ جو سزا دو گے قبول ہو گی مگر صورت حال کا مجھے اندازہ نہیں تھا۔ اس وقت تک رزق حرام ہے جب تک تمھارا کام نہ ہو جائے۔"

"میں جمنا گھاٹ آ رہا ہوں قادر۔"

"آ جاؤ! اس سے اچھی بات کیا ہو گی۔ میں تمھیں وہیں ملوں گا۔" قادر نے کہا۔ میں نے فون بند کر دیا۔ حالانکہ رات کافی گذر گئی تھی لیکن اس وقت آرام کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ پورے بدن میں اینٹھن ہو رہی تھی۔ ممکن ہے کچھ بات بن جائے۔ قادر سے ملاقات کرکے کم از کم یہ اندازہ تو لگا لیا جائے کہ یہ سازش اُس نے نہیں کی ہے۔ دل کو تھوڑا بہت سکون تو مل جائے گا۔ اس وقت کوٹھی سے نکلنا کسی کے لیے تعجب خیز بھی نہیں ہو گا۔ سب جانتے ہیں کہ میں بوڑھے بابا کے سلسلے میں ذمہ دار تھا، اور اس کے فرار سے بے چین ہوں گا۔

میں لباس تبدیل کرکے باہر نکلا تو کریم بابا بیٹھے ہوئے تھے۔ "ارے آپ جاگ رہے ہیں کریم بابا۔" میں ان سے مخاطب ہوا۔

"ہاں میاں جاگ رہا ہوں!"

"کیوں؟ آپ آرام کریں۔"

"بدنصیبی ہے میاں میری کہ کمبخت انسان ہوں سینے میں سوکھا سڑا دل بھی ہے جس میں سب کچھ مر چکا ہے مگر تمھاری محبت زندہ ہے۔ غصّہ آ رہا ہے تم پر مگر ملازم ہوں، اس کا اظہار کرکے جھڑکیاں نہیں سُننا چاہتا۔ کیا ضرورت تھی تمھیں ذمہ داری لینے کی۔ پہلے کہا تھا، نا میں نے۔ اب کیا کرو گے؟ ساری بات تم پر ہی آئے گی۔ اُسے تو ایک دن بھاگنا ہی تھا۔ گھر میں اور پاگل خانے میں فرق تو ہوتا ہے نا!"

کریم بابا کے لہجے میں سخت غصّہ تھا۔ میں چونک کر انھیں دیکھنے لگا۔ دل کو ایک عجیب سی کیفیت کا احساس ہوا۔ اس غصیلے لہجے میں کائنات کی ایک حسین سچائی سانس لے رہی تھی۔ اس لہجے میں کوئی کھوٹ نہیں تھی۔ یہ ایک انسان کا انسان سے پیار تھا بے لوث اور سچا پیار۔ میرے جلتے ہوئے ذہن، جلتے ہوئے دل کو ایک ٹھنڈک کا احساس ہوا۔ کریم بابا، ابا جان کے انداز میں بولے تھے طویل عرصے کے بعد ایک بچھڑا ہوا لہجہ سُنا تھا۔ دل بھر آیا۔ میں چند لمحات ساکت کھڑا رہ گیا۔

لیکن کریم بابا کو جیسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اُن کا دھواں دھواں چہرہ میرے سامنے تھا۔ اس چہرے پر خوف چھایا ہوا تھا۔ اپنی حیثیت یاد آ گئی تھی انھیں۔ اندر کا انسان اچانک بول پڑا تھا مگر باہر والا اس بات سے ڈر رہا تھا۔ نتیجے کا انتظار کر رہا تھا۔ لیکن میں اس عظمت، اس تقدس کو پامال نہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دیکھ سکتا تھا، اس سچائی کی بے حرمتی مجھے گوارا نہ تھی۔ اس سے پہلے کہ کریم بابا اپنی غلطی، اپنے لہجے کی معافی مانگیں میں ان کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اُن کے بازو پکڑتے ہوئے کہا "اب غلطی ہو چکی ہے بابا! اسے نبھانا ہی پڑے گا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ نکل جائے گا۔ آپ نے واقعی سچ کہا تھا۔ بس بے وقوفی تھی میری۔ لیکن جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ اب اُسے تلاش کرنے جا رہا ہوں۔ آپ جاگتے رہیں واپس آکر آپ کو بتاؤں گا کہ اِس سلسلے میں کیا ہوا؟"

کریم بابا کا چہرہ ایک عجیب سی روحانی مسرت سے دمک اٹھا۔ انھوں نے کچھ کہنا چاہا مگر میں نے کہا "واپس آکر باتیں ہوں گی آپ سوئیے نہیں۔"

"انتظار کروں گا میاں!" کریم بابا نے کہا اور میں مسکراتا ہوا باہر نکل آیا۔ میں اب تک ایک شدید ذہنی کوفت کا شکار تھا لیکن اب ایکدم طبیعت میں جولانی سی پیدا ہو گئی تھی۔ وسوسوں کے پھنکارتے ہوئے ناگ خاموش ہو گئے تھے۔ بابا کے لہجے، ان کے غصے ... کو عجیب تسکین، ایک عجیب لذت سے آشنا کیا تھا۔ مجھے اچانک احساس ہوا تھا کہ میں تنہا نہیں ہوں، بہت طاقت ...

رشتہ ہے میری پشت پر۔

کار اسٹارٹ کر کے میں باہر نکل آیا۔ چوکیداری کے فرائض ایک اور ملازم نے سنبھال لیے تھے۔ کار برق رفتاری سے دوڑنے لگی۔ اب میں قادر کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اگر اُس نے غداری کی ہے تو اس بات کو میری نگاہوں سے چھپا نہیں سکے گا۔ دیکھ لوں گا اُسے بھی۔ دو تین موڑ مڑا تھا کہ ایک عجیب سا احساس ہوا۔ ان دو روشنیوں کو میں بہت دیر سے دیکھ رہا تھا۔ شاید یہ اسی وقت سے میرے پیچھے تھیں جب میں کوٹھی سے نکلا تھا۔ سڑکیں سنسان نہ ہوتیں تو شاید احساس بھی نہ ہوتا، لیکن ویران سڑکوں پر مسلسل ایک ہی فاصلے سے ان کا نظر آنا چونکنے کا باعث بنا تھا۔ "تعاقب" میرے ذہن میں ابھرا۔ اس قسم کے معاملات سے کبھی سابقہ نہیں رہا تھا اس لیے چند لمحوں کے لیے پریشان ہو گیا۔ اب کیا کروں! دل جیسے دھڑکنے لگا۔ ایسے موقعوں پر کیا کیا جا سکتا ہے۔ کار کی رفتار خود بخود سست ہو گئی لیکن روشنیوں کا فاصلہ کم نہ ہوا۔ گویا وہ کار بھی سست ہو گئی تھی۔ اس سے ایک خیال ذہن میں آیا۔ اور میں نے خود پر قابو پا کر کار کی رفتار پھر پہلے کے مانند کر دی، نہ تیز نہ سست۔ اب میں نے گھاٹ پر جانے کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔ اس طرح تو صورتِ حال بہت خراب ہو جائے گی۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک سینما ہاؤس کے پاس سے گذرا۔ یہاں چند دکا[نیں] کھلی ہوئی تھیں۔ مجھے اچانک ایک خیال آیا اور میں نے پان کی دکان کے سامنے کار روک دی۔ انجن بند کر کے نیچے اترا، اور دکان سے ایک گلوری خرید کر منہ میں دبائی۔ زندگی میں پہلا پان کھایا تھا۔ پان کھانے والوں سے سخت اُلجھتا تھا، لیکن مصلحت تھی۔ اب کوئی شبہ نہیں رہا تھا۔ بہت دُور سیاہ رنگ کی کار نظر آ رہی تھی جو رک گئی تھی اور اس کی روشنیاں بجھا دی گئی تھیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی گاڑی آس پاس نہیں تھی۔ پان کھانے کے بعد میں نے دوبارہ کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ لیکن عقب نما آئینے میں، میں نے اس رکی ہوئی کار کو نگاہ میں رکھا۔ پھر میری گاڑی کے آگے بڑھتے ہی وہ بھی اسٹارٹ ہو کر چل پڑی اور اس کی روشنیاں جل اٹھیں۔ تو میرا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ لیکن کیوں؟ وہ لوگ جو کوئی بھی ہیں میرے خلاف کچھ کرنا چاہتے ہیں اور موقع کے منتظر ہیں یا صرف تعاقب پر اکتفا کریں گے؟ کون ہو سکتے ہیں۔ قادر کے آدمی؟ کیا وہ مجھے گھاٹ تک پہنچنے سے روکنا چاہتے ہیں۔ لیکن کیوں؟ ذہن نے خود ہی اس خیال کی تردید کر دی۔ قادر کو معلوم ہے کہ میں نے ابھی کسی اور کو اپنا ساتھی نہیں بنایا اور صرف اُسی پر بھروسا کیا ہے۔ میں کسی اور کو حقیقت بتا کر اُس کے پاس نہیں پہنچوں گا بلکہ بالکل رازداری سے گھاٹ پر آؤں گا۔ اس لیے اگر اسے میرے خلاف کچھ کرنا ہی ہے تو وہاں بھی کر سکتا ہے۔ یہ اس کے آدمی نہیں ہو سکتے۔ کوئی فیصلہ کرنا مشکل تھا البتہ اب گھاٹ پر جانا حماقت کے سوا کچھ نہ تھا۔ ان لوگوں کو مطمئن کرنے کے لیے ضروری تھا کہ میں اپنے اس وقت کوٹھی سے نکلنے کا جواز پیدا کروں۔ لیکن یہ سوال ابھی تشنہ جواب تھا کہ ان کے تعاقب کی وجہ کیا ہے اور یہ کہ وہ صرف تعاقب کرنا چاہتے ہیں یا میری زندگی کے گاہک ہیں۔ اس کا فیصلہ مشکل تھا۔ وہ یقیناً جرائم پیشہ لوگ تھے اور میرا ایسے حالات سے کبھی سابقہ نہیں پڑا تھا۔

سڑک آگے چل کر پھر سنسان ہو گئی اور ہر لمحہ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ابھی دھماکا سنائی دے گا، اور گولی عقبی شیشے کو توڑتی ہوئی میری گدی میں اتر جائے گی۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ کئی سنسان سڑکوں سے گذرنے کے بعد کم از کم یہ اطمینان ہو گیا کہ وہ لوگ مجھے قتل یا زخمی نہیں کرنا چاہتے، ورنہ اُن سڑکوں پر اُنھیں پورا پورا موقع مل سکتا تھا۔ میں تقریباً دو گھنٹے تک آوارہ گردی کرتا رہا۔ جواز خود بخود پیدا ہو گیا تھا۔ اگر میرا تعاقب کرنے والے بوڑھے کے معاملے میں ہی ملوث ہیں تو سوچ سکتے ہیں کہ میں اس کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔ دو گھنٹے سڑکیں ناپنے کے بعد میں واپس کوٹھی چل پڑا۔ قادر میرے ذہن میں تھا۔ میرے ن

پہنچنے سے اُس نے نہ جانے کیا سوچا ہو گا۔ لیکن ان لوگوں کو پیچھے لگا کر میں گھاٹ نہیں جا سکتا تھا۔

میں پہنچا تو چوکیدار جاگ رہا تھا۔ کوٹھی کے کچھ حصے بھی روشن نظر آ رہے تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اندر بھی کچھ لوگ جاگ رہے ہیں۔ میں کار کھڑی کر کے انیکسی میں پہنچ گیا۔ کریم بابا اپنی جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ انھوں نے جلدی سے پوچھا "کچھ پتا چلا میاں؟"

"نہیں کریم بابا!"

"چائے بنا لاؤں؟"

"بنا لائیے لیکن اپنے لیے بھی۔ آپ کو بھی اپنے ساتھ جگاؤں گا۔" میں نے لاڈ سے کہا۔ اور کریم بابا چلے گئے۔ جوتے اتار کر میں آرام کرسی پر دراز ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد کریم بابا آ گئے۔ چائے کی ٹرے ان کے ہاتھ میں تھی۔ میں نے ٹرے اپنے سامنے سرکا کر اُن کے لیے بھی چائے بنائی اور خود اُٹھا کر انھیں دی۔

"وہ میاں... ہم... شرمندہ ہیں... کچھ دماغ سٹھیا گیا ہے۔ آپ نے... آپ نے..."

"بابا! جو کچھ دے چکے ہو کیا وہ چھین لینا چاہتے ہو؟"

"کیا میاں؟"

"مجھے ڈانٹتے رہا کرو۔ کوئی غلط کام کروں تو ٹوک دیا کرو۔ تمھاری ڈانٹ مجھے بہت اچھی لگی... بابا ہو تم میرے... اس خیال کو دل سے نکال دو، کہ میں نے تمھاری ڈانٹ کا بُرا مانا ہو گا۔"

چائے کی پیالی کریم بابا کے ہاتھوں میں لرزنے لگی۔ انھوں نے اُسے نیچے رکھ دیا اور آنسو خشک کرنے لگے پھر بولے "میاں ہم نہیں چاہتے کہ تمھیں کوئی کچھ کہے... بہت بُرا لگے گا ہمیں! ہم جھوٹ نہیں بول رہے۔ پرانے نمک خوار ہیں اس گھر کے، سرکار نے تمھاری خدمت ہمارے سپرد کی ہے۔ بس ہمیں کچھ نہیں معلوم۔"

"کریم بابا، میں اس کے سوا اور کچھ نہیں جانتا کہ تم میرے بابا ہو۔"

"خدا اور بلندی دے تمھیں!" کریم بابا نے گلوگیر لہجے میں کہا، پھر انگوچھے سے آنسو خشک کر کے چائے کی پیالی اٹھا لی۔ میں خاموشی سے سوچتا رہا۔ میری ذہنی کیفیت اب بھی ٹھیک نہیں تھی۔ یہ تعاقب کرنے والے آخر کون تھے جو کوٹھی سے پیچھے لگے تھے اور کوٹھی تک آئے۔ ذہن مختلف باتیں سوچ رہا تھا۔ قادر پر ہی شبہ جاتا تھا لیکن یہ خیال بھی آتا تھا کہ قادر میرے حق میں بُرا نہیں ہو سکتا اور پھر اُسے اس قسم کی کسی حرکت سے فائدہ بھی بھلا کیا تھا۔

کریم بابا کو میں نے سونے کے لیے بھیج دیا، اور خود بھی جا لیٹا لیکن نیند جیسے آنکھوں کی راہ بھول گئی ہو۔ خیالات کے ہجوم میں رات کا سفر جاری رہا۔ اس وقت تقریباً پونے چار بجے تھے جب ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی۔ اس گھنٹی کی آواز میرے لیے کسی بم کے دھماکے سے کم نہیں تھی۔ میں بُری طرح اچھل پڑا۔ اس وقت بھلا کون مجھے فون کر سکتا ہے؟ میں نے لپک کر ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے قادر کی آواز سنائی دی "معاف کرنا غزالی بھائی، بہت ہی ناوقت فون کیا ہے، لیکن میں جانتا تھا کہ تمھیں نیند نہیں آئی ہو گی، کیا ہوا؟ گھاٹ پر کیوں نہیں پہنچے؟ بڑی دیر تک انتظار کرتا رہا میں تمھارا! خیریت سے تو ہو؟"

"ہاں قادر خیریت سے ہوں، سب سے پہلے یہ بتاؤ کہ کچھ کامیابی ہوئی؟"

"نہیں غزالی بھائی، بڑی عجیب سی بات ہے، ابھی تک کوئی پتا نہیں چل سکا، بس ابھی ابھی واپس پہنچا ہوں لیکن میرے آدمی ہر جگہ پھیلے ہوئے ہیں۔ دریا کے کناروں سے ہٹ کر پہلی پار اور اس پار، دونوں طرف کی نگرانی جاری ہے۔"

"قادر اس سلسلے میں بس تم سے اتنا ہی کہوں گا کہ اگر وہ نہ ملا تو مجھے اپنی زندگی کے سب سے بڑے نقصان سے دوچار ہونا پڑے گا۔"

"بدنصیبی ہے میری غزالی بھائی کہ اپنے تمام تر خلوص کے باوجود تمھارے لیے وہ نہیں کر سکا، جو تم نے کہا تھا۔ البتہ اس بات کا اطمینان دلا سکتا ہوں کہ اب یہ کام صرف تمھارا ہی نہیں بلکہ میرا بھی ہے۔ اُسے تلاش کر کے تمھارے سپرد کرنا اب میری ذمہ داری ہے۔ شرمندگی کے اظہار کے لیے مزید الفاظ میرے پاس نہیں ہیں۔"

میں چند لمحات خاموش رہا اور پھر میں نے کہا "تمھارا شکریہ قادر! تمھارے پاس میں اس لیے نہیں پہنچ سکا کہ کوٹھی سے نکلتے ہی ایک کار نے میرا تعاقب شروع کر دیا تھا اور مسلسل میرے پیچھے لگی رہی تھی۔"

"کار کا نمبر دیکھا؟" قادر نے چونکے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"نہیں دیکھ سکا، فاصلہ اتنا تھا کہ اُس کے نمبر پر میری نگاہ نہیں پہنچ سکی۔ میں نے یہی سوچا کہ اُسے اپنے پیچھے لگا کر گھاٹ پر جانا مناسب نہیں ہو گا۔ اس لیے آوارہ گردی کرنے کے بعد واپس آ گیا۔"

"اگر تم مجھے اپنے راز میں شریک کر لیتے غزالی بھائی تو میں کوئی فیصلہ بھی کر پاتا۔ اب بتاؤ کیا کروں کیسے پتا چلاؤں کہ وہ کار

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کس کی تھی؟"

"کل تم سے ملاقات کرنے کے بعد ساری باتیں طے کروں گا قادر۔ مجھے افسوس ہے کہ تمھیں بھی میری وجہ سے ایک جھگڑے میں بے سبب پھنس جانا پڑا۔"

"افسوس تو مجھے ہے غزالی بھائی کہ میں بڑا طرم خان بنتا تھا، لیکن اپنے یار کا ایک چھوٹا سا کام بھی نہیں کر سکا۔"

"کل کسی وقت بھی تم سے ملوں گا، دن میں کوئی مصروفیت تو نہیں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"کوئی خاص نہیں، یوں بھی اب اس کام کے سوا میں اور کوئی کام نہیں کروں گا۔ جب تک کہ تمھارا کام نہ بن جائے مجھ پر سکون حرام ہے۔" قادر نے پھر اُسی انداز میں کہا۔

میں انسانوں کی پرکھ میں مہارت نہیں رکھتا تھا، لیکن نجانے کیوں قادر کے لہجے میں مجھے سچائی محسوس ہوئی۔ خدا کرے کہ وہ کسی لالچ کا شکار نہ ہوا ہو، اور اس سارے معاملے میں اُس کا ہاتھ نہ ہو۔ میرے دل سے بے اختیار دعا نکلی۔ میں اگر پریشان تھا تو صرف اسی لیے کہ قادر جیسے آدمی سے میں باآسانی نہیں نمٹ سکوں گا۔ اس کے ہاتھ لمبے تھے اور پھر وہ کسی حد تک میرا رازدار بھی تھا۔ چند اور جملوں کے تبادلے کے بعد قادر نے فون بند کر دیا اور میں بستر پر لیٹ کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔

نیند کمبخت تھوڑی دیر کے لیے ہی آجاتی تو کم از کم ذہن کی یہ گرانی ختم ہو جاتی، لیکن سونے کی خواہش کے باوجود آنکھوں ہی آنکھوں میں صبح ہو گئی۔ غسلخانے میں جا کر دیر تک غسل کیا، پھر باہر نکلا تو محسن میرے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اتنی صبح جاگنے کا عادی نہیں تھا، لیکن آج نہ صرف یہ کہ جاگ گیا تھا بلکہ تیار ہو کر میرے کمرے میں آ بیٹھا تھا۔ اس بات سے میں نے اندازہ لگا لیا کہ محسن رات والے سلسلے میں ہی میرے پاس آیا ہے۔

وہ مجھے گہری نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ پھر ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "معلوم نہیں کیوں، تم نے خود کو ان چکروں میں الجھا لیا غزالی۔ تم میرے اتنے عزیز دوست ہو کہ تمھارے نام ہلکی بات منسوب کی جائے تو میں برداشت نہیں کر سکتا، کاش میں نے تمھیں سنجیدگی سے اس سلسلے میں منع کیا ہوتا۔"

"اب کیا الجھن ہے محسن؟"

"کوئی الجھن نہیں ہے، بس تمھاری وجہ سے پریشان ہوں، تمھاری یہ سرخ آنکھیں بتا رہی ہیں کہ رات کو ایک لمحہ بھی نہیں سوئے، آخر تم نے کیوں یہ مصیبت اپنے گلے لگالی۔ کیوں یہ روگ پال لیا؟"

"محسن! بعض اوقات کچھ واقعات اس طرح پیش آجاتے ہیں کہ انسان ان کے بارے میں صحیح طور پر نہیں سوچ پاتا ہے۔ تم یہ بات اچھی طرح جانتے ہو کہ اُس رات میں نے یہی سمجھا تھا کہ بوڑھا شخص کوئی چور ہے۔ اگر کوئی نوجوان آدمی ہوتا تو شاید میں داور کا ہاتھ نہ روکتا۔ زیادہ سے زیادہ یہی کہتا کہ اُسے پولیس کے حوالے کر دیا جائے۔ اُس کے بڑھاپے کو دیکھ کر میں نے یہ بات سوچی تھی کہ ممکن ہے وہ کسی مجبوری کی بنا پر چوری کرنے آیا ہو۔ بعد میں مجھے جو کچھ معلوم ہوا، وہ میرے لیے بالکل غیر متوقع تھا۔ تم مجھے انسان کیوں نہیں سمجھتے۔ دوسرے انسانوں کی طرح میرے اندر بھی تجسس کا مادہ پایا جاتا ہے۔ یہ صرف تجسس ہی تھا جس نے مجھے اُس کی طرف متوجہ کیا، اور اس کے بعد جو واقعات پیش آئے وہ صرف اتفاقات کا نتیجہ ہیں۔ اس سے پہلے بھی وہ کئی بار بھاگنے کی کوشش کر چکا تھا لیکن اس بار کامیاب ہو گیا۔ داور کے غیر انسانی سلوک کو تم لوگ بھی ناپسند کرتے تھے۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ بوڑھے کے فرار ہونے کے نتیجے میں جو بھی حالات پیدا ہو سکتے ہیں ان کی ساری ذمہ داری مجھ پر ہے۔ میں اس کا الزام کسی اور کو نہیں دوں گا۔"

"نہیں الزام وغیرہ کا کوئی معاملہ نہیں ہے غزالی، ڈیڈی رات بھر جاگتے رہے ہیں، میری کئی بار آنکھ کھلی تو میں نے اُن کے کمرے میں روشنی دیکھی۔ یقیناً وہ اُس کے فرار سے بہت زیادہ متاثر معلوم ہوتے ہیں، میں دراصل اس لیے فکرمند ہوں کہ نجانے اب اُن کا رویہ کیا ہے؟"

"تم سے اُن کی ملاقات تو نہیں ہوئی؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں، ابھی وہ اپنے کمرے ہی میں ہیں!"

"ٹھیک ہے محسن جو نقصان انھیں میری ذات سے پہنچا ہے، میں اُسے پورا کرنے کا دعویٰ تو نہیں کر سکتا لیکن میں اُن کے اس نقصان کو اپنا ذاتی نقصان محسوس کرتا ہوں اور جو بھی قدم اٹھاؤں گا وہ اسی احساس کے ساتھ اٹھاؤں گا۔"

"معلوم نہیں کیا قصہ ہے، ڈیڈی نے خواہ مخواہ معاملات کو معمہ بنا ڈالا ہے۔ میں تم سے صرف یہی کہنے آیا تھا یار کہ اگر ڈیڈی کوئی اونچی نیچی بات کہہ جائیں تو اپنے دوست کی خاطر برداشت کر لینا وہ برے دل کے آدمی نہیں ہیں، بس غصے میں اگر کچھ کہہ دیں تو تم اُسے زیادہ محسوس نہ کرنا۔" محسن میری طرف سے بہت زیادہ فکرمند تھا۔ مجھے اُس پر بے اختیار پیار آگیا۔

"تم مطمئن رہو محسن، میں اتنا ناسپاس نہیں ہوں!" میں نے ہنس کر کہا۔

"بس اب میں چلتا ہوں، اور ہاں تم اطمینان رکھو، بوڑھے

کی تلاش میں تم تنہا نہیں ہو گے۔ میں بھی اپنے طور پر اُسے تلاش کروں گا۔ آخر کار مل ہی جائے گا۔ پاگل آدمی ہے آخر کہاں چھپے گا۔ اس میں اتنی عقل نہیں ہے کہ کوئی منصوبہ بندی کر سکے۔ کہیں نہ کہیں سے اطلاع مل ہی جائے گی۔ اس کے بارے میں تم زیادہ پریشان نہ ہونا۔" محسن مجھے تسلیاں دیتا ہوا چلا گیا۔

کریم بابا نے میرے سامنے ناشتا لگا دیا تھا۔ وہ بھی رات بھر نہیں سوئے تھے۔ میں نے اُنھیں اپنے ساتھ ہی ناشتے پر بٹھا لیا۔ کریم بابا نے بہت کوشش کی کہ وہ میرے ساتھ ناشتا نہ کریں، لیکن میں نے انھیں مجبور کر دیا۔ "ایک بات آپ کان کھول کر سن لیجیے کریم بابا، اب آپ کم از کم صبح کا ناشتا میرے ساتھ ہی کیا کریں گے، جو محبت اور جو خوشی آپ نے مجھے دی ہے اب اُسے چھیننے کی کوشش نہ کریں۔ میں اپنوں سے بچھڑا ہوا تھا، اور مجھے آپ مل گئے ہیں۔"

کریم بابا نے میری بات سن کر گردن جھکا لی۔ ہم دونوں نے خاموشی سے ناشتا کیا اور پھر کریم بابا برتن اُٹھا کر لے گئے۔ میں تیار ہونے لگا کہ دفعتاً میری خوابگاہ کے دروازے پر دستک ہوئی اور اس کے بعد حسن صاحب دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے۔ حسن صاحب کو دیکھ کر میں چونک پڑا، مجھے ان کے اس طرح چلے آنے کی توقع نہیں تھی۔ میں نے ان کا استقبال کیا اور انھیں احترام سے بٹھایا۔

"کوئی پتا چلا اُس کا؟" انھوں نے بیٹھتے ہی پوچھا۔

"ابھی تک نہیں!"

"آخر کہاں گم ہو گیا؟ یوں لگتا ہے جیسے باہر نکلتے ہی اُسے زمین نگل گئی۔"

"میں خود حیران ہوں!"

"اس کی ذمہ داری کون قبول کرے گا؟" ان کا لہجہ ترش تھا۔

"میرے سوا اور کون کر سکتا ہے؟" میں نے ٹھوس لہجے میں کہا۔ حسن صاحب چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔ پھر بولے: "اب کیا کرو گے؟"

"اسے تلاش کروں گا۔"

"مجھے صرف ایک بات پر تعجب ہے کہ وہ غائب کہاں ہو گیا۔ رات کی تاریکی میں چھپ ضرور سکتا تھا لیکن ایسا بھی نہیں کہ کوئی اس کا نشان بھی نہ پا سکتا۔ میرے ذہن میں ایک شبہ ہے۔"

"کیا؟"

"اُسے غائب کیا گیا ہے۔"

"مگر ایسا کون کر سکتا ہے؟" میں نے حسن صاحب کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ اور ان کے چہرے کے تاثرات بدل گئے۔ وہ اچانک برہم ہو گئے۔

"مجھ سے پوچھ رہے ہو! تم نے خود اس معاملے میں ٹانگ اڑائی تھی، میں نے تم سے درخواست تو نہیں کی تھی۔ داور اُس کی دیکھ بھال ایک طویل عرصے سے کر رہا تھا۔ اُس نے اُسے اپنے کنٹرول میں رکھا تھا۔ وہ عمارت سے نکل بھاگتا تھا لیکن داور اتنا چوکس تھا کہ بالآخر اُسے واپس آنا پڑتا تھا۔ آخر ہم لوگوں کو بھی کوئی اندازہ تھا۔ ہم جانتے تھے کہ اُسے کیسے کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔ تم نے اُس سے رحمدلی کا مظاہرہ کیا۔ اس کی وجہ سے داور سے جھگڑا کیا اور میں نے تمھاری بات مان لی، جس کا یہ نتیجہ نکلا۔ تم نے تو ایک چیلنج قبول کیا تھا۔ چیلنج قبول کرنے کے بعد اس طرح ہتھیار تو نہیں ڈالے جاتے۔ مجھے بتاؤ اس کے بعد میں نے تمھارے کسی معاملے میں مداخلت کی۔ کیا تم سے اس بارے میں کچھ پوچھا؟ میں مجبول تو نہیں گیا تھا۔ میں انتظار کر رہا تھا۔ اور آج تمھارا جواب مل گیا۔ یہ سوال مجھ سے کر رہے ہو کہ کون ایسا کر سکتا ہے۔ تم خود ایک ذمہ داری قبول کرنے کے بعد اس سلسلے میں کیا کرتے رہے ہو؟"

"آپ کا فرمانا درست ہے حسن صاحب! لیکن میں نے آپ سے عرض کیا ہے کہ اس کی ذمہ داری میں قبول کرتا ہوں۔ ذمہ داری قبول کرنے کا مطلب ہے کہ میں ہی اُسے دوبارہ آپ کے حوالے کرنے کا ذمہ دار ہوں۔"

"یہ اتنا آسان نہ ہو گا تمھارے لیے۔ اتنے دن ہو گئے ہیں تم اب تک کیا معلوم کر سکے ہو اُس کے بارے میں۔ اب آئندہ کیا امید رکھی جا سکتی ہے تم سے!"

"جہاں تک اس کے بارے میں معلوم کرنے کی بات ہے حسن صاحب، تو کیا آپ میری معلومات کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں؟"

"میرے پاس اتنا فضول وقت نہیں ہے۔ میں تم سے صرف یہ کہنا چاہتا تھا کہ براہِ کرم اب ان معاملات سے کنارہ کشی اختیار کر لو، اور اپنی نرم دلی اور رحم دلی کو بے جا استعمال نہ کیا کرو، اس کے نکل جانے سے مجھے بہت سے نقصانات بھی پہنچ سکتے ہیں اور میری تم سے درخواست ہے کہ اگر تمھیں میری ذات سے کوئی تکلیف نہیں پہنچی، تو مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش مت کرو، بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں کہ انسان انھیں خود ہی کنٹرول کر سکتا ہے، میں نے اُسے بے شک کسی دماغی ہسپتال میں داخل نہ کرا کر تھوڑی سی مجرمانہ ذہنیت کا ثبوت دیا لیکن یہ بات صرف میں جانتا ہوں

کہ ہیتال اُس کے لیے اور میرے لیے کس قدر نقصان دہ ہو سکتا تھا۔ بہر حال اب میں خود ہی اُسے تلاش کرنے کی کوشش کروں گا، اس سلسلے میں آج مجھے متعدد انتظامات کرنا ہیں، مجھے یقین ہے کہ تم پولیس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہیں کروگے، یا کوئی ایسا اقدام نہیں کروگے جس سے مجھے اختلاف ہو، یہ معاملات اونچی سطح کے ہیں، انھیں ہماری ہی حد تک رہنے دو، تم صرف اپنا کام کرو۔"

حسن صاحب کے الفاظ اتنے سخت تھے کہ میں برداشت نہیں کرسکا، حالانکہ میں تحمل سے کام لینا چاہتا تھا، اور اس سلسلے میں کسی جذباتی کمزوری کا اظہار نہیں کرنا چاہتا تھا، لیکن حسن صاحب نے جس مہذب انداز میں مجھے میری اوقات کا طعنہ دیا تھا وہ مجھ سے برداشت نہ ہوسکا، لیکن ظاہر ہے اُن کے ساتھ کوئی گستاخی نہیں کی جاسکتی تھی، چنانچہ میں نے انتہائی، نرم لہجے میں کہا۔

"آپ کے حکم کی تعمیل کرنا میرا فرض ہے حسن صاحب، دفتری معاملات میں اگر آپ میری خدمات کو اطمینان بخش پاتے ہیں تو میری ملازمت کو برقرار رکھیں۔ ورنہ ظاہر ہے کہ آپ کو اختیار ہے کہ مجھے اس سلسلے میں بھی نااہل قرار دے دیں۔ البتہ جو ذمہ داری میں نے قبول کی تھی اس کے لیے میں خود کو کسی طور ناکارہ نہیں سمجھتا۔ میں نے پورے شعور اور اعتماد کے ساتھ آپ کا چیلنج قبول کیا تھا اور اُس کا بھرپور جواب دینا چاہتا تھا کہ درمیان میں یہ حادثہ پیش آگیا۔ جہاں تک آپ کے اس جملے کا تعلق ہے کہ یہ معاملہ اونچی سطح کا ہے تو میں اس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کروروں یا اربوں روپے کی مالیت کے خزانے بے شک ہم جیسے درمیانہ درجے کے لوگوں کی پہنچ سے بہت دور ہوتے ہیں۔ آپ ان خزانوں کے بارے میں جو تحقیق کررہے ہیں بلاشبہ وہ آپ ہی جیسے مرتبے کے لوگوں کے مناسبِ حال ہے۔ ہم جیسے لوگ تو اس سلسلے میں سوچ بھی نہیں سکتے۔ لیکن جہاں تک بوڑھے بابا کے سلسلے میں چیلنج کا تعلق ہے، تو حسن صاحب یہ بات آپ، آپ کے دوست میکے براؤن اور آپ کے ساتھی طاہر علی بھی نہیں بتا سکتے کہ وہ کون ہے۔ آپ نے صرف ولاڈی واسکاٹ کی کہانی سننے کے بعد اس کا یقین کرلیا تھا کہ ولاڈی واسکاٹ کی موت کے بعد ویلینی اس راز کی امین ہوسکتی ہے، لیکن حسن صاحب آپ کی کوششیں ویلینی کی تلاش کے سلسلے میں کامیاب نہیں ہوسکیں۔ اور اس بوڑھے شخص کو آپ نے محض گمان کی بنیاد پر حاصل کیا ہے۔ بہرطور اگر آپ اُس سے کوئی بڑی توقع وابستہ کیے ہوئے ہیں تو ٹھیک ہے۔ میں تو آپ سے صرف یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ اُسے تلاش کرکے آپ تک پہنچانا میرا کام ہے۔ یہ میری ذمہ داری ہے۔"

میں نے دیکھا کہ حسن صاحب میری باتیں سُن کر مبہوت ہو کر رہ گئے ہیں۔ پھر وہ واپس پلٹے اور میرے بالکل نزدیک آگئے۔ فرطِ حیرت سے ان کی شکل بدل سی گئی تھی۔ بدن میں لرزش سی پیدا ہوگئی تھی اور وہ کوشش کے باوجود کچھ بول نہیں پارہے تھے۔

"میں اپنے فرائض کی بجاآوری کے لیے جانا چاہتا تھا حسن صاحب، کوئی اور حکم تو نہیں میرے لیے؟"

"بیٹھ جاؤ، خدا کے لیے بیٹھ جاؤ۔" حسن صاحب ہانپتے ہوئے لہجے میں بولے اور ایک صوفے پر بیٹھ گئے۔ میں خاموشی سے اپنی جگہ کھڑا انھیں دیکھتا رہا۔

"تت... تمھیں یہ سب کچھ کیسے معلوم ہوا؟"

"جو کچھ میں نے آپ کو بتایا ہے، آپ کے اس ارشاد کے جواب میں بتایا ہے حسن صاحب کہ آپ نے مجھ سے میری اپنی اوقات میں رہنے کے لیے کہا تھا۔ میرا وعدہ ہے حسن صاحب کہ آپ کے کسی مسئلے میں اپنی اوقات سے باہر ہونے کی کوشش نہیں کروں گا۔ لیکن بوڑھے بابا کی بازیابی تک مجھے میرے حلقوں میں آزاد رہنے دیں۔" میں نے بدستور نرم لہجے میں کہا۔

"پلیز، غزالی پلیز! تم محسن کے دوست ہو۔ میرے لیے میرے بچوں ہی کی طرح ہو۔ ممکن ہے اس سے پہلے بھی تمھیں میری کوئی بات بری لگی ہو تو میں اس کے لیے تم سے معذرت خواہ ہوں۔ خدا کے لیے مجھے بتاؤ کہ یہ معلومات تم نے کہاں سے حاصل کیں: یہ سب کچھ...؟"

"حسن صاحب آپ کیا فرمارہے ہیں۔ آپ میرے بزرگ ہیں۔ ایک شفیق بزرگ۔ آپ میرے محسن ہیں۔ آپ کو بگڑنا ہی چاہیے تھا، ظاہر ہے تین سال سے آپ اس کی حفاظت کررہے تھے اور اب میری وجہ سے وہ نکل گیا۔ میں آپ سے قسم کھاکر یہ بات کہتا ہوں کہ میں نے آپ کی باتوں کا برا نہیں مانا، لیکن جہاں تک اس چیلنج کا تعلق ہے تو اُسے میں نے قبول کیا ہے اور آپ کو آپ کی اسی بات کا جواب دے رہا ہوں، لیکن ابھی آپ کو اس سلسلے میں کچھ نہیں بتاسکتا کہ میں نے یہ معلومات کس طرح حاصل کی ہیں۔ ظاہر ہے کہ میں آپ کی خدمت میں سب کچھ عرض کروں گا لیکن اس وقت جب میں آپ کے سامنے گردن اٹھاکر کھڑا ہوسکوں گا۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ بوڑھے کو آپ کے حوالے کرنے کے بعد وہ تمام تفصیلات جو میرے علم میں ہیں آپ کو بتاکر میں اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوجاؤں گا اور پھر ان معاملات سے کوئی واسطہ نہیں رکھوں گا۔ یہ محض ایک اتفاق تھا جو میں ان حالات کا ایک کردار بن گیا، محض ایک اتفاق۔ اگر میں نے داور کو اس بوڑھے کی پٹائی کرتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میرا ان معاملات سے کوئی دُور کا بھی تعلق نہ پیدا ہوتا۔ میں نے ایک بے زبان بوڑھے کو ایک سخت گیر اور زورمند آدمی کے ہاتھوں بھیانک تشدد کا شکار ہوتے دیکھا، اور پھر وہ کچھ ہوا جو ہوا۔ اگر مجھے اس سلسلے میں پہلے سے کچھ بھی معلوم ہوتا تو میں کبھی دخل نہ دیتا۔"

"نہیں غزالی نہیں! کیا تمھارے خیال میں اب میں سکون سے بیٹھ سکوں گا۔ ایک ایک لمحہ بے چینی میں گذرے گا میرا! میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ جو راز صرف میرے سینے میں محفوظ تھا وہ کسی اور تک کیسے پہنچ گیا۔ میری عقل ساتھ چھوڑ چکی ہے۔ جب تک تم مجھے بتاؤ گے نہیں، میں سخت اذیت میں رہوں گا غزالی!"

"میں اس سلسلے میں آپ سے انتہائی معذرت خواہ ہوں۔" میں نے گہرے احساسِ مجبوری کے ساتھ سر جھکاکر کہا۔ حسن صاحب بے بسی سے مجھے دیکھتے رہے، وہ جس طرح تلملا رہے تھے اس کا اندازہ ان کی کیفیت سے بخوبی ہورہا تھا پھر وہ گہری سانسیں لیتے ہوئے بولے: "ٹھیک ہے، تمھیں اس کا اختیار ہے۔ میں نے تم سے جتنا سخت لہجہ اختیار کیا اور جو الفاظ استعمال کیے اس کے جواب میں تم مجھ سے یہ انتقام لے سکتے ہو، ہاں تمھیں اس کا اختیار ہے۔ بہرطور میں انتظار کروں گا۔" حسن صاحب خاموش ہوگئے۔

تب میں نے آہستہ سے کہا "حسن صاحب آپ کو غلط فہمی ہوئی۔ میں آپ سے قسم کھاکے کہتا ہوں کہ میرے ذہن میں بدلے کا تصور تک نہیں ہے۔ بے شک آپ کے الفاظ میرے لیے سخت تھے لیکن آپ کی عنایات اس سے کہیں زیادہ رہی ہیں اور مجھ پر آپ کا بہت کچھ قرض ہے۔ میں اس قرض کی مکمل ادائیگی چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے، ٹھیک جیسے مناسب سمجھو کرو۔ میں تم سے شرمندگی کا اظہار کرچکا ہوں اور اس بات کا بھی اعتراف کرتا ہوں کہ تمھیں سمجھنے میں مجھ سے غلطی ہوئی۔ اگر بوڑھے کی تلاش کے سلسلے میں میرے ساتھ کوئی تعاون کرنا چاہو تو میں تمھیں خوش آمدید کہوں گا، ورنہ میں اپنے طور پر بھی کوششیں کررہا ہوں۔" حسن صاحب اپنی جگہ سے اُٹھے اور باہر نکل گئے۔

میں نے مزید کچھ کہنے کی کوشش نہیں کی۔ اُن کے جانے کے بعد میں خود بھی باہر نکل آیا اور اپنی کار میں بیٹھ کر روانہ ہوگیا۔ اب میں پہلے سے کہیں زیادہ محتاط تھا۔ پچھلی رات جو کار میرا تعاقب کرتی رہی تھی وہ اس وقت بھی میرے ذہن سے محو نہیں ہوئی تھی اور میں عقب نما آئینے میں اور اپنے اطراف مسلسل اس بات کا جائزہ لے رہا تھا کہ اب بھی کوئی میرے تعاقب میں ہے یا نہیں۔ لیکن اس وقت مجھے ایسا کوئی شبہ نہیں ہوا۔ میں سیدھا دفتر گیا۔ دفتر پہنچ کر تمام معاملات کو اسی طرح دیکھا جس طرح روزانہ کا معمول تھا۔ نجانے کتنی دیر گذری تھی کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور میں نے ریسیور اُٹھالیا، دوسری طرف سے جولیا کی آواز سُنائی دی۔ "گازالی... گازالی! کیا تمھیں علم ہے؟ کیا تمھیں تمام صورتحال کا علم ہے؟"

"ٹیلی فون پر کوئی گفتگو مناسب نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن۔ لیکن میں! میں کتنی پریشان ہوں۔ اس کا تمھیں اندازہ ہے؟"

"ہاں ہے!" میں نے آہستہ سے کہا۔

"میں تم سے فوراً ملنا چاہتی ہوں۔ دفتر سے فوراً اُٹھ جاؤ۔ پلیز اُٹھ جاؤ گازالی۔ میں بڑی مصیبت میں پھنس گئی ہوں۔" جولیا کے لہجے سے بے چینی ٹپک رہی تھی۔

"ابھی میں دفتر سے نہیں اُٹھ سکتا لیکن تقریباً گیارہ بجے میں تم سے ملاقات کرسکتا ہوں۔ بتاؤ کہاں پہنچوں؟"

"وہیں آجاؤ، جہاں وہ ٹھیرے ہوئے ہیں، مگر گیارہ بجے کیوں؟ ابھی کیوں نہیں؟"

"ٹھیک گیارہ بجے میڈم!" میں نے جولیا کا نام لیے بغیر کہا اور فون بند کردیا۔ اس سے زیادہ خطرہ میں مول نہیں لے سکتا تھا بلکہ اب جو صورتحال پیدا ہوگئی تھی اس کے تحت میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے فیصلہ کیا تھا کہ جولیا کو قطعی طور پر منع کر دوں کہ وہ مجھے دفتر فون نہ کرے تاکہ اس سے میرا رابطہ کسی طور ظاہر نہ ہو۔ میکے براؤن کے بارے میں مجھے اطلاع مل چکی تھی کہ اس کے ساتھ کیا صورتحال پیش آئی ہے۔ اب اس کا رویہ بھی دیکھنا تھا، ویسے بڑے انوکھے واقعات تھے۔ میں عجیب و غریب حالات کا شکار ہو گیا تھا جن سے میرا ذہن الجھ کر رہ گیا تھا۔ جس قدر جلد ممکن ہو سکا میں نے دفتری معاملات نمٹائے اور پھر باہر نکل آیا۔ لیکن کار میں بیٹھ کر اُسے اسٹارٹ کرتے ہوئے میرے ذہن میں پھر وہی خیال پیدا ہو گیا یعنی کہیں میرا تعاقب نہ کیا جا رہا ہو۔ لیکن میکے براؤن سے ملنا ضروری تھا، چنانچہ اللہ کا نام لے کر چل پڑا اور سڑک پر نکل آیا مگر میں نے فوراً ہی میرینا کا رُخ نہیں کیا بلکہ اُس سے بالکل ہی مخالف سمت چل پڑا اور جان بوجھ کر ایک ایسا لمبا راستہ اختیار کیا جس پر زیادہ رَش نہیں ہوتا تھا۔ تاہم دن کا وقت تھا اور کوئی اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا کہ کون سی گاڑی میرے تعاقب میں ہو سکتی ہے۔ خوب غور و خوض کرنے کے بعد آخر میں ایک ایسی عمارت کے قریب پہنچ گیا جس کی سچویشن مجھے معلوم تھی۔

کار عمارت کے پارکنگ لاٹ میں پارک کرنے کے بعد میں اندر داخل ہوا اور دروازے کے دوسری طرف پہنچ کر میں نے آڑ میں ہو کر شیشے سے باہر جھانکا اور کافی دیر تک یہ دیکھتا رہا کہ کوئی کار فوراً ہی وہاں آ کر تو نہیں رُکی اور اس سے کوئی نیچے تو نہیں اترا، لیکن ایسا نہیں ہوا تھا۔ اس کے باوجود میں نے بے احتیاطی سے کام نہیں لیا اور عمارت کے دوسرے دروازے کی جانب چل پڑا جو ایک تنگ گلی میں کھلتا تھا۔ یہ علاقہ دفتروں کا علاقہ تھا۔ خاصی چہل پہل رہتی تھی یہاں۔ تنگ گلی کے دوسری طرف ایک اور عمارت تھی۔ میں اس عمارت میں داخل ہو گیا۔ یہ اس عمارت کا پچھلا دروازہ تھا اور اس کا سامنے کا حصہ ایک اور چوڑی سڑک پر کھلتا تھا، چنانچہ میں اس سڑک پر آ گیا۔ اپنے طور پر تو میں نے خاص احتیاط برتی تھی۔ اب اس کے بعد جو کچھ بھی ہوتا اس کے لیے بھلا کیا کیا جا سکتا تھا۔ چند لمحوں کے بعد عمارت کے سامنے خالی ہونے والی ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر میں ہوٹل میرینا کی جانب جا رہا تھا۔ اس ٹیکسی نے مجھے میرینا کے سامنے اُتار دیا، اور میں کرایہ ادا کر کے پھرتی سے اندر داخل ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں میکے براؤن کے کمرے کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔

دروازہ جولیا ہی نے کھولا۔ مجھے دیکھ کر ایک لمحے کے لیے اُس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پیدا ہوئے تھے۔

میرے اندر داخل ہونے کے بعد اُس نے فوراً ہی دروازہ بند کر دیا۔ مسہری پر میکے براؤن دراز تھا۔ اس کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ کہنیوں کے بل اُٹھ کر بیٹھ گیا، اور میں اُس کے نزدیک پہنچ گیا۔ میں نے اُس کے سر پر پٹی بندھی ہوئی دیکھ کر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا "ارے مسٹر براؤن! آپ یہ آپ!"

براؤن کی تیز آنکھیں مجھے گھور رہی تھیں پھر اس کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی "گویا رات کے واقعات کا تمھیں علم نہیں ہے؟"

"کیوں نہیں! میرے آدمیوں نے مجھے اطلاع دے دی تھی۔"

"اس کے باوجود تم نے مجھ سے رابطہ قائم نہیں کیا۔"

"کوشش کی تھی رابطہ قائم کرنے کی لیکن کامیاب نہیں ہو سکا!" میں نے فوراً ہی جواب دیا۔

"وہ کیوں؟"

"میں رات کو کار لے کر نکلا تھا، خیال یہ تھا کہ سیدھا آپ کے پاس آؤں اور آپ سے اس سلسلے میں معلومات حاصل کروں لیکن ایک کار میرے تعاقب میں لگ گئی اور مسلسل تعاقب جاری رکھا گیا۔ اس شکل میں آپ تک آنا مناسب نہیں تھا۔" میں نے فوراً جواب دیا۔

"اوہ، کیا تم نے اس کار کا نمبر وغیرہ دیکھا؟" براؤن چونک کر بولا۔

"نہیں! مجھے اس کا موقع نہیں مل سکا!"

"اس کا مطلب ہے کہ ہم پر بھرپور نگاہ رکھی جا رہی ہے اور اس طرح... اس طرح تو اب میرینا میں میرے لیے ٹھہرنا بہت خطرناک ہو گیا ہے۔"

"لیکن یہ زخم مسٹر براؤن... یہ زخم!" میں نے مضطربانہ لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔

"تمھارے آدمیوں نے تمھیں اس کی اطلاع دی کہ بوڑھے کو ان کی تحویل سے نکال لیا گیا؟" اُس نے میری بات کا جواب دینے کی بجائے مجھ سے سوال کیا۔

"جی ہاں! انھوں نے یہ اطلاع مجھے رات ہی کو دے دی تھی اور اس کے بعد میری جو کیفیت ہوئی میں آپ سے بیان نہیں کر سکتا!"

"صرف کیفیت سے کام نہیں چل سکتا۔ وہ کون لوگ ہو سکتے ہیں جنھوں نے یہ حرکت کی۔ تم... تم اس سلسلے میں مکمل ذمہ دار ہو غزالی تمھیں اندازہ ہے کہ کیا کچھ ہو گیا ہے، ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے!"

"براہِ کرم پہلے آپ مجھے یہ بتائیے کہ کیا آپ نے اس اغوا کی نگرانی کی تھی۔"

"ہاں! میں پروگرام کے مطابق وہاں موجود تھا۔ جب وہ لوگ اس بوڑھے کو لے کر چلے تو میں بھی اُن کے پیچھے لگ گیا لیکن تھوڑی ہی دُور چلنے کے بعد اُن کا راستہ روکا گیا اور بوڑھے کو اُن سے حاصل کر لیا گیا، مجھے بھی مجبوراً رکنا پڑا لیکن میری تمام توجہ اس وقت انہی لوگوں کی جانب تھی اور میں فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ اس سلسلے میں مجھے کس حد تک مداخلت کرنی چاہیے۔ جیسے ہی میں کار سے نیچے اترا عقب سے کسی نے مجھ پر حملہ کر دیا اور مجھے زخمی کر کے فرار ہو گیا۔ نجانے کتنی دیر تک میں زخمی حالت میں پڑا رہا اور جب ہوش آیا تو بدبخت تمام واپس ہوٹل پہنچا۔ کیا تمھارے آدمیوں نے تمھیں یہ نہیں بتایا کہ بوڑھے کو اغوا کرنے والے کون تھے؟"

"نہیں! ان لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ اس سلسلے میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکے۔"

"اوہ... اوہ... غزالی۔ مسٹر غزالی میں اس سلسلے میں تمھیں مکمل طور پر ذمہ دار قرار دیتا ہوں۔ جن لوگوں کا تم نے انتخاب لیا یہ ان کی ذمہ داری تھی۔ میں کچھ نہیں جانتا۔ بوڑھے کی دستیابی ضروری ہے!"

"مسٹر براؤن آپ جارحانہ انداز میں گفتگو کر رہے ہیں میں خود اتنا پریشان ہوں کہ بیان نہیں کر سکتا۔ حسن صاحب کی نگاہوں میں الگ ذلیل ہو چکا ہوں کیونکہ بہرطور بوڑھے کی ذمہ داری مجھ پر تھی۔ مس جولیا شاید رات کے واقعات کے بارے میں بتا سکیں، میں ساری رات سو نہیں سکا، اس کا اندازہ شاید آپ میرے چہرے سے بھی لگا سکتے ہیں اور اس کے بعد آپ بھی اس انداز میں گفتگو کر رہے ہیں۔ کیا مجھے کہیں سے اخلاقی مدد بھی نہیں مل سکے گی۔" میں نے بیچارگی کے انداز میں کہا۔

"سوال یہاں اخلاقی مدد کا نہیں پیدا ہوتا مسٹر غزالی! اس سلسلے میں ہمارے اور تمھارے درمیان ایک سودا ہوا تھا۔ ہم نے تمھیں اس سودے کی پیشگی رقم بھی ادا کر دی تھی۔ باقی منصوبہ بندیاں تمھاری اپنی تھیں۔ وہ لوگ مکمل طور پر اس کے ذمہ دار ہیں جن کو تم نے کرائے پر حاصل کیا تھا۔ میں زخمی ہو گیا ہوں۔ خون کافی بہہ گیا ہے میرے بدن سے، لیکن اس کے باوجود اپنے طور پر میں تمھاری مدد کرنے کو تیار ہوں۔ بوڑھے کی بازیابی کے ذمہ دار مکمل طور پر تم ہو مسٹر غزالی۔ مجھے یہ بتاؤ کہ اب تم اس سلسلے میں کیا کام کرو گے اور وہ کتنا موثر ہو گا؟"

"ڈیڈی پلیز! میں آپ کو پہلے ہی بتا چکی ہوں کہ غزالی ساری رات جاگتے رہے ہیں، اور میں اس بات کی بھی اطلاع دے چکی ہوں کہ یہ کار لے کر نکلے تھے اور کافی رات گئے واپس آئے تھے۔

مجھے اس بات کا بھی علم ہے کہ یہ حسن صاحب کے عتاب کا شکار ہو گئے ہیں۔ اس وقت ہمارے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ ہم بھی انھیں پریشان کریں، جو ہونا تھا ہو چکا ہے اب صرف اس معاملے کا حل سوچنا ہے۔" جولیا نے میری حمایت کی۔

"حل؟ میں جن حالات میں ہوں ان کا تمھیں اندازہ نہیں ہے!" براؤن نے کہا۔ میکے براؤن کافی اُلجھا ہوا تھا۔ چند لمحات خاموشی طاری رہی۔ پھر اُس نے کہا "لیکن تم نے اس سلسلے میں کیا کیا۔ کچھ کرو مسٹر غزالی۔ کوئی ٹھوس قدم اُٹھاؤ۔"

"میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہیں بیٹھا رہا۔" میں نے جواب دیا۔

"سارا پروگرام چوپٹ ہو گیا۔ سمجھ میں نہیں آتا وہ کون ہو سکتے ہیں؟" میکے براؤن اُلجھے انداز میں بولا۔

"اس بارے میں آپ مجھ سے بہتر سوچ سکتے ہیں مسٹر براؤن۔" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟"

"وہ کون ہو سکتا ہے جو بوڑھے کی حقیقت سے واقف ہے۔ آپ۔ حسن صاحب اور ڈاکٹر طاہر علی۔ وہ حسن صاحب کے قبضے میں تھا اور انھیں اس کے بارے میں کوئی خدشہ نہیں تھا، نہ وہ ہمارے پروگرام سے واقف تھے۔ اس کے علاوہ اگر وہ بوڑھے کو کہیں اور رکھنا چاہتے تو انھیں کوئی نہیں روک سکتا تھا، اس لیے صرف ایک ہی شخصیت رہ جاتی ہے۔"

"طاہر علی!" میکے براؤن اچھل کر بیٹھ گیا۔

"ہاں! صرف طاہر علی۔"

"اوہ... اوہ! مگر اُسے کیسے علم ہو گیا... کیا وہ؟ اُسے تو میری آمد کی خبر بھی نہیں۔" میکے براؤن خاموش ہو گیا۔

میں نے یہ شوشہ جان بوجھ کر چھوڑا تھا۔ ڈاکٹر طاہر علی کے رات کے لہجے سے اندازہ ہو چکا تھا کہ ایک نیکے کی ملاقات میں وہ مجھ سے کس طرح گفتگو کرے گا، اس لیے یہ پیش بندی غیر مناسب نہیں تھی۔ اپنی پوزیشن سنبھالنے کے لیے ان دونوں کو اُلجھانا ضروری تھا۔ اور اس دوران ممکن تھا کہ بوڑھے کا سراغ مل جاتا۔ میں صرف حسن صاحب سے مخلص تھا۔ تب براؤن بولا "تمھارا تجزیہ درست ہے۔ بات دل کو لگتی ہے۔ اس نے اس موقع سے فائدہ اُٹھایا ہے۔ ممکن ہے اس کے آدمی بھی تاک میں لگے ہوں۔ وہ سب کچھ جو ہم کرنا چاہتے ہیں ممکن ہے وہ تنہا کرنا چاہتا ہو۔ لیکن وہ احمق ہے۔ اس کی بھلا کیا اوقات ہے۔ وہ صرف مہرہ بن سکتا ہے صرف مہرہ۔ غلطی مجھ سے ہی ہوئی ہے۔ میکے براؤن تم احمق ہو۔ تم بہت ہی پست ذہنی سطح کے لوگوں کے چکر میں پھنس گئے۔" وہ خود کلامی کے انداز میں بولا۔ اس کے بعد دیر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تک خاموش رہا۔ پھر کہنے لگا: "غزالی! تم میرے ساتھ رہو گے۔ جو کچھ ہو گیا اُسے بھول جاؤ۔ مجھے خود میدانِ عمل میں اترنا پڑے گا۔ مَیں سب کچھ ٹھیک کر لوں گا۔ فکر مت کرو... مَیں سب کچھ ٹھیک کر لوں گا۔"

"میرے لیے کیا ہدایت ہے؟" مَیں نے پوچھا۔ اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ پھر بولا "اپنے طور پر اس کی تلاش جاری رکھو۔ اور سب سے اہم ہدایت یہ ہے کہ مجھے اپنا شریکِ راز رکھو کسی کو ہمارے درمیان رابطے کا علم نہیں ہونا چاہیے۔ مجھے یقین ہے کہ تم اس کا خیال رکھو گے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر براؤن!" میں گہری سانس لے کر بولا۔

"بس اب جاؤ اور احتیاط رکھو۔" میکے براؤن نے کہا۔ اور مَیں اُٹھ گیا۔

"مَیں بھی جاؤں بیا؟" جولیا نے پوچھا۔

"نہیں! تم ابھی رکو جولی۔ اوکے مسٹر غزالی... خدا حافظ۔" میکے براؤن نے کہا۔ اور مَیں باہر نکل آیا۔

مجھے خود پر ہنسی آ رہی تھی۔ خوب جال میں پھنسا تھا۔ لطف آنے لگا تھا اب تو۔ لیکن زندگی اسی کا نام ہے۔ حسن صاحب کو دفتر سے میری غیر حاضری کی اطلاع مل جائے گی۔ لیکن کوئی خدشہ نہیں تھا۔ وہ یہی سمجھیں گے کہ مَیں بوڑھے کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔ مَیں نیچے آ گیا۔ اور سیدھا قادر کے پاس جانے کا فیصلہ کیا۔ لیکن اس سے پہلے اسے فون کر لینا ضروری تھا۔ چنانچہ پیدل ہی چل پڑا۔ اور ایک جگہ سے قادر کو فون کیا۔ فون قادر نے ریسیو کیا۔

"ہاں غزالی بھائی، مَیں ہی بول رہا ہوں۔" اُس نے میری آواز پہچان کر کہا۔

"کہیں جانے کا پروگرام تو نہیں ہے؟"

"نہیں آ جاؤ... آ رہے ہو؟"

"ہاں!"

"مَیں انتظار کر رہا ہوں۔" قادر نے کہا۔ اور مَیں نے فون بند کر دیا۔ ٹیکسی لی اور القادر روانہ ہو گیا۔

قادر باہر ہی ٹہلتا ہوا ملا۔ اُس کے چہرے پر بھی رات کے جاگنے کے آثار تھے۔ فون پر اُس سے جو گفتگو ہوئی تھی، اُس سے اندازہ ہو گیا تھا کہ بوڑھے کا سراغ نہیں مل سکا۔ اس وقت اس کی شکل بھی یہی بتا رہی تھی "میرے آدمی واپس آ گئے ہیں!" اپنے کمرے میں پہنچ کر اس نے کہا۔

"کوئی پتا نہیں چل سکا؟"

"نہیں!" اُس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ پھر چند لمحات خاموش رہ کر بولا "لعنت ہے یار مجھ پہ۔ کتنا معمولی کام تھا۔ کاش مجھے اندازہ ہوتا کہ وہ اتنا طاقتور ثابت ہو سکتا ہے۔ مَیں نے اچھی طرح تحقیقات کی ہے غزالی بھائی۔ اپنے آدمیوں سے اس کی ایک ایک حرکت کے بارے میں پوچھا ہے۔ جس وقت اُسے کوٹھی کے سامنے پکڑا گیا تھا غزالی بھائی! اُس وقت بھی اُس نے مداخلت کی تھی لیکن ان لوگوں کا کہنا ہے کہ اس وقت اس کی قوت ایک عام آدمی کی سی تھی اور اُنھیں کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔ دوسرے اغوا میں بھی اُس نے نکل بھاگنا چاہا تھا لیکن انھوں نے اس کی یہ کوشش بھی بآسانی ناکام بنا دی تھی۔ پھر نہ جانے کیا ہو گیا! کیا تم اُن لوگوں سے ملنا پسند کرو گے جنھیں اُس نے زخمی کیا ہے؟ دریا میں پہنچ کر اُس نے اُن کی گردنیں دبوچ کر آپس میں ٹکرا دی تھیں اور اتنی قوت سے ٹکرائی تھیں کہ اُن میں سے دو کے سر کھل گئے اور وہ بیہوش ہو گئے۔ اگر دوسرے لوگ انھیں نہ نکال لیتے تو وہ شاید پانی میں ڈوب کر مر جاتے۔"

"مجھے بھی اس کا اندازہ نہیں تھا۔" مَیں نے آہستہ سے کہا۔

"کمبخت نکل کہاں گیا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ کوئی جگہ نہیں چھوڑی گئی۔ غزالی بھائی مَیں تم سے بہت شرمندہ ہوں، اور تم جو کہو مَیں کرنے کے لیے تیار ہوں۔ مگر ایک شکایت ضرور ہے تم سے اب تو مجھے اس کے بارے میں کچھ بتا دو آخر وہ ہے کیا بلا؟ ممکن ہے مَیں اپنی ناقص عقل کو استعمال کر سکوں۔"

"جو کچھ مَیں کہوں گا تم شاید اس پر یقین نہیں کرو گے قادر!"

"خدا کی قسم یقین کروں گا! اور تمھیں خدا کا واسطہ میری نیت پر کوئی شبہ نہ کرنا۔ مَیں شاید اپنے کسی ماں جائے بھائی ہی سے اتنا مخلص ہو سکتا تھا جتنا تم سے ہوں۔"

"تو سنو قادر! مَیں اس بوڑھے کے بارے میں کچھ نہیں جانتا!" مَیں نے کہا۔

قادر متحیر اور سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا۔ "بات انسانی ہمدردی سے شروع ہوئی تھی بعد میں معلوم ہوا کہ کچھ پُراسرار لوگ اس میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ ایک غیر ملکی بھی اُن میں شامل تھا۔ وہی جسے تم نے زخمی کیا ہے۔ میری رگِ تجسس بھی پھڑک اُٹھی اور مَیں نے سوچا کہ اس بوڑھے کو حسن صاحب کی کوٹھی سے الگ رکھ کر اس کے بارے میں معلومات حاصل کروں۔ بظاہر مَیں اس غیر ملکی سے تعاون کیا تھا لیکن درپردہ مَیں اُسے ڈبل کراس کر رہا تھا۔"

"اچھا! مگر وہ غیر ملکی اس بوڑھے کے بارے میں کچھ نہیں بتاتا؟"

"ظاہر ہے، بھلا وہ اپنا راز کیسے بتائے گا؟"

"حسن صاحب تو اس کے بارے میں مزید جانتے ہوں گے؟"

"یقیناً، لیکن میں محسن کا دوست ہی نہیں، حسن صاحب کا ملازم بھی ہوں۔ مَیں اُن سے ان کے کسی راز کے بارے میں کچھ پوچھنے کی کیسے جرأت کر سکتا ہوں۔ اور وہ مجھے کیوں بتائیں گے؟"

"کوئی چال چلو!"

"ضرور چلتا! لیکن اب تو صورتِ حال ہی بدل گئی ہے۔ اگر بوڑھا ہماری تحویل میں ہوتا تو اُس کے بارے میں معلومات حاصل کی جا سکتی تھیں۔"

"صحیح ہے! لیکن یار کیا وہ واقعی پاگل تھا۔ آخر اُس نے اتنے عرصے تک اپنی طاقت کا مظاہرہ کیوں نہیں کیا؟"

"خدا جانے!"

"مجھے بتاؤ غزالی بھائی۔ مجھے بتاؤ، اب مَیں کیا کروں۔ اس منحوس بوڑھے کو کہاں تلاش کروں جس نے مجھے تمھاری نگاہوں میں ذلیل کرایا ہے۔"

"اس کی تلاش کے سلسلے میں میری مدد کرو، اس کے علاوہ مَیں تم سے کچھ اور بھی چاہتا ہوں!"

"کہو غزالی بھائی، کہو!"

"وہ کار یاد ہے جس نے میرا تعاقب کیا تھا۔"

"ہاں بالکل مَیں اُس کے بارے میں سوال کرنے ہی والا تھا۔"

"تو یہ سمجھ لو کہ مَیں خطرات میں بھی گھر سکتا ہوں، اور یہ تمھیں اسی لیے بتا رہا ہوں کہ..."

"بس بس غزالی بھائی۔" اُس نے میری بات کاٹتے ہوئے کہا "مجھے یہ بتاؤ کہ مَیں تعاقب کرنے والوں کے ساتھ کیا سلوک کروں؟" قادر نے بڑے اضطراب اور گمبھیر لہجے میں کہا۔

"صرف معلومات حاصل کرو۔ پتا لگاؤ وہ کون ہیں۔ نادر بیگ وغیرہ کی اب ضرورت نہیں ہے۔ سب کو واپس بلا لو۔ اگر میرا تعاقب ہو تو تمھارے آدمی بس یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ وہ کون لوگ ہیں۔" مَیں نے کہا۔ اتنی دیر میں قادر گھنٹی بجا چکا تھا اُس کا ملازم آیا تو اُس نے کہا "شمشاد جہاں کہیں بھی ہو اُسے بلاؤ۔"

ملازم واپس چلا گیا۔ قادر اپنی جگہ سے اُٹھا اور عقب میں رکھی ہوئی ایک الماری کی طرف بڑھ گیا۔ الماری کھول کر اُس نے ایک پستول نکالا اور اسے چیک کرنے کے بعد واپس آ گیا۔ "غزالی بھائی، موجودہ حالات میں یہ ضروری ہے کہ آپ اسے اپنے پاس رکھیں۔ مَیں فالتو کارتوس بھی آپ کو دے دوں گا، ابھی اس کے چیمبر بھرے ہوئے ہیں۔ اس پستول کے استعمال کی مکمل ذمہ داری مجھ پر ہے۔"

مَیں نے پستول ہاتھ میں لے لیا۔ قادر کے اس اقدام کو مَیں نے دل ہی دل میں بیحد سراہا۔ پستول حاصل کرنے کا کوئی دوسرا ذریعہ میرے لیے ممکن نہیں تھا، اور اس کی ضرورت اچانک ہی مجھے محسوس ہوئی تھی۔ اتنے میں ایک دراز قامت شخص اندر داخل ہوا۔ وہ چہرے ہی سے بہت سنگین، دکھائی دیتا تھا۔

"شمشاد! انھیں پہچان لو! میرے بچپن کے دوست ہیں اور میرے لیے بھائیوں کی طرح ہیں۔ شنکرا اور دانیال کو اپنے ساتھ رکھو۔ دانیال سے کہو کہ اپنی موٹر سائیکل پر رہے۔ ان کا پیچھا کیا جا رہا ہے۔ تمھیں اندازہ لگانا ہے کہ پیچھا کرنے والے کون لوگ ہیں۔ مَیں نے تمھیں خاص طور سے ان کی ذمہ داری سونپی ہے کوئی عذر قبول نہیں کروں گا، انھیں کوئی نقصان نہ پہنچنے پائے۔ کوئی سوال ہے؟"

"جی!" شمشاد نے کہا۔

"بولو!"

"کوئی خراب صورتحال ہو جائے تو 'جھٹکا' کیا جا سکتا ہے؟"

"صرف 'جھٹکا' ہی نہیں 'جھٹکے' تمھیں اجازت ہے۔" قادر نے کہا۔ اور شمشاد مسکرایا۔ جب وہ چلا گیا تو قادر بھی مسکرا کر بولا۔

"اس کے باپ، دادا پیشہ ور جلاد رہے ہیں۔ انگریزوں کے ملازم تھے۔ نہ جانے کتنے لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار ڈالا۔ یہ اُن کا صحیح معنی میں وارث ہے۔ جھٹکے سے زیادہ دلچسپ مشغلہ کوئی نہیں ہے اس کا۔ یہ میرا سب سے خطرناک آدمی ہے اور مَیں اسے خاص موقعوں پر ہی استعمال کرتا ہوں۔"

"جھٹکے کا مطلب—" مَیں نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"چھٹی!" قادر گردن پر ہاتھ پھیر کر بولا۔

"اوہ، نہیں قادر! مَیں کسی انسانی زندگی کا خاتمہ نہیں چاہتا۔ بس میری یہ خواہش ہے کہ مجھے نقصان پہنچانے والوں کو روک لیا جائے۔ اس حد تک جانا اچھا نہیں ہو گا۔"

"مَیں اسے ہدایت کر دوں گا۔ اور پھر وہ خود بھی بلا وجہ ایسا نہیں کرے گا۔" قادر نے مجھے اطمینان دلایا۔

"اب مجھے اجازت دو قادر۔"

"بار بار شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے بھی شرم آتی ہے غزالی بھائی۔ جو کچھ ہوا ہے میرے لیے بہت شرم کا باعث ہے۔ بس یہ مت سمجھ لینا کہ مَیں تم سے ندامت کا اظہار کر کے اپنا فرض پورا کر چکا ہوں۔ میرے آدمی اس بوڑھے کو اس وقت تک تلاش کرتے رہیں گے جب تک وہ مل نہ جائے۔"

مَیں باہر نکل آیا! قادر سے اس ملاقات کے ایک ایک لمحے کو ذہن میں دوہراتا ہوا مَیں کار ڈرائیو کرتا رہا۔ انسان کے باطن کی گہرائیوں میں جھانکنے کا کوئی حتمی طریقہ تو نہیں ہے۔ صرف الفاظ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور تاثرات ہی اس سلسلے میں معاون ہوتے ہیں۔ چنانچہ فادر سے گفتگو کرنے کے بعد، اس کا جائزہ لینے کے بعد میرا دل یہی کہتا تھا کہ وہ بلاشک و شبہ کھرا آدمی ہے۔ اور وہ مجھے کبھی دھوکا نہیں دے گا۔

حسن صاحب اور میکے براؤن سے ملاقات ہو چکی تھی۔ فادر سے بھی مل لیا تھا، اب طاہر علی رہ گئے تھے۔ مجھے اندازہ تھا کہ وہ سب سے ٹیڑھی کھیر ثابت ہوں گے چنانچہ اُن سے ملاقات کے لیے خود کو پوری طرح تیار کرنا تھا۔

ٹھیک ایک بجے میری کار اُن کی کوٹھی میں داخل ہوئی۔ برآمدے میں ہما مل گئی۔ انتظار تو میرا ہی کر رہی تھی لیکن کسی قدر سرد مہری تھی اُس کے انداز میں۔ "ہیلو!" اُس نے کہا۔

"ڈاکٹر صاحب کی کار نہیں نظر آ رہی؟"

"ڈیڈی کو کچھ دیر لگ جائے گی۔ مجھ سے کہہ گئے ہیں کہ آپ کو روک لوں۔" مجھے ہما کے لہجے میں اجنبیت محسوس ہوئی۔ میں اس نئی صورتحال کو سنبھالنے کے لیے تیار ہو گیا، مگر نہ جانے کیا بات تھی؟

"آیئے!" اُس نے کہا اور واپس مڑ گئی پھر ہم ڈرائینگ روم میں داخل ہو گئے۔ "کیا پئیں گے آپ؟"

"ایک کپ زہر مل سکتا ہے؟" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

ہما چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ "مذاق فرما رہے ہیں؟"

"نہیں سنجیدہ ہوں۔"

"زہر پئیں آپ کے دشمن، آج آپ کو زہر پینے کا خیال کیوں آگیا۔" اُس کا لہجہ استہزائیہ تھا۔

"اس لہجے کی وجہ معلوم کر سکتا ہوں؟"

"مجھ سے سننا ضروری ہے؟"

"مجبور نہیں کروں گا۔ تمہارا گھر ہے!"

"کاش میں کوئی گھر بنا سکتی۔ بہت بدنصیب ہوں اس سلسلے میں۔ بنیاد رکھتی ہوں، دیواریں اُٹھاتی ہوں لیکن وہ گر جاتی ہیں۔"

"کونسی دیوار گر گئی ہما؟"

"پلیز غزالی! اتنے بے رحم نہ بنو۔ سب کچھ سمجھتے ہوئے بھی انجان بنتے ہو۔ میں نے ایسی تو کوئی بُرائی نہیں کی تمہارے ساتھ۔ تمہیں دوست کہا ہے، دوست سمجھا ہے۔ کیوں زخموں پر نمک چھڑکتے ہو۔"

"ہما! کیا ہو گیا ہے تمہیں؟" میں نے عاجز آ کر کہا۔ ہما اس وقت بہت سنجیدہ نظر آ رہی تھی۔

"بار بار نہیں بتاؤں گی کہ مجھے کیا ہو گیا ہے۔ ایک بار کہہ چکی ہوں، کئی بار کہہ چکی ہوں۔ کیا بات ہے کیا چاہتے ہو کھل کر بتا دو۔ اتنا انصاف تو کرو میرے ساتھ۔ کیا انسانیت کے رشتے سے بھی میرا اتنا حق نہیں بنتا۔ تم تو ایک اعلیٰ انسان مشہور ہو۔" ہما کا لہجہ اتنا عجیب تھا کہ مجھے اچنبھا ہوا۔ اس کے لہجے نے مجھے بہت متاثر کیا۔ میں دیر تک اُسے خاموشی سے دیکھتا رہا۔ پھر میں نے کہا "ہما کوئی غلط فہمی ہو گئی ہے تمہیں؟"

"نہیں بولو گے، سچ نہیں بولو گے۔ تمہاری مرضی!" وہ ٹوٹتے ہوئے لہجے میں بولی۔

"ہما مجھ سے پوچھو۔ سوال کرو مجھ سے۔ وعدہ کرتا ہوں کہ سچ بولوں گا صرف اِس وقت۔ اِس وقت سے جو فائدہ اُٹھا سکتی ہو اُٹھا لو یا اس کے بعد کوئی وعدہ نہیں ہو گا۔ بولو کیا ہے تمہارے دل میں؟ بولو ہما!"

"کاش میں تمہیں کوئی قسم دے سکتی۔ کاش کسی ایسے شخص کو جانتی میں جو تمہیں عزیز ہو۔ ایک بار سچ سچ بول دو غزالی"

"وقت نکل جائے گا ہما تم دیر کر رہی ہو۔" میں نے کہا۔ میں کچھ جذباتی ہو گیا تھا۔ اس احساس کی تذلیل نہیں کر سکتا تھا جو ہما کے انداز نے سینے میں پیدا کر دیا تھا۔ میں اس لمحے ہر مصلحت کو توڑنے پر آمادہ ہو گیا تھا۔

"دیکھو غزالی یہ سچ ہے کہ میں کالج میں فلرٹ مشہور تھی، یہ بھی سچ ہے کہ میں نے یونیورسٹی کے کئی نوجوانوں کو بیوقوف بنایا ہے اور بدنام ہوئی ہوں یہ بھی سچ ہے غزالی کہ کوئی شریف نوجوان جو مجھ سے واقف ہو مجھے اپنی شریکِ زندگی بناتے ہوئے ڈرے گا۔ ہاں میں اُن مصلحت پسندوں کی بات نہیں کرتی جو تلاش ہوں اور میری دولت کے سبب انھیں میری ذات کے عیب نظر نہ آتے ہوں۔ ہاں یہ سب کچھ درست ہے، یہ بھی درست ہے غزالی کہ تم وہ نہیں ہو سکتے جسے میری دولت سے دلچسپی ہو۔ اگر تم وہ ہوتے تو صورت حال دوسری ہوتی۔ میں تمہاری بیحد عزت کرتی ہوں غزالی، اور اس وقت جو کچھ کہہ رہی ہوں اُسی عزت کی قسم کھا کر کہہ رہی ہوں کہ میں کتنی بھی پست سہی لیکن میں نے جان بوجھ کر نہیں انجانے میں کسی اندرونی جذبے کی مضبوط گرفت میں رہ کر اپنی نسوانیت کو مجروح نہیں ہونے دیا۔ میں نے سب کچھ کیا لیکن کسی بھی مرد کو اپنی خلوت میں قبول نہیں کیا۔ میں کہہ چکی ہوں کہ اس میں میری کسی سوچ کو دخل نہیں تھا بلکہ یہ شاید میری امّی کی پاک روح تھی جو میرے وجود میں سرایت کر کے مجھے غلاظت کی اس دلدل میں غرق نہیں ہونے دیتی تھی۔ ایسے لمحات بارہا آئے کہ میں مغلوب ہو گئی لیکن اندر کی طاقتور روح نے مجھے سنبھال لیا۔ میری مرحوم امّی شاید میرے سینے میں کچھ جذ سمو گئی تھیں۔ وہ اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتی تھیں۔ اگر وہ

زندہ ہوتیں تو شاید مجھ سے، برائے نام بھی کوئی لغزش نہ ہوتی۔ میں کسی برائے نام بدنامی کا بھی ہدف نہ بنتی۔ لیکن وہ نہیں تھیں، ڈیڈی تھے جو اپنی بیٹی کے معاملے کی نزاکتوں سے ناواقف تھے۔ ممکن ہے کبھی کوئی بات اُن تک پہنچی ہی نہ ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ پہنچی ہو تو انھوں نے نظر انداز کر دی ہو۔ یہ بلاشبہ اُن کی محبت تھی، اس کے نتیجے پر انھوں نے غور نہیں کیا تھا، یا کیا تھا تو غلط فیصلے کر لیے تھے۔ انھوں نے سوچا ہو گا وہ ان لغزشوں کو نوٹوں کے انبار تلے گم کر دیں گے۔ کون سمجھاتا مجھے غزالی، کوئی تھا ہی نہیں سوائے اس لطیف روح کے، جس کے ہاتھ نہ تھے جس کی زبان نہیں تھی۔ تم پسند آئے تھے غزالی، اسی طرح جس طرح دوسرے پسند آئے تھے۔ پھر نہ جانے کیوں دل میں یہ خواہش اُبھری کہ تمہیں دوسروں سے مختلف درجہ دیا جائے۔ تمہیں دل کی سچائیاں دے دی جائیں۔ فریحہ اور محسن کو بارہا دیکھا، اُن کی آنکھوں میں جذبوں کی جو سچائیاں دیکھیں وہ اتنی پسند آئیں کہ تمہیں اپنانے کو جی چاہا، لیکن یہ میری غلط اندیشی تھی۔ میں وہ نہیں ہوں جو فریحہ ہے۔ وہ مجھ سے بلند ہے غزالی۔ مجھے ان حقیقتوں پر رونا چاہیے تھا۔ مجھے سسکنا چاہیے تھا لیکن میں سچائیاں قبول کر چکی ہوں۔ بس ایک آرزو ہے دل میں غزالی، تمہاری زبان سے اپنے بارے میں فیصلہ سننے کی۔ سناؤ گے؟"

میں بُری طرح متاثر ہو گیا تھا۔ اور یہ بھول گیا تھا کہ میں یہاں کیوں آیا ہوں۔ اب میں اپنے آپ کو اس کے سامنے سچ بولنے پر مجبور پاتا تھا سو میں نے کہا "سنو ہما، آج پہلی بار میرے دل میں تمہاری عزت پیدا ہوئی ہے اور میں تمہارے لیے اپنے دل میں احترام کا ایک عجیب سا جذبہ پا رہا ہوں۔ اس لیے اب میں تم سے یہ بات ہرگز نہیں چھپا سکتا بلکہ اب اسے چھپانا ایک جرم سمجھتا ہوں کہ میں نے تمہیں کبھی ایک محبوبہ کی حیثیت سے نہیں دیکھا۔ یہ محسن کی ضد تھی کہ تم سے پینگیں بڑھاؤں تاکہ تمہارے ذریعے وہ فریحہ سے ملتا رہے۔ اس طرح میں محسن کے ایک دوست کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ تمہارے بارے میں میرا خیال تھا کہ تم مجھ سے اُکتا جاؤ گی۔ کوئی اور تمہاری نگاہوں میں آ بسے گا۔ کوئی اُلجھن نہیں تھی یہ سب کچھ کرتے ہوئے مجھے۔ لیکن اِس وقت یہ صورت حال بدل گئی ہے۔ اب تم میرے لیے ایک عزیز اور محترم ہستی ہو۔ ہمارے درمیان سچے رشتے آج ہموار ہوئے ہیں ہما۔"

"وضاحت کرو غزالی! ممکن ہے میں غلط فہمی کا شکار ہو جاؤں۔" ہما نے جذباتی انداز میں کہا۔

"تمہارے نام اور تمہاری شخصیت کے ساتھ میرے ذہن میں محبوبہ کا تصور کبھی نہیں آتا۔"

"جولیا کو پسند کرتے ہو؟" ہما نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں!"

"پھر وہ کون ہے جسے تم چاہتے ہو؟"

"تمہارے سر کی قسم کوئی نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ ہما کے چہرے پر ایک دم تغیر نمودار ہوا۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک پیدا ہو گئی۔ پھر اس نے کہا "کوئی نہیں۔ کوئی بھی نہیں! تم یقیناً سچ کہہ رہے ہو غزالی۔ مجھے شکست نہیں ہوئی۔ یہی میری فتح ہے۔ سچ کہہ رہے ہو نا غزالی، جولیا کو بھی وہ مقام حاصل نہیں جو مجھے نہیں مل سکا؟"

"ہاں ہما! بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔"

"ایسا کیوں ہے غزالی، کوئی لڑکی ابھی تک تمہاری زندگی میں نہیں آئی!"

"میرے شب و روز تمہارے سامنے ہیں ہما۔ ابھی میری زندگی سفر میں ہے، قیام کا، منزل کا ابھی دور دور تک کوئی امکان نہیں ہے۔ بس چل رہا ہوں۔ نہ جانے اگلے قدم پہ مجھے کس صورتحال کا سامنا کرنا پڑے۔"

ہما مجھے دیکھتی رہی۔ پھر اُٹھ گئی۔

"کہاں جا رہی ہو بیٹھو۔ تم نے مجھے اداس کر دیا۔"

"زہر منگوا لوں تمہارے لیے۔" اُس نے کہا اور ملازم کو طلب کیا "دو پیالی عمدہ سی کافی بنا لاؤ۔ جلدی۔" ملازم چلا گیا۔ پھر اُس نے کہا "غزالی! جی خوش کر دیا تم نے۔ میں ایک بلی کے مانند ہوں، جو بیتی نہیں تو لڑھکا دینا پسند کرتی ہے۔ ایک سبکی سی محسوس ہوئی تھی مجھے۔ بہت بُرا کہا تمہیں میں نے۔ سوری۔ ویری سوری۔ جانتے ہو میں نے کیا کیا سوچا تھا؟"

"بتاؤ!"

"سوچا تھا عورت کے نام پر داغ بن جاؤں گی۔ اتنی بدنامیاں لپیٹ لوں گی خود پر کہ میرا وجود چھپ جائے۔ خود کو تم سے منسوب رکھوں گی اور اس طرح تم سے انتقام لوں گی۔ نہ جانے کیا کیا سوچتی رہی ہوں اِن دنوں۔ خیر رشتے تو بہت سے ہوتے ہیں اور پھر زندگی فقط پانے ہی کا نام تو نہیں، کھونے کا نام بھی تو ہے غزالی۔ بولو کیا تم اِس بدنام لڑکی کو اپنی دوستی کے قابل بھی نہ سمجھو گے؟"

"رُلانا چاہتی ہو ہما؟ خدا کی قسم رو پڑوں گا۔ کبھی نہیں رویا۔ میرا مان نہ توڑو۔ تم دوستی کی بات کرتی ہو۔ اگر اس سے بھی کوئی اونچا مقام ہے تو میں تمہیں وہ مقام دینا اپنے لیے باعث فخر سمجھوں گا۔" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"مجھے تم کوئی بھی رشتہ بخش دو غزالی۔ میں اس کے بعد تم سے اور کچھ نہیں مانگوں گی۔" اُس کی آواز سسک پڑی۔ وہ بے اختیار

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اٹھی اور میرے قدموں میں جھکنا ہی چاہتی تھی مگر میں نے اُسے روک لیا اور اس کے شانے پکڑ کر اٹھایا اور کھڑا کر دیا۔

" میں اس سر کو اونچا دیکھنا چاہتا ہوں ہما۔ اب یہ سر میرا غرور ہے اس کی توہین نہ کرو۔" میں نے اس کا سر اپنے سینے سے لگا لیا۔ اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر اس کی پیشانی کو بوسہ دیا۔

" اس لمس کا کیا نام ہے غزالی جانتے ہو۔ بولو، کیا میں نے تمھیں پا نہیں لیا۔ کیا اب بھی کہو گے کہ کوئی تمھارے وجود میں نہیں آیا۔ بولو، مجھ سے اونچا مقام ہے کسی کا ؟ ہے اب کوئی میرا ہم پلّہ۔ اب بتاؤ مجھے غزالی، میں کون ہوں تمھاری ؟" وہ ہیجانی انداز میں بول رہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی۔

" میں اس لمس کو ایک نام دوں گا ہما۔ مگر ابھی میں اس قابل نہیں ہوں۔ وقت آنے دو۔" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ نہ جانے کمبخت دل کا کونسا گوشہ زخمی ہو گیا تھا، نہ جانے کس طرح سلگتی آنکھوں میں نمی اُبھر آئی تھی۔ میرے رخسار بھی بھیگنے لگے تھے۔

ہما مسکرا رہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ یہ گنگا جمنی مجھے بہت بھا رہی تھی۔ میں نے جیب سے رومال نکال کر اس کے رخسار خشک کیے۔" اب خود کو سنبھالو ہما۔ ملازم کافی لاتا ہو گا۔"

" کسی سے نہیں ڈرتی اب میں!" اس نے غرور بھرے لہجے میں کہا۔" لوگ مجھے کتنا ہی بدنام کریں۔ کچھ بھی کہیں میرے بارے میں، اب مجھے کسی کی پروا نہیں ہو گی۔ تمھاری پُر اعتماد نگاہیں جب میری طرف اٹھیں گی تو میرے بدن کو پاکیزگی کی اتنی ردائیں لپیٹ لیں گی کہ کچھ کہنے والے خود شرمندہ ہو جائیں گے اور غزالی ان رداؤں پر کوئی دھبہ نہ ہو گا۔ ہما جھوٹ نہیں بول رہی۔ تم میری ذات کا آخری حوالہ ہو۔ اس کے بعد کچھ نہیں ہے۔ کچھ بھی نہیں۔"

" اب کچھ نہ کہو ہما! بس خاموش ہو جاؤ، خاموش!"

" ہم ایسا کریں گے غزالی، ابھی کسی کو اپنے بارے میں کچھ نہیں بتائیں گے۔ راز رکھیں گے اس نئے رشتے کو..." وہ کچھ اور کہنا چاہتی تھی کہ ملازم کافی لے آیا۔ میں نے خود اُسے کافی بنا کر دی۔ ہم دونوں خاموشی سے کافی پیتے رہے۔ اسی دوران فون کی گھنٹی بج اٹھی اور ہما نے پیالی رکھ کر ریسیور اٹھا لیا اور دوسری طرف کی آواز سن کر بولی۔" ہاں ڈیڈی میں بول رہی ہوں۔ ہاں آ گئے ہیں۔ جی ہاں... ہاں ٹھیک ہے... ابھی نہیں جائیں گے۔ آپ اطمینان رکھیں۔ بات کریں گے ان سے ؟ نہیں... آپ اطمینان سے آ جائیں... او کے۔" اس نے ریسیور رکھ دیا۔

" ڈیڈی کچھ اور لیٹ ہو جائیں گے، کہہ رہے تھے تم سے ضروری ملاقات کرنی ہے۔ معذرت کر رہے تھے دیر ہونے کی۔ کہہ رہے تھے تمھیں روکے رکھوں۔"

" ٹھیک ہے میں انتظار کروں گا!"

" کوئی خاص بات ہے غزالی ؟ ڈیڈی سے کیوں ملاقات کرنی تھی۔ وہ رات سے کچھ پریشان بھی ہیں۔" ہما نے سوال کیا۔ اور میرا دماغ ایکدم سے جھک سے اُڑ گیا۔ یہ خیال تو مجھے رہا ہی نہیں تھا۔ یہ کیا ہو گیا۔ ڈاکٹر طاہر علی کے لیے تو میں ایک خطرناک زہر بو چکا ہوں۔ میں نے میکے براؤن کو اس کی طرف سے بدظن کر دیا ہے۔ میکے براؤن اس سلسلے میں ضرور کچھ کرے گا۔ کیا اب ان حالات میں، میں ڈاکٹر طاہر کے خلاف کچھ کر سکوں گا ؟ اس وقت جو کچھ ہوا تھا وہ قطعی غیر متوقع تھا۔ یہ فطری کیفیات تھیں جن سے عاری ہو کر انسان خود کو انسان نہیں کہہ سکتا۔ ڈاکٹر طاہر علی ہما کا باپ تھا۔ ہما کے باپ کو کوئی نقصان پہنچانا اب میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ ہما ان چند لمحات میں میرے لیے نہ جانے کہاں سے کہاں پہنچ گئی تھی۔ اس کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

" ڈیڈی کے اور تمھارے درمیان کوئی خاص معاملہ چل رہا ہے کیا ؟"

" تم اس کا جواب دو ہما، ڈاکٹر صاحب نے اس بارے میں تم سے کچھ کہا ہے ؟"

" صرف یہ کہ تم انھیں بھی پسند ہو۔ انھوں نے یہ بھی کہا تھا، ایک بار کہ میں تمھیں مٹھی میں رکھوں تاکہ کسی اور جال میں نہ پھنس جاؤ تم۔ تمھارے بارے میں اکثر پوچھتے رہتے ہیں وہ۔ کیا معاملہ ہے غزالی ؟ ایک بار انھوں نے مجھے جولیا سے بھی ہوشیار کیا تھا اور کہا تھا، خیال رکھوں، جولیا میرے راستے میں نہ آ جائے۔"

" کب کی بات ہے ؟" میں نے سوال کیا۔

" ابھی ایک ہفتے کے اندر اندر کی۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا جیسے میرے علاوہ بھی وہ کسی وجہ سے تم میں دلچسپی لے رہے ہیں"

میں خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔" اس بات کا جواب بھی مجھ پر قرض رہنے دو ہما۔ بتا دوں گا، نہ صرف بتا دوں گا بلکہ اس سلسلے میں تم سے مدد بھی لوں گا۔" میں نے چند لمحوں بعد کہا۔

" صرف اسی سلسلے میں نہیں۔ میں ہر طرح تمھارے کام آنے کے لیے تیار ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ تم اس باب میں کوئی تکلف نہ برتو گے، ورنہ مجھے شکایت ہو گی۔"

" ہاں ہما اب اس کی گنجائش نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ صورتِ حال اس قدر پریشان کن ہو گئی تھی کہ میں چکرا کر رہ گیا تھا۔ سارے کھیل اُلٹے ہو گئے تھے۔ طاہر علی کے خلاف دل میں بہت کچھ تھا۔ وہ خطرناک آدمی تھا۔ حسن صاحب کے اعتماد کو دھوکا دیا تھا اس نے۔ بوڑھے بابا کو وہ ایسی دوائیں استعمال کراتا رہا تھا کہ اُس کے خلاف مقدمہ قائم ہو سکتا تھا جس کے بعد وہ کہیں کا نہ رہتا، دوسری طرف میکے براؤن تھا۔ طاہر علی بہت غیر محفوظ تھا لیکن ہما نے کھیل کا پانسا ہی پلٹ کر رکھ دیا تھا۔ ان چند لمحوں میں وہ کچھ ہو گیا تھا، جو اب تک ناقابلِ تصور تھا۔ ہما بُری لڑکی نہیں تھی غلط تربیت اور صحیح محافظ نہ ہونے کی وجہ سے وہ بھٹک گئی تھی اور صورتحال معلوم ہونے کے بعد میں نے اس کے وجود کی کرچیں سمیٹ لی تھیں انھیں یکجا کیا تھا، جوڑا تھا اور دل کی گہرائیوں میں اُسے ایک نام دیا تھا، بہن کا مقدس نام۔ ابھی اس نام کا اعلان نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اس کے بعد لاتعداد ذمہ داریاں آ پڑتی تھیں اور میں، حالات کے بھنور میں پھنسا ہوا انسان ان ذمہ داریوں کا پورا بوجھ نہیں سنبھال سکتا تھا۔ اس کے لیے وقت درکار تھا، اور اب طاہر علی...

سوچ کا سفر ابھی جاری تھا کہ باہر کچھ آوازیں سنائی دیں۔ اور پھر ڈاکٹر طاہر علی ڈرائنگ روم کا دروازہ کھول کر اندر آیا۔ اس کا چہرہ سُرخ ہو رہا تھا۔" ہیلو!" اس نے بھاری آواز میں کہا۔

" آداب عرض ہے!" میں نے حسبِ معمول کہا۔ طاہر علی گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا، پھر اُس نے کہا۔" ہما مجھے غزالی سے کچھ باتیں کرنی ہیں، جو تمھاری موجودگی میں مناسب نہیں ہوں گی۔"

" میں چلی جاتی ہوں ڈیڈی، لیکن کیا دھوپ بہت تیز ہے ؟"

" نہیں!"

" پھر آپ کا چہرہ اتنا سُرخ کیوں ہو رہا ہے ؟"

" کوئی خاص بات نہیں ہے شاید بلڈ پریشر ہائی ہو گیا ہے۔ او کے ہما۔ تم آرام کرو۔" ڈاکٹر نے کہا اور ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔

" مجھ سے مل کر جانا غزالی!" ہما کہتی ہوئی باہر نکل گئی۔ ڈاکٹر طاہر علی نے مجھے بیگانہ سی نگاہوں سے دیکھا پھر بولا۔" کیا پوزیشن ہے۔ وہ ملا یا نہیں ؟"

" ابھی تک نہیں!"

" اس کا نتیجہ جانتے ہو ؟" طاہر علی نے کہا۔ اور میرا پارہ چڑھنے لگا لیکن میں نے خود کو سنبھال لیا۔" کچھ وضاحت فرمائیں گے ڈاکٹر صاحب ؟" میں نے نرم لہجے میں کہا۔

" یہ سازش تم نے کس کے لیے کی ہے ؟"

" آپ کا کیا خیال ہے ؟"

" میں نے تم سے سوال کیا ہے!" اس کا لہجہ اشتعال انگیز تھا۔

" تو پھر سازش کا تعین فرمائیں!"

" وہ خود نہیں گیا۔ اُسے فرار کرایا گیا ہے اور پھر غائب کیا گیا ہے اور تم جانتے ہو کہ اب وہ کہاں ہے۔" ڈاکٹر طاہر علی نے پُریقین لہجے میں کہا۔

" وہ خود سے گیا ہے ڈاکٹر صاحب، پہلے بھی وہ بھاگنے کی کوشش کرتا رہا ہے۔" میں نے اُسے یاد دلایا۔

" ہاں، اور تم نے اُس کی اسی کوشش سے فائدہ اٹھایا ہے۔"

" یہ آپ کی غلط فہمی ہے ڈاکٹر صاحب، بھلا میں ایسا کیوں کرتا ؟" میں نے بدستور نرم لہجے میں کہا۔ میں مسلسل قوتِ برداشت سے کام لے رہا تھا۔

" دولت کے لیے، صرف دولت کے لیے۔ لیکن تم نے اپنے پیروں پر کلہاڑی مار لی ہے غزالی۔ تم نے جو کچھ کھویا ہے اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ جانتے ہو میں نے تمھارے بارے میں کیا سوچا تھا ؟"

" آپ کے دل کی بات بھلا میں کیسے جان سکتا ہوں ڈاکٹر صاحب!" نہ چاہتے ہوئے بھی میرا لہجہ استہزائیہ تھا۔

" سنو صاحبزادے، میں ڈاکٹر ہوں۔ یہ پیشہ میں نے اس لیے اپنایا تھا کہ یہ میرے باپ کی خواہش تھی۔ بنیادی طور پر میں صرف ایک مہم جو ہوں۔ اور اس بار اپنی زندگی کی آخری مہم میں اہم حصہ لینا چاہتا تھا۔ میرے پاس بہت کچھ ہے۔ مجھے دولت کی کوئی احتیاج نہیں ہے۔ کچھ بھی نہ کروں تو زندگی بھر اسی طرح ٹھاٹ سے خرچ کر سکتا ہوں۔ ایڈونچر میرا شوق ہے۔ میں نے سوچا تھا کہ ہما کو تم سے منسوب کر کے اپنا سب کچھ تمھیں دے دوں گا، اس کی ذمہ داریاں تمھیں سونپ دوں گا اور اپنے اس آخری شوق کی تکمیل کے لیے نکل جاؤں گا۔ یہ تمھارا امتحان بھی تھا، میں جاننا چاہتا تھا کہ تم میں وفا کی کتنی بو ہے۔ وعدوں کو کس حد تک نباہ سکتے ہو تم۔ لیکن وہ لوگ جو سنہری سکوں اور نوٹوں کے ڈھیر دیکھ کر ہر ایک کے سامنے دُم ہلا سکتے ہیں، کبھی اس قابل نہیں ہوتے کہ ان پر اعتماد کیا جائے۔ لاکھوں کی جائداد کا نقصان کیا ہے تم نے۔ کروڑوں روپے کا اعتماد توڑا ہے۔"

ڈاکٹر طاہر نے دوسرے الفاظ میں مجھے دنیا کا کتا کہا تھا۔ اب میرے لیے اپنے طیش پر قابو پانا مشکل ہو گیا تھا۔" ہما کو درمیان میں نہ لائیں ڈاکٹر صاحب! اس کے پسینے کی ایک بوند آپ کی لاکھوں روپے کی جائداد سے کہیں قیمتی ہے۔ اس کی بات جانے دیں۔ اپنی بات کریں۔ بہت کچھ کہہ چکے ہیں آپ۔ اور بہت کچھ برداشت کیا ہے میں نے اور کس وجہ سے برداشت کیا ہے، یہ ابھی آپ کو نہیں بتاؤں گا۔ میرا مشورہ ہے کہ آپ اپنی اصلاح کر لیں۔ سوچ کا انداز بدل دیں،

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ممکن ہے آپ کی غلط فہمیاں دور ہونے میں دیر نہ لگے۔"

"تم دوسروں کو اپنی چکنی چپڑی باتوں سے بیوقوف بنا سکتے ہو، مجھے نہیں۔ تم نے میرے بارے میں غلط اندازہ لگایا ہے مسٹر غزالی۔ تم اپنے آپ کو بہت ذہین سمجھتے ہو، لیکن طفلِ مکتب ہو میرے سامنے۔ کیا میرے چند سوالوں کے جواب دو گے؟"

"جی۔ فرمائیے؟" میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"ہدایت سے کیا سودے بازی کی تھی تم نے؟"

ڈاکٹر طاہر علی کا یہ سوال سن کر مجھ پر بجلی سی گر پڑی۔ میں نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا "ہدایت سے بھلا کیا سودے بازی کر سکتا تھا میں؟"

"چار سو روپے ماہوار دے رہے تھے تم اُسے؟"

"بکواس ہے! کس نے کہا آپ سے؟" میں نے اپنے اعصاب پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"میں نے بوڑھے کی دوائیں تبدیل کی تھیں۔ تم نے یہ بات جاننے کے بعد ہدایت سے پرانی دوائیں کیوں تلاش کرائی تھیں؟"

"لیکن یہ تو اس وقت کی بات ہے جب میرے اور آپ کے درمیان کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا۔" میں نے کہا۔ میں اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ ہدایت نے دغا کی ہے۔ لیکن اس وقت تو اپنی مدافعت کے سوا میں اور کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔

"اس معاہدے کے بعد تم نے میری ہدایات پر عمل کیا؟"

"سو فیصدی!"

"یہ ہیں وہ دوائیں جو میری تجویز کردہ دواؤں کی بجائے تم اُسے استعمال کراتے رہے ہو۔۔۔ یہی ہیں نا!" ڈاکٹر نے جیب سے دواؤں کا پیکٹ نکال کر میرے سامنے کرتے ہوئے کہا۔ یہ وہی دوائیں تھیں جو گذشتہ دنوں میں بوڑھے کو استعمال کراتا رہا تھا۔

"حسن صاحب کی کوٹھی سے آرہے ہیں آپ؟" میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

"موضوع سے ہٹنے کی کوشش مت کرو۔ بولو یہی وہ دوائیں ہیں نا جو تم اسے استعمال کرا رہے تھے۔"

"جی ہاں!" اب اعتراف کے علاوہ چارہ نہ تھا۔

"وجہ؟" ڈاکٹر نے چبھتے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔

"انسانی ہمدردی! آپ جانتے ہیں کہ میں صرف انسانی ہمدردی کی بنیاد پر ہی دادر سے اُلجھ گیا تھا۔"

"نہیں عزیزم! میں نے بڑے بڑے بقراط دیکھے ہیں۔ ان کا تجزیہ کیا ہے۔ مجھ سے اُڑ رہے ہو۔ سمندر کی تصویر، کھلونے جو تم خرید کر لائے تھے، کیا یہ سب کچھ محض انسانی ہمدردی کی بنیاد پر تھا؟"

"سو فیصدی ڈاکٹر صاحب! میں اُس کی یادداشت واپس لانا چاہتا تھا۔"

"کس لیے؟"

"اس لیے کہ وہ پاگل نہ ہے اور ایک صحیح الدماغ آدمی ہو جائے میں نے اس کا جائزہ لیا تھا، وہ مٹی کے کھلونے بنا کر اُن میں کچھ تلاش کرنا چاہتا تھا۔"

"ہوش میں آجاؤ غزالی ہوش میں آجاؤ۔ ہما تمھیں چاہتی ہے، وہ بیوقوف لڑکی میری مجبوری ہے۔ ورنہ تم۔۔۔ تم ایک منٹ میں سیدھے ہو جاتے۔ سنو جو کچھ میں پوچھ رہا ہوں اس کا جواب دو؟"

"آپ کا ذہن ماؤف ہو چکا ہے، ڈاکٹر صاحب! اتنے بوڑھے ہو چکے ہیں آپ کہ آپ کے اعصاب آپ کا ساتھ چھوڑ چکے ہیں۔ میں آپ کے لیے کوئی بُرا لفظ استعمال نہیں کر سکتا۔ افسوس کہ میں نے اپنی زبان بندی کا اہتمام خود ہی کیا ہے۔ ایک ایسے رشتے نے مجھے روک دیا ہے جواب سے پہلے میرے اندر موجود نہیں تھا۔۔۔ پوچھیے ڈاکٹر صاحب کیا پوچھنا چاہتے ہیں آپ؟"

ڈاکٹر طاہر کا چہرہ کچھ اور سرخ ہو گیا۔ اور اچانک ایک بھیانک مسکراہٹ اُس کے چہرے پر پھیل گئی۔ چند لمحوں تک وہ مجھے دیکھتا رہا۔ ایک عجیب سی چمک تھی اُس کی آنکھوں میں کسی بھوکے بھیڑیے کی آنکھوں کی چمک۔ پھر اُس کی آواز اُبھری: "نادر بیگ کون تھا؟"

بڑا غیر متوقع اور سنسنی خیز سوال تھا۔ میں نے یہ جھٹکا بھی برداشت کیا، اور بولا: "ایک ملازم!"

"کیوں رکھا تھا اُسے؟"

"ہدایت نے اس کی فرمائش کی تھی اُس کا کہنا تھا کہ وہ تنہا اس بوڑھے کی دیکھ بھال نہیں کر سکتا۔"

"اب کہاں ہے وہ؟"

"کوٹھی پر ہوگا!" میں نے جواب دیا۔ لیکن دل ہی دل میں اعتراف کیا کہ میں نے نادر بیگ کو فوراً ہٹا کر اچھا نہیں کیا۔ اسے ابھی کچھ اور دن وہاں رہنا چاہیے تھا۔ یہ میری ناتجربہ کاری تھی۔

"وہ وہاں نہیں ہے۔ پُراسرار طور پر غائب ہو گیا ہے۔"

"ممکن ہے لیکن اُسے تلاش کیا جا سکتا ہے۔"

"کہاں سے لائے تھے تم اُسے؟"

"کوٹھی میں ملازمت تلاش کرتا ہوا آیا تھا۔ کوئی اہم کام نہیں تھا اس لیے میں نے اس کے بارے میں تحقیقات ضروری نہ سمجھی اور اُسے ملازم رکھ لیا۔۔۔ مگر اُس کی وجہ سے کیا مصیبت آگئی؟" میں نے جھلا کر پوچھا۔

"کچھ نہیں، کچھ بھی نہیں عزیزم؟ تمھیں آئینہ دکھا رہا ہوں۔

اب یہ بتاؤ، بوڑھا کہاں ہے۔ کیا نادر بیگ کے پاس۔۔۔؟"

"جہنم میں ہوگا۔ مجھے نہیں معلوم۔"

"گڈ ویری گڈ۔ اِس وقت تم انسانی ہمدردی کے خول سے اچانک نکل آئے ہو۔ لیکن بوڑھے کے بارے میں تو تمھیں بتانا ہی ہوگا۔"

"میں اس کی تلاش میں سرگرداں ہوں، مل گیا تو آپ کو ضرور اطلاع دوں گا۔"

"اچھا اب آخری بات بتاؤ۔ کس کے آلۂ کار ہو۔ اور کن شرائط پر؟"

"دلچسپ گفتگو کرتے ہیں آپ، ڈاکٹر صاحب۔ اب تو آپ پر غصہ بھی نہیں آرہا۔ چلیں آپ ہی بتا دیں، میں کس کا آلۂ کار بن سکتا ہوں۔"

"بہت پیچھے سے چل رہا ہوں میں۔ اُس وقت سے سوچ رہا ہوں جب تم حسن کی کوٹھی پر آئے تھے۔ شاید باہر کا کوئی آدمی بوڑھے کی اصلیت سے واقف ہو گیا ہو اور اُس نے تمھیں اس کام پر لگا دیا ہو۔ دوسری شخصیت حسن کی ہو سکتی ہے۔ تم نے اُسے بتایا ہوگا کہ میں کیا چال چل رہا ہوں۔ اور پھر مشورے ہوئے ہوں گے۔ سوچا گیا ہوگا کہ بوڑھے کو کہیں چھپا دیا جائے، اور مجھ سے پوشیدہ رکھ کر کام کیا جائے۔ یا پھر وہ سفید چوہیا ہو سکتی ہے۔ ممکن ہے وہ اپنے باپ سے کچھ ہدایات لائی ہو۔"

"یہ سب ایک بوڑھے دماغ کی کمزور سوچ ہے ڈاکٹر! احسن صاحب اس سلسلے میں مکمل اختیارات رکھتے ہیں۔ انھیں آپ کی کیا پروا ہو سکتی ہے۔ دوسری بات جو لیا کی ہے جسے آپ نے سفید چوہیا کا نام دیا ہے تو کیا وہ اتنی ہی ذہین ہے؟"

"تم سے بہت گاڑھی چھن رہی ہے اُس کی۔ اور تم دولت کے خواہش مند ہو۔ آخر میں کیوں نہ ان خطوط پر سوچوں۔"

"ضرور سوچیے! میں اس سلسلے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ بہرحال اب مجھے اجازت دیں۔" میں نے تنگ آکر کہا۔

"جاؤ ضرور جاؤ! میں تمھاری طرف سے اپنا دل صاف کر سکتا ہوں۔ انسانی کمزوری سمجھ کر تمھیں معاف کر سکتا ہوں لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ مجھ سے تعاون کرو۔ اگر وہ کسی اور کی تحویل میں ہے تو تم لوگوں کے لیے بیکار ثابت ہوگا۔ کوئی کچھ نہیں معلوم کر سکے گا اُس کے بارے میں۔ اگر تم نے خود یہ کوشش کی ہے تو حماقت کی ہے۔ اُس کی کہانی بہت عجیب ہے جسے کوئی نہیں مان سکے گا۔ کبھی نہیں جان سکے گا۔ ٹھیک ہے تم جا سکتے ہو۔ لیکن خیال رکھنا، ابھی وقت ہے۔ اس سے پہلے کہ میں کوئی آخری فیصلہ کروں، تم اپنی اصلاح کر لو۔ میں تمھارے فون کا انتظار کروں گا، خدا حافظ۔" ڈاکٹر نے کہا اور اپنی جگہ سے اُٹھ گیا پھر وہ باہر نکل گیا۔ کمبخت نے میرے دماغ کی چولیں ہلا ڈالی تھیں۔ سر دُکھنے لگا تھا۔ گفتگو تو اُس سے میں ایسی کرتا کہ اُسے بھی لطف آجاتا لیکن زبان بندی ہو گئی تھی۔ ایک ایسا رشتہ قائم ہو گیا تھا جس کی رعایت کرنا واجب تھا۔

میں باہر نکل آیا۔ ہما نے کہا تھا کہ اُس سے مل کر جاؤں۔ ایک ملازم سے اُس کے بارے میں پوچھا۔ اور ملازم نے مجھے اُس کی خواب گاہ کا راستہ دکھا دیا۔ میں خواب گاہ کی طرف بڑھ رہا تھا کہ طاہر علی کسی طرف سے نکل آیا۔ اُس نے مجھے روکتے ہوئے کہا: "ہما سے اب تمھارا نہ ملنا بہتر ہے۔"

"جو حکم! مگر وہ مجھ سے اس کی وجہ پوچھے تو؟" میں نے سوال کیا۔ اور ڈاکٹر مجھے گھورنے لگا۔ پھر بولا: "ٹھیک ہے۔ لیکن اُسے اس بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گے تم۔ اِس کا وعدہ کرو۔"

"اوکے ڈاکٹر! میں وعدہ کرتا ہوں کہ اُسے کچھ نہیں بتاؤں گا" میں نے کہا، اور ہما کی خواب گاہ کی طرف بڑھ گیا۔ دستک دی تو اُس نے اندر بلا لیا۔ ایک کتاب دیکھ رہی تھی۔

"چلتا ہوں ہما۔ پھر ملاقات ہوگی۔"

"جلدی ہے؟" ہما نے پوچھا۔

"ہاں!"

"خدا حافظ! میں کوٹھی آؤں گی۔ مجھے فون ضرور کیا کرو!"

اُس نے کہا اور میں اُلٹے قدموں باہر نکل آیا۔ کار میں بیٹھ کر کار آگے بڑھائی تو دماغ چکرا گیا۔ طبیعت اندر سے اُکھڑی سی رہی تھی۔ حالانکہ کافی وقت تھا لیکن میں کوٹھی کی طرف ہی چل پڑا۔ لان پر سناٹا طاری تھا۔ کریم بابا نے گھبرائی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"کیسی طبیعت ہے میاں؟"

"ٹھیک ہوں بابا۔ کوئی خاص بات تو نہیں؟"

"نہیں کچھ نہیں۔ چائے یا کافی بنا دوں؟"

"نہیں بالکل نہیں! غسل کر لوں۔ آرام کروں گا۔" میں نے کہا اور کریم بابا نے جلدی سے میرے کپڑے نکال دیے۔ شاور کے نیچے تھا کہ ہدایت کا خیال آیا اور میں چونک پڑا۔ جلدی جلدی غسل کیا اور لباس تبدیل کر کے باہر نکل آیا۔ پھر سیدھا انیکسی سے نکل کر بوڑھے بابا کی رہائش گاہ پر پہنچا۔ پوری عمارت دیکھ لی مگر ہدایت کا کہیں پتا نہیں تھا۔ کمروں کی تلاشی لی، اس کا سامان موجود تھا۔ باہر نکل کر چوکیدار کے پاس پہنچا۔ "خان بابا! ایک بات بتاؤ!"

"جی صاب! بولو۔" بوڑھے خان نے کہا۔ اُس کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ یہ زخم بوڑھے بابا نے لگایا تھا۔

"کیا ڈاکٹر صاحب یہاں آئے تھے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہاں صاب وہ آیا تھا۔"

"حسن صاحب گھر پہ تھے اس وقت؟"

"نہیں صاب، بڑا صاب تو صبح سے گیا ہوا ہے۔"

"پھر ڈاکٹر صاحب کہاں گئے تھے؟"

"میرے کو نہیں معلوم صاب... وہ تھوڑا دیر بعد چلا گیا تھا۔"

"ہدایت کہاں ہے؟"

"وہ باہر گیا ہے صاب!"

"اُسے گئے ہوئے کتنی دیر ہوئی خان صاحب؟"

"بہت دیر ہوگیا۔ وہ ڈاکٹر صاب کا گاڑی میں گیا تھا، ہم دیکھا صاب۔ ڈاکٹر صاب باہر نکلا، باہر گاڑی روکا پھر ہدایت باہر نکلا ڈاکٹر صاب دروازہ کھولا، ہدایت اندر بیٹھا اور چلا گیا۔ ابھی واپس نہیں آیا۔"

"اچھا خان صاحب!" میں نے کہا اور واپس انیکسی چل پڑا۔ ہدایت مصیبت میں پھنس گیا تھا۔ یہ ساری معلومات اس سے کس طرح حاصل کی گئی ہوں گی، اس کے بارے میں اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا۔ حالات کا اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا، مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔ انیکسی آکر بستر پر لیٹ گیا۔ تھکے ہوئے ذہن میں چنگاریاں بھری ہوئی تھیں۔ سونے کی کوشش کی اور قوتِ ارادی سے کام لے کر سو گیا۔ جاگا تو اندھیرا ہو گیا تھا۔ کریم بابا نے اس لیے روشنی نہیں کی تھی کہ آنکھ نہ کھل جائے۔ غسل خانے میں جا کر منہ دھویا پھر واپس آکر روشنی کی جسے دیکھ کر کریم بابا اندر آگئے۔ ان کی آنکھوں میں شفقت کا نور جھلک رہا تھا۔

"چائے کریم بابا!" میں نے کہا۔

"لاتا ہوں میاں۔ محسن میاں آئے تھے کہہ رہے تھے کہ آپ جاگ جائیں تو اُن کے ساتھ چائے پئیں لیکن اب دیر ہو چکی ہے۔"

میں نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ ساڑھے سات بجے تھے۔ کریم بابا کے ہاتھوں کی بنی ہوئی چائے پی کر بال وغیرہ سنوارے اور باہر نکل آیا۔ لان پر روشنی ہو رہی تھی، موسم خوشگوار تھا۔ تنویر، محسن، فریحہ، جولیا اور دوسرے لوگ وہاں جمع تھے۔

"لیجیے آگئے!" محسن نے کہا پھر بولا "طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔ ناوقت کیسے سو رہے تھے؟"

"سوری محسن! تم لوگوں نے چائے پر انتظار کیا ہوگا؟"

"جی ہاں! ہم لوگوں نے آپ کے انتظار میں ابھی تک تیسری چائے نہیں پی۔" تنویر نے جواب دیا۔

"تب تو مجھے واقعی افسوس ہے کیونکہ میں چائے پی آیا ہوں۔"

"کوئی بات نہیں! ڈنر میں شرکت کر لینا۔"

"خوب! کیا فریحہ بھابی کے والدین کہیں گئے ہوئے ہیں؟" میں نے چوٹ کی۔

"جناب اب ہم اتنے بے حقیقت بھی نہیں، منگیتر ہیں آخر کسے۔ ذرا آنکھیں دکھائیں تو سب ٹھیک ہو جائیں، ویسے خدا مہربان ہے۔ محترمہ والدہ صاحبہ اور قبلہ و کعبہ کے ایک عزیز محترم خدا کے فضل سے مرحوم و مغفور ہو گئے ہیں۔ دونوں بزرگانِ گرامی ان کی آخری رسومات میں شرکت کے لیے روانہ ہو گئے ہیں، امکانات اس بات کے ہیں کہ سوئم میں بھی شریک ہوں گے۔ آپ لوگ آمین کہیں۔" محسن نے مسخرے پن سے کہا۔

"ہم کیا کہیں آپ خود کہہ لیں۔" تنویر نے کہا۔

"دیکھا غزالی! یہ بہنیں ہیں آجکل کی۔ خدا کرے تیری بھی منگنی ہو جائے اور مجھے بھی آمین نہ کہنے کا موقع ملے۔"

حسن صاحب کے اچانک چلے جانے سے ایک سکون سا احساس ہوا، ان سے ملاقات بہت کٹھن لگ رہی تھی۔ خدا نے واقعی یہ موقع فراہم کر کے مجھ پر احسان کیا تھا جس کی مجھے خوشی تھی۔ میں ان سے بوڑھے بابا کی بازیابی کے بعد ہی ملاقات کرنا چاہتا تھا!

فریحہ کی موجودگی میں محسن دعاآشنہ ہو جاتا تھا، چنانچہ محفل بڑی پُر رونق رہی، پھر بوڑھے بابا کا تذکرہ نکل آیا۔ "اس سلسلے میں کوئی امید افزا خبر ملی؟" محسن نے پوچھا۔

"نہیں محسن۔ ابھی تک نہیں۔ میں حسن صاحب سے...!"

"تم بلاوجہ اتنے پریشان ہو رہے ہو غزالی۔ غلطی ڈیڈی کی بھی ہے۔ خواہ مخواہ اسے سب لوگوں کے لیے معمہ بنا ڈالا تھا۔ کسی کو اس کے بارے میں کچھ نہ کچھ بتا دیتے۔ اگر اس کی ذات کو ایک سربستہ راز نہ رکھا جاتا تو آج یہ مسئلہ نہ ہوتا۔ اور وہ تو اس سے پہلے بھی فرار ہونے کی کوششیں کر چکا تھا۔ اس بار کامیاب ہو گیا اس میں کسی کا کیا قصور؟"

"میرا خیال ہے کہ واقعی مجھ سے زیادہ ذمہ دار ثابت ہوا میں نے بلاوجہ مداخلت کی۔"

"مسٹر غزالی! میں حسن صاحب کا بیٹا ہوں۔ اُن کے مزاج کو پہچانتا ہوں۔ میرا دعویٰ ہے کہ ڈیڈی اب اس کے لیے پریشان نہیں ہیں۔ ان کا موڈ بالکل ٹھیک ہے۔"

"تاہم اُسے تلاش کرنا میری ذمہ داری ہے۔"

"خدا کی قسم میں بھی اس کے لیے کافی پٹرول پھونک چکا ہوں۔ سنو غزالی اس کی تلاش جاری رکھو لیکن خود پر سوگ طاری نہ کرو۔" محسن نے خلوص سے کہا۔ اس دوران جولیا سے کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔ وہ غیر معمولی طور پر خاموش تھی۔ دفعتاً وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔

"خیریت جولیا تم کہاں چلیں؟" تنویر بولی۔

"سوری! میں ذرا آرام کروں گی۔" اُس نے کہا اور جواب کا انتظار کیے بغیر کوٹھی کی طرف چل پڑی۔ سب چند لمحات کے لیے خاموش ہو گئے تھے۔ تنویر نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "غزالی صاحب! جولیا کی کیفیت میرے لیے معمہ بن گئی ہے۔"

"وہ کیوں؟"

"اچانک بجھ گئی ہے آپ سے کوئی بات ہوئی ہے؟"

"نہیں!" میں نے جواب دیا۔

"وہ اداس ہے۔ میرے پوچھنے پر بھی اُس نے کچھ نہیں بتایا۔ کیا آپ نے اُسے مایوس کر دیا ہے؟"

"آپ اس کی خوشیوں کی ٹھیکیدار کیوں بن گئی ہیں محترمہ! کیا آپ نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ غزالی کو پلیٹ میں رکھ کر اسے پیش کریں گی۔ نہیں غزالی، ہرگز نہیں تم اپنی مرضی سے عشق کرو گے میرے دوست، دنیا کی کوئی طاقت تمھیں مجبور نہیں کر سکتی۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔" محسن بہت موڈ میں تھا۔

"دیکھ رہی ہیں فریحہ بھابی! کیسے چہک رہے ہیں جناب! پلیز غزالی صاحب پلیز آپ بتائیں کوئی بات ہوئی ہے جولیا سے؟" تنویر نے کہا۔

"نہیں تنویر، کوئی بات بھی نہیں ہوئی۔ مس جولیا میرے لیے قابلِ احترام ہیں کہ وہ تمھاری دوست ہیں اور بس!" میں نے جواب دیا۔

"تو ہما جیت گئی، جولیا ہار گئی۔" تنویر نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"کیوں غزالی، کیا مشرق جیت گیا مغرب ہار گیا؟" محسن اپنی ترنگ میں بولا۔

"عرض کرتا ہوں!"

"ارشاد!" محسن بیحد ادب نواز لہجے میں بولا۔

"تم جانتے ہو محسن، ہما کے بارے میں یونیورسٹی میں بہت سی داستانیں گردش کرتی تھیں لیکن اس کے کسی بدترین دشمن نے بھی یہ نہیں کہا کہ وہ بدکردار ہے۔"

"ہرگز نہیں! تمھیں ستجا د یاد ہے جو ہما کے ہاتھوں پٹا تھا؟"

"ہاں یاد ہے! بات چونکہ آج کی نہیں ہے، ہما کو میں ایک عرصے سے جانتا ہوں، اُس کے بارے میں میرا ایک تصور ہے۔ وہ ایک ناپختہ ذہن کی لڑکی ہے۔ اس کی رہنمائی نہیں ہوئی کبھی۔ کوئی اُسے سمجھانے والا نہیں تھا۔ اُس کی غلط نازبرداریاں ہوئیں۔ وہ جس راستے پر آگے بڑھی، بڑھتی رہی۔ طاہر علی صرف اُس کی دلجوئی چاہتے تھے۔ انھوں نے کبھی باپ کا صحیح کردار ادا نہیں کیا لیکن اس کے باوجود اُس نے اپنے ضمیر کو زندہ رکھا۔ کیا اس بات کو نظر انداز کر دیں گے ہم لوگ؟"

"ہاں غزالی بھائی! اس کی تائید میں بھی کرتی ہوں۔ خدا کی قسم وہ ساری باتوں کے باوجود باکردار رہی ہے۔" فریحہ نے کہا۔ وہ ہما کی دوست تھی۔

"آپ لوگ سب اس کے دوست ہیں، آپ سب سے میری ایک درخواست ہے کہ اُس کو بدلنے کی کوشش کریں۔ اُسے احترام دیں، عزت دیں اور کسی وجہ سے نہیں تو کم از کم میری خاطر۔ وہ قابلِ ہمدردی ہے قابلِ مذاق نہیں!"

"ہما زندہ باد! خدا کی قسم شیر کا شکار کیا ہے اُس نے۔ بھئی واہ لطف آگیا یہ ہوئی نا بات۔" محسن نے کہا۔

"ہما کی شخصیت نہ بدل دوں تو تنویر نام نہیں۔ بس آپ یہ مجھ پر چھوڑ دیں غزالی صاحب!" تنویر نے کہا لیکن اس کا چہرہ پھیکا پڑ گیا تھا۔ بس ایک لمحے کے لیے مجھے یہ احساس ہوا وہ بھی شاید اس لیے کہ میں اتفاق سے اُس کی طرف دیکھ رہا تھا ورنہ مجھے یہ بات محسوس بھی نہ ہوتی۔ شاید وہ جولیا کی وجہ سے افسردہ ہو گئی تھی۔ میں نے کہا۔ "تمہارے لیے واقعی مشکل ہو گئی تنویر۔ مجھے افسوس ہے۔" تنویر کے چہرے پر زردی سی کھنڈ گئی تھی۔ اُس نے میری طرف کچھ عجیب سی نظروں سے دیکھا۔ پھر زبردستی مسکرا دی۔ "واہ میرے لیے کیوں؟"

"جولیا تمھاری دوست ہے؟ تم اُسے چاہتی ہو۔"

"جی نہیں! وہ آپ سے زیادہ نہیں میرے لیے، ہم سب کے لیے۔" اُس نے جلدی سے اپنا جملہ درست کیا۔

"میرا خیال ہے لان کی نشست ختم کی جائے! کیوں فریحہ بھوک لگی ہے؟" محسن نے کہا اور سب ہنس پڑے۔ "کوئی مزاحیہ جملہ کہہ گیا میں؟" محسن بُرا مان کر بولا۔

"ارے نہیں بھائی۔ بھلا آپ ایسا کر سکتے ہیں۔ کہہ دیں فریحہ بھابی آپ کو بھوک لگی ہے۔" میں نے کہا۔

"دوسرے بھی تو ہیں!" فریحہ نے جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔

"کوئی نظر آرہا ہو تو کہوں نا۔" محسن ڈھٹائی سے بولا اور ہم سب ہنستے ہوئے اندر چل پڑے۔ جولیا کھانے پر بھی موجود نہیں تھی۔ تنویر خود اُسے بلانے گئی اور واپس آگئی۔ اُس نے بتایا کہ جولیا کے سر میں درد ہے۔

کھانے کے بعد محسن، فریحہ کو چھوڑنے چلا گیا۔ میں انیکسی واپس آگیا۔ دن میں سو لیا تھا اس لیے اس وقت تازہ دم تھا۔ بوڑھے بابا کا خیال ذہن میں آتا تو طبیعت عجیب سی ہو جاتی تھی۔ کہیں وہ دریا میں تو نہیں ڈوب گیا۔ اور اگر بچ گیا ہے تو کہاں ہے کن لوگوں کے ہاتھ لگ گیا ہے، نہ جانے کون تھا بیچارہ۔ ویلینو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی کہانی میں اُس کا تذکرہ بہت مختصر تھا۔ یہ لوگ بوڑھے کو صرف شبہے کی بناء پر پکڑ لائے تھے کوئی ثبوت تو نہیں تھا اس بات کا کہ وہ ویلینی کے معاملات سے متعلق ہی ہے۔ ممکن ہے وہ کسی اور بنا پر ویلینی کی دلچسپی کا باعث ہو۔ بقول میکے براؤن کے ولاڈی واسکاٹ نے اپنی ڈائری میں اس شخص کا تذکرہ کیا تھا اور اسے ویلینی سے متعلق قرار دیا تھا تو یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ ولاڈی واسکاٹ کو بھی یہ غلط فہمی ہوئی ہو۔ ممکن ہے مونٹ سورلٹ کے اس خزانے کے بارے میں بوڑھے کو بھی کچھ معلوم نہ ہو اور یہ سب بلکہ ہم سب احمق بن رہے ہوں لیکن سچی بات یہ تھی کہ میری بوڑھے بابا میں دلچسپی کی وجہ خزانہ نہیں تھا۔ میں تو انسانی رشتوں کے تحت اس کے لیے فکر مند تھا۔

میں بستر پر لیٹا سوچتا رہا۔ پھر باہر کسی کے باتیں کرنے کی آواز سنائی دی اور میں چونک کر باہر نکل آیا، جولیا تھی جو کریم بابا سے اُلجھی ہوئی تھی۔ کریم بابا کہہ رہے تھے۔ "تمھاری گٹ پٹ ہم نہیں سمجھتے بی بی۔ بس وہ سو رہے ہیں۔" مجھے دیکھ کر دونوں چونکے۔ پھر جولیا پاؤں پٹختی میرے پاس آگئی۔ "پہرا لگا رکھا ہے خود پر!" وہ ذرا گرم لہجے میں بولی۔

"کریم بابا میرے بزرگ ہیں، پہریدار نہیں جولیا۔ آؤ اندر آؤ۔" میں نے کہا اور جولیا میرے ساتھ اندر آگئی اور ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔

"خیریت تو ہے نا؟"

"ڈیڈی واپس چلے گئے۔" اُس نے جواب دیا۔

"کہاں؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"فرانس!"

"اچانک؟ اتنی جلدی؟"

"ہاں!"

"مجھ سے تذکرہ بھی نہیں کیا۔ جاتے ہوئے ملے بھی نہیں!"

"بددل ہو گئے ہیں وہ تم سے۔ کہہ رہے تھے کہ اب انھیں تم پر بھی اعتبار نہیں رہا۔ تم کسی اور کے جال میں بھی پھنس سکتے ہو۔ اگر وہ یہاں رہے تو ان کا راز فاش ہو سکتا ہے۔ ان کی یہ تشویش غلط نہیں تھی گازالی مجھے بتاؤ بوڑھا کہاں گیا۔ ڈیڈی کو کس نے زخمی کیا؟ تمھارے سوا حقیقت کون جانتا تھا۔"

"اوہ! تو یہ بات ہے۔ اُن کا راز تو اب بھی فاش ہو سکتا ہے جولیا! میں جن لوگوں کے جال میں پھنس گیا ہوں وہ مجھ پر یقین کریں گے اگر میں انھیں بتا دوں کہ میکے براؤن یہاں آئے تھے۔ تاہم کوئی بات نہیں ہے۔ ہمارے درمیان صرف پچاس ہزار روپے ہیں۔ کل میں یہ رقم تمھیں واپس کر دوں گا!"

جولیا مجھے دیکھنے لگی۔ پھر بولی "کیا ہمارے درمیان صرف پچاس ہزار روپے ہیں۔ صرف؟"

"ہاں جولیا! غریب اور ملازمت پیشہ آدمی ہوں۔ بہت بڑی رقم ہے یہ میرے لیے۔ اور پھر یہ کہ میں جن لوگوں کے جال میں پھنس گیا ہوں، انھوں نے یقیناً مجھے اس سے بڑی رقم پیش کی ہوگی۔"

"میرے لیے کچھ نہیں کہو گے؟"

"نہ اپنے آپ سے مذاق کروں گا جولیا اور نہ تم سے۔ تم ایک دولت مند باپ کی بیٹی ہو اور مجھ سے زیادہ ان کی بات سے اتفاق کرو گی!"

"نہیں گازالی! میں صرف تمھارے لیے رُکی ہوں۔ تم اُسے تلاش کرو، ہم دونوں اُسے لے کر یورپ چلے جائیں گے۔ ڈیڈی کی غلط فہمیاں خود بخود دُور ہو جائیں گی، اور وہ اپنی بدگمانی پر نادم ہوں گے۔"

"غور کروں گا جولیا! اب تو سوچنا پڑے گا اس بارے میں! تم نے ڈاکٹر طاہر سے ملاقات نہیں کی۔"

"نہیں!"

"انھوں نے تمھیں فون وغیرہ کیا؟"

"نہیں!" جولیا نے جواب دیا۔

"جولیا! میں بوڑھے کو تلاش کر رہا ہوں، مل گیا تو تمھیں اطلاع دوں گا۔ اس کے بعد ہی ہم کوئی مناسب فیصلہ کریں گے۔"

"میرا موڈ بہت خراب ہے۔ تم نے توجہ بھی نہیں دی۔ پوچھا بھی نہیں۔ کیا دوسروں کے سامنے مجھے نولفٹ کر کے میرا مذاق نہیں اُڑایا تم نے؟"

بڑے لوگوں کے موڈ خراب ہوں جولیا تو انھیں چھیڑنا نہیں چاہیے۔ بہرحال اب یہ باتیں بیکار ہیں، پہلے میری پوزیشن صاف ہو جائے اس کے بعد ہم آپس میں کوئی فیصلہ کریں گے۔ ہاں تم ڈاکٹر طاہر علی سے ضرور ہوشیار رہنا۔ میکے براؤن کا راز ان پر فاش نہیں ہونا چاہیے ورنہ حالات کے بگڑنے کی ذمہ داری صرف تم پر ہوگی۔"

"میں خیال رکھوں گی۔ مگر تم اُس بوڑھے کو جلدی تلاش کرو، جو ہمارے لیے عذاب بن گیا ہے۔ پلیز میری باتوں کا خیال نہ کرنا۔ ڈیڈی سے تمھارے بارے میں جو گفتگو ہوئی تھی اُس نے مجھے اُلجھا دیا تھا، گازالی۔"

میں نے رویہ نرم کر لیا۔ اس بلا سے اسی طرح پیچھا چھڑایا جا سکتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ چلی گئی۔ میں میکے براؤن کے بارے میں سوچنے لگا۔ کیا واقعی وہ چلا گیا۔ اچانک اتنی جلدی؟ یقین نہیں آیا۔ پھر ایک خیال کے تحت میں ٹیلیفون کے

پاس آگیا۔ ٹیلیفون ڈائرکٹری میں ایئرپورٹ انکوائری کے نمبر دیکھے اور انھیں ڈائل کر کے فرانس اور بلجیم کی پروازوں کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ فرانس کے لیے دو مختلف کمپنیوں کی پروازیں صبح چار اور ساڑھے سات بجے جا چکی تھیں اور شام تک کوئی پرواز نہیں تھی۔ اس کے بعد میں نے میکے براؤن کے ہوٹل رنگ کر کے اس کے کمرے کا نمبر مانگا تو دوسری طرف سے آپریٹر کی آواز سنائی دی: "سوری سر! مسٹر براؤن ہوٹل چھوڑ چکے ہیں۔"

"کب؟"

"تقریباً ایک بجے دوپہر!" جواب ملا اور میں نے شکریہ ادا کر کے فون بند کر دیا۔ میرا شبہ درست تھا۔ میکے براؤن نے صرف ہوٹل چھوڑا تھا۔ ملک نہیں۔ ممکن ہے اس سلسلے میں جولیا کو بھی معلوم نہ ہو یا پھر ممکن ہے دونوں باپ بیٹی کا گٹھ جوڑ ہو اور براؤن نے جولیا کو اس لیے میرے پاس چھوڑا ہو کہ وہ مجھ پر نگاہ رکھے، جو کچھ بھی ہے ان لوگوں سے تو نمٹ لوں گا۔ میں نے سوچا اور پھر بستر پر آگیا۔

دوسرے دن کوئی مصروفیت نہیں تھی۔ قادر کی طرف سے بھی کوئی اطلاع نہیں تھی۔ دن کو گیارہ بجے کے قریب میں نے قادر کو ٹیلیفون کیا تو قادر موجود نہیں تھا۔ میں نے اس کے لیے پیغام چھوڑ دیا کہ اگر وہ پانچ بجے سے پہلے آجائے تو مجھے فون کرے۔

ساڑھے بارہ بجے قادر کا فون ملا: "غزالی بھائی! تمھارا فون آیا تھا۔"

"ہاں قادر، تمھاری طرف سے کوئی اطلاع نہیں ملی۔"

"بہت شرمندہ ہوں غزالی بھائی! بس کیا بتاؤں۔ یوں سمجھ لو ساری کوششیں کر چکا ہوں مگر کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ یوں لگتا ہے غزالی بھائی وہ کسی کے ہاتھ لگ گیا۔"

"میں خود بھی اسی کام میں مصروف ہوں۔ دیکھو کیا بنتا ہے۔ ہاں اُس کار کے بارے میں کیا رپورٹ ہے؟"

"حیران کن بات ہے، ابھی تک کسی کار کو تمھارے تعاقب میں نہیں دیکھا گیا۔ ممکن ہے اب وہ تمھارے پیچھے نہ ہو۔"

"تمھارے آدمی؟"

"وہ بدستور تمھاری نگرانی کر رہے ہیں۔ مجھے رپورٹیں مل رہی ہیں، کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔"

"آج شام میں آوارہ گردی کروں گا۔ اگر کسی طرح تمھارا رابطہ ان لوگوں سے ہو جائے جو میرے پیچھے ہیں تو انھیں ہوشیار کر دینا۔"

"ٹھیک ہے۔ وہ تو اب بھی تمھارے دفتر کے پاس موجود ہیں۔"

"او کے قادر!" میں نے فون بند کر دیا اور کرسی کی پشت سے ٹک گیا۔ پھر کچھ کاروباری لوگ آگئے اور ان سے بات چیت میں کافی وقت گذر گیا۔ شام کو پانچ بجے دفتر سے اٹھا اور باہر نکل آیا۔ پھر یونہی سڑکوں پر آوارہ گردی کرنے لگا۔ قادر کے آدمی بڑی ہوشیاری سے میرا تعاقب کر رہے تھے۔ میں نے یہ بھی سوچا تھا کہ ممکن ہے اب ان لوگوں نے میرا پیچھا چھوڑ دیا ہو۔ خیال بار بار ڈاکٹر طاہر علی کی طرف ہی جاتا تھا۔ اس رات میرا تعاقب کرنے کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ وہ میرے جھوٹ سچ کا اندازہ لگانا چاہتا ہو۔

لاتعداد گتھیاں تھیں جن میں دماغ اُلجھ کر رہ گیا تھا۔ پھر ایک سنسان سڑک سے گذرتا ہوا کوٹھی آگیا۔ انیکسی میں داخل ہوا تو ہما کو دیکھ کر چونک پڑا۔ وہ بیرونی کمرے میں میرا انتظار کر رہی تھی۔

"تنہا؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"اور کون ہوتا میرے ساتھ؟" ہما نے مسکراتے ہوئے کہا اور میرے ساتھ میرے کمرے میں آگئی۔

"میرا مطلب ہے تنویر وغیرہ سے نہیں ملیں؟"

"ملنا نہیں چاہتی تھی اسی لیے اپنی کار بھی نہیں لائی۔ ٹیکسی سے آئی تھی۔ اور چوکیدار کو چکمہ دے کر اِدھر نکل آئی۔ مگر تم نے اتنی دیر کہاں لگا دی۔ میں نے یہاں سے دفتر فون کیا تھا۔ پتا چلا تم پانچ بجے نکل گئے تھے۔"

"ہاں بس کچھ کام تھے۔ سناؤ سب خیریت؟"

"کچھ باتیں کرنی تھیں۔"

"اچھا لیکن چائے بھی پی؟"

"کریم بابا نے پوچھا ہی نہیں۔ بڑی کڑی نظروں سے گھورتے رہتے ہیں مجھے۔ کیا معاملہ ہے؟" ہما نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔

"کریم بابا میری پوری نگرانی کرتے ہیں۔ انھیں خطرہ ہے کہ میں کسی کے جال میں نہ پھنس جاؤں۔"

"غزالی! ڈیڈی سے تمھارا کیا معاملہ چل رہا ہے۔ کوئی گڑبڑ ہے تم دونوں کے درمیان؟" ہما کا لہجہ سنجیدہ تھا۔

"کیوں؟ کیسے اندازہ ہوا تمھیں؟"

"اُس دن جب ہمارے درمیان بات چیت ہوئی تھی اور ڈیڈی آگئے تھے تو مجھے ان کے موڈ پر شبہ ہوا تھا۔ میں انھیں اچھی طرح پہچانتی ہوں۔ اس کے بعد میں نے تم دونوں کی گفتگو بھی سنی تھی۔ ایک بار مجھے پہلے بھی شبہ ہوا تھا کہ ڈیڈی کی تم سے دلچسپی صرف میری وجہ سے نہیں ہے۔ بات چیت پوری طرح میری سمجھ میں نہیں آئی تھی لیکن اتنا اندازہ ہو گیا تھا کہ کوئی اختلافی مسئلہ ہے۔ اسی رات کھانے کے بعد ڈیڈی نے تمھارے بارے میں مجھ سے بہت سے سوالات کیے۔ میں نے اُن کی گفتگو سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

محسوس کیا کہ وہ تم سے کچھ برگشتہ ہیں مجھے بھی کچھ ہدایتیں دی گئیں۔"

"مثلاً ؟" میں نے سوال کیا۔

"ہر چمکتی چیز کو سونا نہ سمجھوں۔ غزالی بظاہر اچھا انسان ہے لیکن کچھ ادباشں فطرت معلوم ہوتا ہے۔ میں نے قبول نہیں کیا تو مجھ سے کہا کہ تم اپنے طور پر حقیقت معلوم کرسکتی ہو۔ ایک طرح سے مجھے تمھاری جاسوسی پہ اکسایا گیا!"

"کیا شبہ ہے انھیں مجھ پر ؟"

"فی الحال جولیا کی نشاندہی کی گئی ہے۔ کہا گیا ہے کہ بہت ہوشیاری سے معلوم کروں کہ تم کوٹھی کے علاوہ اور کہیں بھی جولیا سے ملاقات کرتے ہو یا نہیں۔" ہما نے کہا اور میں ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گیا۔ تو طاہر علی کو جولیا پر شک ہوگیا ہے اور اس نے ہما کو مخبری پر مامور کیا ہے۔ میں نے خود کو سنبھال کر کہا "تو پھر جاسوسی کی تم نے ؟"

"اسی لیے تو آئی ہوں۔ جولیا کا تو خیر کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں غزالی کہ ڈیڈی کو تم سے کیا اختلاف پیدا ہوگیا ہے ؟"

ہما کے سوال پر میں نے صرف چند لمحات سوچا پھر ایک فیصلہ کرلیا۔ ہما کو اس سلسلے میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔ یہ بات وجدانی طور پر میں نے محسوس کرلی تھی اسی لیے میں نے کہا "ہمارے درمیان تنازعے کی وجہ وہ بوڑھا شخص ہے جو یہاں حسن صاحب کی کوٹھی میں رہتا تھا۔"

"وہی پاگل بوڑھا جس کا علاج ڈیڈی کر رہے تھے ؟" ہما کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں وہی! وہ یہاں سے فرار ہوگیا ہے اور ڈاکٹر صاحب کا خیال ہے کہ میں نے اُسے چھپا رکھا ہے!"

"کیوں؟ تم اُس کا کیا کرو گے ؟"

"یہ شاید ڈاکٹر صاحب خود بھی نہیں جانتے!"

"یہ تو عجیب بات ہے!"

"بہت عجیب بات ہے، مگر ڈاکٹر صاحب نے الزام مجھ پر لگالیا ہے۔ اب بتاؤ میں کیا کروں ؟"

"کہو تو میں ڈیڈی سے اس بارے میں بات کروں ؟"

"نہیں ہما صورتِ حال اور بگڑ جائے گی۔ ہمیں اُن کی یہ غلط فہمی دور کرنے کے لیے کچھ اور کرنا ہوگا!"

"مجھے بتاؤ کیا کرنا ہے ؟"

"یہ معلوم کرنا ہے کہ ڈاکٹر صاحب بوڑھے کے لیے اتنے پریشان کیوں ہیں۔ اس دوران میں بوڑھے کو تلاش کرنے کی کوششیں جاری رکھوں گا۔ مل گیا تو اُسے ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں پیش کرکے ان کی غلط فہمی دور کردوں گا۔"

"تعجب ہے مجھے آخر ایسی کیا بات ہے اُس بوڑھے میں۔ وہ تو حسن صاحب کا کوئی دُور کا عزیز ہے۔ مگر تم کہتے ہو کہ ڈیڈی سے اس سلسلے میں بات بھی نہ کروں!"

"ہاں، یہ قطعاً مناسب نہ ہوگا۔"

"تو پھر کیا کروں میں ؟"

"وہی جو اُن کے لیے کرنا ہے تمھیں۔ انھوں نے مجھ پر نگاہ رکھنے کو کہا ہے نا۔ تم مجھ پر نگاہ رکھو۔ لیکن میرے لیے اُن پر بھی نگاہ رکھو۔ اُن کے فون سنو۔ یہ معلوم کرو کہ وہ میرے خلاف کیا کچھ کر رہے ہیں۔ ہمیں صرف اُن کی غلط فہمی دُور کرنی ہے ہما، اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں چاہتا۔"

"کمال کی بات ہے کہ یہ مسئلہ اتنا اہم ہوگیا۔ ٹھیک ہے۔ اطمینان رکھو کوئی خاص بات ہوئی تو میں ضرور تمھیں اطلاع دوں گی۔"

"مگر انھیں کیا اطلاع دو گی ہما ؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اتنی جلدی رپورٹ تو نہیں دی جاسکتی نا ابھی تو میں جاسوسی کر رہی ہوں۔ ویسے ڈیڈی نے جولیا ہی پر توجہ کیوں دی ہے ؟"

"خدا بہتر جانتا ہے!"

"میری ایک درخواست ہے غزالی۔ ڈیڈی کی طرف سے دل میں بُرائی نہ لانا۔ مسئلہ کچھ بھی ہو میں اُن کا دل صاف کروں گی۔ اور یہ کہ کہیں مجھ پر کوئی شبہ نہ کرتا۔"

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو ہما! ایسا کوئی خیال کبھی دل میں بھی نہ لانا۔"

"تھینک یو غزالی... تھینک یو۔ اب میں چلوں۔"

"چلو میں چھوڑ آتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"بالکل نہیں۔ تم آرام کرو کسی نے دیکھ لیا تو نہ جانے کیا سوچے گا۔ میں آنکھ بچا کر نکل جاؤں گی۔" ہما نے کہا۔ میں اُسے دروازے تک چھوڑنے گیا۔ پھر میں ڈاکٹر طاہر علی کے بارے میں سوچنے لگا۔ وہ میری طرف سے بُری طرح بدظن ہو چکا ہے اور اب سارے حربے آزما لینا چاہتا ہے لیکن ہما کے جملوں سے ایک اور انکشاف ہوا تھا، وہ یہ کہ اب وہ جولیا کے بارے میں بھی سوچ رہا ہے۔ ممکن ہے اس کا خیال ہو کہ کہیں میں نے جولیا کی معرفت میکے براؤن سے تو گٹھ جوڑ نہیں کرلیا۔ اس کی یہ سوچ حقیقت پر مبنی تھی۔ بہرحال ڈاکٹر خطرناک آدمی ثابت ہوا تھا اور اس سے بہت محتاط رہنا تھا۔

دوسری صبح سو ہی رہا تھا کہ کریم بابا نے جگا دیا "غزالی

یاں بڑے صاحب آئے ہیں۔"

"کون بڑے صاحب ؟" میں نے نیند سی آواز میں پوچھا۔

"حسن صاحب!" کریم بابا نے کہا اور میری آنکھیں کھل گئیں۔

"کہاں ہیں ؟" میں ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا۔

"باہر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اگر وہ نہ کہتے تو میں نہ جگاتا!" کریم بانے کہا اور میں نے بستر چھوڑ دیا۔ مُنہ پر پانی کے چھپکے مارے ر تیزی سے باہر نکل آیا۔ حسن صاحب ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے ے۔ چہرے کے تاثرات خوشگوار نہیں تھے۔

"سوری غزالی، مگر تمھیں جگانا ضروری تھا۔" وہ بھاری زلیں بولے۔

"کوئی بات نہیں ہے اندر تشریف لے آیئے۔ مجھے بلوا لیا ا۔" میں نے کہا اور حسن صاحب اندر آگئے۔ وہ گاؤن پہنے ئے تھے اندر آکر انھوں نے گاؤن کی جیب سے ایک اخبار ل کر میرے سامنے پھینک دیا۔ "اس حماقت کے لیے کسی مشورہ ضروری تھا یا نہیں ؟"

"کس حماقت کے لیے ؟" میں نے اخبار اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

"یہ کیا ہے ؟" حسن صاحب نے اخبار میرے ہاتھ سے پا چھین لیا اور پھر ایک صفحہ میرے سامنے کردیا۔ پہلے صفحے کے حصے میں بوڑھے بابا کی تصویر نظر آرہی تھی۔ اس کے اوپر شں گمشدہ کی سرخی تھی۔

"شاہد علی خاں صاحب۔ عمر تقریباً پچاس سال دماغی توازن درست نہیں ہے۔ تیسری تاریخ کی رات سے گھر سے غائب ہیں۔ جن صاحب کو ملیں انھیں براہِ کرم مندرجہ ذیل پتے پر پہنچا دیں یا فون پر اطلاع دیں۔

نیچے انیکسی کا فون نمبر درج تھا اور کوٹھی کا پتا لکھا ہوا تھا ں کے ساتھ آمدورفت کے اخراجات کے علاوہ پانچ ہزار روپے بلکش بھی تھی۔ میں اشتہار پڑھ کر دنگ رہ گیا۔

حسن صاحب بولے "یہ اشتہار دے کر تم نے مجھے تباہ کر ہے غزالی! تم نے یہ نہیں سوچا کہ میں نے اُسے دوسروں سے ئیدہ رکھنے کے لیے اسے ہسپتال تک میں نہیں داخل کرایا تم نے مجھے برباد کردیا ہے۔ بولو اب میں کیا کروں گا۔ ذلیل و خوار ہوں گا اور... اور شدید خطرات میں بھی پھنس جاؤں گا کہ نہ کون کون اس کی تلاش میں ہوگا۔ نہ جانے کس کس کی نگاہیں اس کوٹھی کی طرف اُٹھ جائیں گی۔ بتاؤ اب میں کیا کروں ؟"

"حسن صاحب! یہ اشتہار میں نے نہیں دیا۔ میں یہ حماقت نہیں کرسکتا تھا۔" میں نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"کیا ؟" حسن صاحب کا مُنہ حیرت سے کھل گیا۔

"جی ! اخبار کے دفتر سے اس کے بارے میں معلوم کرنا مشکل نہیں ہوگا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ میری بات پر اعتبار کریں گے۔"

"تم نے نہیں دیا تو پھر کس نے دیا۔ ہماری کوٹھی کا حوالہ ہے انیکسی کا فون نمبر ہے۔" حسن صاحب بولے۔

میرا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔ یہ سب کچھ کون کرسکتا ہے۔ یہ بھی کوئی سازش ہے یا کسی کی مخلصانہ حماقت۔ کئی نام ذہن میں آئے۔ ان لوگوں کی فہرست سامنے تھی جو ایسا کرسکتے تھے لیکن ایک نئے خیال سے میں چونک پڑا۔ میں نے غور سے اس اشتہار کو دیکھا۔ بوڑھے بابا کی تصویر میں ان کی قمیص کا کالر نظر آرہا تھا۔ یہ چیک کی قمیص تھی اور بوڑھے بابا کی داڑھی بھی خاصی مختصر تھی۔ میں نے حسن صاحب کا چہرہ دیکھا۔ وہ پریشان نظر آرہے تھے۔

"حسن صاحب کیا کسی وقت بوڑھے بابا کی تصویر اتاری گئی تھی ؟"

"کیا مطلب ؟" حسن صاحب چونک کر بولے۔

"تصویر دیکھیے آپ ہی بتاسکتے ہیں کہ یہ تصویر کتنی پُرانی ہے۔ ذرا غور سے دیکھیے اور فرمایئے کہ یہ کب کی تصویر ہے۔"

حسن صاحب نے اخبار پر نگاہ جمادی اور تصویر دیکھتے رہے پھر تعجب سے بولے "یہ تو... یہ تو پرانی معلوم ہوتی ہے۔"

"کس کے پاس ہوسکتی ہے یہ تصویر ؟ اور یہ بھی آپ ہی بتاسکتے ہیں کہ یہ کب اور کیوں بنائی گئی۔ لیکن کم از کم اس سے میری بیگناہی کا ثبوت ضرور ملتا ہے۔ میں ابھی جاکر بوڑھے بابا کے سامان میں یہ قمیص تلاش کرسکتا ہوں ممکن ہے موجود ہو۔ آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ممکن ہے یہ تصویر اس کے سامان میں ہو لیکن۔"

"نہیں! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم نے کہا مجھے یقین آ گیا۔ پھر یہ کون شخص ہوسکتا ہے۔ اور اس کا مقصد کیا ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے یا کسی اور نے اس کی کوئی تصویر کبھی نہیں اتاری، کوئی ضرورت ہی پیش نہیں آئی، اور پھر یہ تو اس کی پرانی تصویر ہے۔ اُس کے پاس کوئی سامان نہیں تھا جس میں یہ ہوتی۔ ہاں مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ واقعی یہ تو بڑی عجیب بات ہے!" حسن صاحب خود کلامی کے انداز میں بولے۔

"آپ اخبار کے دفتر سے ضرور تحقیقات کریں۔ اس بارے میں معلومات ہونا ضروری ہے۔ میں بھی کوشش کرتا ہوں۔"

حسن صاحب خیالات میں ڈوبے رہے۔ پھر انھوں نے معذرت آمیز انداز میں کہا "میاں معاف کرنا، میں غصّے میں کافی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سخت باتیں کہہ گیا ہوں تم سے!"

"میں نے ان کا بُرا نہیں مانا!" میں نے جواب دیا۔ "مجھے تو بس یہ افسوس ہے کہ میری وجہ سے آپ کو کافی الجھنا پڑا ہے۔ اگر میں داور کے کام میں مداخلت نہ کرتا تو..."

"نہیں غزالی! تم نے جو انکشافات کیے وہ غیر معمولی تھے۔ میں اُس وقت سے سخت بے چین ہوں۔ ایک عزیزہ کا انتقال ہوگیا تھا اس لیے جانا پڑا۔ خیال تھا کہ ان کے سوئم کے بعد واپس آؤں گا لیکن بے چینی نے وہاں رُکنے نہ دیا۔ رات کو واپس آیا ہوں' خیال تھا کہ صبح تم سے ملاقات کر کے تمھاری معلومات کی تفصیلات معلوم کروں گا۔ اخبار دیکھا تو پارہ چڑھ گیا۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں سوچ سکا کہ بوڑھے کی بازیابی سے مایوس ہو کر تم نے یہ اشتہار دیا ہے تم خود بتاؤ اور کیا سوچ سکتا تھا۔ میں نے ان باریکیوں پر غور نہیں کیا تھا۔ یہ صورت حال تو اور پُراسرار ہوگئی۔ آخر اشتہار دینے والا کون ہو سکتا ہے؟"

"چھان بین کرنی پڑے گی۔"

"سنو اخبار کے دفتر سے تحقیقات میں کراؤں گا۔ آفس میں گیارہ بجے کے قریب میرے پاس آجانا اس وقت تک میں بھی ضروری کام نمٹا لوں گا اس کے بعد گفتگو کریں گے۔"

"بہتر!" میں نے جواب دیا۔

"چلتا ہوں!" حسن صاحب اُٹھ گئے۔ اُن کے جانے کے بعد میں نے چند لمحات سوچا پھر فون کے قریب جا بیٹھا۔ ذہن میں صرف تین افراد تھے لیکن بات قابلِ یقین نہیں تھی۔ تاہم خود کو مطمئن کرنا ضروری تھا۔ چنانچہ پہلے محسن کو فون کیا۔ محسن جاگ گیا تھا وہ فون پر آگیا۔ "سوری محسن! صبح صبح پریشان کر رہا ہوں۔"

"کون غزالی! خیریت؟" محسن کی چونکی ہوئی آواز سنائی دی۔

"تم نے بوڑھے بابا کے لیے 'تلاش گمشدہ' کا اشتہار دیا ہے محسن؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں۔ کیوں؟"

"ہمارے حوالے سے آج اخبار میں اشتہار چھپا ہے۔ جو میں نے نہیں دیا اور حسن صاحب نے بھی نہیں دیا۔ بہرحال کوئی خاص بات نہیں ہے، میں نے سوچا کہ شاید تم نے یہ کوشش کی ہو اچھا ٹھیک ہے خدا حافظ!" میں نے فون بند کر دیا۔ محسن کا نام تو ذہن میں یونہی آگیا تھا۔ اصل میں دو آدمی تھے جن کی طرف بار بار خیال جاتا تھا۔ یعنی میکے براؤن ———

اگر وہ یہاں موجود ہے تو یا پھر ڈاکٹر طاہر علی۔ لیکن طاہر علی سے میں براہِ راست یہ سوال نہیں کرنا چاہتا تھا۔ قادر نے اس وقت بھی یہی بتایا تھا کہ اب میرا تعاقب نہیں کیا جا رہا جس پر میں نے اُس سے کہا کہ اب اپنے آدمیوں کو میری نگرانی سے ہٹا دے۔ قادر نے کہا بھی کہ اس میں اسے کوئی دقت نہیں ہے، میں ابھی احتیاط کروں۔ لیکن میرے اصرار پر وہ مان گیا۔ تاہم میں نے اُس سے وعدہ کیا تھا کہ اگر میں کوئی خطرہ محسوس کروں گا تو اُسے بتا دوں گا!"

ناشتا کرنے کے بعد میں تیار ہو کر دفتر چل پڑا۔ دفتر میں کوئی مسئلہ الجھا ہوا نہیں تھا اس لیے کرسی کی پشت سے سر ٹکا کر سوچ میں ڈوب گیا۔ بوڑھے بابا کا مسئلہ بہت پیچیدہ ہوگیا تھا۔ اب تو مایوسی ہونے لگی تھی، چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ حسن صاحب سے اب کوئی بات چھپانا بے سود ہے۔ انھیں تمام حقیقتوں سے روشناس کرانا ضروری ہے ممکن ہے انھیں سے کوئی اشارہ مل جائے۔ دوسری اہم بات جو خود میرے ذہن میں کلبلا رہی تھی، وہ یہ تھی کہ حسن صاحب بوڑھے بابا کے سلسلے میں یقیناً ان دونوں سے زیادہ باخبر ہیں۔ وہ ضرور اس کے بارے میں کچھ جانتے ہیں۔ بنیادی طور پر میرے اس خیال کی وجہ ندرت تھی۔ ندرت کے تصور نے مجھے بُری طرح چونکا دیا۔ ان الجھنوں میں ایک زبردست حماقت کی تھی میں نے۔ بوڑھے کی گمشدگی پر مجھے ندرت کا ردِ عمل تو دیکھنا چاہیے تھا کہ آخر اس کی کیا کیفیت ہے خیال ہی نہیں آیا تھا۔ پتا تو چلتا کہ اس پر کیا گزری، ندرت واقعی اس سلسلے میں سب سے زیادہ پُراسرار حیثیت کی مالک تھی۔ ڈاکٹر طاہر علی نے کوٹھی کے معاملات معلوم کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی، سب کچھ اس کے علم میں تھا لیکن ندرت کا اس کی زبان پر نہیں آیا تھا۔ دوسری طرف میکے براؤن تھا جو سب کچھ جانتا تھا لیکن اس پُراسرار سی لڑکی کے بارے میں اُسے کچھ نہیں معلوم تھا جو ایک دن بوڑھے کا سر اپنے زانو پر رکھے رو رہی تھی۔ یہ حسن صاحب جانتے تھے کہ وہ کون ہے۔ اور حسن صاحب اگر دیانت سے گفتگو کرنے پر آمادہ ہوئے تو مجھے اُن سے ندرت کے بارے میں ضرور پوچھنا چاہیے۔

ٹھیک گیارہ بجے اُن کا فون آگیا۔ "غزالی! فرصت ہے؟"

"جی ہاں بالکل!"

"تو پھر آجاؤ!" انھوں نے کہا اور فون بند کر دیا۔ چند لمحوں کے بعد میں ان کے دفتر میں تھا۔

"اخبار کے دفتر سے معلومات حاصل کرلی ہے میں نے!"

انھوں نے میرے کرسی پر بیٹھتے ہی کہا۔

"خوب، تو کچھ پتا چلا؟"

"نہیں! وہ لوگ اشتہار دینے والے کے بارے میں کوئی اندراج یا تفصیلات نہیں رکھتے۔ نقد رقم لے کر اُسے رسیدیں کی رسید دے دیتے ہیں۔ اشتہار قبول کرتے وقت بس یہ دیکھ لیتے ہیں کہ اس کے متن میں اخلاق سے گری ہوئی کوئی بات تو نہیں۔ یہ تو یوں بھی تلاش گمشدہ کا اشتہار تھا اس لیے جو شخص بھی اُسے دینے آیا تھا اُس کی طرف کسی نے توجہ نہیں دی!"

میں گہری سانس لے کر خاموش ہوگیا پھر حسن صاحب بولے۔ "یہ سب کچھ پہلے بھی بہت پُراسرار، اور الجھا ہوا معاملہ تھا غزالی، لیکن جتنا اب اُلجھ گیا ہے اس سے قبل اتنا الجھا ہوا نہیں تھا۔ معلوم نہیں اس بوڑھے کے ذہن میں کیا کچھ پوشیدہ ہے اور شاید یوں ہے کہ ہمارے علاوہ بھی کوئی اس میں دلچسپی لے رہا ہے۔"

"میں آپ سے پہلے بھی معذرت کر چکا ہوں حسن صاحب اور آپ مجھے اس سلسلے میں..."

"میرا یہ مقصد نہیں تھا!" حسن صاحب نے میری بات درمیان سے کاٹ دی۔ "میں تمھیں یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ یہ تمام معاملہ نہ میرے وقار سے تعلق رکھتا ہے نہ اس کی کوئی کاروباری نوعیت ہے۔ اسے صرف میرا شوق سمجھ لو، میرا جنون سمجھ لو۔ جو کچھ تم نے مجھ سے اُس وقت کہا تھا میں اُس پر شدید حیران ہوں۔ بہت غور کیا ہے میں نے اس بات پر کہ اس کوٹھی میں محدود رہ کر تم نے اتنی معلومات کہاں سے حاصل کرلیں۔ صرف ایک طرف ذہن جاتا ہے لیکن یقین نہیں آتا کیونکہ... کیونکہ... جس شخصیت کی طرف میرا ذہن جاتا ہے اُسے اتنا کچھ نہیں معلوم ہو سکتا۔ یہ جادوگری ہے تمھاری۔ مجھے بتاؤ کہ کیا معلومات حاصل ہوئی ہیں تمھیں اس سلسلے میں اور تم نے جو نام لیے تھے اُن کے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"کچھ چہرے بے نقاب ہوں گے حسن صاحب، کچھ اذیتیں برداشت کرنا ہوں گی آپ کو۔ کچھ اعتماد ٹوٹیں گے لیکن اس کا قصوروار میں نہیں ہوں گا۔" میں نے کہا۔

"یقیناً تم قصوروار نہ ہوگے!" حسن صاحب بے چینی سے بولے۔

"تو پھر کہانی جاپان کے ایک ہوٹل کی اس رات سے شروع ہوتی ہے جب آپ اپنے بزنس پارٹنر میکے براؤن کے ساتھ ایک ہوٹل میں مقیم تھے اور برابر والے کمرے میں آپ کی ملاقات ایک ایسے شخص سے ہوئی جس کا نام ولاڈی واسکاٹ تھا۔" میں نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ حسن صاحب نڈھال سے ہو کر کرسی کی پشت سے ٹک گئے۔ اُن کے اعصاب بُری طرح کشیدہ ہو گئے تھے...

"ولاڈی واسکاٹ کی ڈائری آپ لوگوں کے ہاتھ لگ گئی اور اس طرح مونٹے سورلٹ کا خزانہ آپ کے علم میں آیا۔ ان الفاظ میں پوری کہانی چھپی ہوئی ہے۔ ویلینی کی پُراسرار شخصیت اس کی رہائش گاہ سے ملنے والا بوڑھا اور ڈاکٹر طاہر علی۔ یوں سمجھ لیجیے حسن صاحب کہ یہ اس کہانی کا مختصر سا خاکہ ہے۔"

"یہ خاکہ نہیں میاں، مکمل کہانی ہے۔ اس کے بعد کیا رہ جاتا ہے۔" حسن صاحب بجھے ہوئے لہجے میں بولے۔

"بہت کچھ رہ جاتا ہے حسن صاحب لیکن اطمینان رکھیں، اس بارے میں بھی میں ہی آپ کو بتاؤں گا۔" میں نے حسن صاحب کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ انھوں نے میری بات پر توجہ نہیں دی تھی اور اپنے ہی خیال میں ڈوبے رہے تھے۔ پھر وہ گردن اٹھا کر بولے "سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ میکے براؤن نے یہ تفصیل اپنی بیٹی کو کیوں بتائی۔ اس نے جولیا پر اتنا اعتماد کیوں کیا؟ اور کیا کہا تھا تم نے؟ کچھ چہرے بے نقاب ہوں گے۔ کون سے چہرے بے نقاب ہوں گے۔ تم کھلتے کیوں نہیں؟"

"خاموش رہنے کی گستاخی نہیں کر سکتا حسن صاحب! یہ کہانی مجھے خود مسٹر براؤن نے سنائی ہے۔" میرے ان الفاظ پر حسن صاحب کی حالت اور خراب ہوگئی۔ وہ گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے بولے۔ "لیکن یہ کیسے ممکن ہے، براؤن یہاں کہاں دھرا ہے جو وہ تمھیں یہ کہانی سناتا۔"

"دراصل حسن صاحب! آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ بوڑھے بابا سے مجھے صرف اس لیے ہمدردی ہوئی تھی کہ داور ان کے ساتھ وحشیانہ سلوک کر رہا تھا۔ اس کے بعد ہی کچھ تفصیلات میرے علم میں آئیں لیکن دوسری بار بھی میں خود کو اس ہمدردی کے احساس سے دور نہ رکھ سکا۔ اس کے بعد آپ نے بوڑھے کی ذمہ داری ایک دلچسپ انداز میں میرے سپرد کردی۔ میں صرف مشغلے کے طور پر اس کے بارے میں تحقیقات کرتا رہا۔ تب مجھے علم ہوا کہ ڈاکٹر طاہر علی اس کے دماغی مرض کے علاج کی آڑ میں دراصل اس کی دماغی حالت تباہ کر رہا ہے۔ جو دوائیں طاہر علی اسے استعمال کرا رہا تھا وہ اس کا ذہنی توازن درست کرنے کے لیے نہیں بلکہ مزید خراب کرنے کے لیے تھیں۔ ایک دوسرے مشہور اسپیشلسٹ سے میں نے اس کا تصدیقی سرٹیفکیٹ حاصل کرلیا ہے۔ طاہر علی کو جب اس بات کا شبہ ہوا کہ میں نے اُس کا راز جان لیا ہے تو اُس نے مجھے شیشے میں اتارنے کی کوشش کی اور اس کے لیے میکے براؤن کی بیٹی جولیا کا سہارا لیا، جس نے مجھے اس سلسلے میں صرف زبان بند رکھنے کے لیے پچاس ہزار کی رقم پیش کی۔ لیجیے حسن صاحب اب پوری کہانی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سُن ہی لیجیے۔ طاہر علی دراصل میکے براؤن کا آلۂ کار بن گیا تھا' اور دونوں یہ چاہتے تھے کہ آپ کی تحویل میں بوڑھے کا ذہنی توازن درست نہ ہو سکے اور وہ حویلی کا راز آپ کو بتا نہ سکے۔ جولیا نے اپنے باپ کو بتایا کہ میں کام کا آدمی ہوں چنانچہ پچھلے ماہ کی ستائیس تاریخ کو میکے براؤن یہاں آگیا۔ اُس نے مجھ سے ملاقات کی اور مزید رقم پیش کر کے چاہا کہ میں مکمل طور پر اُس کے لیے کام کروں' اس کی بھنک وہ طاہر علی کو بھی نہیں دینا چاہتا تھا' لیکن یہ سب کی بدقسمتی کہ بوڑھا خود ہی نکل بھاگا۔ یہ ہے مکمل کہانی حسن صاحب!" میں نے نہایت احتیاط سے اپنی کہانی چھپالی تھی۔

حسن صاحب کی شکل دیکھ کر اندازہ ہو رہا تھا کہ ان پر کیا بیت رہی ہے۔ دیر تک وہ سر پکڑے بیٹھے رہے' پھر کمزور لہجے میں بولے "کاش غزالی تم مجھے پہلے ہی یہ سب کچھ بتا دیتے۔"

" اس میں کوئی بات آپ کے مفاد کے خلاف نہیں جاتی تھی حسن صاحب! میری خواہش تھی کہ تمام تفصیل معلوم کرنے کے بعد ہی... معاف کیجیے آپ کے چیلنج کا جواب دوں!"

" میکے براؤن تو غیر ہے' ایک کاروباری آدمی۔ ایک ایسا شخص جو مفاد پرست ہے لیکن طاہر علی اس طرح اس کے ساتھ شامل ہو جائے گا اس کی مجھے امید نہیں تھی۔ اس کمینے نے مجھے اتنا بڑا دھوکا دیا اور میں اس کے اشاروں پر ناچتا رہا۔ غلطی میری ہی تھی مجھے سوچنا چاہیے تھا' مجھے خود ہی غور کرنا چاہیے تھا۔ میں نے ہی ان دونوں کا تعارف کرایا تھا اور... لیکن کوئی بات نہیں طاہر علی نے مجھ سے غداری کر کے خود کو تباہ کر لیا ہے۔ میں اُسے ایسی سزا دوں گا جسے وہ عمر بھر یاد رکھے گا۔"

" نہیں حسن صاحب! یہ سب کچھ آپ کے خلاف جائے گا!" میں نے کہا۔

" کس طرح؟ آخر کس طرح؟ تم مجھے ان حرامزادوں کی تفصیل دو گے میں اُس پر کیس کر دوں گا' وہ کہیں کا نہ رہے گا!"

" وہ کہہ سکتا ہے کہ اُس نے آپ کے ایما پر ایسا کیا تھا۔ مجرم آپ بھی گردانے جائیں گے حسن صاحب کیونکہ آپ نے ایک دماغی مریض کو ہسپتال میں داخل کرانے کے بجائے گھر میں رکھ چھوڑا تھا۔ ڈاکٹر طاہر علی کہہ سکتا ہے کہ آپ اس کے دماغی توازن کی درستی نہیں چاہتے تھے اور وہ صرف آپ کا آلۂ کار تھا۔ ورنہ ایک دماغی مریض کو گھر میں رکھ چھوڑنا کیا معنی رکھتا ہے۔"

حسن صاحب شدید اُلجھن میں گرفتار نظر آ رہے تھے۔ دیر تک وہ خاموش رہے پھر گہری سانس لے کر بولے "جو کچھ ہوا ہے غزالی' بہتر ہوا ہے' واقعی کچھ ایسے لوگ بے نقاب ہو گئے جن پر میں مستقبل میں کوئی بڑا انحصار بھی کر سکتا تھا۔ ان کے بارے میں جان کر مجھے فائدہ ہوا ہے کوئی نقصان نہیں ہوا' میں نے تم سے جھوٹ نہیں بولا غزالی۔ مجھے خزانے سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے۔ خدا کے فضل سے میں نے بہت کچھ کما لیا ہے' یہ سب کچھ صرف دلچسپی اور شوق کی بنیاد پر ہوا ہے۔ لیکن یہ دونوں شاید جنون کی حدوں میں داخل ہو گئے ہیں۔ میکے براؤن کے ساتھ ایک بڑے کاروبار میں میری پارٹنرشپ ہے بہت سے مشترکہ معاملات ہیں ہمارے۔ وہ اب تک کسی کاروبار میں بددیانت ثابت نہیں ہوا لیکن اس معاملے میں... ارے ہاں! تم نے بتایا ہے کہ وہ یہیں ہے تو کہاں ٹھہرا ہوا ہے۔"

" ٹھہرا ہوا تھا کہیں!" میں نے کہا

" چلا گیا؟"

" بظاہر!" میں نے مسکرا کر کہا۔

" کیا مطلب؟"

" مجھے یہی اطلاع ملی ہے کہ وہ چلا گیا۔ لیکن میں نے اُس کی اچانک روانگی پر حیران ہو کر اُس کے بارے میں تصدیق کی تو پتا چلا کہ وہ واپس نہیں گیا۔ البتہ وہ اس جگہ موجود نہیں ہے جہاں اُس نے قیام کیا تھا۔"

" اوہ!" حسن صاحب تھوک نگل کر مجھے دیکھنے لگے۔ پھر بولے "اب یہ بھی بتا دو کہ اُس نے تم سے کیا کام لینا چاہا تھا۔"

" بوڑھے بابا کا فرار! اس کی خواہش تھی کہ میں بوڑھے بابا کو آپ کی کوٹھی سے فرار کرواکے اس کی تحویل میں دے دوں۔" میں نے حسن صاحب کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا "وہ اُسے یہاں سے لے جانا چاہتا تھا۔" میں نے جملہ پورا کر دیا۔ حسن صاحب نے صرف ایک نگاہ مجھے دیکھا۔ پھر گہری سانس لے کر بولے "تو کیا تمہارے خیال میں وہ کامیاب ہو گیا؟"

" کیا مطلب؟"

" ضروری تو نہیں ہے کہ تم نے جن ذرائع سے اُس کی روانگی کی تصدیق کی ہو اُس نے وہی ذرائع اختیار کیے ہوں۔ بہت سے دوسرے طریقے ہو سکتے ہیں۔ ورنہ بوڑھا ہوا میں تو تحلیل نہیں ہو گیا۔"

" لیکن بوڑھا اس کے ہاتھ کیسے لگ گیا؟" میں نے سوال کیا۔ حسن صاحب عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگے پھر بولے "وہ اسے یہاں سے نکالنا ہی تو چاہتا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ کس طرح نکلا۔ میں تم پر شبہ نہیں کر رہا غزالی حالات اس کے شاہد ہیں کہ اگر تم یہ سب کچھ کرتے تو مجھے ان تفصیلات سے آگاہ نہ کرتے لیکن پھر بھی بوڑھا نکل تو گیا۔ تمہارے علاوہ دوسرے وسائل بھی اُس نے ضرور مہیا کیے ہوں گے

پھر ڈاکٹر طاہر علی اس کا ساتھی ہے۔ جو شخص اتنے گہرے انداز میں مجھے احمق بنا سکتا ہے وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔"

" یہاں کچھ دوسرے دلچسپ نکتے بھی ہیں حسن صاحب!"

" وہ کیا؟"

" ڈاکٹر طاہر علی نے مجھ سے سودے بازی کر کے میری ملاقات جولیا سے کرائی تھی جس نے مجھے پچاس ہزار روپیہ پیش کر کے کہا تھا کہ میں بوڑھے کے سلسلے میں اسے تمام کوائف سے آگاہ کرتا رہوں۔ اس کے ساتھ ہی اُس نے ایک اور پیشکش بھی کی تھی۔ اُس نے کہا تھا کہ میں براہِ راست میکے براؤن سے رابطہ قائم کر لوں اور اصل معاملات کی ڈاکٹر طاہر علی کو بھی ہوا نہ لگنے' اس کے بعد میکے براؤن کی مجھ سے ملاقات ہوئی تھی اور مجھے یقین ہے کہ اس نے ڈاکٹر طاہر علی سے بھی اپنی آمد چھپائی ہے۔ اس کی درخواست مجھ سے بھی کی گئی تھی۔"

" اگر ایسا بھی ہے تو کیا فرق پڑتا ہے۔ اُس نے دوسروں کا سہارا حاصل کر لیا ہوگا۔ لیکن یہ بات میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اب بوڑھا میکے براؤن کی تحویل میں ہے۔ مجھے اور کوئی فکر نہیں ہے' ہاں اس غداری پر غصہ ضرور ہے جو میکے براؤن نے مجھ سے کی ہے اور ڈاکٹر طاہر علی اس سے بھی زیادہ قابلِ نفرت ہے!"

"حسن صاحب پورے خلوص سے ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں اگر ان معاملات سے آپ کی دلچسپیاں اب بھی برقرار ہیں تو میں اس سلسلے میں آپ کے لیے کام جاری رکھ سکتا ہوں۔"

" میری ذہنی کیفیت بہت خراب ہو گئی ہے غزالی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں؟"

" بہتر ہے کہ اس سلسلے میں کوئی فیصلہ کر لیں۔ میری پیشکش برقرار رہے گی۔ اب اجازت چاہتا ہوں۔" میں نے اٹھنے کے لیے پہلو بدلا ہی تھا کہ حسن صاحب ہاتھ اُٹھا کر بولے "بیٹھو کوئی خاص مصروفیت ہے کیا؟"

" جی نہیں' میں آپ کو سوچنے کا موقع دینا چاہتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ اور کچھ نہ سہی لیکن بوڑھے بابا کے کوٹھی سے نکل جانے کے معاملے میں آپ کا ذہن میری طرف ضرور جا رہا ہوگا۔ اس کا فیصلہ کر لیں جلد بازی مناسب نہ ہو گی۔"

حسن صاحب مجھے پُرخیال نگاہوں سے دیکھتے رہے پھر ان کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ ہاتھ آگے بڑھا کر میرے بازو پر رکھتے ہوئے بولے "میں نے حالات کا تجزیہ کیا ہے بیٹے! خدا کی قسم میرا دل صاف ہو گیا۔ مجھے اب تم پر کوئی شک نہیں ہے۔ یہ آخری بات ہے۔"

" شکریہ حسن صاحب!"

" اب اس سلسلے میں کیا کریں غزالی میاں؟ تم یہ کیسے معلوم کرو گے کہ بوڑھا میکے براؤن کی تحویل میں نہیں ہے۔"

" یہ کام آسان نہیں ہے لیکن جولیا کو میں اس کے لیے استعمال کر سکتا ہوں۔ وہ میرے اور میکے براؤن کے درمیان رابطے کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ کام آپ مجھ پر چھوڑ دیں۔"

" دیکھو غزالی! میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ میں نے ان معاملات میں پوری پوری دلچسپی لی ہے' خود کو بالکل ہی نیک اور پارسا نہیں کہتا کیونکہ کچھ کام میں نے بھی میکے براؤن سے پوشیدہ رکھ کر کیے ہیں لیکن ان کا مقصد یہ نہیں تھا کہ میں اُس سے چھپا کر خزانہ حاصل کرنے کی کوشش کروں بلکہ یہ صرف حقیقتوں تک پہنچنے کی ایک کوشش تھی۔ میں ان سارے معاملات پر لعنت بھیجتا ہوں اور اس کے بعد سے اس سلسلے میں کوئی کوشش نہیں کروں گا۔ لیکن براؤن نے جو کچھ کیا ہے وہ مجھے اپنے لیے ایک چیلنج معلوم ہوتا ہے۔ مجھے مشورہ دو کہ کیا اس جھگڑے کو اپنے ذہن میں ختم کر دوں یا جاری رکھوں؟"

" یہ فیصلہ صرف آپ کریں گے حسن صاحب!" میں نے کہا۔

" جی نہیں چاہتا ہار ماننے کے لیے۔ لیکن میں ان لوگوں کی طرح سازشی ذہن نہیں رکھتا۔ اب صرف ایک ہی شرط پر میں اس کام کو جاری رکھ سکتا ہوں وہ یہ کہ تم اگر خوشی سے یہ پوری ذمہ داری قبول کرو۔ خدا کی قسم خزانہ میری منزل نہیں ہے بس یہ ایک شوق کی تکمیل تھی۔ اگر ان کوششوں کے نتیجے میں کچھ ہاتھ لگ جائے تو میرے حصے میں سے آدھا تمہارا ہوگا۔ ہمارے درمیان یہ معاہدہ ہے۔ اس دوران تمام اخراجات میرے ہوں گے اور جہاں بھی میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں ضرور کروں گا۔ دل چاہے تو یہ پیشکش قبول کر لو ورنہ اس کے بعد میری طرف سے یہ کھیل بند!"

" دونوں باتیں ہیں حسن صاحب! آپ نے مجھے ایسے لمحوں میں سہارا دیا تھا جب میں واقعی بے یار و مددگار تھا اور میرے لیے شہر کے فٹ پاتھوں کے علاوہ اور کوئی جگہ نہیں تھی۔ مجھے آپ نے محسن کے حوالے سے ہی سہی جو کچھ دیا وہ تاحیات مجھ پر احسان ہے جسے میں کبھی نہیں بھولوں گا۔ اس حساب سے مجھے آپ کی شکست خوردگی قبول نہ ہوگی۔ دوسری بات یہ کہ میں اپنے لیے بھی ایک اچھے مستقبل کا خواہش مند ہوں جسے اس شکل میں نظر انداز نہیں کر سکتا۔ چنانچہ میں یہ پیشکش احسان مندی کے جذبات کے ساتھ بخوشی قبول کرتا ہوں اور آج سے خود کو اس معاملے سے پوری طرح متعلق کر رہا ہوں۔ اب جو کچھ ہوگا آپ کے لیے نہیں بلکہ میں اپنے لیے کروں گا۔ اس بارے میں کیا اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کوئی بات باقی رہ گئی ۔"

"نہیں! ویسے مجھے خوشی ہوئی ہے تمھارے اس فیصلے سے" حسن صاحب نے کہا۔

"اب آپ اس پُراسرار ہنگامے کے ایک ایک پہلو سے مجھے روشناس کرائیں۔ بظاہر یوں محسوس ہوتا ہے کہ ولاڈی واسکاٹ اور ویلینی کے معاملے سے صرف دو افراد واقف تھے، یعنی آپ اور میکے براؤن، میکے براؤن نے ویلینی کے گھر سے اغوا کیے جانے والے بوڑھے بابا کو آپ کی تحویل میں دے دیا۔ شاید اپنی مصروفیات کی وجہ سے یا پھر ممکن ہے پہلے اس کے ذہن میں یہ خیال ہو کہ آپ اس مسئلے کو اس سے بہتر طور پر حل کر سکتے ہیں۔ بعد میں اس کے دل میں بے ایمانی پیدا ہوئی اور اس نے کچھ وقت نکالنے کے لیے ڈاکٹر طاہر علی کا سہارا لیا تاکہ بوڑھا جو اس میں واپس آکر آپ کو صحیح صورت حال نہ بتا دے۔ پھر جب وہ اپنی مصروفیات سے فارغ ہو گیا تو اس نے سوچا کہ اب بوڑھے کو اپنی تحویل میں لے کر اس کا علاج کرائے اور اس کے لیے اس نے جولیا کو صورتحال کی پڑتال کے لیے بھیجا۔ اتفاق سے میں ایک کارآمد مہرے کی شکل میں اسے نظر آگیا اور اس نے مجھ سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ اور اب بوڑھا غائب ہے۔ یہی تفصیل ہے نا؟"

"سو فیصدی یہی!"

"میکے براؤن اب طاہر علی سے بھی چھٹکارا چاہتا ہے۔ اگر بوڑھا میرے ذریعے اس کے ہاتھ لگ جاتا تو وہ خاموشی سے اسے لے کر یہاں سے نکل جاتا۔ بعد میں ہم تینوں یعنی میں، آپ اور ڈاکٹر طاہر ایک دوسرے سے الجھتے رہ جاتے۔ طاہر علی سے وہ کہہ دیتا کہ بوڑھے کی گمشدگی کے بعد کھیل ختم ہو گیا۔ ہاں اس راز کے افشا کا خطرہ اُسے صرف مجھ سے رہ جاتا تھا اس لیے ممکن ہے وہ مجھے ساتھ لے جاتا جیسی اُس نے اور اُسکی بیٹی نے پیشکش کی تھی۔ اور پھر راستے میں کسی جگہ وہ مجھے بھی ٹھکانے لگا دیتا۔"

"بالکل ایسا ہی ہوتا!" حسن صاحب نے کہا پھر بولے "لیکن کیا تمھیں یقین ہے کہ بوڑھا کسی طرح اُس کے ہاتھ لگ گیا ہے؟"

"اس کا امکان تو ہے، حسن صاحب! لیکن... یہ اتنا آسان نہ ہوگا" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟"

"معاملہ اب میرے ہاتھ میں ہے اور سازش کے جواب میں سازش بھی کی جا سکتی ہے۔" میرا لہجہ بدستور سرد تھا۔

"کیا کرو گے؟"

"اس کا فیصلہ بعد میں کروں گا۔"

"اب بات اس اشتہار کی آتی ہے۔ اگر بوڑھا واقعی ان دونوں میں سے کسی کے ہاتھ نہیں لگا تو پھر یہ اشتہار دونوں میں سے کسی نے دیا ہوگا۔ بلکہ امکانات میکے براؤن کے ہی زیادہ ہو سکتے ہیں۔ پہلے چونکہ مجھے اس کی آمد کے بارے میں معلوم نہیں تھا اس لیے میرا ذہن اس کی طرف نہیں گیا تھا لیکن اب۔ ویسے یہ تصویر میکے براؤن کے پاس ہی ہو سکتی ہے۔ یہ یقیناً اُس دَور کی تصویر ہے جب وہ اُس کے پاس تھا۔ بالکل یہی بات ہے لیکن اس اشتہار کا مطلب تو یہ ہو سکتا ہے کہ وہ اس کے ہاتھ بھی نہیں لگا اور اس طرح وہ اسے دوبارہ ہم تک پہنچانا چاہتا ہے۔"

"ہاں ممکن ہے! لیکن حسن صاحب یہ کام اب مجھے کرنا ہے آپ مجھے دوسری باتیں بتائیے۔"

"اِیں... ہاں... اب کیا بات رہ جاتی ہے؟"

"کچھ نہیں رہ جاتی؟" میں نے گہری نگاہوں سے حسن صاحب کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرے خیال میں تو کوئی بات اب باقی نہیں رہی ہے لیکن اگر تمھارے ذہن میں کوئی سوال ہے تو ضرور پوچھ لو" حسن صاحب نے کسی قدر اُلجھ کر کہا۔

"کیا آپ اس بات کا اعتراف نہیں کریں گے حسن صاحب کہ میکے براؤن کی نسبت آپ ان معاملات سے زیادہ واقفیت رکھتے ہیں؟"

"نہیں! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"ناقابلِ یقین ہے حسن صاحب! بوڑھے بابا کو یہاں لائے ہوئے طویل عرصہ گذر گیا۔ آپ کو اس سلسلے میں کوئی خاص پریشانی نہیں تھی بلکہ آپ بڑے صبر و سکون کے ساتھ اپنے کاموں میں مصروف تھے، اس کا گواہ میں ہوں۔ اگر یہ واقعہ نہ ہوتا تو شاید آپ اب بھی پُرسکون رہتے۔"

"میں تمھیں یہ بتا چکا ہوں غزالی کہ میں اس سلسلے میں بہت زیادہ پُرامید نہیں تھا۔ جو چیز اٹلی کی حکومت نہ تلاش کر سکی اسے ہم آسانی سے تو نہیں پا سکتے۔ اس کے علاوہ بوڑھے کے بارے میں تمھیں علم ہو چکا ہے کہ وہ براہِ راست کچھ بھی نہیں ہے۔ ولاڈی واسکاٹ نے اس کی طرف اشارہ کیا تھا اور ویلینی نے اُسے اتنی احتیاط سے رکھا ہوا تھا اس لیے وہ ہمارے لیے قابلِ توجہ بن گیا۔ وہ صرف ویلینی کی تلاش کا ایک راستہ تھا اس لیے میں اُس کی یادداشت کی واپسی ضرور چاہتا تھا، لیکن بہت زیادہ پُرامید نہیں تھا۔"

"اور آپ نے صرف بوڑھے پر قناعت کی۔؟" میں نے کہا۔

"اصولاً آپ کو اور بھی کچھ کرنا چاہیے تھا۔"

"مثلاً؟" حسن صاحب نے مجھے حیران نگاہوں سے دیکھ کر پوچھا۔

"جاپان، تبت اور آس پاس کے دوسرے علاقوں میں ویلینی کی تلاش!" میں نے جواب دیا اور حسن صاحب نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پھنسا لیں وہ میز کی سطح پر کہنیاں رکھ کر آگے جھک آئے "تمھیں نظر نہ لگے غزالی۔ بہت ذہین ہو مجھے یقین ہے کہ تم اس معاملے کو ضرور سنبھال لو گے۔ ہاں میں نے ایسا کیا ہے۔ تبت میں میرا ایک آدمی ویلینی کو تلاش کر رہا ہے اس کا نام ٹائیگر چونگ لی ہے۔ مشہور ریسلر ہے اور جرائم پیشہ افراد کا پورا گروہ رکھتا ہے۔ میں بہت روپے برباد کر چکا ہوں ویلینی کی تلاش پر، مگر کمبخت کا کوئی سراغ نہیں مل سکا۔"

"تبتی باشندہ ہے؟"

"نہیں! کوریا سے تعلق رکھتا ہے مگر وہیں آباد ہے۔"

"حسن صاحب کیا میکے براؤن نے یہ کوشش نہ کی ہوگی؟" میں نے سوال کیا۔

"ضرور کی ہوگی وہ احمق نہیں ہے۔ لیکن حالات بتاتے ہیں کہ اُسے بھی کوئی کامیابی نہیں حاصل ہوئی۔"

"اس سلسلے کا آخری سوال حسن صاحب!" میں نے کہا۔

"پوچھو! مجھے اب لطف آ رہا ہے" حسن صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ندرت کون ہے؟" یہ سوال کرتے ہوئے میں نے اپنی نگاہیں حسن صاحب کے چہرے پر مرکوز رکھی تھیں۔ یہ نہایت اہم سوال تھا اور اس کا یہ پہلو میں نظر انداز نہیں کر سکتا تھا کہ طاہر علی یا میکے براؤن میں سے کسی کو ندرت کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا جبکہ جو کچھ میں نے دیکھا تھا اس کے بعد دعوے سے کہہ سکتا تھا کہ ندرت کا بوڑھے سے کوئی گہرا تعلق ضرور ہے۔ بات صرف انسانی ہمدردی کی ہوتی تو بعد میں اس راز کو چھپانے کے لیے وہ مجھ پر قاتلانہ حملے نہ کرتی۔

حسن صاحب چونکے ضرور تھے لیکن کوئی پریشان کن کیفیت یا کوئی اور احساس ان کے چہرے پر نہیں پیدا ہوا تھا۔ پھر انھوں نے کہا "اس سوال کا ان معاملات سے کیا تعلق؟"

"براہِ کرم مجھے اس بارے میں بتائیے۔"

"بھئی ندرت ایک بالکل علیحدہ شخصیت ہے اسے کسی بھی طرح ان معاملات میں ملوث نہیں کیا جا سکتا۔" حسن صاحب پُرخیال انداز میں بولے "تمھیں شاید یہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ وہ میری اولاد نہیں لیکن اس کی حیثیت میری نگاہوں میں اپنے بچوں جیسی ہے۔"

"اس کا آپ سے کیا تعلق ہے؟"

"وہ... وہ میری کوئی نہیں ہے! اُن دنوں میں ایک کاروباری سلسلے میں لنـ گیا ہوا تھا۔ لندن کئی بار جا چکا ہوں۔ جب کاروباری امور سے فرصت ملتی تو میں اس کے نواح کی سیر ضرور کرتا۔ اس وقت بھی کچھ ایسی ہی صورت حال تھی۔ میں ایک ڈسٹرکٹ کے علاقے میں نکل گیا تھا۔ یہ پُراسرار رومانی علاقہ مجھے ہمیشہ سے پسند ہے۔ جھیل ونڈرمیر کے دوسرے کنارے پر سرسبز و شاداب پہاڑیوں میں گھرے ہوئے حسین قصبے گراس میر میں میرا ایک دوست چارلس رہتا تھا، جو ان دنوں وہاں موجود نہیں تھا۔ چنانچہ ایبل سائڈ کی کیمپنگ میں، میں نے قیام کیا۔ اور دوسری صبح جھیل کے وسط میں تیرتے ہوئے جزیرے کی سیر کے لیے نکل گیا۔ میں نے ایک کشتی کرائے پر حاصل کی اور جزیرے پر پہنچ گیا۔ اس پُراسرار جزیرے پر زندگی جیسے تھم گئی ہے۔ اس وقت بھی یہ جگہ دنیا سے الگ تھلگ خاموش اور پُرسکون تھی۔ بلند اور تناور درختوں کے سائے میں کانٹے دار جھاڑیوں کے درمیان سے گذرتی ہوئی ہوا کی سنسناہٹ کے سوا اور کوئی آواز نہیں تھی۔ وہیں وہ مجھے نظر آئی۔ بکھرے بال، خشک چہرہ، آنکھوں میں خوف کی پرچھائیاں، لباس بوسیدہ، ایک نگاہ دیکھنے سے وہ جزیرے کی پُراسرار روح معلوم ہوتی تھی۔ عجیب سے انداز میں وہ مجھے دیکھ رہی تھی۔ میرے دل میں اُس کے لیے بے پناہ ہمدردی اُمڈ آئی۔ نہ جانے کیوں میرے دل میں احساس اُبھرا کہ وہ اس وقت میری ہمدردی کی مستحق ہے۔ میں نے اُسے پیار سے بلایا اور وہ میرے نزدیک آ بیٹھی۔ میں نے اس سے اس کے بارے میں کئی سوالات پوچھے لیکن وہ گردن جھکائے خاموش بیٹھی رہی۔ جب اُس نے میری کسی بات کا جواب نہ دیا تو مجھے الجھن ہونے لگی۔ میں کسی اسکینڈل سے بھی بچنا چاہتا تھا۔ نہ جانے کون ہے کس مصیبت کا شکار ہو کر یہاں بھٹک رہی ہے؟ میں نے سوچا لیکن میں اسے وہاں تنہا نہ چھوڑ سکا۔ اسے میری کمزوری سمجھ لو یا اس کی بیچارگی کا احساس کہ میں چاہتے ہوئے بھی اُسے نظر انداز نہ کر سکا اور واپسی میں اپنے ساتھ لے آیا۔ خیال یہی تھا کہ اس کی ذات کے ساتھ یورپی معاشرے کی کوئی گھناؤنی کہانی وابستہ ہوگی۔ لندن میں، میں نے اسے اپنے پاس ہی ہوٹل میں رکھا۔ میرا خیال تھا کہ جب اسے مجھ پر اعتماد ہو جائے گا تو وہ مجھے اپنے بارے میں بتا دے گی۔ میں نے اُس کی ہر طرح مدد کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ البتہ دو دن گذر چکے تھے اور میں نے اُس کی آواز نہیں سنی تھی۔ وہ بولتی ہی نہیں تھی۔ عموماً اُس کی آنکھیں جھکی رہتی تھیں لیکن... لیکن مجھے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میرے تمام سوالات کے جواب ان جھکی ہوئی آنکھوں میں ہوں۔

"پھر میں واپسی کی تیاریاں کرنے لگا۔ میں اس کی خاموشی سے کسی قدر جھنجلا بھی گیا تھا، سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس کے لیے کیا کروں، میں نے اس سے کہہ بھی دیا کہ اگر تم اب بھی اپنے بارے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں کچھ نہیں بتاؤ گی تو میں مجبوراً تمھیں پولیس کی تحویل میں دے دوں گا۔ اس سے زیادہ میں اور کیا کرسکتا ہوں۔ یہ اس رات کی بات ہے جس دن میں نے اُس سے یہ الفاظ کہے تھے۔ میں سوگیا تھا' وہ بھی دوسرے بستر پر سورہی تھی کہ مجھے کچھ آہٹیں سنائی دیں اور میں جاگ گیا۔ کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور مدھم روشنی میں مجھے کچھ انسانی سائے نظر آرہے تھے۔ میرے بستر سے اٹھتے ہی وہ کمرے سے نکل بھاگے، دوسری مسہری خالی تھی' یعنی وہ مسہری پر موجود نہیں تھی۔

" ایک عجیب سا لگاؤ ہوگیا تھا مجھے اُس سے۔ لیکن اس کی پُراسرار شخصیت کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہوسکا۔ وہ جس طرح مجھ تک آئی تھی اسی طرح گم ہوگئی تھی۔ نہ جانے وہ پُراسرار سائے کون تھے۔ میں نے احتیاطاً اپنے سامان کا جائزہ بھی لیا لیکن سب کچھ ٹھیک تھا۔ میں کئی روز تک اُلجھا رہا پھر سوچا کہ کسی اور الجھن میں نہ پھنس جاؤں اس لیے خاموشی اختیار کرلی۔

" پھر میں یہاں آگیا۔ کئی بار اس کے بارے میں سوچا لیکن کوئی خاص بات نہیں تھی، زندگی میں ایسے واقعات اکثر پیش آتے ہیں۔ شاید وہ ہمیشہ کے لیے میرے ذہن سے محو ہوجاتی لیکن پھر ایک دن وہ مجھے دوبارہ نظر آگئی' یہیں اسی شہر میں کوٹھی کے نزدیک۔ نہ جانے وہ کس کی تلاش میں بھٹک رہی تھی۔ میں نے اُسے پہچان لیا۔ اُس نے نگاہ اُٹھا کر مجھے دیکھا۔ غزالی اُس کی آنکھوں میں نہ جانے کیا سحر ہے۔ وہ بولتی نہیں لیکن اُس کی آنکھیں بولتی ہیں۔ ذہن خود بخود مفہوم تراش لیتا ہے۔ میں دنیادار آدمی ہوں' بال بچوں والا' کسی بھی جھگڑے' کسی بھی اسکینڈل سے خود کو محفوظ رکھنا چاہتا ہوں۔ اُسے دیکھ کر بہت سی الجھنیں ذہن میں اُبھر آئیں لیکن اس کی آنکھوں کے مقناطیسی سحر نے میرے ذہن سے سب کچھ بھلا دیا' اور میرے دل میں اس کے لیے پھر وہی محبت وہی اُنسیت اُبھر آئی جو انگلستان کے اس پُراسرار جزیرے میں ابھری تھی۔ وہ آگے بڑھی اور اس نے شناسائی کے انداز میں میرے بازو پر ہاتھ رکھ دیا' اس کے بعد میں اُسے کوٹھی میں لے آیا۔ مجھے اُس سے تنویر ہی کے مانند محبت ہے۔ اس کے بارے میں مجھ سے طرح طرح کے سوالات کیے گئے۔ کچھ آنکھوں میں شبہات بھی اُبھرے لیکن کوئی کچھ نہیں کہہ سکا۔ اس کا نام میرے علم میں نہیں تھا دوسروں سے روشناس کرانے کے لیے میں نے اُسے ندرت کا نام دیا' بعد میں، میں نے بہت کوشش کی کہ اس سے اس کے بارے میں پوچھوں لیکن وہ نگاہیں جھکائے رہتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ مسکرا دیتی ہے۔ اس سے زیادہ مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ میں جانتا ہوں کہ میرے اہلِ خاندان نے اُسے اپنے درمیان دل سے قبول نہیں کیا ہے۔ وہ سب کے لیے بے ضرر ہے۔ میں نے اُس کے لیے سب کو ہدایات دی ہیں کہ گھر کے ایک فرد ہی کے مانند اس کا احترام کیا جائے۔ اور اس کے بعد میرے ذہن میں تجسس کے خانے خود بخود بند ہوگئے۔ اب تو میں اس کے بارے میں سوچتا بھی نہیں ہوں۔ ہاں یہ خیال میرے ذہن میں ضرور ہے کہ وقت آنے پر اُسے بھی تنویر کے مانند کسی اچھے سے نوجوان سے بیاہ دوں گا۔ اب وہ ٹوٹی پھوٹی زبان سیکھ گئی ہے اپنا مفہوم ادا کر لیتی ہے اور بس۔ اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں ہے۔"

میں احمقوں کی طرح منہ اٹھائے حسن صاحب کی باتیں سن رہا تھا۔ ندرت اب اس داستان کا سب سے پُراسرار کردار بن گئی تھی۔ حسن صاحب خدا جانے سچ کہہ رہے تھے یا انھوں نے اپنی زندگی کے کسی تاریک پہلو پر ایک جھوٹی کہانی کا پردہ ڈال دیا تھا۔ ندرت کے پُراسرار کردار سے یہ چشم پوشی کچھ غیر فطری تھی۔ اتنی حیران کن شخصیت کے ماضی کے بارے میں غیر دلچسپی کا یہ رویہ کچھ غیر فطری تھا۔ اور اگر حسن صاحب سچ کہہ رہے تھے تو پھر ندرت کون ہے اور اُس کا بوڑھے سے کیا تعلق ہے؟ لیکن اب یہ سوالات حسن صاحب سے کرنا بیکار تھے۔

" تمھارے ذہن میں ندرت کا خیال کیوں آیا؟" انھوں نے پوچھا اور میں اُن کی آواز سُن کر چونک گیا۔

" کوئی خاص وجہ نہیں۔ بس وہ مجھے اس گھر میں اجنبی معلوم ہوئی تھی۔"

" کم از کم ان واقعات سے اُس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس سلسلے میں ذہن نہ الجھاؤ۔"

" ٹھیک ہے حسن صاحب!" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

" یہ کیسے معلوم ہو غزالی کہ براؤن یہاں موجود ہے؟"

" فی الحال جولیا ہی اس کا ذریعہ ہے۔ میں کوشش کروں گا"

" میں بھی کوشش کروں گا۔ آخر اُسے بے نقاب تو کیا جائے"

" آپ کیا کریں گے؟"

" کسی کاروباری سلسلے میں اُس سے فون پر بات کرنے کی کوشش کرتا ہوں، پتا چل جائے گا کہ وہ واپس یورپ پہنچا یا نہیں"

" ضرور کریں! بہر حال میں بوڑھے کی تلاش ترک نہیں کروں گا۔ اگر وہ ہمیں مل جائے تو اس یا راُس کی موجودگی سے فائدہ ضرور اٹھائیں گے۔ اگر وہ واقعی کسی خزانے کی کنجی ہے تو پھر اس کنجی سے پورا فائدہ اُٹھانا چاہیے۔"

" میں نے اس داستان کا یہ پہلو تمھارے سامنے کھول دیا ہے۔ اب ان راستوں پر میں صرف تمھارا ہمسفر رہوں گا راستے تم خود متعین کرو گے۔"

" ایک اور درخواست ہے!"

" ضرور۔ کہو!"

" حالات کا تقاضا ہے کہ آپ ڈاکٹر طاہر علی سے اپنا رویہ ذرہ برابر تبدیل نہ کریں۔ اُس سے اس سلسلے میں مسلسل رابطہ رکھیں۔ اس کا اعتماد قائم رکھیں، خواہ اس کے لیے مجھ پر شبہے کا اظہار کیوں نہ کرنا پڑے۔"

" ٹھیک کہتے ہو۔ میں خیال رکھوں گا۔"

" بوڑھے کے سلسلے میں آپ نے اُسے کیا بتایا تھا؟"

" میں نے ایسے ہی ایک جھوٹی کہانی تراش لی تھی مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ حقیقت جانتا ہے۔" حسن صاحب نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

" آپ کو خود پر قابو رکھنا ہوگا حسن صاحب! طاہر علی کو شبہ بھی نہ ہونے پائے ان حالات کا۔ ان معاملات سے فارغ ہوکر ہم نیا پروگرام ترتیب دیں گے۔"

" مجھ سے جو کچھ بھی چاہو، بے تکلفی سے بتا دینا۔ اب کسی تکلف کی گنجائش نہیں رہی ہے۔"

" جی بہتر!" میں نے جواب دیا اور اس کے بعد ذہن میں ہزاروں الجھنیں لیے میں ان کے کمرے سے نکل آیا۔ یہ بہت طویل نشست ہوگئی تھی۔ وقت کا اندازہ نہ ہوسکا۔ اسٹاف لنچ پر جا چکا تھا۔ میں اپنے آفس میں آ بیٹھا۔ حسن صاحب سے ہونے والی گفتگو کا ایک ایک لفظ ذہن میں محفوظ تھا۔ بظاہر بوڑھا صرف ویلینی تک پہنچنے کا ایک وسیلہ تھا اور ان لوگوں کی نگاہوں میں اس کی بس یہی اہمیت تھی کہ ممکن ہے دماغی توازن درست ہونے کے بعد وہ انھیں ویلینی کے بارے میں کچھ بتا سکے۔ لیکن میرے خیال میں بوڑھا بابا اس قدر غیر اہم نہیں تھا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ویلینی نے اُسے اتنی حفاظت سے کیوں رکھ چھوڑا تھا۔ وہ اس کے لیے اس قدر اہم کیوں تھا۔ اور پھر ویلینی روپوش کیوں ہوگئی تھی۔

دفعتاً ایک خیال ذہن میں آیا اور میں خود کو باز نہ رکھ سکا۔ میں نے فوراً حسن صاحب کو فون کیا۔ " معاف کیجیے گا حسن صاحب ایک بات پوچھنا بھول گیا۔"

" ہاں کہو؟"

" وہ ڈائری کہاں ہے؟"

" کونسی ڈائری؟"

" جو آپ کو واسکاٹ کے کمرے سے ملی تھی۔"

" وہ میرے پاس موجود ہے!"

" آپ ہی کے پاس ہے نا؟"

" ہاں!"

" میں اُسے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

" رات کو لے لینا۔ میں نے اُسے احتیاط سے رکھ چھوڑا ہے۔"

" بہتر!" میں نے فون بند کردیا۔ بہت سے خیالات تھے لیکن اُن میں سب سے اہم خیال ندرت کا تھا۔ وہ بار بار میرے ذہن میں اُبھر رہی تھی۔ لاکھ دل کو سمجھا رہا تھا کہ ندرت ان معاملات میں ایک غیر اہم کردار ہے لیکن آنکھوں نے جو کچھ دیکھا تھا اور جو اس کے بعد ہوا تھا وہ نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا۔ مان لیا وہ ایک مظلوم انسان کی دوسرے مظلوم انسان کے ساتھ ہمدردی تھی لیکن پھر اس ہمدردی کے چشم دید گواہ کو ختم کرنے کی کوشش کیوں کی گئی؟ ندرت جیسی بے ضرر لڑکی کے دل میں کسی کو قتل کرنے کی خواہش کیوں بیدار ہوئی۔ اس ملاقات اور اس منظر کو پوشیدہ رکھنے کا جذبہ اتنی انتہا کو کیوں پہنچا۔ اس کی کیا وجہ تھی؟ اس کے علاوہ حسن صاحب نے اس کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا وہ انتہائی تعجب خیز تھا۔ انھوں نے اس کے اندر پوشیدہ ایک پُراسرار قوت کا تذکرہ بھی کیا تھا۔ اور دفعتاً مجھے ندرت کی آنکھیں یاد آگئیں، حسین اور پُرکشش آنکھیں۔ ایک نگاہ دیکھتے ہی ان آنکھوں کی کشش کا احساس ہوتا تھا۔ یہ صرف ان کا حسن تھا یا کچھ اور... ندرت کون ہے؟ بوڑھے کی گمشدگی کے بعد میں نے اس کو ایک نگاہ بھی نہیں دیکھا تھا۔ اُس سے ملنا چاہیے۔ ممکن ہے اس کی کیفیت سے کوئی اندازہ ہو۔ آج ہی ملوں گا اس سے۔ لیکن احتیاط کے ساتھ۔ اگر لوگ اُس کے بارے میں نہیں جانتے ہیں تو میں بھی اس معاملے کو دوسروں سے پوشیدہ رکھوں گا۔

شام کو پانچ بجے تھکا تھکا سا اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ سوچا تھا کہ کوٹھی جاکر کچھ دیر آرام کروں گا۔ دماغ بُری طرح تھکا ہوا تھا لیکن کار اسٹارٹ کرکے چلتے ہوئے قادر کا خیال آگیا۔ اس سے ملاقات کرلی جائے۔ کام کا آدمی ہے' بے لوث ہے کہیں یہ نہ سوچے کہ میں اس سے برگشتہ ہورہا ہوں۔ اور پھر میکے براؤن کو سامنے لانے کے لیے جو خیال میرے ذہن میں آیا تھا' اس کے لیے بھی قادر کی ضرورت تھی۔ گو میں اس پر ابھی عمل نہیں کرنا چاہتا تھا۔

" القادر" پہنچا تو پہلے سے ہی اندازہ ہوگیا کہ قادر اس وقت موجود نہیں ہے۔ یہاں چند لوگ اب مجھے قادر کے گہرے دوست کی حیثیت سے پہچان گئے تھے۔ ان میں سے ایک میرے پاس آگیا۔ " نیٹو ماسٹر تو دوپہر سے گئے ہوئے ہیں' کوئی خدمت جناب؟"

" واپسی کا کب امکان ہے؟"

" اگر کوئی اہم ضرورت ہو تو انھیں فون پر تلاش کیا جاسکتا ہے۔"

" نہیں بس انھیں میری آمد کی اطلاع دے دینا۔" میں نے کہا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پھر میں واپسی کے لیے پلٹ ہی رہا تھا کہ قادر سے ملاقات ہو گئی۔ وہ گاڑی سے اتر رہا تھا۔ "آؤ غزالی بھائی۔ واپس جا رہے تھے؟"

"ہاں۔ بس یونہی چلا آیا تھا۔" میں نے کہا اور اس کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ قادر نے میرے لیے کافی منگوانے کا حکم دیا پھر کہنے لگا "تمھاری شکل دیکھ کر ایک شرمندگی سی ہونے لگتی ہے غزالی بھائی۔ ہاں وہ اشتہار کا کچھ نتیجہ نکلا؟ میرے خیال میں تم نے ٹھیک ہی کیا ہے۔ جہاں کہیں بھی ہو گا اطلاع تو ملے گی میرا خیال ہے اشتہار کا سلسلہ جاری رکھو۔"

"وہ اشتہار میں نے نہیں دیا قادر؟"

"حسن صاحب نے دیا ہو گا؟"

"انھوں نے بھی نہیں!"

"تو پھر؟"

"کسی نامعلوم شخصیت نے دیا ہے وہ اشتہار، اخبار کے دفتر سے بھی کوئی پتا نہیں مل سکا۔"

"ارے۔۔ یہ کمال ہے مگر!" قادر بھی حیران ہو گیا۔ پھر گردن جھٹکتے ہوئے بولا: "اپنی کھوپڑی سیکنڈ ہینڈ ہو گئی ہے غزالی بھائی یا پھر یہ چکر ہی اپنے بھیجے میں فٹ نہیں ہو رہا۔ بوڑھا نہ ہوا طلسم ہوشربا ہو گیا۔ یعنی کسی نے تلاش گمشدہ کا اشتہار دیا اور پھر پتا بھی تمھارا لکھوایا کمال ہے۔"

"تمھاری ضرورت پھر پیش آئے گی قادر۔ تیار رہو۔"

"دل و جان سے تیار ہیں غزالی بھائی۔ خدا کی قسم چانس دو تاکہ شرمندگی دور کرنے کا موقع ملے۔ دنیا کے لیے اتنا کچھ کر دیا بس اپنے یار ہی کا کام خراب ہو گیا۔

"جو ہونا تھا اُسے کون روک سکتا تھا قادر!" میں نے کہا۔ قادر کے ساتھ کافی وقت گذارا اور پھر سات بجے کے قریب وہاں سے چل پڑا۔ اکتوبر کا مہینہ تھا سات بجے خاصی رات ہو گئی تھی۔ موسم میں ایک خوشگوار خنکی رچی ہوئی تھی۔ دن بھر کی ذہنی تھکن کو دور کرنے کے لیے ایک لمبا راستہ اختیار کیا اور گرانڈ ٹر روڈ سے ہوتا کوٹھی کی طرف چل پڑا۔ اس وقت میں ٹوٹے دروازے نامی ایک سنسان علاقے سے گذر رہا تھا کہ دفعتاً ایک دھماکا ہوا پھر دوسرا ہلکا دھماکا اور کار اچانک بے طرح ڈولنے لگی۔ رفتار چونکہ تیز نہیں تھی اس لیے کار روکنے میں کوئی دقت نہ ہوئی لیکن کار روکتے روکتے ذہن نے ایک تجزیہ کر لیا تھا۔ دو دھماکے صرف ٹائر برسٹ ہونے کے نہ تھے۔ پہلا دھماکا کسی اور نوعیت کا تھا یقیناً کار کے پچھلے ٹائر پر فائر کیا گیا تھا۔ ذہن کی چرخی برق رفتاری سے گھومنے لگی قادر کا علیہ موجود تھا۔ میں نے پھرتی سے پستول نکال لیا اور چاروں طرف کا جائزہ لینے لگا۔

ابھی میں کوئی فیصلہ بھی نہیں کر پایا تھا کہ دفعتاً تیز روشنی میں نہا گیا۔ یہ روشنیاں عقب سے آئی تھیں اور مجھ سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھیں۔ یقیناً کوئی گاڑی میرے تعاقب میں تھی پہلے اس کی بتیاں بجھی ہوئی تھیں لیکن میری کار کو نشانہ بنانے کے بعد انھیں اچانک روشن کر دیا گیا تھا۔ دل میں خیال آیا کہ کھڑکی سے ہاتھ نکال کر اندھا دھند فائرنگ شروع کر دوں لیکن نہ جانے کیوں میں ایسا نہ کر سکا۔ شاید اس لیے کہ ذہن میں ان کے بارے میں تجسس تھا۔ وہ کون ہیں اور مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔ کہیں یہ جلد بازی پچھتاوا نہ بن جائے۔

دوسری کار، میری کار کے بالکل قریب آکر رک گئی پھر اس کے چاروں دروازے کھلے اور چار آدمی نیچے اتر کر میری طرف لپکے ان میں سے ایک نے کھڑکی سے ہاتھ ڈال کر میرا گریبان پکڑ لیا۔ "نیچے اتر آؤ صاحبزادے! تمھاری اڑان ختم ہو گئی۔ چلو نیچے اترو۔" اس نے میرے گریبان کو جھٹکا دیا اور میرے دماغ میں دھماکے ہونے لگے یہ آواز میرے لیے اجنبی نہیں تھی۔ یہ اچھی طرح جانی پہچانی آواز تھی

اُس آواز کو سن کر میں بھونچکا رہ گیا۔ اُسی وقت اُن میں سے کسی نے میرے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول کو دیکھا اور دوسرے لمحے میری کلائی پر پستول کے دستے سے ایک زوردار ضرب لگائی گئی۔ میں اپنے حلق سے نکلنے والی کراہ کو نہیں روک سکا۔ اس کے ساتھ ہی مجھے کار کا دروازہ کھول کر نیچے گھسیٹ لیا گیا اور میں توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ میں بُری طرح نیچے گرا نیچے ہی کئی ٹھوکریں میری کمر اور پسلیوں پر پڑیں۔ اور اس کے بعد ٹھوکر مارنے والے نے مجھے گریبان سے پکڑ کر کھڑا کر دیا۔

"مجھے پہچانو صاحب زادے! آنکھیں پھاڑ کر دیکھو۔ بڑا ہے تم پر۔۔۔ جی چاہتا ہے کہ سب کچھ وصول کر لوں لیکن۔۔" اس نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔

وہ داور تھا بوڑھے بابا کا محافظ جو میرے ہاتھوں زخمی ہونے کے بعد ہسپتال پہنچ گیا تھا، اس وقت وہ ہٹا کٹا میرے سامنے کھڑا تھا۔ میرا ذہن برق رفتاری سے کام کر رہا تھا۔ بدن پر پڑنے والی ضربوں نے میرا سانس بند کر دیا تھا لیکن میں خود کو قوت ارادی کے ساتھ کنٹرول کر رہا تھا۔

"کوئی حسرت ہے دل میں تو نکال لو شہزادے۔ اس کے بعد ممکن ہے ہم دونوں کو موقع نہ مل سکے۔ بے فکر رہو، یہ ہمارے تمھارے درمیان نہیں بولیں گے۔" اس نے اپنے آدمیوں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

کیا چاہتے ہو؟" میں نے بھاری لہجے میں پوچھا۔

"تمھاری ہڈیاں چبا جانا چاہتا ہوں۔۔۔ خون پی جانا چاہتا ہوں۔ تمھارا سین ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ تم کچھ کرو تاکہ قسم کھا سکوں۔ حملہ کر دو مجھ پر!" داور نے میرا گریبان جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔

"اس کا موقع پھر ملے گا داور۔۔۔ مجھے تم پر اعتبار نہیں ہے۔۔۔ جو فرق مجھ میں اور تم میں ہے تم اسے اچھی طرح جانتے ہو۔ تم چند نوٹوں کے لیے اپنی عمر سے دوگنی عمر کے ایک مظلوم بوڑھے کو ہنٹروں سے مارتے تھے۔ اُسے جو تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا، اور میں نے اس کی ہمدردی میں دو مرتبہ تمھیں تمھاری حرکت سے باز رکھا، میری اور تمھاری دشمنی اس بوڑھے کے سلسلے میں تھی۔ وہ اس وقت ہمارے درمیان نہیں ہے بہرحال تم اپنا مشن پورا کر لو، اس کے بعد ہم آپس میں فیصلہ کر لیں گے۔" میں نے تحمل سے کہا۔ میری بردباری بزدلی نہیں تھی بلکہ میں آنے والے لمحات کے لیے خود کو محفوظ رکھنا چاہتا تھا۔ یوں بھی میں احمقانہ دلیری کا قائل نہیں تھا اور داور کے جرائم مجھے معلوم تھے۔

داور گالیاں دیتا ہوا مجھ پر پل پڑا اور پھر کنپٹی پر پڑنے والے ایک گھونسے نے میرے حواس گم کر دیے اور میں نہ جانے کب تک بے ہوش رہا۔ ہوش آیا تو خود کو اجنبی جگہ پایا۔ یہ ایک لمبا چوڑا کمرہ تھا جس کی چھت کافی بلند تھی۔ ایک گوشے میں سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں جو اوپر جا کر ایک چوکور دروازے پر ختم ہوتی تھیں۔ بائیں گوشے میں آتش دان تھا جس میں بجھی ہوئی لکڑیاں پڑی تھیں۔ اس کے علاوہ کمرے میں کچھ نہیں تھا۔ اپنی جگہ پڑے پڑے میں اس جگہ کے بارے میں اندازہ لگاتا رہا اور مجھے بہت جلد یہ اندازہ ہو گیا کہ یہ کوئی تہ خانہ ہے جو ایک طویل عرصے سے استعمال نہیں کیا گیا۔ سیلن کی بو میرے اس اندازے کی تصدیق کرتی تھی۔

گذرے ہوئے واقعات میرے ذہن میں آئے اور میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا، سات بجے تھے۔ گھڑی چل رہی تھی۔ مگر سات۔۔۔ وہ واقعہ تو سات بجے کے بعد پیش آیا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ میری بے ہوشی یا نیند کو یا تو بارہ گھنٹے گذر چکے تھے یا چوبیس یا پھر ممکن ہے اس سے بھی کچھ زیادہ وقت گذرا ہو۔ مجھے اپنی اس طویل بے ہوشی پر حیرت ہوئی۔ میں کافی دیر اسی طرح بیٹھا رہا۔ ذہن پوری طرح ساتھ نہیں دے رہا تھا۔ پھر رفتہ رفتہ حواس بحال ہو گئے۔ مجھے اغوا کیا گیا تھا، اور چونکہ داور نے یہ کام کیا تھا اس لیے ذہن طاہر علی کی طرف ہی جاتا تھا۔ طاہر علی سے کوئی بات بعید نہیں تھی۔ لیکن اب کیا کیا جائے۔ طاہر علی مجھ سے ضرور رجوع کرے گا، اس کا انتظار کروں یا کیا کروں؟ میں سوچتا رہا۔ ساتھ ہی مجھے شدید بھوک لگ رہی تھی۔

لیکن ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہنا مجھے گوارا نہ ہوا۔ کم از کم ان لوگوں کو اپنے ہوش میں آنے کی اطلاع ہی دے دوں۔ خوف و دہشت کا کوئی احساس میرے دل میں نہیں تھا لیکن ذہن پر تاسف کی کیفیت ضرور طاری تھی۔ اگر میں اس وقت پستول استعمال کرتا تو شاید صورت حال میرے حق میں ہوتی۔ ان لوگوں کو میرے پاس پستول ہونے کا گمان بھی نہ ہوا ہو گا۔ وہ اتنے قریب آگئے تھے کہ میں آسانی سے انھیں شکار کر سکتا تھا۔ ان لمحوں میں، میں نے ایک فیصلہ کیا۔ جو کھیل میں نے شروع کیا ہے اس میں میرا واسطہ ان لوگوں سے نہیں پڑے گا جو انسانیت کا احترام کرتے ہیں۔ یہ جرم کی دنیا ہے اور یہاں صرف طاقت کی زبان سمجھی جاتی ہے۔ اگر اس زبان کو استعمال کرنے کی اہلیت ہے تو ٹھیک ہے، ورنہ ان معاملات سے کنارہ کشی ہی اختیار کرنی مناسب ہو گی۔ اور اب اتنی دور نکل آنے کے بعد اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

میں اپنی جگہ سے اٹھا اور سیڑھیوں پر چڑھ کر اس چوکور دروازے کے پاس پہنچ گیا جو چھت میں نصب تھا۔ اس کو قریب سے دیکھ کر معلوم ہوا کہ لوہے کا ہے۔ اس پر دستک دینے کے لیے ہاتھ بڑھایا اور اسے چھوا ہی تھا کہ پورے بدن کی جان نکل گئی۔ اتنا زوردار کرنٹ لگا کہ توازن برقرار نہ رکھ سکا، اور لڑھکتا ہوا نیچے آگرا۔ گھٹنے اور کہنیاں بُری طرح چھل گئیں۔ لیکن زمین پر ٹکرانے سے بچ گیا تھا ورنہ کلیان ہی ہو جاتا۔ آنکھوں کے سامنے تارے ناچ رہے تھے۔ اٹھنے کی کوشش کی تو ہاتھ پاؤں بالکل بے جان محسوس ہوئے۔ میں وہیں پڑے پڑے چکراتے ہوئے دماغ کو سنبھالنے کی کوشش کرتا رہا۔ ابھی آنکھوں کے سامنے سے تاریکی چھٹی بھی نہیں تھی کہ چھت میں لگا ہوا لوہے کا وہ ڈھکن نما دروازہ کسی بندوق کے ڈھکن کی طرح اوپر اٹھتا نظر آیا۔ پھر دو پاؤں خلا سے نیچے گرتے ہوئے دکھائی دیے اور پھر ڈاکٹر طاہر علی میرے سامنے آکھڑا ہوا۔ اس کے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول کی نال کا رخ میری طرف تھا۔

"اپنے ہوش میں آنے کی اطلاع دینے کا شکریہ۔ اس ڈھکن کے ساتھ ایک الارم منسلک ہے جو اسے چھونے سے بجنے لگتا ہے۔ میں اسی کے بجنے کا انتظار کر رہا تھا۔" اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ میں خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔ تب ڈاکٹر نے کہا۔ "کیا میں تمھیں سہارا دوں۔ سنو میں تمھارے مقابلے میں کمزور ہوں لیکن میرا یہ ساتھی بہت مضبوط ہے۔ میرا نہیں تو اس کا خیال ضرور رکھنا۔" اشارہ پستول کی جانب تھا۔

"کیا چاہتے ہیں ڈاکٹر صاحب؟" میں نے سوال کیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تمہید مجھے بھی ناپسند ہے بڑا عمدہ سوال کیا ہے تم نے۔ لیکن اگر دل چاہے تو اپنی موجودہ کیفیت کے بارے میں کچھ سوال کر سکتے ہو۔ اصولاً تمھیں کچھ گالیاں دینی چاہئیں تھیں۔ بلکہ میرا خیال تھا کہ تم اشتعال کی حالت میں مجھ سے گتھم گتھا ہو جاؤ گے۔ تو کیا تم میں بالکل سکت نہیں رہی ہے؟"

"نہیں ڈاکٹر! بدقسمتی سے میرے اور آپ کے درمیان ایک ایسا رشتہ ہے جس کا میں ہمیشہ ہر حالت میں احترام کروں گا!" میں نے جواب دیا۔

"قہقہے لگانے کو جی چاہ رہا ہے۔ عزیزم میرے اور تمھارے درمیان صرف نفرت کا رشتہ ہے صرف دشمنی کا رشتہ ہے کیونکہ تم نے مجھے دھوکا دیا ہے۔ تم نے چالاک بننے کی کوشش کی ہے۔ اور یہ کوشش مسلسل جاری ہے۔" ڈاکٹر مجھ سے کچھ فاصلے پر جا کھڑا ہوا۔ پھر بولا "لیکن بالآخر تم حالات کے جال میں پھنس گئے۔ اپنے لیے آنے والی کسی مدد کا تصور بھی نہ کرنا غزالی۔ یوں سمجھ لو یہ تمھاری آخری آرام گاہ ہے۔ یہ بھی سمجھ لو کہ صرف مجھ سے تعاون کرنا ہی اب تمھیں زندگی دے سکتا ہے اور اگر ایسا نہ ہوا تو... تو تم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ کیا ہوگا!" ڈاکٹر کا لہجہ خوفناک ہو گیا۔

"آپ کا لہجہ پُراثر ہے ڈاکٹر! ماردیں گے مجھے یہی ہوگا نا؟"

"موت سے بڑی سزا ہے تمھارے ذہن میں غزالی؟" ڈاکٹر نے سوال کیا۔

"میری معلومات محدود ہیں!" میں آہستہ آہستہ خود کو سنبھالتا جا رہا تھا۔

"میں ان میں اضافہ کر سکتا ہوں۔ سنو میں تمھیں قتل نہیں کروں گا۔ میں برین اسپیشلسٹ ہوں، صرف ایک انجکشن لگاؤں گا، صرف ایک انجکشن اور اس کے بعد تمھیں کسی بھری پُری سڑک پر چھوڑ دیا جائے گا۔ تمھارا یہ خوب صورت ورزشی بدن بے لباس ہوگا اور تم سڑک پر کتوں کی طرح بھونکتے پھرو گے۔ فیصلہ کر لو غزالی، میں تمھارے تعاون کرنے پر تمھاری اب تک کی حماقتوں کو معاف کر سکتا ہوں۔"

"اس معافی کو حاصل کرنے کے لیے مجھے کیا کرنا ہوگا ڈاکٹر؟"

"بوڑھے کا پتا بتا دو۔ کہاں چھپایا ہے تم نے اُسے؟" ڈاکٹر طاہر علی نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اس کے بعد ڈاکٹر! اس کے بعد مجھے کیا کرنا ہوگا؟"

"فی الحال تمھارا کام صرف اتنا ہے۔ بعد کا فیصلہ بعد میں ہوگا!"

"گویا اس وقت آپ نے مجھے صرف بوڑھے کا پتا معلوم کرنے کے لیے ہی اغوا کرا کر قید کیا ہے؟"

"ہاں!"

"شکریہ ڈاکٹر! کم از کم آپ نے میری ایک اُلجھن تو دور کر دی۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا اور اپنی جگہ سے اُٹھ کر آتشدان کے پاس جا بیٹھا۔ ڈاکٹر عجیب نگاہوں سے مجھے گھور رہا تھا۔

"کونسی اُلجھن دُور ہو گئی تمھاری؟ ڈرامائی انداز میں بات مت کرو، میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔"

"یہی کہ بوڑھا بابا آپ کی تحویل میں نہیں ہے!"

"کیا مطلب؟"

"میرا خیال تھا کہ بوڑھا آپ کے قبضے میں ہے!"

"بکواس کر رہے ہو! مجھے بیوقوف بنانا چاہتے ہو۔ تمھارا کیا خیال ہے، وہ اشتہار تمھاری پوزیشن صاف کر سکتا ہے۔ ایک چھوٹے سے ذہن کا مالک نوجوان جو یونیورسٹی سے نکلا تو نوکر ہو گیا مجھ جیسے شخص کو بیوقوف نہیں بنا سکتا۔ سنو صاحبزادے، حسن تو اس اشتہار سے احمق بن سکتا ہے میں نہیں۔ اُس نے ضرور یقین کر لیا ہوگا کہ تم بڑی تندہی سے اُس بوڑھے کو تلاش کر رہے ہو۔ لیکن میں تمھاری چالاکی اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ تم نے اشتہار دے کر خود کو میری اور حسن کی نگاہوں سے محفوظ کرنا چاہا ہے!"

"مزید شکریہ ڈاکٹر صاحب! میری دوسری اُلجھن بھی دُور ہو گئی۔ میری دوسری اُلجھن وہ اشتہار تھا جو نہ تو میں نے دیا ہے اور نہ حسن صاحب نے۔ محسن وغیرہ نے بھی وہ اشتہار نہیں دیا، گویا معاملہ واقعی بہت پیچیدہ صورت اختیار کر گیا ہے۔"

"غزالی! تمھاری موت کا مجھے افسوس ہوگا۔" طاہر علی نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"تو مجھے زندہ رہنے دیں ڈاکٹر صاحب! میں نے آپ کا کچھ نہیں بگاڑا۔ آپ خود سوچیں، بوڑھے سے میرا صرف اتنا تعلق تھا کہ میں انسانی بنیاد پر اُس سے ہمدردی رکھتا تھا۔ وہ کون ہے کیا ہے، مجھے ان سوالوں سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ آپ نے میری مالی امداد کرائی اور مجھے مستقبل کے خواب دکھائے تو میں آپ کے اشاروں پر چل پڑا۔ آپ کے پچاس ہزار روپے میرے پاس موجود ہیں۔ میں اتنی آسانی سے اتنی بڑی رقم پاؤں گا اس کا یقین مجھے آج تک نہیں آسکا تھا اسی لیے میں نے اُس میں سے کچھ خرچ نہیں کیا۔ اور پھر وہ کمبخت بوڑھا نکل بھاگا۔ ہاں میں اس کوتاہی کی ذمہ داری ضرور قبول کروں گا کہ اُس کی ٹھیک سے حفاظت نہیں کر سکا۔" میں نے متانت کے ساتھ کہا۔

"ابھی اس دنیا میں قدم رکھا ہے تم نے صاحبزادے، آہستہ آہستہ اوپر اُٹھو، ایک دن پرواز کرنا سیکھ جاؤ گے۔ مگر ابھی سے اتنی اونچی چھلانگ لگا کر تمھیں پستیوں میں گرنا پڑے گا۔ ہدایت کو تو خوب جانتے ہو؟"

"او ہ جی ڈاکٹر صاحب! اور یہ بھی معلوم ہے کہ اب وہ آپ کی تحویل میں ہے۔" میں نے اعصاب پر قابو پا کر کہا۔

"تم نے اُسے دھمکیاں دے کر میرے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں اور پھر تم نے بوڑھے کے بارے میں خود معلومات حاصل کرنے کا فیصلہ کیا۔ دوائیں تبدیل کیں۔ اُس کے لیے کھلونے مہیا کیے۔ تصویروں کی مدد سے اُس کے ذہن کو کھولنے کی کوشش کی۔ اپنے لیے ایک معاون رکھا جو بالآخر بوڑھے کو نکال لے گیا۔ ہدایت بیمار تھا اس رات، جس رات بوڑھے کو اس قید سے نجات ملی اور وہ تمھاری نئی قید میں پہنچ گیا۔ دنیا کو دکھانے کے لیے تم نے بہترین طرزِ عمل اختیار کیا۔ رات بھر پریشان رہے۔ آوارہ گردی کرتے رہے پھر کوٹھی واپس آگئے۔ اشتہار دیا۔ غرض ایسے اقدامات کیے جن سے اندازہ ہو کہ بوڑھے کے اغوا سے تمھارا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

میں خاموشی سے ڈاکٹر کو دیکھتا رہا۔ ڈاکٹر نے جو کچھ کہا تھا اس کی تردید کرنا بیکار تھا۔ ہر تاویل بے اثر ہوتی وہ کھل کر مجرمانہ کارروائیوں پر اتر آیا تھا، اور اُس کے ارادے خطرناک محسوس ہو رہے تھے۔ ہدایت کی زبان اُس نے کھلوالی تھی، چنانچہ اب اس کی باتوں کی تردید نہیں کی جا سکتی تھی۔ چنانچہ پینترا بدلنا ضروری تھا۔

"میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے!" اُس نے گھڑی دیکھ کر کہا۔

"ضرورت سے زیادہ معلومات حاصل کر چکے ہیں ڈاکٹر! بات کافی بگڑ گئی ہے۔ اب سودے کی بات کریں۔" میں نے لہجہ بدل کر کہا۔ اور وہ چونک پڑا۔ "کیا مطلب؟"

"بوڑھا لاکھوں روپے کی چیز ہے۔ مجھے کیا ملے گا؟" میں نے کہا۔ طاہر علی کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔ اُس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ وہ پیچ و تاب کھانے لگا اور دانت پیستے ہوئے بولا۔

"موت صرف موت!"

"اور اس کے بعد آپ کو کیا ملے گا؟" میں نے سکون سے پوچھا۔

وہ مجھے گھورتا رہا۔ پھر بولا "کیا چاہتے ہو؟"

"یوں تو بہت کچھ چاہتا ہوں ڈاکٹر! آپ کے ساتھ مل کر اُس بوڑھے کے سلسلے میں کام کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے بوڑھے کی اصلیت بتا دیں۔ اور اگر یہ نہ کرنا چاہیں تو پھر بات دس لاکھ روپے سے

شروع کی جا سکتی ہے۔"

"دماغ خراب ہو گیا ہے تمھارا۔ پاگل ہو گئے ہو۔ دس لاکھ کبھی خواب میں بھی دیکھے ہیں؟" وہ چِڑ کر بولا۔

"نہیں دیکھے ڈاکٹر دیکھنا چاہتا ہوں۔ ایک دوسری صورت بھی ہے۔ میں آپ کی قید میں ہوں۔ بوڑھے کو تلاش کر دیکھیں مل جائے تو واپس آکر مجھے گولی ماردیں، نہ ملے تو پھر کچھ کم و بیش پر بات طے ہو سکتی ہے۔ غور کر لیں ابھی فیصلہ کرنا چاہیں تو ابھی کریں یہ آپ پر منحصر ہے!"

"تم... تم انتہائی ذلیل آدمی نکلے، غزالی! میں نے تمھارے بارے میں بہت کچھ سوچا تھا۔ یہ خیال بھی آیا تھا، میرے ذہن میں کہ اگر ہما تمھیں پسند کرتی ہے تو... تو تمھارا امتحان لینے کے بعد میں... مگر تم ذلیل ہی نہیں احمق بھی ہو۔ تم نے اپنی حماقت سے ایک سنہری مستقبل کھو دیا... ایک شاندار زندگی گنوا دی تم نے..."

"ممکن ہے ایسا ہی ہوا ہو ڈاکٹر! لیکن اب بہت ہو چکا ہے!"

"او کے! میں انتظار کروں گا۔ اس وقت کا انتظار کروں گا، جب تم زبان کھولنے پر آمادہ ہو جاؤ گے۔ تین دن، تین ہفتے تین مہینے، کب تک بھوکے پیاسے رہ سکتے ہو، آزماؤں گا تمھیں۔"

"ضرور ڈاکٹر۔ لیکن میری موت سے پہلے میری خبر گیری ضرور کریں، ورنہ پھر زندگی بھر کے لیے بوڑھے سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔" میں نے تمسخر آمیز لہجے میں کہا اور ڈاکٹر پاؤں پٹختا ہوا باہر نکلا اور دروازہ بند ہو گیا۔

ڈاکٹر کے جانے کے بعد میں اُلجھ گیا۔ صورتِ حال بہت خراب ہو گئی تھی۔ ہدایت کی وجہ سے بات بالکل بگڑ گئی تھی۔ جو کچھ اُس نے ڈاکٹر کو بتایا ہوگا، اُس کی روشنی میں کوئی بھی مجھ پر شک کر سکتا تھا۔ اب سوال یہ تھا کہ ڈاکٹر کیا فیصلہ کرے گا۔ کیا واقعی مجھے یہاں بھوکا پیاسا مار دے گا۔ ویسے یہ بات قرینِ قیاس نہیں تھی۔ کیونکہ بوڑھے کے نہ ملنے کی صورت میں میں ہی رہ جاتا تھا جس سے اس سلسلے میں وہ کوئی امید وابستہ کر سکتا تھا۔ بہرحال یہ بات طے ہو گئی تھی کہ تلاشِ گمشدہ کا اشتہار اُس نے بھی نہیں دیا تھا۔ اب صرف ایک شخص رہ جاتا تھا یعنی میکے براؤن، جس نے ظاہر تو یہ کیا تھا کہ وہ یہاں سے جرمنی واپس جا چکا ہے لیکن میرے خیال میں وہ گیا نہیں تھا، یہیں تھا۔ وہ قادر کے ہاتھوں زخمی ہو گیا تھا اور اُس وقت اس جگہ موجود نہیں تھا، جہاں بوڑھا، قادر کے آدمیوں کے قبضے سے نکل بھاگا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

طاہر علی بھی اداکاری نہیں کر رہا تھا۔ اگر بوڑھا کسی طرح اس کے ہاتھ لگ جاتا تو وہ اس حد تک نہ جاتا۔ مجھے اس طرح اغوا کرکے قید کرنا معمولی بات نہیں تھی۔ یہ اقدام اس کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ پھر اس نے مجھے کیوں قید کر رکھا تھا؟ اس کا مطلب تو یہ تھا کہ وہ میری زندگی کا خاتمہ کرنے کا فیصلہ کر چکا ہے۔ اس مرحلے پر مزید کچھ سوچنے کے بجائے مجھے یہاں سے نکلنے کی کوئی راہ ڈھونڈنی تھی۔

لیکن کس طرح! بہت کچھ سوچا میں نے مگر کوئی تدبیر ذہن میں نہیں آئی۔ آتش دان کی چمنی کو بھی دیکھا لیکن وہ اتنی تنگ تھی کہ اس سے گذرنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وقت گذر رہا تھا، بھوک کی وجہ سے سر میں درد ہو رہا تھا۔ لیکن صبر کے سوا چارہ نہیں تھا۔ کئی بار سیڑھیوں پر چڑھا لیکن دروازے کو ہاتھ لگانے کی جرأت نہیں ہوئی ایک بار تجربہ ہو گیا تھا۔

گھڑی نے پھر سات بجائے۔ تہ خانے کا بلب مسلسل روشن تھا، اس لیے دن اور رات کا فرق ہی محسوس نہیں ہوتا تھا۔ فرش پر لیٹے لیٹے میری نگاہ یکایک اس بلب پر پڑی اور برق کی طرح ایک خیال ذہن میں کوند گیا۔ اس خیال کے تحت میرا ہاتھ جیب پر پڑا اور میں ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔ اس وقت مجھے ایک سکّے کی ضرورت تھی۔ داور نے پرس میری جیب سے نکال لیا تھا اور کوئی سکّہ میرے پاس نہیں تھا۔ بعض اوقات چھوٹی سی کوئی شے کتنی اہم ہو جاتی ہے۔ اس کا احساس مجھے اس وقت ہوا تھا۔ لیکن پھر یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ آستین میں مخصوص طرز کے بٹن لگے ہوئے تھے جو تانبے کے بنے ہوئے تھے اور ان کی گولائی کسی سکّے کے مانند ہی تھی۔ میں نے فوراً ہی بٹن نکال لیا اور اس کا اوپری حصّہ دانتوں کی مدد سے توڑ لیا۔ بس ایک امید تھی کام بن جانے کی۔

تقدیر آزمانا چاہتا تھا، اس کو چٹکی میں سنبھال کر میں دھڑکتے دل کے ساتھ سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔ بلب کا ہولڈر دیوار میں لگا ہوا تھا اور ساتویں سیڑھی پر کھڑے ہو کر اس تک ہاتھ پہنچایا جا سکتا تھا۔ میں نے ساتویں سیڑھی پر رک کر ہولڈر سے بلب نکال لیا اور تاریکی پھیل گئی۔ اب ہولڈر بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ تاہم کوشش کرکے میں نے دھات کا ٹکڑا بلب پر رکھا اور آہستہ آہستہ اندازے سے ہولڈر میں دبا دیا۔ نتیجہ خاطر خواہ ہوا۔ ہلکا سا اسپارک ہوا اور فیوز اُڑ گیا۔ بلب ہٹایا تو بٹن نیچے گر گیا۔ میں نے دوبارہ ٹٹول کر بلب ہولڈر میں لگا دیا لیکن اب بلب نہیں جلا۔ یہاں تک تو کامیابی نصیب ہو گئی تھی۔ اب دیکھنا تھا کہ فولادی دروازے میں دوڑنے والے کرنٹ کا تعلق اس لائن سے تھا یا نہیں؟ یہ خطرہ بھی تھا کہ کہیں ڈاکٹر کو اس کا پتا نہ چل گیا ہو۔ اس نے الارم کا ذکر بھی کیا تھا۔ اگر پوری لائن اڑ گئی تو صورت حال خراب ہو جائے گی، چنانچہ جتنی جلد ممکن ہو عمل کر ڈالنا چاہیے۔ لیکن آہنی دروازے کو چھونے کا عمل خطرناک تھا۔ اس کے لیے بھی ایک ترکیب ذہن میں آ گئی۔ نیچے آ کر صرف اندازے سے آتش دان کے قریب پہنچ گیا وہاں سے ایک جلی ہوئی لکڑی اُٹھا لی اور دوبارہ سیڑھیاں چڑھ کر دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ لکڑی اس سے لگا کر طاقت لگائی تو دھکّا ہلتا ہوا محسوس ہوا۔ پوری قوت صرف کر ڈالی تو دھکّا کھلنے لگا۔ پھر وہ پورا کھل گیا۔ ایک لمحے کی دیر کیے بغیر میں اس خلا سے باہر نکل آیا۔ باہر سے اندازہ لگایا تو یہ دروازہ غیر معمولی محسوس نہیں ہوا۔ ہاں دو تار اس کے کنڈے سے منسلک نظر آئے جو تھوڑے فاصلے پر دیوار میں لگے ہوئے ساکٹ میں لگا دیے گئے تھے۔ اب چونکہ یہ لائن ہی اُڑ گئی تھی۔ اس لیے نیچے کا بلب اور تو ہے میں دوڑنے والا کرنٹ ختم ہو گیا تھا۔ جس جگہ میں نکلا تھا وہاں بھی اندھیرا تھا۔ یہ اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا کہ یہ کونسی جگہ ہے۔ ہاں سامنے کی دیوار میں روشنی کا ایک ننھا سا دھبّہ نظر آ رہا تھا، چنانچہ میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ ٹٹول کر دیکھا تو دروازہ تھا اور روشنی اس کے چابی کے سوراخ سے پھوٹ رہی تھی۔ اس سے ایک اطمینان اور بھی ہوا وہ یہ کہ باہر روشنی موجود ہے اور یہ لائن باہر کی لائن سے الگ ہے۔ امکانات تھے کہ اگر ڈاکٹر طاہر علی کوٹھی میں موجود ہے تو اسے میری کارروائی کا پتا نہیں چل سکا ہو گا۔

دروازے کے ہینڈل پر قوت آزمائی کی تو پتا چلا کہ وہ باہر سے بند ہے۔ ہونا ہی چاہیے تھا۔ ڈاکٹر اب اتنا لاپروا بھی نہیں تھا۔ مجھے یقین تھا کہ عام ملازم وغیرہ اس طرف نہیں آتے ہوں گے اور اس انتظام کے بعد ڈاکٹر نے مجھ پر پہرے کی ضرورت بھی نہیں محسوس کی ہو گی۔ یہاں تک تو شاندار کامیابی نصیب ہوئی تھی، اب معاملہ اس کے بعد کا تھا۔ ہینڈل کا ایکبار پھر جائزہ لیا اور اس پر طاقت صرف کرنے لگا۔ میں یہ ہینڈل توڑ سکتا تھا لیکن اس کے بعد بھی دروازہ تو نہ کھلتا، کچھ اور بھی کرنا پڑے گا۔ میں نے سوچا۔ تاریکی کی وجہ سے کمرے کا جائزہ لینا ممکن نہیں تھا۔ میں دروازے کے قریب کھڑا سوچتا رہا۔ طاقت آزمائی آس پاس کے لوگوں کو ہوشیار کر سکتی تھی۔ لیکن آس پاس کوئی موجود بھی ہے یا نہیں؟ کی ہول سے آنکھ لگا کر جھانکا۔ سامنے ایک ستون نظر آ رہا تھا بس اس سے زیادہ کچھ نہ دیکھ سکا۔ کوئی آہٹ بھی سنائی نہیں دے رہی تھی۔ ایکبار پھر میں نے ہینڈل کو مٹھی میں جکڑا اور اسے اوپر نیچے کرنے

لگا پہلے آہستہ آہستہ پھر طاقت سے۔ ہینڈل پرانا تھا۔ مجھے اپنی یہ کوشش کارگر ہوتی محسوس ہوئی۔ وہ ڈھیلا پڑ رہا تھا۔ اس کے بعد میں نے اس پر پورا وزن ڈال دیا اور پھر اوپر کیا تو ہینڈل ہاتھ میں آ گیا۔ اس کے ساتھ ہی ہلکی سی آواز بھی سنائی دی تھی۔ یہ آواز دروازے کی چوکھٹ کی لکڑی ٹوٹنے کی تھی جس میں لاک پھنسا ہوتا ہے۔ لاک کے ایک سمت کی پتری نے جگہ چھوڑ دی تھی۔ اس میں ناخون پھنسا کر دروازہ کھسکایا تو وہ کھل گیا۔ خوشی کی ایک لہر رگ و پے میں دوڑ گئی۔ میں آزاد ہو گیا تھا۔ اب اس آزادی کو کسی قیمت پر گنوایا نہیں جا سکتا، خواہ اس کے لیے کچھ بھی کرنا پڑے۔ میں نے فیصلہ کیا۔

میں باہر نکل آیا۔ یہ ڈاکٹر طاہر علی کی کوٹھی تھی اور یہ کوٹھی کا بائیں سمت کا حصّہ تھا۔ تھوڑی دور چل کر ایک راہداری سے نیچے اترتا تو بغلی حصّے میں پہنچ جاتا، یہاں سے گیٹ تک پہنچنا مشکل نہ ہوتا۔ لیکن اب میرا حوصلہ بڑھ گیا تھا۔ اس طرح فرار ہونا بزدلی تھا، چنانچہ میں نے ڈاکٹر سے ملاقات کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور راہداری میں آگے بڑھنے لگا جو گھوم کر سامنے والے حصے تک جا پہنچتی تھی۔ سامنے کے حصے میں پہنچ کر پورچ میں کھڑی ہوئی کاروں کو دیکھا۔ ڈاکٹر کوٹھی میں موجود تھا۔ میں جانتا تھا کہ اس کا کمرہ کہاں ہے۔ آٹھ بجنے والے تھے لیکن کوٹھی سنسان تھی۔ ملازم اپنے اپنے کام ختم کر چکے تھے۔ ڈاکٹر کے کمرے میں روشنی ہو رہی تھی۔ یقیناً وہ اندر موجود تھا۔ اندر سے باتیں کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ غور سے سُنا تو دوسری آواز ہما کی تھی۔ میں نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔

ڈاکٹر گون پہنے ہوئے ایک آرام کرسی پر دراز تھا۔ اس کے نزدیک ہی ہما بیٹھی ہوئی تھی۔ دروازہ کھلنے کی ہلکی سی آواز پر دونوں نے دروازے کی طرف چونک کر دیکھا اور دیکھتے ہی ڈاکٹر کے ہاتھ سے سلگتا ہوا پائپ نیچے گر پڑا۔ چنگاریاں قالین پر بکھر گئیں۔ ہما اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ ڈاکٹر طاہر علی پر سکتہ طاری ہو گیا تھا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ جلتے ہوئے تمباکو کا کچھ حصّہ اس کے گون پر گرا تھا، اور اس سے دھواں اُٹھ رہا تھا لیکن وہ اس سے بے خبر تھا۔ پھر ہما نے آگے بڑھ کر تمباکو گون سے جھاڑا اور میری طرف مڑ کر بولی۔

"کیا بات ہے غزالی... ڈیڈی! آپ کو کیا ہو گیا۔ یہ سب کیا ہے۔ یہ آپ دونوں ایک دوسرے کو کس طرح گھور رہے ہیں۔ غزالی یہ تم نے اپنی کیا حالت بنا رکھی ہے۔ کہاں سے آ رہے ہو۔"

"بیٹھ سکتا ہوں ڈاکٹر طاہر علی صاحب؟" میں نے ایک کرسی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ اور طاہر علی سنبھل گیا: "جاؤ... یہاں سے چلے جاؤ... جاؤ غزالی گیٹ آؤٹ۔" اس نے کڑک کر کہا۔

"کہاں ڈاکٹر صاحب، واپس اسی قید خانے میں؟"

"میں کہتا ہوں چلے جاؤ یہاں سے... ورنہ!" وہ بہت تیزی سے کرسی سے اُٹھا اور کمرے کے گوشے میں پڑی ہوئی میز کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے میز کی دراز سے پستول نکال لیا اور اس کا رُخ میری طرف کرکے بولا: "اگر تم ایک لمحے بھی یہاں رُکے تو میں..." اس کی انگلی ٹرائیگر پر پہنچ گئی۔

"ڈیڈی!" ہما چیخی اور دوڑ کر میرے سامنے آ گئی اور میری ڈھال بن گئی۔ اس کی آنکھوں میں شدید حیرت تھی۔ "ڈیڈی یہ غزالی ہیں۔ آپ غزالی پر گولی چلانا چاہتے ہیں، غزالی پر؟ آپ... کیا ہو گیا آپ کو... پستول رکھ دیجیے... اچھا نہ ہو گا، ڈیڈی پستول رکھ دیجیے، خدا کی قسم اچھا نہ ہو گا،" ہما کی آواز میں غرّاہٹ پیدا ہو گئی۔

طاہر علی خونی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا "ہما اپنے کمرے میں جاؤ۔"

"میں نہیں جاؤں گی ڈیڈی، ہرگز نہیں جاؤں گی... غزالی پر پستول تانا ہے آپ نے ڈیڈی... خدا کی قسم اس کا کوئی کفارہ نہیں ہے... پستول رکھ دیجیے ڈیڈی ورنہ... میں اسے آپ کے ہاتھ سے چھین کر خود کو ہلاک کر لوں گی۔" ہما کی آواز میں حیرت، جوش، طیش اور دُکھ، یہ سب کیفیتیں شامل تھیں۔

طاہر علی نے جھنجلاہٹ میں پستول دیوار پر دے مارا۔ ایک ڈیکوریشن پیس چُور چُور ہو گیا۔ وہ مُنہ پھیر کر خود پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگا۔ پھر غرّا کر بولا: "غزالی! فوراً میری نگاہوں سے دُور ہو جاؤ... فوراً..."

"ہرگز نہیں ڈیڈی... غزالی تم نہیں جاؤ گے... خدا کے لیے مجھے بتایا جائے کہ یہ سب کچھ کیا ہے؟ دماغ پھٹ جائے گا میرا۔ مجھے بتاؤ خدا کے لیے مجھے بتاؤ۔ یہ کیا دیکھا ہے میں نے... خدا کے لیے..." وہ رو پڑی۔

"میں نے تم سے کہا تھا ڈاکٹر، میں نے تم سے ایک رشتے کی بات کی تھی۔ میں نے بتایا تھا تمھیں کہ بدقسمتی سے میرے اور تمھارے درمیان ایک ایسا رشتہ ہے جس کا میں ہمیشہ ہر حالت میں احترام کروں گا۔ اور تم نے کہا تھا کہ تمھارا قہقہے لگانے کو جی چاہ رہا ہے۔ میرے اور تمھارے درمیان صرف نفرت اور دشمنی کا رشتہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے۔ ان الفاظ کو تم نے میری بزدلی کہا تھا۔ یہ رشتہ ہے میرے اور تمھارے درمیان ڈاکٹر، تم نے دیکھ لیا!" اب قہقہے لگاؤ ڈاکٹر۔ تمھارے قہقہے ہما کے آنسو خشک کریں گے۔"

ڈاکٹر پر ایک ناقابلِ بیان کیفیت طاری تھی۔

"یہ نوبت کیسے آئی ڈیڈی۔؟ غزالی... خدارا مجھے تو بتاؤ۔" ہما سسکتے ہوئے بولی۔

"میں چوبیس گھنٹے سے ڈاکٹر کا قیدی ہوں ہما۔ ممکن ہے کہ اس سے بھی زیادہ وقت گذر چکا ہو۔ تمھاری اسی کوٹھی میں ایک تہ خانہ ہے جسے میرا قید خانہ بنایا گیا تھا۔ میں وہاں بھوکا پیاسا قید تھا، ڈاکٹر نے کہا تھا کہ وہ مجھے اسی قید خانے میں ہلاک کر دیں گے۔ میں نے اپنا چہرہ نہیں دیکھا، ممکن ہے اس پر چوٹوں کے نشانات ہوں۔ ڈاکٹر صاحب نے چند غنڈوں کی مدد سے مجھے ایک سڑک پر سے اغوا کرایا تھا۔ انھوں نے پہلے مجھے مارا پھر جب میں بیہوش ہو گیا تو اُٹھا کر یہاں لے آئے۔ میں جس قید خانے میں قید تھا اس کے دروازے میں برقی رو دوڑا دی گئی۔ ایک الارم بھی منسلک کر دیا گیا اس سے، تاکہ میں فرار ہونے کی کوشش کروں تو ڈاکٹر کو علم ہو جائے۔ میں نے یہ کوشش کی، کرنٹ لگا مجھے اور ڈاکٹر میرے پاس آ گئے اور ہما میں نے اُن سے کہا کہ ڈاکٹر، میرے اور آپ کے درمیان ایک رشتہ ہے جس کی وجہ سے میں آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ ہما تم انھیں بتا دو کہ میں نے جھوٹ نہیں کہا تھا۔ میرا ایک تہذیبی ماضی ہے۔ میں رشتوں کا احترام جانتا ہوں، انھیں نبھانے کا عزم رکھتا ہوں۔ انھیں بتا دو ہما، میرا ان سے کیا رشتہ ہے۔"

ہما کی آنکھیں آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی تھیں لیکن اب اُن میں ایک آگ روشن تھی۔ وہ ڈاکٹر کو گھور رہی تھی۔ ڈاکٹر نے اس کی طرف دیکھا اور پھر جھنجھلاتے ہوئے انداز میں بولا "معلوم ہو گیا تمھیں۔ اب یہاں سے چلی جاؤ، جاؤ۔"

"ڈیڈی! یہ سب کچھ بھی کر سکتے ہیں آپ!"

"ہاں کر سکتا ہوں، اور کیا کہنا ہے تمھیں..." ڈاکٹر غرّا کر بولا۔

"صرف اتنا ڈیڈی کہ آپ... آپ مجھے بالکل اجنبی اجنبی لگ رہے ہیں۔ آپ ڈاکٹر طاہر علی نہیں ہیں..." وہ چند لمحے کے لیے خاموش ہوئی اور پھر بولی: "میں غزالی کے ساتھ جا رہی ہوں ڈیڈی!"

"اور میں تمھیں جانے دوں گا!" ڈاکٹر غرّایا۔ اس کی نگاہیں پستول کی طرف اُٹھ گئی تھیں جسے اُس نے دیوار پر دے مارا تھا۔

میں نے صورتِ حال محسوس کر لی۔ اور اس سے پہلے کہ ڈاکٹر اُس کی طرف بڑھے میں نے اُس پر چھلانگ لگا دی۔ پستول میرے ہاتھ میں آ گیا۔ میں نے اس کا چیمبر خالی کیا اور اُسے دوبارہ پھینک دیا پھر میں نے ڈاکٹر سے مخاطب ہو کر کہا: "ڈاکٹر صاحب سنیے! جو کچھ ہوا ہے میں اسے بھول جاؤں گا۔ آپ کے اس جرم کے متعلق کسی سے کچھ نہ کہوں گا، اور اس کے ساتھ ہی آئندہ شہر میں ہر جگہ ہر سڑک پر، ہر گلی میں آپ کی دوسری کارروائی کا منتظر رہوں گا۔ اپنے کرائے کے ٹٹوؤں سے کہہ دیجیے گا کہ دوسری کوشش احتیاط سے کریں غزالی نے خود کو بدل لیا ہے۔ اب وہ نرم ثابت نہ ہو گا۔"

اس کے بعد میں نے ہما سے کہا: "ہما! معاملہ میرے اور ڈاکٹر کے درمیان رہنے دو، اور انتظار کرو، اور جب محسوس کرو کہ ڈاکٹر کا سینہ انسانیت کے ہر جذبے سے خالی ہو گیا ہے تو میرے پاس آ جانا۔ میں اپنی زندگی کے راستے بدل لوں گا۔" میں نے ہما کے شانے پر تھپکی دی اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ ڈاکٹر کا مُنہ کچھ کہنے کے لیے کھلا پھر بند ہو گیا۔ میں نے دروازے پر رُک کر ہما کو دیکھا اور پھر باہر نکل آیا۔

یہ خیال میرے ذہن میں تھا کہ داور وغیرہ کی ڈیوٹی یہیں نہ لگا دی گئی ہو۔ اس کا پورا امکان تھا۔ لیکن میں گیٹ سے باہر نکل کر سڑک پر آ گیا اور کوئی واقعہ نہیں پیش آیا تو کسی قدر اطمینان ہوا۔ تھوڑی دُور پیدل چلنے کے بعد میں نے ایک ٹیکسی روکی اور اس میں بیٹھ کر چل پڑا۔ بہت سی اُلجھنوں سے نمٹنا تھا۔ بیشمار خیالات ذہن کو اُلجھا رہے تھے۔

کوٹھی کے گیٹ کے پاس ٹیکسی رکوائی، میٹر دیکھا جیبیں ٹٹولیں لیکن یاد آ گیا کہ داور اور اس کے ساتھیوں نے جیبیں صاف کر دی تھیں، نہ جانے کلائی پر گھڑی کیوں چھوڑ دی گئی تھی۔ چوکیدار کو بھیج کر میں نے کریم بابا سے پیسے منگوائے اور ٹیکسی کا کرایہ ادا کر کے کوٹھی میں داخل ہوا اور انیکسی کی طرف بڑھ گیا۔ سب لوگوں کے سامنے جواب دہی کرنی تھی کہ اب تک کہاں تھا۔ اس کے لیے راستے بھر تیاریاں کرتا رہا تھا۔ دروازے سے اندر داخل ہوا ہی تھا کہ کریم بابا ہانپتے کانپتے سامنے آ گئے۔ ان کے چہرے پر زلزلے کے سے آثار تھے۔

"کوئی حق نہیں ہے ہمیں... نوکر ہیں تمھارے... پر انسان تو مان لو... انسان تو ہیں ہم۔ مالک ہی رہو گے، کوئی نہیں کہے گا کہ ہمارا تمھارا کوئی رشتہ ہے۔ کیا چلا جاتا اگر ہمیں بتا دیتے۔ یہ کہہ دیتے کہ کوئی کام ہے کہیں جا رہے ہو۔ دو ایک دن میں واپس آ جاؤ گے۔ اتنا حق تو ہے دو میاں... اتنا حق تو...؟" ان کی آواز رندھ گئی۔

"کریم بابا!" میں نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ان سادہ سے لفظوں میں احساسات کی کائنات چھپی ہوئی تھی اس غصے میں پیار کا سمندر موجزن تھا۔ کیا نہیں تھا میرے پاس۔ خون کے رشتے ہی تو سب کچھ نہیں ہوتے۔ اصل رشتے تو دل کے رشتے ہوتے ہیں۔ ہما نے دل کی گہرائیوں میں گھر کر لیا تھا۔ سینے میں عجیب پیار جگا دیا تھا اُس نے اور کریم بابا نے باپ کی جگہ لے لی تھی۔ الفاظ میں میری حیثیت کا خوف تھا لیکن لہجے میں وہی اضطراب تھا، وہی تڑپ تھی جو اب منوں مٹی کے نیچے دبی ہوئی تھی۔ یوں لگا جیسے گھر میں داخل ہوا ہوں اور بابا ناراض ہوں، دیر سے آنے پر ڈانٹ رہے ہوں۔ سینے میں ہوک سی اُٹھی اور آنکھوں میں نمی آ گئی۔ پھر میں چونک پڑا۔ کریم بابا کا ہاتھ گرم ہو رہا تھا۔ "بخار ہے آپ کو؟" میں نے بھرّائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"مارے گئے ہیں ہم بھیا۔ نوکری چھوڑ دیں گے۔ کہیں دُور جا رہیں گے۔ حد سے بڑھ گئے ہیں ہم جانتے ہیں پر کچھ نہیں کر سکتے مجبوری ہے، بوڑھا سمجھ کر معاف کر دو، سٹھیا گئے ہیں لعنت ہے ہم پر!" کریم بابا کے لہجے میں عجب دُکھ تھا، عجب اذیت تھی۔

"بالکل مجبور تھا بابا، اپنی مرضی سے کہیں نہیں گیا تھا۔ آپ یقین کریں اگر پہلے سے معلوم ہوتا تو آپ کو بتائے بغیر نہ جاتا۔ خدا کی قسم کریم بابا جھوٹ نہیں بول رہا، معاف کر دیں۔"

کریم بابا کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے

"میں آپ کا بیٹا ہوں کریم بابا! آپ کو کوئی بات بُری لگے تو ڈانٹ دیا کریں۔ کب سے بخار ہے آپ کو؟"

"میاں بس نزلہ ہے ٹھیک ہو جائے گا۔ چائے بنا دوں!"

"پہلے کچھ کھاؤں گا بابا، بھوک لگ رہی ہے۔"

"ابھی تیار کر کے لاتا ہوں... بس ابھی۔" کریم بابا جلدی سے باورچی خانے کی طرف چلے گئے۔ میں کمرے میں آ گیا۔ جان بوجھ کر کمرے میں روشنی نہیں کی۔ ورنہ روشنی دیکھ کر گھر کے سب لوگ آ مسلط ہوتے۔ غسل خانے میں جا کر غسل کیا۔ لباس تبدیل کیا اور کمرے میں آ بیٹھا۔ تھوڑی دیر کے بعد کریم بابا آ گئے۔ ٹرے ہاتھ میں تھی۔ "کچھ پکایا نہیں تھا ہم نے... اس سے کام چل جائے گا؟" انھوں نے ٹرے سامنے رکھ کر کہا۔ سینڈوچ اور کافی تھی۔

"بالکل چل جائے گا۔ آ جائیے!" میں نے کہا۔

کریم بابا بتی جلانے کے لیے پلٹے تو میں نے انھیں منع کر دیا۔

"ابھی ایسے ہی رہنے دیں بابا! روشنی دیکھ کر گھر والے آ جائیں گے اور میرے اور آپ کے درمیان بات چیت نہیں ہو سکے گی۔ آئیے میرے ساتھ کچھ کھائیے!" میں نے اصرار کر کے کریم بابا کو اپنے ساتھ بٹھا لیا۔

"یہاں تو سب لوگ پریشان ہوں گے؟"

"ایک ایک۔ بیگم صاحبہ تک دوبار انیکسی میں آ چکی ہیں۔"

"اس کے علاوہ کوئی خاص بات؟"

"بس اور کچھ نہیں۔ جب تمھاری کار اسٹیشن پر ملی تو لوگ اور بھی پریشان ہو گئے۔" کریم بابا نے کہا۔

"کار اسٹیشن پر ملی!" میں نے چونک کر کہا۔

"شام کو ہی تو محسن میاں لے کر آئے ہیں اُسے۔ کیوں تم نے اُسے اسٹیشن پر نہیں چھوڑا تھا؟" کریم بابا نے کہا۔

"ہاں میں نے ہی چھوڑا تھا۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ ابھی کافی حلق سے اتری بھی نہیں تھی کہ محسن آندھی اور طوفان کی طرح کمرے میں داخل ہوا۔ "کریم بابا! کیا غزالی...؟" اُس نے کہا۔ اور پھر اُس کی نگاہ مجھ پر پڑی: "تشریف لے آئے آپ!" اُس نے سخت رنجش آمیز اور شکایتی لہجے میں کہا۔ پھر ایک لمحے خاموش رہ کر بولا: "اور یہ اندھیرا کیوں کر رکھا ہے؟" پھر اُس نے خود ہی سوئچ آن کر دیا۔

"محسن سوری! ایک ایسی بات ہو گئی تھی کہ مجھے فوراً جانا پڑا۔ مجھے افسوس ہے کہ تمھیں پریشانی ہوئی۔"

"گردن مار دینی چاہیے تمھاری کہیں سے فون بھی نہیں کر سکتے تھے۔ سب کو پریشان کر کے رکھ دیا۔" محسن نے جھلّاتے ہوئے انداز میں کہا۔

"یار اتنی دیر لگ جانے کا مجھے گمان تک نہ تھا۔ بہرحال میں شرمندہ ہوں۔ تمھیں میری واپسی کے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟" میں نے کہا۔

"چوکیدار نے بتایا ہے۔ تمھارے لیے ہی مرتا پھر رہا تھا۔ چلے کہاں گئے تھے آخر؟"

"بتاؤں گا بھائی، ذرا صبر کرو۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"اُٹھو ان لوگوں سے مل لو پورے گھر پر نحوست طاری ہے۔ بُری طرح پریشان ہیں سب۔ ٹھہرو میں ذرا فریحہ کو فون کر دوں۔" محسن نے فون کے قریب پہنچ کر فریحہ کا نمبر ڈائل کیا اور انتظار کرنے لگا۔ پھر بولا "براہِ کرم فریحہ سے بات کرا دیں۔ جی ہاں محسن بول رہا ہوں۔" چند لمحات انتظار کرنے کے بعد اُس نے کہا: "ہاں فریحہ سب خیریت ہے، وہ غزالی واپس آ گئے ہیں۔ ہاں پکنک منانے گئے تھے۔ بالکل ٹھیک ہیں۔ کل اُن سے ملنے آ جاؤ۔ بھئی گھر والوں کو معلوم ہے کہ غزالی۔ ہاں شام کو چائے پر ٹھیک ہے۔ او کے انتظار کروں گا۔ پانچ سے کچھ پہلے آ جاؤ۔ بھئی صرف چائے ہی تو سب کچھ نہیں ہوتی، اخلاقاً چائے سے کچھ پہلے آنا اور کچھ دیر کے بعد

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

واپس جانا ہوتا ہے۔ سب جانتے ہیں۔ ہمارے یہاں کے آداب ابھی سے سیکھ لو، بعد میں دقت ہوگی۔ او کے... او کے!" اُس نے فون بند کر دیا۔

شاندار کاروباری ثابت ہو گے محسن، ہر موقع سے فائدہ اُٹھانا چاہتے ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" اِس وقت تو شاندار منگیتر ثابت ہونا چاہتا ہوں۔ ویسے تمھاری گمشدگی کی پبلسٹی اِسی لیے کی تھی کہ اس سے کچھ فائدہ ہی اٹھایا جائے۔ آؤ چلیں۔" محسن نے کہا اور میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ "چلے کہاں گئے تھے آخر؟" اُس نے پوچھا۔

" وہی چکر ہے۔ یعنی بوڑھے بابا کی تلاش۔ ایک اشارہ ملا تھا لیکن ناکامی ہوئی۔ اطلاع غلط تھی۔"

" ٹرین سے گئے تھے کیا۔ تمھاری کار ناصر نے اسٹیشن پر دیکھ کر مجھے اطلاع دی۔ ڈپلی کیٹ چابیاں میرے پاس تھیں۔ میں لے آیا۔ بھلے آدمی کہیں سے فون کر دیتے۔ گئے کہاں تھے؟"

" بس نمازی آباد تک!" میں نے جواب دیا۔ ہم دونوں اندر داخل ہو گئے۔ بیگم حسن سے سب سے پہلے ملاقات ہوئی اور پھر مجمع جمع ہو گیا۔ طرح طرح کے سوالات کیے جانے لگے۔ بیگم حسن اس بوڑھے کو کوس رہی تھیں جو عذاب بن گیا تھا سب کے لیے۔ انھوں نے میرا صدقہ دینے کی ہدایات جاری کر دیں۔ جولیا بھی موجود تھی۔ واقعی سب پریشان رہے تھے میرے لیے۔

حسن صاحب کچھ دیر کے بعد آئے۔ مجھے ایکبار پھر سوالات کے جواب دینا پڑے۔ پھر وہ مجھے اپنے ساتھ اپنے کمرے میں لے گئے۔

" اصل واقعہ کیا تھا؟" انھوں نے کمرے میں داخل ہو کر پوچھا۔

" بات اُسی کے متعلق ہے حسن صاحب! میں کوشش کر رہا ہوں کہ کسی طرح اُسے ڈھونڈ نکالوں۔" میں نے گول مول انداز میں کہا۔ طاہر علی کے بارے میں سب کچھ بتانا ابھی مناسب نہیں تھا لیکن حسن صاحب بہت زیرک آدمی تھے، میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولے۔ "کیا چھپا رہے ہو مجھ سے۔ اور کیوں چھپا رہے ہو غزالی! بیٹے تم اس طبیعت کے آدمی نہیں ہو۔"

" میں سمجھا نہیں حسن صاحب؟"

" غیر ذمہ داری تمھاری عادت نہیں ہے، دفتر سے لے کر ذاتی معاملات تک، کبھی میں نے تمھیں غیر ذمہ دار نہیں پایا۔ تم اس طرح کسی کو بتائے بغیر اتنی دیر کے لیے غائب نہیں ہو سکتے تھے۔"

" ابھی اس بارے میں کچھ نہ پوچھیں حسن صاحب، یہ میری درخواست ہے!" میں نے لجاجت سے کہا۔

" میں الجھا رہوں گا، خیر اگر تمھاری یہی مرضی ہے تو میں مجبور نہیں کرتا۔ کل رات سے میں بہت بے چین ہوں تمھاری غیر موجودگی نے الجھن اور بڑھا دی۔ میرے پاس سے وہ ڈائری غائب ہو گئی ہے جس کا میں نے تم سے ذکر کیا تھا۔ اس کے بارے میں کسی لاپروائی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ وہ بڑی احتیاط سے رکھی تھی۔ اُسے چُرایا گیا ہے۔"

" اوہ!" میں نے حسن صاحب کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ "چور کے بارے میں کوئی اندازہ ہے آپ کو؟"

" بہت غور کیا ہے میں نے۔ ایک ایک چیز کی تلاشی لی ہے لیکن اور سب کچھ موجود ہے سوائے ڈائری کے۔ اور اسے وہی غائب کر سکتا ہے غزالی جو اُس کی اہمیت سے واقف ہو۔ یہاں کوٹھی میں کون ہو سکتا ہے۔ ویسے بھی وہ میری اور براؤن کی مشترکہ ملکیت تھی۔ براؤن مجھ سے اس کا تقاضا بھی کر سکتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اُسے کون لے گیا؟"

میں خاموشی سے حسن صاحب کو دیکھتا رہا۔ بہت اہم بات تھی۔ میں نے ایکبار حسن صاحب کے کمرے میں داخل ہو کر اُن کی کتابوں کی تلاشی لی تھی اور اس کوٹھی میں صرف میں ہی ایسا فرد تھا جو ان معاملات سے واقف تھا۔ حسن صاحب کچھ بھی سوچ سکتے تھے۔

" دوسری بات یہ کہ براؤن کے بارے میں بلجیم اور فرانس دونوں جگہ سے پتا چلا ہے کہ وہ وہاں موجود نہیں ہے بلکہ دورے پر ہے۔ اس دورے کی تفصیل نہیں معلوم ہو سکی۔"

" اچھا!" میں نے گردن ہلائی۔

" گویا تمھارا اندازہ درست نکلا اس بارے میں۔ لیکن وہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے؟ اس کا پتا کیسے چلے۔ بات صرف اس معاملے کی نہیں ہے، اس کے اور میرے درمیان بہت سے معاملات مشترک ہیں۔ جو شخص اتنا خود غرض اور مجرمانہ ذہنیت کا حامل ہو اس سے دوسرے معاملات میں بھی نقصان پہنچ سکتا ہے!"

" ڈائری کی گمشدگی کی الجھن دُور ہونی چاہیے حسن صاحب!"

" میری عقل ساتھ نہیں دے رہی۔ بہت سوچا ہے اِس بارے میں کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ بہرحال غزالی، خزانوں کے اسرار اس سے بھی کہیں زیادہ الجھے ہوئے ہوتے ہیں۔ لاتعداد انسانی زندگیاں ایسے خزانوں کی بھینٹ چڑھ چکی ہیں۔ میں اس سارے جھگڑے پر لعنت بھیج سکتا ہوں، لیکن معاملے کو اِس طرح چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا، ایک سُبکی کا احساس ہوتا ہے۔ خزانہ ملے یا نہ ملے لیکن اس گتھی کو ضرور سلجھنا چاہیے۔ اور میں اس بارے میں اب صرف تم پر اعتماد اور انحصار کر سکتا ہوں۔ بشرطیکہ تم خود بھی اس میں دلچسپی لو۔ آخر انسان کس پر بھروسا کرے۔ طاہر علی جیسے دوست نے کیسا دھوکا دیا۔ بات یہ ہے

جہاں دولت درمیان میں آئی وہیں خرابی پیدا ہوئی۔ سوچتا ہوں تو خون کھولنے لگتا ہے۔ میں نے اُس سے کیا چاہا تھا اور اُس نے کیا کیا۔"

" اور اب آپ دوبارہ دھوکا کھا رہے ہیں حسن صاحب!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" میں سمجھا نہیں؟"

" مجھ پر بھروسا کر کے! یہ دولت ہمارے درمیان بھی تو ہے!"

" کوئی جذباتی بات کہنا فریب سے تعبیر ہوگا غزالی، دل چاہے تو یقین کرنا۔ ڈائری گم ہوئی تو ایک بار تمھارا خیال بھی ذہن میں آیا تھا کیونکہ تم سے اس بارے میں گفتگو ہوئی تھی۔ چاہتا تو چھان بین کرتا، تحقیقات کرتا کہ تم کونسے راستے سے اور کب یہاں آئے لیکن پھر اپنے آپ سے سوال کیا۔ اپنے جانچنے کی صلاحیتوں کو پرکھا سوچا کہ یا تو خود کو احمق تصور کر لوں اور یہ مان لوں کہ زندگی بھر صرف جھک ماری ہے یا سچائی کھوج نکالوں، اور میں نے سچائی پالی۔ ضمیر نے تائید کر دی اور بات ختم ہو گئی۔ میں نے یقین کر لیا کہ تم ایسا نہیں کر سکتے۔ اور اب یہ یقین موت تک قائم رہے گا۔ یہ آخری بات ہے!"

حسن صاحب کے الفاظ نے بڑا اثر کیا مجھ پر۔ دل کو ایک ندامت کا احساس ہوا۔ کئی باتیں میں نے حسن صاحب سے چھپائی تھیں۔ اب یہ باتیں دل میں چبھ رہی تھیں۔ میں نے کہا۔ "حسن صاحب، اس کے جواب میں چند الفاظ میں بھی عرض کروں گا۔ میرے والد اپنی بستی کے نیک نام آدمی تھے۔ انھیں ایک شریف النفس اور ایماندار شخص کی حیثیت سے جانا جاتا تھا، اس حیثیت کو میرے بھائیوں نے میرا حق غصب کر کے مجروح کیا لیکن مجھے اپنے مرحوم والد کی عظمت عزیز ہے۔ اُن کے افکار میرا ورثہ ہیں۔ اُن کی پاک روح کی قسم آپ کے احسانات کا بدلہ برائی سے کبھی نہیں دوں گا۔ اگر حالات کے تحت آپ سے کچھ چھپایا ہے تو بددیانتی کے خیال سے نہیں، وقت کی ضرورت سمجھ کر۔ بہرحال وہ مجھ پر آپ کا قرض ہے، جسے میں ہر قیمت پر ادا کروں گا!"

" ٹھیک ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے، بلکہ آئندہ کے لیے بھی تمھیں اس کی اجازت ہے، بس غزالی ان عیار لوگوں کو چھوڑنا نہیں ہے۔ ان کی سازشوں کا بھرپور جواب ملنا چاہیے انھیں!"

" آپ کی طرف سے اجازت ہے؟"

" مکمل طور پر! نہ صرف اجازت بلکہ میں اپنا تعاون بھی تمھیں پیش کرتا ہوں۔ بے فکر رہو، کوئی بات بگڑی تو میں سنبھال لوں گا۔" حسن صاحب نے پورے اعتماد سے کہا۔

حسن صاحب مطمئن ہو گئے تھے۔ مجھے بھی اطمینان ہو گیا تھا۔ چنانچہ میں اُن سے اجازت لے کر اپنی کی واپس آ گیا۔ بستر پر لیٹ کر میں نے گزرے ہوئے واقعات کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا۔ میں ڈاکٹر طاہر علی سے قطعی غیر مطمئن تھا۔ وہ کوئی بھی قدم اٹھا سکتا تھا۔ اس سے ہوشیار رہنا ضروری تھا۔ فوراً مجھے قادر کا خیال آیا۔ میں قادر کو براہِ راست دادر سے بھڑا بھی سکتا تھا لیکن ابھی یہ سب کچھ نہیں چاہتا تھا۔ بوڑھے بابا کا کوئی سُراغ لگ جاتا تو سب کچھ ٹھیک ہو جاتا۔ نہ جانے وہ کہاں تھا۔ میرا یہ شبہ یقین میں تبدیل ہونے لگا تھا کہ بوڑھے بابا کی مسلسل گمشدگی کا سبب کوئی اور شخص ہے۔ وہ نیم پاگل شخص خود کہیں روپوش ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ یقیناً وہ کسی کے ہاتھ لگ گیا ہے مگر کس کے؟ اس کے بعد تاریکی تھی۔

حالانکہ چوبیس گھنٹے سخت بے آرامی میں گزرے تھے، پانی تک نہیں ملا تھا۔ سینڈوچ وغیرہ کھانے کے بعد غنودگی طاری ہو جانی چاہیے تھی لیکن نیند اس طرح آنکھوں سے اڑی تھی کہ کسی طور نہیں آ رہی تھی۔ مجھے بار بار ہما کا خیال بھی آ رہا تھا۔ نہ جانے کیا گذر رہی ہوگی اُس پر۔ اُسے مجھ سے کیسی بے لاگ محبت تھی۔ وہ ڈاکٹر کے جرم کی گواہ تھی۔ ایک گونہ اطمینان بھی تھا۔ مجھے کہ وہ اُسے کوئی نقصان تو نہیں پہنچا سکتا، وہ ڈاکٹر کی اکلوتی اولاد ہے۔ بہرحال مجھے اب کیا کرنا چاہیے؟ ایک لمحے کے لیے خیال آیا کہ قادر کو فون کر دوں، لیکن گھڑی میں وقت دیکھا تو اس خیال سے باز آ گیا۔ اور سوچا کہ صبح کو قادر سے رابطہ قائم کروں گا۔

آنکھیں بند کر کے کروٹیں بدلتا رہا۔ نیند کی شدید خواہش تھی لیکن اُلجھے ہوئے ذہن نے کسی طور یہ خواہش پوری نہ ہونے دی۔ دفعتاً کہیں کوئی آواز ہوئی۔ عجیب سی آواز تھی۔ یہ آواز نظر انداز نہیں کی جا سکتی تھی۔ میں کوئی آواز پیدا کیے بغیر فوراً بستر سے اٹھا۔ کچھ خیال آیا تو تکیے کو لمبائی میں مسہری پر رکھ دیا اور اُسے کمبل سے اس طرح ڈھک دیا کہ نیم تاریکی میں کوئی سوتا ہوا محسوس ہو۔ میں ایک لمحے اپنی جگہ ساکت رہا پھر پھرتی سے دروازے کے قریب جا کھڑا ہوا۔ میں دروازہ کبھی اندر سے بند نہیں کرتا تھا۔ اس وقت بھی اس کی چٹخنی کھلی ہوئی تھی۔ میرے حساس کان ہر آواز سُن رہے تھے۔ کریم بابا کے کمرے سے اُن کے ہلکے ہلکے خراٹوں کی آواز آ رہی تھی۔

یکبارگی دل زور سے دھڑکا۔ دروازہ کھلنے کی ہلکی سی چرچراہٹ سُنائی دی تھی اور یہ آواز میری خواب گاہ کے بالکل برابر کے کمرے سے آئی تھی۔ کوئی ہے، یقیناً کوئی ہے۔ میں نے سانس روک لیا۔ سارے بدن کا خون کنپٹیوں میں جمع ہو گیا تھا۔ اعصاب بُری طرح تنے ہوئے تھے۔ میں خود کو آنے والے سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مقابلہ کرنے کے لیے تیار کر رہا تھا۔ اگر یہ ڈاکٹر طاہر علی کی طرف سے ایک اور کوشش ہے تو کل کا دن اس کے لیے منحوس ترین دن ہو گا۔ اب میں اس شخص کی پردہ پوشی نہیں کروں گا۔ اب اسے مزید چھوٹ نہیں دی جا سکتی۔

قدموں کی چاپ سے اندازہ ہوتا تھا کہ آنے والا بہت محتاط ہے لیکن میری بیدار سماعت اس چاپ کو سن رہی تھی۔ دروازے پر ہلکی سی آواز ابھری۔ جو کوئی بھی تھا، اب دروازے سے لگا کھڑا تھا۔ ممکن ہے چابی کے سوراخ سے اندر کا جائزہ لے رہا ہو۔ پھر کواڑ آہستہ آہستہ اندر کی طرف دبنے لگے۔ پھر دروازہ ایک فٹ کے قریب کھلا اور پھر دو فٹ اور میں اس کی آڑ میں سمٹ گیا۔ پھر ایک سایہ اندر داخل ہوا۔ آنے والا سیاہ لباس میں ملبوس تھا۔ اس کا ہیولا اب میری نگاہ کے سامنے تھا۔ اعصاب چیخ رہے تھے۔ دماغ ہیجان سے پھٹا جا رہا تھا۔ بدن کے تناؤ اور شدید اعصابی دباؤ سے مغلوب ہو کر میں نے آنے والے پر حملہ کر دیا۔ میرا گھونسا اس کے جبڑے پر پڑا۔ وہ ایک سمت جھکا تو میں نے موقع دیے بغیر اس پر چھلانگ لگا دی اور اُسے لیے ہوئے زمین پر آ رہا۔ اُس کے بدن پر میری گرفت سخت تھی لیکن میرے بیدار ذہن کو فوراً ہی احساس ہو گیا کہ میرے ہاتھوں کے شکنجے میں جکڑا ہوا بدن نسوانی ہے۔ اس احساس نے ابھی میری پوزیشن میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا کی تھی کہ دفعتاً اُس نے میری کلائیاں پکڑ لیں۔ نرم و نازک ہاتھوں میں شاید فولادی کمانیاں لگی ہوئی تھیں۔ اپنی گرفت کو ڈھیلا کرنے میں میرے ارادے کو کوئی دخل نہیں تھا بلکہ یہ اس فولادی قوت کا کرشمہ تھا کہ میں اس پر اپنی گرفت برقرار نہ رکھ سکا اور اُس کا جسم بآسانی میرے شکنجے سے نکل گیا۔ پھر مجھے ایک آواز سنائی دی۔

"مسٹر گیزالی! یہ مائیں ہائے۔ ناؤ ڈرُٹ۔"

میں نے یہ آواز پورے ہوش سے سنی، پہچانی اور اس کے بعد مجھ پر بوکھلاہٹ طاری ہو گئی۔ حیرت، خجالت اور حماقت کے تاثرات میرے چہرے پر منجمد ہو گئے۔ ہر احساس شدید تھا۔ میں نے اس کے جبڑے پر گھونسا مارا تھا، میں نے اسے دبوچ کر بے بس کر دیا تھا۔ اس پر میں بہت خجل تھا۔ ندرت اس وقت چور دل کی طرح میرے پاس آئی تھی اور اس نرم و نازک لڑکی نے میرے مضبوط ہاتھوں کی سخت ترین گرفت کو بڑی آسانی سے شکست دے دی تھی۔ اس پر مجھے سخت حیرت تھی اور میں نے جو بلا سوچے سمجھے اس پر حملہ کر دیا تھا تو میری بپتا سے ناواقف ندرت اسے حماقت کے سوا اور کچھ نہیں سمجھ سکتی تھی۔ لہٰذا میں خود اپنے آپ کو احمق محسوس کر رہا تھا۔

"پلیز راؤشنی کرو۔ مائیں سویچ نائیں جانتا۔" اُس کی آواز دوبارہ ابھری اور میں ہوش میں آ گیا۔ میں نے آگے بڑھ کر سویچ کو آن کر دیا۔ وہ شب خوابی کے لباس میں تھی۔ بال منتشر تھے، آنکھیں سوئی سوئی سی تھیں۔ مگر اُن کا جادو جاگ رہا تھا۔ اُس کے ہونٹ دھیرے سے مسکرائے اور اُس نے کہا "سوری... مائیں ڈسٹرب کیا... شار مائنڈہ ہائے۔"

"شرمندہ تو میں ہوں ندرت... تمھارے ساتھ جو کچھ ہوا اس پر میں خود کو کبھی معاف نہیں کروں گا... یقیناً تمھیں چوٹ لگی ہو گی۔ میں سخت شرمندہ ہوں... ندرت مجھے معاف کر دو!" میں نے لجاجت سے کہا۔

"اوہ نو پلیز نو... قاصور میرا ہائے۔ بیٹھے ما جورا... پورا... پوری تھا۔" وہ اٹک اٹک کر بول رہی تھی۔ میں یہاں اس کے جملوں کو ہو بہو نقل کر رہا ہوں۔ اس کی یہ اردو مجھے بہت مزہ دے رہی تھی۔ انگریزی وہ اچھی طرح بول لیتی تھی۔ اگرچہ تلفظ اس کا بھی ٹھیک نہیں تھا۔

"بیٹھو ندرت! تم آئیں بھی تو میری بدقسمتی کہ تمھارا استقبال کس طرح کیا۔ پلیز بیٹھ جاؤ۔"

"اف یو نقصان نہ ہاؤ تو لائٹ آف بناؤ۔ ڈِم لائٹ پلیز۔ میں نائیں مانگتا، ڈوسرا لوگ۔ آئی مین۔"

"ہاں یقیناً!" میں نے اس انگریزی اور اردو کھچڑی کے دال چاول الگ الگ کیے اور اس کا مفہوم سمجھ کر تیز روشنی بجھائی اور نائٹ بلب جلا دیا۔ وہ مطمئن ہو کر بیٹھ گئی۔ میں نے بھی اس دوران کافی حد تک خود کو سنبھال لیا تھا۔ سب سے زیادہ دکھ مجھے اس گھونسے کا تھا جو میں نے اس کے جبڑے پر رسید کیا تھا اور سب سے زیادہ حیرت اس کی اس انوکھی طاقت پر تھی، جس کے مقابلے میں میرے مضبوط ہاتھوں کی شدید ترین گرفت کچھ بھی تو نہ تھی۔

ندرت میرے لیے پہلے بھی معمہ تھی اور اس وقت اور بھی پُراسرار ہو گئی تھی۔ جب حسن صاحب نے اس کی کہانی سنائی تھی۔ اس وقت اس کی ذات کا ہر پہلو چھپا ہوا تھا۔ کوئی اُس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ اگر اُس دن وہ مجھے بوڑھے بابا کے کمرے میں اس کے سر کو اپنے زانو پر رکھے روتی ہوئی نظر نہ آتی تو میں اس کی طرف اتنی سنجیدگی سے متوجہ نہ ہوتا۔ اور اُس کی کہانی کبھی حسن صاحب سے نہ پوچھتا۔ اُس کے بارے میں یہ سوچ اُسے پہلے سے زیادہ پُراسرار بنا دیتی تھی۔ اور اب اس کے وجود میں چھپی ہوئی یہ بے پناہ قوت میرے لیے ایک اور معمہ بن گئی تھی۔

میں نے اُس کی طرف دیکھا اور بے اختیار بول اٹھا۔ "ہاں کچھ لوگ مجھے نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ اِس وقت آہٹ ہوئی

تو میں نے یہی سمجھا تھا کہ اُن میں سے کوئی..." میں ایکدم خاموش ہو گیا۔ ندرت نے مجھ سے یہ سوال تو نہیں کیا تھا۔ پھر یہ سوال میرے ذہن میں کیوں گونجا تھا۔ یہ جواب میرے ہونٹوں سے کیوں پھسل پڑا تھا۔ میں نے حیرت سے اُسے دیکھا تو وہ بولی۔

"کاؤن لوگ ہائے؟"

"وہ جو بوڑھے بابا میں دلچسپی رکھتے ہیں۔" میں نے تھکے تھکے لہجے میں جواب دیا۔ وہ خاموش ہو گئی۔ چند لمحات خاموش رہی پھر اُس نے اپنے لباس میں ہاتھ ڈالا اور کوئی چیز نکال کر میری طرف بڑھا دی۔ میں نے اُس کے ہاتھ سے وہ چیز لے لی۔ یہ ایک ڈائری تھی۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ اُس نے کہا "پلیز... حاسن صاحب کو مت بولا... مائیں ڈریا... پلیز... اب مائیں جایا جائے... بائی۔" وہ اُٹھ گئی۔

"بیٹھو ندرت! میں تو خود تم سے ملنا چاہتا تھا۔ مجھے تم سے بہت سی باتیں کرنی ہیں... میں بہت پریشان ہوں۔ تم اُس رات بوڑھے بابا کے لیے رو رہی تھیں۔ دیکھو تمھیں مجھ پر اعتماد ہونا چاہیے۔ تمھیں شبہ تھا کہ میں یہ بات کسی کو بتا دوں گا۔ میں نے ایسا نہیں کیا۔ تم نے میری جان لینے کی کوشش کی اور مجھ سے اُس کا اعتراف کیا۔ میں نے وہ سب کچھ بھی کسی کو نہیں بتایا۔ تمھیں اندازہ ہو گیا ہو گا کہ میں قابلِ اعتماد ہوں۔ دیکھو ندرت مجھے بوڑھے بابا سے صرف ہمدردی ہے۔ اس کی ذات سے میرا تعلق نہیں ہے۔ میں دن رات اُسے تلاش کر رہا ہوں۔ اور میں نے اُس کی وجہ سے کچھ لوگوں کو اپنا دشمن بھی بنا لیا ہے۔ کیا تم اس سلسلے میں میری کوئی مدد نہیں کرو گی؟"

ندرت رک گئی۔ پھر اُس نے کہا "مائیں کیا بتایا؟" اُس کے طرزِ گفتگو کو میں سمجھ گیا تھا۔ اور اب اُس کے اُلٹے سیدھے الفاظ میرے لیے قابلِ فہم ہو گئے تھے۔ چنانچہ میں اُس کا مفہوم سمجھ گیا۔ میں نے کہا: "تمھیں کوئی اندازہ ہے کہ وہ کہاں ہو سکتا ہے؟"

"نائیں... مائیں نائیں... آئی مین۔"

"تمھارا اُس سے کیا تعلق ہے؟ تم کون ہو ندرت؟" میں نے اُس سے پوچھا۔

وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔ "سوری... مائیں نہیں بتایا سکتا... ویری سوری!" اور پھر وہ چھپاک سے باہر نکل گئی۔ میں کھلے دروازے کو دیکھتا رہ گیا... معاً مجھے خیال آیا کہ دیکھوں تو سہی کہ وہ کس راستے سے آئی ہے۔ برابر والے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ کریم بابا اس دروازے کو بند رکھتے تھے۔ میں اندر داخل ہو گیا اور پھر میں نے ندرت کو اسی کمرے کی کھڑکی کے نزدیک لگے ہوئے پائپ سے نیچے اترتے دیکھا۔ وہ پھرتی سے نیچے اتر رہی تھی اور اسی پھرتی سے تاریکی میں گم ہو گئی۔ میں کھڑکی کے قریب کھڑا رہ گیا۔

یہ پُراسرار ہستی کون ہے... کون ہے یہ آخر... کیا بعید ہے اس کا؟ میں جتنا بھی غور کرتا، اُس کی شخصیت اتنی ہی پیچیدہ ہوتی جاتی۔ کوٹھی کے دوسرے لوگوں کے درمیان وہ خاموش اور لاتعلق دکھائی دیتی۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ نہ کوئی اُس سے مانوس ہے نہ اس کی طرف متوجہ۔ بظاہر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ اُن کے درمیان احساسِ کمتری کا شکار ہو۔ لیکن اب یہ خیال غلط لگنے لگا تھا۔ ممکن ہے ندرت نے خود ہی ان میں سے کسی کو قریب آنے کا موقع نہ دیا ہو۔ وہ خود ہی ان سے الگ تھلگ رہتی ہو تاکہ اپنا راز، راز رکھ سکے۔ پہلی بار وہ لندن میں حسن صاحب کو ملی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دنیا سے ناواقف نہیں ہے جیسا کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے بلکہ وہ دنیا دیکھے ہوئے ہے۔ اپنے راز کو راز رکھنے کے لیے وہ قتل بھی کر سکتی ہے۔ اگر اُس دن میں بچ نہ جاتا تو اس کے خنجر کا شکار ہو گیا تھا۔ کار کے سلسلے میں بھی اُس نے کمال دکھایا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اسٹیئرنگ راڈ کا نٹ نکال دینے سے حادثہ ہو سکتا ہے۔ آخر وہ کیا ہے؟ میں سوچے جا رہا تھا لیکن اس سوال کا جواب دینے والا اُس کے سوا، روئے زمین پر اور کوئی نہیں تھا۔

کافی دیر اسی طرح کھڑے کھڑے گزر گئی تو میں واپس اسی کمرے میں آ گیا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی میری نگاہ اُس ڈائری پر پڑی جو وہ مجھے دے گئی تھی۔ کیا وہ صرف یہ ڈائری دینے آئی تھی؟ دروازہ اندر سے بند کر کے میں نے تیز روشنی جلا دی اور پھر ڈائری کھول کر دیکھی۔ پہلے ہی صفحے پر ایک نام دیکھ کر میں چونک پڑا "ولاڈی واسکاٹ... نپولیون... اٹلی..." ذہن میں ایک جھماکا ہوا... ولاڈی واسکاٹ... کیا یہ وہ ڈائری ہے جو حسن صاحب کی خواب گاہ سے گم ہو گئی تھی، جو انھیں جاپان میں واسکاٹ کے ذریعے ملی تھی؟ بے صبری سے میں نے ڈائری کے اوراق الٹنے شروع کر دیے اور چند ہی لمحات کے بعد میرے خیال کی تصدیق ہو گئی۔ یہ وہی ڈائری تھی۔ گویا اُسے ندرت نے حسن صاحب کی خوابگاہ سے اُڑایا تھا... نہیں ندرت اب تمھیں نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ تم بہت اہم... بہت ہی اہم چیز ہو۔ اس کے بعد یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ تمھارا بوڑھے سے براہِ راست کوئی تعلق نہیں ہے۔ لیکن تمھیں نظرانداز کر کے اب تک جو حماقت کی گئی ہے وہ آئندہ نہیں ہو گی۔ ممکن ہے تم ہی اس عقدے کا حل بن جاؤ جس میں ہم اُلجھے ہوئے ہیں۔ میں نے دل میں سوچا اور فیصلہ کر لیا کہ اب ندرت کی پیچیدہ حقیقت کا بھی کھوج لگانا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے۔ اس کے بعد میں نے ڈائری کھول لی۔

اس میں وہ پوری کہانی تھی جو میکے براؤن مجھے سُنا چکا تھا۔ بوڑھے کے تذکرے میں بھی کوئی نئی بات نہیں تھی۔ میں نے ڈائری بند کردی اور سوچ میں ڈوب گیا۔ بہت سے باب کھُل گئے تھے الجھنوں کے۔ سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ ندرت نے یہ ڈائری مجھے کیوں دی ہے۔ کیا مقصد ہے اُس کا؟ کیا اُسے علم ہو گیا ہے کہ میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں... کیسے؟ اُسے کیسے معلوم ہوا؟ یا پھر دوسری شکل بھی ہو سکتی ہے۔ یہ جاننے کے بعد کہ میں بوڑھے کے سلسلے میں کام کر رہا ہوں وہ مجھے اس ڈائری سے روشناس کرانا چاہتی ہو۔ اُس نے یہ خطرہ بھی مول لیا تھا کہ اگر حسن صاحب کو اس ڈائری کی چوری کے بارے میں معلوم ہو گیا تو اس کی چوری میرے ذریعے کھل جائے گی۔ واقعی یہ ایک اندھا اعتماد تھا، مگر یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی۔ اپنے بارے میں اس نے ایک لفظ بھی نہیں بتایا تھا مگر اس سلسلے میں کیا بھی کیا جا سکتا تھا۔ نہیں ندرت صاحبہ اب یہ سب کچھ نہیں چلے گا۔

دوسری بات یہ تھی کہ میں اس ڈائری کا کیا کروں ــــ اس کا میرے پاس ہونا تو بہت خطرناک ہو سکتا تھا۔ اگر حسن صاحب کو علم ہو گیا تو ان کے اعتماد کی ساری عمارت گر پڑے گی، میں کسی طرح یہ ثابت نہیں کر سکوں گا کہ یہ کسی اور ذریعے سے میرے پاس آئی ہے تلف کرنا بھی خطرناک ہے۔ ممکن ہے حسن صاحب کے لیے مصیبت بن جائے۔ آخر یہی فیصلہ کیا کہ اُسے چوری چھپے حسن صاحب کی خواب گاہ میں واپس پہنچا دوں۔

بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔ لیکن نیند جانے کہاں غائب ہو چکی تھی۔ دماغ کو سکون ملتا تو نیند بھی آتی۔ جاگتا رہا صبح ہو گئی۔ اُٹھ کر غسل کیا۔ کریم بابا معمول کے مطابق جاگ گئے تھے۔ ناشتہ لائے تو میں نے کلائی چھُو کر دیکھی مسکرا کر بولے۔ "بالکل ٹھیک ہوں میاں اب کیسا بخار۔"

ناشتے سے فارغ ہو کر سوچتا رہا کہ اب کیا کروں۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی تو تیار ہو کر دفتر چل پڑا۔ گیارہ بجے کے قریب فریحہ کا فون موصول ہوا۔ "غزالی بھائی، میں فریحہ بول رہی ہوں۔"

"ہیلو فریحہ! خیریت ہے نا؟"

"ہما کے بارے میں معلوم ہے غزالی بھائی؟"

"کیا؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"سنٹرل ہسپتال میں ہے، انکل طاہر علی بے حد پریشان ہیں۔ ابھی مجھے فون کیا ہے کہ وہاں پہنچ جاؤں۔" فریحہ نے پریشان لہجے میں کہا اور میں ششدر رہ گیا۔ اس خبر نے مجھے شدید ذہنی جھٹکا دیا تھا۔

"اُسے ہوا کیا ہے فریحہ؟" میں نے بمشکل پوچھا۔

"کچھ پتا نہیں! میں ہسپتال جا رہی ہوں، وہیں جا کر معلوم ہو گا۔ آپ آ رہے ہیں غزالی بھائی؟"

"ہاں! براہِ کرم یہ بتاؤ کہ وہ کونسے وارڈ میں ہے؟"

"روم نمبر بیس اسپیشل وارڈ نمبر ۲ یاد رہے گا؟"

"ہاں!" میں نے کہا اور فریحہ نے فون بند کر دیا۔ یقیناً کوئی اہم بات ہوئی تھی، دل لرز گیا میرا۔ اس کے بعد میں ایک لمحہ نہ رکا اور کار لے کر سنٹرل ہسپتال کی طرف دوڑ پڑا۔ ہسپتال کے پارکنگ میں ڈاکٹر طاہر علی کی کار نظر آ گئی تھی۔ میں اسپیشل وارڈ نمبر ۲ تلاش کر کے کمرہ نمبر ۲۰ کے سامنے پہنچ گیا۔ فریحہ ابھی نہیں پہنچی تھی۔ کمرے کا دروازہ کھولا تو ڈاکٹر طاہر علی نظر آیا۔ ایک نرس ہما کی ناک پر لگی ہوئی نلکی درست کر رہی تھی۔ طاہر علی دو ڈاکٹروں کے ساتھ کھڑا کے قریب کھڑا ہوا باتیں کر رہا تھا۔ چہرہ اترا ہوا تھا۔ مجھے دیکھا تو خاموش ہو گیا۔ یوں محسوس ہوا جیسے کچھ کہنا چاہتا ہو لیکن کوشش کے باوجود کچھ نہ کہہ سکا۔ ڈاکٹروں کو چھوڑ کر آگے بڑھا۔ ہما کی آنکھیں بند تھیں۔

میں اُس کے بائیں جانب کھڑا اُسے دیکھتا رہا۔ طاہر علی کی کشمکش کو محسوس کر رہا تھا۔ لیکن پھر اچانک دروازہ کھلا اور فریحہ اندر گھس آئی۔ "کیا ہوا انکل ہما کو۔ اب کیسی طبیعت ہے غزالی بھائی۔" اُس نے بے اختیار پوچھا۔ نرس سیدھی ہو گئی تھی۔ "انکل بتائیے تو اچانک..." فریحہ نے ڈاکٹر طاہر علی سے کہا۔

"اب ٹھیک ہے۔ کوئی خطرہ نہیں ہے!" طاہر علی نے بجھی ہوئی آواز میں کہا۔ فریحہ ہونٹ کھول کر رہ گئی۔ اسی وقت دو نوجوان ڈاکٹر طاہر علی کے قریب آ گئے۔ "سر آپ کچھ دیر آرام کر لیں۔ ساری رات آپ کو اسی طرح کھڑے گذر گئی۔ آپ ان کی دیکھ بھال کی طرف سے بالکل مطمئن رہیں۔" اُن میں سے ایک نے کہا۔ ڈاکٹر طاہر علی نے جھکتی نگاہوں سے پہلے مجھے پھر فریحہ کو دیکھا اور بولا "میں یہیں ہوں ڈاکٹر نوید کے دفتر میں کوئی ضرورت ہو تو..." فریحہ نے گردن ہلا دی ــــ طاہر علی باہر نکل گیا تو فریحہ نے بے چینی سے پوچھا۔ "مگر ہوا کیا اچانک... پہلے تو کوئی اطلاع نہیں تھی۔ انکل نے آپ کو کچھ نہیں بتایا غزالی بھائی؟"

"پوچھنے کا موقع ہی نہیں ملا۔" میں نے جواب دیا۔

"سسٹر اسے کیا ہوا ہے؟" اس بار فریحہ نے نرس سے پوچھا۔

"سوری مس! مجھے اس بارے میں کسی کو کچھ بتانے کی اجازت نہیں ہے آپ سرجن صاحب سے ہی معلوم کریں۔" نرس نے جواب دیا۔ میں صورتحال کا کسی حد تک اندازہ لگا چکا تھا۔ دفعتاً میں نے نرس سے پوچھا "اسٹمک واش ہو چکا ہے؟"

"جی ہاں اب کوئی خطرہ نہیں ہے!" نرس نے جھونک میں جواب دیا۔ اور پھر چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔

"آپ فکر نہ کریں سسٹر! ہم سرجن طاہر علی کے بہت قریبی عزیز ہیں۔" میں نے کہا۔

"براہ کرم میرے لیے کوئی مصیبت نہ کھڑی کر دیں آپ جانتے ہیں میں نے اس بارے میں ایک لفظ نہیں کہا۔" اُس نے پریشان لہجے میں کہا۔

"سسٹر آپ بالکل اطمینان رکھیں۔ یہ بتائیں اب یہ خطرے سے باہر تو ہیں؟"

"ہاں! صبح نو بجے تک ان کی زندگی کی کوئی ضمانت نہیں تھی۔ ساری رات ان کی زندگی بچانے کی کوششیں کی گئی ہیں۔ ایک رات میں اٹھارہ انجکشن دیئے گئے ہیں۔ نہ جانے کونسا زہر استعمال کیا تھا، ابھی تک پتا نہیں چل سکا۔"

فریحہ دہشت زدہ رہ گئی۔ اُس نے بے اختیار میرا بازو پکڑ لیا۔ اس کی انگلیوں کی گرفت بہت سخت تھی جس سے اس کے ذہنی ہیجان کا اندازہ ہوتا تھا۔ میں اُسے وہاں سے ہٹا کر کھڑکی کے پاس لے آیا۔

"اُس نے... اُس نے خودکشی کی کوشش کی تھی!" فریحہ نے لرزتی آواز میں کہا۔

"ایک درخواست کروں فریحہ۔ جو کچھ آپ کو معلوم ہو چکا ہے براہ کرم اسے اپنے دل میں چھپا لیں، وعدہ کریں کہ کسی سے بھی اس کا اظہار نہیں کریں گی۔ دراصل ڈاکٹر طاہر علی اس خودکشی کے اقدام کو راز میں رکھنا چاہتے ہیں۔ ورنہ پولیس مداخلت کرے گی اور وہ مصیبت میں پھنس جائیں گے۔ اگر وہ خود برین سرجن نہ ہوتے تو بات بگڑ جاتی۔ ہسپتال کے ڈاکٹروں نے اُن سے تعاون کیا ہے ورنہ باہر پولیس ہوتی۔" میں نے کہا۔

"میں سمجھ رہی ہوں!" فریحہ نے گردن ہلائی۔ پھر بولی "آپ کو ڈاکٹر انکل نے بتایا تھا؟"

"نہیں!"

"پھر آپ کو کیسے معلوم ہوا؟"

"بس اندھیرے میں تیر چلایا تھا!" میں نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

فریحہ ہیجانی انداز میں ہاتھ ملتی رہی۔ پھر بولی "ہما اور خودکشی کی کوشش۔ مجھے یقین نہیں آتا۔ ممکن ہے کسی اور نے زہر دیا ہو۔"

"نرس کے الفاظ سن چکی ہیں آپ... کسی اور کی حرکت کو ڈاکٹر طاہر علی چھپانے کی کوشش نہ کرتے۔ بہرحال معلوم ہو ہی جائے گا۔ اس وقت اگر وہ اس بات کو راز میں رکھنا چاہتے ہیں اور اس کے لیے انتظامات کر چکے ہیں تو ہمیں اُن سے تعاون کرنا ہو گا۔" میں نے کہا۔

"یقیناً! میں نے آپ کے بعد محسن کو بھی فون کر دیا تھا، اسی لیے کچھ دیر ہو گئی۔ میرا خیال ہے کہ آپ تو فوراً چل پڑے تھے؟"

"ہاں فریحہ!" میں نے گہری سانس لے کر کہا "محسن نے آنے کے لیے کہا ہے؟"

"پہنچنے ہی والے ہوں گے!"

"محسن غیر نہیں ہیں۔ لیکن وعدہ یاد رکھنا۔"

"آپ اطمینان رکھیں غزالی بھائی لیکن ہما خودکشی نہیں کر سکتی۔ ہاں پچھلے دنوں سے اس کے اندر کچھ تبدیلیاں ضرور پیدا ہوئی ہیں، لیکن وہ اس نوعیت کی نہیں ہیں، وہ زندگی سے لطف لینا جانتی ہے ایسا کیوں کرنے لگی!"

"خدا جانے! خود ہی بتائے گی!"

فریحہ نے گردن گھما کر ہما کو دیکھا پھر بولی۔ "ایک بات پوچھوں غزالی بھائی۔"

"ہاں، ضرور!"

"آپ کے دل میں ہما کے لیے کوئی مقام پیدا ہو گیا ہے؟ میں اس موقع پر یہ گفتگو کر کے حماقت کا ثبوت دے رہی ہوں آپ چاہیں تو اس موضوع کو مسترد کر سکتے ہیں۔ تنویر نے بھی مجھ سے کہا تھا کہ اب ہما صرف ایک مذاق نہیں ہے، آپ اس کے لیے سنجیدہ ہیں کیا یہ سچ ہے؟"

"ہاں فریحہ، میں ہما کے لیے سنجیدہ ہوں!"

"محسن نے مجھے بتایا تھا کہ آپ صرف ہم دونوں کے لیے ہما کو برداشت کر رہے ہیں کیونکہ ڈیڈی کے طاہر علی انکل سے گہرے مراسم ہیں اور ڈیڈی مجھے صرف ہما سے ملاقات کے لیے منع نہیں کرتے۔"

"یہ پرانی بات ہے! اس کے بعد..." میں نے اتنا ہی کہا تھا کہ محسن، تنویر اور جولیا اندر داخل ہو گئے۔ سب ہی بوکھلائے ہوئے تھے۔ سب ہما کے گرد جمع ہو گئے۔ تنویر ہما کو دیکھتی رہی پھر اُس نے میری طرف دیکھا اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ میرے چہرے میں کچھ ٹٹول رہی ہو۔ محسن جھک کر اس کا چہرہ دیکھنے لگا ــــ پھر وہ میری طرف رُخ کر کے بولا۔ "کچھ پتا چلا کہ اچانک ہوا کیا ہے؟"

"طاہر علی صاحب کا کہنا ہے کہ دو تین دن سے طبیعت خراب تھی۔ رات اچانک بیہوش ہو گئی اور حالت بگڑ گئی!" میں نے جواب دیا۔ نرس کے چہرے پر اطمینان نظر آ رہا تھا۔

"پتا ہی نہیں چل سکا۔ آپ نے بھی ذکر نہیں کیا غزالی بھائی!" تنویر نے کہا اور دوسری طرف مڑ گئی۔ مجھے اُس کے لہجے میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عجیب سی کیفیت محسوس ہوئی، لیکن میں نے اس پر زیادہ غور نہیں کیا۔

جولیا میرے بالکل قریب آ کھڑی ہوئی تھی۔ اُس نے کہا "مسلسل غائب ہو! مجھے ذرا بھی وقت نہیں دے رہے۔ دفتر فون کیا تھا تو معلوم ہوا کہ نہیں ہو۔ ایسی کیا مصروفیت ہے؟"

"دفتر کب فون کیا تھا؟"

"ابھی تھوڑی دیر پہلے۔ نہ جانے کیا کرتے پھر رہے ہو۔ مجھے بھی تھوڑا سا وقت تو دینا چاہیے تھا۔" جولیا کی آواز اتنی بلند تھی کہ سب نے سُن لی۔ تنویر اور محسن نے چونک کر اسے دیکھا۔ فریحہ مسکرا دی۔ تنویر نے آہستہ سے کہا "جولیا پلیز۔ میرا خیال ہے۔۔۔"

"کتنی دیر رکو گے یہاں؟ مجھے تم سے کچھ کام ہے۔" جولیا نے تنویر کی بات بھی پوری نہیں ہونے دی۔

"تنویر!" محسن نے درشت لہجے میں کہا اور تنویر نے جولیا کا ہاتھ پکڑ لیا "اِدھر آؤ جولیا، پلیز ذرا اِدھر آؤ!" وہ جولیا کو آگے لے گئی۔ محسن نے معذرت آمیز انداز میں کہا "سوری غزالی! بعض اوقات تھوڑی سی تفریح مصیبت بن جاتی ہے۔ اس وقت محسوس نہ کرنا تم اس کی کیفیت سمجھ رہے ہو گے۔ پلیز یار! میں اس مصیبت کو کسی نہ کسی طرح جلد ہی تمھارے سر سے اتار دوں گا۔"

"محسن!" میں نے اُس کے بازو پر ہاتھ رکھ دیا۔ فریحہ بدستور مسکرا رہی تھی۔ ڈاکٹر طاہر علی کے آنے پر ہم سب سنجیدہ ہو گئے۔ ڈاکٹر نے ہم سب کو دیکھ کر کہا "میں رات بھر جاگتا رہا ہوں۔ بہت تھک گیا ہوں۔ اگر تم لوگ اجازت دو تو میں چلا جاؤں؟"

"آپ مطمئن ہو کر آرام کریں ڈاکٹر انکل ہم سب موجود ہیں!" فریحہ نے کہا اور ڈاکٹر طاہر علی گردن جھکا کر باہر نکل گیا۔ البتہ میں حیران رہ گیا تھا۔ ڈاکٹر طاہر علی کا اس طرح چلا جانا تعجب خیز تھا۔ میرے خیال میں اُس نے خطرہ مول لیا تھا۔ کیا اُسے یہ خدشہ نہ تھا کہ ہما ہوش میں آ کر حقیقت بتا دے گی۔ لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد اندازہ ہو گیا۔ طاہر علی احمق نہیں تھا۔ ایک اور نرس پلیٹ میں سرنج اور انجکشن لے آئی تھی۔ اُس نے یہ پلیٹ دوسری نرس کو دے کر کہا "ڈاکٹر تو یدر نے کہا ہے کہ یہ انجکشن مریض کو دے دو۔ اس کا سوتے رہنا ضروری ہے!" میں ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ اس طرح ڈاکٹر نے ہما کے ہوش میں آ کر کچھ بتا دینے کے خطرے کو ٹال دیا تھا۔ ڈاکٹر تو ید سے مشورہ کر کے اُس نے یہ کام کیا ہو گا۔ نرس نے خاموشی سے انجکشن لے لیا اور ڈاکٹر کی ہدایت پر عمل کیا۔ محسن، تنویر اور فریحہ سے ہما کے بارے میں گفتگو کر رہا تھا۔ جولیا اس کے نزدیک بیزار سی کھڑی ہوئی تھی ۔۔۔ اسے موقع ملا تو وہ پھر میری طرف لپکی "یہاں کب تک رکو گے؟"

"بس کچھ دیر جولیا، کوئی خاص کام ہے مجھ سے؟"

"ہاں!"

"آؤ باہر چلیں! محسن میں ابھی واپس آ رہا ہوں۔" میں نے کہا۔ محسن جو اس کی وجہ سے پھر مضطرب ہو گیا تھا، میرے اطمینان پر خود بھی مطمئن ہو گیا۔ میں جولیا کے ساتھ ہسپتال کے لان پر آ گیا۔ جولیا سنجیدہ نظر آ رہی تھی۔ ایک جگہ رُک کر اُس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا "میرا خیال ہے اب تم مجھ سے بیزار ہو گئے ہو۔ مسلسل نظر انداز کر رہے ہو۔ وجہ معلوم کر سکتی ہوں اس کی؟"

"یہ احساس تمھیں کیوں ہوا جولیا؟"

"تین دن سے ملے تم مجھ سے؟ دو دن تک غائب رہے۔ مجھے اس کی وجہ بتائی؟ اور اس وقت میرا خیال ہے اس کے سب سے پہلے تیماردار تم ہو گے گازالی۔ شاید تم اس کے باپ سے بھی پہلے آ گئے تھے۔ کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟" اُس کی آواز میں غراہٹ سی پیدا ہو گئی۔

"تمھارا خیال کسی حد تک درست ہے جولیا لیکن تمھیں خود ہی اس کی وجوہ پر غور کر لینا چاہیے تھا۔" میں نے بھی خشک لہجے میں کہا اور جولیا چونک پڑی۔

"وجوہ؟" وہ سوالیہ انداز میں بولی۔

"ہاں جولیا! مسٹر براؤن نے اپنی اور میری پہلی ملاقات کے بارے میں تمھیں کچھ بتایا ہو گا۔ میں پچاس ہزار یا دو لاکھ کا آدمی نہیں ہوں۔ میں نے مسٹر براؤن سے کہہ دیا تھا کہ میں اس وقت تک ان سے تعاون نہیں کروں گا جب تک معاملات مجھے نہیں بتائے جائیں گے۔"

"ڈیڈی کو تمھاری یہ بات پسند آئی تھی۔ انھوں نے مجھ سے کہا تھا کہ تم قابلِ اعتماد آدمی ہو۔ کیونکہ ضدی ہو۔ ایسے لوگ۔۔۔"

"میں یہی کہنا چاہتا تھا جولیا۔ میں ضدی ہوں اور تم لوگ یورپین ذہنیت کی پوری نمائندگی کرتے ہو۔ ہر حالت میں صرف خود پر بھروسا کرنا، دوسروں کو شک کی نگاہ سے دیکھنا۔ مجھ پر اعتماد کا اظہار کرنے کے بعد بھی تم نے اور مسٹر براؤن نے مجھ پر اعتبار نہیں کیا۔"

"میری بات کیوں کرتے ہو؟" وہ تنک کر بولی۔

"اِس لیے کہ تم مسٹر براؤن کو مجھ پر اعتبار دلا سکتی تھیں۔"

"وہ کہتے ہیں کہ وہ مجھ سے زیادہ تجربہ رکھتے ہیں۔"

"پھر مجھے بتاؤ جولیا میں کیا کروں۔ میری پوزیشن خراب ہو گئی ہے، حسن صاحب کی نگاہ میں بھی اور مسٹر براؤن کی نگاہ میں بھی۔ میں اسی فکر میں سرگرداں ہوں۔ یہ دو دن میں نے اِسی کوشش میں گذارے ہیں کہ کسی طرح اس بوڑھے کا پتا ڈھونڈ نکالوں۔

میں نے موثر لہجے میں کہا۔ اور جولیا سوچ میں ڈوب گئی۔ میں نے گرم لوہے پر ضرب لگائی "جولیا! تمھاری دی ہوئی رقم تمھاری امانت کے طور پر میرے پاس رکھی ہے۔ مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ میں بس مسٹر براؤن کو یہ یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میں بددیانت آدمی نہیں ہوں۔ تم میری اُن سے کب ملاقات کرا دو گی۔ صرف ایک ملاقات!"

میری نگاہیں جولیا کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ میں نے دیکھا کہ اس نے میری بات نہیں سُنی۔ یا تو وہ اعصاب پر قابو رکھنا جانتی تھی یا پھر چالاک براؤن نے اسے بھی یہ بات نہیں بتائی تھی کہ وہ یہیں موجود ہے واپس نہیں گیا ہے۔ پھر اُس نے کہا "اس کے لیے کچھ انتظار کرو گازالی! ڈیڈی مجھ سے رابطہ کریں گے تو سب سے پہلی بات یہی کروں گی ان سے۔" میں گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ دفعتاً وہ پھر بھڑک اٹھی "ہاں یہ بتاؤ تم یہاں کیوں ہو؟"

"فریحہ نے مجھے فون کر کے بلایا تھا!" میں نے جواب دیا۔

"تمھیں ہی کیوں! محسن کافی نہیں تھا؟"

"سمجھا کرو جولیا! اتنے دن ہو گئے تمھیں یہاں۔ مشرقی روایات میں کچھ پابندیاں ہیں۔ ہما، فریحہ کی گہری دوست ہے۔ فریحہ محسن کی منگیتر۔ وہ براہِ راست محسن کے گھر اپنے حوالے سے فون نہیں کر سکتی۔ میں اس کا ذریعہ ہوں۔۔۔ آؤ اندر چلیں۔۔۔ آؤ پلیز!" میں نے اسے مزید بولنے کا موقع نہیں دیا اور اندر آ گیا۔ اندر کا ماحول حسبِ معمول تھا۔

سب لوگوں نے سارے پروگرام ملتوی کر دیے تھے اور اس وقت تک یہیں رہنا چاہتے تھے جب تک ہما ٹھیک نہ ہو جائے جولیا البتہ بور ہو گئی "گازالی مجھے گھر چھوڑ دو پلیز میں تھک گئی ہوں۔" میں نے بدحواس ہو کر محسن کو دیکھا اور محسن جلدی سے بول پڑا "آؤ جولی! میں گھر جا رہا ہوں۔ اِن لوگوں کے لیے لنچ کا بندوبست کرنا ہے۔ آؤ پلیز جلدی!" اُس نے جولیا کو بولنے کا موقع نہیں دیا۔ میرے نزدیک سے گذرتے ہوئے اُس نے کہا "یار وہ میری سسرال والے آ رہے ہیں۔ میرا بھاگ جانا ضروری ہے۔ ایک گھنٹے کے اندر اندر آ جاؤں گا۔ فریحہ کو ان کے ساتھ نہ جانے دینا۔" یہ کہہ کر وہ دروازے سے باہر نکل گیا۔ جولیا بھی مُنہ پھُلائے اُس کے ساتھ چل پڑی۔

میں ابھی محسن کے الفاظ پر غور کر رہا تھا کہ فریحہ کی والدہ اور والد اندر داخل ہوئے۔ ماحول پر تکلف طاری ہو گیا۔ تھوڑی دیر وہ لوگ رُکے پھر فریحہ کو کچھ ہدایات دے کر رخصت ہو گئے۔

تنویر نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا "ہما کا کیس سمجھ میں نہیں آیا غزالی صاحب؟"

"میں خود بھی اُلجھا ہوا ہوں!"

پرسوں ہی میری اس سے ملاقات ہوئی، بالکل ٹھیک تھی!" تنویر نے کہا اور پھر فریحہ کی طرف دیکھ کر ہنستی ہوئی بولی "یار فریحہ بھابی اس جولیا سے غزالی صاحب کی جان بچاؤ۔ اب تو فیصلہ ہو گیا ہے کہ ہما کی مدد کرنا ہمارا فرض ہے لیکن یہ سفید بلی شکست ماننے کے لیے تیار نہیں ہے۔"

"تمھاری دوست ہے تم نمٹو!" فریحہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"دیکھا غزالی صاحب! یہ میری بھابی کتنی خود غرض ہے، ابھی سے یہ حال ہے تو آگے کیا ہو گا؟"

"بھئی میں کیا کر سکتی ہوں۔ بلکہ کوئی کچھ نہیں کر سکتا غزالی بھائی خود ہی اپنی مدد کریں۔" فریحہ شرارت بھرے انداز میں بولی۔

"خواتین آپ پریشان نہ ہوں۔ میں سب ٹھیک کر لوں گا!" میں نے ان کی گفتگو میں دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔ پھر نرس کی وجہ سے خاموشی چھا گئی۔ جو ہما کی ڈرپ بدلنے آ گئی تھی۔ پھر محسن بھی آ گیا "انکل طاہر علی نے کوٹھی فون کیا تھا۔ انھوں نے کہا ہے کہ ڈاکٹر ہما کو گھر بھیجنے پر تیار ہو گئے ہیں اس لیے تھوڑی دیر کے بعد ہما یہاں سے چلی جائے گی کیوں نرس؟" محسن نے سوال کیا۔

جی ہاں سرجن صاحب پہنچ گئے ہیں۔ ڈاکٹر بریکاشس بھلا کے کمرے میں ہیں آپ چاہیں تو وہاں چلے جائیں۔" نرس نے جواب دیا۔

محسن بولا "اس بے ہوشی کے عالم میں ہما کو آخر یہاں سے لے جانے کی کیا ضرورت ہے۔ دیکھتے نہیں یہ لوگ چاروں یکجا ہیں۔ آہ یہ ظالم سماج چاروں کو چار گھڑی یکجا نہیں ہونے دے گا۔"

"آپ نے پانچویں انسان کا کوئی خیال نہیں کیا محسن بھائی کھلا کہاں ہے؟"

"ہوٹل شیریٹی میں اظاہر ہے ہمیں ہما کے ساتھ میڈیکل اسٹاف کی حیثیت سے نہیں لے جایا جائے گا۔ اور ہما کے جانے کے بعد اس کمرے میں بیٹھ کر کھانا نہیں کھا سکتے اس لیے میں نے یہ حماقت نہیں کی۔" محسن نے جواب دیا۔

"پھر اس ہوٹل بازی کی کیا ضرورت ہے؟ میرا خیال ہے میں تو ہما کے ساتھ جاؤں گی۔" فریحہ نے کہا۔

"اپنے مجازی خدا کی اجازت کے بغیر؟" محسن نے اس انداز سے کہا کہ سب کو ہنسی آ گئی۔ اسی وقت ڈاکٹر طاہر علی چند لوگوں کے ساتھ اندر آ گیا۔ ہمیں دیکھ کر اس نے کہا "ڈاکٹر بھلا کا خیال ہے کہ ہما کو اب ہسپتال میں رہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ ٹھیک ہے۔ ڈاکٹر بھلا، دو نرسیں اس کی تیمارداری کے لیے بھیج رہے ہیں۔ تم لوگ فری۔ تم سب اب آرام کرو۔ تم سب کا بہت بہت شکریہ!"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ڈاکٹر نے سب کی چھٹی کر دی تھی۔ ان بیچاروں میں سے کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا لیکن میں جانتا تھا کہ ڈاکٹر ہما کی بے ہوشی کے باوجود خطرہ محسوس کر رہا ہے اور اُسے ہسپتال میں نہیں رہنے دینا چاہتا۔ اس لیے وہ اُسے واپس لے جا رہا ہے۔ کوئی کیا تعرض کر سکتا تھا ہم سب ہما کے ساتھ باہر آئے۔ ایمبولنس کے بجائے ہما کو ڈاکٹر کی لائی ہوئی وین میں پہنچا دیا گیا۔ زریں ہما کے ساتھ بیٹھ گئیں۔ ڈاکٹر طاہر علی خود وین ڈرائیو کر کے لے گیا۔

"یار غزالی، ڈاکٹر کی کیفیت، بلکہ یہ پورا کیس ہی پُراسرار ہے۔ آخر ہما کو اچانک کیا ہوا۔ ڈاکٹر کے انداز میں اتنی رازداری کیوں ہے؟ مجھے تو کچھ کال میں دال نظر آ رہا ہے!"

"کمال ہے لوگو! اس 'کال' کے 'والے' کو غزالی صاحب سعید کر سکتے ہیں، ان سے مدد کیوں نہیں لی جاتی؟" تنویر نے کہا۔

"چلو پیٹ بھرتے ہوئے اس مسئلے پر غور کریں گے۔" محسن نے کہا۔ پھر بولا "غزالی تمھاری کار بھی کھڑی ہے نا؟"

"ہاں!" میں نے جواب دیا۔

"تنویر کو لے کر شیریمتی پہنچو۔ ہم دونوں بھی آ رہے ہیں۔ آؤ فریحہ!" اُس نے جواب کا انتظار بھی نہ کیا اور فریحہ کا بازو پکڑ کر آگے بڑھ گیا۔ تنویر خاموش کھڑی رہ گئی۔ "شادی کے بعد تو محسن بالکل ہی ہاتھ سے نکل جائے گا۔ تنویر صاحبہ، کیا خیال ہے؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"دونوں بہت چاہتے ہیں ایک دوسرے کو۔ قابلِ رشک ہیں۔" تنویر آہستہ سے بولی۔ ہم دونوں پارکنگ کی طرف چل دیے۔ کار میں میرے برابر بیٹھتے ہوئے وہ دھیرے سے ہنس پڑی۔ میں نے اگنیشن میں چابی گھمائی اور کار آگے بڑھا دی پھر پوچھا۔ "کیا یاد آگیا؟"

"نہیں کچھ نہیں!" اُس نے جواب دیا۔ جب میں نے مزید کچھ نہ پوچھا تو خود ہی بولی "سوچ رہی تھی کہ اگر اس وقت ہمایا جولیا ہمیں دیکھ لیں تو ایک اور کیس تیار ہو جائے گا۔"

"کس کی مجال ہے تنویر کہ... کہ..." میں مناسب الفاظ تلاش کرنے لگا "کہ میرے اور آپ کے بارے میں کوئی غلط بات سوچے!" تنویر نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے بعد وہ کچھ نہ بولی۔ میں نے اس کی خاموشی کو محسوس نہیں کیا۔ یہاں تک کہ ہم شیریمتی پہنچ گئے۔ عمدہ ہوٹل تھا۔ پارکنگ میں محسن کی کار نہیں نظر آئی۔ اندر داخل ہو کر ہم نے ایک کیبن کا رُخ کیا اور اس میں بیٹھ کر پردہ کھینچ لیا۔

"محسن سے بعید نہیں ہے کہ وہ کسی اور ہوٹل میں جا گھسا ہو۔" میں نے کہا۔

"ایں! نہیں ایسا نہیں کریں گے وہ... مشکل ہے۔" تنویر نے کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد محسن اور فریحہ آ گئے۔

"ہم نے ذرا لمبا راستہ اختیار کیا تھا!" محسن شرارت سے بولا۔

"شکر ہے وہ اسی طرف آتا تھا، ورنہ ہم سوکھتے رہتے!" تنویر بولی اور اس کے بعد ہندو طرز کے بہترین کھانوں کا آرڈر دے دیا گیا۔ یہ انتخاب فریحہ کی وجہ سے ہوا تھا۔ کھانے کے دوران مختلف موضوعات زیرِ بحث رہے۔ ہما کے بارے میں ہر پہلو پر غور کیا گیا لیکن کوئی فیصلہ نہیں ہو پایا کہ معاملہ کیا ہے ہاں فریحہ نے ایک خطرناک بات ضرور کہی "ہما جذباتی لڑکی ہے۔ ممکن ہے انکل طاہر علی کی کسی بات پر بگڑ کر کوئی خطرناک اقدام کر بیٹھی ہو۔ اب اس کی حالت درست ہو تو کچھ معلوم ہو۔ ویسے انکل طاہر علی کی کیفیت بھی کچھ پُراسرار نظر آ رہی تھی۔ میرا خیال ہے اگر میں آپ لوگوں کو اطلاع نہ دیتی تو وہ مجھے نہ چھوڑتے۔"

کسی نے اس بات پر تبصرہ نہیں کیا۔ کافی دیر وہاں گزارنے کے بعد سب اٹھ گئے۔ محسن، فریحہ اور تنویر کو لے کر چلا گیا۔ میں نے معذرت کر لی۔ اور کہا کہ میں ابھی کچھ دیر کے لیے دفتر جاؤں گا۔ ہما کے لیے دل بے چین تھا۔ اصل صورتِ حال مجھے معلوم تھی کہ ہوا کیا تھا۔ یقیناً ان دونوں باپ بیٹی کو میں جن حالات میں چھوڑ آیا تھا وہ ایسے ہی کسی حادثے کو جنم دے سکتے تھے۔

بہت دیر تک دفتر میں بیٹھا رہا۔ حسن صاحب موجود نہیں تھے۔ کچھ خواہ مخواہ کے کام کرنے پڑے۔ دل چاہا کہ فون کر کے طاہر علی سے ہما کے بارے میں معلوم کروں لیکن یہ جلتے پر نمک چھڑکنے کے مترادف تھا۔ دفتر بند ہونے پر اٹھا تو گھر جانے کو جی نہ چاہا۔ ہما کی خیریت کسی طرح معلوم ہونی چاہیے تھی۔ طاہر علی کے بارے میں سوچتا تو بہت سے وسوسے جاگنے لگتے۔ کیا اب وہ کوئی انتقامی کارروائی نہیں کرے گا۔ کیا قادر سے رجوع کیا جائے... یا خود ہی احتیاط رکھی جائے۔ بہت عجیب کیفیت تھی۔ ایک گھ کے دو رہنے والوں میں ایک دوست تھا، دوسرا دشمن، اور کوا بات سمجھ میں نہیں آئی تو کوٹھی میں پہنچ گیا۔ اور اندر جانے کی بجا سیدھا انیکسی کی طرف چل پڑا۔ کریم بابا سے ملاقات ہوئی تو وہ ف بول پڑے: "محسن میاں سے ملاقات ہو گئی؟" میں نے اندازہ لگا کہ محسن نے میرے بارے میں کریم بابا سے کچھ پوچھا ہو گا۔ جب فریحہ نے یہاں ہما کے سلسلے میں فون کیا تھا۔ چنانچہ میں نے گردن کر کہا۔ "ہاں! اور کوئی خاص بات کریم بابا؟"

"نہیں میاں! بس اس بچی کے لیے دل جانے کیوں پریشا ہے۔ ابتدا میں جب یہاں آئی تھی تو میری ہی ڈیوٹی لگی تھی اُمر پر۔ یوں لگتا تھا میاں جیسے کوئی ننھا سا بچہ اپنے چاروں طر

ت سے دیکھتا ہو۔ کچھ معلوم ہی نہ تھا بیگی کو۔ کبھی ایکدم سمجھدار نے لگتی تھی اور کبھی منی بچی۔ گٹ پٹ میں ماہر تھی، مگر اردو ٹھیک سے بول پاتی تھی۔ اللہ جانے کہاں چلی گئی۔" میں اندر جاتے جاتے رک کر یم بابا کو دیکھنے لگا۔

"کون بچی؟" میں نے تعجب سے کہا "کس کی بات کر رہے ہیں آپ یم بابا؟"

"ندرت کی میاں! ندرت کی بات کر رہا ہوں۔ تم تو کہہ رہے تھے محسن میاں سے مل لیے ہو!"

"کیا ہو گیا ندرت کو؟" میں نے سخت حیرت سے کہا۔

"اللہ جانے۔ نوکر کہتے ہیں ناراض ہو کر چلی گئی ہے۔ کچھ صحیح ا نہیں میاں۔"

"ندرت!" میرے منہ سے نکلا اور دوسرے لمحے میں باہر دوڑ پڑا۔ ندرت غائب ہو گئی۔ کہاں... کیوں؟ رات کے واقعات میرے ہن میں گردش کرنے لگے۔ اس کی پُراسرار آمد۔ اور اس کے بعد یش آنے والی صورتِ حال اور پھر اس کی گمشدگی۔ کیا وہ مجھ سے آخری ملاقات کرنے آئی تھی؟

برآمدے سے اندر پہنچا تو منہ کا مزہ خراب ہو گیا۔ جولیا سامنے گئی اور رک کر مجھے دیکھنے لگی۔ "ہیلو جولیا! کہیں جا رہی ہو؟" میں نے خلاقاً پوچھا۔

"نہیں! اپنے کمرے میں جا رہی تھی، آؤ!"

"واپسی میں آؤں گا حسن صاحب نے بلایا ہے!" میں نے جواب دیا۔ اور انتظار کیے بغیر آگے بڑھ گیا۔ پھر ایک ملازم سے محسن بارے میں پوچھا اور یہ معلوم کر کے کہ وہ اپنے ہی کمرے میں ہے دھا اس کے پاس پہنچ گیا۔

"ہیلو غزالی! اپنا واقعہ سُن لیا؟" محسن نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔

"ہاں۔ کیا واقعی ندرت؟"

"حالات یہی بتاتے ہیں بیٹھو! میں نے کریم بابا کو فون کر کے تھا کہ جونہی تم آؤ مجھ سے مل لو۔ یار غزالی ہمارا گھر تو طلسم ہوشربا تا جا رہا ہے۔ کیا یہ ساری باتیں تعجب خیز نہیں ہیں؟"

"ہاں ہیں تو! لیکن ندرت کے بارے میں یہ یقین کیوں کر لیا کہ وہ ناراض ہو کر کہیں چلی گئی ہے۔ اور اب واپس نہیں آئے ممکن ہے واپس آ جائے۔"

"وہ کسی سے ناراض ہو کر تو نہیں گئی۔ پورے گھر سے یہ بات علوم کر لی گئی ہے لیکن اپنے قیام کے اس طویل عرصے میں یہ پہلا وقع ہے کہ وہ تنہا گھر سے نکلی ہے۔ ملازمہ کا کہنا ہے کہ وہ رات کو پنے کمرے میں نہیں تھی۔ اور اس کا بستر بے شکن تھا، اور اب ک اس کا کوئی پتا نہیں ہے... یہ ہے صورتِ حال۔"

"حسن صاحب کو اس بارے میں معلوم ہو گیا؟"

"ہاں! انھیں ہم سے پہلے پتا چل گیا تھا۔"

"پریشان ہوں گے؟"

"معلوم نہیں! میں یہ سوچ رہا تھا کہ آخر یہ سب کیا ہے۔ میں نے اب تک کبھی اپنے گھر کے بارے میں کچھ نہیں سوچا۔ سیدھے سادے معاملات رہے ہیں یہاں کے۔ خدا کے فضل سے کوئی اُلجھن نہیں رہی ہے اب تک۔ ڈیڈی کاروبار بخوبی چلا رہے ہیں۔ مجھ پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ لیکن یہ صورتِ حال تشویشناک ہے۔ دونوں گم ہونے والے غیر سہی لیکن اُن کا اِس کوٹھی سے تعلق رہا ہے۔ مجھے اپنے گھر کے بارے میں کچھ تو معلوم ہونا چاہیے۔ بات اپنوں سے نکل کر غیروں تک نہ پہنچ جائے تم سے اس سلسلے میں مشورہ کرنا چاہتا ہوں۔"

میں خاموشی سے محسن کی شکل دیکھتا رہا۔ اس کا احساس بالکل ٹھیک تھا۔ وہ اپنی تشویش میں بالکل حق بجانب تھا۔ اور حسن صاحب اس کی تشویش دور کر سکتے تھے۔ اگرچہ میں بھی یہ کام کر سکتا تھا، لیکن یہ مصلحت کے خلاف تھا۔ چنانچہ میں نے کہا "اتنی تشویش کی بات نہیں محسن۔ تاہم تم اس سلسلے میں حسن صاحب سے گفتگو کر سکتے ہو کیونکہ یہ دونوں کردار حسن صاحب کے ذریعے ہی اس کوٹھی میں داخل ہوئے تھے اور آخر تک انھیں کی ذات تک محدود رہے۔"

"تمھارے خیال میں یہ مسئلہ زیادہ تشویشناک نہیں ہے؟"

"بظاہر تو نہیں! بوڑھا بابا کسی نامعلوم جگہ سے آیا تھا، فرار ہو گیا۔ ندرت کا معاملہ بھی یہی تھا۔ حسن صاحب سے بات کرو محسن، پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے کروں گا۔ اب میرے خیال میں ڈیڈی کو کھل ہی جانا چاہیے، تاکہ میں بھی اپنی کچھ ذمہ داریاں سنبھالوں۔ ٹھیک ہے مجھے ڈیڈی سے بات کرنی چاہیے!"

محسن کو تو اطمینان دلا دیا تھا لیکن خود میری کیفیت بہتر نہیں تھی۔ جو کچھ میں جانتا تھا وہ کوئی بھی نہیں جانتا تھا۔ جو حالات مجھے معلوم تھے وہ خود حسن صاحب کو بھی نہیں معلوم تھے۔ ندرت جہاں کہیں بھی گئی تھی اپنی مرضی سے گئی تھی۔ اُسے اغوا نہیں کیا جا سکتا تھا۔ کم سے کم میں تو یہ بات جانتا تھا۔ وہ ایک حیران کن شخصیت تھی لیکن وہ گئی کہاں، اور کیوں، کیا اُسے بوڑھے بابا کا کوئی سراغ مل گیا تھا؟ مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں تھا کہ ندرت کا بوڑھے بابا سے کوئی تعلق گہرا ہے۔ صورتِ حال کچھ ایسی تھی کہ ایک واقعے سے ذہن زور آزما ہوتا تھا کہ دوسرا پیش آ جاتا۔ طاہر علی کا اقدام، ہما کی کیفیت، ندرت کی مجھ سے حیران کن ملاقات اور پھر گمشدگی۔ کتنے مختصر وقت میں یہ سب کچھ ہو گیا تھا۔ محسن کے پاس سے واپس آیا تو دماغ دکھ رہا تھا۔ سوچتا رہتا تو رات یونہی گزر جاتی اس لیے بستر پر لیٹ کر آنکھیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بند کرلیں اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن نیند تھی کہ نہیں آرہی تھی۔ بیشمار خیالات تھے جو دماغ میں اودھم مچائے ہوئے تھے۔

اتنے میں گھنٹی بج اٹھی۔ یہ ٹیلی فون کی نہیں دروازے کی گھنٹی تھی۔ میں نے پھرتی سے بستر چھوڑ دیا۔ کریم بابا دروازہ کھولنے چلے گئے تھے۔ میں خود بھی وہیں پہنچ گیا۔ حسن صاحب کو دیکھ کر میرا منہ تعجب سے کھل گیا۔ کریم بابا فوراً دروازے سے ہٹ گئے۔ حسن صاحب نے مجھے دیکھا اور پھر غیر محسوس سے انداز میں کوئی اشارہ کیا جسے میں اس وقت تو نہ سمجھ سکا لیکن جب وہ دو قدم آگے بڑھے اور ان کے پیچھے ڈاکٹر طاہر علی کی شکل نظر آئی تو میں اس اشارے کا مفہوم سمجھ گیا۔ البتہ میرے لیے یہ ایک ہوشربا بات تھی۔

حسن صاحب نے کریم بابا سے کہا "کریم بابا آپ انیکسی سے باہر چلے جائیں۔ نیچے بیٹھیں اور کوئی اس طرف آئے تو اُسے منع کردیں، کوئی بھی ہو، خیال رکھیں۔" کریم بابا گردن ہلا کر باہر نکل گئے۔

"تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں مسٹر غزالی۔ ان صاحب کو تو تم جانتے ہی ہوگے؟" حسن صاحب کا لہجہ طنزیہ تھا۔ گو میں ابھی تک صورت حال سمجھ نہیں پایا تھا لیکن اتنا سمجھ گیا تھا کہ حسن صاحب ڈاکٹر طاہر علی کی وجہ سے رویہ بدلے ہوئے ہیں۔

"تشریف لائیے!" میں نے کہا اور ان دونوں کو اپنی خوابگاہ میں لے آیا۔ دماغ ہیجان سے پھٹا جارہا تھا۔

"بیٹھو طاہر علی۔ تم بھی بیٹھو غزالی۔ میں اس وقت... میں اس وقت فیصلہ نہیں کرپا رہا کہ... کہ خود کو کیا سمجھوں۔ تمہارے سلسلے میں؟ میں محسن کا، تمہارے دوست کا باپ بھی ہوں۔ محسن تمہیں میرے پاس لایا تھا اور اس نے بس اتنا ہی کہا تھا کہ تم اس کے دوست ہو اور تمہیں ملازمت درکار ہے۔ بعد کا کام میرا تھا اور میں نے شاید تمہیں ہمیشہ محسن کی برابر نہ سہی لیکن اس سے بہت کم نہیں سمجھا۔ بڑا اعتماد کیا تھا تم پر۔ اور... اور تم لوگوں نے... تم نے مجھے قابلِ اعتماد نہیں سمجھا، سب کچھ ہوتا رہا۔ میں تو بالکل... بالکل ہی..." حسن صاحب بے ربط انداز میں بول رہے تھے! یوں لگتا تھا جیسے ان کے ذہن میں خیالات کا سمندر موجزن ہو اور وہ اپنے جذبات کا صحیح اظہار نہ کرپا رہے ہوں۔ "اور آج بھی... آج بھی خود پر پڑی ہے تو... تو میرے سامنے زبان کھولی گئی ہے ورنہ شاید مجھے صرف بیوقوف ہی بنایا جاتا۔ میں تم سے سوال کرتا ہوں غزالی کیا تم مجھے ان حالات سے آگاہ نہیں کرسکتے تھے؟"

میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ پھر میں نے بھاری لہجے میں کہا "میں سمجھ نہیں سکا۔ دو بڑے آدمی یکجا ہوکر مجھ ناچیز تک کیوں پہنچے ہیں۔ کیا چاہتے ہیں آپ لوگ مجھ سے؟ پہلے مجھے سمجھایئے!"

"تم جانتے ہو غزالی! دکھ تو یہی ہے کہ تم جانتے ہو۔ تمہیں علم تھا کہ ڈاکٹر طاہر علی ایک دوست کے اعتماد کو دھوکا دے ر ہیں۔ ایک مجرمانہ کھیل کھیل رہے ہیں اور تم خاموش رہے... کی آخر کیوں؟" حسن صاحب نے کہا۔ میں نے حسن صاحب کی آنک میں دیکھا اور ایک لمحے کے لیے اُن آنکھوں میں ایک خاموش ابھر آیا لیکن پھر وہ پہلے کے مانند ہوگئیں۔ حسن صاحب ڈرامہ رہے تھے اور یقیناً اس کی کوئی وجہ ہوگی۔ بہرحال مجھے ان کا دینا تھا۔ چنانچہ میں بھی ڈرامے کے لیے تیار ہوگیا۔

"ڈاکٹر طاہر علی صاحب! حسن صاحب کیا کہہ رہے ہیں۔ کہ مجرمانہ کھیل کا الزام لگا رہے ہیں آپ پر... آپ انھیں خاموش کیوں نہیں کردیتے؟ آپ کے پاس تو بہت سے غنڈے ہیں!"

"میں نے ہتھیار ڈال دیے ہیں غزالی۔ جو کچھ کہنا چاہتے کھل کر کہہ لو۔ گالیاں سننا چاہتا ہوں میں تمہارے منہ سے۔ تم سارا قرض چکا دینا چاہتا ہوں۔ جوتا اُتارو اور جتنا دل چاہے مجھے اگر یہاں کوئی قباحت محسوس کرتے ہو تو جہاں دل چاہے جاؤ۔ اب مجھ میں کوئی بوجھ اُٹھانے کی سکت نہیں رہی ہے!"

میں نے ڈاکٹر طاہر علی کے منہ سے یہ الفاظ سنے اور کچھ چاہا مگر الفاظ میری زبان سے نہیں نکل سکے۔ میں کانپ کر رہ گی

"ڈاکٹر طاہر علی نے یہ تحریری اعتراف نامہ پیش کیا۔ غزالی!" حسن صاحب نے جیب سے ایک کاغذ نکال کر میری بڑھادیا۔ وہ ڈاکٹر طاہر علی کے کلینک کے لیٹر پیڈ پر ہاتھ سے لکھ ایک تحریر تھی۔

"میں طاہر علی ولد مظہر علی! بہ ثباتِ عقل و ہوش یہ اعتر کررہا ہوں اور اس کے لیے نہ مجھ پر کوئی جبر کیا گیا ہے اور نہ کوئی د گلا لاگیا ہے۔

میرے دوست حسن احسان نے اپنے ایک بزرگ عز دماغی علاج کے لیے مجھے مقرر کیا لیکن میکے براؤن نامی ایک نے جو حسن احسان کا بزنس پارٹنر تھا کسی کاروباری مخالفت کی پر مجھے پیشکش کی کہ میں اس بوڑھے شخص کا اُلٹا علاج کردو کے عوض مجھے بھاری رقم ادا کی گئی اور میں نے یہ مجرمانہ کارر کردی۔ میں نے مندرجہ ذیل دواؤں کے ذریعے بوڑھے شخص کا توازن مزید خراب کردیا (اس کے بعد دواؤں کے نام تحریر تھے) اس طرح نہ صرف میں نے اپنے مقدس اور معزز پیشے غداری کی بلکہ قانون کا مجرم بھی ہوا، اور اپنے اس جرم کا اعت کرتے ہوئے میں اس کی سزا بھگتنے کے لیے تیار ہوں۔ بوڑھا میری وجہ سے اپنی دماغی صلاحیت حاصل نہ کرسکا اور دیوانگ حالت میں فرار ہوگیا۔ اگر وہ کسی حادثے کا شکار ہوجاتا ہے تو اُس کا قاتل گردانا جاسکتا ہے۔

میرا دوسرا جرم یہ ہے کہ غزالی نامی نوجوان کو میں نے اپنا آلۂ کا انے کی کوشش کی اور اس کے انکار کے بدلے میں اُسے اپنی کوٹھی ے ایک تہ خانے میں چوبیس گھنٹے تک بھوکا، پیاسا حبس بیجا میں ھا۔ اور اس کے ساتھ انتہائی سخت اور اہانت آمیز رویہ اختیار ۔ میں نے اُسے اسی تہ خانے میں موت کے گھاٹ اُتارنے کا فیصلہ تھا لیکن وہ اپنی کوششوں سے وہاں سے نکل گیا۔ یہ تحریر ں نے اپنے ضمیر کے دباؤ سے مجبور ہوکر لکھی ہے اور اس میں صرف چائی ہے، اسے کسی دباؤ یا کسی ذہنی مرض کا نتیجہ نہ سمجھا جائے۔"

ڈاکٹر طاہر علی!

میں نے متحیرانہ نگاہوں سے ڈاکٹر طاہر علی اور حسن صاحب کو یکھا۔ طاہر علی کی نگاہیں جھکی ہوئی تھیں۔ بلاشبہ وہ بیحد دل شکستہ ر شکست خوردہ نظر آرہے تھے۔ ان کی اس کیفیت کا سبب جان نا میرے لیے کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ ان کی اکلوتی اولاد ہما نے کچھ کیا تھا اس کے بعد ڈاکٹر طاہر علی ٹوٹ پھوٹ کر رہ گئے تھے۔ اب نے انھیں ایک اور ہی نظر سے دیکھا۔ مجھے وہ لمحات یاد آئے جب ہما رے لیے جذباتی ہوگئی تھی اور اپنے باپ سے اس طرح پیش ہی تھی جیسے میرے کسی دشمن سے میرا تحفظ چاہتی ہو۔ طاہر علی آخر کے باپ تھے۔ وہ اُن کی عزیز ترین اکلوتی اولاد تھی اور اب میری بہ سے ان رشتوں میں دراڑیں پڑ رہی تھیں۔

طاہر علی کے سلسلے میں دفعتاً میرا دل نرم ہوگیا تھا۔ میں نے اس تراف نامے کو تہ کیا۔ حسن صاحب نے میری طرف ہاتھ بڑھایا۔ مقصد یہ تھا کہ میں یہ کاغذ اُن کے حوالے کردوں۔ لیکن میں نے با ہاتھ پیچھے کرکے اس کاغذ کو پرزے پرزے کردیا۔ حسن صاحب ر ڈاکٹر طاہر علی دونوں چونک اُٹھے اور مجھے دیکھنے لگے۔ کاغذ ے پرزے میں نے مٹھی میں دبالیے اور پھر کریم بابا کو آواز دی۔ یم بابا جو اپنے مالک کی موجودگی کی وجہ سے دروازے کے س پاس ہی موجود تھے، فوراً ہی اندر پہنچ گئے۔ میں نے کاغذ ے پرزے انھیں دیتے ہوئے کہا "کریم بابا! چولہا جلا کر کاغذ کے پرزے چولہے پر رکھ دو اور اس وقت تک وہاں کھڑے رہو ب تک کہ یہ جل کر خاکستر نہ ہوجائیں۔"

"جی صاحب!" کریم بابا نے کاغذ کے پرزے مٹھی میں لیے اور باہر نکل گئے۔ حسن صاحب نے بھاری لہجے میں کہا "کیا م نے امانت میں خیانت نہیں کی غزالی؟ وہ کاغذ میری لیت تھا۔"

"وہ کاغذ آپ کے عزیز ترین دوست اور ہما کے باپ کے لاف ثبوت تھا حسن صاحب! اور ایسی کسی چیز کو محفوظ نہ رکھنا بڑا ظرف ہے۔ جو کچھ میں نے کیا اسے آپ میری مجبوری تصور کریں۔"

ڈاکٹر طاہر علی نے نگاہیں اُٹھا کر مجھے دیکھا اور ایک بار پھر ان کی گردن جھک گئی۔ حسن صاحب گہری سانس لے کر کرسی کی پشت سے ٹک گئے، پھر انھوں نے کہا "مگر میرے ساتھ تو غزالی تم نے بھی بھلائی نہیں کی اور ڈاکٹر طاہر علی نے تو میری دوستی کا بُری طرح مذاق اُڑایا ہے۔ مجھے بتاؤ کہ آخر میں کیا کروں؟"

حسن صاحب کی اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا جاسکا۔ کوئی جواب تھا بھی نہیں۔ کمرے میں مکمل خاموشی چھائی رہی، پھر حسن صاحب ہی کی آواز ابھری۔ "میں ایک کاروباری آدمی ہوں۔ اور میری زندگی پوری سنجیدگی اور انہماک کے ساتھ کاروبار ہی میں گزری ہے لیکن یہ سب کچھ میرے لیے بالکل نیا تھا اور میکے براؤن، طاہر اور غزالی۔ ان میں سے کم از کم دو نام میرے لیے کار آمد نہیں تھے۔" یہ کہہ کر وہ چند لمحوں کے لیے ایک اداس سکوت میں گم ہوگئے۔ اور پھر بولے "مجھے سوچنا ہوگا طاہر علی کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے، اچھا خدا حافظ!" حسن صاحب اچانک اُٹھے اور باہر نکل گئے۔ ڈاکٹر طاہر علی نے اپنی جگہ سے جنبش تک نہیں کی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے کریم بابا کو آواز دی اور وہ اندر آگئے۔

"کافی پئیں گے ڈاکٹر صاحب؟" میں نے پوچھا۔

طاہر علی نے چونک کر مجھے دیکھا پھر بھرائی ہوئی سی آواز میں بولے "ہاں!"

"کریم بابا! زحمت کریں!"

"ابھی لایا میاں!" کریم بابا نے کہا اور باہر نکل گئے۔

"ہما کی طبیعت اب کیسی ہے؟"

"ٹھیک ہے۔ خطرے سے باہر ہے!"

"کیا ہوا تھا اُسے؟"

"نائٹروقل کھالیا تھا۔ بس بچ گئی!" ڈاکٹر نے مجرمانہ انداز میں کہا۔

"کہاں سے مل گئی تھی یہ چیز اُسے؟"

"میرے پاس موجود تھی اور وہ اس کے بارے میں جانتی تھی۔" ڈاکٹر نے جواب دیا اور میں خاموش ہوگیا۔

طاہر علی کچھ دیر کے بعد بولے "مجھے معاف کردوگے غزالی؟"

"جو کچھ ہوا اُسے بھول جایئے ڈاکٹر صاحب! آپ تک پہنچنے والے تمام راستے ہما کے نزدیک سے گزرتے ہیں اور ان پر نفرت کا سفر نہیں کیا جاسکتا۔ میں نے تہ خانے میں بھی آپ سے یہی کہا تھا!"

"میں اُس وقت سمجھا نہیں تھا۔" ڈاکٹر نے متاسفانہ لہجے میں کہا۔

کریم بابا کافی لے آئے۔ ہم نے خاموشی سے کافی پی۔ پھر میں نے کہا "آپ صرف ہما کی خبرگیری کریں اس کے سوا اور کچھ نہ سوچیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

باقی حالات میں ٹھیک کرلوں گا۔"

"کل ناشتا میرے ساتھ کرسکتے ہو؟ ہما بہت سکون محسوس کرے گی!" ڈاکٹر نے عاجزی سے کہا۔

"حاضر ہو جاؤں گا!"

"اب چلتا ہوں!" انھوں نے کہا اور کھڑے ہوگئے۔ میں انھیں ان کی کار تک پہنچانے گیا۔ ڈاکٹر نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ بڑی جھجک تھی ان کے انداز میں لیکن میں نے گرمجوشی سے اُن کا ہاتھ تھام لیا۔ اس کے بعد ڈاکٹر کار میں بیٹھ کر باہر نکل گئے۔

میں مڑا ہی تھا کہ درختوں کی آڑ سے ایک ملازم باہر نکلا اور اُس نے بڑے ادب سے کہا۔" صاب! میری ڈیوٹی لگائی گئی تھی کہ جب ڈاکٹر صاحب چلے جائیں تو آپ کو بڑے صاحب کا پیغام دے دوں۔"

"کیا بات ہے؟"

"وہ اپنے کمرے میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

"چلو!" اور پھر میں نے سوچا کہ نہ دن اپنے رہے اور نہ راتیں۔ حسن صاحب مجھے دیکھ کر مسکرائے۔

"شکر ہے آپ کا موڈ خراب نہیں ہے۔"

"کیوں بھئی! یہ تو بڑی دلچسپ سچویشن تھی۔" حسن صاحب نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"میں نے ڈاکٹر کا اعتراف نامہ پھاڑ دیا تھا۔"

"تم نے بہت اعلیٰ کردار کا ثبوت دیا۔ شاباش!" حسن صاحب نے گہرے جذبے کے ساتھ کہا۔

"میں تو ڈر رہا تھا کہ کہیں آپ میرے اس اقدام پر مجھ سے ناراض نہ ہوں۔" میں نے مودبانہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

حسن صاحب ہنسنے لگے، پھر بولے" بھئی زمانۂ طالب علمی سے لے کر کالج اور یونیورسٹی کی زندگی میں کبھی کبھی کسی ڈرامے میں حصّہ نہیں لیا، لیکن یوں لگتا ہے ہم بھی کامیاب اداکار ہیں۔ آج صرف اداکاری کرتے ہوئے ہی تمھارے پاس پہنچے تھے۔ دراصل غزالی میں نہیں چاہتا تھا کہ مجھے جو کچھ معلوم ہے اُسے طاہر علی کے علم میں لاؤں۔ میں تمھیں اُس کی نظروں میں محفوظ رکھنا چاہتا تھا، اور یہ تم پر کوئی احسان نہیں تھا بلکہ درپردہ اس طرح میں طاہر علی کا تم پر اعتماد برقرار رکھنا چاہتا تھا تاکہ وہ یہی سمجھے کہ تم نے ابھی تک مجھے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا اور آئندہ بھی تمھیں اپنی ذہنی حالت سے آگاہ رکھے۔ میں نے تمھیں جو اشارہ کیا تھا وہ اسی سلسلے میں تھا، شکر ہے تم سمجھ گئے۔"

"سمجھا تو نہیں تھا لیکن اتنا اندازہ ضرور ہو گیا تھا کہ آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں!"

"ہاں! اب پوری بات سُنو، شاید طاہر علی کی بیٹی ہما تم سے بہت زیادہ متاثر ہے۔ لیکن میں خود بھی اس بات پر متحیر ہوں کہ تم نے مجھ کو بھی حقیقت نہیں بتائی۔ یہ تو آج معلوم ہوا کہ تمھاری لمبی غیر حاضری بوڑھے کی تلاش کے سلسلے میں نہیں تھی بلکہ تم طاہر علی کی قید میں تھے!"

"ڈاکٹر طاہر علی نے کیا تفصیل بتائی آپ کو؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں! میں خود بھی تمھیں سُنانا چاہتا ہوں۔ کہنے لگا کہ جس وقت میں نے اس سے بوڑھے کے علاج کے سلسلے میں رابطہ قائم کیا اُس کے کچھ ہی دن کے بعد میکے براؤن نے اس سے رابطہ قائم کرلیا اور اُسے ایک بھاری رقم دے کر یہ پیش کش کی کہ بوڑھے کے علاج کے سلسلے میں وہ اُسے غلط دوائیں دے تاکہ اس کا حافظہ بحال نہ ہو سکے۔ میکے براؤن نے اُس سے یہ بھی کہا کہ بوڑھا ایک بہت بڑے خزانے کی چابی ہے۔ اس کی کچھ تفصیل بھی اُس نے طاہر علی کو بتائی۔ اور یہ پیش کش کی کہ جب وہ اپنے کاروباری معاملات سے فارغ ہولے گا تو بوڑھے کی یادداشت بحال کرکے خزانہ تلاش کیا جائے گا۔ طاہر علی اُسی وقت سے سازشوں میں مصروف ہوگیا۔ وہ ایک ماہر برین سرجن ہے۔ اسی لیے اُس نے کوئی ایسی دوا تو نہیں دی بوڑھے کو، جو اس کا دماغ مکمل طور پر معطل کردے، لیکن اس کی یادداشت بھی واپس نہ آنے دی۔ پھر طاہر علی نے مجھے بتایا کہ میکے براؤن نے جولیا کو یہاں بھیجا اور اُس کے ذریعے طاہر علی کو کچھ پیغامات بھجوائے یہاں اتفاق سے تم بوڑھے کے نگران مقرر ہوگئے تھے اس لیے طاہر علی نے تم تک بھی ہاتھ بڑھائے اور اپنی دانست میں تمھیں اچک لیا وہ یہی تمام تفصیلات بتا رہا تھا۔ اُس نے کہا کہ بوڑھے کی تلاش کے سلسلے میں اُس نے تمھیں اغوا کرکے قید کرلیا تھا، لیکن اس کی بیٹی ہما تمھیں بہت چاہتی ہے۔ تم قید خانے سے نکل کر فرار ہوئے اور ہما کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو اُس نے زہر کھالیا اور خودکشی کی کوشش کی اور اس کی اس حالت کے پیش نگاہ ڈاکٹر کا ضمیر جاگ اٹھا، چنانچہ اُس نے مجھ سے آکر یہ تمام اعترافات کرلیے۔

"میں یہ نہیں چاہتا تھا غزالی کہ اس بات کا اظہار کروں کہ مجھے اس سلسلے میں کچھ معلوم ہے، چنانچہ میں نے طاہر علی کے سامنے تمھیں بہت بُرا بھلا کہا اور ڈاکٹر کو لے کر تمھارے پاس آگیا۔ یہ اعتراف نامہ اُس نے مجھے اس لیے پیش کیا تھا کہ میں جو چاہوں اُسے سزا دوں۔ یہ ہے صورتِ حال، ظاہر ہے اس سے زیادہ میں اُس سے اور کوئی بات نہیں کرسکتا تھا، تم سے مشورہ کرنا ضروری تھا۔ ویسے تم نے مجھ سے یہ تفصیل کیوں چھپائی؟"

"میں آپ سے کہہ چکا ہوں حسن صاحب کہ بہت سی باتیں

ایسی ہیں جو میں آپ سے چھپائے ہوئے ہوں اور وقت آنے سے پہلے کبھی ظاہر نہیں کروں گا۔"

"بھئی کمال کے انسان ہو! بہرحال تم پر اعتماد ہے مجھے، جو کچھ میں نے ڈاکٹر طاہر علی کے سامنے کہا کہیں اُسے حقیقت نہ سمجھ بیٹھنا!"

"نہیں حسن صاحب آپ کے اس اعتماد پر مجھے فخر ہے۔" میں نے متاثر لہجے میں کہا۔

"سوال یہ ہے عزیز کہ اب آئندہ پروگرام کیا ہو؟"

"ڈاکٹر طاہر علی اب ایک پٹا ہوا مہرہ ہیں، بات میکے براؤن کی رہ جاتی ہے اسے اور چیت کرنا ہوگا۔" میں نے کہا۔

"بڑی عمدہ بات کہی تم نے۔ واقعی اس اکھاڑے میں طاہر علی تو چت ہوگیا۔ میکے براؤن اکھاڑے میں آجائے تو پھر اصل کھیل شروع کیا جائے۔" حسن صاحب نے پُرمسرت انداز میں کہا۔

"طاہر علی کے ساتھ اب کیا رویہ رہے گا آپ کا؟"

"جو کچھ اُس نے کیا ہے میرے خیال میں اب نہیں کرے گا۔ چنانچہ کیوں نہ اُسے معاف کر دیا جائے۔"

"یقیناً یہ بہتر ہوگا!" میں نے تائید کی۔

حسن صاحب نے کہا" اب یہ بتاؤ کہ میکے براؤن کی آمد کے بارے میں ڈاکٹر طاہر علی کو بتایا جائے یا نہیں؟"

"ضروری نہیں ہے! البتہ دوسرے طریقے سے طاہر علی کو اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ مسٹر براؤن سے رابطہ قائم کریں!" میں نے کہا۔

حسن صاحب پُرخیال انداز میں ٹھوڑی کھجانے لگے۔ پھر مسکرا کر بولے" ٹھیک ہے طاہر علی کا یہ تعاون کارآمد رہے گا۔ بس مجھے تم سے یہی بات کرنی تھی۔ رات بہت گذر گئی ہے آرام کرو۔"

"ندرت کی طرف سے آپ بالکل بے فکر ہیں حسن صاحب!" میں نے کہا۔

"نہیں بھئی! تحقیقات کرچکا ہوں اس سلسلے میں، ویسے اس بارے میں کئی بار اس انداز میں سوچ چکا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ ایک دن وہ یہاں سے چلی جائے گی۔"

"کیا مطلب؟"

"اس خاندان میں اسے کبھی تسلیم نہیں کیا گیا۔ تم نے خود بھی دیکھا ہوگا کہ کوئی اسے لفٹ نہیں دیتا تھا۔ سب اس سے الگ تھلگ رہتے تھے۔ کب تک اس ماحول میں گذارا کرتی۔ میں سب سے معلوم کرچکا ہوں کوئی خاص بات نہیں ہوئی، وہ خود ہی چلی گئی ہے۔" حسن صاحب کے لہجے میں سادگی تھی۔ وہ اب تک ندرت کی اہمیت سے واقف نہیں تھے اور اس کے چلے جانے کو معمولی واقعہ سمجھتے تھے۔

میں نے پوچھا" کیا آپ اُسے تلاش نہیں کریں گے یا آپ کو اُس کے جانے کا افسوس نہیں ہے؟"

"میاں! انسان کو انسان سے پیار ہو ہی جاتا ہے۔ میں نے اُسے بیٹی کہا تھا لیکن اس کی شخصیت کے لیے میں ان لوگوں کی توجہ نہیں حاصل کرسکا۔ مجھے احساس رہتا تھا کہ وہ یہاں ناخوش ہے۔ مل گئی تو سمجھا بجھا کر لے آؤں گا ورنہ... اور پھر تم جانتے ہی ہو وہ اسی طرح ملتی ہے اور اسی طرح چلی جاتی ہے۔"

"ٹھیک ہے حسن صاحب! اجازت دیجیے!" میں نے کہا اور حسن صاحب کو سلام کرکے چلا آیا۔ ندرت کے بارے میں حسن صاحب کی رائے اس سے زیادہ نہیں تھی لیکن میں کسی قیمت پر ندرت کے بارے میں کوئی انکشاف نہیں کرسکتا تھا۔ اس کی ذات کے بھید میرے لیے چیلنج تھے اور میں ہی انھیں کھولنے کا خواہش مند تھا۔

دوسری صبح کسی کو کچھ بتائے بغیر میں طاہر علی کی کوٹھی چل پڑا۔ نو بجنے میں دس منٹ باقی تھے جب میری کار ان کی کوٹھی میں داخل ہوئی۔ طاہر علی برآمدے ہی میں تھے۔ آگے بڑھ کر مجھ سے ہاتھ ملایا۔" تمھارے لیے ہی کھڑا تھا۔"

"سوری ڈاکٹر دیر تو نہیں ہوگئی؟"

"قطعی نہیں۔ آؤ!"

"ہما کے پاس چلیں!" میں نے کہا اور ڈاکٹر کے ساتھ ہما کے کمرے میں پہنچ گیا۔ ہما جاگ رہی تھی۔ ایک نرس اس کے پاس موجود تھی۔ اس نے مجھے اور طاہر علی کو یکجا دیکھا تو میرے چہرے کا جائزہ لیتی رہی اسی وقت ڈاکٹر نے نرس سے تنہائی کی درخواست کی اور وہ باہر چلی گئی۔

"ناشتا ہمارے ساتھ ہی کروگی ہما؟" ڈاکٹر نے کہا۔

"ڈیڈی آپ بھی باہر چلے جائیے!" وہ بولی۔ اور ڈاکٹر گردن جھکا کر باہر نکل گیا۔

میں ہما کے بستر پر بیٹھ گیا۔" محترمہ! مجھے آپ سے شکایت ہے۔ اتنا سخت قدم اُٹھاتے ہوئے آپ نے میرے بارے میں کچھ نہیں سوچا... کیوں؟"

"تم نے غزالی... تم نے ڈیڈی کو معاف کردیا؟ انھوں نے معافی مانگی تھی تم سے؟"

"ہاں! انھوں نے مجھے شرمندہ کیا تھا۔ میرے اور ان کے درمیان اب کوئی دشمنی نہیں ہے، پہلے بھی نہیں تھی، وہ میرے ساتھ کچھ بھی کرتے، آخر کو تمھارے ڈیڈی تھے اس لیے میرے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بہت کچھ تھے۔"

"غزالی! مجھے بہلا تو نہیں رہے۔ دل سے معاف کر دیا ہے تم نے ڈیڈی کو؟ بہت بُرا کیا تھا انھوں نے تمھارے ساتھ۔ تمھارے جانے کے بعد میری اُن سے زبردست جنگ ہوئی۔ بچ گئی ہوں ورنہ بچنا نہیں چاہتی تھی۔"

"ڈاکٹر صاحب نے مجھے ناشتے پر بلایا ہے۔ تم پر کوئی پابندی تو نہیں ہے، ناشتا تو ہمارے ساتھ ہی کرو گی؟"

"ہاں چلو مجھے سہارا دو۔ ڈیڈی کے پاس لے چلو، بہت بدتمیزی کی ہے میں نے اُن سے۔" ہما نے کہا

ہم دونوں ڈاکٹر طاہر علی کے پاس پہنچ گئے پھر ناشتا کیا گیا۔ ہما کے لیے ناشتا الگ تھا اس دوران باتیں جاری رہیں۔ ڈاکٹر نے ہما کے سامنے ہی کہا: "غزالی! میں جس چکر میں الجھ کر مصیبت میں گرفتار ہوا ہوں، اس سے کوئی دلچسپی نہیں رکھنا چاہتا مجھے اب بوڑھے یا میکے براؤن سے کوئی غرض نہیں ہے۔ اگر کسی طرح ممکن ہو سکے تو تم حسن کا مل میری طرف سے معاف کر دو، جو کچھ ہوا میرے لیے بہت ہے کیا تم میرے لیے زحمت کرو گے؟"

"یہ میری ڈیوٹی ہے ڈاکٹر صاحب زحمت کیسی... خود میری پوزیشن بھی خراب ہے کچھ وقت گذر جانے دیں، سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"ہاں تمھاری پوزیشن واقعی بہت خراب ہو گئی ہے اور اس کا ذمہ دار میں ہوں۔ تم نے میرے ہاتھوں اتنی تکلیف اٹھانے کے باوجود حسن کو کچھ نہیں بتایا؟ بہت بڑے ہو بیٹے، بہت اچھے ہو۔ میں بھی بھٹک گیا تھا بہت پستیوں میں چلا گیا تھا۔ ڈوبتے ڈوبتے بچا ہوں۔ ہما چلی جاتی تو پھر کیا رہ جاتا میرے پاس، جو رہ جاتا اس کا کیا کرتا۔" ڈاکٹر کی آواز بھر آ گئی۔

"آپ کو یقین آ گیا ہے، ڈاکٹر صاحب کہ بوڑھے کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم۔"

"پلیز غزالی! اب کچھ نہ کہو!"

"تھوڑی سی معلومات حاصل کر سکتا ہوں آپ سے؟"

"ہاں ضرور... کہو؟"

"میکے براؤن کو آپ نے بوڑھے کی گمشدگی کی اطلاع دی؟"

"جولیا نے دے دی ہے!"

"اُس کی طرف سے کوئی جواب ملا؟"

"ابھی تک نہیں۔ جولیا یہی کہتی ہے۔"

"اگر ممکن ہو سکے تو اُس سے رابطہ قائم کریں اور یہ اطلاع دے کر اس کا ردِ عمل معلوم کریں۔"

"تم چاہتے ہو تو ٹھیک ہے... کروں گا۔" ڈاکٹر نے جواب دیا۔ کافی دیر تک میں ان لوگوں کے ساتھ رہا اور پھر وہاں سے چلا آیا۔ راستے میں میرے ذہن میں بے شمار خیالات تھے۔ سیدھا دفتر ہی پہنچا تھا۔ وہاں بھی اسی بارے میں سوچتا رہا۔ بوڑھا غائب تھا۔ ندرت گم ہو چکی تھی۔ ڈاکٹر طاہر علی راہِ راست پر آ گئے تھے میکے براؤن گم تھا۔ ڈائری میرے پاس تھی۔ اب اس کھیل کو آگے کس طرح بڑھایا جائے۔ اگر میں بھی اس سے دلچسپی ختم کر دوں تو پھر بات ہی کیا ہے گی ساتی تنگ و دو بیکار جائے گی۔ کھیل ختم نہیں ہونا چاہیے۔ کچھ ہونا چاہیے۔ لیکن کیا؟ سوچ کا سفر جاری رہا اور پھر ایک خیال دماغ میں آیا تو میں اچھل پڑا۔ اس پر غور کرنے لگا اور کرتا رہا۔ یہ پروگرام کچھ جم رہا تھا لیکن اس میں خاصا جھمیلا تھا، اس پر کام کرنا پڑتا۔ حسن صاحب سے مشورہ ضروری تھا۔ ان کے آفس فون کیا تو وہ موجود نہیں تھے۔

رات کو کوٹھی پر اُن سے ملاقات ہوئی۔ مزید خوش اخلاقی اور محبت سے پیش آئے۔ میں نے ڈاکٹر طاہر علی سے ملاقات کی تفصیل بتائی تو ہنسنے لگے: "ٹھیک ہے وہ صبح کا بھولا تھا لیکن میں اس براؤن کے بارے میں بہت غور کر رہا ہوں۔ نہ جانے کیوں شبہ ہو رہا ہے غزالی کہ بوڑھا کسی طرح براؤن کے ہاتھ لگ گیا ہے۔"

"مجھے اس خیال سے اختلاف ہے حسن صاحب!"

"ہوں! تمھارے پاس کوئی ٹھوس دلیل ہو گی۔"

"اگر بوڑھا میکے براؤن کو مل جاتا تو وہ یہاں نہ چھپا ہوتا بلکہ اُسے لے کر کب کا نکل چکا ہوتا اور اس کے بارے میں یہی پتا چلتا کہ وہ فرانس یا بلجیم میں ہے۔ اگر وہ یہاں سے چلا گیا ہوتا تو جولیا بھی اب یہاں نہ ہوتی۔ بوڑھا اُس کے ہاتھ نہیں لگا۔"

"گویا جولیا اپنے باپ کی یہاں موجودگی سے واقف ہے۔"

"ممکن ہے ایسا نہ ہو۔ لیکن میکے براؤن کو برآمد کیا جا سکتا ہے۔"

"کیسے؟" حسن صاحب نے پوچھا۔

"میرے ذہن میں ایک پروگرام ہے!" میں نے جواب دیا اور حسن صاحب مجھے دیکھنے لگے۔ اُن کی آنکھوں میں دلچسپی کے تاثرات تھے: "مجھے بتاؤ کیا پروگرام ہے؟"

"میکے براؤن کے ساتھ اب کوئی رعایت نہیں برتی جا سکتی اس نے سازش کی ابتدا کی ہے، اب اسے صرف جواب دیا جائے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ جولیا کو اغوا کر دوں۔" میں نے کہا اور حسن صاحب اچھل پڑے۔

"کیا؟" اُن کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"مجبوری ہے حسن صاحب! میں تمام اقدار کا احترام کرتا

لیکن براؤن کی سازش کو طشت از بام ہونا چاہیے۔ طاہر علی تائب ہو چکے ہیں اور میکے براؤن بھی ہتھیار ڈال دیتا ہے تو پھر یہ آپ پر منحصر ہے کہ اس کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔ اس طرح یہ کھیل آگے بڑھے گا، ورنہ بوڑھا نکل گیا ہے کوئی اور شکل بھی سامنے نہیں ہے، خاموشی کے سوا ہمارے پاس کیا چارہ ہے۔"

حسن صاحب پُرخیال انداز میں ٹھوڑی کھجاتے رہے۔ پھر انھوں نے کہا "اس پروگرام کے دوسرے پہلوؤں پر بھی غور کر لیا؟"

"مثلاً؟"

"جولیا ہمارے پاس آئی ہے!"

"بیشک!"

"اس کی دیکھ بھال ہماری ذمہ داری ہے۔ براؤن سے میرے کافی گہرے تعلقات ہیں۔ اس کی سازش کم از کم منظرِ عام پر نہیں آئی ہے۔ اس طرح کچھ مروت باقی رہ جاتی ہے اور پھر وہ بچی تنویر کی دوست بھی ہے۔ دوسری بات اس کی اپنی حیثیت کی ہے۔ اس کے گم ہونے کے بعد پولیس بھی متحرک ہو جائے گی، بات بگڑ کر رہ جائے گی۔"

"پروگرام اس انداز میں ترتیب دیا جائے گا کہ بات نہ بگڑے!" میں نے کہا۔

"کوئی ایسا پروگرام شاید تمھارے ذہن میں ہے۔ آخر کیا کرو گے؟"

"پروگرام بنانا پڑے گا۔ آپ صرف یہ فرمائیے کہ آپ اسے ناپسند نہیں کریں گے؟"

"نہیں!" حسن صاحب بہت الجھ گئے تھے۔ پھر انھوں نے کہا "اس بچی کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچے گا؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کی ذمہ داری میں قبول کرتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"وہ واپس تو آئے گی نا؟"

"ہاں کیوں نہیں!"

"واپس آ کر وہ کیا بیان دے گی؟"

"جو کچھ بھی کہے گی ہمارے خلاف نہیں ہو گا۔" میں نے جواب دیا۔

"جیسا مناسب سمجھو کرو! لیکن بات بگڑ نہ جائے میکے براؤن خاصا بااثر آدمی ہے اگر وہ بچے پڑنے پر کچھ کر بیٹھا تو ہمیں سنبھالنا مشکل ہو جائے گا۔"

"میں کوئی موثر پلان بناؤں گا۔ آپ اطمینان رکھیں بس آپ کی اجازت ضروری ہے۔"

"او کے! دیکھ لو یہ بھی کر کے۔" حسن صاحب نے کہا۔

اس کے بعد سارا کام میرا تھا۔ حسن صاحب نے ٹھیک کہا تھا۔ میں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا ایک غیر ملکی سرمایہ دار کی بیٹی کے اغوا کا معاملہ اتنا معمولی نہیں ہو گا۔ پولیس بھی حرکت میں آ جائے گی۔ ایسی شکل میں اگر بات کھل گئی تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ حسن صاحب کی بھی پوزیشن خراب ہو جائے گی، کوئی ایسی ترکیب ہو کہ کام بھی ہو جائے اور کوئی مشکل بھی نہ ہو۔ بہت غور کیا اس موضوع پر لیکن ٹھوس بات ذہن میں نہیں آئی۔

دوسری شام میں کوٹھی واپس آیا تو ساری پلٹن لان پر ڈیرا جمائے ہوئے تھی۔ فریحہ بھی تھی، محسن کیوں نہ ہوتا۔ تنویر اور جولیا بھی تھیں، مجھے بھی زور زور سے آوازیں دے کر وہیں بلوا لیا گیا۔

"پچھلے کچھ دنوں سے فضا پر کچھ بے کیفی چھائی ہوئی ہے۔ اس سے نجات پانی چاہیے۔ یہ کانفرنس اسی سلسلے میں ہے۔" محسن نے کہا۔

"خوب! کیا تبدیلیاں عمل میں لائی جا رہی ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"تمھارا مشورہ بھی شامل ہونا چاہیے۔ کہیں لمبا نکلا جائے، کوئی ایسا پروگرام بناؤ جو چند روز کے لیے باہر نکل چلیں۔" محسن نے کہا اور اسی وقت ایک خیال ذہن میں آ گیا اور کچھ ایسا ہی کہ فوراً ہی میں نے اس پر عمل شروع کر دیا: "سوری حضرات! بدقسمتی سے میرے سپرد ایک اور ذمہ داری کر دی گئی ہے۔"

"کیا مطلب؟" محسن نے چونک کر پوچھا۔

"بس بھائی ملازم قسم کے آدمی ہیں، جو ڈیوٹی مل جائے۔"

"ڈیوٹی کیا ہے آخر؟"

"ہما کی بیماری تمھارے علم میں ہے۔ ڈاکٹر طاہر علی اسے میرے ساتھ رانی کھیت بھیج رہے ہیں، ہما میرے علاوہ کسی اور کے ساتھ جانے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اس کی کیفیت کچھ ایسی ہے کہ میں انکار بھی نہیں کر سکتا۔" میں نے کہا۔

جولیا کا تنفس بند ہو گیا تھا، پھر وہ بول پڑی: "تو کیا اب آپ نے ڈاکٹر کی ملازمت اختیار کر لی مسٹر گازالی۔ یہ یہاں سے نوکری کب چھوڑی؟"

جولیا کی بات کو سب نے ہی محسوس کیا۔ تنویر جلدی سے بولی: "ڈاکٹر انکل غیر نہیں ہیں جولی۔ تم نہیں جانتیں اُن سے ہمارے کیسے تعلقات ہیں۔"

"اوہ! ہاں واقعی۔ وہ بہت مخلص انسان ہیں۔" جولیا نے طنزیہ انداز میں مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کے طنز کو میں نے تو سمجھ لیا تھا، کوئی اور نہیں سمجھا لیکن جولیا کا لہجہ کسی کے لیے بھی خوشگوار نہیں تھا۔

محسن نے کہا: "کیوں نہ ہم لوگ بھی رانی کھیت چلیں غزالی؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"سوری بھئی! مجھے اس بات کا علم نہیں تھا کہ تم لوگ بھی پَر تولے بیٹھے ہو لیکن میری درخواست ہے تم کہیں اور چلے جاؤ۔ ہما صرف میرے ساتھ جانا چاہتی ہے۔ امید ہے محسوس نہ کرو گے۔" فریحہ مسکرا دی۔ جولیا آگ بھبھوکا ہو گئی، تنویر کا چہرہ کسی خاص تاثر کا مظہر نہیں تھا۔ اُس نے کہا: "اس میں حرج بھی کیا ہے۔ اور پھر ہم اتنا لمبا پروگرام نہیں بنا سکتے۔ اگر غزالی صاحب مصروف ہیں تو انھیں اس پروگرام میں نہ گھسیٹا جائے ہم لوگ کوئی نزدیکی جگہ منتخب کر لیتے ہیں۔"

"یقیناً!" فریحہ نے کہا۔

"تم کب تک جا رہے ہو غزالی؟" محسن نے پوچھا۔

"شاید کل ہی۔ رانی کھیت میں ایک خوب صورت عمارت حاصل کر لی گئی ہے۔ ڈاکٹر کے کسی دوست کی ملکیت ہے۔ سُنا ہے اس علاقے میں اس سے خوب صورت عمارت اور نہیں ہے!" میں نے جواب دیا۔

"واپسی کا کیا پروگرام ہو گا؟"

"کوئی تعین نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ ایک معصوم سی کوشش تھی لیکن داؤ اچھا تھا اگر کامیاب ہو جاتا تو ساری مشکلات حل ہو سکتی تھیں۔ ابھی تک آثار بہت بہتر تھے۔ جولیا خون کے گھونٹ پی رہی تھی۔

ڈنر کے فوراً بعد وہ بپھری ہوئی شیرنی کی طرح انیکسی میں داخل ہوئی "تم رانی کھیت نہیں جاؤ گے... سمجھے کبھی نہیں جاؤ گے!"

"مس جولیا!" میں نے سرزنش کرنے والے انداز میں کہا۔

"میں تمھیں نہیں جانے دوں گی، سمجھے!" اُس نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"پتا نہیں کیوں آپ مجھے اپنی ملکیت سمجھ بیٹھی ہیں۔"

"میں تمھیں چاہتی ہوں۔ میں تمھیں کسی اور کے ساتھ نہیں دیکھ سکتی۔"

"تمھاری چاہت سے مجھے کچھ نہیں ملے گا، تمھارے ڈیڈی مجھے ٹھکرا چکے ہیں جولیا۔ اپنا اور میرا وقت برباد مت کرو۔" میں نے مزید خشک لہجہ اختیار کیا۔

"میں نے تم سے کہا تھا کہ میں سب ٹھیک کر لوں گی۔"

"ضرور ٹھیک کرو! ٹھیک کر لو تو مجھے اطلاع دے دینا۔ فی الحال میں ہما کے ساتھ رانی کھیت جا رہا ہوں۔"

"تم نہیں جاؤ گے!"

"جاؤں گا مس جولیا۔ مجھے جانا ہے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ جولیا مجھے گھورتی رہی، پھر پیر پٹختی باہر نکل گئی۔ اس کے جانے کے بعد میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ کھیل شروع تو ہو گیا تھا لیکن اس کے خطرناک ہونے کا اندیشہ بھی تھا۔ بہت سے خیالات ذہن میں آئے۔ پھر میں نے ہما کو اس پروگرام سے آگاہ کر دینا ضروری سمجھا۔ ممکن ہے نتیجہ وہ نہ نکلتا جو میرے ذہن میں تھا بلکہ کچھ اور ہی گڑبڑ ہو جاتی۔ فون پر ہما مل گئی۔

"ہیلو ہما! کیسی طبیعت ہے؟"

"ٹھیک ہوں۔ کہاں سے بول رہے ہو؟"

"کوٹھی سے۔ بھئی ایک کام تمھارے سپرد کر رہا ہوں۔"

"ہاں کہو!" ہما نے خلوص سے کہا۔

"حسن صاحب کی کوٹھی سے کوئی بھی فرد اگر تم سے یہ پوچھے کہ کیا تم میرے ساتھ رانی کھیت جا رہی ہو تو تم اقرار کر لینا۔"

"ٹھیک ہے!" ہما نے جواب دیا۔

"اگر ڈاکٹر صاحب بھی یہ سوال کر بیٹھیں تو اُن سے بھی کہہ دینا کہ ہم نے سیر کا پروگرام بنایا ہے۔"

"کب جا رہے ہیں ہم لوگ؟" ہما نے پوچھا۔

"کل!"

"او کے!"

"تم نے اس کی وجہ نہیں پوچھی ہما؟" میں نے کہا۔

"نہیں!"

"کیوں؟"

"تم نے کہا ہے کافی نہیں ہے!" ہما اعتماد سے بولی۔

"شکریہ ہما۔ کل ملوں گا۔"

"خدا حافظ!" اُس نے کہا اور فون بند کر دیا۔

صبح کو میں نے اس ڈرامے میں کچھ اور رنگ آمیزی کر دی۔ کریم بابا سے بھی یہی کہا تھا کہ میں کچھ دن کے لیے باہر جا رہا ہوں اور پھر میں ایک اٹیچی لے کر باہر نکلا۔ بس ایک داؤ تھا جس کی پچیس فیصد کامیابی کے امکانات تھے۔ کار میں بیٹھ کر چل دیا۔ آفس جانے کے بجائے ہما کے گھر کا رُخ کیا۔ ہما نے بتایا کہ اس سلسلے میں کسی نے اس سے کچھ نہیں پوچھا۔ ڈاکٹر طاہر علی موجود نہیں تھے۔ ہما کے پاس بیٹھا، میں اس سے باتیں کر رہا تھا کہ فریحہ پہنچ گئی۔ ہم دونوں نے اس کا استقبال کیا۔

"تو یہ قصہ تھا ہما! تم واقعی عمدہ ڈرامہ باز ہو۔ میں سمجھی واقعی تم نے کوئی گڑبڑ کر ڈالی مگر اب بات سمجھ میں آ گئی۔ یہ کسی پہاڑی سیرگاہ جانے کا پروگرام تھا، جس کے لیے تم اچانک بیمار ہو گئیں!"

"رانی کھیت!" میں نے تصحیح کی۔

"ہمیں بھی ساتھ لے لیا ہوتا۔ ہم کوئی برا چاہنے والوں میں ہیں کیا؟" فریحہ نے کہا۔

"اصل میں آپ کے ساتھ جھگڑے بہت ہیں مس فریحہ! ظاہر ہے آپ تنہا نہ جاتیں بلکہ جناب محسن صاحب آپ کے ساتھ ہوتے، پھر جناب آپ کو خیال آتا کہ نند بیچاری اداس ہو جائے گی چنانچہ یہ رعایت بھی کی جاتی، نند یعنی تنویر صاحبہ بھلا اپنی پیاری امپورٹیڈ سہیلی کے بغیر کیسے جا سکتی تھیں، نتیجے میں رانی کھیت، چنے کا کھیت بن جاتا کیا فائدہ؟" میں نے مسکرا کر کہا اور فریحہ ہنس پڑی۔

"چلو ٹھیک ہے اللہ مالک ہے۔ جاؤ خدا خیر سے واپس لائے۔" فریحہ نے بڑی بوڑھیوں کے سے انداز میں کہا۔ وہ تھوڑی دیر بیٹھ کر چلی گئی۔ میں نے ہما کو بتایا کہ کس طرح میں نے بطورِ مذاق یہ الفاظ ان کو کہہ دیے تھے اور کس طرح ان لوگوں نے بات کا بتنگڑ بنا دیا۔ ہما مسکرا کر رہ گئی۔ اس لڑکی میں اتنی عظیم تبدیلیاں رونما ہوئی تھیں کہ اس کی شخصیت ہی بدل کر رہ گئی تھی۔

"لیکن اب یہ مذاق سنجیدگی اختیار کر گیا ہے کچھ کرنا ہو گا۔" میں نے ٹھوڑی کھجاتے ہوئے کہا۔

"ڈیڈی ہمیں کہیں جانے سے منع نہیں کریں گے!" ہما نے کہا۔ اور میں چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔ "میرا یہ مطلب نہیں ہما! میں تو یہ کہہ رہا تھا کہ اب کسی مناسب طریقے سے پروگرام کینسل ہونے کی خبر پھیلائی جائے۔"

"اوہ!" ہما کی آنکھوں میں روشن چراغ بجھ گئے لیکن پھر اُس نے فوراً سنبھل کر کہا "یہ بھی کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ میں کہہ دوں گی کہ ڈاکٹر نے کہا ہے کہ ابھی میں سفر کے قابل نہیں ہوں اس لیے ہم نے یہ پروگرام عارضی طور پر ملتوی کر دیا ہے۔"

"ہم رات کو اچانک نمودار ہوں گے اس سے قبل یہی سمجھا جانا چاہیے کہ ہم جا چکے ہیں۔"

"پھر کہیں نکل جاتے ہیں یا کچھ اور کام ہے تمھیں؟" ہما نے پوچھا۔

"ہاں! کچھ مصروفیت ہے۔ شام کی چائے تمھارے ساتھ پیوں گا۔" میں نے جواب دیا اور پھر ہما سے رخصت ہو کر طاہر علی کی کوٹھی سے نکل آیا۔ اب مجھے جولیا کی فکر تھی، اس کے اقدامات پر ہی پروگرام کی کامیابی کا انحصار تھا۔ تھوڑی دیر سوچتا رہا۔ پھر ایک کیسٹ کی دکان سے کریم بابا کو فون کیا اور ان سے جولیا کے بارے میں دریافت کیا۔

"ہمیں کچھ نہیں معلوم صاحب کوئی خاص بات ہے کیا! آپ ابھی گئے نہیں؟"

"کریم بابا! آپ کو پوری احتیاط اور رازداری کے ساتھ یہ بات معلوم کر کے مجھے بتانی ہے کہ جولیا کوٹھی میں ہے یا نہیں؟ اس طرح معلوم کریں کہ کسی کو شبہ نہ ہو۔"

"اس کے لیے ہمیں جانا پڑے گا۔" کریم بابا بولے "اور پھر میں نے ... تک پڑے ..."

"تھوڑی دیر کے بعد میں آپ کو فون کروں گا۔" ... رات تک نشانے

"یہ ٹھیک ہے!" کریم بابا نے کہا۔ اور میں نے فون بند کر دیا۔ کیسٹ کا شکریہ ادا کر کے اُسے کال کی قیمت ادا کی اور واپس کار میں آ بیٹھا۔ دفتر کا رُخ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، یونہی آوارہ گردی کرتا رہا۔ ایک گھنٹے کے بعد دوبارہ کریم بابا کو فون کیا۔ انھوں نے بتایا کہ جولیا صبح سے گئی ہوئی ہے اور ابھی تک واپس نہیں آئی۔

"کیسے معلوم ہوا آپ کو؟" میں نے سوال کیا۔

"چوکیدار سے باتوں باتوں میں پوچھ لیا۔ پھر کوٹھی میں جا کر ایسے ہی معلوم کر لیا کسی کو شبہ نہیں ہو سکا ہے۔"

"شکریہ کریم بابا!" میں نے کہا — اور فون بند کر دیا۔ کچھ کچھ اطمینان ہوتا جا رہا تھا لیکن ابھی مکمل سکون نہیں تھا۔ حسن صاحب کو صورتِ حال سے پوری طرح آگاہ کرنا تھا کیونکہ اس کے بغیر بات نہیں بن سکتی تھی بہت غور و خوض کے بعد بالآخر دفتر پہنچ گیا۔ حسن صاحب کی کار دفتر کی عمارت کے سامنے موجود تھی۔ میں سیدھا اُن کے کمرے میں چلا گیا۔

"آؤ غزالی! میں نے تھوڑی دیر قبل گھر فون کیا تھا۔ عجیب اطلاع ملی، وہاں سے ناصر نے بتایا کہ تم نے اچانک کسی پہاڑی مقام پر جانے کا پروگرام بنا لیا اور شاید روانہ بھی ہو گئے۔ مجھے یقین نہیں آیا لیکن حیران ضرور ہو گیا... کیا قصہ ہے کیا واقعی...؟"

"اسی تفصیل کے لیے حاضر ہوا ہوں!"

"بیٹھو۔ کھڑے کیوں ہو! بیٹھو پلیز۔" حسن صاحب نے کہا اور میں بیٹھ گیا۔ "ہاں اب بتاؤ؟"

"یہ افواہ میں نے رات کو اُڑائی تھی۔ اور صبح کو کچھ ایسے اقدامات کیے کہ لوگ اس افواہ کو حقیقت سمجھیں۔"

"اس کی کیا ضرورت پیش آ گئی؟"

"وہی عرض کر رہا ہوں! معاف کیجیے گا حسن صاحب کچھ ایسی باتیں کرنی پڑ رہی ہیں جو احتراماً نہیں کرنی چاہئیں لیکن مجبوری ہے۔ ہما میری یونیورسٹی کی دوست ہے اور میں اس کے لیے دل میں بھائیوں کا سا جذبہ رکھتا ہوں لیکن کچھ لوگ ہماری اس محبت کو دوسری نگاہ سے دیکھتے ہیں، انہی میں میکے براؤن کی بیٹی جولیا بھی ہے۔ وہ آزاد ماحول کی لڑکی مشرق میں رومان تلاش کرتی پھر رہی ہے اور اُس نے مجھے بھی نشانہ بنانے کی کوشش کی ہے۔ میں اس کی اس حماقت کو کوئی اہمیت نہیں دیتا لیکن اس وقت میری خود غرضی نے مجھے ایک قدم اُٹھانے پر مجبور کر دیا۔"

"بڑی اُلجھی اُلجھی باتیں کر رہے ہو!"

"رات کو میں نے اس پروگرام کا اعلان صرف جولیا کی وجہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"سوری، خاطر خواہ نکلا۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو جولیا تڑکے بیٹھے ہی رانی کھیت کے لیے روانہ ہو چکی ہوگی۔"

"کیا؟" حسن صاحب اچھل پڑے۔

"جی ہاں! اس کے کوٹھی سے چلے جانے کی اطلاع مل چکی ہے۔"

"لیکن کیوں؟"

"اس لیے کہ وہ مجھے ہما کے ساتھ تنہا کسی تفریحی مقام پر نہیں چھوڑ سکتی۔"

"رقابت؟"

"جی ہاں!"

"لیکن اس کا مقصد؟"

"اس کا رانی کھیت تک پہنچنا۔ وہاں مجھے تلاش کرنا اور پھر وہاں سے واپسی، کم از کم ایک ہفتہ لگ جائے گا۔ وہ چونکہ گھر میں کسی کو بتا کر نہیں گئی ہوگی اس لیے آپ کو یقیناً اس کی گمشدگی پر بہت پریشان ہونا چاہیے۔ کل صبح تمام انگریزی اخبارات میں جولیا کی تلاش کا اشتہار چھپوا دیں۔ اردو اخبارات کو یہ اشتہار قطعی نہ دیا جائے کیونکہ پھر ایک بہت بڑی آبادی اس کی تلاش میں مصروف ہو جائے گی۔ ہمیں یہ اخبار صرف میکے براؤن کو پڑھوانا ہے، اس کے علاوہ وہ قانونی کارروائیاں بھی کرنی ہیں جو اس سلسلے میں کی جا سکتی ہیں ان چند روز میں ہی ہمیں یہ سب کچھ کر لینا ہے، جب تک کہ جولیا واپس نہیں آجاتی۔"

"اوہ۔ خدا کی پناہ! تو گویا یہ اس پروگرام کا ایک حصہ ہے۔" حسن صاحب نے حیرت سے کہا۔

"جی ہاں! واپس آکر جولیا یہ نہیں کہہ سکے گی کہ اسے اغوا کیا گیا تھا یا کوئی اور سازش کی گئی تھی اس کے خلاف!" میں نے جواب دیا اور حسن صاحب آنکھیں پھاڑے مجھے گھورتے رہے۔ پھر بولے "کمال کیا ہے تم نے غزالی۔ بڑی ذہانت سے پروگرام بنایا ہے۔ اگر سب کچھ توقع کے مطابق ہو جائے تو واقعی بڑی بات ہوگی، اس سے عمدہ طریقہ دوسرا نہیں ہو سکتا۔ واہ۔"

"آپ اس سلسلے کے ضمنی کام کر لیں۔"

"ہاں! کم از کم شام تک انتظار تو کر لیا جائے۔ گھر میں تھوڑا سا تشویش کا ماحول بھی تو پیدا کرنا ہوگا۔ یا پھر میں یوں کرتا ہوں کہ ابھی سے اس سلسلے میں کارروائی کا آغاز کر دیتا ہوں کوئی صورت نکالتا ہوں۔ بس خدا کرے وہ ارادہ ملتوی کر کے واپس نہ آجائے۔ حالانکہ غزالی اس بچی کے لیے دل کڑھ رہا ہے۔ خدا کی قسم میکے براؤن کتنا ہی کمینہ کیوں نہ ہو اس بچی سے مجھے کوئی پرخاش نہیں ہے اگر نکل گئی تو نہ جانے کہاں کہاں بھٹکتی پھرے گی، کسی بڑی مصیبت میں نہ گرفتار ہو جائے۔"

"ایسا نہیں ہوگا حسن صاحب! آپ کی شرافت آپ کو یہ احساس دلا رہی ہے، ورنہ وہ اتنی معصوم نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں وہ کسی مصیبت میں نہیں پھنسے گی۔ آپ اپنا کام شروع کریں۔" حسن صاحب نے گردن ہلادی۔

جولیا کا چلا جانا کوئی سنگین بات نہیں تھی، اس سے قبل بھی وہ کئی بار سارا سارا دن گھر سے غائب رہی تھی، خاص طور سے ان دنوں جب میکے براؤن ہوٹل میرینا میں تھا، جولیا دن دن بھر اس کے پاس رہتی تھی لیکن حسن صاحب نے اس وقت کچھ ایسا ماحول پیدا کیا کہ ہر شخص کو چند ہی گھنٹوں میں یہ احساس ہونے لگا کہ جولیا حیرت انگیز طور پر گم ہو گئی ہے۔

حسن صاحب نے ناصر، محسن اور دوسرے تمام افراد کو بھی اس سلسلے میں مصروف کر دیا کہ وہ جولیا کو تلاش کریں اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کریں کہ اسے کسی نے اغوا کیا ہے یا وہ خود اپنی مرضی سے کہیں گئی ہے!

میں خود بھی اس کام میں مصروف ہو گیا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ ندرت کی گمشدگی کی وجہ سے یہاں ذہنوں میں یہ کیفیت آسانی سے پیدا ہو گئی ہے۔ بہر حال دوسرے دن صبح کے اخبارات میں جولیا کی تلاش کا اشتہار موجود تھا۔ سارا پروگرام معمول کے مطابق عمل میں آیا تھا۔

دن کو ساڑھے دس بجے حسن صاحب سے دفتر میں ملاقات ہوئی تو انھوں نے پوچھا "اشتہار دیکھ لیا؟ تمھاری توقع کے مطابق ہے نا؟"

"ہاں! گھر میں آپ نے جو ماحول پیدا کیا ہے حسن صاحب، وہ واقعی قابلِ داد ہے، سب لوگ یہی محسوس کر رہے ہیں کہ جولیا کو یقیناً کوئی حادثہ پیش آگیا ہے۔ ویسے رات کو اس کا واپس نہ آنا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ وہ کل ہی یہاں سے نکل گئی۔"

"ہاں! لیکن میں یہ سوچ رہا ہوں کہ اس لڑکی کو اس علاقے کے بارے میں تفصیلات وغیرہ کس طرح معلوم ہوئی ہوں گی؟"

"کوئی مشکل کام نہیں ہے حسن صاحب! آپ جانتے ہیں کہ یورپین سیاح لڑکیاں دنیا کے گوشے گوشے کی خاک چھانتی پھرتی ہیں، ویسے بھی رانی کھیت ایک پہاڑی سیرگاہ ہے، وہاں پہنچ کر جولیا کو کوئی بڑی مشکل پیش نہیں آئے گی۔ سوائے اس کے کہ وہ مجھے تلاش کرنے میں سرگرداں رہے گی اور ناکام ہوگی۔" میں نے کہا اور حسن صاحب مسکرانے لگے پھر بولے "شام کے اخبارات میں بھی یہ اشتہار بک کرا دیا ہے، میں یہ اشتہار مسلسل دیتا رہوں گا۔ اس کے علاوہ غزالی میں نے محتاط انداز میں اپنے علاقے کے تھانے میں بھی رپورٹ دے دی ہے، انچارج میرا شناسا ہے، میں نے کچھ گول مول سے انداز میں اسے تفصیلات فراہم کی ہیں اور بتایا ہے کہ یہ لڑکی اکثر بغیر اطلاع گھومنے پھرنے نکل جاتی ہے۔ ایک بہت بڑے باپ کی بیٹی ہے۔ لاابالی فطرت کی مالک، تم میرا مطلب سمجھ رہے ہو گے۔ اس طرح میں نے ایک قانونی ضرورت بھی پوری کر دی ہے اور ان لوگوں کو یہ موقع بھی نہیں دیا کہ وہ بہت زیادہ سرگرمی دکھائیں۔"

"جی ہاں! میرا خیال ہے بہت مناسب قدم اٹھایا ہے آپ نے۔"

حسن صاحب مجھ سے دیر تک اس موضوع پر بات چیت کرتے رہے، وہ بہت زیادہ مطمئن نظر آرہے تھے۔ جب میں ان سے رخصت ہوا تو کہنے لگے "غزالی! تمھارے بارے میں جتنا سوچتا ہوں حیران ہو جاتا ہوں۔ تم بیحد ذہین ہو اور ان معاملات کو تم نے جس طرح کنٹرول کیا ہے بلاشبہ میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ میں نہیں کر سکتا تھا۔ دیکھو حالات کا اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ اگر تقدیر نے ہمیں موقع دیا تو ہم اس سلسلے میں آگے قدم ضرور بڑھائیں گے اور میں تمھیں اپنی مدد کے لیے مجبور کر دوں گا۔" میں مسکرا کر خاموش ہو گیا۔

دوسرا دن بھی اسی طرح گذر گیا، اشتہار آج بھی صبح اور شام دونوں وقت کے اخبارات میں آیا تھا اور تیسرے دن اس کا نتیجہ نکل آیا۔ غالباً دن کے گیارہ بجے تھے اور میں آفس میں اپنی میز کے گرد بیٹھا ایک دفتری کام میں مصروف تھا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔ دوسری طرف سے ڈاکٹر طاہر علی کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو غزالی، میں ڈاکٹر طاہر علی بول رہا ہوں!"

"اوہو! فرمایئے طاہر علی صاحب، خیریت؟" میں نے سوال کیا۔

"میکے براؤن رات کو میرے پاس پہنچ گیا ہے، اسے جولیا کی گمشدگی کی اطلاع مل گئی ہے۔ پاگل ہو رہا ہے وہ اپنی بیٹی کے لیے۔ رات بھر مجھے جگائے رکھا ہے، ابھی تھوڑی دیر قبل اس سے میری جان چھوٹی ہے تو میں نے تمھیں فون کیا۔۔۔ وہ اب اس وقت حسن کے گھر چل پڑا ہے، مجھ سے تفصیلات پوچھتا رہا۔ اسے بوڑھے کی گمشدگی کی اطلاع بقول اس کے جولیا نے دی تھی۔ حسن کے بارے میں بہت برے خیالات رکھتا ہے، صورتِ حال کو فوراً نگاہ میں رکھنا، کوئی بری بات نہ ہونے پائے۔"

"بہت بہتر! آپ کی ہدایات پر عمل کروں گا! اور کوئی حکم؟"

"نہیں بھئی، بس اطلاع دینی تھی، فوراً حسن کو یہ خبر پہنچا دو، کیا وہ آفس میں موجود ہیں؟"

"جی ہاں! میں ابھی انھیں یہ خبر دے دیتا ہوں۔" میں نے کہا اور رسمی گفتگو کے بعد ڈاکٹر طاہر علی نے فون بند کر دیا۔ میں مسرور انداز میں اٹھ کر حسن صاحب کے کمرے کی جانب چل پڑا اور پھر میں نے انھیں میکے براؤن کے آنے کی اطلاع دی، حسن صاحب چونک پڑے تھے، پھر وہ گہری سانس لے کر بولے "اس کا مطلب ہے کہ تمھارا تیر نشانے پر بیٹھا، اب دیکھتا ہوں اس میکے براؤن کے بچے کو، ذرا کاغذات وغیرہ بھی چیک کر دوں گا اس کے اور یہ معلوم کروں گا کہ یہ حضرت کب تشریف لائے ہیں۔ کیا کہیں گے یہ اس بارے میں مجھ سے۔ کیا میں گھر جاؤں؟"

"نہیں حسن صاحب! گھر سے کوئی اطلاع آنے دیجیے!" میں نے کہا۔

"او کے، تمھیں خبر کر کے جاؤں گا۔" حسن صاحب بولے۔

"آپ کو میکے براؤن سے محتاط رہنا ہے، اسے بڑے سلیقے سے ہینڈل کیجیے گا، ہم ابھی بات بگاڑنا نہیں چاہتے۔"

"بالکل مطمئن رہو، میں ہر کام احتیاط سے کروں گا۔"

میں حسن صاحب سے گفتگو کرنے کے بعد اپنے کمرے میں چلا آیا۔ اب کسی کام میں دل نہیں لگ رہا تھا۔ زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ حسن صاحب نے انٹرکام پر ہی مجھ سے رابطہ قائم کر کے گھر سے فون آنے کی اطلاع دی اور بتایا کہ وہ جا رہے ہیں، میں نے ان سے پوچھا کہ میں کس وقت پہنچوں، تو کہنے لگے کہ بہتر ہوگا شام کو پروگرام کے مطابق ہی تم کوٹھی واپس آؤ۔ تاکہ کسی شبہے کی گنجائش نہ رہے۔"

میں نے انٹرکام بند کر دیا، اس کے بعد وقت گذارنا مشکل ہو گیا، دن بھر ذہن میں یہی تصورات آتے رہے۔ اور میں ذہنی طور پر الجھا رہا۔ پونے پانچ بجے اپنی جگہ سے اٹھا اور برق رفتاری سے کوٹھی کی جانب چل پڑا۔

کوٹھی پہنچ کر اندازہ ہوا کہ وہاں ابھی کوئی خاص بات نہیں ہوئی ہے۔ ڈنر پر توقع تھی کہ حسن صاحب مجھے بلائیں گے، لیکن ایسا نہیں ہوا۔ آٹھ بجے کے قریب میں نے ڈاکٹر طاہر علی کو کوٹھی میں داخل ہوتے دیکھا۔ ڈاکٹر طاہر علی ابھی برآمدے ہی میں تھے کہ حسن صاحب ان کے سامنے آگئے۔ میکے براؤن اس وقت ان کے ساتھ نہیں تھا، حسن صاحب، ڈاکٹر طاہر علی کو لے کر انیکسی کی طرف بڑھے تو میں خود ہی نیچے اتر آیا اور ان کا انتظار کرنے لگا، یقیناً اب وہ مجھ سے اس موضوع پر گفتگو کرنا چاہتے تھے۔ ڈاکٹر طاہر علی اور حسن صاحب کو میں نے انیکسی کے بائیں سمت والی مہندی کی باڑھ کے پیچھے خوش آمدید کہا اور وہ مجھے یہاں دیکھ کر چونک گئے۔

"گویا تم بھی حالات سے پوری طرح باخبر ہو؟" حسن صاحب مسکرا کر بولے۔

"جی ہاں ظاہر ہے معاملہ ہی ایسا ہے!" میں نے ہنستے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوئے کہا۔

"وہ پاگل ہو رہا ہے، بالکل ہی دیوانہ ہو گیا ہے۔ ابھی تھوڑی دیر کے بعد میں نے اس سے اس سلسلے میں آخری گفتگو کرنے کا پروگرام رکھا ہے، میں چاہتا ہوں کہ اس گفتگو کو تم لوگ بھی سنو۔ طاہر کو بھی میں نے اسی لیے بلایا ہے۔ تمھیں اپنا کردار بھی ادا کرنا ہے!"

"آپ فکر نہ کریں، مگر ہم لوگ یہ گفتگو کہاں سے سُنیں گے؟"

"میری نشست گاہ کے پچھلے حصے میں جو کمرہ ہے وہاں پہنچ جاؤ۔ میکے براؤن سے میں وہیں ملاقات کروں گا، ابھی وہ اپنے کمرے میں ہے، میرا خیال ہے غزالی تم طاہر کو لے کر عقبی سمت کے دروازے سے اندر داخل ہو کر میرے کمرے کے عقبی کمرے میں پہنچ جاؤ۔"

"بہت بہتر۔" میں نے جواب دیا اور حسن صاحب طاہر علی کو اشارہ کر کے واپس چلے گئے۔ میں طاہر علی کے ساتھ عقبی حصے کی جانب بڑھ گیا۔ راستے میں طاہر علی مجھ سے کہنے لگے۔ "تمھاری ترکیب بہت شاندار رہی غزالی، بڑے کامیاب انسان ہو!"

"شکریہ ڈاکٹر صاحب! لیکن اب آپ صرف مجھے ہی کامیاب انسان نہ کہیں، ہم سب مشترکہ طور پر یہ سب کچھ کر رہے ہیں، ویسے میکے براؤن نے آپ سے تو بہت کچھ کہا ہو گا؟"

"ہاں! مسلسل بُرا بھلا کہتا رہا ہے مجھے اور کہتا ہے کہ در حقیقت میں اس قابل نہیں تھا کہ مجھے اتنے اہم راز میں شریک کیا جاتا، جب میں نے آڑے ہاتھوں لیا تو ذرا حواس درست ہوئے بیوقوف آدمی نے مجھے کوئی گھٹیا درجے کا انسان سمجھ رکھا تھا۔" ڈاکٹر طاہر علی نے جواب دیا اور میں دل ہی دل میں مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔ میں نے سوچا کہ ڈاکٹر طاہر علی گھٹیا انسان تو آپ ہیں اب یہ دوسری بات ہے کہ ہما جیسی اچھی لڑکی کے باپ ہیں۔

ہم نشست گاہ کے اس عقبی کمرے میں پہنچ گئے جس کے درمیان ایک کھڑکی تھی اور اس کھڑکی سے ہم دوسری طرف ہونے والی گفتگو سن سکتے تھے۔ دوسرے کمرے میں جانے کا ایک دروازہ بھی تھا جو ہماری ہی طرف سے بند تھا۔ ہم نے دو کرسیاں کھڑکی کے نزدیک کرلیں اور اس طرح بیٹھ گئے کہ ہم کسی طور بھی دوسری جانب سے نہ دیکھے جا سکیں۔ پھر حسن صاحب نے بھی اس کا معقول انتظام کیا تھا یعنی جب وہ نشست گاہ میں داخل ہوئے تو انھوں نے تیز روشنیاں جلا دیں، جبکہ ہمارا کمرہ تاریک تھا، اس طرح اب اس طرف سے ہمیں دیکھ لیے جانے کا کوئی خدشہ باقی نہیں رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد حسن صاحب کی آواز اُبھری "ہاں میکے اب بتاؤ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"جو کچھ مجھے کہنا تھا کہہ چکا ہوں حسن! مزید کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ تم بدعہدی کے مرتکب ہوئے ہو، میں اس بات کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں کہ وہ بوڑھا خود یہاں سے نکل بھاگا۔ میرا خیال ہے تمھیں یہ اطلاع مل گئی ہو گی کہ اب میں فراغت پا چکا ہوں۔ تم نے سوچا ہو گا کہ یقیناً اب میری توجہ اس جانب ہو گی اور تم نے اس کے لیے ایک سازش کر ڈالی۔"

"یہ سب کچھ کہتے ہوئے تمھیں پرانے تعلقات کا خیال بھی نہیں آتا میکے براؤن؟"

"افسوس تو اسی بات کا ہے کہ میں پرانے تعلقات کو سامنے رکھ کر تمھاری شخصیت کو پرکھنے میں ناکام رہا۔ دیکھو حسن جو کچھ ہوا ہے وہ کچھ اچھا نہیں ہوا۔ سب سے پہلے مجھے میری بیٹی چاہیے۔ میں جولیا کی گمشدگی کو بھی تمھاری سازش کا ایک حصہ قرار دے سکتا ہوں۔"

"اور کچھ کہنا چاہتے ہو میکے براؤن؟" حسن صاحب نے درشت لہجے میں سوال کیا۔

"میں کہنے کا عادی نہیں کرنے سے دلچسپی رکھتا ہوں۔ میری تھوڑی سی کوشش تمھیں بُری طرح ذلیل و خوار کر دے گی حسن۔ میں اپنے سفارت خانے کے ذریعے یہ بات آگے بڑھاؤں گا اور صاف صاف کہہ دوں گا کہ تم مجھ سے ایک کاروباری مخاصمت کا بدلہ لینا چاہتے ہو۔"

"حالانکہ تم جانتے ہو کہ ایسا نہیں ہے۔" حسن صاحب نے تحمل سے کہا۔

"میں کچھ نہیں جانتا، مجھے صرف دو چیزیں درکار ہیں، بوڑھے کو واپس لاؤ اور اس سے قبل جولیا کو میری تحویل میں دو۔" میکے براؤن نے کہا۔

"دوسری صورت میں میکے براؤن، میرے تمھارے کاروباری تعلقات کیا رہیں گے؟"

"جو کچھ ہو گا تمھارے تصور سے بھی باہر ہو گا، تم جانتے ہو کہ میں اپنے دشمن کو چھوڑنے کا عادی نہیں ہوں۔"

"تم مجھے دھمکیاں دے رہے ہو؟" حسن صاحب بولے۔

"دھمکیاں نہیں بلکہ میں وہ کہہ رہا ہوں، جو مجھے کرنا ہے۔ بوڑھا تمھاری تحویل میں ہے۔ اُسے تین دن کے اندر اندر برآمد کرو اور چونکہ تم بدعہدی کے مرتکب ہوئے ہو اس لیے بوڑھے کو میں اپنے ساتھ لے جاؤں گا اور اپنے طور پر اس سے معلومات حاصل کروں گا اور اس کے بعد ضروری نہیں ہے کہ تمھیں بھی ان

معلومات کے بارے میں اطلاع دی جائے۔ اس کے علاوہ جولیا کو فوری طور پر واپس لا کر میرے حوالے کر دو۔"

"پھر سوچ لو میکے براؤن۔ جولیا میرے لیے بھی اولاد کی مانند ہے، میرے ہاتھوں اسے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔"

"سب فضول باتیں ہیں۔ میں ان میں سے کوئی بات تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔" میکے براؤن نے کہا۔

"تو پھر مجھے بھی یہ کہنے دو میکے براؤن کہ تم سے بڑا سازشی، تم سے بڑا مکار اس روئے زمین پر کوئی دوسرا نہیں ہے۔ تم مجھے بدعہد کہتے ہو۔ اگر یہ میرا گھر نہ ہوتا تو میں تمھیں اس کا مناسب جواب عملی شکل میں دیتا۔"

"گویا۔ گویا تم۔" میکے براؤن کا لہجہ غصے کی شدت سے لرزنے لگا۔

"ہاں میکے براؤن، میں نے بہت زیادہ برداشت کر لیا۔ کیا میں تمھیں اس بات کا جواب پیش کروں کہ میں کیا ہوں اور تم کیا ہو؟" حسن صاحب نے کہا۔

"کیا کہنا چاہتے ہو؟" میکے براؤن غرا کر بولا اور حسن صاحب اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے دروازے کے قریب آ کر کہا۔ "ڈاکٹر طاہر علی باہر آ جائیں۔" میں نے کھڑکی پر پڑے ہوئے پردے کی اوٹ سے جھانک کر دیکھا۔ میکے براؤن کا چہرہ میری نگاہوں کے سامنے تھا، دفعتاً میں نے اس پر سراسیمگی کے آثار دیکھے۔ ڈاکٹر طاہر علی خاموشی سے کمرے کا دروازہ کھول کر نشستگاہ میں داخل ہو چکے تھے۔ میکے براؤن ڈاکٹر طاہر علی کو گھورنے لگا اور طاہر علی نے شانے اچکا کر ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا "بدقسمتی ہے میکے براؤن، میری بھی اور تمھاری بھی۔"

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" میکے براؤن نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"حسن اس بے وقوف شخص کو بتاؤ کہ میں یہاں کیا کر رہا ہوں، اس سے قبل بھی یہ مجھ سے اسی انداز میں گفتگو کرتا رہا ہے۔ دراصل ان لوگوں کے دماغ میں خناس بھرا ہوا ہے اور یہ بیوقوف اپنے آپ کو ہم سے برتر سمجھتے ہیں اور اسی انداز میں گفتگو کرتے ہیں۔"

"ڈاکٹر میں کہتا ہوں کہ تمھاری یہاں آمد کیا معنی رکھتی ہے؟" میکے براؤن ہتھیلی پر گھونسہ مار کر بولا۔

"میں یہ بتانے آیا ہوں میکے براؤن کہ تم نے میرے اور حسن کے درمیان اتنا وسیع خلاء پیدا کر دیا کہ شاید اب کوشش کے باوجود بھی ہم دونوں وہ ذہنی ہم آہنگی نہ پیدا کر سکیں جو کبھی ہمارے درمیان تھی۔ میں یہ کہنے آیا ہوں حسن کے سامنے کہ میں دولت کے لالچ میں بھٹک گیا تھا اور تم نے مجھے مجبور کیا تھا کہ میں اس بوڑھے کی ذہنی قوتوں کو واپس نہ آنے دوں، اُس کا علاج خود کروں اور یہ علاج غلط ہو۔ میکے براؤن میں نے وہی سب کچھ کیا، جو تم نے کہا تھا۔ اگر تم اس بات سے انحراف کرو گے، تو میرے پاس تمھاری ہدایات کے باقاعدہ ثبوت موجود ہیں، میں جرائم پیشہ آدمی نہیں تھا لیکن دولت کے لالچ نے مجھے یہ سب کچھ کرنے پر مجبور کر دیا۔

"میں جو کچھ کر چکا ہوں اس کی تلافی ممکن نہیں ہے۔ حسن کے سامنے میری نگاہیں ہمیشہ کے لیے نیچی ہو گئی ہیں۔ کاش کوئی ایسی ترکیب ہوتی کہ میں اپنا وقار بحال کر سکتا۔ ہاں مسٹر میکے براؤن میرے پاس اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ آپ نے مجھے اس بوڑھے کا ذہنی توازن خراب کرنے کی ہدایت کی تھی اور کہا تھا کہ اس کے عوض ایک بڑی دولت ہمارا راستہ دیکھ رہی ہے۔ اگر حسن اس سلسلے میں قانون کا سہارا لینا چاہیں تو میں مانتا ہوں کہ میں بھی اتنا ہی پھنسوں گا جتنے تم میکے براؤن۔ یہ دوسری بات ہے کہ حسن ایسا نہ کریں اور تمھارے اور اپنے معاملات کو آپس ہی میں نمٹا لیں لیکن یہ بات طے ہے کہ میں نے تمھارے ایماء پر بوڑھے کو ایسی دوائیں دی تھیں جن سے اس کا ذہنی توازن مزید خراب ہو جائے۔" طاہر علی نے سرد لہجے میں کہا۔

میکے براؤن کی حالت بہت زیادہ خراب نظر آنے لگی تھی۔ اس نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔ "تم سب۔۔۔۔ تم سب ایک جیسے ہو۔ ٹھیک ہے حسن ٹھیک ہے۔ طاہر علی کہتا ہے کہ میں نے بوڑھے کا ذہنی توازن خراب رکھنے کی سازش کی، ہو سکتا ہے ایسا ہوا ہو لیکن بوڑھے کو غائب تم نے کیا ہے۔"

"اس سلسلے میں بھی تمھاری تسلی کے لیے میں کچھ پیش کروں گا میکے براؤن بوڑھے کو میں نے غائب نہیں کیا بلکہ وہ تمھاری تحویل میں ہے۔" حسن صاحب نے مضبوط لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟" میکے براؤن چیختی ہوئی آواز میں بولا۔

"تم یہاں کب پہنچے تھے مسٹر میکے براؤن؟" حسن صاحب نے کہا اور میکے براؤن ایک دم ڈھیلا ہو گیا۔ "کیا مطلب ہے تمھارا۔ کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"آپ یہاں کب تشریف لائے تھے مسٹر میکے براؤن؟" حسن صاحب نے اسی انداز میں سوال کیا۔

"کل آیا ہوں۔"

"جی نہیں۔ آپ کل نہیں آئے، آپ کو آئے ہوئے کافی عرصہ ہو گیا ہے اور آنے کے بعد آپ نے بوڑھے کو یہاں سے لے جانے کے لیے جو کوششیں کی ہیں اور جن جن لوگوں کو اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے لیے استعمال کیا ہے وہ بھی آپ کے خلاف گواہی دینے کو تیار ہیں۔ غزالی باہر آؤ۔"

جب میں کمرے میں پہنچا تو میکے براؤن نے آنکھیں بند کرلیں۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ سارا کھیل ختم ہو گیا ہے۔ حسن صاحب نے منہ سے کچھ نہ کہا۔ میں میکے براؤن کے سامنے کھڑا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ گردن اٹھا کر بولا: "اوکے حسن اوکے۔ تم نے بڑی کامیابی سے مجھے ناکام بنا دیا ہے۔ ٹھیک ہے لیکن ہمارا کھیل ختم نہیں ہوا۔ ابھی تو یہ کھیل جاری رہے گا۔" انداز بدل گیا ہے اس کا۔ "ٹھیک ہے میں چلتا ہوں لیکن سنو جولیا کا معاملہ سو فیصدی تمہاری ذمہ داری ہے۔ اسے میرے پاس پہنچا دو۔ میں ہوٹل میرینا میں قیام کروں گا۔ تم وہاں مجھ سے رابطہ قائم کر سکتے ہو۔"

"اگر تم چاہو میکے براؤن تو جولیا کی بازیابی تک یہیں قیام کر سکتے ہو، ہمارے تمہارے کاروباری تعلقات بھی ہیں۔"

"ہیں نہیں، تھے اور اب بہت جلد ہی ختم بھی ہو جائیں گے۔" میکے براؤن نے جواب دیا۔

"مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔" میکے براؤن میرے پاس اتنا کچھ موجود ہے کہ اگر دو چار کاروبار بند ہو جائیں تو میرے اوپر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔"

"اوکے، اوکے۔ لیکن جولیا کی بات کو ذہن میں رکھنا۔" میکے براؤن نے کہا اور پھر تیز تیز قدموں سے باہر نکل گیا۔ لازمی بات تھی کہ وہ اب کوٹھی میں نہیں رک سکتا تھا۔ ہم لوگ ایک دوسرے کی شکل دیکھ کر مسکرانے لگے ——— حسن صاحب نے تھوڑی دیر کے بعد کہا: "بے وقوف آدمی اپنی سازشی کارروائیوں سے ہم دوستوں کے درمیان پھوٹ ڈلوانے آیا تھا۔ یار طاہر علی جو کچھ ہوا اسے بھول جاؤ۔ مجھے یقین ہے کہ تمہارے ذہن میں بھی اب کوئی ایسی بات نہیں رہی ہوگی۔ بھئی ہم تو تمہیں کھو کر خوش نہ تھے۔"

"خاموش رہو حسن پلیز خاموش رہو۔ میرے اور تمہارے کردار میں بڑا فرق ہے۔ میں تمہارے سامنے بہت چھوٹا رہ گیا ہوں مگر اب جو ہونا تھا وہ ہو گیا تقدیر میں یہی لکھا تھا۔"

"ٹھیک ہے یار اب ان باتوں کو ذہن میں رکھنے سے کیا فائدہ۔ ہاں غزالی اب جولیا کا مسئلہ ذرا سنگین ہو گیا ہے کیوں نہ تم رانی کھیت روانہ ہو جاؤ۔ اسے تلاش کرو اور لے آؤ۔"

"اگر آپ کی یہ ہدایت ہے حسن صاحب تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن میرا خیال ہے جولیا کو ایک دو دن میں واپس آجانا چاہیے۔ اس دوران ذرا میکے براؤن کے تڑپنے کا تماشا بھی دیکھ لیا جائے۔"

"وہ تو سب ٹھیک ہے لیکن اگر جولیا کو کچھ ہو گیا تو بات کافی خراب ہو جائے گی۔"

"ہمارا اس میں کوئی قصور نہیں ہے بلکہ اب تو بہتر ہے کہ یہ معاملہ باقاعدہ پولیس کے حوالے کر دیا جائے تاکہ ہماری ذمہ داری ہی ختم ہو جائے۔ پولیس افسران کو یہ بتا دیا جائے کہ جولیا کا باپ میکے براؤن ہوٹل میرینا میں مقیم ہے اور اس سلسلے میں جو اطلاع ہو اسے وہیں دے دی جائے۔" میں نے کہا۔ حسن صاحب کچھ سوچنے لگے پھر بولے: "نہیں نہیں۔ اب اتنا بھی مناسب نہیں ہے۔ کم از کم اس بار اسے یہاں سے چلا جانے دو، باقی بعد میں جو صورتِ حال بھی ہو....."

"تو پھر آپ کا کیا حکم ہے؟"

"انتظار کر لو۔ تھوڑا سا اور انتظار کر لو۔ اس دوران اگر وہ نہ آئے تو اسے تلاش کرو اور لے آؤ۔"

حسن صاحب فطرتاً شریف آدمی تھے۔ اتنا کچھ ہونے کے باوجود وہ جولیا کے سلسلے میں مسلسل پریشان تھے لیکن اس وقت اس کی تلاش میں نکل جانا بھی خطرناک ہو سکتا تھا۔ میکے براؤن اتنے دن یہاں چھپا رہا تھا۔ یقیناً اس نے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنا پسند نہیں کیا ہوگا۔ وہ خود بھی کچھ نہ کچھ کرتا رہا ہوگا۔ ایسی صورت میں میری سرگرمیاں اس کے علم میں بھی آ سکتی تھیں۔

پانچویں دن یہ مشکل بھی حل ہو گئی۔ شام چھ بجے ہم لوگ کوٹھی کے لان پر چائے کا انتظار کر رہے تھے کہ ایک ٹیکسی کوٹھی کے گیٹ سے اندر داخل ہوئی اور جولیا اس سے باہر نکلی ——— ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ حسن صاحب اس وقت موجود نہیں تھے لیکن وہ جس تقریب میں گئے تھے اس کے بارے میں محسن کو معلوم تھا چنانچہ اس نے فوراً ہی اندر جا کر حسن صاحب کو ٹیلی فون کر دیا اور انہیں جولیا کی آمد کی اطلاع دے دی۔

جولیا لان کی طرف آنے کے بجائے سیدھی اپنے کمرے کی سمت بڑھتی چلی گئی۔ میں نے تنویر کو اشارہ کیا اور تنویر اٹھ کر اندر چلی گئی۔ ہم سب انتظار کرتے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد جولیا تنویر کے ساتھ باہر آ گئی۔ اس نے لباس تبدیل کر لیا تھا۔ چہرہ تھکا تھکا نظر آ رہا تھا۔ اس پر جھنجھلاہٹ کے آثار تھے۔ وہ کرسی پر آ کر بیٹھ گئی۔ مجھ سے نگاہ ملی تو اس کی آنکھوں میں نفرت ابھر آئی لیکن منہ سے کچھ نہیں بولی۔ تھوڑی دیر بعد چائے لگ گئی۔ چائے کے دوران تنویر نے کہا: "کچھ بھی سہی تمہیں اس طرح نہیں جانا چاہیے تھا جولیا۔ آخر تم ہماری ذمہ داری تھیں۔ یہاں سب ہی سخت پریشان تھے۔"

"میں نہ بے وقوف ہوں اور نہ بچی۔ اس سلسلے میں، میں نے یورپ میں بھی کسی کی پابندی قبول نہ کی، میرے ڈیڈی تک مجھے

کہیں جانے سے نہیں روکتے۔ پلیز تنویر اس موضوع کو ختم کر دو۔"

جولیا کا لہجہ تلخ اور درشت تھا۔ تنویر خاموش ہو گئی۔

محسن نے کہا: "مسٹر میکے براؤن تمہارے لیے بہت پریشان ہیں۔ وہ تمہاری وجہ سے یہاں آئے ہیں۔"

"کیا؟" جولیا حیرت سے اچھل پڑی۔

"ہاں مسٹر میکے براؤن یہاں آ چکے ہیں۔"

"کہاں ہیں ڈیڈی؟ کہاں ہیں؟" اس نے سوالیہ نگاہوں سے محسن کو دیکھا، پھر میری طرف گھوم گئی لیکن پھر فوراً ہی اس طرح رُخ بدل لیا کہ جیسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہو۔ پھر وہ محسن کے پیچھے پڑ گئی: "مجھے فوراً ڈیڈی کے پاس لے چلو۔ کیا وہ یہاں کوٹھی میں نہیں ہیں؟ کہاں ٹھہرے ہیں وہ؟"

"ہوٹل میرینا میں۔" میں نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا اور جولیا میری طرف گھوم گئی۔ مجھے دیکھتی رہی۔ اس کی آنکھوں میں نفرت کی چنگاریاں سلگ رہی تھیں۔ اس کے بعد اس نے اپنے سامنے رکھی ہوئی چائے تیزی سے اپنے حلق میں انڈیلی اور پھر اٹھ کر کسی سے کچھ کہے بغیر اندر چلی گئی۔ اُسی وقت حسن صاحب کی کار کوٹھی میں داخل ہوئی۔ شاید وہ جولیا کی وجہ سے اپنا پروگرام ملتوی کر کے واپس آئے تھے۔ ہمارے پاس آتے ہی انہوں نے کہا: "کہاں ہے جولیا؟"

"اندر ہے۔ اسے اطلاع دے دی گئی ہے کہ اس کا باپ ہوٹل میرینا میں مقیم ہے اور شاید وہ وہیں جانے کی تیاریاں کر رہی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"فوراً جا رہی ہے؟"

"جی ہاں۔"

"اس سے پوچھا کہ کہاں چلی گئی تھی؟ اور ہاں اسے تنہا چھوڑنا مناسب نہیں ہے۔ ہم خود اسے میکے براؤن کے پاس پہنچا کر آئیں گے۔ آؤ۔" حسن صاحب نے کہا۔ میں، محسن اور تنویر، حسن صاحب کے ساتھ ہی اندر پہنچے۔ جولیا اپنا سامان سمیٹ رہی تھی۔ ہم سب کو دیکھ کر وہ ایک لمحے کے لیے رکی اور پھر اس نے اپنے سوٹ کیس کو بند کر دیا۔

"تم کہاں چلی گئی تھیں جولی۔ مجھے کوئی اطلاع بھی نہیں دی؟" حسن صاحب نے سوال کیا۔

"سوری انکل۔ یہ میری عادت ہے۔ میں اگر کہیں جاتی ہوں تو کسی سے نہ مشورہ کرتی ہوں نہ کسی کو اپنے پروگرام کے بارے میں اطلاع دیتی ہوں۔ یہاں اکتا گئی تھی، ایسے میں تفریح کرنے نکل گئی۔ آپ پلیز اب مجھ سے یہ نہ پوچھیں کہ میں کہاں چلی گئی تھی۔ میں اب ڈیڈی کے پاس جا رہی ہوں۔ اوکے تنویر۔ بہت اچھا وقت گزرا ہے میرا یہاں۔" جولیا کے لہجے میں طنز تھا۔ تنویر نے کوئی جواب نہیں دیا۔

حسن صاحب چند لمحات کے بعد بولے: "اگر تم وہاں جانا ہی چاہتی ہو تو ابھی سامان وغیرہ لے جانے کی کیا ضرورت ہے۔ اپنے باپ سے مل لو، اس کے بعد جیسا بھی پروگرام بنے۔"

"سوری انکل۔ میں آپ سے کہہ چکی ہوں کہ اب میں یہاں ایک منٹ بھی نہیں رکوں گی۔" جولیا نے کہا اور حسن صاحب نے شانے اچکا دیے۔ تاہم انہوں نے اسے تنہا نہیں جانے دیا بلکہ ایک ڈرائیور کو خاص طور پر یہ ہدایت کی کہ اسے ہوٹل میرینا پہنچا دے۔

جولیا کار میں بیٹھ کر روانہ ہو گئی۔ جاتے ہوئے اس نے کسی کو خدا حافظ بھی نہیں کہا تھا۔ غصے کی شدت سے پاگل ہو رہی تھی وہ، اور میں جانتا تھا کہ یہ غصہ در اصل کس پر ہے۔ بے وقوف نے یہ تک معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی کہ میں رانی کھیت کیوں نہیں پہنچا۔ بہرحال جولیا کی کہانی تقریباً ختم ہو گئی تھی، بشرطیکہ میکے براؤن اسے کسی اور انداز میں آگے بڑھانے کی کوشش نہ کرتا۔

حسن صاحب نے اس دوران ذرا بھی غفلت نہیں برتی۔ نہ جانے کسے انہوں نے میکے براؤن کی نگرانی پر لگا دیا تھا۔ تیسرے دن انہوں نے صبح سویرے ٹیلی فون کر کے کہا: "غزالی براؤن آج صبح پانچ بجے کی فلائٹ سے بلجیم چلا گیا۔"

"جولیا کے ساتھ؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں دونوں باپ بیٹی چلے گئے۔"

"آپ کو اتنی صبح کیسے اطلاع مل گئی؟"

"میں نے انتظام کیا تھا اس کا۔ بہرحال غزالی یہ بہتر ہوا کہ اس نے یہاں کوئی الٹی سیدھی حرکت نہیں کی ورنہ نقصان اٹھاتا لیکن ہمیں ہوشیار رہنا ہوگا۔ میں اس کی فطرت سے واقف ہوں۔ وہ مرتے دم تک چین سے نہیں بیٹھے گا۔"

"آپ نے بجا ارشاد فرمایا، وہ کسی بھی حرکت سے باز نہیں آئے گا۔" میں نے کہا۔

"بہرحال ہم غافل نہیں ہیں ———" حسن صاحب نے کہا اور فون بند کر دیا۔ ان واقعات کو کئی دن گزر گئے۔ حالات اب پُرسکون تھے لیکن میرے ذہن میں بوڑھا بابا پھر جاگ اٹھا تھا۔ ولاڈی واسکاٹ کی ڈائری ابھی میرے پاس ہی تھی۔ اسے حسن صاحب کے کمرے میں پہنچانے کا کوئی موقع نہیں مل سکا تھا۔ میں کئی بار اس کا جائزہ لے چکا تھا لیکن کوئی خاص نکتہ نہیں تلاش کر سکا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پھر ایک شام اپنے معمولات سے فارغ ہو کر میں واپس کوٹھی پہنچا تو لان کی محفل گرم تھی۔ فریحہ آئی ہوئی تھی، ہما کو بھی بلا لیا گیا تھا۔ میرا انتظار کیا جا رہا تھا چنانچہ مجھے راستے سے ہی اُچک لیا گیا اور میں ان لوگوں کی تفریحات میں شامل ہو گیا۔ جولیا کا ذکر بھی درمیان میں آیا اور فریحہ بول اٹھی: "بھئی میں اسے ہما کی سچائی کا اعجاز سمجھتی ہوں ورنہ مس جولیا تو بڑے ساز و سامان کے ساتھ تشریف لائی تھیں اور بڑے زبردست انداز میں ہمارے غزالی بھائی پر حملہ آور ہوئی تھیں۔ کیوں غزالی بھائی؟ اللہ اب تو ایک بار اپنی زبان سے اعتراف کر لیں کہ ہما مستقبل میں ہماری بھابی بنے گی۔"

"مستقبل سے زیادہ حال دلچسپ ہے فریحہ صاحبہ۔ اپنے سوال سے پہلے آپ ہمارے سوال کا جواب دیں کہ آپ محسن سے کب ہماری جان چھڑا رہی ہیں۔ آپ یہاں آکر اپنا محاذ سنبھالیں ہمیں دُوسرے کام کرنے ہیں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بات گول کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔" فریحہ جھینپ کر بولی۔

"خیر ہما سے پُوچھے لیتے ہیں۔" محسن نے فریحہ کی مدد کی، اور وہ سب ہما کے پیچھے پڑ گئے لیکن ہما نہ جھینپی نہ شرمائی بلکہ اس نے سپاٹ لہجے میں کہا: "شاید یہ کبھی نہیں ہوگا۔ آپ لوگ اپنے ذہن صاف کر لیں۔ اس سلسلے کے دوسرے کسی سوال کا کوئی جواب نہیں دیا جائے گا۔" ہما کے لہجے نے سب کو ششدر کر دیا۔ پھر میری طرف اس توقع پر دیکھا گیا کہ شاید میرے چہرے پر غم واندوہ کی کیفیت ابھر آئی ہو گی لیکن میرا چہرہ ہر کیفیت سے عاری تھا۔

حسن صاحب اور مسز حسن کے آجانے سے اس موضوع کو ختم کر دیا گیا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ڈاکٹر طاہر علی بھی آگئے۔ دیر تک یہاں نشست رہی۔ پھر طاہر علی ہما کو لے کر چلے گئے۔ محسن کو ہدایت کی گئی کہ وہ فریحہ کو چھوڑ آئے۔ میں بھی انیکسی کی طرف چل پڑا۔ کریم بابا نے دروازہ کھول کر کہا: "وہ میاں ہدایت آیا ہے۔ تم سے ملنا چاہتا ہے۔ چھپ کر بیٹھا ہوا ہے بہت دیر سے کہتا ہے کسی کو اس کے بارے میں نہ بتایا جائے۔"

"ہدایت!" میں نے حیرت سے کہا اور اندر داخل ہو گیا۔ ہدایت ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے دیکھ کر جلدی سے کھڑا ہو گیا۔ "بیٹھو ہدایت۔ کریم بابا! ہدایت کے لیے چائے وغیرہ کا بندوبست کیجیے۔" کریم بابا کے جانے کے بعد میں نے کہا: "تم خیریت سے ہو ہدایت؟ تمہارے بارے میں تو نہ جانے کیا کیا سُنا تھا۔"

"مجھے حکم دیا گیا تھا صاحب کہ دوبارہ اس شہر میں نظر نہ آؤں مگر ایک اطلاع آپ کو دینا ضروری تھی، اس لیے جان کی بازی لگا کر آیا ہوں۔"

"کیسی اطلاع؟"

"بوڑھے بابا کا پتا چل گیا ہے۔" ہدایت نے کہا اور میں حیرت سے اسے تکتا رہ گیا۔

ہدایت کے الفاظ مجھ پر بم کی طرح گرے۔ مجھے یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ جو کچھ کانوں نے سُنا ہے ہدایت نے وہی کہا ہے۔ چند لمحوں تک میں سکتے کے عالم میں رہا پھر میں نے سنبھل کر پوچھا: "کس کا پتا چل گیا ہے ہدایت؟"

"بوڑھے بابا کا صاحب! بہت سمجھایا اپنے آپ کو کہ مصیبت میں نہ پڑوں، اُرخ بھی نہ کروں اِدھر کا۔ مجھے کیا پڑی ہے۔ بڑے لوگوں کے معاملات ہیں۔ وہ جانیں اور ان کا کام جانے لیکن صاحب جی آپ کی وجہ سے دل نہیں مانا۔ میں جانتا ہوں کہ اس کے بھاگ جانے سے آپ بھی مصیبت میں پڑ گئے ہیں۔ اور پھر اپنی کچھ غرض بھی تھی۔ نوکری تو صاحب یہاں سے جا کر کوئی ملی نہیں۔ جیب میں کوڑی نہیں ہے، جن سسروں کے حوالے کیا گیا تھا، انھوں نے گھڑی تک اتار لی ایک پیسا جیب میں نہ چھوڑا۔ بلا ٹکٹ سفر کرنا پڑا۔ مصیبت آئی تھی تو بھگتنا ہی تھا۔ اب سسرال کی روٹیوں پر پڑا ہوں۔ اس امید پر آپ کے پاس آیا ہوں کہ بوڑھے بابا کے مل جانے کی خوشی میں آپ میری کچھ مدد کر دیں گے۔"

"بوڑھا کہاں ہے ہدایت؟" میں نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے پوچھا۔

"بلند شہر کے پاس، مان کھیڑہ گاؤں میں۔ پربھات سنگھ کھتہ کا نام سُنا ہے آپ نے؟" ہدایت نے پوچھا۔

"تمھیں کیسے معلوم کہ وہ وہاں ہے؟" میں نے اسکی بات سُنی ان سُنی کرتے ہوئے پوچھا۔

"میں نے خود دیکھا ہے صاحب!"

"تم وہاں کیسے پہنچ گئے؟"

"اپنی سسرال وہیں ہے۔ آپ کو میری کہانی نہیں معلوم صاحب۔ آپ نے سوچا ہوگا کہ میں خود بھاگ گیا۔ میں خود نہیں گیا تھا۔ ایک دن آپ موجود نہیں تھے کہ ڈاکٹر صاحب میرے پاس آئے۔ انھوں نے بڑی نرمی سے مجھ سے بات کی اور بوڑھے بابا کے فرار کے بارے میں پوچھتے رہے پھر رازدارانہ انداز میں بولے کہ میں تھوڑی دیر بعد باہر آکر ان سے ملوں اور پھر وہ کوٹھی سے نکل گئے۔ میں سوچ بھی

نہیں سکتا تھا کہ اُن کے دل میں کیا ہے۔ میں باہر نکل کر اُن کے پاس پہنچا تو وہ کار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھ سے کار میں بیٹھنے کے لیے کہا تو میں بیٹھ گیا۔ اس کے بعد صاحب انھوں نے مجھے ایک گھر کے سامنے اتارا۔ اور اپنے ساتھ اندر آنے کے لیے کہا۔ اندر کئی غنڈے موجود تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے مجھے ان غنڈوں کے حوالے کر دیا، تب مجھے اندازہ ہوا کہ اُن کے دل میں کیا ہے۔ صاحب ان سب نے مجھے بُری طرح مارا اور ڈاکٹر صاحب نے اپنی نگرانی میں مجھے پٹوایا۔ پھر انھوں نے مجھ سے بوڑھے بابا کے فرار کے بارے میں پوچھا۔ جو کچھ مجھے معلوم تھا صاحب وہ میں نے بتا دیا لیکن ڈاکٹر صاحب کا خیال تھا کہ میں کچھ اور بھی جانتا ہوں۔ چنانچہ مجھے تین دن تک وہیں بند رکھا گیا اور چار چوٹ کی مار ماری گئی۔ چوتھے روز ڈاکٹر صاحب آئے اور مجھے حکم دیا کہ یہاں سے نکل جاؤں اگر یہاں دیکھا گیا تو قتل کر دیا جاؤں گا۔ میری بُری حالت تھی، جان کے لالے پڑ گئے تھے۔ اس گھر سے نکل کر سیدھا ریلوے اسٹیشن پہنچا اور گاڑی میں بیٹھ گیا۔ یہ تو شکر تھا کہ اپنے راستے کی گاڑی تھی ورنہ اور مصیبتیں اٹھانی پڑتیں۔ بلند شہر پر اتر گیا اور پھر وہاں سے کھیڑہ آگیا۔ حالت بہت خراب ہو گئی تھی۔ سسر صاحب نے بیوی بچوں کو بھی وہیں بلوا لیا اور..." وہ تو باقاعدہ داستانِ امیر حمزہ سنانے بیٹھ گیا۔

"ہدایت! بوڑھے بابا کو تم نے کہاں دیکھا؟"

"کنور کھتہ کی بگھی میں۔ حالت ٹھیک ہو گئی تھی کچھ۔ کالی تلیا پر اپنے سالے کے ساتھ مچھلی کا شکار کھیلنے نکل گیا تھا۔ کالی تلیا کے پاس کنور کھتہ کا باغ ہے، تلیا کے ساتھ سڑک گذرتی ہے۔ اسی سڑک پر میں نے بگھی جاتی دیکھی جو باغ سے نکلی تھی۔"

"اور بوڑھا اسی بگھی میں تھا؟"

"جی صاحب!"

"بگھی کھلی ہوئی تھی؟"

"اس کی چھت پلٹی ہوئی تھی۔" ہدایت نے جواب دیا۔

"تمھیں یقین ہے کہ وہ بوڑھا بابا ہی تھا؟"

"مجھے اور یقین نہ ہوگا صاحب؟ میں تو اُس کے ساتھ مہینوں رہا ہوں۔"

"اُس وقت اس کا کیا حلیہ تھا؟"

"بہت اچھے کپڑے پہن رکھے تھے، صاف ستھرا نظر آ رہا تھا۔"

"اور کون تھا اُس کے ساتھ؟"

"کوچوان کے علاوہ تین آدمی اور تھے، دو سامنے بیٹھے ہوئے تھے ایک پیچھے کھڑا تھا۔ وہ سب پربھات کھتہ کے نوکر دکھائی دیتے تھے۔" ہدایت نے بتایا۔ بیحد پُراسرار انکشاف تھا جس نے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا۔

"بوڑھے بابا کی کیفیت میں تم نے کوئی تبدیلی محسوس کی تھی ہدایت؟" میں نے کچھ دیر سوچنے کے بعد پوچھا۔

"اتنا موقع کہاں ملا صاحب، میں نے اسے دیکھا اور پہچان لیا۔ اس دوران بگھی آگے بڑھ گئی۔ جو کچھ ہم پر بیت چکی تھی صاحب اس کے بعد اس کی گنجائش کہاں تھی کہ ہم اس چکر میں پڑتے۔ اگر آپ کا خیال نہ آجاتا تو اِدھر کا کبھی رُخ بھی نہ کرتے!" ہدایت نے جواب دیا۔

میں کافی دیر تک خاموش بیٹھا سوچتا رہا۔ پھر میں نے کہا "تم فکر مت کرو، ہدایت یہ بتاؤ اب تمھارا کیا پروگرام ہے؟"

"اپنی پریشانی آپ کو بتا چکا ہوں، اب آپ جو چاہیں کریں، آپ مالک ہیں!"

"یہاں کام کر کے تم مطمئن تھے؟"

"کیوں نہیں صاحب! کچھ لوگوں نے ہی بہکایا تھا، ورنہ آپ معلوم کر لیں کبھی کسی کو شکایت کا موقع نہیں دیا۔"

"تو ٹھیک ہے سمجھو تمھاری یہاں کی ملازمت برقرار ہے جتنے دن غیر حاضر رہے ہو اس کی تنخواہ پوری ملے گی اور کوئی تم سے تمھاری غیر حاضری کے بارے میں نہیں پوچھے گا۔" میں نے کہا۔

"نہیں صاحب! یہاں کے علاوہ کہیں اور کچھ ہو سکے تو۔ ڈاکٹر صاحب اس بار زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"خیر آج رات تو تم یہیں کریم بابا کے پاس سو جاؤ، میں اُن سے کہے دیتا ہوں لیکن اس وقت تک یہاں سے باہر مت نکلنا جب تک میں نہ کہوں۔ کل میں تمھیں دو ہزار روپے دے دوں گا جو تم اپنی بیوی کو بھجوا دینا۔ تمھیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی اس کی ذمہ داری میں لیتا ہوں۔"

"بہتر جناب!" ہدایت نے کہا۔ میں اُسے کریم بابا کے حوالے کر کے واپس اپنے کمرے میں آگیا۔ دل چاہ رہا تھا کہ فوراً مان کھیڑہ پہنچ جاؤں اور بوڑھے بابا کو اپنے قبضے میں لے لوں۔ مگر کچھ نئے نام سامنے آئے تھے۔ کنور پربھات سنگھ کھتہ جو ایک بڑا زمیندار تھا، بوڑھا بابا بقول ہدایت کے اس کی بگھی میں سفر کر رہا تھا۔ اتنا اہتمام بلا وجہ تو نہ ہوگا۔ کنور کھتہ کا بوڑھے سے کیا تعلق ہے۔ کیا بوڑھا اتفاقیہ اس کے ہاتھ لگ گیا ہے، یا کھتہ اس کی شخصیت سے کچھ واقف ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو معلوم نہیں کہ کنور کا کون سا مفاد اُس سے وابستہ ہو۔ اور اگر اس کا کوئی مفاد بوڑھے بابا سے وابستہ ہے تو وہ بھلا کاہے کو مجھے اس تک پہنچنے دے گا۔ ایسی صورت میں اگر اُسے علم ہو گیا کہ میں بوڑھے کا دعویدار ہوں تو وہ میرے ساتھ بھی جانے کیا سلوک کرے۔ کوئی احمقانہ جلد بازی مناسب نہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھی۔ میں اس بارے میں بہت سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا چاہتا تھا۔

کافی رات ہو گئی تھی مگر بات ایسی تھی کہ ہضم نہیں ہو سکی چنانچہ لباس تبدیل کر کے انیکسی سے باہر آ گیا۔ پورچ میں ڈاکٹر طاہر علی کی کار کھڑی تھی۔ اُسے دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ رات کو جاگنے والے ایک ملازم سے حسن صاحب کے بارے میں پوچھا تو اُس نے بتایا کہ وہ ڈاکٹر صاحب کے ساتھ اپنی خواب گاہ میں ہیں۔ "میں انھیں ابھی کافی دے کر آیا ہوں صاحب!"

"ایک پیالی اور پہنچا دو ان کے کمرے میں!" میں نے کہا اور حسن صاحب کی خواب گاہ کی طرف چل پڑا۔ دروازے پر ہلکی سی دستک دی تو اندر سے اجازت مل گئی۔ لیکن دونوں مجھے دیکھ کر حیران رہ گئے۔

"خیریت غزالی۔ سب خیریت ہے نا؟" حسن صاحب بے صبری سے بولے۔

"بالکل! ناوقت مخل ہوا ہوں اگر مصروفیت ہو تو کچھ دیر کے بعد..."

"بالکل نہیں آؤ۔" حسن صاحب بولے۔ اور پھر انھوں نے گھنٹی کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"ملازم کو بلا رہے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں، ہم لوگ کافی پی رہے ہیں تم بھی پیو۔" حسن صاحب بولے۔

"میرے لیے آ رہی ہے!" میں نے کہا اور حسن صاحب کے اشارے پر اُن کے سامنے بیٹھ گیا۔

"طاہر علی سے میری بہت گہری دوستی ہے غزالی۔ درمیان میں شیطان آ گیا تھا، لیکن خدا کے فضل سے ہم پھر یکجا ہو گئے ہیں۔ اس وقت ہم شیطان کے بارے میں ہی گفتگو کر رہے تھے۔ طاہر نے مجھے فون کیا تو میں نے انھیں بلا لیا!"

"ہما ٹھیک ہیں ڈاکٹر صاحب؟"

"بالکل غزالی میاں، کچھ اعترافات کر رہا تھا حسن کے سامنے۔ حسن صاحب جانتے ہیں کہ خدا کے فضل سے میں تلاش انسان نہیں ہوں۔ میکے براؤن نے جو لالچ دیا تھا اُس سے صرف میں اس لیے مغلوب ہو گیا تھا کہ خزانے کا لفظ ایک پُراسرار دلکشی کا حامل ہے۔ میں، حسن اور خود میکے براؤن ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جو اپنے مصائب دُور کرنے کے لیے کسی خزانے کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ بس ایک شوق ہے۔ اب جبکہ حسن اور میں سارے معاملات سے واقف ہو چکے ہیں تو میں سوچتا ہوں کہ ہم خزانے کی تلاش کی دوڑ میں میکے براؤن کو آگے کیوں نکلنے دیں؟ ظاہر ہے وہ خزانے کی تلاش سے دستبردار نہیں ہوگا اور ہر طرح کی جدوجہد کرے گا۔ ہم اپنے طور پر اس سلسلے میں کام کریں گے بلکہ زیادہ موثر انداز میں کریں گے۔ تمھاری کیا رائے ہے؟"

"میرے خیال میں کوئی حرج نہیں ہے!" میں نے جواب دیا۔

"ہم دونوں بھی اس پر متفق ہو گئے ہیں۔ بوڑھے کے بارے میں اب تک جو نظریہ قائم ہوا ہے، وہ یہ ہے کہ یہ شخص خزانے کی جائے وقوع سے واقف ہے ممکن ہے یہ ان فوجیوں میں سے کوئی ہو جو جرمنوں کی پسپائی کے وقت اُن کے ساتھ ہو۔ ممکن ہے وہ خود جرمن ہو ہم اُس کی قومیت کا کوئی تعین تو نہیں کر سکے ہیں۔ وہ جرمن باشندہ ہو سکتا ہے، کوئی بہت بڑا جرمن جنرل ہو سکتا ہے جس کا ذہنی توازن کسی حادثے کے سبب خراب ہو گیا ہو اور پھر وہ خطرناک جاسوسہ ویلینی کے ہاتھ لگ گیا ہو۔ اس بات کے امکانات بھی ہیں کہ ویلینی نے خود اس کا ذہنی توازن کچھ خاص دواؤں کے ذریعے سے خراب کیا ہوگا کہ وہ خزانے کا راز اُگل نہ دے۔ بوڑھے کو اس نے جس طرح پہرے میں رکھا تھا اُس سے اس شبہے کی تصدیق ہوتی ہے۔ یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ ویلینی نے اس خزانے کے رازدار کو ہلاک کیوں نہ کر دیا۔ اس سوال کا یقیناً کوئی جواب نہیں ہے۔ ہمارے پاس بوڑھا مٹی کے کھلونے بنا کر غالباً گمشدہ ماضی یاد کرتا تھا جو اس کے ذہن کی گہرائیوں میں کھو گیا ہے۔ ہم تو بس اسی قسم کے اندازے لگا سکتے ہیں۔"

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے غزالی کہ اب کیا کیا جائے؟" حسن صاحب نے کہا۔

"بوڑھا اگر مل جائے تو اب میں اس کا فوراً آپریشن کروں گا۔ مجھے یقین ہے کہ میں اُس کی کھوئی ہوئی یادداشت واپس لے آؤں گا۔" ڈاکٹر طاہر علی نے کہا۔

"ویسے آپ اس کی ذہنی کیفیت کو تو پوری طرح سمجھتے ہی ہوں گے؟" میں نے ڈاکٹر طاہر سے پوچھا۔

"بڑی حد تک سمجھتا ہوں۔ اگر وہ ہاتھ لگ جائے تو اب دوسرے انداز میں اس کا علاج کروں گا۔ ابھی تک تو میں صرف براؤن کی ہدایات پر عمل کرتا رہا ہوں لیکن یہ تو ایک سادہ سی بات ہے کہ کھلونے بنا کر توڑ دینا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ اس کا سویا ہوا ذہن جاگنے میں کوشاں ہے۔" ڈاکٹر طاہر علی نے پُرخیال انداز میں کہا۔

"مگر وہ بوڑھا تو یوں لگتا ہے جیسے زمین کی گہرائیوں میں گم ہو گیا۔ کوئی نشان تو ملے اس کا۔ پتا تو چلے کہ زندہ ہے یا مر گیا۔ میرے ذہن میں تو بار بار ایک ہی خیال آتا ہے اور وہ یہ کہ دیوانگی کے عالم میں اُس نے خودکشی کر لی، شاید دریا میں ڈوب مرا۔ لیکن لاش تو ملنی چاہیے تھی۔" حسن صاحب نے کہا۔

"اس وقت میں اسی سلسلے میں حاضر ہوا تھا۔" میں نے کہا۔

"کوئی تجویز ذہن میں آئی ہے؟" طاہر علی نے پوچھا۔

"جی نہیں! ہدایت آیا ہے!" میں نے شگفتگی سے کہا۔

"کیا مطلب؟" طاہر علی بوکھلا کر بولے۔

"بُری طرح خوفزدہ ہے کیونکہ اُسے آئندہ اس شہر میں دیکھے جانے کی سزا موت تھی لیکن بچوں کی بھوک اُسے واپس لے آئی ہے۔" میں نے بدستور اسی انداز میں کہا۔ اور طاہر علی خجالت سے حسن صاحب کو دیکھنے لگے۔

"بھئی کچھ ہماری سمجھ میں بھی تو آئے؟" حسن صاحب اُلجھ کر بولے۔

"وہ بوڑھے کی خبر لے کر آیا ہے اور جاں بخشی کا طالب ہے۔"

"اوہ کیا... کیا اُسے بوڑھے کے بارے میں کوئی اطلاع ملی ہے؟" ڈاکٹر طاہر علی حیرت سے اُچھل پڑے۔

"میں کہتا ہوں مجھے بھی تو کچھ بتاؤ۔" حسن صاحب نے پھر مداخلت کی۔

"میں تمھیں ہدایت کے بارے میں بتا چکا ہوں حسن! کیوں بار بار مجھے شرمندہ کرتے ہو۔ میں نے اُسے یہاں سے بھگا دیا تھا۔ ہاں غزالی میاں، تو وہ کیا خبر لایا ہے بوڑھے کے بارے میں؟"

"اُس نے بوڑھے کو دیکھا ہے اور مجھے بتانے دوڑا آیا ہے۔"

"کہاں دیکھا ہے؟" طاہر علی نے شدید بے چینی سے پوچھا۔ اور میں نے ہدایت کی پوری کہانی سُنا دی۔ حسن صاحب بھی بہت پُرجوش ہو گئے۔ انھوں نے کچھ بولنا چاہا لیکن طاہر علی ہاتھ اُٹھا کر بولے۔ "مان کھیڑہ کا کنور پربھات سنگھ۔ یہی نام لیا ہے تم نے؟"

"جی ہاں! آپ اُسے جانتے ہیں؟"

"اچھی طرح، اُس کی بیٹی میرے زیرِ علاج ہے۔ لیکن وہ تو بیحد شریف آدمی ہے اس سے کسی مجرمانہ اقدام کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ حسن تم بھی تو جانتے ہو گے اُسے؟" طاہر علی نے کہا۔

"نام آشنا لگتا ہے! شاید کبھی ملاقات ہوئی ہو، لیکن طاہر علی بوڑھے کی وہاں موجودگی کنور کے کسی مجرمانہ اقدام کی نشاندہی تو نہیں کرتی۔ ممکن ہے وہ اتفاقیہ طور پر اُس کے ہاتھ لگ گیا ہو اور کسی نیم پاگل، عمر رسیدہ شخص پر کوئی بھی رحم کھا کر اسے اپنے گھر میں جگہ دے سکتا ہے۔"

"ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے!" طاہر علی نے کہا۔

"ہدایت کہاں ہے؟"

"میں نے اُسے انیکسی میں ہی جگہ دے دی ہے اور وعدہ کر لیا ہے کہ اس کی نوکری بحال کر دی جائے گی۔ وہ مالی طور پر پریشان ہے۔"

"کیا ہدایت کی ضرورت ہے؟" طاہر علی نے پوچھا۔

"مان کھیڑہ کے سلسلے میں؟"

"ہاں!"

"پہلے یہ فرمایئے کہ اب اس اطلاع کے بعد آپ لوگوں کا کیا پروگرام ہے؟" میں نے پوچھا۔

"بوڑھے پر فوراً قبضہ کر لینا چاہیے!" حسن صاحب نے کہا۔

"میں اس سے متفق ہوں!" طاہر علی بولے۔

"طریقۂ کار کیا ہوگا؟"

"وہی طے کرنا ہے۔ تم بتاؤ طاہر جیسا کہ تم نے کہا کہ بوڑھے کی اس کے پاس موجودگی اتفاق بھی ہو سکتی ہے اگر ہم پربھات کھتہ سے بات کریں اور بوڑھے کے بارے میں..."

"قطعی مناسب نہیں ہے!" میں نے حسن صاحب کی بات پوری نہ ہونے دی۔

وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگے پھر بولے "یہ صرف ایک تجویز تھی۔ کیوں طاہر تمھارا کیا خیال ہے؟"

"یہ ہو سکتا ہے لیکن غزالی اس کی مخالفت کرتے ہیں تو ٹھیک ہے ایسا نہیں کیا جائے گا!"

"یہ تصویر کا ایک رُخ ہے۔ فرض کریں یہ صرف اتفاق نہ ہو اور کنور پربھات سنگھ، بوڑھے کی اصلیت سے واقف ہوں تو زبردست نقصان ہو جائے گا۔ وہ کبھی ہمیں اس تک نہ پہنچنے دیں گے بلکہ محتاط ہو جائیں گے کہ ہم بوڑھے کی ان کے پاس موجودگی سے واقف ہیں۔ ان امکانات کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا، چنانچہ ہم یہ خطرہ کیوں مول لیں۔ میں اس ضمن میں ایک بات اور عرض کر دوں اِس پر بھی براہِ کرم غور کریں۔ ولاڈی واسکاٹ آپ لوگوں کو جاپان میں ملا اور اس نے مرتے ہوئے بے بسی کے ایک احساس کے ساتھ آپ کو کچھ تفصیل بتا دی۔ پھر اُس کی کہانی اخبارات میں چھپی تو آپ کے خیال میں کیا وہ کہانی چند نگاہوں تک محدود رہی ہوگی۔ کیا خزانوں کے دوسرے رسیا اُس کی طرف متوجہ نہیں ہوئے ہوں گے؟ کیا ان کی تحقیقات ویلینی اور اس کے بعد اس بوڑھے تک نہ پہنچی ہوں گی یہ دوسری بات ہے کہ سب سے پہلے آپ اس بوڑھے پر ہاتھ ڈالنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس امکان کو نظرانداز کرنا کہ بوڑھے سے کوئی اور بھی واقف ہو سکتا ہے معاف کیجیے عقلمندی نہیں ہے۔"

حسن صاحب اور ڈاکٹر طاہر علی حیرت بھری نظروں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ میرے خاموش ہونے کے بعد بھی وہ اسی انداز میں مجھے گھورتے رہے۔ پھر بیک وقت دونوں کی آوازیں ابھریں "اوہ۔ واقعی یہ..." دونوں ایک ہی جملہ ادا کر کے خاموش ہو گئے۔ طاہر علی نے جملہ پورا کیا۔ "اس پر غور ہی نہیں کیا۔ یہ بات ذہن میں آئی ہی نہیں۔"

"اگر ایسا ہے تو اس سے قبل ایسی کوئی کوشش کیوں نہیں ہوئی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حسن صاحب نے پوچھا۔

"کوشش ضرور ہوئی ہوگی، کامیابی نہیں ہوئی۔ بلکہ یہ اندازہ نہیں ہوا کہ بوڑھا کہاں ہے اور اچانک بوڑھے کے بارے میں انکشاف ہوگیا۔ آپ بھول گئے حسن صاحب بوڑھے بابا کے بارے میں انکشاف کو آپ بھول گئے!" میں نے پُرجوش لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟" حسن صاحب نے کہا۔

"اخبار کے اشتہار اور بوڑھے بابا کی تصویر کو آپ بھول گئے" میں نے کہا۔ اور ڈاکٹر طاہر علی نے سر تھام لیا۔ حسن صاحب بھی نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر رہ گئے۔ "اس لڑکے کی ذہنی قوتوں کو تماشا دیکھ رہے ہو حسن۔ قیامت خیز ذہن کا مالک ہے۔ کتنا باریک بیں ہے۔ امکانات ہیں اس کے۔ بڑی موثر دلیل ہے، ایسا یقیناً سکتا ہے۔ اٹلی کے حکام اس خزانے کو پانے میں ناکام رہے ہیں۔ متعدد لوگوں نے کوششیں کی ہوں گی اور متعدد لوگ اب بھی کوشش کر رہے ہوں گے۔ پربھات سنگھ بھی ان میں شامل ہوسکتا ہے۔ تم یا میکے براؤن کیا جرائم پیشہ لوگ ہو؟ اپنی دلچسپی کی وجہ سے ہی تو تم اس حد تک گئے۔ اور لوگ بھی تمھاری طرح ہوسکتے ہیں لیکن تم سے کہیں زیادہ پُرجوش ہوسکتے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ بوڑھا ان کے ہاتھ نہیں لگا، تمھارے ہاتھ لگ گیا۔"

"لیکن بوڑھے کی تصویر کس طرح ان لوگوں کے ہاتھ لگ گئی؟" حسن صاحب بولے۔

"کسی کے اپنے ذرائع بھی ہوسکتے ہیں۔ کوئی ہم سے زیادہ بھی جان سکتا ہے، ہم لوگ تو بوڑھے کے بس نگراں ہی رہے ہیں ممکن ہے کوئی اس کی اصلیت سے بھی واقف ہو۔ یہ بھی جانتا ہو کہ وہ کون ہے!"

حسن صاحب تشویشناک انداز میں گردن ہلانے لگے، پھر بولے "اگر یہ بات ہے تو کیا پربھات سنگھ ہمیں اس کی ہوا بھی لگنے دے گا؟"

"فیصلہ کرنا مشکل ہے حسن! ضروری نہیں ہے کہ پربھات سنگھ بھی اُنھیں لوگوں میں سے ہو۔ لیکن اس سے ملاقات سے قبل اس امکان کو ذہن میں رکھنا چاہیے۔ ہمیں سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا ہوگا۔ اگر بوڑھا اتفاقیہ طور پر اس کے ہاتھ لگا ہے تو ہم آسانی سے اُسے حاصل کرلیں گے اور اگر وہ بوڑھے سے دلچسپی رکھتا ہے تو پھر کچھ اور کرنا پڑے گا۔"

"اب تو بہت سے خیالات آرہے ہیں میرے ذہن میں، ممکن ہے پربھات سنگھ کو کسی طرح بھنک مل گئی ہو اور اس کے لوگ میری کوٹھی کے آس پاس موجود رہے ہوں۔ اس تاک میں رہے ہوں کہ..."

"سب کچھ ہوسکتا ہے۔ یہ سوچو کہ اب ہمیں فوری طور پر کیا کرنا چاہیے غزالی تمھاری کیا رائے ہے اس سلسلے میں؟"

"میرے خیال میں کسی پیچیدہ طریقۂ کار کو اختیار کیے بغیر سیدھی راہ اختیار کی جائے۔ ہم لوگ مان کھیڑہ چلتے ہیں۔ ہدایت کو بھی ساتھ لے لیا جائے تو بہتر ہے۔ وہ ہم سے الگ رہ کر ہماری ہدایت کے مطابق کام کرے گا۔ ہاں ڈاکٹر صاحب آپ نے فرمایا تھا کہ آپ پربھات سنگھ کی بیٹی کا علاج کر رہے ہیں؟"

"ہاں، میں اس کا معالج ہوں۔"

"وہ اپنی بیٹی کو خود آپ کے پاس لایا تھا؟"

"ہسپتال میں لایا تھا، بعد میں اس کی خواہش ہوئی کہ گھر ہی اس کا علاج کرائے چنانچہ اب..."

"کچھ فائدہ ہے اس کی بیٹی کو؟" میں نے ان کی بات کاٹ دی۔

"تقریباً چالیس فیصد! وہ میرے علاج سے مطمئن ہے۔"

"آپ سے اچھی سلام دعا ہوگی؟"

"بہت عزت کرتا ہے میری!"

"جاتے رہتے ہیں وہاں؟"

"تین چار بار گیا ہوں... ضرورت پڑنے پر جاسکتا ہوں کوئی مشکل مسئلہ نہیں ہے۔"

"بس تو ٹھیک ہے! ہم کل وہاں چلتے ہیں۔ حسن صاحب کو مان کھیڑہ میں ایک صنعت لگانے کے لیے مناسب جگہ کی تلاش ہے۔ اس سلسلے میں آپ ان کی معاونت کریں گے اور ہم لوگوں کو لے کر مان کھیڑہ پہنچ جائیں گے۔ ظاہر ہے کہ اگر آپ کے کسی دوست کو مان کھیڑہ میں کسی بھی قسم کا کام ہے تو آپ اُسے لے کر کنور پربھات سنگھ کے پاس نہ جائیں گے تو کہاں جائیں گے؟"

"ہاں مناسب بات ہے۔ کل کس وقت چلنا ہے؟"

"بہتر ہوگا کہ صبح کو ناشتے کے بعد... کام بن گیا تو کل ہی واپسی بھی ہوجائے گی، نہ بنا تو وہاں ٹھہر بھی جاسکتا ہے۔"

"ہوں!" ڈاکٹر طاہر علی سوچ میں ڈوب گئے پھر بولے "بوڑھے کے بارے میں تذکرہ کیسے کروں گا پربھات سنگھ سے؟"

"اس کا بھی ایک طریقہ ہے! ہم اشتہار والا اخبار ساتھ رکھیں گے۔ میں ایک تیسری شخصیت بن جاؤں گا۔ اگر بوڑھا بابا ہمیں عام حیثیت میں وہاں نظر آجاتا ہے تو ٹھیک ہے ہم براہِ راست اس کے بارے میں بات کر کے اُسے ساتھ لے آئیں گے اور اگر وہ ہمیں نہیں ملتا تو آپ اس کا معاملہ مجھ سے منسلک کر دیں، میں کہہ دوں گا کہ مجھے کسی سے اس کے یہاں دیکھے جانے کی اطلاع ملی تھی اور میں اس کی تلاش میں آیا ہوں۔ بات کسی نہ کسی طرح بن ہی جائے گی ڈاکٹر صاحب! پہلے ہم وہاں پہنچ جائیں اگر کوئی غلط صورت حال ہے تو پھر کنور پربھات سنگھ کم از کم حسن صاحب کی شخصیت سے ضرور آشنا ہوگا۔ اس کا اندازہ ملاقات ہوتے ہی ہوجائے گا کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ وہ بوڑھے بابا کو حسن صاحب کے گھر سے اٹھا لایا ہو اور ان کو جانتا تک نہ ہو۔"

"تو پھر کل دس بجے؟" حسن صاحب نے کہا۔

"بالکل طے رہا۔ اب مجھے اجازت دو حسن! بائی روڈ چلیں گے زیادہ فاصلہ نہیں ہے۔ انتظامات میں کروں گا۔ تم دونوں مجھے تیار ملنا۔" ڈاکٹر طاہر علی اٹھتے ہوئے بولے۔

اُن کے جانے کے بعد حسن صاحب نے کہا "اب یہ بالکل ٹھیک ہوگیا ہے غزالی! ہم اس پر بھروسا کریں گے۔ ہدایت کے سلسلے میں جو کچھ تم نے سوچا ہے وہ بھی ٹھیک ہے، ہاں صبح کو ناشتا میرے ساتھ ہی کرنا!"

"ہدایت کو بھی ساتھ ہی لے چلیں گے!"

"قابلِ اعتماد ہے۔ وہ کوئی اُلجھن تو نہیں پیدا کرے گا؟"

"بالکل! اس کی طرف سے آپ مطمئن رہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"کوئی حرج نہیں ہے۔" حسن صاحب نے کہا اور پھر وہ واپس چلے گئے اور میں انیکسی میں آگیا۔ صبح کو جلدی جاگنا تھا اس لیے سونے کی کوشش کرنے لگا۔ دوسری صبح کریم بابا سے ہدایت کو ناشتا کرانے کے لیے کہہ کر حسن صاحب کے پاس پہنچ گیا۔ ہم نے ساتھ ہی ناشتا کیا اور حسن صاحب مجھ سے آج کے پروگرام کے بارے میں گفتگو کرتے رہے۔ "میں نے تمھیں اپنے ساتھ ناشتا کرنے کے لیے اس لیے کہا تھا کہ اگر رات کو کوئی بات ذہن میں آئے تو طاہر علی کے آنے سے قبل اس پر گفتگو کرلوں۔ پروگرام بالکل ٹھیک ہے بوڑھے کے معاملے کو تم مکمل طور پر خود سے منسوب کرلو تاکہ پربھات سنگھ اگر اس معاملے میں ملوث ہے تو اس کی نگاہ صرف تم پر رہے ہم درپردہ اس کی نگرانی کریں گے۔"

"بہت مناسب!" میں نے جواب دیا۔

"ہدایت سے مزید کوئی بات ہوئی؟"

"نہیں اب کروں گا۔ اور کوئی حکم ہے میرے لیے؟"

"بس طاہر علی کا انتظار ہے۔ وہاں قیام طویل بھی ہوسکتا ہے چند جوڑے کپڑے رکھ لینا۔"

"ڈاکٹر صاحب آجائیں تو فون کر کے مجھے بلا لیجیے!" میں نے کہا اور حسن صاحب کے پاس سے چلا آیا۔ انیکسی میں آکر پہلے میں نے کریم بابا کو اپنے دو چار دن باہر رہنے کی اطلاع دی۔ اس کے بعد ہدایت کے پاس پہنچ گیا۔

"دیکھو ہدایت! یہ بات تمھیں معلوم ہے کہ کچھ عرصہ قبل ڈاکٹر طاہر علی، حسن صاحب کو دھوکا دے رہے تھے اور تمھارے ذریعے بوڑھے بابا کو غلط دوائیں استعمال کرا رہے تھے۔"

"کیا ہمیں اس کی گواہی دینی پڑے گی کہیں... ایسا نہ کریں غزالی صاحب آپ کو معلوم ہے کہ ہم ان دواؤں کے بارے میں نہیں جانتے تھے بس جو ڈاکٹر صاحب کہتے تھے وہی..."

"ضرورت سے زیادہ نہ بولو ہدایت پوری بات سُن لو۔ یہ تمام باتیں حسن صاحب کو معلوم ہوچکی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب سے اُن کی بات ہوچکی ہے اور حسن صاحب نے اُنھیں معاف بھی کردیا ہے۔ چنانچہ اب ڈاکٹر صاحب کو تم سے بھی کوئی دشمنی نہیں رہی ہے۔ میں نے تمھارے بارے میں بات کرلی ہے حسن صاحب تمھیں دوبارہ اسی حیثیت سے ملازم رکھنے کے لیے تیار ہیں۔ لیکن تمھارے اوپر ایک ذمہ داری ڈالی گئی ہے۔"

"سب کچھ کریں گے غزالی صاحب! آپ کی مہربانیوں سے اب سر نہیں اٹھا سکتے۔ فرمایئے۔"

"بوڑھے بابا کو برآمد کرانا اب تمھارا کام ہے۔ ہاں یہ بتاؤ یہ پربھات سنگھ کس قسم کا آدمی ہے؟"

"ہمیں اس سے زیادہ واقفیت نہیں ہے غزالی صاحب! سسرال کے لوگ بتاتے ہیں کہ شریف آدمی ہے کوئی شکایت نہیں ہے کسی کو اس سے۔ خود بھی سکون سے زندگی گزارتا ہے اور کسی کو پریشان بھی نہیں کرتا۔"

"بڑے زمیندار کی حیثیت سے اس نے کسی پر کوئی ظلم تو نہیں کیا؟"

"ایسی کوئی بات نہیں سُنی!"

"یہ بتاؤ اس کی حویلی میں تمھارا کوئی شناسا ہے؟"

"میرا تو نہیں مگر حویلی کے باغ کے مالی سے میرے سالے کے بڑے اچھے تعلقات ہیں وہ اکثر باغ کی سبزی میری سسرال میں دے جاتا ہے۔"

"بہرحال تم میرے ساتھ چل رہے ہو۔ حسن صاحب اور ڈاکٹر صاحب بھی جارہے ہیں اور ہاں پہلے میں تمھیں پیسے دے دوں۔ ایک منٹ!" میں نے اندر جا کر دو ہزار روپے نکالے اور ہدایت کو لا کر دے دیے۔

"آپ کا یہ احسان!" ہدایت نے کہنا چاہا لیکن میں نے ہاتھ اٹھا کر اُسے روک دیا۔ "تم ہمارے ساتھ چل رہے ہو۔ مان کھیڑہ کی سرحد کے پاس گاڑی سے اتر کر تم اپنی سسرال چلے جانا کوئی ایسی جگہ بتاؤ جہاں مان کھیڑہ میں تم سے ملاقات ہوجائے؟"

"مان کھیڑہ چھوٹی سی جگہ ہے۔ پوری بستی میں آٹے کی پسائی کی ایک ہی چکی ہے، جو میرے سسر کی ہے۔ سارا دن وہیں ملتا ہوں۔ آپ کو اُسے تلاش کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔"

"گڈ! ہدایت، ہم! تم اس بارے میں کسی کو ایک لفظ مت بتانا۔ اگر ضرورت پڑی تو تم سے کچھ کام لیا جائے گا۔ ہم واپسی میں تمھیں ساتھ لے آئیں گے۔"

"جیسا آپ مناسب سمجھیں!" ہدایت نے جواب دیا۔ دو ہزار روپے اس کی جیب میں منتقل ہوگئے تھے اور اس کا چہرہ خوشی سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گلنار تھا۔

ساڑھے دس بجے حسن صاحب کا فون آیا۔ طاہر علی کو میں ایک سیاہ لینڈ روور میں آتے ہوئے دیکھ چکا تھا اور اب حسن صاحب کے فون کا انتظار ہی کر رہا تھا۔

"غزالی! ڈاکٹر صاحب آگئے ہیں۔ تم فوراً آجاؤ۔"

"بہتر!" میں نے جواب دیا اور فون بند کر کے اپنا کٹ بیگ اُٹھایا جسے ہدایت نے فوراً میرے ہاتھ سے لے لیا۔ "ڈاکٹر صاحب کے سامنے جلتے ہوئے ڈرنگ رلبے صاحب!" ہدایت نے ساتھ سیڑھیاں اترتے ہوئے کہا۔

"ضرور ڈرتے رہو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ اور تیز قدموں سے چلتا ہوا لینڈ روور کے پاس پہنچ گیا... باوردی ڈرائیور ساتھ تھا جس نے ہدایت کے ہاتھ سے بیگ لے کر اندر رکھ دیا اسی وقت حسن صاحب اور ڈاکٹر طاہر علی بھی پہنچ گئے۔ ہدایت نے انھیں سلام کیا جس کا جواب دے کر وہ دونوں اندر بیٹھ گئے۔ ان دونوں میں سے کسی نے ہدایت سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ مجھے تو محسن کی چنڈال چوکڑی پر حیرت تھی جس نے ان معاملات میں ذرا بھی مداخلت نہیں کی تھی۔ اس وقت بھی سب اندر موجود تھے۔ محسن کی کار بھی نظر آرہی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ حسن صاحب نے کسی کو بھی اس سفر کے بارے میں کچھ نہیں بتایا ہوگا۔ ویسے جولیا کے چلے جانے کے بعد سے کچھ سناٹا سا پھیل گیا تھا۔ شام کی چائے اب لان پر نہیں پی جاتی تھی۔ زیادہ تر لوگ اندر ہی گھسے رہتے تھے۔ ندرت کے سلسلے میں بھی کسی کو تردد نہیں تھا اور اس کی وجہ یہی ہو سکتی تھی کہ یہاں کسی کو اُس سے دلی تعلق نہیں تھا۔ وہ جس طرح آئی تھی اسی طرح چلی گئی کون فکر میں پڑتا۔

لینڈ روور کا انجن بے آواز تھا۔ سڑکیں طے ہوتی رہیں اور ہم شہر سے باہر جانے والی سڑک پر نکل آئے۔ بلند و بالا عمارتیں آنکھوں سے اوجھل ہو چکی تھیں اور اب دو رویہ کھیت اور باغات نظر آرہے تھے۔ اب تک مسلسل خاموشی طاری رہی تھی۔ پھر حسن صاحب نے ہی یہ سکوت توڑا۔ "ہدایت جو کچھ تم نے کہا ہے پورے وثوق سے کہا ہے نا؟ تمھاری آنکھوں کو دھوکا تو یقیناً نہیں ہونا چاہیے؟"

"نہیں بڑے سرکار! ہمیں دھوکا نہیں ہوا۔" ہدایت نے جواب دیا۔

"تمھیں اس وقت تک وہیں رہنا ہے جب تک ہم اپنا کام نہ کرلیں۔ تم ہمارے ساتھ ہی واپس آؤ گے۔"

"سرکار کا حکم ہمیں مل چکا ہے!"

اس کے بعد پھر خاموشی طاری ہوگئی۔ بلند شہر آگیا اور یہاں سے ایک کچی سڑک مان کھیڑہ کٹ گئی۔ یہ علاقہ ضروریاتِ زندگی کی بنیادی چیزوں سے محروم تھا لیکن قدرتی حسن سے مالا مال تھا۔ حدِ نگاہ تک سبزہ ہی سبزہ نظر آرہا تھا۔ کچی سڑک آگے چل کر اور پتلی ہوگئی تھی۔ دونوں سمت باغ لہلہا رہے تھے۔ ہدایت نے کہا۔ "یہ کنور صاحب کے باغات ہیں۔"

"مان کھیڑہ اب کتنی دور ہے؟" حسن صاحب نے پوچھا۔

"چار کوس!"

"ہاں تم تو یہاں آتے رہے ہو۔ ویسے عموماً کس طرح آتے ہو؟"

"میں بلند شہر میں گنگا رام چورسیا کے ہاں رُکتا ہوں۔ کنور صاحب وہاں اپنی جیپ بھیج دیتے ہیں۔ چورسیا دراصل کنور صاحب کا کارندہ ہے!"

"صاحب اگر دل چاہے تو گوبھن باغ پر گاڑی رکوائیں صفائی بھی ہو جائے گی۔" ہدایت نے کہا۔

"یہ باغ بھی کنور صاحب کا ہے کیا؟" حسن صاحب نے پوچھا۔

"یہ ساری زمین اور باغ انھیں کے ہیں سرکار۔ باغ کے کنارے پر کنواں ہے وہیں گاڑی دھولیں گے۔"

"ٹھیک ہے ہم لوگ بھی اپنا حلیہ درست کرلیں گے۔" طاہر علی بولے۔ اور پھر گاڑی آخری باغ کے پاس رُک گئی۔ کچی سڑک سے اتر کر کچیا اینٹوں کا احاطہ بنا ہوا تھا جس میں ایک بڑا گول دروازہ بھی تھا۔ یہی باغ میں جانے کا راستہ تھا۔ دروازے سے ملحق ایک چھوٹی سی عمارت تھی جو شاید مالی وغیرہ کی رہائش کے کام آتی تھی۔ بائیں سمت زمین سے چار فٹ اونچی گگر والا کنواں بنا ہوا تھا جس کی چرخی میں ڈول کی رسی پھنسی ہوئی تھی۔ ڈول پتھر کی ایک سل پر رکھا تھا۔ اس سے کچھ ہٹ کر ویسی ہی اینٹوں کی ایک پیاؤ موجود تھی جس کی چھوٹی کھڑکی کے پیچھے گھٹے سر والا پنڈت تانبے کا لوٹا لیے بیٹھا تھا۔

ہمیں دیکھ کر اُس نے لوٹا رکھ دیا اور پیاؤ کے پچھلے حصے سے باہر نکل آیا۔ اوپری بدن سے ننگا، گلے میں جنیو، نچلے بدن پر چھوٹی سی دھوتی باندھے، ہاتھ جوڑے وہ ہمارے پاس پہنچ گیا۔ "جے رام جی کی مہاراج!" اُس نے دونوں ہاتھ ماتھے سے لگا کر کہا۔

"پانی چاہیے پنڈت جی!" ہدایت نے کہا۔ اور پنڈت جی کنوئیں کے پاس پہنچ گئے۔ وہ کنوئیں میں ڈول ڈال کر پانی کھینچتے رہے اور ہدایت ڈرائیور کے ساتھ گاڑی دھونے میں مصروف ہوگیا۔ گاڑی صاف ہونے کے بعد ہم نے اپنے چہرے دھوئے، بال سنوارے اور پنڈت جی کو کچھ رقم دے کر وہاں سے چل پڑے۔ اب مان کھیڑہ زیادہ دور نہیں تھا۔ مان کھیڑہ سے تھوڑی دور پر ہدایت کو ضروری ہدایات دے کر اتار دیا گیا اور پھر لینڈ روور کنور پربھات سنگھ کی حویلی کی طرف چل پڑی۔

عظیم الشان حویلی چاروں طرف سے درختوں میں گھری ہوئی تھی۔ سامنے کے رُخ پر اونچا دروازہ نظر آرہا تھا جس پر نیا پھاٹک لگوایا

گیا تھا۔ پھاٹک پر دو پہریدار کھڑے ہوتے تھے۔ انھوں نے لینڈ روور کو دیکھ کر گیٹ کھول دیا۔ لیکن ڈاکٹر طاہر علی نے لینڈ روور گیٹ کے پاس رکوالی۔ "کنور جی موجود ہیں؟" انھوں نے پوچھا۔

"نمستے سرکار! کنور جی اندر حویلی میں ہیں!"

ڈاکٹر طاہر علی نے یہ سُنا تو ڈرائیور کو اشارہ کیا۔ اور ڈرائیور نے لینڈ روور آگے بڑھا دی۔ سامنے ہی حویلی کا صدر دروازہ تھا۔ بائیں سمت اونچے ستونوں کی وسیع عمارت نظر آرہی تھی جس کے سامنے پانچ سیڑھیوں کے بعد ایک دالان تھا۔ دالان میں بہت خوبصورت در بنے ہوئے تھے۔ دو تین ملازم مستعد کھڑے تھے۔ لینڈ روور دالان کی سیڑھیوں کے پاس جا کر رُکی۔ ملازموں نے آگے بڑھ کر دروازے کھول دیے اور ہم نیچے اُتر گئے۔ ایک ملازم نے ہماری پیشوائی کی اور ہم دالان کی سیڑھیاں چڑھ کر، دالان سے گزرتے ہوئے ایک کمرے میں داخل ہو گئے۔ اندر پہنچ کر مجھے اندازہ ہوا کہ میں جسے کمرہ سمجھ رہا تھا وہ ایک ہال ہے جسے ڈرائنگ روم بنایا گیا تھا۔ وکٹورین طرز کے چوڑے پایوں والا فرنیچر، قیمتی قالین، دبیز ریشمیں پردے۔ آرائش کی لاتعداد قیمتی اشیاء نفاست سے آراستہ تھیں۔ ہم صوفوں پر بیٹھ گئے۔

"یہ مہمان خانہ ہے!" ڈاکٹر صاحب نے آہستہ سے کہا۔

"ہونا ہی چاہیے!" حسن صاحب مسکرا کر بولے۔ چند ہی منٹ بعد ایک ملازم نے چاندی کے جھلملاتے ہوئے گلاسوں میں ٹھنڈا پانی پیش کیا۔ اس اثناء میں طاہر صاحب خاموش بیٹھے رہے تھے۔

"کنور صاحب کو اطلاع کیسے ہوگی؟" حسن صاحب نے پوچھا۔

"ان کا محکمۂ اطلاعات بہت ایکٹو ہے۔" طاہر علی نے جواب دیا۔ اور ہم انتظار کرتے رہے۔

ٹھیک دس منٹ بعد سفید براق دھوتی اور کرتے میں ملبوس قابلِ رشک صحت کا مالک ایک بلند و بالا آدمی اندر داخل ہوا۔ آنکھوں پر سنہرے فریم کی عینک، سُرخ و سفید رنگ گھنی مونچھیں جن میں سفید بال جھلک رہے تھے۔ موٹے موٹے ہونٹوں پر مسکراہٹ۔ طاہر علی کے ساتھ حسن صاحب اور میں بھی کھڑے ہوگئے۔ آنے والے نے مسکراتے ہوئے مصافحہ کیا اور بولا "آپ کے اچانک آنے سے بڑی خوشی ہوئی ڈاکٹر صاحب۔ کوئی اطلاع نہیں بھجوائی۔ سب خیریت ہے نا؟"

"بالکل خیریت ہے۔ ہماری اوشا کیسی ہے؟"

"آپ اس کے معالج ہیں تو کیوں نہ ٹھیک ہوگی۔ دوستوں سے تعارف کرائیے۔"

"حسن افتخار۔ اور میرے نوجوان دوست غزالی۔ آپ تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ میں پہلے ہی آپ کا تعارف کرا چکا ہوں۔" ڈاکٹر صاحب نے کہا۔

"بڑی عزت دی ہے آپ نے ہمیں۔ آپ کا بہت بہت شکریہ تشریف رکھیے!" کنور صاحب نے پُرتپاک انداز میں کہا۔

"حسن بہت بڑے کاروباری ہیں۔ دنیا کے بہت سے ملکوں میں ان کا کاروبار پھیلا ہوا ہے۔ اور غزالی ان کے دستِ راست ہیں۔ ان دونوں کا ایک کام آپڑا تھا۔ میں نے سوچا کہ اس سلسلے میں آپ کی توجہ حاصل کی جائے!"

"اگر وہ کام ہمارے بس میں ہوا تو سمجھیں ہوگیا۔ ہمیں بہت خوشی ہوگی۔" کنور صاحب نے کہا۔ چند لمحوں کے بعد ملازم نہایت نفیس برتنوں میں ایک مشروب لے کر آگیا۔ اور اُس نے مشروب کے گلاس بھر کر سب کو پیش کیے۔ ہمیں مشروب پینے کی دعوت دے کر کنور صاحب نے کہا۔

"آپ نے وعدہ کیا تھا کہ کبھی کچھ وقت ہمیں بھی دیں گے۔ ہمارے ساتھ شکار کھیلیں گے۔ اس بار یہ وعدہ بھی کیوں نہ پورا کردیں۔ آج کل چکار لگ رہا ہے۔"

"چکار کی تقدیر اچھی ہے کہ اس بار بھی وہ ہماری گولیوں سے بچ جائے گا۔ لیکن یہ وعدہ جلد پورا ہوگا۔ ویسے ہم لوگ ایک دو دن ضرور آپ کی خدمت میں حاضر رہیں گے۔"

"چلیں یہی سہی!" کنور صاحب نے کہا۔ اور پھر ایک طرف لٹکی ہوئی خوبصورت ڈوری کھینچی۔ دو ملازم اندر داخل ہوئے۔ "مہمانوں کے لیے کمرے تیار کرو اور خانساماں کو کھانا تیار کرانے کی ہدایت کردو۔"

کنور صاحب کی پُرسحر شخصیت نے ہم سب کو متاثر کیا تھا۔ دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ پھر ڈاکٹر طاہر علی، کنور صاحب کے ساتھ اوشا کماری کو دیکھنے چلے گئے۔ مجھے اور حسن صاحب کو برابر کے کمروں میں پہنچا دیا گیا جو بہترین طور پر آراستہ تھے۔

رات کے کھانے کے بعد کنور صاحب سے تفصیلی گفتگو ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب نے کنور صاحب سے کہا کہ حسن شہر کی زندگی سے دور کسی پُرفضا مقام پر ایک فیکٹری لگانے کا ارادہ بھی رکھتے ہیں۔ فرانس سے مشینیں درآمد کر کے وہ سلک تیار کرنے کا ایک بڑا کارخانہ قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے لیے انھیں جگہ کی تلاش ہے۔ میں نے کہا یہ علاقہ بھی دیکھ لیں اگر مان کھیڑہ کے آس پاس کوئی جگہ پسند آجائے تو کنور صاحب سے مدد لی جاسکتی ہے۔"

"سارا مان کھیڑہ آپ کا ہے حسن صاحب۔ جہاں چاہیں کام شروع کرادیں۔ کل دن میں گھوم لیں جو بھی جگہ پسند آئے بلاتکلف بتادیں۔" کنور صاحب کے لہجے میں بڑی گرمجوشی تھی۔

"بہت بہت شکریہ کنور صاحب آپ کا۔ میں آپ کی نوازش اور مرحمت سے ضرور فائدہ اُٹھاؤں گا۔" حسن صاحب نے کہا۔

"غزالی میاں کا مسئلہ ذرا گھمبیر ہے۔ ان کے ایک دور کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عزیز جن کا ذہنی توازن کچھ درست نہیں تھا، اچانک کوٹھی سے غائب ہو گئے ہیں۔ اخبارات میں اشتہار دیے دوسرے تمام طریقے بھی ان کی تلاش کے سلسلے میں استعمال کیے لیکن ان کا کوئی پتا نہیں چل سکا۔ ابھی ایک دن پہلے اطلاع ملی کہ انھیں مان کھیڑہ کے آس پاس دیکھا گیا ہے۔ وہ میرے زیرِ علاج تھے۔ خاص طور سے آج انھیں کی وجہ سے اچانک آنا پڑا۔ اوّل تو وہ میرے مریض اور پھر میرے ایک عزیز دوست کے رشتے دار ہیں، اس لیے ہم وقت ضائع کیے بغیر یہاں پہنچ گئے۔ ہمیں خاص طور پر اس سلسلے میں آپ کی توجہ درکار ہے۔" طاہر علی صاحب نے کہا۔

"آتے ہی کیوں نہ کہہ دیا۔ ہرکارے دوڑا دیے جاتے۔ کل صبح سے کام شروع ہو جائے گا۔ کہاں دیکھا گیا ہے انھیں؟" کنور صاحب نے معلوم کیا۔

"اسی بستی میں آوارہ پھرتے ہوئے!" ڈاکٹر طاہر علی نے کہا۔

"پتا چل جائے گا چنتا نہ کریں۔ کوئی تصویر، حلیہ، عمر وغیرہ؟" کنور صاحب نے پوچھا۔ ڈاکٹر صاحب کے اشارے پر میں نے اخبار نکال کر کنور صاحب کو پیش کیا۔ بوڑھے بابا کی تصویر سامنے تھی۔ میری جان آنکھوں میں کھنچ آئی تھی۔ بڑے صبر آزما لمحات تھے۔ ہماری نگاہیں کنور صاحب کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ کنور صاحب نے تصویر دیکھی اور اچانک یوں محسوس ہوا جیسے ان کے ذہن کو جھٹکا سا لگا ہو۔ تصویر اتنے غور سے دیکھنے کی چیز نہ تھی لیکن وہ دیر تک اس پر نظریں جمائے رہے۔ پھر جیسے انھیں احساس ہو گیا انھوں نے اخبار مجھے واپس کرتے ہوئے کہا۔ "صبح کو یہ تصویر ہرکاروں کو دکھا دی جائے گی۔ وہ چاروں طرف پھیل جائیں گے۔ آپ فکر نہ کریں اگر وہ مان کھیڑہ یا اس کے آس پاس ہوئے تو ضرور مل جائیں گے۔"

فیصلہ ہو گیا تھا۔ سب نے ان لمحات میں اندازہ لگا لیا تھا کہ کنور صاحب اس مسئلے سے غیر متعلق نہیں ہیں۔ تصویر دیکھ کر ان کے چہرے پر جو تاثر ابھرا تھا اس نے ساری کہانی سنا دی تھی اور اب صورتِ حال عجیب ہو گئی تھی۔ کنور پربھات سنگھ اس مسئلے کے ایک فریق ثابت ہوئے تھے۔ ان کی ذات غیر جانبدار نہیں رہی تھی۔ یہ بات کسی طرح قابلِ قبول نہیں تھی کہ ان کی بگھی میں ان کے کوچوان اور ان کے آدمیوں کی نگرانی میں جو شخص سفر کر رہا تھا اس سے کنور صاحب بالکل لاعلم ہوں۔ یا پھر کوئی ایسی شخصیت تلاش کرنی پڑے گی جو اس حویلی میں اتنی اہم حیثیت رکھتی ہو۔ میں نے ہی نہیں حسن صاحب اور ڈاکٹر طاہر علی نے بھی محسوس کیا تھا کہ اس گفتگو کے بعد کنور صاحب کا انداز کچھ کھویا کھویا سا ہو گیا ہے۔

دیر تک گفتگو ہوتی رہی پھر کنور صاحب نے اجازت طلب کر لی۔ دونوں کاموں کے لیے انھوں نے اپنی خدمات پیش کر دی تھیں۔ ان کے جانے کے بعد ہم حسن صاحب کے کمرے میں آ گئے۔ دروازہ کھلا رکھا گیا تاکہ باہر کی صورتِ حال بھی سامنے رہے۔ مزید ایک بار باہر کا جائزہ لینے کے بعد ہم سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔

"کیا کہتے ہو طاہر علی؟"

"پربھات کی کیفیت چغلی کھا رہی تھی کہ وہ لاعلم نہیں ہے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے لیکن اب مشکلات کا کچھ اندازہ ہے؟"

"مثلاً؟"

"پہلے تو یہ فیصلہ کیا جائے کہ پربھات جی کی پوزیشن کیا ہے۔ آیا وہ بوڑھے کے معاملات سے واقف ہیں، اور خود بھی اس میں دلچسپی لے رہے ہیں یا اور کوئی مسئلہ ہے!"

"یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے۔" ڈاکٹر طاہر علی نے کہا۔

"تو پھر اس بات کے لیے تیار رہنا چاہیے کہ پربھات ہمارا راستہ روکے گا۔ اگر اُسے یہ بات معلوم تھی کہ بوڑھا اتنا عرصہ میرے پاس رہا ہے تو اس کا مجھ سے واقف ہونا میرا مطلب ہے کم از کم آشنا ہونا ضروری تھا۔ اس کے انداز؛ دررد دیتے ہے اس کا اشارہ نہیں ملا۔ میں نے بغور اس کے چہرے کی کیفیات کا جائزہ لیا تھا۔ بوڑھے کے بارے میں اس کی معلومات کچھ بھی ہوں، اُسے چھپانے کی کوشش اہمیت رکھتی ہے۔ اب اُس کے ذہن میں یہ بات بھی آ گئی ہو گی کہ یہ اچانک آمد معمولی نہیں اور ہمارا مقصد صرف بوڑھے کا حصول ہے۔ چنانچہ وہ راتوں رات کوئی بنیادی قدم اٹھائے گا اور ممکن ہے اس کے بعد بوڑھا مان کھیڑہ میں نہ رہے۔" حسن صاحب نے کہا۔

"کیوں غزالی! تم خاموش کیوں ہو؟" ڈاکٹر صاحب مجھ سے مخاطب ہو گئے۔

"آپ دونوں کی سوچ درست ہے! میں اس سے اختلاف نہیں رکھتا۔"

"پھر کیا کیا جائے؟"

"یہاں قیام کی مدت طویل کر دی جائے۔ ظاہر ہے راتوں رات جو ہو جائے گا ہم اُسے نہیں روک سکتے لیکن کنور صاحب کو زبان کھولنے پر مجبور کیا جا سکتا ہے اور انھیں مجبور کرنے کے لیے کچھ دوسرے گُر استعمال کرنے ہوں گے!"

"مثلاً؟"

"کچھ اور نزدیک آ جائیے!" میں نے کہا اور دونوں متجسس انداز میں میرے قریب آ گئے۔ "ہدایت کو طلب کیا جائے گا۔ وہ کنور صاحب کی بگھی کے کوچوان اور ان ملازموں کو پہچان لے گا جو اس دن بوڑھے کے ساتھ تھے۔ پھر کوچوان سے ہم اس بوڑھے کے بارے میں معلوم کریں گے اور اس طرح یہ پتا چل جائے گا کہ کنور صاحب براہِ راست

اس سلسلے میں ملوث ہیں یا اس کوٹھی میں کوئی اور ہے جو اس کارروائی میں حصہ لے رہا ہے۔ اگر کنور صاحب خود ہی بوڑھے کے سرپرست ہیں تو انھیں زبان کھولنی ہی پڑے گی۔"

"بہت عمدہ آئیڈیا ہے غزالی! لیکن کنور صاحب کو مجبور کس طرح کیا جا سکتا ہے؟" ڈاکٹر طاہر علی نے کہا۔

"اس کی ذمہ داری مجھ پر چھوڑ دیں۔ اگر کنور صاحب ان معاملات سے غیر متعلق ہوتے تو کھیل مختصر ہوتا لیکن اب ذرا طوالت اختیار کر گیا ہے۔"

دونوں بزرگ گہری سوچ میں ڈوب گئے۔ پھر طاہر علی نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "میں غزالی کی اس تجویز سے پوری طرح متفق ہوں۔"

"ہدایت سے کس طرح ملاقات کرو گے؟"

"میں مل لوں گا اس سے! آپ مطمئن رہیں۔" میں نے جواب دیا۔

تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر حسن صاحب بولے: "ٹھیک ہے، دیکھو اس جنون میں کتنے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ کیا خیال ہے اب آرام کیا جائے؟"

"ہاں! ایک درخواست کے ساتھ!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا؟"

"ذہن میں کسی تردد کو جگہ نہ دیں۔ ان سارے معاملات کو صرف ایک کھیل کے انداز میں دیکھا جائے۔ تردد الجھنیں پیدا کرتا ہے اور الجھنیں جھنجلاہٹیں جو صلاحیتوں کو ختم کر کے صرف جنون پیدا کرتی ہیں۔"

"ہاں یقیناً! ظاہر ہے یہ مسئلہ ہم میں سے کسی کے لیے زندگی یا موت کا مسئلہ نہیں ہے۔ او کے حسن خدا حافظ!" طاہر علی اٹھ گئے۔ باہر نکل کر ہم دونوں نے ایک دوسرے کو خدا حافظ کہا اور اپنے اپنے کمروں کی طرف بڑھ گئے۔

میں ان لوگوں کو سکون کی تلقین کر کے آیا تھا لیکن خود بستر پر کروٹیں بدلتا رہا۔ نہ جانے کیا کیا خیالات ذہن میں آ رہے تھے۔ ہر پہلو پر غور کرتا رہا۔ کنور کھتہ شریف صورت انسان تھا اس کی گفتگو اور انداز میں جو شرافت تھی اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ مجرمانہ ذہنیت کا حامل نہیں ہے لیکن بوڑھے کی شخصیت نے سب کی ذہنیت خراب کر دی تھی۔ حسن صاحب کون سے جرائم پیشہ انسان تھے۔ ڈاکٹر طاہر علی کیا سے کیا بن گئے تھے۔ خزانہ لوگوں کو جو کچھ دیتا ہے اس سے کہیں زیادہ چھین لیتا ہے۔

دفعتاً ایک خیال ذہن میں آیا۔ کیوں نہ یہ رات حویلی کی تلاشی میں گزاری جائے۔ خطرناک کام تھا لیکن کام کی بات بھی ہو سکتی تھی۔ اگر کسی جگہ پکڑا گیا تو بے شمار الجھنیں پیدا ہو جائیں گی۔ دیر تک سوچتا رہا لیکن خود کو اس خیال سے باز نہ رکھ سکا۔ اور پھر تیار ہو کر باہر نکل آیا۔ مہمان خانے کے بیرونی حصے میں تاریکی تھی۔ ملازم سو چکے تھے۔ کوئی آہٹ نہیں تھی۔ میں نیم روشن حصے سے گزرتا ہوا ایک ایسی جگہ آ گیا جہاں سے ایک چھوٹی سی دیوار کود کر حویلی کی طرف جایا جا سکتا تھا۔ چنانچہ دیوار کود کر میں حویلی کے احاطے میں اتر گیا۔ بہت دور حویلی کے بڑے پھاٹک پر چوکیداروں کی چہل پہل نظر آ رہی تھی باقی ہر طرف خاموشی تھی۔

میں اپنی جگہ ساکت کھڑا چاروں طرف کا جائزہ لیتا رہا۔ کان آہٹوں پر لگے ہوئے تھے۔ کتوں کا خوف بھی تھا۔ ممکن ہے حویلی میں کتے بھی پلے ہوں لیکن پھر یہ سوچ کر تسلی ہوئی کہ کتے ہوتے تو گیٹ پر کئی چوکیدار نہ رکھے جاتے۔ پھر اس دوران کوئی آواز بھی نہیں سُنی تھی ان کے بھونکنے کی۔ اس اطمینان کے بعد احاطے کی دیوار کے سہارے سہارے حویلی کی اصل عمارت کی طرف سرکنے لگا اور پھر چند لمحات کے بعد حویلی کی بغلی دیوار کے پاس پہنچ گیا۔ یہاں دیوار سپاٹ تھی اور دُور دُور تک کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں سے حویلی کی عمارت میں داخل ہوا جا سکے۔ ہمت ہارے بغیر آگے بڑھتا رہا۔ اس عظیم الشان حویلی کے بارے میں دن میں کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا لیکن اب احساس ہو رہا تھا کہ وہ بہت وسیع ہے۔ پشت پر پہنچتے ہوئے کافی وقت لگ گیا۔ یہاں پہنچ کر اندازہ ہوا کہ حویلی کے عقبی حصے کو سامنے والے حصے سے بالکل علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ درمیان میں ایک اونچی دیوار حائل تھی اور اس دیوار میں سے دوسری طرف جانے کا کوئی راستہ بھی نہیں تھا۔ گویا یہ کوشش بے مقصد ہی رہی۔ یہاں رک کر سوچتا رہا۔ پھر ایک دم مجھے اپنی جگہ چھوڑنی پڑی۔ اچانک ہی ایک آہٹ کے ساتھ کچھ روشنی سی ابھری۔ نگاہ اوپر اٹھ گئی۔ ایک کھڑکی کھلی تھی جس کی وجہ سے روشنی باہر رینگ آئی تھی۔ ایک درخت کے تنے سے چپک کر میں کھلی ہوئی کھڑکی کا جائزہ لیتا رہا لیکن کوئی واقعہ ظہور پذیر نہ ہوا۔ البتہ جس درخت کے نیچے کھڑا تھا اس کی پھیلی ہوئی شاخیں مجھے دیوار کے اوپر سے گزرتی ہوئی نظر آئیں۔ چند لمحات کے بعد کھڑکی بند ہو گئی۔

آخری کوشش! ایک آخری کوشش۔ کچھ نہ کچھ کرنا ہی ہے اگر کنور صاحب کے کچھ کرنے سے پہلے کوئی کامیابی نصیب ہو جائے تو کیا کہنا۔ ہمت سے کام لینا ہو گا۔ ابھی تو ابتدا ہے۔ میں نے اپنے آپ کو تسلی دی۔ درخت پر چڑھنا معمولی بات تھی، بچپن کا بہت بڑا حصہ درختوں پر گزرا تھا۔ جوتے جیبوں میں ٹھونسے اور تنے کو ٹٹول کر اوپر چڑھنے لگا۔ کھڑکی دیوار سے کچھ اوپر تھی لیکن اب اس کی درزوں سے روشنی نہیں چھن رہی تھی اس کا مطلب تھا کہ جس نے کھڑکی کھولی تھی وہ اسے بند کر کے جا چکا تھا۔ درخت کی کسی بھی شاخ سے اس کھڑکی تک پہنچنا ممکن نہیں تھا اور پھر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جانے بوجھے بغیر اس کے ذریعہ اندر داخل ہونے کی کوشش خطرناک بھی ہو سکتی تھی۔ چنانچہ دوسری طرف اترنا ہی مناسب سمجھا۔ دیوار کا سہارا آگیا۔ جھانک کر دوسری طرف دیکھا۔ ادھر بھی تاریکی تھی۔ احاطے کے ساتھ ساتھ درخت اس طرف بھی تھے۔ اور دیوار سے دوسری طرف بھی، ایک درخت کے ذریعے نیچے اترا جا سکتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد قدم نیچے جا لگے۔ پیروں کے نیچے نرم گھاس آ گئی تھی۔ یہاں سے آگے بڑھا۔ کسی مناسب جگہ کا اندازہ کیے بغیر عمارت کی جانب قدم بڑھانا مناسب نہیں تھا اس لیے درختوں کے سہارے سہارے آگے بڑھتا گیا۔ طویل و عریض احاطے کو دیکھ کر چکرا رہا تھا۔ یہ حویلی بہت بڑی جگہ گھیرے ہوئے تھی۔ درختوں کا سلسلہ کہیں ختم نہیں ہوتا تھا لیکن دفعتاً ٹھٹکنا پڑا۔ میں جس جگہ رکا تھا، وہاں درختوں ہی کے درمیان ایک اور وسیع جگہ تھی یعنی احاطے کی دیوار ایک کٹاؤ کی شکل میں تھی اور اس کٹاؤ میں زمین پر ستارے جگمگاتے نظر آ رہے تھے۔

یہ کیا ہے؟ میں نے متجسس نگاہوں سے اس چمکنے والی شے کو دیکھا پھر آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھ گیا۔ یہ ستارے ہی تھے جو پانی میں چمک رہے تھے۔ سفید سفید کنارے بھی نظر آ رہے تھے اور قریب پہنچنے پر کچھ بنچیں بھی۔ گویا کوئی تالاب بنایا گیا تھا یہاں۔ قدم آگے بڑھ گئے۔ حویلی کے اس علاقے کا جائزہ لے لینا بھی مناسب ہوگا۔ آئندہ پروگرام میں ممکن ہے کوئی ضرورت پیش آجائے۔ میں نے سوچا۔ پانی کو چھو کر چلنے والی ہوائیں خوشگوار تھیں۔ قریب ہی کہیں رات کی رانی مہک رہی تھی۔ میں تالاب کے کنارے جا کھڑا ہوا۔ اس وقت میری پوزیشن بےحد مشکوک تھی۔ دیکھ لیا گیا تو کہنے کو کچھ نہ ہوگا لیکن اب خطرہ مول لے ہی لیا تھا۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔

میں کوٹھی کی طرف دیکھنے کو مڑا ہی تھا کہ رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ کچھ فاصلے پر۔ صرف چند گز کے فاصلے پر کوئی موجود تھا۔ کون تھا کب آیا تھا؟ کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ قدموں کی آہٹ بھی تو نہیں ہوئی تھی۔ لیکن جو کوئی تھا مجھے دیکھ چکا تھا، مجھے ہی دیکھ رہا تھا۔ ساکت خاموش۔ دل اتنے زور سے دھڑک رہا تھا، مانو پسلیوں کا پنجرہ توڑ کر باہر نکل آئے گا۔ بمشکل تمام دھڑکنوں پر قابو پایا۔ دیکھنے والا ساکت کھڑا تھا۔ آنکھیں اب تاریکی میں دیکھنے کی عادی ہو گئی تھیں اور پھر ستاروں کی مدھم چھاؤں بھی مدد کر رہی تھی، چنانچہ مجھے اندازہ ہوا کہ کوئی نسوانی وجود ہے۔ لباس سفید تھا۔ سیاہ زلفوں کا بادل کمر اور کولہوں سے اترتا ہوا پنڈلیوں کو چوم رہا تھا۔ لیکن اس کے بدن میں ذرا سی بھی جنبش نہیں تھی۔

کیا وہ انسان ہے؟ معاً ایک اور خیال دل میں آیا۔ کوئی مجسمہ تو نہیں؟ نہ کوئی آواز ہے نہ جنبش۔ اس خیال نے ڈھارس بندھائی۔ تجسس نے آگے بڑھایا اور میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

لیکن مجسمے سانس نہیں لیتے۔ اس کے لباس میں ہوا کی لرزش تھی۔ زلفیں بھی ہوا سے لہرا رہی تھیں اور نیم وا آنکھوں میں ساری مستی شراب کی سی تھی۔ اس کے خدوخال کی دلکشی سحر انگیز تھی اور سانسوں کا زیروبم طرفہ قیامت تھا۔ تجسس قریب لایا تھا، دلکشی اور قریب لے گئی اور پھر ذہن اس کے سحر میں کھو گیا۔ خوف کا ہر احساس اس کی بے پناہ کشش میں جذب ہو گیا۔ ہونٹوں نے کہا "تم کون ہو؟"

یوں لگا جیسے یہ بت آواز سے متحرک ہوتا ہو۔ اس کے بدن میں جنبش پیدا ہوئی اور اس نے کہا "کنول!"

"یہاں کہاں رہتی ہو؟" سوال ہونٹوں نے کیا تھا۔ تحریک دل سے ابھری تھی۔ دونوں کے معاملات میں میرا کوئی دخل نہ تھا۔

"اس تالاب میں۔" اس نے اپنی مخروطی انگلی سے اشارہ کیا۔

میرے دماغ پر ایک ضرب سی پڑی۔ "کیا مطلب؟" میں نے سنبھل کر کہا۔

"چاند کب نکلے گا؟" وہ کھوئے کھوئے لہجے میں بولی۔

"خدا جانے! لیکن تم اس تالاب میں رہتی ہو؟" میں نے تعجب سے کہا۔

"میں اسی میں کھلی ہوں۔ دیکھو وہ سبز پتے پھیلے ہوئے ہیں وہ میرا گھر ہیں۔ دن کی روشنی مجھے سلا دیتی ہے۔ سورج کی کرنیں آنکھوں میں چبھتی ہیں تو میں آنکھیں بند کر لیتی ہوں۔ تب نیند آجاتی ہے اور پھر ستارے تالاب میں اتر کر مجھے جگاتے ہیں اور میں پتوں کے گھر سے باہر آجاتی ہوں۔ مجھے چاند بہت پسند ہے۔ میں یہاں کھڑے ہو کر اس کا انتظار کرتی ہوں۔" اس کے لہجے میں اتنی معصومیت تھی کہ میرا دل ڈولنے لگا لیکن جیتی جاگتی دنیا کا کوئی انسان خوابوں میں نہیں کھو سکتا۔ یہاں کے ماحول نے لڑکی کے پراسرار اور حسین وجود نے چند لمحات کے لیے ذہن کو سلا دیا تھا لیکن اب میں حواس میں تھا۔ ہوش میں آکر یہ سوچنا ضروری تھا کہ یہ کون ہے۔ مجھے اپنی مخدوش پوزیشن کا احساس تھا۔ اس نے مجھے یہاں دیکھ لیا تھا۔ اس کے نتائج کیا ہوں گے؟ کوئی فیصلہ کرنا مشکل ہو رہا تھا۔ لڑکی میری موجودگی سے بے نیاز آسمان کی جانب دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے مایوسی سے کہا "کیا آج چاند نہیں نکلے گا؟"

"نکلے گا۔ کچھ دیر انتظار کر لو!" میں اسے گہری نگاہوں سے دیکھتا ہوا بولا۔ "تم ہر روز چاند کا انتظار کرتی ہو؟"

"ہاں۔ ہر روز!"

"لیکن کنول رانی تمہارا اور نام بھی تو ہوگا؟"

"نام؟" اس نے میری طرف دیکھے بغیر کہا۔ "اور کوئی نام نہیں

ہے کنول ہوں صرف کنول۔" میں سوچ رہا تھا کہ شاید وہ میرے بارے میں بھی کچھ پوچھے لیکن وہ خود میں کھوئی ہوئی تھی۔ بہرطور میں اس کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکا۔ وہاں ٹھہرنا مناسب نہیں تھا، کہیں کوئی مصیبت نہ کھڑی ہو جائے۔ چنانچہ میں واپسی کے لیے مڑا اور اسے دیکھتا ہوا واپس ہونے لگا۔ وہ بدستور آسمان کی جانب نگراں تھی۔ اب کیا کروں۔ لڑکی میرے لیے خطرہ بھی بن سکتی تھی۔ وہ میرے لیے ایک سوال بن کر رہ گئی تھی۔ میں اس جگہ سے نکل آیا لیکن زیادہ دور نہ گیا اور ایک جگہ چھپ کر اس کا جائزہ لیتا رہا۔

دس پندرہ منٹ گزرے تھے کہ دفعتاً کچھ آوازیں سنائی دیں اور میں اپنی جگہ سمٹ گیا۔ حویلی کے بغلی حصے سے کوئی اس طرف آ رہا تھا۔ آوازیں کئی آدمیوں کی تھیں۔ ایک اور سی آواز بھی تھی جس کا تعین اس وقت نہ ہو سکا جب تک وہ چیز سامنے نہ آگئی۔ یہ بگھی تھی جسے حویلی کے عقبی حصے میں لے جایا جا رہا تھا۔ کوچوان اپنی جگہ بیٹھا تھا۔ پچھلے حصے میں دو آدمی کھڑے تھے۔ دو آدمی بگھی کے ساتھ ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ بگھی حویلی کے احاطے کی دیوار کے قریب پہنچی اور باہر نکل گئی، تب مجھے علم ہوا کہ حویلی کا ایک عقبی دروازہ بھی ہے ایک پھاٹک جس سے بگھی باہر نکل سکتی تھی۔

سخت بےچینی پیدا ہو گئی۔ بگھی میں کون ہے اور اس وقت کہاں جا رہا ہے؟ چند لمحے سوچتا رہا۔ یہ قطعاً نامناسب تھا کہ باہر نکل کر اس بگھی کا تعاقب کرتا، یا کم از کم آگے بڑھ کر یہ دیکھتا کہ وہ کس طرف جا رہی ہے۔ ہدایت اگر بگھی کا تذکرہ نہ کرتا تو شاید اتنی بےچینی نہ ہوتی۔ اس وقت تو ایک ہی خیال ذہن میں آ رہا تھا۔ کنور پرتاپ سنگھ نے بوڑھے کو کہیں اور بھیج دیا۔ بگھی میں بوڑھا ہی تھا۔ دل کی کیفیت بہت خراب ہو گئی۔ ایک غیر متوقع کامیابی حاصل ہونے والی تھی لیکن راستہ بند ہو گیا اور اب۔

جو آدمی بگھی کے ساتھ عقبی دروازے تک گئے تھے وہ واپس آ رہے تھے اور پھر وہ اسی طرف چلے گئے جدھر سے نمودار ہوئے تھے۔ میں دم سادھے اپنی جگہ چھپا رہا۔ پھر جب مکمل خاموشی چھا گئی تو باہر نکل آیا۔ اب وہ لڑکی تالاب کے کنارے موجود نہیں تھی۔ میں نے اسے چاروں طرف دیکھا، تالاب میں جھانکا لیکن کچھ نہیں تھا۔ آسمان پر بادل چھا گئے تھے۔ حویلی کے بغلی حصے میں جانے کی ہمت نہیں کر سکا۔ پہلی ہی رات میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا تھا، چنانچہ جس طرح یہاں تک پہنچا تھا اسی طرح واپس مہمان خانے میں داخل ہو گیا۔ کسی کو میری اس کارروائی کا شبہ نہیں ہوا تھا۔ جاتے ہی بستر پر لیٹ گیا مگر نیند نہیں آئی۔

دوسری صبح حسن صاحب اور ڈاکٹر طاہر علی سے اس موضوع پر بات کرنے کا موقع نہیں مل سکا کیونکہ کنور صاحب کے آدمی ناشتے کے لیے بلانے آ گئے تھے۔ جلدی جلدی نہا دھو کر ہم ناشتے کے لیے چل پڑے۔ کنور صاحب نے پرتپاک استقبال کیا اور ناشتے کے کمرے میں لے گئے۔ ان کے اہل خاندان بھی موجود تھے لیکن ایک کرسی پر رات کی کنول کو دیکھ کر میں سنبھل گیا۔

دن کی روشنی نے لڑکی کے حسن کو ماند نہیں کیا تھا۔ وہ اتنی ہی پرسحر تھی۔ کنور صاحب نے سب کا تعارف کرایا۔ لڑکی کا تعارف انہوں نے اوشا کماری کے نام سے کرایا۔ اور میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ ڈاکٹر طاہر اسی کا علاج کر رہے تھے۔ وہ ذہنی مریضہ تھی۔ گویا رات وہ دورے کی کیفیت میں تھی۔ کنول، چاند! یہ سب دیوانگی کی باتیں تھیں۔ بات عجیب تھی اور افسوسناک بھی۔ اتنی خوبصورت لڑکی اور پاگل! کیا اس کی کوئی خاص وجہ ہے؟ میں نے سوچا۔ مگر اس وقت وہ نارمل دکھائی دے رہی تھی۔

ناشتے کے دوران میں احتیاط سے کنور صاحب کے چہرے کا جائزہ لیتا رہا، اس پر کوئی خاص کیفیت نہیں تھی۔ ہاں غور سے دیکھنے پر ان کی آنکھوں میں سرخی نظر آتی تھی۔ ہو سکتا تھا کہ وہ رات کو جاگے ہوں۔ ممکن ہے بگھی کے ساتھ گیٹ پر جانے والوں میں وہ بھی ہوں۔

کنور صاحب ناشتے کے دوران مخلصانہ انداز میں باتیں کرتے رہے۔ اوشا کماری ناشتے کے بعد اٹھ گئی۔ "کہاں چلیں اوشا بیٹھو گی نہیں؟" کنور صاحب نے کہا۔

"بیٹھوں ڈیڈی، کوئی کام ہے؟"

"نہیں! مہمانوں کے ساتھ بھی کچھ وقت گزارو۔"

"ڈاکٹر انکل کو دیکھ کر میں خود کو بیمار سمجھنے لگتی ہوں۔ اور ڈاکٹر صاحب! نہ جانے آپ کب کہیں گے کہ اب میں ٹھیک ہوں۔" اس نے کہا۔

"اوہ! نہیں اوشا بیٹے۔ ہم نے آپ کو بیمار کب کہا ہے اور بھئی قصور ہمارا بھی نہیں ہے، یہ آپ کے بہت چاہنے والے ڈیڈی آپ کے لیے بہت فکرمند رہتے ہیں کہ کہیں آپ کی صحت خراب نہ ہو جائے۔ ہمارے نزدیک آپ بالکل ٹھیک ہیں۔" ڈاکٹر طاہر علی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ کی گفتگو کا انداز ڈاکٹر انکل معاف کیجیے گا انکل حسن اور مسٹر غزالی، آپ لوگوں سے پہلی ملاقات ضرور ہے لیکن میں ڈیڈی کے تمام دوستوں کو قابل احترام سمجھتی ہوں، ذرا فیصلہ کیجیے، مجھے غور سے دیکھیے، میری عمر کتنی ہے۔ کیا میں بچی ہوں۔ کیا ڈاکٹر انکل کے انداز میں بچوں کو بہلانے والی بات نہیں ہے؟ میرے ساتھ ہمدردی کی جاتی ہے بہلانے کے انداز میں مجھے صحت مند کہا جاتا ہے اور میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سوچنے لگتی ہوں کہ مجھے کوئی بیماری ضرور ہے۔ ورنہ سب لوگ مجھ سے ہمدردی کیوں کرتے۔ ڈاکٹر صاحب بار بار کیوں آتے ہ؟"

"اوشا! ایسی بات نہیں ہے بیٹے۔ صرف تمھاری نگہداشت کی جاتی ہے تاکہ تم تندرست رہو۔" ڈاکٹر طاہر علی نے کہا۔

"اور اسی نگہداشت کے لیے انجکشن لگائے جاتے ہیں، دوائیں کھلائی جاتی ہیں۔ سوری انکل کوئی بات نہیں آپ اپنا کام جاری رکھیے۔ مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ اچھا تو میں جاؤں ڈیڈی؟"

"اگر اکتاہٹ محسوس کر رہی ہو تو ٹھیک ہے بیٹے!" کنور صاحب نے کہا۔ اور وہ خاموشی سے گردن جھکا کر باہر نکل گئی۔ فضا کچھ بوجھل ہو گئی تھی۔ پھر کنور صاحب نے سنبھل کر کہا: "کیا پروگرام ہے ڈاکٹر صاحب کچھ شکار وغیرہ کا موڈ بنا؟"

"آپ کی کیا مصروفیات ہیں کنور صاحب؟"

"کوئی خاص نہیں! ہاں وہ اخبار کہاں ہے؟ اس فوٹو کی کاپیاں نکلوالی جائیں میں کچھ لوگوں کو یہ ذمہ داری سونپ دیتا ہوں اور حسن صاحب آپ کے لیے ہم ابھی چلتے ہیں۔"

"یہاں مان کھیڑہ میں فوٹو کی کاپیاں تیار کرانے کا بندوبست ہو سکتا ہے؟"

"ہاں! یہاں ایک فوٹو گرافر ہے۔ کوئی آدمی فوٹو کی کاپیاں تیار کرالائے گا۔"

"یہ کام میں خود کر لوں گا!" میں نے کہا۔

"مسٹر غزالی آپ گاڑی لے لیں! کھیڑہ چھوٹی سی جگہ ہے یہاں آمدورفت کے لیے کوئی بندوبست نہیں ہے سوائے نامعقول یکوں کے۔" کنور صاحب نے کہا۔

"جناب شہر کی ہنگامہ خیز زندگی سے دور یہ لمحات بڑے فرحت بخش ہیں۔ میں اس موقع سے پوری طرح لطف اندوز ہونا چاہتا ہوں۔ اس لیے میں پیدل ہی جاؤں گا۔"

"گڈ! تو پھر میں تھوڑی دیر میں آپ کے پاس پہنچتا ہوں۔" کنور صاحب نے کہا۔ اور ہم حویلی سے باہر نکل آئے۔ مہمان خانے کی طرف جاتے ہوئے ڈاکٹر طاہر علی نے پوچھا۔

"تمھارا کیا پروگرام ہے غزالی؟"

"کچھ باتیں گوش گذار کرنی ہیں۔ اس کے بعد میں اس بستی کی کوچہ گردی کے لیے نکل جاؤں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"کوئی خاص بات ہے؟" انھوں نے پوچھا۔

"یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ رات میں حویلی میں ایک آوارہ روح کے مانند گھومتا رہا ہوں۔"

"اوہ!" ڈاکٹر صاحب کے منہ سے نکلا۔

"کس وقت نکلے تھے؟" حسن صاحب نے پوچھا۔

"آپ لوگوں کے سونے کے تھوڑی دیر کے بعد۔ تفصیل یہ ہے کہ جب میں حویلی کے عقبی حصے کی طرف سے گذرا تو وہاں تالاب کے پاس مجھے اوشا ایک مجسمے کی طرح کھڑی نظر آئی۔ وہ چاند نکلنے کا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا تم کون ہو تو اس نے کہا کہ میں کنول ہوں، اور اس تالاب سے اُگی ہوں۔ اور ہر رات چاند سے ملنے کو باہر نکلتی ہوں!"

"وہ دورے کے عالم میں ہوگی!" ڈاکٹر صاحب جلدی سے بولے۔

"یقیناً! بہرحال اس کے بعد میں نے جو کچھ دیکھا وہ قابلِ غور ہے۔" میں نے کہا۔

"کیا؟" دونوں نے بیک وقت پوچھا اور میں نے انھیں بگھی کے بارے میں بتایا۔ دونوں حضرات کے چہرے لٹک گئے۔ ڈاکٹر صاحب بولے: "غالباً کنور نے بوڑھے کو یہاں سے نکال دیا اور یہ صرف ہماری وجہ سے کیا گیا ہوگا۔"

"کنور صاحب سے گفتگو کرنے کے بعد ہی مجھے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ اب بوڑھے کا ہاتھ لگنا مشکل ہے۔" حسن صاحب مایوسی سے بولے۔

"بہرحال اس وقت اس موضوع پر تفصیلی گفتگو نہیں کی جا سکتی۔ ہم رات کو اس بارے میں بات کریں گے۔" ڈاکٹر صاحب نے کہا۔

"میرے خیال میں آپ لوگوں کے رویے میں کوئی تبدیلی نہیں آنی چاہیے۔" میں نے دونوں بزرگوں سے عرض کیا "کنور اگر بوڑھے کے بارے میں کوئی بات کریں تو بڑی خوش اسلوبی سے بات کی جائے۔"

"فکر مت کرو۔ او کے!" حسن صاحب بولے۔

"اچھا تو میں چلتا ہوں۔ خدا حافظ!" میں نے کہا اور وہاں سے روانہ ہو گیا۔

مان کھیڑہ ہندوستان کے عام دیہات کے مانند تھا۔ حویلی کے علاقے سے نکلا تو وہی کچے راستے تھے اور راستے کے ادھر اُدھر لہلہاتے ہوئے چنے اور سرسوں کے کھیت ایک طرف شمشان تھا جس میں جگہ جگہ جلی ہوئی ہڈیوں کی راکھ بکھری ہوئی تھی۔ آس پاس کے سوکھے ہوئے بغیر پتوں کے پیڑوں پر بیٹھے ہوئے گدھ۔ کچھ دور ایک جوہڑ تھا جس میں بھینسیں تیر رہی تھیں اور ننگ دھڑنگ بچے ان بھینسوں کی پیٹھ پر سوار آتی پاتی کھیلنے میں مگن تھے۔

ایسی ہی بستی میری بھی تھی۔ کبھی، برسوں پہلے یہی کھیل میں بھی کھیلتا تھا۔ میرے بھائی میرے ساتھ ہوتے تھے۔ ایک بار پوکھر بارش کے پانی سے پوری بھر گئی تھی۔ گلاب چند کمہار کی دو بھینسیں پوکھر کے بیچوں بیچ کنویں میں ڈوب گئی تھیں اور کالی چرن اہیر ان بھینسوں کی تلاش میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا۔ میں بھی ایک بھینس کی پیٹھ پر بیٹھ کر پوکھر کو پار کر رہا تھا کہ بھینس کے پاؤں کیچڑ

میں پھنس گئے۔ اس وقت میرے بھائی رفعت نے جان پر کھیل کر مجھے پوکھر سے نکالا تھا۔ ان دنوں اتی زندہ تھیں، سب کے دل ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تھے۔ ہم بھائی آپس میں بہت محبت کرتے تھے۔ رفعت بھائی نے زندگی کی بازی لگا دی تھی میرے لیے۔ انھوں نے اتی تک کو یہ بات نہیں بتائی تھی کہ مجھے ڈانٹ نہ پڑے۔ اس وقت ہم سب بچے تھے۔ خدا غارت کرے اس سمجھ کو جس نے ہم سے ہمارا پیار چھین لیا۔ رشتے تباہ کر دیے۔ جان کی بازی لگانے والا بھائی معمولی سی زمین کے لیے سب کچھ بھول گیا۔

بستی کی اس فضا نے احساس کے دریچے کھول دیے تھے۔ ایک ایک منظر مجھے اپنی یاد دلا رہا تھا۔ میں اس وقت تک کچھ اور نہ سوچ پایا جب تک کھیڑہ کے بازار میں نہ داخل ہو گیا۔ ایک راہگیر سے آٹے کی چکی کے بارے میں پوچھا تو اس نے سامنے اشارہ کر دیا۔ بس بے خیالی کا عالم تھا ورنہ چکی کی مخصوص آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ ہدایت نے دور سے ہی مجھے دیکھ لیا اور آگے آ کر استقبال کیا۔ پھر وہ مجھے اندر لے گیا جہاں بانوں کی چارپائی بچھی ہوئی تھی۔

"صبح ہی آ گیا تھا۔ آپ کا انتظار کر رہا تھا۔" میں چارپائی پر بیٹھ گیا تو ہدایت نے میری تواضع شروع کر دی۔ بڑے سے گلاس میں مٹھا لایا جس پر مکھن کا لوندا تیر رہا تھا: "صبح گھر سے لایا تھا آپ کے لیے۔ اور افسوس ہو رہا تھا کہ باسی ہو رہا ہے۔" وہ کہہ رہا تھا۔ جی نہیں چاہ رہا تھا لیکن ہدایت کی بے غرضی اور خلوص کی خاطر پینا پڑا۔ اس کے بعد ہدایت نے کہا "کچھ کام بنا صاحب!"

"نہیں ہدایت کنور صاحب نے سرے سے انکار کر دیا۔ تم ایک بات بتاؤ خوب غور کر کے، تمھیں دھوکا تو نہیں ہوا؟"

"میں نے پہلے بھی کہا تھا صاحب اگر بات بوڑھے بابا کی نہ ہوتی تو میں کوئی دعویٰ نہ کرتا!"

"بگھی کنور صاحب ہی کی تھی؟"

"پورے کھیڑے میں صرف دو بگھیاں ہیں اور دونوں کنور جی کی ہیں کسی اور کے پاس یہاں بگھی ہے ہی نہیں۔"

"اس کوچوان کو پہچان سکتے ہو جو اس وقت بگھی چلا رہا تھا جب بوڑھا بگھی میں بیٹھا تھا؟"

"ضرور صاحب! بڑی بڑی مونچھیں رکھتا ہے۔ اچھے بدن کا جوان ہے۔ میں اسے دیکھوں گا تو ضرور پہچان لوں گا۔" ہدایت نے جواب دیا۔ میں ایک خیال میں ڈوب گیا تھا۔ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد میں نے کہا۔

"ہدایت تمھارے پاس کوئی ایسی جگہ ہے جو بہت محفوظ ہو؟ دیکھو دوست! اب تک جو کچھ ہوا ہے اسے نظر انداز کرنا ہوگا۔ تم اب ہمارے قابلِ اعتماد آدمی بن چکے ہو۔ بلکہ یوں سمجھ لو کہ بوڑھے کے سلسلے میں پورے پورے رازدار ہو۔ بوڑھے بابا کو حاصل کرنے کے لیے بڑی محنت کرنی پڑے گی۔ اگر یہ کام ہو گیا تو میں تمھیں ذاتی طور پر انعام دوں گا۔ غور کرو اگر تمھیں تین ہزار روپے اور مل جائیں تو تمھارے کتنے دلدر دور ہو جائیں گے مگر اس کے لیے محنت کرنی پڑے گی۔"

"روپوں کی کوئی بات نہیں ہے جناب! آپ نے مجھے اس قابل سمجھا یہی بہت بڑی بات ہے۔ بس یہ ضرورتیں مار دیتی ہیں ورنہ ایک پیسہ بھی آپ سے نہ لیتا۔ جگہ کا بندوبست ہو جائے گا۔ اگر کسی کھیت میں ایک کچا گھر ہو تو کام چل جائے گا۔"

"آس پاس کا علاقہ سنسان ہے؟"

"بالکل، کرنا کیا ہوگا غزالی صاحب؟"

"کوچوان کی زبان کھلوانی ہے۔ اور یوں سمجھ لو ہدایت کہ تم پر آخری درجے کا اعتماد کیا جا رہا ہے۔"

"خدا کی قسم صاحب جان چلی جائے آپ سے غداری نہیں کروں گا۔ آپ اطمینان رکھیں۔" ہدایت نے کہا۔

"ٹھیک ہے! اب تم ایک کام کرو۔ پوری احتیاط کے ساتھ اس کوچوان کا پتا چلاؤ اور مجھے بتاؤ کہ وہ کہاں رہتا ہے؟"

"آپ کو اطلاع کہاں دی جائے؟"

"حویلی کے آس پاس کہیں آ سکتے ہو؟"

"جہاں کہیں! ویسے حویلی کے بائیں طرف ایک کچی پگڈنڈی سی ہے جو ایک دھرم شالے پر ختم ہوتی ہے۔ ہمارے کام کے لیے وہ جگہ بھی بری نہیں رہے گی صاحب۔ سنسان جگہ ہے کوئی اس طرف نہیں جاتا آپ کہیں تو میں آج شام کو آپ سے وہیں ملوں!"

"بہت ٹھیک ہے! شام کو کس وقت وہاں پہنچو گے؟"

"سات بجے!"

"ٹھیک ہے میں انتظار کروں گا۔" میں نے جواب دیا۔ تھوڑی دیر ہدایت کے ساتھ رہا۔ پھر چلا آیا۔ بستی گھومی۔ اس کا گھومنا ہی کیا۔ یہ اس کا اکلوتا بازار تھا۔ دوپہر کو واپس حویلی پہنچ گیا۔ مہمان خانے میں نوکروں کے سوا کوئی نہیں تھا۔ میرے لیے کھانا لایا گیا۔ کھانے کے بعد کچھ دیر سونے کی ٹھانی اور بستر پر دراز ہو گیا۔ لیکن زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ دروازے پر آہٹ ہوئی۔ اور پھر کوئی اندر آ گیا۔ اتنا اندھیرا بھی نہیں تھا کمرے میں کہ میں آنے والے کو نہ پہچان سکتا۔ جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ یہ اوشا کماری تھی۔ خوب صورت سفید ساڑھی میں بڑی پُروقار نظر آ رہی تھی۔

"ہیلو!" اس نے کہا۔

"ہیلو کماری جی! آپ نے کہاں تکلیف کی، مجھے بلوالیا ہوتا۔" میں نے کھڑے ہو کر اس کا استقبال کیا۔ "آئیے تشریف رکھیے!"

"تشریف رکھیے! کیا صرف بیٹھیے نہیں کہا جا سکتا؟..." اس نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حسین آواز میں کہا۔

"جی... جی ہاں!"

"کچھ پڑھے لکھے ہیں آپ؟"

"جی ہاں تھوڑا بہت! بیٹھیے۔ آپ کا کھڑا رہنا مجھے اچھا نہیں لگ رہا۔" میں نے کہا اور وہ ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔

"ایک تعلیم یافتہ انسان ہونے کی حیثیت سے آپ کو انسانی فطرت کا کچھ اندازہ ضرور ہوگا۔ اور کچھ نہیں تو کم ازکم اس حد تک کہ فطرت کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں۔"

"جی ہاں کیوں نہیں!"

"عمر کی تین منزلیں ہوتی ہیں۔ بچپن جوانی اور بڑھاپا۔ بچپن معصوم خواہشوں کا زمانہ ہوتا ہے۔ جس چیز کی خواہش ہوتی ہے وہ مانگ لی جاتی ہے۔ اچھے کھانے، مٹھائیاں، کھلونے، وہ سب کچھ جو دل میں آئے اس کے بعد جوانی آتی ہے... آتی ہے نا؟"

"جی!"

"اس عمر کی خواہش بے دست و پا کیوں ہوتی ہے؟ جس طرح بچپن میں مانگے اور بن مانگے سب کچھ مل جاتا ہے جوانی میں کیوں نہیں ملتا۔ عمر کی ہر منزل میں کچھ ضرورتیں ہوتی ہیں۔ ہر عمر کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں۔ جوانی کی عمر کے تقاضوں اور ضرورتوں پر کیوں پابندیاں لگا دی جاتی ہیں؟" وہ کسی رکاوٹ اور جھجک کے بغیر بول رہی تھی۔

مجھے حیرت ہو رہی تھی کہ ڈاکٹر طاہر علی اتنی ہوشمند لڑکی کا دماغی علاج کر رہے ہیں لیکن پھر مجھے گذشتہ رات یاد آ گئی جب وہ کنول تھی اور تالاب میں اُگی تھی۔ ممکن ہے وہ صرف دورے کی حالت میں نارمل نہ رہتی ہو۔ اُس وقت اس کی باتیں بڑی عجیب تھیں۔ بہرحال مجھے اس بات کو سامنے رکھ کر گفتگو کرنی تھی کہ وہ کنور پرتاپ سنگھ کی بیٹی ہے۔ کوئی نازیبا بات نہ ہو۔

"کماری جی کیا اس سوال کا جواب ضروری ہے؟" میں نے پوچھا۔

"آئی تو اسی لیے تھی آپ کے پاس۔ اگر ذہن ساتھ نہیں دیتا تو جانے دیں۔ آپ نے جس نام سے مجھے مخاطب کیا ہے اُمی نے مجھے بدل کر دیا۔" وہ منہ بنا کر بولی۔

"نہیں سمجھا!" میں نے تعجب سے کہا۔

"آپ کی پسندیدہ ڈش کیا ہے؟" وہ بولی۔

"جی؟" میں نے اُلجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"آپ ایک حسین بستر پر کتنی دیر آرام کر سکتے ہیں۔ مجھے جواب دیجیے۔ پلیز صرف ہاں اور جی نہ کرتے رہیے۔ میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ میرا نام اوشا ہے۔ مجھے ہر وقت ہر لمحہ کماری جی، چھوٹی رانی، کہلانا اچھا نہیں لگتا۔ میں چاہتی ہوں کہ میرا کوئی ہم عمر کم ازکم آپ جیسا مجھے اوشا کہے۔ صرف اوشا... آپ نہیں تم کہہ کر مخاطب کرے... آہ یہ سونے کی زنجیریں میری تقدیر بن گئی ہیں۔ یہ احترام میرے ڈیڈی کی خرید ہے اور میں اس میں اُلجھ کر رہ گئی ہوں۔ ہمیں انسانی رشتوں سے اتنا دور کیوں کر دیا جاتا ہے۔ ہمارے ساتھ یہ سب کچھ کیوں ہوتا ہے۔ غزالی ہے نا آپ کا نام؟"

"جی ہاں!" میں نے کہا۔

"مسٹر غزالی! آپ کو ڈوب مرنا چاہیے۔ آپ آپ۔ اور کیا کہوں آپ سے، آپ اتنے شاندار مرد ہیں۔ آپ اتنی دلکش شخصیت کے مالک ہیں۔ لیکن... لیکن... آپ جیسے شخص سے کچھ کہنا بیکار ہے۔ اوکے ٹھیک ہے۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔

میں خود کو کسی جھگڑے میں نہیں الجھانا چاہتا تھا لیکن پھر سوچا کہ ذرا اس کتاب کو کھول کر تو دیکھا جائے کیا ہے اس میں۔ وہ دروازے تک پہنچی تھی کہ میں نے کہا۔

"اوشا! رکو تو سہی۔" وہ رکی، مڑی اور پھر ہنس پڑی۔

"چابی سے چلتے ہو؟"

"جی نہیں محترمہ! بات یہ ہے کہ آپ کے طبقے کے لوگوں کو ادب آداب ہی سے خوش ہوتے دیکھا ہے۔ بے تکلفی اور بے ساختہ طرزِ تخاطب آپ کے مزاج کو برہم کر دیتا ہے اور آپ کو اپنا منصب گھٹتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ مجھے کیا ضرورت تھی کہ میں آپ کو خود سے برگشتہ کرتا۔ آؤ بیٹھ جاؤ۔" میرے لہجے میں تحکم تھا۔ میں اُس کے مزاج کو سمجھ چکا تھا۔

یوں لگا جیسے وہ ان لفظوں سے بندھ گئی ہو۔ چنانچہ وہ واپس آکر کرسی پر بیٹھ گئی۔ "جو کچھ تم نے کہا اسکا جواب چاہتی ہو؟"

"ہاں!"

"یہ بتاؤ کہ بچپن کے کھلونے جوانی کے طاق میں آ سجیں تو پھر کس شے کی طلب ہوتی ہے؟"

"خود سے جواب مانگو!" اُس نے کہا۔

"نہیں اوشا جی، جوانی سب کے لیے ایک جیسا تجربہ نہیں ہوتی بلکہ ہر شخص کے لیے ایک جداگانہ تجربہ ہوتی ہے۔"

"بکتے ہو! گرمیوں کی سنسان دوپہریں، جاڑوں کی لمبی راتوں میں، اس وقت جب آنکھ سوتے سوتے اچانک کھل جائے، بارش کی اُس بھیگی شام میں جب تنہا کمرے کی کھڑکی سے ننھی ننھی پھواریں آکر بدن بھگونے لگیں، تمہارے دل میں کچھ نہیں ہوتا؟ کوئی احساس، کوئی خواہش نہیں جاگتی؟ اس عمر کے، اس طلب کے تمام راستے ایک ہی سمت جاتے ہیں۔"

"کیا یہ آخری بات ہے؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"ہاں یہ مٹی کی مانگ ہے۔ سانس کی طلب ہے۔ حقیقتوں کو کیسے جھٹلا سکتے ہو تم؟"

"یہ بتاؤ اوشا تمھیں الجھن کیا ہے؟"

"جو کہنا چاہتی ہوں نہیں کہہ پاتی۔ مجھے غور سے دیکھو!" وہ کھڑی ہو گئی۔ "کیا میں صرف احترام کیے جانے کے قابل ہوں۔ میرے لیے کسی کی آنکھوں میں خمار نہیں اتر سکتا۔ مجھے دیکھ کر کسی کے ہونٹ خشک نہیں ہو سکتے۔ کوئی مجھے دیکھ کر احترام کے مصنوعی تقاضے نہیں بھول سکتا۔ اس حویلی میں رہنے والوں کو صرف میرا احترام سکھایا گیا ہے۔ کسی کو یہ اجازت نہیں ہے کہ مجھے غور سے دیکھے۔ دل کے جذبات زبان پر لانا تو درکنار آنکھوں تک بھی نہ لا سکے۔ اس طرح کچل دیا گیا ہے، روح کو۔ یہ سب قابلِ نفرت ہیں اور تم بھی... تم سب!" اُس نے مٹھیاں بھینچ کر کہا۔ اس کا چہرہ لال بھبھوکا ہو گیا تھا۔ آگ ہو گئی تھی وہ۔ اُس کی خوب صورت آنکھوں سے چنگاریاں نکل رہی تھیں۔ وہ ایک ہیجانی انداز میں میرے بالکل قریب آ گئی بے حد قریب۔ اُس کے اوپر کے ہونٹ پر پھیلے ہوئے سرمئی روئیں میں پسینے کے قطرے اُلجھے ہوئے تھے اس کی سانسیں کسی زہریلی ناگن کی آتشیں پھنکاریں محسوس ہو رہی تھیں۔ میں اُس سے ڈر گیا۔ میں ہانپنے سا لگا۔

اُسی وقت دو لڑکیاں گھبرائی ہوئی اندر داخل ہوئیں۔ انھوں نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا اور پھر اوشا کو دیکھ کر مودب ہو گئیں۔ پھر اُن میں سے ایک نے کہا۔

"کماری جی! آپ یہاں ہیں۔ یہ آپ کے سونے کا سمے ہے۔ آئیے... آئیے کماری جی۔" انھوں نے دونوں طرف سے اوشا کے بازو پکڑ لیے۔ وہ مجھے دیکھتی رہی۔ پھر ہنس پڑی۔ اور ان کے ساتھ مڑتی ہوئی بولی۔

"شاید! باہر چاند نکل آیا ہے!" دونوں لڑکیاں اُسے لیے ہوئے باہر نکل گئیں۔ میں حیرت زدہ کھڑا رہ گیا۔ لڑکی میری سمجھ میں آ گئی تھی۔ ڈاکٹر طاہر علی اس کا مرض شاید نہیں سمجھ سکے تھے۔ "باہر چاند نکل آیا ہے!" کوئی اشارہ تھا میرے لیے یا یہ "دیوانے کی ایک بڑ" تھی؟ میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکا۔

میں سر پکڑ کر ایک کرسی پر نیم دراز ہو گیا۔ اُس بے پناہ حُسن نے اس وقت میرا دماغ گھما کر رکھ دیا تھا۔ اگرچہ میری جوانی نے یونیورسٹی کی آزاد فضا میں سانس لیے تھے۔ مگر میں نے اپنے جذبات کو سنبھالے رکھا تھا۔ اور اپنے نام کے ساتھ کسی کو مسکرانے کی اجازت نہیں دی تھی۔ اُس وقت گرمیوں کی سنسان دوپہروں میں، جاڑوں کی لمبی سیاہ راتوں میں یا بادلوں بھری شاموں میں کوئی انگڑائی ٹوٹتی تو میں اپنی نگاہوں پر پاکیزگی کا پردہ ڈال لیتا۔ پھر حالات بدل گئے اور مجھ سے میری شخصیت ہی چھین لی گئی۔ ہما اور جولیا نے بارہا ذہن کو اپنی طرف راغب کیا لیکن دل بجھ گیا تھا۔ اور اب شاید یہ دل کبھی روشن نہیں ہو سکتا تھا۔ اوشا نے بہت آگے قدم بڑھایا تھا۔ بے وقوف لڑکی سوچے سمجھے بغیر آگے آ گئی تھی۔ چاند کا حوالہ بھی شاید ایک اشارہ تھا میرے لیے۔ میں نے سوچا اس اشارے کو سمجھ جاؤں۔ اپنے مقصد کے لیے... وہ پاگل نہیں تھی۔ میں اُس سے سودا کر سکتا تھا لیکن یہ سودا بیحد خطرناک تھا۔ اگر مجھے وہاں دیکھ لیا گیا تو وہ کچھ ہوگا جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اوشا تو شہزادی تھی مگر مجھ غریب کی جان ایک آفت میں پھنس جاتی۔ پھر یہ کہ میں کسی بھی قیمت پر اپنے ضمیر کو داغدار نہیں کر سکتا تھا۔

پانچ بجے کے قریب کنور صاحب واپس آ گئے۔ چھ بجے تک ساتھ رہے اور چائے کے بعد اُٹھ گئے۔ اُن کے جاتے ہی حسن صاحب اور ڈاکٹر صاحب مجھ سے میری آج کی کارکردگی کے بارے میں پوچھنے لگے۔

"ہدایت سے ملاقات کے سوا میں نے اور کچھ نہیں کیا۔" میں نے کہا۔

"کوئی کام کی بات ہوئی۔"

"ہدایت ابھی تھوڑی دیر کے بعد مجھے ملے گا اور بگھی کے کوچبان کے بارے میں معلومات فراہم کرے گا۔"

"کہاں ملے گا؟" حسن صاحب نے پوچھا۔

"یہاں سے تھوڑی دور ایک دھرم شالہ ہے۔ وہیں ملنے کا وقت دیا ہے اُس نے۔" میں نے جواب دیا۔

"گڈ! ویسے اس صورتِ حال کے بارے میں تمھاری رائے میں کوئی تبدیلی ہوئی؟" حسن صاحب نے پوچھا۔

"نہیں! یہ بات وعوے سے کہی جا سکتی ہے کہ کنور صاحب بوڑھے کو چھپانا چاہتے ہیں۔ انھوں نے اُسے ہماری وجہ سے یہاں سے ہٹایا ہے۔ کسی ایسی جگہ پہنچا دیا ہے جو ہماری نگاہوں میں نہیں آ سکتی۔" میں نے انھیں جواب دیا۔

"سوال یہ ہے کہ کنور اس کے بارے میں کیا جانتا ہے۔ کیا وہ ان لوگوں میں سے ہے جو ولاڈی واسکاٹ کے معاملات میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو پھر یہ بات اس سے کیسے اگلوائی جائے؟" حسن صاحب نے کہا۔

"یہی سوچنا ہے ویسے آپ کا آج کا پروگرام کیسا رہا؟" میں نے دریافت کیا۔

"بالکل بے مقصد تضیع اوقات کے سوا کچھ نہیں۔" ڈاکٹر طاہر علی نے کہا۔

"کنور صاحب کو شبہ تو ہو ہی چکا ہے۔ کسی طرح انھوں نے اس شبہے کا اظہار بھی کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"قطعی نہیں، حسن نے ایک زمین پسند کی ہے۔ کنور اُسے مفت پیش کرنے کے لیے تیار ہیں۔ ظاہر ہے ہم نے اُسے منظور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نہیں کیا۔ طے یہ ہوا ہے کہ حسن کچھ اور متعلقہ لوگوں کو یہ جگہ دکھائیں گے اس کے بعد کوئی فیصلہ ہو جائے گا۔ بظاہر اب ہمارے یہاں رُک کے رہنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ بس کنور کی خواہش پر دو ایک روز اور یہاں ٹھہر جائیں گے۔" ڈاکٹر صاحب نے کہا۔

"مجھے دیر ہو جائے گی، بقیہ باتیں رات کو ہوں گی اب مجھے اجازت دیجیے!" میں نے گھڑی دیکھ کر کہا۔ اور پھر وہاں سے نکل آیا۔ اندھیرا پھیل گیا تھا، میں نہایت احتیاط سے دھرم شالے کی طرف روانہ ہوا۔ اس بات کو مدِنظر رکھا جانا ضروری تھا کہ کہیں میرا تعاقب نہ کیا جائے۔ میں نے پوری احتیاط کے ساتھ لمبے راستے طے کرتے ہوئے دھرم شالے تک کا سفر طے کیا۔ اس بات کا پوری طرح خیال رکھا کہ کہیں تعاقب تو نہیں کیا جا رہا لیکن خیریت ہی رہی۔ سات بج چکے تھے۔ ہدایت خود ہی دھرم شالے کے ایک گوشے سے نکل کر میرے پاس پہنچ گیا۔

"مجھے کچھ دیر ہو گئی ہدایت!" میں نے اس سے کہا۔

"نہیں صاحب! میں بھی ابھی دو منٹ پہلے ہی یہاں آیا ہوں۔ سوچ رہا تھا کہ آپ انتظار کر رہے ہوں گے۔" ہدایت نے کہا۔

"کچھ کام بنا؟"

"جی ہاں! کوچوان کا نام سروپ چند ہے۔ سب اُسے سروپا کہتے ہیں۔ بامنی کے توہرے میں رہتا ہے۔ بامنی کا توہرہ حویلی سے کوئی ایک میل ہے۔ یوں تو کنور صاحب کے بہت سے ملازم حویلی ہی میں نوکروں کے احاطے میں رہتے ہیں لیکن سروپا کے تین بھائی ان کے بیوی بچے اور خود سروپا کے بیوی بچے ملا کر بہت ہو جاتے ہیں اس لیے اتنے بڑے خاندان کی گزر وہاں نہیں تھی۔ چنانچہ سروپا اپنے گھر میں ہی رہتا ہے رات کو آٹھ بجے وہ حویلی سے نکل کر اسی طرف سے اپنے گھر جاتا ہے صاحب۔" ہدایت نے بتایا۔

"کیا یہ ساری معلومات اطمینان بخش ہیں ہدایت؟" میں نے بے چینی سے پوچھا۔

"بالکل جناب! میں نے خود سروپا کو پہچانا ہے۔ مالی نے میری مدد کی ہے۔ اور وہ بہت بھروسے کا آدمی ہے!" اس نے کہا

"ہدایت، تم نے قابلِ انعام کام کیا ہے۔ تمھیں انعام ضرور ملے گا۔ آٹھ بجنے میں بیس منٹ باقی ہیں۔"

"جی ہاں... میرے پاس گھڑی نہیں ہے۔"

"یہ گھڑی تمھاری ہو گی لیکن شہر واپسی کے بعد۔" میں نے اپنی کلائی کی گھڑی اس کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔ "اس موقع سے ہم کیوں نہ فائدہ اٹھائیں؟"

"ضرور صاحب، جو آپ کا حکم ہو۔"

"اغوا! سروپ چند کو اغوا کر کے اس دھرم شالے میں لانا ہے یہاں ہم اُس سے معلومات حاصل کریں گے۔"

ہدایت خاموش ہو گیا۔ میں نے اس کی کیفیت محسوس کر کے کہا۔ "تمھیں بالکل ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر کسی مسئلے میں پھنس جاؤ تو میں اجازت دیتا ہوں کہ میرا نام لے لینا۔ اب غور سے سنو ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ لو یہ رومال اپنے چہرے پر کس کر باندھ لو۔ ہم اُسے اٹھا کر یہاں لائیں گے۔ پھر میں انگریزی میں اس سے بات کروں گا تم اس کا ترجمہ کرو گے۔ مقصد یہ ہے کہ وہ اگر کسی کو اپنے اغوا کی کہانی سنائے تو کہے کہ اسے اغوا کرنے والوں میں سے ایک انگریز تھا۔"

"مگر ترجمہ... ہم کیسے کریں گے صاحب؟" ہدایت نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

"اس کی فکر نہ کرو۔ میں تمھیں بتائے دیتا ہوں کہ میں کیا کہوں گا اور اُس سے کیا پوچھنا ہے۔ آؤ اس راستے کی طرف میری رہنمائی کرو۔ جہاں سے وہ گزرتا ہے۔" میں نے کہا اور ہدایت میرے ساتھ چل پڑا۔

وہ پگڈنڈی دھرم شالے سے کوئی سو گز کے فاصلے سے گزرتی تھی جو حویلی سے بستی جانے کا مختصر راستہ تھی۔ ہم ایک درخت کی آڑ میں چھپ گئے۔ یہاں میں نے ہدایت کو اُن سوالات کی پوری تفصیل سمجھائی جو مجھے کوچوان سے کرنے تھے۔

چاروں طرف ہُو کا عالم تھا۔ بہت دور کہیں گیدڑ بول رہے تھے۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد بستی میں بھونکنے والے کتوں کی آوازیں سنائی دے جاتی تھیں۔ تاریکی میں گھورتے رہنے سے ہماری آنکھیں تاریکی کی عادی ہو گئیں۔ تقریباً سوا آٹھ بجے ہدایت نے اچانک کہا

"آ رہا ہے!"

"ہاں۔ وہ سایہ مجھے بھی نظر آ رہا ہے۔ تمھیں یقین ہے کہ وہی ہے؟"

"جی ہاں!"

"تیار ہو جاؤ۔"

"مجھے... مجھے کیا کرنا ہے صاحب؟" ہدایت کی آواز گھگھیائی ہوئی تھی۔

"کچھ نہیں... یہ کام میں کر دوں گا۔" میں نے کہا۔ سایہ قریب آتا جا رہا تھا۔ ہدایت نے آہستہ سے کہا۔

"جی ہاں! سو فیصدی وہی ہے!"

کوچوان درخت کے نزدیک پہنچا۔ دو قدم آگے بڑھا تو میں نے پھرتی سے درخت کی آڑ سے نکل کر اس پر حملہ کر دیا۔ میرا گھونسا اس کی گدّی پر پڑا۔ وہ ہرے رام کہہ کر زمین پر ڈھیر ہو گیا۔

دوسرے لمحے میں اس کی پشت پر سوار تھا۔ میں نے اس کی گردن دبالی تھی۔

کوچوان دو تین بار چیخا پھر اُس کی آواز بند ہو گئی۔ میں نے اُس کا گریبان پکڑ کر اُسے کھڑا کیا تو وہ کھڑا ہو گیا۔ بیہوش نہیں ہوا تھا لیکن خوف سے ساکت تھا۔

"آگے بڑھو۔ اگر اب چیخنے کی کوشش کی تو گولی مار دی جائے گی۔" میں نے انگریزی میں کہا۔ اور ہدایت کا گراموفون بج اٹھا۔

"گورا صاحب کہتا ہے کہ دھرم شالے میں چلو نہیں تو مارے جاؤ گے۔" میں نے پُراطمینان انداز میں گردن ہلائی اور اسے پوری طرح دبوچے ہوئے دھرم شالے کی طرف گھسیٹنے لگا۔ کوچوان کے انداز سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کوئی مزاحمت نہیں کرے گا۔ ہم اُسے بآسانی دھرم شالے میں لے آئے۔ یہاں روشنی کا کوئی انتظام نہیں تھا لیکن اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ میں نے پھر انگریزی میں کہا۔

"کوچوان! تمھیں اس جگہ ختم بھی کیا جا سکتا ہے۔ جان بچانے کی ایک ہی صورت ہے کہ جو کچھ تم سے پوچھا جائے اس کا ٹھیک ٹھیک جواب دو۔" ہدایت نے ترجمہ کیا۔

"گورا صاحب پوچھتا ہے تم اس بوڑھے کو کہاں لے گئے ہو؟" میں نے محسوس کیا کہ ہدایت کا ترجمہ کھیل بگاڑ دے گا۔ وہ خود بھی خوفزدہ تھا اور شاید میرے سکھائے ہوئے جملے بھول گیا تھا چنانچہ میں نے ایک اور طریقہ استعمال کیا۔ میں بگڑی ہوئی اردو میں بولا۔ "ویل ثالیں... تمھیں کوئی خطرہ ناہیں۔ اگر تم سچ بولے گا تو ہم تمھیں چھوڑ دے گا۔ ناہیں تو جان سے مار دے گا۔"

"ہری رام... شبو شنکر رادھے شیام۔ رادھے شیام" کوچوان کی کپکپاتی ہوئی آواز نکلی۔

"بولے گا۔ ساچ بولے گا؟" میں نے کہا۔

"گورا صاحب بولتا ہے سچ بولو گے تو جان بچ جائے گی۔" ہدایت نے ٹکڑا لگایا۔

"بولے گا مائی باپ... اولاد کسم... ہم سچ بولے گا!" کوچوان کی آواز بمشکل تمام نکلی تھی۔

"ویل ٹم بٹاؤ... پچھلا رات ٹم اس بوڑھے آدمی کو بگھی میں کدھر لے گیا؟"

"شکار بنگلے میں مائی باپ... شکار بنگلے میں!"

"اور کون ٹمارا ساتھ تھا؟"

"ک ک کلوا... اور رگھوناتھ مائی باپ۔"

"اُدھر شکار بنگلہ میں اور کون ہے؟"

"بھگوان سوگند... للو ہے کی ماں کی سوگند... ہمیں نا معلوم سرکار، ہو ہو ہو۔" کوچوان کی آواز ابھری۔

"اس سے پہلے بوڑھا کہاں تھا؟"

"حویلی میں سرکار... حویلی میں..."

"شاباش ٹمیں زندگی چاہیے۔ یا مرنا مانگتا؟"

"جینا مانگتا مائی باپ... ایک بار چھوڑ دو... ہائے دیا... اری سوسے کی ماں۔"

"ٹو پھر زبان بند رکھنا مانگتا... بالکل بند رکھنا مانگتا... اوکے..." میں نے کوچوان کی گردن دباتے ہوئے کہا۔ اور وہ پھر پہلے کی طرح ساکت ہو گیا۔ "چالو، بھاگ جاؤ... واپس مڑ کر مت دیکھنا۔" میں نے اسے دروازے کی طرف دھکا دے دیا۔ اس کے بھاگنے کے انداز پر مجھے ہنسی آ گئی۔ میں اور ہدایت باہر آ کر اسے تاریکی میں گم ہوتے دیکھتے رہے۔ پھر میں نے ہدایت سے کہا۔ "آؤ ہدایت ہمارا کام ہو چکا ہے۔" اور ہم دونوں دھرم شالے سے باہر آ گئے۔ راستے میں میں نے کہا۔ "شکار بنگلے کے بارے میں، میں خود معلومات حاصل کر لوں گا۔ فی الحال تمھارے لیے کوئی کام نہیں ہے لیکن کسی بھی وقت تمھاری ضرورت پیش آ سکتی ہے۔ اگر تم سے ملاقات مقصود ہو تو چکی پر ہی۔"

"جی ہاں! اگر میں موجود نہ ہوں تو بلوا لیں۔"

"بس اب تم جاؤ لیکن ایک بات یاد رکھنا تم کسی بھی قیمت پر یہ سب کچھ منہ سے نہیں نکالو گے۔"

"ہدایت نمک حرامی نہیں کرے گا صاحب! آپ کے لیے تو اب جان بھی دے سکتا ہوں۔ میں بھی انسان ہوں، احسان ماننا جانتا ہوں۔ آپ نے مجھ سے نقصان اٹھانے کے بعد بھی میرے لیے جو کچھ کیا ہے میں اسے کبھی نہیں بھول سکتا۔"

مہمان خانے تک پہنچنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔ چوکیدار پہچانتے تھے۔ اندر حسن صاحب اور ڈاکٹر طاہر علی باتیں کر رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر سنبھل گئے۔ میں نے انھیں کوچوان کی کہانی سنائی اور دونوں حیران رہ گئے۔

"آج ہی تو ہم شکار بنگلے کے سامنے سے گزرے تھے۔ کنور صاحب نے بتایا تھا کہ یہ بنگلہ ایک باغ کے درمیان واقع ہے۔ اسے بھی شکار باغ کہا جاتا ہے۔ وہاں سے کچھ فاصلے پر جنگل شروع ہو جاتے ہیں جہاں شکار ملتا ہے۔ کنور صاحب نے پیشکش کی تھی کہ اگر ہم شکار کے لیے کچھ وقت نکال سکیں تو وہ انتظام کر دیں لیکن ہم نے معذرت کر لی۔" حسن صاحب نے کہا۔

"تو بوڑھا وہاں موجود ہے۔" طاہر علی نے پُرخیال انداز میں کہا۔ پھر میری طرف رُخ کر کے بولے۔ "کیا خیال ہے غزالی؟"

"کیا مطلب؟" حسن صاحب چونک کر بولے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"شکار بنگلے پر ریڈ کیا جائے؟"

"مجھے اس سے اختلاف ہے۔ بات ہماری پوزیشن کی ہے۔ اگر کوئی اونچ نیچ ہو گئی تو کیا ہوگا۔ ہماری عمر بھلا ان کاموں کی ہے؟"

"غلطی ہو گئی یار! داور کو کچھ لوگوں کے ساتھ اگر لے آئے ہوتے تو اس وقت کام بن جاتا' غزالی کو بھی اس سے زیادہ نہیں استعمال کیا جا سکتا۔" طاہر علی ہاتھ ملتے ہوئے بولے۔

"کنور صاحب کے بارے میں بھی مجھے شبہ ہے۔ وہ بلند شہر کے بجائے کہیں شکار بنگلے نہ گئے ہوں۔ اصولاً اس بات سے واقف ہونے کے بعد کہ ہم لوگ بوڑھے کی تلاش میں ہیں انھیں محتاط ہو جانا چاہیے اور وہ ہو گئے۔ چنانچہ بوڑھے کو یہاں سے نکال کر شکار بنگلے پہنچا دیا گیا۔ اب ممکن ہے اُسے وہاں سے بھی نکال دیا جائے۔" میں نے کہا اور طاہر علی کا چہرہ سکڑ گیا۔ میں نے بارہا محسوس کیا تھا کہ حسن صاحب سے زیادہ طاہر علی اس معاملے سے دلچسپی لے رہے ہیں۔

چند لمحات خاموش رہنے کے بعد طاہر علی نے کہا: "کنور پربھات اس سلسلے میں ہمارا حریف بن گیا ہے۔ ہم بہت دن سے اس کام میں مصروف ہیں، میکے براؤن جیسے شیطان کو ہم نے قبول نہیں کیا تو پربھات کیا حیثیت رکھتا ہے۔ کچھ کوشش کیے لیتے ہیں، اگر سیدھے ہاتھوں گھی نہ نکلا تو پھر انگلیاں ٹیڑھی کرنی ہوں گی۔ میں اس کی بیٹی کا معالج ہوں۔"

"اوہ نہیں طاہر علی! میں تمھیں اس کی اجازت ہرگز نہیں دوں گا۔ بات ان لوگوں تک رہے جو متعلق ہیں۔ اس بچی کو کوئی نقصان پہنچانا ہرگز درست نہ ہوگا۔" حسن صاحب نے کہا۔

طاہر علی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد سب آرام کے لیے اٹھ گئے۔ اس سلسلے میں کسی اور کارروائی کا کوئی پروگرام نہیں بنا تھا اور طے ہوا تھا کہ دوسرے دن اس موضوع پر بات ہوگی۔ حسن صاحب کے کمرے میں سے طاہر علی ساتھ ساتھ باہر نکلے تھے۔ طاہر علی نے آہستہ سے کہا: "نیند نہ آ رہی ہو تو آؤ میرے کمرے میں کچھ دیر بیٹھو۔" میں خاموشی سے ان کے پیچھے چلتا ان کے کمرے میں آ گیا۔

"حسن فطرتاً شریف آدمی ہے ایسے شخص کو اصولاً ایسے میدان میں قدم ہی نہیں رکھنا چاہیے۔ میرا خیال ہے غزالی کہ میں داور کو یہاں بلا لوں۔ حالات بتا رہے ہیں کہ اس کی ضرورت پیش آ جائے گی اوشے کو کنور کی تحویل میں نہیں چھوڑا جا سکتا۔"

"اوشا کی بیماری کیا ہے طاہر علی صاحب؟" میں نے اچانک سوال کیا۔

"کیوں؟" طاہر علی چونک پڑے۔ ظاہر ہے کہ اس وقت وہ اوشا سے متعلق کسی سوال کے لیے تیار نہیں تھے۔

"میرے خیال میں وہ بیمار نہیں ہے۔ وجوہ آپ بہتر جانتے ہوں گے لیکن میری اس سے کچھ گفتگو ہوئی ہے جس سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ وہ اپنے مستقبل سے غیر مطمئن ہے۔ نوجوان لڑکی ہے کچھ آرزوئیں اس کے ذہن میں تشنہ ہیں اور ان تشنہ خواہشات کا ہجوم اسے منتشر کر دیتا ہے۔ مجھے تعجب ہے طاہر علی صاحب کہ آپ لوگ... ویسے کنور صاحب کو فوراً اس کی پسند کی شادی کر دینی چاہیے۔"

طاہر علی صاحب مجھے بغور دیکھ رہے تھے۔ پھر وہ مسکرا کر بولے:

"میں تمھارے شعبے کا تعین نہیں کر سکتا غزالی، ہر معاملے میں ٹانگ اڑا دیتے ہو اور صحیح کوڑی نکال لاتے ہو۔ ڈاکٹر نہیں ہو ورنہ شاید مرض کا نام بھی بتا دیتے۔ وہ مریضہ ہے، ایک خوفناک بیماری ہے اسے۔ کنور پربھات نے مجھے اس کا پس منظر بتایا ہے۔ ایک معالج کی حیثیت سے مجھے بہت سی باتیں راز رکھنی پڑتی ہیں۔ تفصیل نہیں بتاؤں گا، بس اتنا سمجھ لو کنور پربھات بدقسمتی کا شکار ہو گیا۔ وہ بچی ایسی عمر میں ایک حادثے کا شکار ہو گئی جب وہ اس کے قابل نہیں تھی۔ حادثے کے ذمہ دار شخص کو موت کی سزا دے دی گئی اس سے زیادہ کیا کیا جا سکتا تھا لیکن جو ہونا تھا ہو گیا۔ کنور نے اسے صرف ایک حادثہ قرار دیا اور سوچا کہ بات ختم ہو گئی لیکن بات ختم نہیں ہوئی۔ وہ زندگی کے ایک اہم راز سے اس وقت آشنا ہو گئی جب وہ اُسے سمجھ بھی نہیں سکتی تھی اور... اور پھر مسلسل پابندی نے اس کا دماغی توازن بگاڑ دیا۔ اس کے سلسلے میں تمھارا اندازہ درست ہے لیکن شادی اس کے مرض کا حل نہیں ہے۔ وہ نارمل نہیں ہے۔ اس کا ایک طویل علاج ہے، یہ علاج بھی بہت پیچیدہ ہے۔ یا تو وہ بے جان ہو جائے گی بالکل پتھر... یا اگر تقدیر ساتھ دے گئی تو ممکن ہے نارمل ہو جائے۔"

"اوہ!" میں نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔ عجیب کردار تھا، قابلِ رحم بھی بے گناہ بھی اور خوفناک بھی۔

"تمھیں اس کا خیال کیوں آیا؟"

"صرف اس تصور سے کہ کیا وہ ہمارے کام آ سکتی ہے؟"

"ہرگز نہیں اس کے بارے میں بھول کر بھی نہ سوچنا۔ اسے اپنے ساتھ تنہائی کا موقع کبھی نہ دینا۔ داور کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟"

"سوال یہ ہے کہ کنور صاحب ان معاملات میں کس حد تک ملوث ہیں کم از کم اس کا پتا تو چل جائے۔ آج کی ان کی غیر موجودگی کس نوعیت کی ہے۔"

"اس کی زبان کھلوانے کا ایک ہی طریقہ ہے!"

"کیا؟"

"ہم کھل کر سامنے آ جائیں۔ میرے علاج سے اوشا کو کافی ہوا ہے۔ میں اس کے ذہنی خلیوں سے وہ واقعہ فراموش کرانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ کنور کو یہ اندازہ نہیں تھا کہ اس کا دماغی توازن کس وجہ سے خراب ہے۔ تم یوں سمجھ لو کہ پہلے وہ اظہار نہیں کر پاتی تھی، اب اظہار کر دیتی ہے۔ گویا مرض سامنے آ گیا ہے۔ اور اس کے ساتھ اس کا علاج دریافت ہوا ہے۔ اس طرح میں کنور کا رازدار بن گیا ہوں، اور اس کی عزت میری مٹھی میں ہے۔ میں اس سے بوڑھے کو برآمد کروں گا۔"

"کیا یہ مناسب ہوگا؟" میں نے ذرا ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"کیا یہ مناسب ہے کہ اس نے ہم سے "مجھ" سے بوڑھے کے معاملے میں تعاون نہیں کیا جبکہ اسے کرنا چاہیے تھا!"

"میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا ہے طاہر علی صاحب!"

"کیا؟"

"حسن صاحب صورت حال سے اس حد تک واقف نہیں تھے پھر بقول آپ کے وہ شریف آدمی ہیں۔ آپ اس ٹرمپ کارڈ کو اس شکل میں کیوں نہ استعمال کریں۔ ہم شکار بنگلے چل کر بوڑھے کو تلاش کریں، اگر کوئی گڑبڑ ہو جائے تو کنور کی زبان بند کی جا سکتی ہے بلکہ آپ اس سے اپنی خواہش کا اظہار اس شکل میں بھی کر سکتے ہیں جس میں آپ چاہتے ہیں۔ دوسری شکل میں کنور یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ وہ درحقیقت ایسے کسی بوڑھے سے لاعلم ہے۔"

"میرے منہ کی بات چھین لی تم نے۔ کیا خیال ہے ہم دونوں چلیں؟"

"بالکل! میں تیار ہوں۔" میں نے کہا۔

"تو پھر دیر کیوں! اٹھو یہ ہوئی نا بات!" طاہر علی نے پرجوش لہجے میں کہا اور میں مسکرا دیا۔ طاہر علی مزے کی چیز تھے، حسن صاحب سے کہیں زیادہ پرجوش۔ ہم خاموشی سے اٹھے اور دبے قدموں باہر نکل آئے۔ لینڈ روور میں بیٹھ کر طاہر علی صاحب نے سیٹ کے نیچے ہاتھ ڈال کر دو پستول نکال لیے اور ان میں سے ایک میری طرف بڑھا کر بولے: "غیر شریفوں کو شرافت سکھانے کے لیے چند چیزیں ضروری ہیں، یہ بندوبست کر کے چلا تھا۔"

"کمال ہے طاہر صاحب! میں اس کی کمی محسوس کر رہا تھا ویسے میرا ایک پستول داور کے پاس ہے کسی کی امانت ہے دلوا دیں واپس مل گا۔"

"اس وقت اس کا تذکرہ کر کے ذلیل کرنا ضروری تھا؟" طاہر علی صاحب نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔ اور ہم گیٹ پر پہنچ گئے۔ چوکیدار نے فوراً گیٹ کھول دیا۔ میں طاہر علی صاحب کی بات پر مسکرا کر رہ گیا۔ چند لمحات کے بعد وہ پھر بولے: "دلوا دوں گا اس کی فکر نہ کرو۔"

"شکریہ!" میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔ لینڈ روور سبک روی سے آگے بڑھ رہی تھی: "شکار بنگلے کا راستہ آپ کے ذہن میں ہے؟" تھوڑی دیر کے بعد میں نے پوچھا۔

"ہاں! میں اس سلسلے میں خاصی مہارت رکھتا ہوں۔ کوئی بھی جگہ ایک بار دیکھ لوں نہیں بھولتا۔" طاہر علی صاحب نے جواب دیا۔ رات کی تاریکیوں میں یہ سفر تقریباً پچیس منٹ جاری رہا پھر دور سے کچھ روشنیاں نظر آئیں اور طاہر علی صاحب نے کہا: "وہ رہا شکار بنگلہ!"

"آپ نے کہا تھا کہ وہ کسی باغ میں ہے؟"

"باغ احاطے کے اندر ہے۔ یہ اس کا دروازہ ہے۔"

"ہوں!" میں نے گردن ہلائی: "میرے خیال میں گاڑی کچھ فاصلے پر روکی جائے دروازے پر محافظ ہوں گے۔"

"اندر کیسے داخل ہوں گے؟"

"احاطے کی دیوار پھلانگ کر۔ آپ کو اس میں دقت تو نہیں ہوگی۔؟"

"برخوردار مجھے بوڑھا ثابت کرنے کی کوشش نہ کرو۔ عمر کتنی بھی ہو لیکن میں ڈاکٹر ہوں، زندہ رہنے کا فن جانتا ہوں۔"

"تو پھر کوئی مناسب جگہ منتخب کریں۔" میں نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد ڈاکٹر طاہر علی نے لینڈ روور ایک جگہ پارک کر دی۔ انجن بند کر کے انھوں نے چابی نکالی اور پھر ایک ٹارچ ہاتھ میں لے کر نیچے اتر آئے۔ ہم نے احتیاطاً لینڈ روور کے دروازے لاک نہیں کیے تھے۔ ٹارچ دیکھ کر میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "اس گاڑی سے اور کیا کیا برآمد ہوگا؟"

"وہ سب کچھ جس کی ضرورت پیش آ سکتی ہے۔ آؤ۔" ہم دونوں احاطے کی طرف چل پڑے۔ روشنی صرف دروازے پر تھی، احاطے کے گرد لگے ہوئے درخت اندھیرے میں چھپے ہوئے تھے۔ احاطے کی دیوار پر چڑھ کر دوسری طرف کودنا مشکل نہ ثابت ہوا، طاہر علی نے جو کچھ کہا تھا کر دکھایا۔ وہ بآسانی اندر کود گئے۔ کافی وسیع باغ تھا درختوں کے درمیان چلتے ہوئے ہم بے آواز آگے بڑھنے لگے۔ ٹارچ روشن کرنے کی ضرورت نہیں پیش آئی تھی۔ درختوں کے سوا تھا بھی کیا۔ ہوا سیبوں اور سنگتروں کی خوشبو پھیلا رہی تھی۔ پھر ہم درختوں کے آخری سرے تک پہنچ گئے۔ ہمیں سامنے مٹیالے رنگ کی عمارت نظر آ رہی تھی جس کے کسی اندرونی کمرے میں روشنی تھی۔ یہاں رک کر ہم عمارت کا جائزہ لینے لگے۔ ہماری نگاہ گیٹ کی طرف بھی گئی تھی لیکن اوّل تو فاصلہ بہت تھا اور پھر کچھ درخت درمیان میں آ گئے تھے جن کی وجہ سے کوئی اندازہ نہیں ہو سکا کہ وہاں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چوکیدار وغیرہ ہیں یا نہیں۔

دفعتہ" ڈاکٹر طاہر علی کے منہ سے ایک ہلکی سی آواز نکل گئی۔ انھوں نے بے اختیار ٹارچ روشن کرلی۔

"کیا ہے؟" میں نے روشنی کے حلقے کی طرف دیکھا اور میری نگاہ ایک خونخوار کتے پر پڑی جو بے تکے انداز میں زمین پر پڑا تھا۔ دوسرے لمحے میں بھی طاہر علی کے ساتھ جھک کر اسے دیکھنے لگا۔ انتہائی شاندار السیشین تھا۔ لیکن وہ زندہ نہ تھا۔ طاہر علی نے دو تین ٹھوکریں ماریں اور پھر سیدھے ہوکر بولے۔

"مرچکا ہے۔"

"وہ اس طرف۔" میرے منہ سے بے اختیار نکلا اور میں وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ اس لاش سے دس گز دور ویسے ہی ایک اور کتے کی لاش موجود تھی۔ طاہر علی صاحب نے جلدی سے ٹارچ بجھادی۔ "کوئی گڑبڑ ہے۔" انھوں نے سرسراتی آواز میں کہا۔

"یہی اندازہ ہوتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"آؤ۔ ہوشیار، اب میں ٹارچ نہیں جلاؤں گا، پستول سنبھال لو۔" ہم دونوں مزید احتیاط کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے عمارت تک پہنچ گئے۔ کتوں کی موجودگی بتاتی تھی کہ یہاں چوکیدار وغیرہ نہیں ہیں۔ لیکن کسی نے کتوں کو ہلاک کردیا تھا، کیوں؟ عمارت کا صدر دروازہ کھلا ہوا تھا۔ ایک لمحے وہاں رک کر ہم نے اندر کی آہٹ لی اور پھر طاہر علی نے کھلے دروازے سے اندر قدم رکھ دیا۔ انھوں نے ٹارچ روشن کرلی تھی۔ ابھی وہ پوری طرح اندر داخل بھی نہیں ہوئے تھے کہ ان کے حلق سے ایک آواز نکلی اور وہ اچھل کر مجھ پر آپڑے۔ میں اس ناگہانی کے لیے قطعاً تیار نہیں تھا چنانچہ طاہر علی کی لپیٹ میں آگیا۔ اس کے ساتھ ہی کچھ سائے ہمیں پھلانگتے ہوئے باہر نکل گئے۔ میں نے ایک لمحے میں خود کو سنبھالا اور دوڑتے ہوئے سایوں پر فائر کردیا۔ جواب میں لگاتار کئی گولیاں ہمارے سروں سے گذر گئیں۔ میں نے پھر دو فائر کیے لیکن ان دوسرے فائروں کا جواب نہیں ملا گرتے ہوئے ٹارچ طاہر علی کے ہاتھوں سے نکل گئی تھی لیکن چونکہ وہ روشن تھی اس لیے اسے ڈھونڈنا نہیں پڑا۔ اور میں نے لپک کر اسے اٹھالیا۔ طاقتور ٹارچ کی روشنی میں نے دور تک ڈالی لیکن اب کسی کا پتا نہیں تھا۔

"آپ زخمی ہیں ڈاکٹر؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں عزیزم۔ بس ذرا جبڑا کھسک گیا ہے۔ منہ سیدھا کرنے کی کوشش کررہا ہوں۔" طاہر علی بھرائی ہوئی آواز میں بولے پھر جلدی سے کہنے لگے "ٹارچ بند کرکے اپنی جگہ چھوڑ دو۔ اندر اور لوگ بھی ہوسکتے ہیں۔"

میں نے بوکھلا کر ٹارچ بجھادی اور پھرتی سے بائیں سمت رینگ گیا۔ طاہر علی بھی کھسک کر میرے پاس آگئے۔

"وہ لوگ گیٹ کی طرف نہیں گئے۔" میں نے سرگوشی کی۔

"جہاں بھی گئے ہوں ہمارے ہاتھ نہیں آسکتے۔ ویسے، میری زندگی کا بدترین واقعہ ہے۔ خدا کی پناہ کسی عورت نے کبھی اتنا زبردست گھونسا کسی کو نہ مارا ہوگا۔" طاہر علی نے کہا۔

"عورت۔؟" میں نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"ایک سو دس فیصدی۔"

"آپ نے اسے دیکھا تھا؟"

"جی نہیں۔ میں صرف دروازے کی چوکھٹ دیکھ سکا تھا کیونکہ اس کے طاقتور گھونسے نے تھوڑی کا زاویہ بدل دیا تھا۔" طاہر علی صاحب تمسخرانہ انداز میں بولے۔

"پھر آپ کو کیسے اندازہ ہوا؟"

"کمال کے آدمی ہو یار۔ گھونسا دس فٹ کے فاصلے سے نہیں مارا جاتا۔ پہلے میں اس سے ٹکرایا اور اس نے گھونسا جڑ دیا اور کوئی ٹکرا جائے تو اندازہ ہو ہی جاتا ہے کہ ٹکرانے والے کا جغرافیہ کیا ہے۔"

میرے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ آگئی۔ ایک گھونسے نے طاہر علی کو شگفتہ کردیا تھا۔ چند منٹ تک ہم لوگ انتظار کرتے رہے۔ اندر سے نہ تو قدموں کی چاپ سنائی دی نہ کوئی باہر نکلا۔

"کیا خیال ہے عزیزم ایک اور گھونسا کھایا جائے۔"

"آئیے۔" میں نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ ہم دونوں پھر صدر دروازے کے قریب پہنچ گئے۔ طاہر علی پیچھے ہٹتے ہوئے بولے "بس، تم کھالو۔ ممکن ہے وہ ایک ہی زاویہ پسند کرتے ہوں، اس جبڑے میں تو کوئی گنجائش نہیں رہی ہے۔" میں پستول سیدھا کیے اندر داخل ہوگیا۔ دروازہ ایک وسیع ہال میں کھلتا تھا۔ سامنے ہی دوسرا دروازہ نظر آرہا تھا جس سے روشنی چھن رہی تھی۔ ہم دونوں اس دروازے سے بیک وقت اندر داخل ہوئے چھوٹی سی کشادہ راہداری نے ایک اور دروازے تک پہنچادیا۔ روشنی راہداری میں لگے ہوئے بلب کی تھی لیکن دوسرے دروازے کے ادھ کھلے کواڑوں سے بھی روشنی چھن رہی تھی۔ ہم دبے پاؤں وہاں تک پہنچ گئے۔ پھر میں نے ایکدم پورا دروازہ کھول لیا۔ اور ہم دونوں پوزیشنیں لے کر اندر داخل ہوگئے۔ یہ بھی ایک کمرہ تھا قیمتی طرز کے فرنیچر سے آراستہ۔ زمین پر قالین بچھا ہوا تھا، چھت میں فانوس لٹکا ہوا تھا اور فانوس کے عین نیچے دو انسانی بدن اوندھے سیدھے پڑے ہوئے تھے۔ اس منظر نے ہمیں ساکت کردیا۔ کسی خیال کے تحت طاہر علی نے پلٹ کر دروازہ بند کردیا۔ اس کمرے میں اور کوئی دروازہ یا کھڑکی نہیں تھی۔ میں نے ایک نگاہ پورے کمرے پر ڈالی اور پھر ڈاکٹر طاہر علی کے پاس پہنچ گیا جو ان دو جسموں پر جھکے ہوئے تھے۔

"ان میں سے ایک مرچکا ہے۔" طاہر علی نے انکشاف کیا۔

"اوہ۔ یہ مقامی نہیں ہیں۔" میرے منہ سے نکلا۔ طاہر علی نے ان کے چہرے سیدھے کردیے تھے۔ ان میں سے ایک بوڑھا آدمی تھا۔ جس کے چہرے پر سفید گلمچھے تھے، عمر کا صحیح اندازہ نہیں ہوتا تھا لیکن صحت شاندار تھی۔ دوسرا کوئی تیس بتیس سال کا تھا۔ بھاری اور سخت جبڑوں والا۔ وہ مرچکا تھا۔ ان کے جسموں پر سلیپنگ سوٹ تھے جن سے اندازہ ہوتا تھا کہ دونوں اسی عمارت میں مقیم تھے۔

"ان کے جسموں پر زخم نہیں ہیں۔"

"اس کی موت گردن کی ہڈی ٹوٹنے سے ہوئی ہے مجھے اس کا چہرہ سیدھا کرتے ہوئے اندازہ ہوا ہے۔" طاہر علی بولے۔

"دوسرا۔؟"

"وہ صرف بے ہوش ہے۔"

"بوڑھا۔" میرے منہ سے بے اختیار نکلا اور طاہر علی بھی اچھل پڑے۔ پھر انہوں نے کہا "تم ہمت کرو۔ عمارت زیادہ بڑی نہیں ہے۔ ہوشیاری سے تلاشی لو۔ میں اس بے ہوش آدمی کو ہوش میں لانے کی کوشش کرتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور پھر دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ راہداری دوسری طرف گھوم گئی تھی۔ عمارت میں اس ہال کے علاوہ چار کمرے اور تھے۔ دو شاندار اور کشادہ خواب گاہیں تھیں۔ ایک اسٹور تھا جس میں پرانا کاٹھ کباڑ بھرا ہوا تھا۔ میں نے پہلے تینوں کمرے گھومے پھر کاٹھ کباڑ کے کمرے کی تلاشی لی اس کے بعد خواب گاہ میں آگیا۔ دونوں غیر ملکی ایک ہی خواب گاہ میں مقیم تھے۔ الماریوں میں ان کے لباس موجود تھے، اس کے علاوہ سوٹ کیس بھی تھے۔ ایک سوٹ کیس میں ہلکی اور جدید ساخت کی اسٹین گن رکھی تھی۔ ایک کیمرہ ملا اور کافی مقدار میں مقامی کرنسی بھی دوسرے چھوٹے سوٹ کیس میں ان کے پاسپورٹ مل گئے۔ گلمچھے والا جان آسٹن تھا اور دوسرا پال آسکر۔ دونوں اٹلی سے آئے تھے اور مقامی اندراج ایک ماہ قبل کا تھا۔ یہ تمام چیزیں میں نے ان کی جگہ رکھیں اور دوسرے کمرے میں آگیا۔ یہاں ایک مسہری تھی جس پر بچھا ہوا بستر شکن آلود تھا۔ اسے بھی استعمال کیا جارہا تھا۔ بوڑھا میرے ذہن میں ابھرا۔ اور اب وہ یہاں موجود نہیں ہے گویا کوئی اسے نکال لے گیا۔

یہاں کوئی خاص سامان نہیں تھا۔ بہرحال یہ ثابت ہوچکا تھا کہ اگر بوڑھا یہاں تھا تو اب نہیں ہے۔ میں نے کچھ ایسے نشانات تلاش کرنے کی کوشش کی جن سے بوڑھے کی موجودگی کے بارے میں کچھ ثبوت ملے لیکن کوئی ایسی چیز نہ مل سکی۔ طاہر علی صاحب کی طرف سے بھی فکرمند تھا چنانچہ تلاشی مکمل کرکے واپس اس کمرے میں پہنچ گیا جہاں طاہر علی موجود تھے۔ اوہ جان آسٹن کو ہوش میں لانے میں کامیاب ہوگئے تھے اور اب وہ بستر پر چت لیٹا ہوا تھا۔ وہ حواس میں تھا، اس نے گردن گھما کر مجھے دیکھا اور پھر خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔

"کیسے مزاج ہیں مسٹر جان آسٹن؟" میں نے سوال کیا اور آسٹن بری طرح چونک پڑا۔ طاہر علی صاحب نے بھی مجھے تعجب سے دیکھا تھا۔

"کون ہو تم۔؟" آسٹن نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"سمجھو تو دوست۔"

"کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ صاف گفتگو کرو۔" اس بار اس کا لہجہ سخت تھا۔

"بوڑھا کہاں ہے؟" میں نے سرد لہجے میں پوچھا۔ اور وہ پھرتی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ "کیا وہ۔ کیا وہ موجود نہیں ہے۔؟" ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ نیچے اتر آیا اور پھر وہ برق رفتاری سے کمرے کے دروازے کی طرف لپکا۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ طاہر علی نے بھی اس کے پیچھے نکلنا چاہا لیکن میں نے ان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر انھیں روک دیا۔ "انتظار کریں۔ وہ واپس آئے گا۔"

"نکل گیا تو مصیبت میں گرفتار ہوجائیں گے۔ یہاں لاش بھی ہے۔" طاہر علی نے کہا اور میں الجھ کر رہ گیا۔ جان آسٹن چند منٹ کے بعد واپس آگیا۔ لیکن اسے دیکھ کر مجھے ایک بھیانک غلطی کا احساس ہوا۔ بیشک مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوئی تھی۔ جان آسٹن کے ہاتھ میں اسٹین گن دبی ہوئی تھی، اس کی آنکھیں سرخ ہورہی تھیں

"بوڑھا کہاں ہے؟" اس نے غراتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ طاہر علی تو اسٹین گن دیکھ کر بوکھلا گئے۔ لیکن میں نے حواس قائم رکھے۔ اور حقارت آمیز لہجے میں بولا "ہوش مندی کی بات کرو مسٹر آسٹن، میں نے خود تم سے اس کے بارے میں پوچھا تھا یہ ہتھیار میں تمہارے سوٹ کیس میں دیکھ چکا ہوں اگر ہم غلط لوگ ہوتے تو یہ وہاں نہ ملتا تمہیں۔ آؤ بیٹھ جاؤ آسٹن، یہاں آس پاس کوئی موجود نہیں ہے جن لوگوں کو کام کرکے جانا تھا وہ نکل چکے ہیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آسٹن کچھ سوچنے لگا۔ پھر میں نے اس کے اعضا کے تناؤ میں کمی محسوس کی "پال کی موت کا مجھے بہت افسوس ہے۔ تم دونوں پربھات سنگھ کے مہمان ہونا — ؟" میں نے کہا اور آسٹن کے ہاتھ جھک گئے۔ وہ پریشان سے انداز میں آگے بڑھا اور پال کی لاش کے پاس بیٹھ گیا۔ پھر اس نے کہا "تم مسٹر کھتہ کے آدمی ہو؟"

"یہی سمجھ لو۔ ان کے مہمانوں کی حیثیت سے ہم تمہارا احترام کرتے ہیں۔"

"اسے پال کی موت کی اطلاع دو۔ پال۔ وہ لوگ۔ وہ لوگ۔ میں نے اسے پہچان لیا تھا۔ وہ۔ لیکن۔" اس نے چونک کر مجھے دیکھا، پھر بولا "براہ کرم کھتہ کو پال کی موت کے بارے میں اطلاع دے دو۔" وہ بے پناہ الجھا ہوا تھا۔

"کنور صاحب بلند شہر گئے ہیں وہ حویلی میں موجود نہیں ہیں۔" میں نے کہا۔

"ایں — ؟ اوہ۔ ہاں۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کل وہ واپس آجائے گا۔"

"ہاں۔"

"تو پھر تم لوگوں کا کیا خیال ہے۔ میں یہاں رکوں یا تمہارے ساتھ حویلی میں ہی چلوں۔ یہاں میرے لیے خطرات ہیں۔ شاید میں تنہا۔ پال میری قوت تھا۔ میں اب یہاں نہیں رکنا چاہتا۔"

"میں خود یہی کہنا چاہتا تھا، آپ ہمارے ساتھ چلیں کل کنور سے مل کر بقیہ پروگرام طے کر لیں گے۔" میں نے کہا۔ ڈاکٹر طاہر علی اس دوران بالکل خاموش رہے تھے۔

"مجھے اپنے ساتھ لے چلو پلیز۔" اس کے انداز سے تھکن جھلک رہی تھی۔ پھر اس نے کہا "میں اپنا سامان ساتھ لے لوں۔؟"

"ہاں یقیناً۔ آئیے ہم آپ کی مدد کریں۔" آسٹن نے ہمارے ساتھ مل کر سامان پیک کیا اور پھر ہم باہر نکل آئے۔ آسٹن اس وقت تک مشتبہ رہا تھا جب تک ہم حویلی میں داخل نہ ہو گئے۔ مہمان خانے میں داخل ہو کر میں نے اس کا سامان اپنے کمرے میں رکھا تو آسٹن لجاجت آمیز لہجے میں بولا۔ "اجازت دو تو میں لیٹ جاؤں چکر آرہے ہیں۔"

"ضرور۔ آپ آرام کریں۔ کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر لیں۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ میں ڈاکٹر کے ساتھ ان کے کمرے میں آگیا۔

"بوڑھا پھر نکل گیا۔" طاہر علی جھلائے ہوئے لہجے میں بولے۔

"ہاں۔ بہت نادقت نکلا ہے اگر ہم کچھ دیر پہلے پہنچ گئے ہوتے تو۔"

"کتے کی موت مار دیے جاتے یہاں معاملہ بہت آگے کا معلوم ہوتا ہے۔ تم شاید کتوں کی لاشیں بھول گئے۔"

"یہ لوگ کون ہو سکتے ہیں۔" میں نے پُرخیال انداز میں کہا۔

"میکے براؤن۔ صرف میکے براؤن۔" ڈاکٹر طاہر علی نے کہا اور میں چونک پڑا۔ اس دوران ایک بار بھی میرے ذہن میں میکے براؤن کا خیال نہیں آیا تھا۔ طاہر علی کی اس بات نے مجھے سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ "آپ اتنے وثوق سے یہ بات کیسے کہہ سکتے ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"ان دو غیر ملکیوں کو دیکھ کر تمہارے ذہن میں کوئی نام اور بھی ابھرتا ہے؟"

"ضروری نہیں ہے طاہر علی صاحب لیکن اس امکان کو نظر انداز بھی نہیں کیا جا سکتا۔"

"تمہارے ذہن میں اور کون آتا ہے؟"

"یہ کوئی دوسری پارٹی بھی ہو سکتی ہے۔ ہم اس امکان پر گفتگو کر چکے ہیں، اس کے علاوہ اگر ان لوگوں کو ہم میکے براؤن سے متعلق قرار دے دیں تو پھر اُن لوگوں کے بارے میں کیا کہیں گے جو بوڑھے کو ان کے چنگل سے نکال لے گئے۔" میں نے سوال کیا۔

طاہر علی کسی سوچ میں ڈوب گئے۔ کافی دیر تک وہ خاموش رہے پھر بولے۔ "اس کا مطلب ہے کھیل لمبا ہو گیا۔ کچھ اور لوگ بھی اس میں شامل ہو گئے۔ ایک بات سوچ رہا ہوں غزالی۔ اگر کچھ اور لوگ بھی ان معاملات میں ملوث ہو گئے ہیں تو کیا ہماری ٹیم ان سے ٹکر لے سکے گی؟ ہم تو سب سے کمزور ہیں سب ہی کون ہمارے ساتھ۔ حسن ایک مرنجاں مرنج شخص ہے۔ میں حالات سے ٹکرانے کی ہمت رکھتا ہوں، بس لے دے کر ایک تم ہو جو اس وقت اس ٹیم کے سربراہ ہو۔"

"کھیل شروع بھی تو ہو طاہر علی صاحب۔" ابھی تو صرف الجھنیں ہی چل رہی ہیں۔ ایک بات بھی ذہن میں واضح نہیں ہو سکی۔ کوئی سرا ہاتھ نہیں آسکا، کھیل شروع ہو جانے کی شکل میں ان انتظامات پر بھی غور کیا جا سکتا ہے۔"

"اگر داور ہی آجاتا تو کم از کم۔"

"داور تیسرے درجے کا غنڈا ہے کسی بڑے کام میں وہ نقصان دہ ہی ثابت ہوگا۔ اس لیے اس کے خیال کو ذہن سے نکال دیں۔"

"ہم کچھ اور لوگوں پر بھی غور کر سکتے ہیں فی الحال میں داور کا نام اس لیے لے رہا تھا کہ وہ جانا پہچانا آدمی ہے حالات بتا رہے ہیں کہ معاملہ صرف ذہنی ورزش کا نہیں ہے، عملی طور پر بھی بہت کچھ کرنا ہوگا۔"

"دیکھتے ہیں۔ کنور کی شخصیت بھی اب کھل جائے گی۔ ان حالات میں وہ اپنی لاعلمی کا اظہار کیسے کرے گا۔"

"ہاں یہ مسئلہ اس انداز میں حل ہوتا نظر آرہا ہے۔ بڑے عجیب و غریب حالات ہیں۔ دماغ کی چولیں ہلی جا رہی ہیں حسن

خوب ہے۔ بڑے آرام سے سو رہا ہے۔ تم بھی سو جاؤ غزالی، میں کسی قیمت پر نہیں سو سکتا۔"

"ایک عرض کروں ڈاکٹر صاحب۔ یہ سب کچھ ہماری دلچسپی ہے اگر یہ اتنی بڑی مصیبت بن جائے کہ راتوں کی نیند چین لے تو پھر تو میں اسے جنون کہوں گا۔ ان لوگوں کی زندگی اختیار کیجیے جن کے پاس خزانے نہیں ہوتے۔"

"دولت کی قدر نہیں ہے ابھی تمہیں غزالی۔ وقت آئے گا تو بہت کچھ توجان جاؤ گے۔ بہرحال اپنی کمزوری بتائی ہے تمہیں۔ اب جو جی چاہے کرلو۔"

"آپ آرام کریں۔ میں زمین پر سو جاتا ہوں۔"

"کہا نا کہ بستر مجھے چبھے گا۔ تم آرام سے سو جاؤ۔ میں یہاں ٹھیک ہوں۔" طاہر علی کے بے حد اصرار پر میں ان کے بستر پر لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر تک دماغ پر خیالات کی یلغار رہی پھر نیند کی آغوش میں پہنچ گیا۔

دوسری صبح بہت دیر سے جاگا۔ کمرے میں طاہر علی کے ساتھ حسن صاحب بھی موجود تھے۔ دونوں سر جوڑے کھسر پھسر کر رہے تھے، میں اُٹھ کر بیٹھ گیا۔

"جاگ گئے تم۔ ناشتا منگوالو طاہر۔ جلدی تیار ہو جاؤ بھائی میری حالت خراب ہے۔" حسن صاحب نے کہا۔ اور میں مسکراتا ہوا باتھ روم کی طرف چل دیا۔ ناشتے کے دوران ہی بات چیت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ میں سمجھ گیا تھا کہ طاہر علی نے حسن صاحب کو پوری کہانی سنا دی ہوگی۔

"مہمان آسٹن کس حال میں ہے؟"

"اس نے ناشتا کر لیا ہے۔ اپنے ساتھی کے سلسلے میں بے چین ہے۔ ہم سے اس موضوع پر گفتگو ہوئی ہے، کنور کی واپسی کا انتظار تو کرنا ہی پڑے گا۔" طاہر علی نے کہا اور پھر چونک کر بولے۔ "میں نے حسن کو پورے واقعات بتا دیے ہیں۔"

"آسٹن اپنے ساتھی کی لاش کے سلسلے میں کیا چاہتا ہے۔ کیا اسے لاش کہیں بھجوانی ہے؟"

"میں نے پوچھا تھا۔ کہتا ہے اس کی ضرورت نہیں ہے پال بالکل تنہا ہے اور اس کا تعلق صرف آسٹن سے تھا۔ بس وہ چاہتا ہے کہ یہیں اس کی تدفین کر دی جائے۔ خاص مسئلہ اس کی موت کے سلسلے میں قانونی معاملات کا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ پال کی موت غیر طبعی ثابت ہو۔"

"میرا خیال ہے یہ کنور کا درد سر ہے۔"

"ہاں کنور اس مسئلے کو بہ آسانی سنبھال لے گا۔"

"وہ یہاں دونوں کس حیثیت سے آئے تھے؟"

"سیاحوں کی حیثیت سے۔"

"اور کچھ بتایا ہے آسٹن نے؟"

"ہم نے کوئی سوال نہیں کیا۔ رات کی نسبت اس وقت زیادہ بے چین ہے۔ بہت نروس نظر آتا ہے۔ شکار بنگلے جانا چاہتا تھا لیکن ہم نے روک دیا ہے۔"

"ہاں وہ پال کی لاش کے لیے بے چین ہو رہا ہوگا۔" میں نے کہا۔

"تمہارا کیا خیال ہے غزالی۔ یہ سب کچھ کس نے کیا۔ کیا ایک بار پھر ہم اندھیرے میں نہیں پہنچ گئے، اب تو خونریزی بھی شروع ہو گئی۔ یہ قتل بوڑھے کے حصول کے سلسلے میں ہی ہوا ہے۔ بوڑھے سے تو ہم لوگ بھی متعلق ہیں۔ اس کے بعد بھی اگر ہم اپنی کوشش جاری رکھیں تو کیا ہمارے لیے بھی خطرات نہ پیدا ہو جائیں گے؟" حسن صاحب نے پوچھا۔

"سمجھاؤ اس شریف آدمی کو سمجھاؤ۔ جرمن فوجیوں نے اس خزانے کے راز کو راز رکھنے کے لیے اپنے بے شمار ساتھی اور قیدی موت کے گھاٹ اتار دیے۔ اس کے بعد بھی نہ جانے کیا کیا ہو رہا ہوگا۔ ظاہر ہے خزانہ پلیٹ میں رکھ کر ہمارے سامنے پیش نہ کر دیا جائے گا۔"

"لیکن خطرات —؟"

"وہ تم ہمارے لیے چھوڑ دو۔"

"خدا محفوظ رکھے بھائی۔ میں اس قتل سے بڑا خوفزدہ ہو گیا ہوں۔" حسن صاحب گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے بولے۔

"آؤ آسٹن کے پاس چلیں۔ اس سے گپ شپ کریں گے۔" طاہر علی نے کہا۔

ہم آسٹن کے کمرے میں پہنچ گئے۔ وہ مسہری پر تکیے سے ٹیک لگائے بیٹھا خلا میں گھور رہا تھا۔ ہمیں دیکھ کر اس کی آنکھوں میں زندگی لوٹ آئی۔

"کھتہ آگیا؟" اس نے سوال کیا۔

"ابھی نہیں مسٹر آسٹن۔ لیکن اب آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ جو ہونا تھا ہو چکا اس سے زیادہ کچھ نہیں ہوگا۔"

"تم لوگ دلاسے دے رہے ہو مجھے۔" وہ پھیکی سی ہنسی کے ساتھ بولا۔ "میں خوفزدہ نہیں ہوں زندگی اور موت میرے لیے کھیل رہے ہیں، میں تو بس۔" وہ چند لمحے کے لیے رکا پھر بولا۔ "گمراہ انداز ہوئی ہے مجھ پر، اس کا اعتراف کر لینا چاہیے۔ پال فولادی انسان تھا۔ دس آدمیوں سے لڑ جانے والا، بڑی ہمت تھی اس سے۔ یوں سمجھ لو میں دماغ تھا وہ بدن یہ پارٹنرشپ ٹوٹ گئی اس کے بعد —"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہمیں آپ کے ساتھی کی موت کا افسوس ہے۔"

"نہیں۔ یہ سب کچھ بیکار لگتا ہے۔ یہ جملے کسی کو کچھ نہیں دیتے۔ کھتّہ کے بارے میں معلوم کراؤ۔"

ایک ملازم کو بلا کر کنور کھتّہ کے بارے میں معلومات کرائی گئیں تو پتا چلا کہ وہ ابھی ابھی آیا ہے۔ "میں اس سے فوراً ملنا چاہتا ہوں۔" آسٹن اٹھ کھڑا ہوا۔

"اگر آپ اجازت دیں مسٹر آسٹن تو انھیں یہیں بلا لیا جائے۔"

"ہاں سر جلدی۔ بہتر ہے پال کی لاش خراب نہ ہو۔"

فون پر کنور صاحب سے رابطے کی کوشش کی جا رہی تھی کہ وہ خود ہی پہنچ گئے۔ کسی ملازم سے انھوں نے ہمارے بارے میں معلوم کر لیا تھا۔ اندر داخل ہوئے تو آسٹن کو دیکھ کر ساکت رہ گئے۔ ان کا چہرہ ملی جلی کیفیات کا آئینہ دار تھا۔ ہم سب جانتے تھے کہ اس وقت وہ کس کیفیت کا شکار ہیں۔ ہم بھی خاموش رہے۔ پھر وہ خود ہی آگے بڑھے۔ جان آسٹن جلدی سے کھڑا ہو گیا تھا۔ "پال کو قتل کر دیا گیا کنور اور وہ لوگ بوڑھے کو لے گئے۔" اس نے کہا۔

"کیا — ؟" کنور اچھل پڑا۔

"اس کی لاش تمہارے باغ بنگلے میں پڑی ہے۔ بہت بُرا ہوا کنور۔ تم اندازہ نہیں کر سکتے۔"

"افسوس۔ پال۔ مگر آسٹن تم یہاں۔ میرا مطلب ہے تم یہاں کب آئے؟"

کنور کہنا چاہتا تھا کہ تم یہاں کیوں آ گئے۔ لیکن اس نے بات بدل دی تھی۔

"رات کو انھیں لوگوں کے ساتھ آ گیا تھا۔ میں وہاں غیر محفوظ ہو گیا تھا کنور۔ ان سب نے میری بہت مدد کی ہے۔"

"ہمیں اجازت دو کنور۔ ہم لوگ جانا چاہتے ہیں۔" طاہر علی نے کہا اور کنور چونک کر ہمیں دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔ "ابھی اتنی جلدی ہرگز نہیں۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ مجھے ابھی آپ لوگوں سے بہت سے کام ہیں ڈاکٹر۔"

"اس سے زیادہ میں ہسپتال سے غیر حاضر نہیں رہ سکتا۔ اور پھر ان دونوں کو بھی کئی کام ہیں۔"

"تو پھر کل چلے جانا۔ پلیز صرف ایک دن پہلے تو آپ لوگوں کو کوئی جلدی نہیں تھی۔" کنور کے لہجے میں، میں نے ایک چبھن محسوس کی تھی۔ معلوم نہیں دوسرے لوگوں کو اس کا احساس ہوا تھا یا نہیں؟

"کیوں حسن — ؟" طاہر علی نے پوچھا۔

"جیسا مناسب سمجھو۔" حسن صاحب نے جواب دیا۔ اور طاہر علی گہری سانس لے کر خاموش ہو گئے۔

"مجھے کچھ دیر کی اجازت درکار ہے۔ امید ہے آپ لوگ محسوس نہیں کریں گے۔" کنور نے کہا۔ پھر وہ آسٹن کی طرف رخ کر کے بولا۔ "آؤ آسٹن میرے ساتھ آؤ۔ سوری۔" اس نے ایک بار پھر معذرت کی اور آسٹن کو ساتھ لے کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

ہم لوگ خاموش بیٹھے رہ گئے۔ حسن صاحب نے کہا۔ "کیا اس کا رویّہ اہانت آمیز نہیں ہے؟"

"تو تمہارے منہ سے پھول کیوں جھڑنے لگے تھے۔ میں نے اسی بات کو محسوس کر کے تو یہاں سے جانے کی اجازت طلب کی تھی۔ تم نے مجھ پر چھوڑ دیا حالانکہ میں متوقع تھا کہ تم لوگ بھی میری مدد کرو گے۔"

"انتظار کر لیں حضرات کوئی تبدیلی متوقع ہے۔ تھوڑا سا وقت اور سہی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس کنور کی ایسی تیسی۔ دیکھ لوں گا اسے۔ ناک نہ رگڑوا دوں تو طاہر علی نام نہیں۔" میں مسکرا تا رہا تھا۔ طاہر علی نے مجھے دیکھا پھر بولے "کیا کہا تھا تم نے کچھ تبدیلیاں متوقع ہیں؟"

"ہاں ہوشیار۔"

"آخر تم کیا سوچ رہے ہو غزالی۔ ہمیں بھی تو بتاؤ۔"

"آپ لوگوں نے کنور کے لہجے پر غور کیا؟"

"کوئی خاص بات تھی؟"

"اس کی سوچ بدل گئی ہے۔ اب جو کچھ وہ سوچ رہا ہے وہ یہاں رہ کر ہمارے لیے خطرناک ہو سکتا ہے۔"

"کیا سوچ رہا ہے وہ؟" حسن صاحب نے چونک کر پوچھا۔

"ہم نے اس مسئلے پر غور ہی نہیں کیا حسن صاحب۔ مجھے بوڑھے کی تلاش ہے۔ بوڑھا یہاں شکار بنگلے پر موجود تھا۔ کنور بلند شہر گیا تھا، ہم شکار بنگلے پہنچ گئے جہاں پال قتل ہوا اور بوڑھا نکل گیا۔ کنور اسے ہماری سازش اور کارروائی بھی سمجھ سکتا ہے وہ سوچ سکتا ہے کہ یہ سب کچھ ہم نے کیا ہے۔" میری بات سن کر وہ دونوں ہکا بکا رہ گئے۔ کئی منٹ تک ان کے منہ سے بات ہی نہیں نکل سکی، پھر طاہر علی نے کہا "نہیں نہیں۔ وہ ہمیں قاتل نہیں سمجھ سکتا۔"

"ممکن ہے میرا اندازہ غلط ہو۔" میں نے لاپروائی سے کہا۔ لیکن ان دونوں کے چہرے فق ہو رہے تھے۔ پھر طاہر علی نے کہا "لعنت بھیجو اخلاقیات پر۔ چلو چلتے ہیں، اب یہاں ایک منٹ رکنا مناسب نہیں ہے۔ میں اس کنور کو وہ مزہ چکھاؤں گا کہ یاد رکھے گا، اب یہاں رکنا بیکار ہے۔"

"میں اس طرح جانے سے اختلاف رکھتا ہوں طاہر علی صاحب میرا خیال ہے ہمیں کنور کی واپسی کا انتظار کر لینا چاہیے اگر ہم اس طرح چلے گئے تو کنور کا شک یقین میں بدل جائے گا اور پھر بھی الجھے رہیں گے، کوئی حل تو نکلنا چاہیے ان سب باتوں کا۔ جان آسٹن کار آمد چیز ہے اسے اس طرح نہیں چھوڑا جا سکتا۔ رہا کنور تو اس سے ہوشیار رہیں گے۔"

وہ دونوں پھر سوچ میں ڈوب گئے۔ پھر طاہر علی نے ڈھیلے ڈھالے لہجے میں کہا۔ "یہ بھی ٹھیک ہے۔"

عجیب صورتحال ہو گئی تھی۔ حسن صاحب اور طاہر علی کو اپنے کمرے میں چھوڑ کر میں باہر نکل آیا۔ میری چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ میرا یہ خیال غلط نہیں ہے کہ کنور کے ذہن میں کوئی خیال پیدا ہو چکا ہے۔ مہمان خانے سے نکل کر میں حویلی کے دوسرے حصے میں آ گیا اور پھر حویلی کے باغ کی سیر کرنے لگا، ایک بار دل میں ہدایت کا خیال آیا اور سوچا کہ اس سے ملاقات کروں لیکن پھر یہ خیال ملتوی کر دیا۔ اگر کنور کو ہدایت کے بارے میں پتا چل گیا تو ہدایت پھر مارا جائے گا۔ اب میرے ذہن میں یہی خیال تھا کہ کنور اس شبہے کے تحت زیادہ سے زیادہ ہمارے خلاف کیا کارروائی کر سکتا ہے۔ شکل و صورت سے وہ شریف آدمی نظر آتا تھا لیکن ایسے معاملات میں اچھے اچھے شریف۔ ذات شریف بن جاتے ہیں۔

میں باغ کی روش پر ٹہل ہی رہا تھا کہ اوشا سامنے آ گئی۔ دھلی دھلی سفید ساری میں ملبوس۔ اس کے ہونٹوں پر کپکپاہٹ تھی۔

"ہیلو کماری جی۔"

"کہاں گھوم رہے ہو؟"

"بس ایسے ہی۔ آپ کے باغ کی سیر کے لیے نکل آیا تھا۔"

"سنو۔ ایک بات کہوں۔"

"ضرور۔ فرمایئے؟"

"میں تمہیں کیسی لگتی ہوں؟"

"بہت اچھی ہیں آپ — !"

"میں ساری رات تالاب پر تمہارا انتظار کرتی رہی۔ پھر میں نے سوچا کہ شاید تم میرے کمرے پر پہنچے ہو گئے تھے وہاں — ؟"

"جی — ؟ نہیں تو۔" میں نے حیرت سے کہا۔

"کیوں۔ آخر کیوں؟ یا میں کسی کو متاثر نہیں کر سکتی۔ وہ کون لوگ ہوتے ہیں جن کے لیے لوگ زندگی پر کھیل جاتے ہیں۔ تو کیا صرف افسانے ہیں، افسانے تو زندگی ہی سے تعلق رکھتے ہیں نا۔ یہاں سب لوگ میرے لیے آنکھوں میں احترام رکھتے ہیں یا تو مجھے بچی سمجھتے ہیں وہ۔ یا پھر ایک شجر ممنوع۔ میں شجر ممنوع نہیں ہوں، انسان ہوں، عورت ہوں۔ تم لوگ۔ تم لوگ مجھے صرف ایک عورت کی نگاہ سے کیوں نہیں دیکھتے بولو۔ جواب دو۔ مجھے غور سے دیکھو اگر تمہاری بینائی کمزور نہیں ہے اگر تم اندھے نہیں ہو۔" اس کی آواز غراہٹ میں بدل گئی۔

میرے اوسان خطا ہو گئے تھے۔ میں نے خود کو سنبھال کر کہا۔ "آپ تو بے حد خوبصورت ہیں کماری اوشا۔"

"سنگِ مرمر کی ہوں۔ حسین مگر پتھر۔ کہو کہو جھجکو کہہ دو کم از کم۔"

"نہیں اوشا ایسی بات بھی نہیں ہے۔"

"سنو۔ اگر تم ڈرتے ہو تو خوف دل سے نکال دو۔ اگر تم چاہو تو مجھے یہاں سے کہیں بھی لے چلو میں تمہارا ساتھ دوں گی میں صاف کہوں گی کہ میں اپنی مرضی سے تمہارے ساتھ ہوں سنو ایک وعدہ کرو۔ رات کو تالاب پر آؤ گے بولو آؤ گے۔"

"ضرور۔ ضرور آؤں گا۔ وعدہ۔" میں نے گھبراتے ہوئے کہا۔

وہ آگے بڑھی اور میرا ہاتھ تھام کر بولی۔ "پھر میں تمہیں احتیاط سے اپنے کمرے میں لے جاؤں گی۔ وعدہ نہ بھولنا ایک ایک لمحہ مشکل سے کاٹوں گی۔ ٹھیک ہے۔"

"جی ٹھیک ہے۔" یہ چھوٹا جملہ ادا کرتے ہوئے میری زبان لڑکھڑا گئی۔

"میں چلتی ہوں کسی کو شبہہ نہ ہو جائے۔ جانے رات کب آئے گی۔ اچھا۔" وہ واپسی کے لیے مڑ گئی۔ اور جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو میں اس طرح سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا کہ مہمان خانے میں آ کر ہی سانس لی۔ اس حسین لڑکی کی یہ حالت افسوسناک تھی لیکن میں اس کے لیے کچھ بھی تو نہیں کر سکتا تھا۔

شام کو چار بجے کے قریب کنور پرجات پھر ہمارے پاس آ گیا۔ وہ تنہا تھا اور اس کا چہرہ عجیب ہو رہا تھا۔ حسن صاحب کے کمرے میں ہماری نشست ہوئی۔ کنور خاموش خاموش سا تھا۔ ہم لوگ بھی خاموشی سے اسے دیکھتے رہے۔ پھر کنور نے کہا۔ "بڑی پیچیدگیاں پیدا ہو گئی ہیں ڈاکٹر۔" اس کی اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ کنور نے تھوڑی دیر انتظار کیا پھر بولا۔ "مجھے اپنی بدترین پوزیشن کا احساس ہے لیکن۔"

"کوئی خاص بات ہے کنور — ؟" طاہر علی نے پوچھا۔

"میں آپ لوگوں کی بہت عزت کرتا ہوں۔ لیکن ہر انسان کے کچھ ذاتی مسائل ہوتے ہیں۔ لیکن معاملات ہر طرح کے نفع نقصان سے بالاتر ہوتے ہیں جو کچھ ہوا ہے بہت بُرا ہوا ہے فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ قصور کس کا ہے۔"

"پہیلیاں بجھا رہے ہو کنور۔ جو کچھ کہنا ہے صاف صاف کہو۔" طاہر علی نے سرد لہجے میں کہا۔

"پال کو آپ لوگوں میں سے کس نے قتل کیا ہے؟" کنور نے سینے کے دباؤ سے بے چین ہو کر کہہ ہی دیا۔

"یہ سوال کر رہے ہیں کنور صاحب یا آپ کی تحقیق ہے؟" طاہر علی طنزیہ انداز میں بولے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میں حقیقت جاننا چاہتا ہوں"

"کس حیثیت سے؟" طاہر علی نے پوچھا۔

"جو کچھ آپ لوگ سمجھ لیں"

"کچھ سمجھنے کی گنجائش کہاں رہ گئی ہے کنور۔ میرے خیال میں کوئی بہتر بات سوچنا تو اب ممکن ہی نہیں رہا ہے۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ پال کو ہم میں سے کسی نے قتل ہے تو پولیس سے رجوع کرو۔ ہم لوگ جا رہے ہیں پولیس کو ہمارا پتا بتایا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ مان کھیڑہ میں تمہاری ساری طاقت جمع ہے، دوسری کوئی شکل اختیار کرنا چاہو تو یقیناً کر لو۔ ہم تیار ہیں اور یہ بھی اعلان کرتے ہیں کہ تمہیں تمہارے گھر پر شکست دے کر جائیں گے"

طاہر علی کا لہجہ بہت سخت ہو گیا تھا۔ کنور کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ چند لمحات وہ باری باری ہم سب کو دیکھتا رہا۔ پھر آہستہ سے بولا۔

"نہیں ڈاکٹر۔ میں جرائم پیشہ انسان نہیں ہوں۔ میرا ماضی کھنگال لو۔ صرف ایک بار میری پیشانی پر کالک لگائی گئی تھی جس کے جواب میں میں نے کچھ اقدامات کیے۔ وہ سب کچھ میرے ضمیر پر داغ ہے جس کی جلن میں اب تک محسوس کرتا ہوں لیکن تم شاہد ہو کہ — کہ میں کتنے بڑے خسارے سے دوچار ہوا ہوں۔ میری ساری زندگی زخم بن گئی ہے"

"ہمارا داغ دار ماضی تمہیں کہاں سے نظر آ گیا کنور؟" طاہر علی نے کہا۔

"میں یہ تو نہیں کہہ رہا" کنور دھیمے لہجے میں بولا۔

"جو کچھ کہنا چاہتے ہو کھل کر کہو"

"آپ نے کہا ڈاکٹر کہ آپ مجھے مان کھیڑہ میں شکست دے کر جائیں گے" کنور بولا۔

"دفاع تو کرنا پڑے گا کنور"

"میں شکست تسلیم کرتا ہوں ڈاکٹر۔ میں اپنے بے بس ہو جانے کا اعلان کرتا ہوں۔ آپ جانتے ہیں پولیس کو ان واقعات کی اطلاع نہیں دی جا سکتی۔ پال کی موت کو چھپانے کے لیے میں نے انتظامات کر دیے ہیں ایک اور شخص کو پال کی حیثیت سے یہاں سے روانہ کر دیا جائے گا اس طرح قانونی ضروریات پوری کر دی جائیں گی یہ میری ذمہ داری ہے۔ اب میرے لیے آپ لوگوں کے دلوں میں کوئی گنجائش نکل سکتی ہے؟"

طاہر علی کسی سوچی سمجھی لائن پر گفتگو نہیں کر رہے تھے۔ نہ ہمارے درمیان اس گفتگو کے لیے کوئی لائحہ عمل طے پایا تھا لیکن جو کچھ وہ بول رہے تھے وہ میرے یا حسن صاحب کے لیے غیر تسلی بخش نہیں تھا اس لیے ہم خاموش رہے۔ یوں بھی ان دونوں کے درمیان گہری شناسائی تھی جبکہ ہم اجنبی تھے۔

"کیا گنجائش چاہتے ہو؟"

"بوڑھے کے بارے میں، میں نے آپ سے تعاون نہیں کیا تھا۔ اس سے لاعلمی کا اظہار کیا تھا، یہ معلوم ہونے کے بعد کہ میں اس سے واقف ہوں یقیناً آپ لوگ مجھ سے برگشتہ ہو گئے ہوں گے۔ آپ کی سوچ کا انداز ہی بدلنا چاہیے تھا۔ ہمارے درمیان بہتر فضا نہ رہی۔ میں بھی پریشان ہو گیا تھا اور اس پریشانی کے عالم میں شاید میں آداب میزبانی بھی فراموش کر بیٹھا۔ مجھے ان تمام باتوں کا اعتراف ہے"

"اپنی معلومات میں اضافہ کر لو کنور۔ ہماری آمد کی پہلی رات تم نے بوڑھے کو حویلی کے عقبی راستے سے نکال دیا تھا۔ وہ لمحات بھی ہماری آنکھوں سے اوجھل نہ تھے"

"میں اس سے انکار نہ کروں گا۔ مجھے ان معلومات پر شدید حیرت ہے۔ لیکن آپ سے کسی سوال کا حق مجھے نہیں رہا، ہاں میں صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں اگر آپ اجازت دیں ڈاکٹر"

"ضرور فرمایئے کنور صاحب؟" طاہر علی نے کہا۔ میں نے پہلو بدلا۔ میرے خیال میں اب طاہر علی کو نرم پڑ جانا چاہیے تھا۔ کنور مصالحت پر آمادہ نظر آ رہا تھا۔ اس کی مسلسل تذلیل اس کی غیرت کو جگا سکتی تھی۔ اپنی پوزیشن کا ہمیں احساس تھا اس وقت مصالحت کے علاوہ اور کوئی عمل ممکن نہیں تھا۔ کنور نے کہا "اس وقت میں حسن کو نہیں جانتا تھا"

"کیا مطلب؟"

"مجھے نہیں معلوم تھا کہ حسن کون ہیں۔ مجھے یہ علم نہیں تھا کہ حسن وہ ہیں جن کی تحویل میں بوڑھا کافی عرصے سے تھا۔ آپ نے بھی صرف مسٹر غزالی کے بارے میں بتایا تھا کہ یہ بوڑھے کی تلاش میں ہیں جبکہ ان کا نام میرے لیے بالکل اجنبی تھا۔ یہ معلومات مجھے آج ہی حاصل ہوئیں کہ حسن صاحب کون ہیں۔ میں بلند شہر نہیں گیا تھا بلکہ آپ لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل کر رہا تھا اور جب مجھے حسن صاحب کی وہ حیثیت معلوم ہوئی تو میں شرمندہ ہو گیا۔ میں نے واپس آتے ہوئے یہی سوچا تھا کہ حالات کچھ بھی ہوں کسی مناسب سمجھوتے کے ساتھ بوڑھے کو آپ کے حوالے کر دوں میں اسی نیت سے آپ کے پاس آیا تھا لیکن یہاں پہنچ کر اور پال کے قتل کی خبر سن کر میں بھڑک گیا۔ پال کا قتل میرے لیے بھی ایک سانحہ ہے وہ دونوں میرے مہمان تھے اور — اور — ہمارے مفادات مشترک تھے"

"فطری بات ہے کنور صاحب، اجازت ہو تو ایک سوال کروں —؟" طاہر علی صاحب کے بولنے سے قبل میں نے بات اچک لی۔

"جی فرمایئے؟"

"آپ کو یقین ہے کہ پال کو ہم نے قتل کیا ہے؟"

"نہیں" کنور نے جواب دیا۔

"حالات تو یہی بتاتے ہیں"

"میں صرف حالات کی زبان میں بات کر رہا تھا حقیقت سے لاعلمی مجھے یہ سوچنے پر مجبور کر رہی ہے جبکہ دل تسلیم نہیں کرتا"

"آپ نے فرمایا ہے کہ آپ نے شکست قبول کر لی ہے۔ حالات کو قبول کر لیا ہے اور اب آپ ہمارے دلوں میں گنجائش چاہتے ہیں؟"

"ہاں یہی بات ہے"

"تو پھر پہلے یہ سن کر دل کو تھوڑی سی تسلی دے لیں کہ پال کے قتل سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ دوسری بات یہ کہ اب ہمارے درمیان کوئی مخاصمت نہیں ہے بلکہ اس کے بعد کی گفتگو دوستانہ فضا میں ہو گی ہم ایک دوسرے سے مکمل تعاون کریں گے"

کنور پربھات نے ڈاکٹر طاہر کی اور پھر حسن صاحب کی طرف دیکھا۔ اور طاہر علی بول پڑے "غزالی کی گفتگو ہماری ترجمانی کرے گی"

میں نے خلوص دل سے آپ کی یہ عنایت قبول کر لی ہے مسٹر غزالی بہت بہت شکریہ" کنور گہری سانس لے کر بولا۔

"آپ تسلیم کرتے ہیں کنور صاحب کہ بوڑھا آپ کی تحویل میں تھا؟"

"ہاں وہ میرے پاس تھا"

"اور اب نہیں ہے؟"

"نہیں۔ اب کہاں سے آیا۔ یہ حقیقت ہے کہ پال کو اسی کی وجہ سے قتل کیا گیا۔ کوئی اسے نکال لے گیا"

"وہ آپ کے ہاتھ کہاں لگا؟"

"نگینہ گھاٹ سے۔ لیکن اس سے قبل میں آپ لوگوں کو کچھ اور بتانا چاہتا ہوں"

"ضرور فرمایئے"

"ایک سوال اور لوں؟"

"ہمارے درمیان مکمل دوستانہ فضا میں گفتگو ہو رہی ہے۔ گزرے ہوئے لمحات ہم نے خلوص دل سے اپنے ذہنوں سے نکال پھینکے ہیں۔ پلیز ڈاکٹر، یہ دوستی اگر قائم رہے تو ہم سب کے حق میں ہو گی" میں نے آخری جملے ڈاکٹر کی طرف دیکھ کر کہے۔

"ان تلخ لمحات کے لیے میں معافی چاہتا ہوں کنور۔ غزالی تمہیں بتا چکے ہیں کہ ہم نے پال کو قتل نہیں کیا"

"شکریہ ڈاکٹر۔ آپ لوگ بوڑھے سے کیا دلچسپی رکھتے ہیں؟"

"کیا ولاڈمی واسکاٹ کا نام لے دینا کافی نہ ہو گا؟" میں نے کہا۔

"ہاں۔ کافی ہے" کنور نے گہری سانس لے کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہم لوگ بھی اس مرض کا شکار ہیں۔ میں تقریباً ایک سال پہلے اس مرض میں گرفتار ہوا۔ ریاستوں کا خاتمہ ہو چکا ہے، تھوڑے سے وظیفے اور تھوڑی سی زمینوں سے خاندان کی عزت برقرار رکھنا کتنا مشکل کام ہے اس کا اندازہ شاید آپ کو ہو۔ آئندہ نسلوں کے لیے کچھ نہیں رہا ہمارے پاس، حالات کا تقاضا تھا کہ کچھ اور سوچا جائے۔ ذہن اس طرف نہیں گیا تھا کبھی لیکن جب کوئی ایسا اتفاق ہو جائے تو انسان بھٹک ہی جاتا ہے اور میں بھی انسانوں سے الگ کوئی چیز نہیں ہوں۔ جان آسٹن کا تعلق اٹلی سے ہے۔ دوسری جنگ عظیم میں وہ اس اتحادی فوج کے ساتھ تھا جو جرمن افواج کا پیچھا کر رہی تھیں۔ وہ اٹالین سیکرٹ سروس میں تھا اور ولاڈمی واسکاٹ سے لوٹے ہوئے خزانے کے بارے میں معلومات حاصل کی جا رہی تھیں تو کرنل جان آسٹن بھی پوچھ گچھ کرنے والوں میں شریک تھا۔ اس کے بعد جب مونٹ سورلٹ کے علاقے میں خزانہ تلاش کیا جا رہا تھا تو بھی آسٹن اپنے وطن کے لیے یہ خزانہ حاصل کرنے میں پرجوش تھا۔ اس وقت اس کے دل میں صرف حب الوطنی کا جذبہ تھا اور وہ اس خزانے کو اپنے وطن کی امانت سمجھتا تھا۔ وقت گزرتا گیا کرنل ریٹائر ہو گیا۔ زندگی آگے بڑھ گئی، کرنل کے ساتھ کچھ ناانصافیاں ہوئیں، وہ حالات سے بددل ہو گیا اور پھر کسی طرح اس کے ذہن میں وہ خزانہ آیا جو اٹلی کی حکومت کو حاصل نہ ہو سکا تھا۔ کرنل جان آسٹن نے اس پر سنجیدگی سے کام شروع کر دیا۔ ولاڈمی واسکاٹ کے نام کے ساتھ ویلینی کا نام بھی تھا جو اس سلسلے میں نمایاں حیثیت رکھتا تھا۔ پھر ولاڈمی واسکاٹ کی جاپان میں موت کی خبر اسے معلوم ہوئی اور اس کی مکمل کہانی شائع ہوئی۔ چنانچہ جان آسٹن نے اپنے بھتیجے پال کو اپنے ساتھ شامل کیا جو ایک نڈر مہم جو نوجوان تھا۔ دونوں جاپان پہنچے اور تبت وغیرہ بھی گئے۔ ویلینی کا نام تو ملتا تھا لیکن اس کا نشان نہ مل سکا۔ کچھ لوگوں سے البتہ یہ بات ضرور معلوم ہوئی کہ ویلینی کو آخری بار ایک بوڑھے شخص کے ساتھ دیکھا گیا تھا۔ یہ اطلاع دینے والا ویلینی کا ایک ادنیٰ ملازم تھا جو اسی تلاش کے دوران ہاتھ لگ گیا تھا۔ یہ شخص ویلینی سے علیحدگی کے بعد ایک چھوٹا سا ہوٹل چلا رہا تھا۔ اسے اپنے قدیم سامان میں اس بوڑھے کی ایک تصویر بھی مل گئی جسے ملازم نے ان کے حوالے کر دیا۔

بوڑھے کے بارے میں یہ معلوم ہوا تھا کہ وہ ویلینی کے سب سے قریبی لوگوں میں تھا اور ویلینی اس کی زبردست نگہداشت کرتی تھی۔ یہ لوگ اس بوڑھے کو تلاش کرتے رہے اور اس کے ایک ٹھکانے تک پہنچ گئے، وہاں سے انہیں علم ہوا کہ بوڑھا کچھ عرصہ قبل یہاں ضرور تھا لیکن پھر پُراسرار طور پر غائب ہو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گیا۔ جان آسٹن کو زبردست مایوسی ہوئی لیکن اس نے ہمت نہ ہاری۔ وہ دنیا کے مختلف حصوں میں ان دونوں کو تلاش کرتا رہا، جہاں جہاں اس کے وسائل تھے وہاں اس نے اپنے دوستوں کو اس کام پر مامور کر دیا۔ میری اس سے کوئی چند سال قبل ملاقات ہوئی تھی ہم دونوں گہرے دوست بن گئے۔ چنانچہ جان آسٹن نے ایک بار مجھے بھی اس سلسلے میں مدعو کیا۔ اس نے اس خیال کے تحت کہ ہندوستان تبت کے قریب ترین ہے مجھے خاص طور سے بوڑھے کی تصویر اور اطلاع بھجوائی تھی۔ پھر اس نے ایک بار مجھ سے ملاقات بھی کی اور تمام صورتِ حال بتاتے ہوئے پیشکش کی کہ اگر حالات ہمارا ساتھ دے جائیں تو مجھے بھی اس عظیم الشان خزانے سے ایک بڑا حصہ مل سکتا ہے۔ میں نے دل میں خواہش ضرور محسوس کی تھی لیکن بات اتنی دور کی تھی کہ میں پوری طرح متوجہ نہ ہوا۔ یہ صرف اتفاق ہے کہ بوڑھا مجھے مل گیا۔"

"یہ نگینہ گھاٹ کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"غازی آباد کے مشرقی علاقے سے جمنا گزرتی ہے، اس گھاٹ کے ساتھ کھتیان نامی جنگل پھیلا ہوا ہے۔ اس جنگل میں مور ملتے ہیں اور مور کا شکار میرا محبوب مشغلہ ہے۔ میں نگینہ گھاٹ میں کیمپ لگائے ہوئے تھا۔ مور کا شکار شام کے جھٹپٹے میں ہوتا ہے جب وہ نیچے زمین پر سو جاتے ہیں۔ درختوں کے پتوں میں ان کی تلاش ممکن نہیں ہوتی۔ گھاٹ کے ساتھ پھیلے ہوئے جنگل ہیں، ہم گھات لگائے بیٹھے تھے کہ پانی میں کچھ آوازیں سنائی دیں پھر ہم نے اسے کنارے پر آتے دیکھا اور اسے دیکھ کر چونک پڑے۔ بہت سے خیالات آئے ہمارے ذہن میں ہم خاموش بیٹھے رہے۔ پھر جب وہ ہمارے قریب آیا تو میرے لوگوں نے میرے اشارے پر اسے اپنی تحویل میں لے لیا۔"

"کیا اس نے مقابلہ کیا تھا؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں بالکل نہیں۔ اس نے بھاگنے کی کوشش بھی نہیں کی۔ ہم اسے اپنے کیمپ میں لے آئے۔"

"ایک منٹ کنور صاحب۔ آپ لفظ ہم استعمال کر رہے ہیں۔"

"میری مراد میرے شکاری ملازموں سے ہے۔ اس وقت تین ملازم میرے ساتھ تھے۔"

"آپ کا کوئی دوست وغیرہ —؟"

"نہیں ملازموں کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔"

"جس وقت آپ نے اسے پکڑا کیا وقت ہوا تھا؟"

"صحیح وقت تو نہیں بتا سکتا لیکن بس یہی سات ساڑھے سات بجے ہوں گے۔"

"شام کے؟"

"ہاں۔" کنور نے جواب دیا۔ اور میں گہری سانس لے کر پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ بوڑھے نے ایک رات اور ایک دن پانی میں گزارا تھا۔ اتنی دیر وہ کیا کرتا رہا۔ جمنا سے نکل گیا تھا یا اتنا لمبا عرصہ تیرتا ہی رہا۔ اور اگر درمیان میں دریا سے باہر آیا تھا تو پھر کہاں رہا اور پھر دوبارہ پانی میں کیوں آ گیا۔ اس بات کا علم میرے علاوہ کسی اور کو نہیں تھا کہ بوڑھا پانی میں دلچسپی لیتا ہے۔ ہدایت نے مجھے یہ بات بتائی تھی کہ وہ سمندر کی تصویر کو بہت غور سے دیکھتا ہے اور ایک بار ہدایت نے وہ تصویر ہٹا دی تھی تو بوڑھے پر جنون طاری ہو گیا تھا۔

کنور پھر بولا۔ "ہم اسے کیمپ میں لے آئے۔ رسوئیا کھانا پکا چکا تھا جسے دیکھ کر وہ بے قابو ہو گیا اور کھانے پر ٹوٹ پڑا۔ اس نے رسوئیے کو اٹھا کر دور پھینک دیا تھا پھر وہ بڑی بے صبری سے کھانا کھاتا رہا۔ ہم مستعد کھڑے تھے۔ مجھے اس وقت تک اس کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں تھا۔ لیکن دفعتاً مجھے وہ تصویر یاد آ گئی جو جان آسٹن نے مجھے بھیجی تھی۔ وہ تصویر اس بوڑھے کی تھی۔ میں نے تیز روشنی میں اس کے چہرے کا اچھی طرح جائزہ لیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ یہ وہی بوڑھا ہے۔ ان حالات میں میری دلچسپی بڑھ جانی چاہیے تھی۔ میں نے فوراً وہاں سے کیمپ سمیٹا اور واپس حویلی میں آ گیا۔ میں نے اسے حویلی کے اندرونی حصے میں رکھا۔ دوسرے دن میں نے پہلا کام یہی کیا کہ جان آسٹن کو ٹیلکس کر دیا۔ اس دوران مجھے اندازہ ہوا کہ بوڑھا یا تو اس ماحول سے نامانوس ہے یا پھر ذہنی طور پر غیر متوازن ہے۔ میرے ذہن میں ڈاکٹر طاہر علی آئے تھے لیکن پھر میں نے سوچا کہ یہ معاملہ جان آسٹن ہی کو دیکھنا چاہیے۔ چنانچہ میں آسٹن کا انتظار کرنے لگا۔ آسٹن پانچویں دن یہاں پہنچ گیا۔ پال اس کے ساتھ تھا۔ اس نے بھی بوڑھے کو دیکھا اور یہی فیصلہ کیا کہ اس کا ذہنی توازن درست نہیں ہے۔ ان دونوں کو میں نے دوسروں کی نگاہوں سے بچانے کے لیے شکار بنگلے میں ٹھہرا دیا تھا۔ بوڑھے کے لیے یہی جگہ محفوظ تصور کی گئی تھی۔ آسٹن اکثر بوڑھے کے ساتھ رہتا تھا اور اس کو بولنے پر آمادہ کرتا رہتا تھا۔ لیکن اسے اس میں ناکامی ہوئی۔ ہم لوگ بوڑھے کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر پائے تھے۔ پھر ایک اخباری اشتہار میری نگاہ سے گزرا۔ اخبار پرانا تھا اور اتفاق سے اس وقت تک میری نگاہ سے نہیں گزرا تھا، اسے دیکھ کر میں چونک پڑا۔ آسٹن کے اور میرے درمیان اس موضوع پر گفتگو ہوئی تو آسٹن نے ایک تجویز پیش کی۔ اس نے کہا کہ کیوں نہ ان لوگوں سے رابطہ قائم کیا جائے جو بوڑھے کے دعویدار ہیں۔ ممکن ہے وہ دیلینی کے بارے میں کچھ بتا سکیں لیکن پال نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ اس بات کو ذہن میں رکھا جائے کہ بوڑھا پُراسرار طور پر اپنی جگہ سے گم ہوا تھا۔ وہ لوگ جن کی تحویل میں بوڑھا تھا بلاوجہ ہی اسے نہ لائے ہوں گے۔ ہم

لوگ اسی کشمکش کا شکار تھے کہ آپ لوگ آ گئے۔ آپ نے بوڑھے کے بارے میں گفتگو کی تو میں سمجھ گیا۔ میں نے احتیاطاً اسی رات بوڑھے کو شکار بنگلے میں منتقل کر دیا۔ پال اور آسٹن کو میں نے آپ لوگوں کے بارے میں بتا دیا تھا۔ وہ بھی پریشان تھے پھر میں اشتہار والا اخبار لے کر روانہ ہو گیا۔ بلند شہر جانے کے بجائے میں مسٹر حسن کے بارے میں معلومات حاصل کرنے گیا تھا۔ واپسی میں میں نے فیصلہ کیا تھا کہ حسن صاحب سے بوڑھے کے موضوع پر بات کروں گا اور یہ بتاؤں گا کہ بوڑھا ہماری تحویل میں ہے اور ہم لوگ مل جل کر کام کرنا چاہتے ہیں۔ آپ لوگ یقین کریں میں یہی سوچ کر آیا تھا۔ لیکن یہاں مجھے پال کی موت کی اطلاع ملی۔ میں صاف گوئی سے کام لے کر کہوں گا کہ میرا شبہ آپ کی طرف ہی تھا۔ میں سمجھا کہ آپ نے پال کو قتل اور آسٹن کو زخمی کر کے بوڑھے کو حاصل کر لیا۔"

کنور کی داستان ختم ہو گئی۔ ہم سب حیران بیٹھے ہوئے تھے۔

حسن صاحب بے اختیار بول اٹھے "پھر کون اسے لے گیا؟"

"میکے براؤن۔" طاہر علی صاحب نے تڑپ سے کہا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"آپ لوگ فیصلے کرنے میں کتنی جلد بازی کرتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں۔ اُف وہ۔ وہ۔ وہ عورت جو مجھ سے ٹکرائی تھی میکے کی بیٹی جولیا ہی تھی۔ وہ بدبخت اب بھی یہاں موجود ہے۔ سو فیصدی وہ یہاں موجود ہے۔"

"میکے براؤن کون ہے؟" کنور نے مداخلت کی۔

"میکے۔ یہ دونوں بزرگ اس معاملے میں بے حد پُرجوش ہیں کنور صاحب۔ حسن صاحب کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے بعد آپ نے یہ فیصلہ کیوں کیا کہ آپ ہمیں بوڑھے کے بارے میں تفصیل بتا دیں گے؟"

"مجھے ان کے بارے میں ہر جگہ سے یہی معلوم ہوا تھا کہ یہ بلند شریف قسم کے کاروباری ہیں اور بے داغ زندگی کے مالک ہیں۔"

"ڈاکٹر طاہر علی کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟"

"طاہر علی میرے محسن ہیں، میری بیٹی کے معالج ہیں اور ایک اچھے انسان۔"

"میں حسن صاحب کا ملازم ہوں۔ پتا نہیں کیسا انسان ہوں، لیکن ان دو شریف آدمیوں کے حوالے سے کہتا ہوں کہ ہم نے پال کو قتل کیا اور نہ بوڑھے کو حاصل کیا۔ شکار بنگلے کی داستان صرف اتنی ہے کہ ہم بوڑھے کی یہاں موجودگی کی اطلاع پر ہی آئے تھے اور اس امید پر طاہر علی کو یہاں لائے تھے کہ اگر وہ آپ کی تحویل میں ہے تو دوسرے ہی لمحے یہاں سے لے کر روانہ ہو جائیں گے۔ لیکن جب آپ نے انکار کر دیا تو ہمیں بہت مایوسی ہوئی۔ اسی رات ہم نے اسے یہاں سے جاتے ہوئے بھی دیکھ لیا۔ ہماری اطلاعات نہایت مستند تھیں چنانچہ یہ سمجھ لیا گیا کہ آپ بوڑھے کو چھپانا چاہتے ہیں۔ شکار بنگلے ہم اسی کی تلاش میں گئے تھے۔ وہاں آپ کے کتے مردہ پائے گئے اور اندر جان آسٹن اور پال کو دیکھا۔ جس وقت میں اور طاہر علی اندر داخل ہوئے تو کچھ لوگ باہر نکل رہے تھے۔ کسی نے طاہر علی پر حملہ بھی کیا اور وہ نکل جانے میں کامیاب ہو گئے۔ اس کے بعد ہم جان آسٹن کو یہاں لے آئے۔"

کنور نے ایک گہری سانس لی پھر اس نے کہا "طاہر علی نے کسی میکے براؤن کا نام لیا تھا؟"

"یہ وہ شخص تھا جو مسٹر حسن کے ساتھ مل کر بوڑھے کو جاپان سے لایا تھا۔"

"اوہ، تو آپ لوگوں نے ہی اسے وہاں سے حاصل کیا تھا؟"

"ہاں کنور صاحب۔ طویل کہانی ہے۔ میکے براؤن بوڑھے کو یہاں سے لے جانا چاہتا تھا لیکن بوڑھا ہمارے ہاں سے بھاگ نکلا اور نہ جانے کس طرح یہاں تک پہنچ گیا میکے براؤن نے سوچا کہ ہم بدعہدی کرنا چاہتے ہیں چنانچہ وہ ہم سے بددل ہو گیا۔"

"تب پھر ممکن ہے طاہر علی کا خیال درست ہو۔ میکے براؤن کے ٹھکانے کا کوئی علم ہو سکتا ہے؟"

"کسی طرح ممکن نہیں۔"

"پھر اب کیا کیا جائے؟" کنور نے پریشانی سے کہا۔

"فی الحال ہم سب اندھیرے میں ہیں۔ میکے براؤن کے بارے میں بھی کوئی دعویٰ نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ میں ایک عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اب تک صرف یہ سوچا گیا ہے کہ چند ہی لوگ اس معاملے میں ملوث ہیں آخر ایسا کیوں۔ جس طرح جان آسٹن اور کنور صاحب بھی اس سے متعلق نکل آئے کیا دوسرے خطرناک لوگ نہیں ہو سکتے۔"

"ہو تو سکتے ہیں لیکن اچانک سب ادھر ہی چل پڑے۔" طاہر علی نے جھنجھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"سب ہی اپنے طور پر کام کر رہے ہوں گے۔ اور کوئی احمق اتنا بڑا کام کرنے کے لیے تنہا نہیں چل پڑا ہوگا۔"

"بہرحال اگر میکے براؤن کو بھی ذہن میں رکھا جائے تو اچھا ہوگا ہمیں اس چالاک دشمن کو ذہن سے فراموش نہیں کرنا چاہیے۔" طاہر علی نے کہا۔

"یہ دوسری بات ہے۔"

"کنور صاحب آپ ہماری داستان پر یقین کرتے ہیں یا نہیں؟" میں نے کنور کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"بس اب مجھے اور شرمندہ نہ کریں آپ لوگ۔ طاہر علی سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تو میں آنکھ بھی نہیں ملا سکتا انھیں بہت مایوسی ہوتی ہو گی مجھ سے کیا کروں یہ سب کچھ یوں ہی ہونا تھا۔"

"آسٹن کہاں ہے؟" طاہر علی نے پوچھا۔

"اندر حویلی میں ہے۔ پال اس کا بھتیجا تھا۔ اس کی موت نے اس کو نڈھال کر دیا ہے۔ یوں بھی لاکھ فوجی سہی لیکن بوڑھا آدمی ہے۔ اس کے اعصاب اب اتنے مضبوط نہیں رہے۔"

"معاف کیجیے گا، ایک بات پر مجھے بہت ہنسی آ رہی ہے۔ سارے شریف لوگ ولاڈی واسکاٹ کا خزانہ حاصل کرنے چل پڑے ہیں۔ اس پُرخطر کام کے لیے تو عام طور سے وہ لوگ میدانِ عمل میں اُترتے ہیں جو مضبوط، نڈر اور درندہ صفت ہوں۔ اپنے حریفوں کو گھاس کی طرح کاٹ کر آگے بڑھ سکتے ہوں لیکن یہاں سب مرنجاں مرنج لوگ اس نیک کام کے لیے دوڑتے نظر آتے ہیں۔"

"وقت آنے دو میاں دیکھ لینا ہم بھی نرم چارہ ثابت نہیں ہوں گے۔" طاہر علی نے کہا۔

"آپ لوگ آسٹن سے ملاقات کریں گے؟" کنور نے پوچھا۔

"ابھی نہیں۔ پہلے آپ اسے ہمارے لیے ہموار کریں۔ پوری کہانی سنائیں اور اگر اسے اس کہانی پر یقین آجائے تو ہماری اس سے ملاقات کرا دیں۔"

"ٹھیک ہے۔ یوں کر لیتے ہیں۔" کنور نے کہا۔ پھر آہستہ سے بولا۔ "حسن صاحب، آپ بوڑھے کو جاپان سے لائے تھے؟"

"ہاں، میکے براؤن میرے ساتھ تھا۔ کچھ عرصہ وہ فرانس میں رہا پھر میں اسے یہاں لے آیا۔ طویل عرصہ سے وہ میرے پاس تھا۔"

"کیا اس کا ذہنی توازن خراب تھا؟"

"طاہر علی اس کا علاج کر رہے تھے۔" حسن صاحب نے کہا۔

"کیا اس کے درست ہونے کی امید تھی؟"

"یقیناً اس کے امکانات تھے۔"

"کوئی اندازہ تو لگایا ہو گا آپ نے اس کے بارے میں؟"

"ہم اس کے صحیح الدماغ ہونے کا انتظار کر رہے تھے۔"

"آپ نے ویلینی کو تلاش کرنے کی کوشش بھی کی؟"

"اسی دوران کی تھی لیکن ویلینی کا کوئی نشان نہیں ملا۔ اس کے بعد کوئی کوشش نہیں کی جا سکی۔"

"کیا خیال ہے اس خزانے کے حصول کی کوئی کوشش کامیاب ہو سکتی ہے؟"

"بڑا مزاحیہ سوال ہے، ہنسی آ رہی ہے۔ خزانہ ملے نہ ملے لیکن واقعات بہت دلچسپ پیش آ رہے ہیں۔ کم از کم پُرسکون ماحول میں ہی وقت گذر رہا ہے لیکن ہم ہار ماننے والوں میں سے نہیں ہیں۔" طاہر علی نے جواب دیا۔

"جو کچھ بھی ہو اس کے لیے مجھے بھی بے قصور سمجھیں آپ لوگ، ایک تجویز آ رہی ہے میرے ذہن میں۔ اگر ہم لوگ ایک گروہ بنا لیں تو زیادہ مؤثر انداز میں کام کر سکتے ہیں۔ کیا آپ لوگ مجھے لفٹ دیں گے؟"

طاہر علی ہنس پڑے۔ "کیوں نہیں۔ شریفوں کے اس گروہ میں کوئی بھی نجیب الطرفین شامل ہو سکتا ہے۔ چمگادڑ کے مہمان والی بات ہے خوش آمدید۔"

"ایک دلچسپی، ایک سہارا ہی سہی۔ نتیجہ کچھ بھی نکلے۔" کنور پربھات نے کہا۔ ماحول کا بھاری پن کچھ کم ہو گیا تھا۔ کنور پربھات کافی دیر تک باتیں کرتا رہا پھر وہ اجازت لے کر اُٹھ گیا۔

اس کے جانے کے بعد طاہر علی نے کہا۔ "غزالی میاں۔ عمر میں چھوٹے ہو لیکن عقل میں بڑا مان لیا ہے تمھیں، بلکہ تم ثابت کر چکے ہو حالات کی یہ کروٹ بھی تمھاری ہی تحریک کا نتیجہ ہے۔ اس لیے ان واقعات پر ماہرانہ روشنی بھی تم ہی ڈال سکتے ہو۔ کیوں حسن؟"

"بھئی خزانے میں اپنا حصہ میں نے تم دونوں میں برابر تقسیم کیا میری کھوپڑی اس سے آگے صفر ہو گئی ہے۔ مجھ بزدل آدمی کو معاف کر دو۔ میں ایک اور فیکٹری لگا کر اپنا حصہ اس میں سے نکال لوں گا۔" حسن صاحب بولے۔

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ہم لوگ خزانہ خزانہ کھیلیں گے اور کھیلتے رہیں گے اس کھیل میں تم برابر شریک رہو گے۔" طاہر علی نے کہا۔

"غزالی سے میرا معاملہ کچھ اور بھی ہے یہ محسن کے دوست اور میرے کاروباری ساتھی ہیں۔ اس طرح میں ان پر دوہرے حقوق رکھتا ہوں چنانچہ میں خزانے کے حصول کے سلسلے میں اپنی ذمہ داریاں بھی انھی کو سونپتا ہوں۔ اگر تم لوگ مجبور کرو گے تو بس تمھاری ہدایت پر اپنی ڈیوٹی ضرور پوری کروں گا۔"

"کنور کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے غزالی؟"

"کنور کی حیثیت سے وہ کچھ بھی ہو۔ مجموعی طور پر یہ شریف آدمی ہے"

"اور اس راز کا شریک بھی۔ خیر اس کے بارے میں سوچیں گے ہاں۔ اب ذرا یہ بتاؤ کہ میکے براؤن کے سلسلے میں کیا کیا جائے۔ بات سمجھ میں آتی ہے میکے براؤن انتہائی چالاک آدمی ہے۔ اس نے ایک بار پھر ہمیں ٹھینگا دکھا دیا ہے۔ وہ یہیں کہیں موجود ہے بلکہ ممکن ہے جا کر واپس آ گیا ہو۔ جولیا کے بارے میں تمھیں علم ہے کہ وہ اپنے باپ کے ایما پر یہاں آئی تھی گویا وہ پوری طرح اس سلسلے میں کام کر رہی ہے اور یہ لوگ اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گئے ہیں اب بوڑھا ان کے قبضے میں ہے۔ اور اب وہ فرانس یا بلجیم ہی کے کسی پرائیویٹ ہسپتال میں ملے گا۔ میکے براؤن ہم پر سبقت حاصل کر چکا"

"آپ پھر جلد بازی سے کام لے رہے ہیں ڈاکٹر صاحب۔ ہم صرف قیاس کر سکتے ہیں یقین نہیں جب تک اس کا ثبوت نہ مل جائے۔"

"حسن تم میکے براؤن کے سلسلے میں کچھ کر سکتے ہو؟"

"کچھ لوگوں کو فرانس اور بلجیم میں اس کے پیچھے لگا سکتا ہوں۔ اگر ایسی بات ہے تو یقیناً میں معلوم کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔" حسن صاحب نے کہا۔

"خوب، یہ ہوئی بات۔ مجھے تعجب ہے غزالی۔ تم براؤن کے سلسلے میں مشکوک کیوں ہو؟"

"اس لیے ڈاکٹر صاحب کہ جولیا کو میں نے بھی کچھ دن دیکھا ہے۔ اس کے بارے میں اندازہ لگایا ہے وہ ایک کھلنڈری لڑکی ہے۔ اپنے کسی شوق کی تکمیل کے لیے کوئی چھوٹی ذمہ داری تو قبول کر سکتی ہے لیکن کسی کو قتل کر کے اور معاف کیجیے آپ کو اتنا زوردار گھونسہ مار کر نہیں نکل سکتی۔"

"اوہ۔" ڈاکٹر طاہر علی کا منہ تعجب سے کھل گیا۔ پھر انھوں نے اعتراف کرتے ہوئے کہا۔ "اس سلسلے میں تمھارے تجربے کو چیلنج نہیں کر سکتا۔ ممکن ہے وہ کوئی اور عورت ہو جسے میکے براؤن نے حاصل کیا ہو۔"

"میکے براؤن نے ہی کیوں۔ کسی جان آسٹن یا کرسٹوفر نے ہی کیوں نہیں؟" میں نے ہنس کر کہا۔

"شنو میاں کچھ لے دے کر میری ذمہ داریاں بھی تم ہی قبول کر لو۔" ڈاکٹر طاہر علی نے پیشانی مسلتے ہوئے کہا اور حسن صاحب بے اختیار مسکرا پڑے۔

"پریشان نہ ہوں طاہر علی صاحب۔ جان آسٹن سے ملاقات کر لیں اس کے بعد کوئی مناسب فیصلہ کریں گے۔" میں نے کہا اور بات ختم ہو گئی۔

اور کچھ ہو نہ ہو اس پوری داستان میں مجھے لطف بہت آ رہا تھا۔ میں حسن صاحب کا ملازم تھا، انھیں کے ایما پر ان ہنگامہ خیزیوں میں اُلجھا تھا۔ اگر مجھے روزِ اوّل ہی سے سختی سے منع کر دیا جاتا کہ ان معاملات سے کوئی سروکار نہ رکھوں تو شاید میں باز آجاتا کیونکہ اس وقت یہ ملازمت میرے لیے بہت قیمتی تھی جس نے مجھے اعتماد بھی دیا تھا اور ایک گھر بھی۔ لیکن حسن صاحب مجھے اس میں گھسیٹ لائے تھے۔ میری دلچسپیاں بھی شامل تھیں کیونکہ خزانے کا وجود میرے لیے بھی دلکش تھا۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ میں نے اس خزانے کو ان لوگوں کے مانند اس قدر سہل الحصول نہیں سمجھا تھا اور اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ اس کے حاصل کرنے کے لیے بڑے بڑے خطرناک لوگوں سے نمٹنا پڑے گا۔ حسن صاحب اس سلسلے میں سب سے کمزور کردار تھے۔ مجھے یقین تھا کہ وہ اپنے ضمیر کے خلاف کوئی کام کرنے پر کبھی نہیں آمادہ ہوں گے۔ میکے براؤن ایسا ہی تھا جیسا اسے ہونا چاہیے تھا۔ طاہر علی بھی کافی حد تک فٹ تھے کیونکہ وہ ضمیر کی آواز کے پابند نہیں تھے۔ اب یہ نئی ٹیم سامنے آئی تھی یعنی کنور پربھات سنگھ اور جان آسٹن جو کافی حد تک ان معاملات کے قریب تھا۔ پال کیا چیز تھا اس کو جاننے کا موقع ہی نہیں مل سکا تھا۔ کرنل جان آسٹن کے وسائل ابھی نامعلوم تھے۔ کنور بھی زیادہ کھایا کھیلا آدمی نہیں تھا اور اس کے اندر بھی شرافت کے جراثیم موجود تھے۔ لے دے کے میں رہ جاتا تھا جو خود اپنا تجزیہ نہیں کر پایا تھا۔ یہ اندازہ ہوتا جا رہا تھا کہ سارا بوجھ میری گردن پر ہی آ پڑے گا لیکن کیا میں اس بوجھ کو اٹھانے کے قابل ہوں، اس کا مجھے خود بھی اندازہ نہ تھا۔ صورت حال ایسی ہو گئی تھی کہ یہ سارے کردار کمبل ہو گئے تھے۔ اگر میں ان سے بھاگنے کی کوشش کرتا تو یہی سمجھا جاتا کہ میں نے اپنا کھیل الگ سے شروع کرنے کا فیصلہ کیا ہے خواہ میں کوئی کپڑے کی دکان کھول کر ہی کیوں نہ بیٹھ جاتا۔

میں نے خود کو سمجھایا کہ بھائی ایگریکلچرسٹ تمھارے خواب تو ماضی کی گرد میں گم ہو گئے، کوئی واضح مستقبل بھی سامنے نہیں ہے اس لیے جو لکیر سامنے آئی ہے اس پر چلتے رہو۔ اور اسے ہی اپنا مستقبل سمجھ لو۔ اگر کوئی پُرمذاق واقعہ تمھیں خزانے کے پاس پہنچا دے تو واہ، ورنہ زندگی تو گذر رہی ہے لیکن ان سارے خزانہ بازوں کا بوجھ اٹھانے کے لیے گردن کو کچھ مضبوط بھی کرو۔ خود کو پُراعتماد بنیادوں پر مستحکم کرو، اس کے علاوہ چارۂ کار نہیں ہے۔

پربھات سنگھ نے اطلاع بھجوائی کہ رات کا کھانا مہمان خانے کی بجائے اس کے ساتھ کھایا جائے۔ کھانے کی میز پر کرنل جان آسٹن بھی موجود تھا جو اب پوری طرح سنبھل گیا تھا۔ اس نے گرمجوشی سے ہم سے مصافحہ کیا اور کہا کہ بہت بُرے وقت میں ہم نے اس کی مدد کی۔ کھانے کے بعد اندرونی کمرے میں نشست ہوئی۔ کنور پربھات نے کہا۔ "آپ لوگوں کی اجازت سے میں نے جان آسٹن کو آپ کے بارے میں سب کچھ بتا دیا۔ اس ملاقات میں آپ لوگ کھل کر تمام گفتگو کر سکتے ہیں۔"

"میں آپ لوگوں سے ملنے کے لیے بے چین تھا مسٹر حسن خاص طور سے آپ سے۔ میں جانتا ہوں میری پوزیشن بہت کمزور ہے اور کسی مضبوط بنیاد پر میں آپ کو مجبور نہیں کر سکتا کہ آپ مجھ سے تعاون کریں۔ یہ صرف آپ کی مرضی پر منحصر ہے کہ آپ مجھے خود میں شریک کریں یا نہ کریں۔ میں اگر اس سلسلے میں آپ کی کچھ معاونت کر سکتا ہوں تو وہ یہ ہو گی جس کی میں تفصیل پیش کرتا ہوں۔ اٹلی میں آپ لوگوں کو بہترین رہائش گاہ جہاں آپ کو ہتھیار اور ضرورت کی دوسری اشیا فراہم کرنا میری ذمہ داری ہو گی۔ مونٹ سورلٹ کے مکمل نقشے اور ان علاقوں میں ہر طرح کی سہولت۔ اس وقت کا ریکارڈ جب جرمن فوجیں پسپا ہو کر فرار ہوئی تھیں اور اتحادی فوجیں ان کا تعاقب کر رہی تھیں۔ وہ جن راستوں سے گذری تھیں اور جہاں تک پہنچی تھیں ان کی مکمل تفصیل وغیرہ۔ اگر یہ حقیر تفصیل کسی قابل ہو تو مجھے اپنا شریک کار کر لیں۔"

"کرنل آسٹن، اس خزانے کی کہانی صرف ہماری مہم جو فطرت کی تسکین کرتی ہے ہم بیشہ ورانہ طور پر یہ سب کچھ نہیں کر رہے چنانچہ ان شرائط

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے بغیر ہی ہم آپ کو اور کنور پربھات سنگھ کو اپنے درمیان خوش آمدید کہتے ہیں آپ یہ پیشکش اپنے ذہن سے نکال دیں" حسن صاحب نے کہا۔

"بے حد شکریہ۔ اب کچھ سوالات کا تبادلہ ہو جائے؟"

"ہاں ضرور؟"

"مسٹر حسن بوڑھا شخص آپ کو کہاں ملا تھا؟"

"جاپان کے ایک رہائشی علاقے میں"

"اس کہانی میں آپ کہاں سے شریک ہوئے؟"

"اس کے منظر عام پر آنے کی ابتدا ہم سے ہوئی تھی۔ جاپان میں جن گمنام لوگوں نے جاپانی پولیس کو واسکاٹ کی موت کی اطلاع دی وہ ہم ہی تھے۔"

"اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ۔ اوہ، کیا واسکاٹ آپ کو زندہ حالت میں ملا تھا؟"

"وہ شدید زخمی تھا اور اس نے ہمارے سامنے دم توڑ دیا تھا۔ ویلینی اور بوڑھے کے بارے میں اس نے ہی ہمیں بتایا تھا۔"

"کیا اس نے ویلینی کی رہائش گاہ کے بارے میں بتایا تھا؟" آسٹن نے پرجوش لہجے میں پوچھا۔

"وہ خود اس کی تلاش میں تھا اور جاپان میں اس کی آمد اسی سلسلے میں تھی؟"

"واسکاٹ کو قتل کیا گیا تھا؟"

"ہاں سو فیصدی۔"

"آپ قاتلوں کو دیکھ سکے تھے؟"

"قطعی نہیں۔"

"آپ کے خیال میں وہ کون ہو سکتے ہیں؟"

"کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ آپ کو واسکاٹ کی حیثیت معلوم ہے۔ قاتل کوئی بھی ہو سکتا ہے۔"

"بوڑھا آپ کے پاس تھا مسٹر حسن۔ آپ اس کے بارے میں کوئی اندازہ لگا سکے کہ وہ کون ہو سکتا ہے؟"

"اسی کوشش میں تو مصروف تھے ہم لوگ۔"

"بہرحال وہ پھر نکل گیا۔ آپ مجھ سے سوالات کر سکتے ہیں۔ ہاں ایک اہم بات میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔" جان آسٹن نے کہا اور اپنے لباس کی اندرونی جیب سے ایک لفافہ نکال لیا۔ "یہ کام میرے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے موقع پا کر اٹیلین سیکرٹ سروس کے ریکارڈ سے ویلینی کی تصویر نکال لی تھی۔ ویلینی کو پہچاننے میں یہ تصویر اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔" اس نے لفافے سے ایک تصویر نکال کر ہمارے سامنے رکھ دی۔ اچانک اتنی اہم چیز ہمارے سامنے آ گئی تھی۔ ہم تینوں ہی بے اختیار اس پر جھک گئے۔

"ارے!" حسن صاحب کے منہ سے نکلا۔

"یہ تو!" میں بھی بے اختیار بول اٹھا۔ ناقابل یقین، ناممکن۔ کھوپڑی جیسے فضا میں معلق ہو گئی۔ آنکھیں دھندلا گئیں۔ تصویر ہمارے سامنے تھی لیکن ذہن اس پر یقین کرنے کو تیار نہیں تھا۔

زبانیں گنگ ہو گئی تھیں۔ ڈاکٹر طاہر علی کی پیشانی شکن آلود تھی، حسن صاحب حیرت سے آنکھیں پھاڑے تصویر کو گھورے جا رہے تھے۔ میری کیفیت ملی جلی تھی۔ پھر ڈاکٹر طاہر علی نے سکوت توڑا۔

"یہ لڑکی تو حسن تمہارے گھر میں تھی۔ کیا یہ وہی نہیں ہے کیا نام تھا اس کا؟"

"ندرت" حسن صاحب بے اختیار بولے۔

"ہاں وہی۔ میں نے اسے کئی بار تمہارے ہاں دیکھا ہے ہو بہو وہی ہے، کوئی فرق نہیں مگر تم نے اس کے بارے میں کچھ بتایا تھا مجھے۔ تم نے کہا تھا کہ وہ لاوارث ہے اور تم نے اسے پناہ دی ہے؟"

"ہاں یہ تصویر اسی لڑکی کی ہے۔" حسن صاحب پھولے ہوئے سانس کے ساتھ گھبرائے ہوئے بولے۔ میں جانتا تھا کہ اس وقت ان کے دل پر کیا بیت رہی ہوگی۔ کیسے کیسے خیالات ان کے ذہن میں آ رہے ہوں گے۔ پراسرار ندرت ان میں سے ایک ایک کی نگاہ سے اوجھل تھی، کوئی اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا سوائے میرے۔ لیکن کیسی دلچسپ بات تھی کہ میں بھی اس کے بارے میں اتنا کچھ جانتے ہوئے اس سے ناواقف تھا۔

میں نے اس دوران خود کو سنبھال لیا۔ اس تصویر کے سامنے آنے کے بعد اور ایک انتہائی پراسرار انکشاف کے باوجود میں ندرت کے سلسلے میں اپنی معلومات کا اظہار نہیں کر سکتا تھا۔ اس طرح میری پوزیشن بہت خراب ہو جاتی۔ یہ لوگ مجھ پر اب پورا اعتماد کرتے تھے لیکن انھیں جب یہ حقیقت معلوم ہوگی کہ میں ندرت کے بارے میں بہت کچھ جانتا تھا اور ان سے چھپاتا رہا تھا تو ان کے ذہن تکدر کا شکار ہو جائیں گے۔ یہ فطری بات تھی چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ خود بھی ان کی لاعلمی اور حیرت میں شریک ہو جاؤں۔

"معاف فرمائیں حضرات، آپ لوگ مجھے فراموش کر بیٹھے ہیں۔ آپ کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہیں۔" جان آسٹن نے کہا۔

کنور پربھات آسٹن کی اس بات کو نظر انداز کر کے بولا "جو گفتگو آپ لوگ کر رہے ہیں وہ مسٹر آسٹن نہیں سمجھ پا رہے۔ میرے خیال میں آپ اس تصویر سے واقف ہیں۔ کیا یہ بات مسٹر آسٹن کو نہیں بتائی؟"

"اوہ۔ نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ مسٹر آسٹن اب ہمارے لیے ایک محترم شخصیت ہیں۔ سوری مسٹر آسٹن، اس

تصویر کو دیکھ کر ہم حیران رہ گئے تھے دراصل یہ شکل ہماری دیکھی ہوئی ہے۔" میں نے کہا۔ حسن صاحب اور طاہر علی نے ایک نگاہ مجھے دیکھا لیکن منہ سے کچھ نہ بولے، یوں بھی انھوں نے میرے معاملات میں مداخلت نہ کرنے کا وعدہ کیا تھا۔

"آپ نے اسے کہاں دیکھا تھا؟" آسٹن حیرانی سے بولا۔

"آپ کو یقین ہے کہ یہ تصویر ویلینی کی ہے؟" میں نے اس کے سوال کو نظر انداز کر کے پوچھا۔

"اسے حاصل کرنے کے لیے مجھے شدید محنت کرنی پڑی ہے مسٹر۔ ظاہر ہے اتنی محنت سے کوئی حماقت نہیں کی جا سکتی۔"

"اور وہ بھی۔ وہ بھی غائب ہو گئی۔" حسن صاحب بے اختیار بول پڑے۔ ظاہر ہے ندرت کے سلسلے میں وہی سب سے زیادہ سوچ سکتے تھے۔

"جی" کنور پربھات نے انھیں چونک کر دیکھا۔ میں نے فوراً مداخلت کرتے ہوئے کہا "یہ لڑکی تھی حسن صاحب کے گھر میں رہتی تھی۔ اسی گھر میں جہاں یہ بوڑھا رہتا تھا۔ وہ بھی ہمارے ساتھ مقیم تھی۔ لیکن ابھی چند روز قبل وہ پراسرار طور پر غائب ہو گئی۔"

"بات واضح ہوتی جا رہی ہے حسن۔ اب تو بات چھپی نہیں رہی کہ بوڑھا کس طرح فرار ہوا، کہاں گم ہو گیا اور اب کہاں ہے؟" طاہر علی نے حسب معمول جلد بازی سے فیصلہ کر لیا۔

"اب تو آپ لوگوں کی گفتگو پر مجھے بھی اعتراض ہے ڈاکٹر۔ کچھ حالات ہمارے علم میں بھی تو لائیے۔" کنور پربھات نے کہا۔

"انھیں سب کچھ بتاؤ غزالی۔ میرا دماغ تو اب پھٹنے والا ہے ایک بات جو سمجھ میں آ رہی ہو۔" حسن صاحب نے کہا۔

"مسٹر آسٹن نے اپنے تعاون کی پیشکش کی ہے۔ ہم واقعی ایک ٹیم بنا کر ہی کام کر سکتے ہیں۔ یہ شخص اپنا کردار ذمہ داری سے ادا کرے گا۔ ان حالات میں ہم لوگ اگر تمام صورت حال سے واقف ہو جائیں تو کیا خیال ہے ڈاکٹر، اس میں کوئی حرج ہے؟" کنور پربھات نے کہا۔

"بھائی۔ جب یہ سب کچھ ایک تفریح کی حیثیت رکھتا ہے تو پھر اس میں کیا حرج ہے۔ اگر ایک دوسرے سے فراڈ کرنا ہے، ایک دوسرے سے حالات کو چھپانا ہے تو اس کے لیے طویل عرصہ درکار ہے۔ یہ کام اُس وقت کے لیے چھوڑ دو جب ہم خزانے کے قریب ہوں۔" ڈاکٹر طاہر علی نے کہا۔

"مجھے بھی کوئی اعتراض نہیں ہے بشرطیکہ غزالی تیار ہوں۔" حسن صاحب نے کہا۔

"کرنل آسٹن اور کنور کفتہ صاحب، اس میں شک نہیں ہے کہ کرنل آسٹن نے ویلینی کی تصویر دکھا کر ہمیں حیرت میں ڈال دیا ہے۔ یہاں تک یہ داستان آپ لوگ سن چکے ہیں کہ مسٹر میکے براؤن اور حسن صاحب نے ولاڈی واسکاٹ سے اس وقت ملاقات کی جب وہ مر رہا تھا۔ مرتے ہوئے وہ ان لوگوں کو کچھ اشارات دے گیا جن کے ذریعے بوڑھے تک ان کی رسائی ہوئی۔ مختلف حالات سے گزر کر بوڑھا حسن صاحب کی تحویل میں پہنچ گیا۔ یہاں سے ڈاکٹر طاہر علی صاحب بھی اس کہانی میں داخل ہو گئے۔ یہ لڑکی جس کا نام حسن صاحب کو بھی نہیں معلوم ایک بے بس اور لاوارث لڑکی کی حیثیت سے حسن صاحب کو ملی، چونکہ اس نے اپنا کوئی نام نہیں بتایا تھا اس لیے حسن صاحب نے اسے ندرت کے نام سے روشناس کرایا۔ اور وہ خاموشی سے ان کی کوٹھی میں رہتی رہی۔ اس پر کبھی کوئی شک نہیں ہو سکا نہ بوڑھے سے کبھی اس کا کوئی تعلق ظاہر ہوا۔ کسی کے ذہن میں یہ گمان بھی نہیں تھا کہ وہ کسی طور بوڑھے سے متعلق ہو سکتی ہے۔ بوڑھے کی گمشدگی کے کچھ عرصہ بعد وہ بھی اچانک غائب ہو گئی۔ ظاہر ہے اس کی تصویر دیکھ کر سب کو حیرت ہونی چاہیے۔" میں نے تفصیل بتا دی۔ اپنی پوشیدہ معلومات کو میں نے چھپا لیا۔

آسٹن گہری سوچ میں ڈوب گیا پھر بولا "اس کا مطلب ہے کہ ویلینی اسے تلاش کرتی ہوئی آپ کے پاس پہنچ گئی اور اب اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ موقع ملتے ہی بوڑھے کو لے اُڑی۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" طاہر علی نے کہا۔ اس کے بعد مکمل خاموشی چھا گئی۔ دیر تک خاموشی کا طلسم طاری رہا پھر پربھات سنگھ نے کہا "دوستو۔ اسے خوش بختی کہہ لو یا بدبختی کہ حالات جہاں سے شروع ہوئے اور جہاں تک پہنچے ان سے ہم پانچوں واقف ہیں اور کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ آگے نکل چکا ہے اور دوسرے پر فوقیت رکھتا ہے۔ یہ بھی خوش قسمتی ہے کہ کوئی خزانے کے حصول میں سبقت لے جانے میں کوشاں نہیں ہے۔ ایک بار پھر میں درخواست کرتا ہوں کہ ان پانچوں افراد کی ٹیم بنائی جائے کسی ایک شخص کو ٹیم کا سربراہ بنا لیا جائے اور ہر شخص اپنی ذمہ داری پوری کرے۔ سب مل کر کوشش کریں اور اگر کامیابی حاصل ہو جائے اور کچھ ہاتھ آ جائے تو تمام عزیز آپس میں تقسیم کر لیں ورنہ ایک ایڈونچر ہی رہے۔ ایک مخلصانہ پیشکش ہے اور وہ یہ کہ اس سلسلے کے اخراجات بھی آپس میں تقسیم ہو جائیں گے۔"

"آپ کی بات خوشی سے قبول کی جا سکتی ہے کنور۔ لیکن اس کے لیے کچھ مہلت درکار ہے۔ ہمیں آپس میں مشورہ کرنا پڑے گا۔" طاہر علی نے کہا۔

"نہ مجھے اور نہ مسٹر آسٹن کو اس پر کوئی اعتراض ہے۔" کنور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے کرنل آسٹن کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"بالکل مسٹر کمتھ۔ پال کی موت کے بعد میں بے دست و پا ہو گیا ہوں۔ میرا اب اس سلسلے میں کوئی دعویٰ نہیں رہا ہے۔ میں تو ایک کمزور بوڑھا آدمی ہوں جسے کسی بھی لمحے راستے سے ہٹایا جاسکتا ہے۔ آپ لوگ اگر مجھے کوئی اہمیت دیں گے تو یہ صرف آپ کی شرافت ہوگی ورنہ میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں اب کچھ نہیں ہوں۔"

"میں پال ہوں کرنل آسٹن۔ آپ مجھے پال کہہ کر پکار سکتے ہیں۔ اور میں اعلان کرتا ہوں کہ آپ کے بغیر میں اس ٹیم میں شامل نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ کنور پربھات اور ڈاکٹر طاہر علی چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔ حسن صاحب کے ہونٹوں پر پسندیدگی کی مسکراہٹ پھیل گئی انھوں نے کہا "غزالی ہم میں سب سے بڑا انسان ہے۔ مجھے اس سے انھیں الفاظ کی توقع تھی۔ میں سب سے پہلے غزالی کو پال تسلیم کرتا ہوں۔"

"تب تو یہ شریف لوگ ایک نام کے لڑکے کو بھی نہیں ٹھکرائیں گے۔" کنور پربھات پھیکی سی مسکراہٹ سے بولا۔

"گویا اب مشورے والی بات تو خود بخود ختم ہو گئی۔ کیوں غزالی؟" طاہر علی نے کہا۔

"ہاں اس ٹیم کی تشکیل کے سلسلے میں کسی مشورے کی ضرورت نہیں رہی۔ ہم پانچوں ایک سڑک پر کھڑے ہیں اور ہم میں سے کوئی منزل کی نشاندہی نہیں کر سکتا تو پھر کیوں نہ ہم ساتھ سفر جاری رکھیں۔"

"ٹھیک ہے بھائی آگے بڑھو۔"

"آج کی یہ نشست ختم کی جاتی ہے۔ دوسری ملاقات کل کسی وقت رکھی جائے۔"

"بالکل ٹھیک ہے۔" کنور نے تائید کی۔

"کل کوئی مصروفیت تو نہیں ہے کنور صاحب؟" میں نے پوچھا۔

"بالکل نہیں، صبح کا ناشتہ ہم دونوں تمہارے ساتھ ہی کریں گے۔" کنور نے کہا۔

"غزالی یہ تصویر اب تمہارے حوالے، کچھ اور چیزیں بھی میں تمھیں دوں گا۔ ویلینی کے بارے میں میرے پاس کچھ معلومات ہیں ممکن ہے تمہارے کام آسکیں۔" کرنل آسٹن نے کہا اور اس کے بعد ہم اٹھ گئے۔

مہمان خانے میں واپس آکر ڈاکٹر طاہر علی نے کہا "آسٹن کے سلسلے میں تم جذباتی نہیں ہو گئے غزالی؟"

"غزالی ابھی تک تمہاری سمجھ میں نہیں آیا طاہر علی۔ براہ کرم اس کو سمجھو، یہ ضروری ہے۔" میرے بجائے حسن صاحب نے کہا۔

"ٹھیک ہے شریف لوگ جو مناسب سمجھو کرو۔ لیکن اب پروگرام کیا ہے۔ واپسی کے بارے میں کیا سوچا۔ کیا یہ پروگرام طویل نہیں ہو گیا؟"

"نکل چلو، اب یہاں رکنے سے کیا فائدہ، مان کھیڑہ میں ا[ب] کیا رہا ہے۔ وہ اپنا کام کر کے نکل گئی۔ مگر طاہر علی میں نے اپنی ز[ندگی] کا سب سے بڑا دھوکا کھایا ہے، خدا کی پناہ ندرت۔ میں سو[چ] بھی نہیں سکتا تھا کہ ندرت۔ وہ پراسرار طور پہ مجھے ملی تھی اور گم ہو گ[ئی] پھر وہ دوبارہ میرے پاس آئی۔ اس کا آنا بے مقصد نہیں تھا۔ ہم سب کو۔"

"کچھ وقت اور خرچ کروں گا آپ لوگوں کا۔ ذرا میری [اس] مشکل کا حل دریافت کر دیجیے۔" میں نے کہا۔

"ضرور بھائی، بیٹھو۔" حسن صاحب نے کہا اور ہم س[ب] بیٹھ گئے۔

"ڈاکٹر صاحب، آپ نے حسن صاحب کے گھر ندرت کو دیکھا تھا؟"

"ہاں، مگر سرسری طور پر۔ کبھی غور نہیں کیا اس پر۔"

"آپ سے تو یہ سوال ہی بے سود ہے حسن صاحب۔ ذ[را] اس تصویر پر غور فرمائیے۔ میں نے تصویر ان دونوں کے درمیا[ن] رکھ دی۔ حسن صاحب پوری دلچسپی سے اس پر جھک گئے۔ ڈا[کٹر] طاہر علی نے حسب عادت بولنے میں پہل کی۔ "سرسری ضرور د[یکھا] ہے لیکن بخوبی پہچان سکتا ہوں۔ سو فیصدی وہی ہے۔"

"آپ کیا فرماتے ہیں حسن صاحب؟" میں نے حسن صاح[ب] کو دیکھا۔

"وہی ہے، اس میں شک کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ تم خود بھی تو اس سے ناواقف نہیں ہو، اچھا خاصا وقت گذار چکے ہو اس کے ساتھ۔ تمہارا کیا خیال ہے؟" حسن صاحب نے کہا۔

"میرا خیال؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا "میرا خیال ہے کہ یہ ندرت کی تصویر نہیں ہے۔"

"جیتے رہو میاں، ایک مہربانی کرو گے ہم پر بلکہ مجھ پر حسن کے بارے میں تو کچھ نہیں کہہ سکتا۔" طاہر علی نے کہا۔

"جی فرمائیے؟" میں مسکرا کر بولا۔

"میرے اس کدو نما سر کو بغل میں دبا کر لے جاؤ اور پوری قوت سے سامنے کی دیوار سے ٹکرا دو، تم گتھیاں پیدا کرنے کے ماہر ہو، مان لیا مگر اب کھوپڑی جواب دے گئی ہے۔"

"آپ لوگوں کے تجربے کو چیلنج کرنے کی جسارت نہیں کر سکتا لیکن میری خواہش ہے کہ تصویر پر پھر غور کریں۔ کوئی بھی شخص کسی بات سے ناواقف نہیں ہے۔ ویلینی دوسری جنگ عظیم میں اتحادی جاسوسہ تھی۔ کتنی عمر ہوگی اس وقت اس کی؟ یہ تصویر آپ کے خیال میں کون سے سن میں کھینچی گئی ہوگی۔ اس کا رنگ

[...]ا ہے کہ یہ قدیم ہے یعنی دوسری جنگ عظیم کے دوران یہ بنائی [...]ی اور پھر آپ یہ بھی بھول رہے ہیں کہ وہ واسکاٹ کے دو بیٹوں [...]ہاں سے جناب جوان ہو چکے ہوں گے۔ اب ندرت کو یاد کیجیے گا، [...]ن صاحب معاف کیجیے گا اس کے چہرے اور بدن کو ذہن میں [...]یے گا۔ وہ دو جوان بیٹوں کی ماں ہو سکتی ہے؟"

"ارے۔ اوہ۔ ہاں واقعی۔ ہرگز نہیں۔ ناممکن میرے خدا۔ [...] تو خیر تھی، سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔" حسن صاحب متحیرانہ انداز [میں] بولے۔

ڈاکٹر طاہر علی سر کھجا رہے تھے "یار حسن۔ وعدہ کرو کہ [...]بناؤ گے نہیں۔" طاہر علی نے کہا۔

"کیا؟"

"یہی کہ ہم دونوں اعلیٰ پائے کے گاؤدی ہیں۔ اتنی سی [با]ت ذہن میں نہیں آئی یار، حالانکہ سامنے کی بات ہے۔ شکل [...]ک اس سے ملتی ہے لیکن لیکن بات واقعی درست لگتی ہے۔"

"مگر پھر ندرت۔ وہ اس کی ہم شکل کیوں تھی؟" حسن صاحب [پری]شان انداز میں بولے۔

"اور وہ غائب کیوں ہو گئی؟" ڈاکٹر طاہر علی نے کہا اور میری طرف رخ کر کے بولے "کیوں غزالی کیا تم یہ بھی تسلیم [...]ا کرو گے کہ ندرت کا کوئی نہ کوئی تعلق ویلینی سے ضرور ہے۔

اتنا ہم شکل ہونا یوں تو ممکن نہیں ہو سکتا۔ ممکن ہے وہ اڈی واسکاٹ سے اس کے دو بیٹے ہی نہ ہوں کوئی بیٹی بھی ہو۔ یا پھر اس کے بعد ویلینی کا کسی سے کوئی تعلق رہا ہو اور وہ پوشیدہ طور پر کسی بیٹی کی ماں بھی بن گئی ہو۔ بھئی ظاہر ہے وہ کوئی شریف مشرقی دوشیزہ تو تھی نہیں۔"

"اس بارے میں سوچا جاسکتا ہے۔" میں نے کہا۔

"سوچو اور مجھے کچھ دیر کے لیے وقت دو، میں سونا چاہتا ہوں اگر نہ سو سکا تو بس پتھر اٹھا کر لوگوں کو مارنا شروع کر دوں گا۔"

"او کے ڈاکٹر صاحب۔ آپ آرام کریں۔" میں نے کہا اور ڈاکٹر طاہر علی حسن صاحب کو خدا حافظ کہہ کر چلے گئے۔ حسن صاحب کچھ دیر ٹھوڑی کھجاتے رہے پھر میری طرف دیکھ کر بولے "تم خود ان معاملات سے پریشان نہیں ہو رہے غزالی۔ میری طرف سے اجازت ہے جبھی دل چاہے تو اس جھگڑے پر لعنت بھیج سکتے ہو۔ تمام صلاحیتوں کا ستیاناس نہیں ہوا جا رہا ہے؟"

"سنو بیٹے۔ میکے براؤن جیسے شخص پر تو میں ویسے ہی لعنت بھیجتا ہوں۔ بے حد خود غرض اور سازشی انسان تھا۔ جہاں تک نفع نقصان کا تعلق ہے میاں تو جوانی میں خوب کما لیا اب تو یوں بھی آرام کے دن ہیں۔ مالی طور پر کوئی الجھن نہیں ہے مجھے کاروبا

ایم۔ اے راحت کا ایک اور شاندار ناول

جھرنے

مکمل چار حصے۔ قیمت -/150
ڈاک خرچ -/25

★ والدین اولاد کیلئے کبھی غلط فیصلے نہیں کرتے ★ نوجوانی کی نادانی کبھی کبھی عمر بھر کی سزا بن جاتی ہے ★ معاشرے کے المناک پہلوؤں کی عکاس تحریر

ماہنامہ آنچل میں کئی سال تہلکہ مچاتے کے بعد کراچی ٹی وی کے ۱۹۹۴ء کی مقبول سیریل اعتراف کے نام سے پیش کی جانیوالی داستان

اب کتابی شکل میں

علی میاں پبلی کیشنز
عزیز مارکیٹ۔ اُردو بازار لاہور
فون 7247414

اسٹاکسٹ: علی بک سٹال
نسبت روڈ چوک میو ہسپتال لاہور
فون 7223853

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بہترین لوگوں کے ہاتھ میں ہے، اس میں بھی کوئی الجھن نہیں ہے۔ اس سلسلے کو جاری رکھنے کا خواہش مند ہوں مگر تمھیں پریشان نہیں کرنا چاہتا۔"

"میں بھی اپنی دلچسپی کے تحت یہ سب کچھ کر رہا ہوں حسن صاحب۔ آپ پر کوئی احسان نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تم بہت صاف گو اور نفیس انسان ہو غزالی۔ جان آسٹن کے بارے میں کسی تاخیر کے بغیر تم نے جو کچھ کیا خدا کی قسم میرا سر اونچا ہو گیا۔ طاقتور کے تو سب ساتھی ہوتے ہیں کسی کمزور کا ساتھی بننا دل والوں کا کام ہے۔"

"شکریہ حسن صاحب۔ خدا کا احسان ہے کہ آپ نے میری اس بات کو ناپسند نہیں کیا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا کرنا چاہیے۔"

"مزید غور کریں گے۔ تم نے ندرت اور ویلینی کا فرق بڑی ذہانت سے ظاہر کر کے میرے ذہن کا بوجھ ہلکا کر دیا ہے لیکن اس کے باوجود کچھ باتیں بے حد پراسرار ہو گئی ہیں۔ آخر یہ ندرت تھی کون؟ اگر ویلینی کی بیٹی بھی تھی تو میرے پاس کیوں آئی تھی؟ غزالی کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ندرت کا یہی مشن ہو کہ کسی طرح وہ بوڑھے کے بارے میں معلوم کر کے میری کوٹھی تک آئے، میری ہمدردیاں حاصل کرے اور موقع پاتے ہی بوڑھے کو لے اڑے۔"

"ممکن ہے بوڑھے سے اس کا کوئی تعلق ہو، لیکن کم از کم بوڑھے کے فرار سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ آپ پربھات سنگھ سے سن چکے ہیں کہ وہ اسے کس طرح ملا۔" میں نے کہا۔

"یہ بھی ٹھیک ہے۔ وہ بچی۔ وہ ہمیشہ میرے لیے پراسرار رہی۔ یقین کرو اس سے کوئی تعلق نہ ہونے کے باوجود مجھے اس سے انسیت ہو گئی تھی۔ بعض اوقات مجھے یہ بات ناگوار گزرتی تھی کہ تنویر اور دوسرے بچے اس سے الگ تھلگ رہتے ہیں اور وہ خود کو تنہا محسوس کرتی ہے۔ اس کے غائب ہونے سے میں پریشان رہا ہوں لیکن ماضی کے واقعات نے مجھے ڈھارس دی۔ وہ پہلے بھی اسی طرح چلی گئی تھی اور پھر یہاں مجھے ملی۔"

"یہ لڑکی واقعی پراسرار ہے۔" میں نے کہا۔

"کوٹھی میں، میں نے اسے کبھی بوڑھے کی طرف متوجہ نہیں دیکھا۔"

"ہاں، مجھے بھی اس کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکا۔" میں نے دل پر جبر کر کے کہا۔ ایک بات چھپائی تھی تو اسے نبھانا ضروری تھا۔

"اب کیا پروگرام ہے غزالی؟"

"ہاں کیمپ سے واپس چلیں۔ میرے خیال میں ایک مفروضہ خزانے سے کنور اور آسٹن کو علیحدہ کر دینا مناسب نہیں ہے۔ ان لوگوں کو اطمینان دلا دیا جائے کہ جب بھی اس سلسلے میں کام شروع کیا گیا انھیں دعوت دی جائے گی۔"

"بس ٹھیک ہے۔ اب آرام کرو۔" حسن صاحب نے کہا اور میں ان کے پاس سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گیا۔ بستر پر لیٹ کر سونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ حالات نے ذہن پر یلغار کر دی تھی۔ ندرت ویلینی کی ہم شکل کیوں ہے؟ اگر ویلینی کی کوئی بیٹی تھی تو پوشیدہ کیوں رکھا گیا۔ اگر ولاڈی واسکاٹ سے علیحدہ ہونے کے بعد اس کی ولادت ہوئی تھی تب بھی اس کی عمر نہیں بتاتی تھی کہ وہ اتنی کمسن ہے۔ پھر وہ اس طرح بھٹک کیوں رہی ہے۔ اس نے مجھے ڈائری کیوں دی تھی؟ کیا چاہتی تھی وہ مجھ سے؟

ہزاروں سوالات تھے جو یکے بعد دیگرے ذہن میں گڈمڈ ہو رہے تھے۔ لیکن دماغ ابھی ان گتھیوں کو نہیں سلجھا سکتا تھا تاوقتیکہ حالات کوئی اور سمت اختیار نہ کریں۔ بہر حال بوڑھا معمولی چیز نہیں تھا، فی الحال وہی توجہ کا مرکز تھا، سب ہی لوگ اس کی طرف متوجہ تھے۔ سب سے زیادہ حیرت کی بات یہ تھی کہ اگر ندرت، ویلینی یا اس سے متعلق کوئی شخصیت تھی تو خود اس نے اتنے طویل قیام کے دوران بوڑھے کو وہاں سے لے اڑنے کی کوشش کیوں نہیں کی۔ یہ بات اس خیال کی تائید کرتی تھی کہ کم از کم یہاں شکار بنگلے سے بوڑھے کو اغوا کرنے والی ندرت نہیں ہے۔ لیکن ندرت کو ان واقعات سے الگ بھی نہیں سمجھا جا سکتا۔

سونا ضروری تھا اس لیے قوت ارادی سے کام لے کر سو گیا۔ دوسری صبح جلد ہی آنکھ کھل گئی لیکن حسن صاحب اور طاہر علی مجھ سے قبل جاگ چکے تھے۔ طاہر علی نے ملازم سے چائے طلب کر لی۔ سوا نو بجے کنور صاحب آسٹن کے ساتھ آ گئے اور ناشتا کیا گیا۔

کنور صاحب نے کہا "میرے اور جان آسٹن کے درمیان رات کو دیر تک گفتگو ہوتی رہی ہے۔ جان آسٹن ہمارے درمیان وہ واحد شخصیت ہے جو ریٹائر زندگی گزار رہا ہے جبکہ ہم لوگوں کو دوسری مصروفیات بھی ہیں۔ اس کی پیشکش ہے کہ پارٹی لیڈر سب سے پہلے اسے کسی کام میں مصروف کر دے۔ اور وہ فوراً عمل کا آغاز کر دے۔ اس کے علاوہ ہم دونوں نے اپنے اپنے طور پر اس پارٹی کے لیڈر کا انتخاب بھی کر لیا ہے۔ ہمارا یہ انتخاب ایک دوسرے سے پوشیدہ ہے یعنی ہم نے پرچوں پر نام لکھ کر اپنے پاس محفوظ کر لیے ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ آپ لوگ بھی ایسا ہی کریں اور پھر تمام پرچے ایک ساتھ کھولے جائیں۔ کیا خیال ہے؟"

"کسی کو لیڈر بنانا کیا ضروری ہے؟" ڈاکٹر طاہر علی نے کہا۔

"بے حد۔ اس طرح کام میں آسانی ہو گی۔ یہ کاغذ ہے اور یہ قلم۔ آپ لوگ بھی اس میں حصہ لیں۔" کنور پربھات نے کہا اور اس کی خواہش

پر ہمیں یہ کام کرنا پڑا۔ میں نے اطمینان سے کرنل جان آسٹن کا نام لکھ لیا تھا۔

پرچے کھولے گئے۔ حسن صاحب نے میرا نام لکھا تھا۔ پھر جان آسٹن نے اپنا پرچا کھولا اور میں حیران رہ گیا۔ اس میں بھی میرا نام لکھا گیا تھا۔ طاہر علی اور کنور پربھات مسکرا رہے تھے۔ ان دونوں کے پرچے کھلے تو ان پر بھی میرا نام نظر آیا۔

"اب پانچویں پرچے کی ضرورت نہیں رہ جاتی کیونکہ ہماری اکثریت لیڈر منتخب کر چکی ہے۔"

"یہ میرے لیے بہت زیادہ ہے۔" میں نے کہا۔

"اس مہم کو پارٹی کا لیڈر جوان اور ذہین ہونا چاہیے تھا سو ہے۔ ہم بوڑھے دماغ ان پیچیدہ گتھیوں کو نہیں سلجھا سکتے۔" کنور پربھات نے کہا۔

"میں اس مہم کے لیے اپنی طرف سے بیس ہزار ڈالر پیش کرتا ہوں۔ یہی میں نے اس کے لیے مخصوص کیے تھے۔" کرنل آسٹن نے کہا۔

"ہاں، ہم ایک مخصوص فنڈ پارٹی لیڈر کے حوالے کر دیں گے تاکہ اس مہم کے اخراجات پورے ہوتے رہیں اور لیڈر کو اس میں دقت نہ ہو۔" کنور پربھات نے کہا۔

"اس کے بعد جو گفتگو ہو گی وہ لیڈر کی وساطت سے ہو گی۔" طاہر علی بولے۔ میں نے کچھ کہنا چاہا تو حسن صاحب ہاتھ اٹھا کر بولے "یہی مناسب ہے غزالی۔ مجھے یقین ہے کہ تم دوسروں کی خواہش کا احترام کرو گے۔"

"بہتر۔" میں نے گردن خم کر کے کہا۔ اور پھر چند لمحات کی خاموشی کے بعد میں نے کہا "ہم لوگ واپس جا رہے ہیں بوڑھے کو ماں کیمپو یا اس کے نواح میں تلاش کرنا بے سود ہے جس نے بھی اسے یہاں سے حاصل کیا ہے اس کے وسائل لامحدود ہوں گے اور اس کا یہاں پہنچ جانا بھی اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ وہ بوڑھے کے بارے میں شدت سے کوشاں تھا۔ اور ایک پرائیٹ کونزٹ کر کے یہاں تک پہنچا ہے۔ ظاہر ہے اپنے مقصد کی تکمیل کے بعد اس کا یہاں رکنا بے معنی ہے اور اب یہاں اس کی گرد بھی نہیں ملے گی۔ وہ کون ہے یہ جاننا بھی ہمارے لیے ممکن نہیں ہے کیونکہ ولاڈی واسکاٹ کی کہانی صرف ہم تک محدود نہیں ہے۔ ویلینی کا اس بوڑھے سے کیا تعلق ہے اور خزانے تک رہنمائی میں وہ کہاں تک معاون ہو سکتا ہے اس کا تعین ہم لوگ بھی نہیں کر سکے جو طویل عرصہ تک بوڑھے کے قریب رہے ہیں۔ دوسروں کے بارے میں صرف یہ کہا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے ان کی معلومات ہم سے زیادہ ہوں کہ اس سلسلے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ان حالات میں ایک مناسب فیصلہ میرے خیال میں صرف یہ ہو سکتا ہے کہ بوڑھے کی تلاش ترک کر دی جائے اور اپنی تمام تر توجہ اور وسائل ویلینی کی تلاش پر مبذول کی جائیں۔ اس کے لیے اب تبت جانے کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ آپ سے ان باتوں کے بارے میں رائے چاہتا ہوں۔"

"میں تمھارے ایک ایک لفظ سے متفق ہوں۔" آسٹن نے کہا۔

"میرے خیال میں ہم میں سے کسی کو ان باتوں سے اختلاف نہیں ہے۔" حسن صاحب بولے۔

"میری پیشکش ہے کہ پہلے مجھے تبت روانہ کر دیا جائے میں ایک سیاح کی حیثیت سے وہاں جا کر ٹھکانہ بنائے لیتا ہوں اس کے بعد جب آپ لوگ پہنچ جائیں گے تو پروگرام کے مطابق کام شروع کر دیا جائے گا۔"

"یقیناً یہ پیشکش قابل قدر ہے لیکن اس کی تکمیل کے لیے کچھ وقت درکار ہو گا اس کا فیصلہ چند روز میں کر لیا جائے گا۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا یہ ممکن نہیں کہ میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ چلوں؟" بوڑھے آسٹن کے سوال پر میں نے حسن صاحب کی شکل دیکھی تو وہ جلدی سے بولے "مسٹر آسٹن کو مہمان بنا کر مجھے خوشی ہو گی لیکن کنور کو یہ اطمینان ہونا چاہیے کہ ان کی غیر موجودگی میں کوئی فیصلہ نہیں ہو گا۔"

"خود میرا کردار اس سلسلے میں داغدار ہے۔ اس لیے میں کوئی شرط لگانے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔ اب تو سب کچھ آپ لوگوں کی مہربانیوں پر منحصر ہے۔" پربھات نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"دوستو، ہم پانچ افراد یہ طے کر چکے ہیں کہ اب اس سلسلے میں جو کاوش بھی ہو گی ہم پانچوں اس میں شریک ہوں گے۔ خزانہ سامنے نہیں رکھا کہ لوٹ مار شروع ہو جائے، اس لیے ہر شخص کو ایک دوسرے پر اعتماد ہونا چاہیے۔ کنور کی پھیکی مسکراہٹ مشکوک ہے۔ پرانی باتیں بھلا دی گئی ہیں اس لیے اب باہم اعتماد ہمارے راستے روشن کرے گا۔" ڈاکٹر طاہر علی نے کہا۔

"مجھے اپنی مسکراہٹ کے اس پھیکے پن کا اعتراف ہے لیکن اس کے بعد آپ کو شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔" کنور نے کہا۔

"تو پھر دوپہر کی ایک عمدہ دعوت کا انتظام کرو۔ اور مسٹر آسٹن آپ تیار ہو جائیں، کھانے کے بعد ہم روانہ ہو جائیں گے۔" طاہر علی نے کہا اور کنور پربھات روانہ ہو گیا۔ "آئیے آسٹن چلیں۔" اس نے کہا اور دونوں مہمان خانے سے چلے گئے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ان کے جانے کے بعد میں نے ان دونوں سے سوال کیا۔

"میری کوئی بات قابلِ اعتراض تو نہیں تھی؟"

"ہمارا لیڈر جو فیصلہ کرے گا، ہمیں منظور ہوگا۔" حسن صاحب مسکراتے ہوئے بولے۔

"تو پھر مجھے تھوڑی دیر کے لیے اجازت دے دیجیے ذرا ہدایت سے مل کر اسے واپس پہنچنے کی ہدایت کر دوں۔" میں نے کہا اور ان سے اجازت لے کر باہر نکل آیا۔ بستی تک پیدل ہی آیا تھا۔ ہدایت چکی پر موجود تھا اس نے مجھے دور سے ہی دیکھ لیا اور چھلانگ مار کر باہر نکل آیا۔

"محسن نے خبر دے دی تھی میری؟" اس نے پوچھا۔

"کیا مطلب؟"

"کل شام کو بھی ایک گھنٹے تک حویلی کے آس پاس چکراتا رہا کہ شاید آپ نظر آ جائیں صبح بھی آٹھ بجے سے وہیں تھا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی تو واپس آیا ہوں۔" ہدایت نے کہا۔

"اوہ، کوئی خاص بات ہے کیا؟" میں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"ممکن ہے آپ کے لیے ہو بس اسی لیے پریشان تھا کہ آپ کو فوراً اطلاع دوں مگر حویلی میں کسی سے کہنے کی ہمت نہیں پڑی۔"

"کیا بات ہے پیارے، بول بھی پڑو۔"

"کل شام ندرت بی بی کو دیکھا تھا۔ سرمئی رنگ کی کار میں تھیں اور خود کار چلا رہی تھیں۔ چکی سے تھوڑے فاصلے پر کار بند ہو گئی تھی لوگوں سے پوچھ رہی تھیں کہ یہاں کہیں فین بیلٹ مل سکتی ہے؟"

"ندرت۔" میں اچھل پڑا۔

"جی ہاں اپنی ندرت بی بی، حویلی میں آپ ان سے ضرور ملے ہوں گے۔ میرا مطلب ہے۔" ہدایت مجھے سمجھانے لگا لیکن میرے دماغ کی چولیں ہل گئیں۔ ندرت؟ یہاں مان کھیڑہ میں؟ وہ کار چلا رہی تھی؟ ہدایت کو غلط فہمی نہیں ہو سکتی تھی۔ بوڑھے کی نشاندہی بھی اسی نے کی تھی۔ لیکن ندرت کیا وہ واقعی ویلینی کا دوسرا روپ ہے؟ اس کی جوانی اس کی عمر کیا دھوکا ہو سکتی ہے اور کیا بوڑھا؟ طاہر علی کے چہرے پر پڑنے والا گھونسا مجھے یاد آ گیا اور وہ وقت بھی جب میں نے ایکسی میں ندرت پر حملہ کیا تھا اور اس نے اس حملے کا نوٹس بھی نہیں لیا تھا۔ میں نے خود کو سنبھال کر پوچھا۔ "تم اس کے سامنے آئے تھے ہدایت؟"

"ہاں صاحب۔ فین بیلٹ میں نے ہی تو بدلوائی تھی۔ یہاں ایک مکینک کے پاس پرانی مل گئی تھی۔ ندرت بی بی نے اسے پورے سو روپے دے ڈالے۔ انھوں نے ریڈی ایٹر میں پانی بھی۔۔۔"

"تمھیں پہچان لیا تھا اس نے؟"

"جی صاحب فوراً پہچان لیا تھا۔"

"اس نے تم سے تمھارے بارے میں پوچھا؟"

"کچھ بھی نہیں۔ وہ کچھ عجیب سی ہیں صاحب۔ زیادہ بولی بھی نہیں بس فین بیلٹ کے لیے کہا پھر پانی کے لیے اشارہ کیا۔ سو کا نوٹ انھوں نے مجھے بھی دیا تھا۔"

"کسی کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا؟"

"بالکل نہیں۔ میں نے کہا، آپ مجھے پہچان گئیں ندرت بی بی تو انھوں نے گردن ہلا دی اور بس۔ پھر فین بیلٹ بدلوانے کے بعد انھوں نے کار اسٹارٹ کی اور چلی گئیں۔"

"آخری سوال ہدایت! اس کار کا نمبر دیکھا تھا تم نے؟"

"بعد میں سوچا تھا صاحب۔ یہ غلطی ہو گئی۔"

"رنگ کیسا تھا؟"

"سرمئی۔"

"کون سی گاڑی تھی؟"

"یہ بھی نہیں معلوم۔ اگر آپ چاہیں تو ایک کام کیا جا سکتا ہے۔"

"کیا؟"

"بابو کے پاس چلیں۔ کار کے بارے میں وہ بتا سکتا ہے۔ ممکن ہے اس نے نمبر بھی دیکھا ہو۔"

"ہاں، چلو کہاں رہتا ہے وہ؟"

"بس تھوڑی دور۔ آئیے۔" ہدایت نے کہا اور میں اسے ساتھ لے کر چل پڑا۔ لیکن یہاں بھی ناکامی ہوئی۔ بابو موٹر پارٹس خریدنے شہر چلا گیا تھا اور اس کی دکان بند تھی۔

"بڑی حماقت کی تم نے ہدایت۔ کم از کم نمبر تو دیکھنا چاہیے تھا۔ اب تمھاری ڈیوٹی ہے کہ تم یہیں رکو۔ بابو آ جائے تو اس سے کار کے بارے میں پوری تفصیل معلوم کر کے آؤ ہم لوگ آج واپس جا رہے ہیں۔"

"ٹھیک ہے صاحب۔ جوں ہی بابو آ جائے گا میں اس سے معلومات کر کے واپس پہنچ جاؤں گا۔"

ہدایت کے اس انکشاف نے بری طرح الجھا دیا تھا۔ راستے بھر میں ندرت کی پُراسرار شخصیت کے بارے میں غور کرتا رہا۔ درحقیقت وہ بوڑھے بابا سے بھی زیادہ پُراسرار تھی۔ میں نے اسے بوڑھے بابا کی رہائش گاہ میں اس کا سر زانو پر رکھ کر روتے ہوئے دیکھا تھا۔ یہ رونا کیا معنی رکھتا تھا۔ سوائے اس کے کیا کہا جا سکتا تھا کہ بوڑھے کے لیے غمزدہ تھی۔ پھر اپنے دیکھ لیے جانے پر اس نے مجھے ختم کرنے کی کوشش کی تھی۔ ایک بار خنجر سے اور دوسری بار کار میں خرابی پیدا کر کے۔ مجھے اچانک

احساس ہوا کہ اس خرابی کے پیدا کرنے کا مطلب تھا کہ اسے کار کے میکنزم سے پوری طرح واقفیت تھی۔ پھر اس نے نہایت چالاکی سے خنجر بھی غائب کر دیا۔ لیکن اس کے اندر شرافت بھی تھی۔ ورنہ وہ مجھ سے معافی مانگ کر خود کو بے نقاب کیوں کرتی۔ بات اس تک تو کسی طرح نہیں جاتی تھی۔ اس کے بعد اس نے مجھے ڈائری دی۔ یہ بھی اس بات کا ثبوت تھا کہ وہ مجھے ان حالات سے متعلق رکھنا چاہتی تھی۔ اور اس رات وہ غائب ہو گئی۔ اور اب ہدایت کا انکشاف۔

ساری کہانی بے پناہ الجھی ہوئی تھی۔ بوڑھا بابا یہاں سے غائب ہو گیا تھا پھر وہ یہاں کیا کر رہی تھی۔ حویلی میں داخل ہوتے ہوتے میں نے اپنا پرانا فیصلہ برقرار رکھا۔ یعنی اب بھی میں ان لوگوں کو ندرت کے بارے میں کچھ نہیں بتانا چاہتا تھا۔

دوپہر کے کھانے پر زبردست اہتمام تھا۔ پرندوں کا گوشت تیار کیا گیا تھا۔ کنور ہماری دوستی حاصل کرنے میں کوشاں تھا۔ نو بجے ہم مان کھیڑہ سے چل پڑے۔ شکر ہے اس دوران اوشا سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ یہ لڑکی خوفزدہ کر دیتی تھی۔ واپسی میں کرنل آسٹن بھی ہمارے ساتھ تھا اور اس کی وجہ سے ہمیں تمام گفتگو انگریزی میں کرنی پڑ رہی تھی۔

فیڈور کوٹھی کے گیٹ سے اندر داخل ہوئی تو ہنگامہ ہو گیا۔ استقبال کرنے والوں میں ہما اور فریحہ شامل تھیں۔ سب سے پہلے ہمیں روک لیا گیا۔ محسن نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "سنائیے چچا جان آپ کی صحت کیسی ہے۔ لگتا ہے اس آوارہ گردی نے آپ کو نکھار دیا ہے۔"

"چچا جان؟" فریحہ ہنس کر بولی۔

"ڈیڈی اور انکل طاہر کے دوستوں کو چچا جان ہی کہا جا سکتا ہے۔ پہلے یہ ہمارے دوست تھے لیکن اب صورتحال کا تمھیں خود اندازہ ہے۔"

"ان کی تو کوئی بات نہیں۔ لیکن اس شریف لڑکی کا کیا قصور ہے جسے ہمیں چچی جان کہنا پڑے گا؟" فریحہ ہنس کر بولی۔

"شریف لڑکی انھیں سمجھاتی کیوں نہیں۔" محسن ہما کی طرف دیکھ کر بولا اور ہما پُروقار انداز میں مسکرا دی۔ اس تخاطب پر اس نے کوئی توجہ نہیں دی تھی۔

"ارے ہاں۔ یہ ہمارے نئے مہمان کون ہیں؟ جو ڈیڈی کے ساتھ اندر تشریف لے گئے ہیں؟"

"کرنل جان آسٹن۔"

"کرنل کبھی ہوں گے اب تو۔"

"دوسری جنگِ عظیم میں لڑ چکے ہیں۔ ویسے آپ لوگوں کو ان کا احترام کرنا ہوگا۔"

"ہاں بھائی، لیکن تیسری جنگِ عظیم نہ شروع کر دیں۔"

"اب آپ لوگ اجازت دیں اپنے گھر بھی ہو آؤں۔" میں نے کہا اور فریحہ جلدی سے بولی۔

"ابھی وہاں جا کر آپ بور ہی ہوں گے۔ گمشدگی کا بندوبست کریں پہلے۔"

"محسن کا انتظار کر رہا ہوں۔ وہ تجربہ کرے تو پھر غور کر دوں گا۔" میں نے ترکی بہ ترکی کہا۔ اور اس کے بعد میں وہاں سے ایکسی آ گیا۔ کریم بابا دروازے پر ہی انتظار کر رہے تھے۔ ان کے ہاتھ پُراضطراب انداز میں اٹھے اور پھر جھک گئے۔ پہلے تو میرے ذہن میں یہ خیال نہیں آیا تھا لیکن ان بوڑھے بازوؤں کی طلب میں نے سمجھ لی تھی۔ میں نے انھیں پُراحترام انداز میں سلام کیا۔ اور آگے بڑھ کر ان کے سینے سے لپٹ گیا۔ کریم بابا نے مجھے سینے سے بھینچ لیا۔

کریم بابا سے معلوم ہوا کہ صرف ایک بار قادر کا فون آیا تھا۔ کہنے لگا کوئی کام نہیں ہے۔ آ جائیں تو سلام کہہ دیں۔ رات کا کھانا حسن صاحب کے ساتھ کھایا۔ اس دوران ہما وغیرہ جا چکی تھیں۔ کھانے پر آسٹن بھی تھا۔ اس وقت سب سے اس کا تعارف کرایا گیا۔ آسٹن سب سے محبت سے ملا۔۔۔ اس کے بعد حسن صاحب کے مخصوص کمرے میں نشست جم گئی۔ موضوع بوڑھے کے علاوہ اور کیا ہو سکتا تھا۔

"یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ بوڑھے کو کہاں لے جایا گیا۔ لیکن غزالی، میں تمھاری بات سے متفق ہوں کہ اب ہمیں ویلینی پر کام کرنا چاہیے۔"

"اس لڑکی کے بارے میں کیا سوچا تم لوگوں نے؟" آسٹن نے کہا۔

"ویلینی سے متعلق آپ کے پاس کچھ کاغذات تھے؟" میں نے آسٹن کو مخاطب کر کے کہا۔

"ساتھ لایا ہوں۔" آسٹن بولا اور اس نے اپنی جیب سے سفید رنگ کا ایک لفافہ نکال کر ہمارے سامنے رکھ دیا۔ "یہ معلومات حاصل کرنے کے لیے مجھے سخت محنت کرنی پڑی ہے۔"

میں اور حسن صاحب کاغذات پر جھک گئے۔

نام۔ وکولین ویلینی۔

امریکی جنرل گرین اور برائن کے 963 اتحادی گروپ میں شامل ہوئی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میونخ ہیڈ کوارٹر کے مکمل نقشے فراہم کیے۔
بریک چارٹ پروگرام کی انچارج رہی۔
العیش کے مقام پر ایک جرمن بٹالین کو تنہا اڑا دیا۔ اس کے علاوہ مختلف محاذوں پر اتحادیوں کے لیے کام کیا۔

نرم مزاج، سرد لہجے میں بات کرنے والی، ہنستے ہنستے کسی کو قتل کر دینا اس کی صفات ہیں۔ فطرتاً سفاک ہے لیکن چہرے سے اندازہ نہیں ہوتا۔

اس کے علاوہ اس کے قد و قامت کے بارے میں تفصیل تھی کچھ اور کارناموں کی فہرست تھی لیکن یہ باتیں ہمارے لیے بہت مفید نہ تھیں۔

"اس کی صحیح قومیت کی کوئی تفصیل نہیں ہے؟" میں نے کہا۔

"حکومت اٹلی کو حاصل نہ ہو سکی ہوگی۔" مسٹر آسٹن نے جواب دیا۔

"آپ نے خود بھی اندازہ لگایا ہوگا مسٹر آسٹن کہ ان میں کوئی کارآمد چیز نہیں ہے سوائے اس تصویر کے۔ میں اس تصویر کی کچھ کاپیاں اور بنواؤں گا۔ ہاں ایک ذاتی دلچسپی کا سوال آپ سے ضرور کروں گا۔"

"ہاں ضرور۔" مسٹر آسٹن نے کہا۔

"مونٹ سورلٹ کی کہانی کم از کم اٹلی میں تو عام ہوگی؟"

"اس وقت تک نہیں ہوئی تھی جب تک جاپان کے اخبارات نے ولاڈی واسکاٹ کی داستان شائع نہیں کی تھی۔ لیکن اس کے بعد یہ علاقہ اور اس سے متعلق داستانیں اخبارات کی زینت بننے لگیں۔ حکومت اٹلی چونکہ ان حالات سے خود بھی دلچسپی رکھتی تھی اس لیے طویل عرصہ تک تو وہاں حکومت کی طرف سے ہی کام ہوتا رہا۔ میں دعوے سے تو نہیں کہتا لیکن حالات کا تجزیہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہاں کی حکومت اس سلسلے میں بڑی سنجیدگی سے کام کرتی رہی ہے۔"

"کیا یہ ممکن نہیں مسٹر آسٹن کہ حکومت کامیاب ہو گئی ہو؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ میں نے اس سلسلے میں بڑی عمدگی سے کام کیا ہے۔ چونکہ خود بھی ان معاملات سے متعلق رہا ہوں اس لیے مجھے عام لوگوں سے زیادہ معلومات حاصل رہی ہیں۔"

"یعنی آپ دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ حکومت اٹلی کو مونٹ سورلٹ کا خزانہ نہیں مل سکا۔"

"ہاں اندازہ تو یہی ہے۔"

"کیا عام لوگوں نے اس خزانے کے حصول کے لیے کوششیں نہیں کیں؟"

"ایک ہنگامہ سا کچھ دنوں تک۔ نوجوانوں کی ٹولیوں نے تو اس علاقے میں ڈیرے ڈال دیے تھے اس سلسلے میں غلط فہمیاں ہونے پر خونریزی بھی ہوئی چنانچہ حکومت کو اس علاقے پر پابندی لگانی پڑی۔"

"پھر اب وہ علاقہ حکومت کی نگرانی میں ہے؟"

"ایک مخصوص حد تک۔ کیونکہ علاقہ بہت پرخطر اور دشوار گذار ہے۔ اس جگہ جو تصور کی گئی ہے وہاں تک تو عام لوگوں کا انتظامات کے بغیر پہنچنا ہی مشکل ہے۔" آسٹن نے جواب دیا۔

حسن صاحب پیشانی مسل رہے تھے۔ پھر انھوں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "اور ہم لوگ اس خزانے کے حصول کے لیے کوشاں ہیں۔ بلکہ سوچ رہے ہیں کہ ہم سے زیادہ بوجھ بجھکڑ اور کوئی نہیں ہے۔"

"ہر کام مشکل ہوتا ہے مسٹر حسن۔ یہ سوچ کر کہ ہم سے زیادہ ذہین لوگ وہ کام نہیں کر سکے تو ہم کیا کر سکیں گے، اپنے ارادے ترک نہیں کر سکتے۔ مجھ بوڑھے کو دیکھیے، ساری زندگی فوج کی صعوبتوں میں گذار دی اور یہ آخری عمر جو آرام کرنے کی تھی خزانے کی تلاش میں بسر کر رہا ہوں۔" آسٹن نے کہا اور حسن صاحب گردن ہلانے لگے۔ نشست کافی طویل ہو گئی تھی۔ بہت دیر تک اس موضوع پر باتیں ہوتی رہیں۔ پھر میں اجازت لے کر نکل آیا۔

❖

دوسرے دن دفتر جا کر وہاں کے معاملات سنبھالے۔ کام بہت خوش اسلوبی سے ہو رہے تھے، حسن صاحب بھی دفتر آئے تھے۔ وہیں سے انھوں نے مجھے فون کیا "دفتری کاموں کی کیا پوزیشن ہے غزالی۔"

"سب ٹھیک ہیں۔"

"ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ میرے خیال میں اکبر کو تم ضروری امور سمجھا دو ویسے تو وہ خود بھی ذہین نوجوان ہے اور سارے معاملات سنبھالنے کی اہلیت رکھتا ہے لیکن بہتر ہوگا کہ تم اسے کچھ اختیارات اور سونپ دو۔"

"جی۔ مجھے کیا کرنا ہوگا؟" میں نے سوال کیا۔

"خزانے کی تلاش۔" حسن صاحب ہنس کر بولے۔

"گویا یہ میری سرکاری ڈیوٹی ہے۔"

"نہیں چیف آپ کے ذہن کو آرام دینا چاہتے ہیں ہم لوگ۔ آپ جیسے قیمتی شخص کو دفتری کاموں میں سر نہیں کھپانا چاہیے۔ آپ شاید بھول رہے ہیں کہ آپ ہماری ٹیم کے لیڈر ہیں۔"

"اوہ۔ حسن صاحب۔"

"کوئی بیکار بات کی تو ناراض ہو جاؤں گا سمجھے۔ بس اکبر کو اس کی ذمہ داریاں سمجھا دو یہ کہہ کر کہ ان دنوں تم دوسرے کاموں میں مصروف ہو۔"

"بہتر۔" میں نے جواب دیا۔ اکبر میرا اسسٹنٹ تھا ایک ذہین نوجوان جو بے تکان کام کرنے کا شوقین تھا۔ دن کو ڈیڑھ بجے تک اکبر کے ساتھ مصروف رہا پھر فریحہ کا فون موصول ہوا۔

"وہ غزالی بھائی۔ شام کا کھانا ہمارے ساتھ کھائیے گا۔ اچانک پروگرام بنا ہے یہ نہ محسوس کیجیے گا۔"

"نہیں بھابی حضور۔ آپ کے حکم کو ٹالنے کی مجال کسے ہے۔" میں نے اس کی بات درمیان سے کاٹ دی۔

"آٹھ بجے۔"

"کچھ پہلے آنے میں کوئی حرج ہے؟"

"ہرگز نہیں۔" فریحہ نے جواب دیا۔ میں فون بند کرنے کے بعد دیر تک مسکراتا رہا تھا۔ چار بجے حسن صاحب دفتر سے اٹھے تو میرے کمرے میں مجھ سے ملتے ہوئے گئے۔ میں نے انھیں رات کی مصروفیات کے بارے میں بتا دیا۔

"ٹھیک ہے، شام کی چائے تو ہمارے ساتھ ہی پیو گے۔ سات بجے میں ایک میٹنگ میں جاؤں گا۔ آسٹن کو ساتھ لے جاؤں گا۔ شریف انسان ہے محسن وغیرہ سے دوستی گانٹھ لی ہے اس نے۔"

"اوہ۔ یہ عمدہ بات ہے۔"

"میں سمجھتا ہوں اس نے ایسا کیوں کیا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"سوچ رہا ہے کہ ہم پر بار نہ بنے اور کام شروع ہونے تک اپنے آپ کو مصروف رکھے۔"

"ہوں۔" میں نے پُرخیال انداز میں گردن ہلائی۔

"تم سوچ رہے ہوگے کہ یہ آسٹن کی کوئی چال تو نہیں ہے یعنی اس طرح وہ بچوں میں گھل مل کر کسی سلسلے میں کوئی سراغ تو نہیں پانا چاہتا۔" حسن صاحب نے کہا اور میں اچھل پڑا۔ درحقیقت یہی خیال میرے ذہن میں آیا تھا جسے حسن صاحب نے پڑھ لیا۔

"میں آپ کی اس خیال شناسی سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ حسن صاحب درحقیقت میرے ذہن میں یہی خیال آیا تھا۔"

"چھوڑو میاں۔ زندگی میں کبھی خود کو ذہین ثابت کرنے کا کوئی موقع ہی نہیں ملا۔ اس میں بھی ہماری خیال شناسی کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اس کا اظہار خود اسی نے کیا تھا۔"

"آسٹن نے؟"

"ہاں کہنے لگا مسٹر حسن، بچے مجھے بہت پیارے لگتے ہیں۔ فارغ لمحات ان کے ساتھ گذاروں گا مگر خدا کے لیے یہ مت سوچنا کہ میں ان کے ذریعے کوئی سراغ رسانی کرنا چاہتا ہوں۔ یہ موضوع میرے اور آپ کے درمیان ہے اور اس پر ایک…
… نہیں کہوں گا کیا مجھے اجازت ہے۔ میں شرمندہ…

"بدقسمتی ہے اس گروپ کی۔" میں نے ہنستے…

"کیا مطلب؟" حسن صاحب نہ سمجھنے والے انداز میں دیکھنے لگے۔

"ایسے پروگرام میں شاطر اور چالباز لوگوں کی ضرورت ہے یہاں ایک بھی کام کا آدمی نہیں ہے۔"

"ایک تو تھا نکل گیا۔"

"میکے براؤن؟"

"ہاں۔"

"اس کا نکل جانا ہی بہتر رہا۔"

"او کے غزالی۔ میں چلتا ہوں۔ شام کو اندر آ جانا چائے پر انتظار کروں گا۔" حسن صاحب نے کہا اور باہر نکل گئے۔

کوٹھی میں داخل ہوا تو لان پر ہنگامہ دیکھا۔ تنویر، ناصر، محسن وغیرہ آسٹن کے گرد جمع تھے۔ مجھے زور زور سے اشارے کر کے قریب بلایا گیا اور میں وہاں پہنچ گیا۔

"بھئی غزالی صاحب انکل آسٹن کے یہاں لانے کا شکریہ۔ آپ نے تو ہمیں ایک شاندار انکل دیے ہیں۔ پہلے تو ہمیں یہ اچھے نہیں لگے تھے لیکن اب تو صورت حال ہی بدل گئی۔" ناصر نے کہا۔

"ہمارے ساتھ رہے تو یہی مزے رہیں گے ناصر میاں کیا ہو رہا ہے؟"

"بس یوں سمجھ لیں دوسری جنگ عظیم ہمارے سامنے ہو رہی ہے۔ انکل بہت دلیر آدمی ہیں۔"

"تھوڑی سی گپ بھی مار رہا ہوں ضرورت کے تحت۔ جان" آسٹن نے آنکھ دبا کر کہا۔

"چلے گی انکل بالکل چلے گی۔ ہاں وہ نارمنڈی کے بارے میں بتا رہے تھے آپ۔" ناصر نے کہا۔

"اب کل بتائیں گے بیٹے۔ آپ کے ڈیڈی اشارہ کر کے گئے ہیں۔ مسٹر غزالی کیا آپ چائے پر آ رہے ہیں؟"

"یقیناً مسٹر آسٹن۔" میں نے جواب دیا۔

"وہ فریحہ کی طرف سے یقیناً تمھیں پیغام مل گیا ہوگا، اہلیہ محترمہ نے رات کے کھانے کی دعوت دی ہے۔" میں مڑا ہی تھا کہ محسن نے ٹوک دیا۔

"جی ہاں آپ کا خیال تھا یہ دعوت میرے بغیر ہو سکتی تھی۔"

"چائے پر لیٹ نہ ہو جانا۔ چچا جان اور ہم لوگ بس تیار ہو رہے ہیں ساتھ چلیں گے۔"

انیکسی میں آ کر میں نے لباس تبدیل کیا پھر حسن صاحب کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میورنگ تھی دیر قبل کنور پربھات کا فون آیا تھا جس کے بارے بریک نے مجھے بتایا، چائے پر گفتگو ہوتی رہی۔ طاہر علی العیش آپریشن کر رہے تھے اس لیے مصروف تھے پھر علاوہ مختلف ابا گیا، مجھے اجازت مل گئی — میں حسن صاحب کے نرم مزاج کسی کو قتل کر محسن کی طرف جا رہا تھا کہ تنویر راستے میں مل سے اندازہ دیکھ کر رک گئی ”تیار نہیں ہوئے آپ؟“

”کل تیار ہوں۔ میں نے سوچا تھا کہ یہیں سے تمھارے اگر تھی کہ دل گا۔ آؤ محسن انتظار کر رہے ہیں۔“

تنویر ایک لمحے کھڑی رہ گئی۔ یوں لگا جیسے وہ کچھ کہنا چاہتی ہو لیکن پھر دوسرے لمحے اس نے آگے قدم بڑھا دیے۔ میں اس کے تذبذب کو سمجھ نہ سکا تھا لیکن محسن کے کمرے میں اس کی وضاحت ہو گئی۔

”کتنی دیر لگے گی بھئی۔ میں تو بس دس منٹ لوں گا۔“

”غزالی صاحب تیار ہیں؟“ میرے بجائے تنویر نے کہا لہجے میں کسی قدر طنز تھا۔ محسن نے ناقدانہ نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر بولا۔ ”یار عزیز منگیتر صاحبہ کے ہاں جا رہے ہیں ہم لوگ کچھ ٹیپ ٹاپ کر لو ورنہ لوگ سمجھیں گے مجھ سے جل گئے۔ کیوں اپنی پوزیشن خراب کرنے پر تُل گئے ہو، جاؤ شاباش۔“

”کیوں پریشان کر رہے ہو محسن۔ میں تو تیار ہو کر نکلا تھا۔“

”محسن بھیا کم از کم اس وقت غزالی صاحب کو وہ گرے رنگ کا سوٹ تو پہننا چاہیے جو انھوں نے صرف ایک بار پہنا ہے۔ وہی جس پر ہلکی سیاہ لائنیں ہیں آخر ہما آئے گی اس کے جذبات کا خیال رکھنا ہمارا فرض ہے۔“ تنویر نے کہا۔

”تنویر پلیز ایکسی تک جانا پڑے گا۔“

”تو جائیے مجبوری ہے۔“ تنویر نے شرارت سے کہا۔

سوٹ تبدیل کرتے ہوئے مجھے تنویر کی ہچکچاہٹ کا خیال آیا۔ وہ شاید تنہائی میں مجھ سے لباس تبدیل کرنے کے لیے نہیں کہہ سکتی تھی لیکن محسن کے سہارے اس کی زبان کھل گئی تھی۔

سوٹ پہن کر تیار ہی ہوا تھا کہ دونوں آ گئے۔ مجھے گرے کلر سوٹ میں دیکھ کر تنویر کی آنکھوں میں ایک چمک سی آ گئی۔ دوسرے لمحے اس نے رُخ بدل لیا۔ راستے میں محسن نے کہا ”یہ کرنل آسٹن کون ہیں؟ بے حد دلچسپ شخصیت ہیں۔ جنگ عظیم کے واقعات بڑے دلچسپ انداز میں سناتے ہیں۔“

”طاہر علی کے دوست ہیں۔ مال کھیڑہ میں ملاقات ہوئی تھی حسن صاحب نے یہاں کی دعوت دے دی۔“

”بڑی اچھی شخصیت کے مالک ہیں۔ ایک پُروقار بزرگ دوست۔“

فریحہ اور ہما برآمدے میں کھڑی تھیں پورچ میں آ کر انھوں نے ہمارا استقبال کیا — ”کوئی اور نہیں ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”اور کون ہوتا یہ خاص لوگوں کی محفل ہے۔“ فریحہ نے جواب دیا۔

”آئیے مسٹر خاص۔“ میں نے محسن کے لیے راستہ چھوڑتے ہوئے کہا۔

”اوں، ہاں آؤ تم لوگ بھی آ جاؤ۔“ محسن نے اکڑ کر کہا اور آگے قدم بڑھا دیے۔ سب ہنستے ہوئے اندر چل پڑے۔ یہاں فریحہ کے والدین نے ہمیں خوش آمدید کہا۔ کھانے کے دوران سنجیدگی طاری رہی کیونکہ ساتھ بزرگ تھے۔ پھر سمجھدار بزرگوں نے خود ہی ہمارا ساتھ چھوڑ دیا اور محفل میں شوخی آ گئی۔

”تقریب بہت عمدہ رہی۔ کھانا بہت شاندار تھا لیکن اس اچانک دعوت کا محل کیا تھا۔“ میں نے فریحہ سے پوچھا۔

”آپ اسے اپنے اعزاز میں سمجھ سکتے ہیں۔“ فریحہ مسکراتی ہوئی بولی۔

”منہ کھلواؤ گی میرا بھابی بیگم۔ کمال ہے یہ منگنی شدہ اور شادی شدہ کسی کنوارے بوڑھے سے بھی ملیں گے تو خود کو مدبر اور اسے بے وقوف سمجھنے پر مصر ہوں گے۔ حالانکہ ان کے اشارے کنائے، ایک ایک حرکت دنیا کے علم میں ہوتی ہے لیکن یہ سمجھتے ہیں کہ بچے ابھی ان باتوں کو کیا جانیں۔ اس سے پہلے بھی یہ حضرت مجھے اور بے چاری ہما کو ڈھال بنا کر ہمیں اُلو بناتے رہے ہیں۔“

”ارے ارے، اس میں ناراض ہونے کی کیا بات ہے میاں اور کون سے گھاٹے میں رہے ہو تم۔ تمھارا بھی تو عشق کرا دیا ہم نے۔ اور کیا کسی کی جان لو گے۔“ محسن نے ہاتھ نچا کر کہا۔

”دیکھ لیا آپ نے تنویر۔ ہونے والی بیوی کی حمایت میں کس قدر پیش پیش ہیں۔ آگے تم لوگوں کے ساتھ کیا ہوگا اس کا اندازہ ابھی سے لگا لو۔“ میں نے کہا۔

تنویر ہنسنے لگی — پھر اس نے کہا ”بھائی کی حمایت نہیں کر رہی غزالی صاحب لیکن میرا خیال ہے ہما کو آپ کے قریب لانے میں کسی حد تک ان حضرت کا ہاتھ ضرور رہا ہے۔“

”خدا تمھیں خوش رکھے تنویر۔ حق بات کہنا بھی عبادت ہے۔“ فریحہ نے ہنستے ہوئے کہا۔ میں نے چونک کر تنویر کو دیکھا — کسی اور نے محسوس کیا ہو یا نہ کیا ہو لیکن اس وقت تنویر کے ان جملوں میں کوئی ایسی خاص بات ضرور تھی جو میرے ذہن میں چبھی۔ مجھ سے یہ جملے کہتے ہوئے اس کی آنکھیں مجھ پر گڑی رہیں۔ حالانکہ اس نے کبھی مجھ سے نگاہ نہیں ملائی تھی لیکن اس وقت وہ براہِ راست میری آنکھوں میں جھانک رہی تھی۔ جیسے ان الفاظ کا ردِعمل

جاننا چاہتی ہو۔ جیسے کسی راز کی عقدہ کشائی چاہتی ہو۔ اس کی آنکھوں میں، اس کے لہجے میں کچھ جاننے کی تڑپ تھی۔ متضاد کیفیتیں تھیں اس کے انداز میں جیسے اسے کچھ لوگوں سے شکایت ہو۔

یہ تمام احساس ایک لمحے کا تھا صرف ایک لمحے کا۔ اس کے بعد مجھے ہما کی طرف متوجہ ہونا پڑا جو کہہ رہی تھی ”بھائی بات دو منگیتروں کے درمیان رہنے دو۔ مجھ غریب کی ٹانگ کیوں گھسیٹی جا رہی ہے۔“

”ایک فیصلہ کرنا ہے بس ہما۔ آخری فیصلہ۔“ فریحہ نے کہا۔

”کیسا فیصلہ؟“ ہما نے پوچھا۔

”آخر ہم لوگ ہی کیوں ہدف بنتے رہیں۔ آپ لوگ بات اپنے تک پہنچنے ہی نہیں دیتے۔ ایسا پُراسرار عشق آج تک دیکھا نہ سُنا۔ یعنی آنکھ میں پیار بھی ہے، زبان پر پہناس بھی ہے ایک دوسرے کے لیے ایثار بھی ہے، قربانی بھی ہے اور ان تمام باتوں کے ساتھ انحراف بھی۔ یہ نہیں چلے گی۔ آج آپ لوگوں کو اعتراف کرنا پڑے گا۔ دوستی کے نام پر، اپنائیت کے نام پر۔“ فریحہ نے کہا۔

”کیسا اعتراف؟“ میں نے پوچھا۔

”اپنے رشتے کا۔ ہما صاحبہ فرماتی ہیں اور لہجے میں اعتماد بھی پیدا کر لیتی ہیں کہ ہم لوگ کبھی شادی نہیں کریں گے۔ غزالی صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے یقین ہے آپ لوگ ہما کو احترام دیں گے، اس کی شخصیت کی کبھی تضحیک نہ ہوگی۔ وجہ؟ کیا یہ متضاد کیفیات نہیں ہیں؟ کیا ہمیں اُلو نہیں بنایا جا رہا؟“

”بھابی جان کی زبان تو کچھ زیادہ ہی کھلتی جا رہی ہے محسن۔“ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

”معقول سوال ہے۔“ محسن نے سرد مہری سے کہا۔

”حد ہو گئی ہے منافقت کی۔“

”میں محسن بھائی کی تائید کرتی ہوں۔“ تنویر نے کہا۔

”ہما۔ حالات میرے لیے کافی ناسازگار ہو گئے ہیں کیا خیال ہے چلیں یہاں سے؟“

”نہیں غزالی۔ ہم بزدل ہیں کیا؟“ ہما نے کہا۔

”سبحان اللہ۔ یہ ہوئی نا عورتوں والی بات۔“ محسن نے کہا۔

”محسن میں ہما کو کسی ایسے سوال کا ہدف نہیں بنانا چاہتا جو اس کی شخصیت کو داغدار کرے۔ میں نے اور ہما نے جو کچھ کہا ہے سچ کہا ہے۔ یوں سمجھ لو ہما میرے لیے ایک مقدس سچائی ہے۔ اس کے اور میرے درمیان وہ تمام پاکیزہ رشتے ہیں جو دو سچے دوستوں کے درمیان ہوتے ہیں۔ ان رشتوں میں کہیں کوئی آلودگی نہیں ہے۔ ان میں کہیں قربتوں کا تصور نہیں ہے ہما کی شادی ہوگی کسی ایسے شخص کے ساتھ جسے میں اس کے قابل پاؤں گا۔ میری مرضی کے بغیر کچھ نہیں ہوگا۔ مجھے اس کا پورا اپنا وقت کیونکہ ہما میری ہے۔ میں اس کے لیے ایک ایسے شخص کا انتخاب کروں گا جو اسے سمجھ سکے۔ اور تنویر صاحبہ میں نے اسی لیے ابا سے کہا تھا کہ ہما کا پورا احترام کیا جائے۔ اس کا خیال رکھا جائے، اسے معنی خیز سرگوشیوں کا شکار نہ بنایا جائے کیونکہ وہ عظیم ہے وہ قابلِ احترام ہے وہ پیار کے قابل ہے۔“

”اماں واللہ۔ حیرت سے منہ کھول دیا تم نے۔“ محسن آنکھیں پھاڑ کر بولا۔

”عجیب بات ہے۔ وہ شخص آپ نہیں ہو سکتے غزالی بھائی۔“ فریحہ نے کہا۔

”جی نہیں۔ خدا آپ کو توفیق دے تو آپ ہمارے درمیان قائم رشتے کی گہرائیوں میں پہنچنے کی کوشش کریں بھابی صاحبہ۔“

”بھئی ہم تو زمین کے بسنے والے ہیں، وہی کرتے ہیں جو باپ دادا کرتے آئے ہیں۔“ محسن نے منہ بنا کر کہا۔ فریحہ ہما کی شکل دیکھ رہی تھی پھر اس نے کہا ”کیوں ہما تم غزالی بھائی سے متفق ہو؟“

”سو فیصدی۔“ ہما نے جواب دیا۔ لیکن اس کے لہجے میں ایک کسک تھی ایک کراہ تھی۔

”خواہ مخواہ اس حسین ماحول کو تباہ کر دیا۔ اب اس موضوع کو تبدیل کر دیا جائے ورنہ ہم چلے۔“ میں نے کہا۔

”جی نہیں ابھی گلو خلاصی نہیں ہوگی آپ کی۔ بہر حال ہم لوگ آپ کے ان جذبوں کی گہرائیاں تلاش کریں گے۔ ان کی پیدائش کی وجوہ تلاش کریں گے۔ پھر اس موضوع پر آپ سے گفتگو کی جائے گی۔“

”اس وقت اگر مجھے اجازت مل جائے تو دعائیں دوں گی۔“ ہما نے کہا۔

”بیٹھ جاؤ شرافت سے ہما ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔“ فریحہ چمک کر بولی۔ کافی دیر اس دلچسپ گفتگو میں گذر گئی۔ پھر تنویر نے ایک تجویز پیش کی۔ ”ہر شخص اپنی اپنی پسند کا ایک شعر سنائے۔“

”خدا خیر کرے۔ آپ کو شاعری کیوں ہو گئی۔“ فریحہ بولی۔

”نہ ہوں فریحہ بھابی۔ میری تائید ہی میں خیریت ہے آپ کی ورنہ سوچ لیں اثرات دور تک جا سکتے ہیں۔“ تنویر نے کہا۔

”تو میں انکار کب کر رہی ہوں۔ بسم اللہ۔“ فریحہ نے فوراً ہتھیار ڈال دیے۔ قرعہ اندازی ہوئی پہلا نمبر محسن کا نکلا۔ دیر تک وہ نخرے کرتا رہا۔ پھر بولا۔ ”میں صرف اپنا شعر سنا سکتا ہوں اور حسبِ حال شعر موزوں کرنے کے لیے کاغذ قلم درکار ہوگا۔ اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لیا جائے۔"

"آپ کو فرار ہونے کا کوئی موقع نہیں ملے گا۔ ابھی پیش ہوں۔" فریحہ نے کہا۔ پھر سب لوگوں کو کاغذ اور قلم دے دیے گئے۔ اور سب ہی مصروف ہو گئے۔ مجھے بھی یہ کام کرنا پڑا تھا۔ پھر محسن نے پہلا شعر سنایا۔ ارشاد ہے:

خواب سے تیری اداؤں نے جگایا ہے مجھے
تیرے انداز کو، کیا ہوش ربا نظم کروں

"تائید کرتی ہوں اس شگنی سے پہلے محسن بھیا دوپہر کو بارہ بجے تک سوتے تھے۔" تنویر نے کہا۔

دوسرا نام ہما کا نکل آیا تھا۔ اس نے کہا "میرا شعر صرف شعر ہے۔ اور محسن بھائی کی طرح میں نے اسے نام سے منسوب نہیں کر لیا ہے۔ چنانچہ اسے صرف شعر سمجھا جائے۔"

"ارشاد ارشاد۔" تنویر اور فریحہ نے بیک وقت کہا۔

سجائے رہتے ہیں چہرے پہ جو ہنسی کی کرن
نہ جانے روح میں کتنے شگاف رکھتے ہیں

"صرف شعر ہے۔ اللہ کے واسطے اسے صرف شعر سمجھا جائے۔" فریحہ مضحکہ خیز انداز میں بولی۔

تیسرا شعر مجھے پڑھنا پڑا تھا:

اب چھوڑیے بھی آپ مرے حسن کا بیاں
اللہ شرم آتی ہے، جانے بھی دیجیے،

فریحہ نے پڑھا:

کچھ تو ہی مرے درد کا مفہوم سمجھ لے
ہنستا ہوا چہرہ تو زمانے کے لیے ہے

"حسب حال تو نہیں ہے؟" تنویر نے تشویش سے پوچھا۔

"قطعی نہیں کم از کم میرے حسب حال نہیں۔" فریحہ نے کہا۔

"اشارہ کس کی طرف ہے یہی بتا دیجیے۔"

"میں اشارے بازی نہیں کرتی۔" فریحہ نے جواب دیا۔ "چلو شعر سناؤ۔"

"آج کی نہیں۔ کل کی بات ہے۔" تنویر شوخی سے بولی۔

کل یار کی محفل میں یار و انداز بڑا شاہانہ تھا
شمع تھی گھنٹہ گھر سے بڑی، ہاتھی سے بڑا پروانہ تھا

"لاحول ولا قوۃ۔ یہ ذوق ہے تمھارا۔" محسن نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"شکریہ۔ بندی کس قابل ہے۔" تنویر نے آداب کرتے ہوئے کہا۔ وہ کاغذ کا پرزہ اس کے ہاتھ میں تھا جس پر اس نے اپنا شعر لکھا تھا۔ اس نے اس پرزے کو پھینکنے کی بجائے سنبھال کر رکھ لیا تھا۔ اس وقت تو میں نے غور نہیں کیا لیکن فریحہ نے جب آج کی محفل کی یادگار کے طور پر سب کے تحریر کردہ اشعار مانگے تو تنویر نے اپنا پرزہ جلدی سے پیچھے ہٹا لیا۔ "جی نہیں۔ میں اپنی تحریر کسی کو دینے کی قائل نہیں ہوں۔" یہ کہہ کر اس نے پرزہ اپنے پرس میں ٹھونس لیا۔ اسی وقت ہما اٹھ کھڑی ہوئی۔

"سوری مجھے جانا ہے۔" ہما کی بات پر سب اس طرف متوجہ ہو گئے۔ تنویر کے کاغذ کا پرزہ پرس کے بجائے نیچے گر پڑا تو میں نے بس یونہی بے خیالی میں اسے اٹھا لیا۔ ہما کے ساتھ سب اٹھ گئے تھے۔

"میں چھوڑ آؤں ہما۔" میں نے پیش کش کی۔

"ڈرائیور ساتھ ہے کوئی دقت نہیں ہوگی۔" ہما نے کہا۔ ہم لوگ اسے باہر تک چھوڑنے آئے۔ ہما خدا حافظ کہہ کر اپنی گاڑی میں جا بیٹھی اور پھر اس کی گاڑی گیٹ سے باہر نکل گئی۔

"ایک بات کہے بغیر نہ رہ سکوں گی۔ آپ دونوں کے درمیان کوئی اسرار ضرور ہے۔ نہ جانے روح میں کتنے شگاف رکھتے ہیں۔ یہ روح کے شگاف کوئی حقیقت رکھتے ہیں۔ اور تنویر تم نے ہما کی تبدیلیاں محسوس کی ہیں۔ کیا بن گئی ہے۔ نہیں صاحب نہ بتائے کوئی۔ لیکن حقیقت ایک دن منظر عام پر ضرور آ جائے گی۔" فریحہ نے کہا۔

"میرا خیال ہے ہم لوگ بھی چلیں۔" تنویر نے کہا۔

"جی تو نہیں چاہتا مگر۔" محسن بولا۔ پھر اس کے بعد ہم لوگ بھی اندر نہیں گئے۔

خوب لطف رہا تھا فریحہ کی دعوت میں، راستے میں بھی خوش گپیاں ہوتی رہیں۔ کوٹھی پہنچ کر محسن اور تنویر اندر چلے گئے۔ اور میں انیکسی میں آ گیا۔ لباس تبدیل کرتے ہوئے جیبیں ٹٹولیں تو کاغذ کا وہ پرزہ ہاتھ آ گیا جس پر تنویر نے شعر لکھا تھا۔ ہما کے مسئلے میں الجھ کر یہ کاغذ میں نے بے خیالی میں جیب میں رکھ لیا تھا۔ تنویر کے شعر پر ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ پرزہ کھول کر دوبارہ اس شعر کو پڑھا اور حیران رہ گیا۔ یہ وہ شعر نہیں تھا جو تنویر نے سنایا تھا۔ پرزے پر لکھا تھا۔

اے چشم ساقی کیوں اتنا تغافل
رہ رہ گئے ہم ساغر اٹھا کر

تنویر کی تحریر تھی، وہی پرچا تھا، لیکن شعر۔ ایک لمحے کے لیے ذہن الجھ گیا۔ تنویر۔ اس نے یہ شعر لکھا تو پڑھا کیوں نہیں۔ چھپایا کیوں اسے؟ اے چشم ساقی کیوں اتنا تغافل۔ مطلب؟ اس کی نگاہیں یاد آئیں اس کا استفسار۔ ہما سے اس کی دلچسپی۔ میری ایک بات "ہما کا خیال رکھا جائے"۔ اس نے گرہ میں باندھ لی تھی۔ کیوں؟

دل کچھ اشارے کرنے لگا۔ لیکن عقل نے سنبھالا "سنبھلو

غزالی یہ حسین نظر کوئی المیہ نہ بن جائے۔ تنویر حسن صاحب کی بیٹی اور محسن کی بہن ہے اور یہ سب تمھارے محسن ہیں۔ ان کے احسان کو مٹی میں نہ ملا دینا۔ اتنی سی بات کو افسانہ بنانا ٹھیک نہیں ہے۔

یہ رات تنویر کے نام تھی۔ نہ جانے کب نیند آئی۔ آخری سوچ یہی تھی کہ اس شعر پر غور نہ کیا جائے۔ دوسری صبح دفتر نہیں جانا تھا۔ حسن صاحب کی ہدایت تھی کہ پہلے اس مسئلے سے نمٹ لیا جائے۔ ابھی تک ان سے رابطہ قائم نہیں ہو پایا تھا۔ لیکن پارٹی لیڈر کی حیثیت دے دی گئی تھی اس لیے سنجیدگی سے ان معاملات پر غور بھی کرنا تھا۔ حسن صاحب کی ڈائری میرے پاس تھی۔ آج تک اسے واپس کرنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔ کوئی مشکوک حرکت نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے ایک ترکیب سوچی ڈائری پیک کر کے بذریعہ ڈاک حسن صاحب کے پتے پر پوسٹ کر دی جائے۔ ویسے بھی اسے قبضے میں رکھنے کی کوئی تک نہیں تھی۔ ضرورت ہوئی تو پھر بھی مل سکتی ہے بہرحال بوڑھے کے ملنے کی کوئی امید نہیں تھی البتہ ندرت نے دل و دماغ لیمار کھے تھے۔ وہ کیا کرتی پھر رہی ہے؟ کار کس کی تھی؟ اور وہ مال کھیڑہ کیوں گئی تھی؟ یہ خیالات ذہن میں آتے تو دماغ چک پھیریاں کھانے لگتا تھا لیکن ان کا حل جانا ناممکن ہی نظر آتا تھا۔ دوسرے لوگوں سے میں بالکل متفق تھا کہ اگر اس سلسلے میں کچھ کرنا ہے تو اب ان اوپری جھگڑوں میں پڑنے کی بجائے ویلینی کی تلاش سے آغاز کرنا چاہیے۔ اور اس سلسلے میں ایک لائحہ عمل ضروری تھا چنانچہ آج ہی کام کرنا تھا۔

حسن صاحب شاید دفتر چلے گئے تھے۔ حسن صاحب کے بارے میں کچھ پتا نہیں چل سکا۔ میں ایک ریپنگ پیپر تیار کر کے ڈائری پیک کرنے میں مصروف ہو گیا۔ ابھی اس کام سے فارغ نہیں ہوا تھا کہ کریم بابا آ گئے۔ "طبیعت تو ٹھیک ہے میاں، آج دفتر جانے کا ارادہ معلوم نہیں ہوتا؟"

"ہاں کچھ بیرونی ذمہ داریاں دی ہیں حسن صاحب نے۔ ممکن ہے کریم بابا طویل عرصہ کے لیے ملک سے باہر جانا پڑے۔"

"خوشی کی بات ہے۔ ترقی ہو رہی ہے۔ خدا خوش رکھے۔" کریم بابا نے مطمئن انداز میں کہا اور اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے۔

میں نے ڈائری پیک کی اور باہر نکل آیا۔ ایک بالکل ہی غیر متعلقہ علاقے کے پوسٹ آفس سے وہ ڈائری حسن صاحب کو رجسٹرڈ کر دی اور پھر آوارہ گردی کرنے لگا۔ کافی وقت ایک ریستوران میں گزارا۔ میرے تبت جانے میں کوئی دقت نہیں تھی۔ حسن صاحب اور طاہر علی بھی ساتھ چل سکتے تھے۔ لیکن اگر وہ ابھی نہ جا سکتے تو آسٹن کو ساتھ لے جایا جا سکتا تھا۔ ٹائیگر جنگ لی کے بارے میں حسن صاحب نے بتایا تھا۔ ایسا آدمی کام کا ثابت ہو سکتا تھا۔

بہرحال مسئلہ یہ تھا کہ اب بوڑھے یا ندرت کے چکر میں پڑنا وقت ضائع کرنے کے مترادف تھا۔

ریستوران سے باہر نکلا، کافی دیر تک مارا مارا پھرتا رہا۔ اور پھر واپس کوٹھی چل پڑا۔ انیکسی میں پہنچا تو ہدایت کو دیکھ کر چونک پڑا۔ ہدایت سلام کر کے کھڑا ہو گیا۔

"کیا رہا؟"

"نمبر معلوم ہو گیا صاحب۔ ڈی بی ۱۸۰۲ تھا۔ بابو نے اچھی طرح نمبر دیکھا تھا۔"

میں نے بے اختیار گھڑی دیکھی اور واپس پلٹ پڑا۔ "آؤ ہدایت ابھی وقت ہے۔" ہدایت کچھ پوچھے بغیر میرے ساتھ چل پڑا۔ میں نے کار میں بیٹھ کر برق رفتاری سے رجسٹریشن آفس کا رخ کیا۔ یہاں تھوڑی سی کوشش کرنی پڑی اور گاڑی کے مالک کا پتا چل گیا۔ یہ کوئی آر پی بھٹناگر تھا۔ پتا بھی لکھا ہوا تھا۔ ہم اس پتے کو نوٹ کر کے چل پڑے۔ آر پی بھٹناگر کی کوٹھی ایک شاندار علاقے میں تھی۔ گیٹ کے سامنے ہی ہدایت چیخ پڑا "وہ۔ وہ کار کھڑی ہے صاحب" میں نے بھی کار دیکھ لی تھی۔

ہم دونوں دروازے سے اندر داخل ہو گئے تھے۔ سفید ساڑھی میں ملبوس درمیانی عمر کی ایک عورت برآمدے میں کھڑی سوالیہ نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہی تھی۔

"بھٹناگر صاحب سے ملنا ہے۔ کیا وہ موجود ہیں؟"

"وہ بے چارے کہاں جائیں گے آئیے!"

"شکریہ آپ کون ہیں ان کی؟"

"بڑے بھیا ہیں وہ میرے۔ ہم دونوں بہن بھائی رہتے ہیں یہاں مگر آپ کو ان سے کیا کام ہے؟"

"بس کچھ ضروری معلومات حاصل کرنی تھیں۔ آپ انھیں ہمارے بارے میں اطلاع دے دیں۔"

عورت ہمیں ڈرائنگ روم میں لے گئی اور پھر خود اندر چلی گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک ادھیڑ عمر شخص کے ساتھ اندر داخل ہوئی جو ایک وہیل چیئر پر بیٹھا ہوا تھا۔

"میں آپ لوگوں کو نہیں جانتا۔" اس نے بغیر کسی تمہید کے کہا۔

"یقیناً یہ ہماری پہلی ملاقات ہے مسٹر بھٹناگر کچھ معلومات درکار ہیں آپ سے؟"

"کس سلسلے میں؟" اس نے پوچھا۔

"باہر ایک گاڑی کھڑی ہوئی ہے ڈی بی ۱۸۰۲ وہ آپ کی ہے؟"

"ہاں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تین دن قبل یہ کس کے استعمال میں تھی؟" میں نے اس شخص کے چہرے پر نگاہ جما کر کہا۔

وہ چونک پڑا "کوئی حادثہ ہو گیا کیا، کوئی خاص بات ہے؟" اس نے گھبرائے ہوئے انداز میں پوچھا۔

"مسٹر بھٹناگر، براہ کرم پہلے ہمارے سوالات کے جواب دے دیں۔ بعد میں آپ کو تفصیل بتا دی جائے گی۔"

"آپ لوگ۔ میرا مطلب ہے آپ کا تعلق؟"

"جی ہاں ہمارا تعلق انتظامیہ سے ہے۔ اگر آپ نے کوئی بات چھپانے کی کوشش کی تو مصیبتوں کا شکار ہو سکتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"میری تو زندگی پہلے ہی میرے لیے مصیبت بن گئی ہے بھیا۔ جوڑوں کے درد کا مریض ہوں، السر کا شکار ہوں۔ پچھلے دنوں ایک آفت مسلط ہو گئی تھی ہم پر، ایک انوکھی آفت، وہ پریشان حال آئی تھی کلونتی سے ملی اور کہا کہ اسے سر چھپانے کا ٹھکانا چاہیے۔ کلونتی اسے میرے پاس لے آئی۔ تم لوگ یقین کرو یا نہ کرو وہ جادوگرنی تھی۔ آنکھوں میں دیکھتی تھی تو دماغ سو جاتا تھا۔ دل اندر سے کہتا تھا کہ جو وہ کہہ رہی ہے کرو۔ ہم اس کے غلام بن گئے تھے۔ میرا چھوٹا سا کاروبار ہے۔ بیٹی بیٹے ہیں میرے لیکن سب نے مجھے چھوڑ رکھا ہے، بس میری بہن کلونتی میرے ساتھ رہتی ہے۔ وہ آرام سے یہاں رہنے لگی۔ یہ کار اسی کے استعمال میں تھی۔ جس دن کی تم بات کر رہے ہو اس دن سے ایک دن پہلے وہ گاڑی لے کر گئی تھی چالیس گھنٹے غائب رہی پھر کسی لمبے سفر سے واپس آئی تھی وہ۔ کہاں گئی تھی اور کیا کر کے آئی تھی ہمیں نہیں معلوم۔ کار اسی کے پاس تھی۔"

"اب کہاں ہے وہ؟" میں نے پوچھا۔

"کل شام چلی گئی۔ ہمارا بہت شکریہ ادا کر کے گئی ہے۔ بڑے خوش تھے ہم جان چھوٹ جانے سے مگر بھیا کیا مصیبت کھڑی کر گئی ہے وہ ہمارے لیے؟"

"آپ بالکل پریشان نہ ہوں بھٹناگر صاحب، بات آپ کی نہیں اس کی ہے۔ ہمیں صرف اس کی تلاش ہے چونکہ اسے اس کار میں دیکھا گیا تھا اس لیے ہم آپ تک پہنچے۔ وہ کہاں گئی ہے؟"

"نیپال۔" کلونتی نے جواب دیا۔

"اس نے آپ کو بتایا تھا؟"

"نہیں۔ میں نے اس کا پاسپورٹ اور کاغذات دیکھے تھے اس وقت جب وہ غسل خانے میں تھی۔ انھیں کاغذات میں اس کا ہوائی ٹکٹ تھا۔ کل ہی کی تاریخ تھی اس پر۔"

"وہ کتنے دن آپ کے پاس رہی؟"

"ایک ہفتے کے قریب۔"

"اس دوران کوئی اس سے ملنے بھی آیا۔ یا کسی نے اس، فون وغیرہ پر بات چیت کی؟ فون تو ہے آپ کے ہاں؟"

"ہاں۔ کل شام کو ہی وہ فون پر کسی سے بات کر رہی تھی اس سے پہلے اس نے کبھی یہاں سے کسی کو فون نہیں کیا۔ نہ ہی کوئی اس سے ملنے آیا۔" بھٹناگر کے بجائے کلونتی نے جواب دیا۔

"میں تو جوڑوں کے درد کا مریض ہوں۔ گھر کی ساری دیکھ بھال بے چاری کلونتی۔" بھٹناگر نے پھر کہا لیکن اس کی بات پوری ہونے سے قبل میں کھڑا ہو گیا۔ "اجازت دیجیے بھٹناگر صاحب۔ آپ اطمینان رکھیں۔ آپ کو مزید کوئی پریشانی نہیں ہو گی۔" میں نے ان لوگوں کے بارے میں اندازہ لگا لیا تھا۔ سیدھے سادے لوگ تھے۔ اور ایک ایک لفظ سچ بول رہے تھے۔

راستے میں ہدایت سے کوئی بات چیت نہیں ہوئی۔ میرا ذہن سوچ میں ڈوبا رہا۔ فضائی کمپنی سے ندرت کی روانگی کی تصدیق ہو سکتی تھی۔ لیکن اس کی جلدی نہیں تھی۔ میں تو یہ سوچ رہا تھا کہ وہ نیپال کیوں گئی ہے۔ اب تک کے حالات سے یہی اندازہ ہوتا تھا کہ ندرت کا بوڑھے سے گہرا تعلق ہے۔ وہ اتفاقیہ طور پر حسن صاحب کو ملی اور وہاں سے گم ہو گئی۔ یقیناً اس وقت بھی وہ بوڑھے کے پیچھے تھی۔ پھر وہ بوڑھے کا پتا لگاتی ہوئی اس ملک میں آئی اور یہ صرف اتفاق تھا کہ جس جگہ بوڑھا مقیم تھا وہ حسن صاحب ہی کی کوٹھی تھی۔ اس کی پرانی شناسائی بھی کام آئی۔ اگر نہ ہوتی تب بھی ندرت جیسی پراسرار لڑکی کے لیے اس گھر میں جگہ بنا لینا مشکل نہیں تھا۔ جس طرح اس نے بھٹناگر کے چھوٹے سے خاندان پر بہ آسانی تسلط جما لیا تھا۔ ندرت کی اس پراسرار قوت کا مشاہدہ میں بذات خود کر چکا تھا۔ حسن صاحب بتا چکے تھے اور اب بھٹناگر نے بھی یہی کہانی سنائی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ اس نے خود ہی حسن صاحب کے اہل خاندان سے الگ تھلگ رہنا پسند کیا تھا۔ ورنہ وہ چاہتی تو یہاں موجود ایک ایک فرد اس کا مطیع ہو جاتا۔ لیکن اس نے ایسی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ اس نے بوڑھے پر داور کے مظالم کیوں برداشت کیے تھے جبکہ وہ اپنی قوتوں سے کام لے کر اس کے لیے اس عذاب سے نجات کی آسانی بھی فراہم کر سکتی تھی۔ وہ بوڑھے سے اپنے لگاؤ کو کیوں چھپانا چاہتی تھی۔ اس کی بھی ایک وجہ سمجھ میں آتی تھی۔ ممکن ہے وہ اس کی دماغی کیفیت درست ہونے کا انتظار کر رہی ہو۔ ظاہر ہے کہ وہ اس سے لاعلم تو نہ ہو گی کہ حسن صاحب بوڑھے کا علاج کرا رہے ہیں۔ ہاں جو سازش میک بلاڈن کر رہا تھا وہ اس کے علم میں نہ ہو گی۔ اس کا مطلب یہ

کہ اسے صرف بوڑھے سے دلچسپی تھی اور یہ دلچسپی کسی خزانے کے حصول کے سلسلے میں نہیں ہو سکتی تھی ورنہ اس کے لیے ندرت کی آنکھوں سے آنسو نہ بہتے۔ ویلینی سے ندرت کا کوئی بھی تعلق ہو لیکن وہ کنور ریبھات سنگھ کے شکار بنگلے سے بوڑھے کے اغوا میں ملوث نہیں تھی۔ کیونکہ ابھی تک اس کے ساتھ کسی دوسرے کی شمولیت کا کوئی نشان نہیں ملا تھا۔ البتہ یہ ہو سکتا تھا کہ وہ اس اغوا سے واقف ہو گئی ہو۔ یقیناً وہ بوڑھے کا سراغ لگاتی ہوئی مان کھیڑہ تک پہنچی تھی۔ اور اسے علم ہو گیا تھا کہ اسے کہاں لے جایا گیا ہے۔ واقعات کی ایک زنجیر بنتی جا رہی تھی۔ نیپال وہاں سے تبت۔ بار بار یہی علاقہ سامنے آ جاتا تھا۔ گویا ندرت کی وہاں روانگی اس بات پر دلالت تھی کہ بوڑھے کو نیپال لے جایا گیا ہے۔

کوٹھی پہنچا تو حسن صاحب سامنے ہی نظر آ گئے۔ آسٹن کے ساتھ لان پر ٹہل رہے تھے۔ "آؤ ہدایت لیکن اس وقت کی میری کارروائی کے سلسلے میں زبان بند رکھنا۔" میں نے کہا۔

"آپ اطمینان رکھیں جناب۔" ہدایت نے کہا اور میں اس کو ساتھ لے کر حسن صاحب کے پاس پہنچ گیا۔

"ہیلو غزالی، کہیں گئے تھے؟"

"جی۔" میں نے جواب دیا اور پھر بولا۔ "ہدایت کو اس کی نئی ذمہ داری بتا دیں حسن صاحب۔ میں نے اسے اس کی ملازمت پر بحال کر دیا ہے۔"

"ٹھیک ہے تم اپنی جگہ پر جاؤ، یہاں کی صفائی وغیرہ کر لو۔ بعد میں کوئی کام تمھیں دے دیا جائے گا۔"

ہدایت سلام کر کے چلا گیا۔ تب حسن صاحب میرے اور آسٹن کے ساتھ لان کی کرسیوں پر آ بیٹھے۔ "ہاں بھئی کیا فیصلہ کیا تم نے؟"

"ویلینی کی تلاش ہمارا بنیادی مسئلہ ہے۔"

"اور اس کے لیے تبت جانا ضروری ہے۔ ہم یہ سوچ رہے تھے غزالی کہ جاپان میں بوڑھے کی رہائش گاہ کے بارے میں چھان بین کیوں نہ کریں۔ ممکن ہے وہاں سے ویلینی کی کوئی نشاندہی ہو سکے۔"

"اس میں بہت طوالت ہو جائے گی۔ اس کے برعکس میں یہ چاہ رہا تھا کہ کوئی ایسی ترکیب ہو جائے جس کے ذریعے اس تک پہنچنے کے راستے مختصر ہو جائیں۔"

"تبت کے بارے میں تمھاری جغرافیائی معلومات کیا ہیں؟"

"صرف عام سی معلومات حاصل ہیں۔ ہندوستان سے وہاں داخل ہونے کے کئی راستے ہیں۔ نیپال کا راستہ بھی اختیار کیا جا سکتا ہے۔ لداخ زکن سے بھی وہاں داخل ہوا جا سکتا ہے۔ یا کسی بھی ہمالیائی راستے سے۔ لیکن میرے خیال میں کام لہاسہ سے شروع کیا جائے تو بہتر ہے۔"

"ہاں کسی صحیح جگہ کا تو کوئی تعین نہیں ہے۔ میں نے تم سے چانگ لی کا تذکرہ کیا تھا؟"

"جی ہاں۔"

"چانگ لی تسانگ ڈسٹرکٹ کے کیپٹل شیگاتسی میں مل سکتا ہے۔ میں تمھیں اس کا پورا پتا دوں گا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ وہاں تمھارے لیے پہلا معاون ثابت ہو گا۔"

"یقیناً، وہاں قدم جمانے کے لیے ابتدا میں کسی سہارے کی ضرورت ہو گی۔ لیکن میں کوئی قدم اٹھانا چاہتا ہوں، جس کی مدد سے وہاں ویلینی کی تلاش میں آسانیاں ہو جائیں۔"

"کوئی پروگرام ہے تمھارے ذہن میں؟"

"بس یوں سمجھ لیں اٹکا ہوا ہے کسی بھی لمحے باہر آ جائے گا۔"

"کنور مسلسل رابطہ قائم کیے ہوئے ہے ممکن ہے کل آ جائے۔ آج ہی مجھے اس کا فون موصول ہوا ہے۔"

"بہرحال یہ فیصلہ آخری ہے کہ ہمیں تبت روانہ ہونا ہے۔"

دیر تک ہم اس موضوع پر گفتگو کرتے رہے اور اس کے بعد میں نے ان سے اجازت طلب کر لی۔ ذہن سخت الجھا ہوا تھا ندرت بار بار یاد آ جاتی۔ دل یہ کہتا کہ کچھ بھی تھا وہ مجھ سے تعاون چاہتی تھی۔ خود کیا کر رہی تھی کیا کرنے کی خواہش مند تھی اس کے بارے میں کوئی پیش گوئی نہیں کی جا سکتی تھی لیکن میرا خیال تھا کم از کم وہ لڑکی خزانے کے لیے سرگرداں تو نہیں ہو سکتی۔ ویلینی سے اس کی شکل ملتی تھی اور ویلینی بوڑھے سے متعلق تھی یہ کسی رشتے کا مسئلہ بھی ہو سکتا تھا۔

اینکسی میں آ گیا تھا لیکن دل نہیں لگ رہا تھا۔ فون کر کے محسن کے بارے میں معلوم کیا تو تنویر نے فون ریسیو کیا۔ "غزالی صاحب۔" وہ آواز پہچان کر بولی۔

"ہاں محسن شاید موجود نہیں ہیں۔"

"کہیں گئے ہوئے ہیں۔ آپ اینکسی سے بول رہے ہیں؟"

"جی ہاں۔"

"یہاں آ جائیے نا۔"

"مناسب نہ ہو گا تنویر۔ آنے کا کوئی مقصد تو ہو۔"

"آپ خود کو یہاں سے اجنبی رکھ کر کن سے فاصلے پیدا کرنے کے خواہش مند ہیں یہ ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا۔"

"وہ فاصلے تنویر جو قدرتی ہوتے ہیں۔ میں محسن کا دوست ہوں۔ لیکن اس گھر کا نمک خوار بھی ہوں یہاں سب لوگ کشادہ ذہن ہیں۔ محبتیں نبھانا اور قائم کرنا جانتے ہیں۔ اگر ان پیار کرنے والوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کو مجھ سے کوئی شکایت پیدا ہو تو میری اپنی کیفیت کیا ہوگی۔ میرے سینے میں دھڑکنے والا دل بھی تو ان کی خوشنودی چاہتا ہے۔ میں انھیں کسی شکایت کا موقع دے کر کیسے زندہ رہ سکتا ہوں۔"

تنویر خاموش ہوگئی۔ میں نے دبے لہجے میں اس سے سب کچھ کہہ دیا تھا۔ چند لمحوں کے بعد وہ بولی" آپ جیسا مناسب سمجھیں۔" اس کے لہجے میں یاسیت تھی۔ پھر وہ بولی" بھیا سے کوئی کام ہے؟"

"نہیں بس دل گھبرا رہا تھا۔"

"آجائیں گے تو ان سے کہہ دوں گی اگر فاصلوں کی بات نہ ہوتی تو میں خود آجاتی۔ لیکن۔ لیکن مجھے آپ کی زندگی عزیز ہے۔" یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔ میں دیر تک ریسیور ہاتھ میں لیے بیٹھا رہا۔ پھر میں نے ٹھنڈی سانس لے کر ریسیور رکھ دیا۔ تنویر کو میں نے سنبھلنے کا موقع دیا تھا بشرطیکہ یہ میری غلط فہمی نہ ہو۔ ریسیور رکھا تو فون کی گھنٹی بج اٹھی اور میں نے دوبارہ ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو۔ مسٹر غزالی سے بات کرنی ہے۔"

"کون صاحب بول رہے ہیں؟"

"قادر۔"

"اوہ قادر میں غزالی ہی بول رہا ہوں۔"

"خدا کا شکر ہے تم ملے تو سہی۔ کتنے فون کیے ہیں میں نے کچھ معلوم ہوا تمھیں۔"

"آج ہی واپس آیا ہوں۔"

"پتا چلا تھا کہ کہیں گئے ہوئے ہو۔ سب خیریت تو ہے نا؟"

"ہاں بالکل۔"

"ملاقات تو کر لو بھلے آدمی۔ محبت ہوگئی ہے تم سے۔ اچھے وقت کی یادگار ہو۔ ورنہ ہم لوگوں کو محبتیں کرنے کا موقع کہاں ملتا ہے۔"

میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا پھر کہا" اس وقت کیا کر رہے ہو، فرصت ہے؟"

"تمھارے لیے تو ساری زندگی فرصت ہے غزالی بھائی۔ آجاؤ۔ آ رہے ہو؟"

"ہاں کچھ کیتیں ہی رہیں گی۔" میں نے کہا اور پھر لباس تبدیل کر کے باہر نکل آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں قادر کے آفس میں داخل ہو رہا تھا۔ دو آدمی اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے کھڑے ہو کر میرا استقبال کیا اور پھر ان سے بولا" میں بہت جلد بندوبست کر کے آپ کو اطلاع دوں گا۔ جو ذمہ داری میں نے سنبھالی ہے آپ اطمینان رکھیں اسے پورا کروں گا۔"

"اوکے۔" ان میں سے ایک نے کہا اور دونوں اٹھ گئے۔ تب قادر بولا" کہاں چلے گئے تھے غزالی۔ بہت بار فون کیا مگر بات ہی نہیں ہوئی۔ اس کام کا کچھ ہوا؟"

"بوڑھے کا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں یار اس کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے شرم آتی ہے مجھے۔" قادر نے کہا۔

"نہیں قادر ابھی تک کچھ نہیں ہو سکا۔ البتہ کچھ خبریں ملی ہیں اس کے بارے میں۔" میں نے یونہی روا روی میں کہا۔

"کیا خبریں ملی ہیں کچھ میرے دل کو بھی تسلی دو۔"

"وہ لمبا نکل چکا ہے۔"

"امریکہ، فرانس، برطانیہ کہاں نکل گیا ہے ماں کا جنا، کچھ پتا تو چلے۔" قادر نے کہا۔

"سنا ہے نیپال پہنچ گیا ہے۔"

"نیپال؟" قادر چونک کر بولا۔

"ہاں اطلاع یہی ہے۔"

"کچھ پتا نشان مل سکتا ہے۔ خدا کی قسم اگر وہ نیپال، تبت یا بھوٹان میں ہے تو ماں کے جنے کو پکڑ لاؤں گا وہاں سے، تم کچھ نشان تو بتاؤ۔"

"کیسے قادر؟" میرے ذہن میں بجلی سی کوند گئی۔

"قادر کے ہاتھ اب کافی لمبے ہو چکے ہیں غزالی بھائی اور پھر یہ علاقے تو اپنے لیے سب سے زیادہ دھندے کے علاقے ہیں۔ ابھی جو یہ دونوں اٹھ کے گئے ہیں لہاسہ سے آئے تھے۔ گوالاسندھا کے علاقے میں ان کی گانجے کی سب سے بڑی کاشت ہے۔ ابھی کچھ دن قبل دس من گانجا امریکہ پارسل کیا تھا۔ بیس لاکھ روپے کا سودا تھا۔ بیس پرسنٹ اپنا۔ کام فرسٹ کلاس ہوا تھا اس لیے اب ان سے پارٹی ہو گئی ہے۔"

"مگر یہ لوگ وہاں کے مقامی تو نہیں تھے۔"

"مشرق وسطٰی کے ہیں یہ۔ مگر وہاں بڑی حیثیت رکھتے ہیں۔ گوالاسندھا میں فیکٹری بنا رکھی ہے انھوں نے، وہاں گانجے اور بھنگ کی مصنوعات تیار ہوتی ہیں۔ یہاں سے کچھ کیمیکل لینے آئے تھے جو آسانی سے نہیں نکل سکتا۔ سودا میرے ذریعے ہوا ہے، مال بھی مجھے ہی ڈسپوز کرنا ہے مگر جس راستے سے کام کرنا تھا وہاں کچھ بدلیاں ہو گئی ہیں، کیمیکل کی انھیں فوری ضرورت ہے اور مجھے کام کے آدمیوں کا انتظار کرنا پڑ رہا ہے۔ ممکن ہے مجھے خود جانا پڑے۔"

میرا ذہن ان تمام معلومات کو تیزی سے ہضم کر رہا تھا۔ ایک نئی سوچ ابھر رہی تھی۔ میں خاموشی سے قادر کی شکل دیکھتا رہا۔

"تم مجھے کچھ اور اتا پتا دو تو میں اس بوڑھے کو۔۔۔۔"

"قادر۔ تبت کے علاقے کے دوسرے حصوں میں بھی تمھاری جان پہچان ہو گی؟" میں نے اس کی بات پر توجہ دیے بغیر پوچھا۔

"ہاں کیوں نہیں۔ منشیات سب سے زیادہ مقدار میں ادھر

ے ہی آتی ہیں۔ کھٹمنڈو میں بہت بڑا مرکز ہے ان کی کھپت کا۔ میں نے ان علاقوں میں کافی لوگوں سے شناسائی کی ہوئی ہے۔"

"تم وہاں کب جاؤ گے؟" میں نے سوال کیا۔

"شاید بہت جلد، اس سودے کو چھوڑوں گا نہیں۔ اسی طرح ساکھ بنتی ہے کچھ زیادہ رقم خرچ کرنی پڑ جائے گی اس لیے سوچ ہا ہوں کہ انتظار کر لوں۔"

"تم اگر جاؤ گے تو کون سے راستے سے جاؤ گے؟"

"ہم جیسے لوگوں کے راستے ذرا دوسرے ہوتے ہیں غزالی بھائی آپس کی بات ہے سرحدیں ملی ہوتی ہیں بھائی چارے میں ام چل جاتا ہے۔"

"اگر میں بھی تمھارے ساتھ جانا چاہوں تو؟"

"مذاق کر رہے ہو؟"

"بالکل سنجیدہ ہوں قادر۔"

"تو کوئی مشکل ہی نہیں ہے۔ طریقے میں بتا دوں گا جب دل چاہے جاؤ جب دل چاہے آجاؤ۔ مگر تم کیوں جانا چاہتے ہو؟"

"وہاں مجھے کچھ لوگوں کی تلاش ہے۔"

"بوڑھے کے علاوہ؟"

"ہاں۔"

"تمھارا چکر کیا ہے غزالی بھائی یہ آج تک اپنی سمجھ میں نہیں آیا۔ ہم نے بھیجا بھی نہیں لڑایا کیونکہ بات یاروں کی ہے لیکن یہ سمجھ لو کہ یورپ وغیرہ کی بات دوسری ہے جہاں چاہو گے آسانیاں مل جائیں گی۔"

"کسی ویلینی کا نام سنا ہے تم نے؟" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔

"کیا کرتی ہے؟"

"یہ نہیں معلوم!"

"مشکل ہے اپنی فیلڈ کی ہوتی تو کوئی بڑی بات نہیں تھی کوئی نہ کوئی اس کا جاننے والا نکل آتا۔ تمھیں اس کی تلاش ہے؟"

"ہاں اس کی بھی۔"

"ہوں یہ پتا چل جاتا کہ ہے کون۔ کوئی مشہور عورت ہے یا بس یونہی غلط دھندے کرتی ہے یا شریف عورت ہے۔ اتا پتا ملتا تو علاقے کا تعین کر کے اس کی تلاش مشکل نہ ہوتی۔"

"ہوں۔ امکان اسی بات کا ہے کہ اس کے راستے شریفانہ نہ ہوں گے۔ دوسری جنگ عظیم میں وہ جاسوسی کرتی رہی ہے اور اب تبت میں اس کی موجودگی کا پتا چلا ہے۔"

"پھر تو بڑی چیز ہوئی۔ میں اس کے بارے میں نہیں جانتا لیکن اگر تم ان علاقوں میں نکل جاؤ تو شاید کچھ پتا چل جائے۔ اس بات کا اطمینان رکھو کہ وہاں تمھیں ہر طرح کی مدد مل جائے گی۔"

"قادر میں کل شام کو تمھارے پاس آؤں گا۔ اس سلسلے میں یقیناً مجھے تمھاری مدد کی ضرورت ہوگی۔"

"میں تیار ہوں۔" قادر نے کہا۔ پھر اس نے میری خاطر مدارت کی اور میں ذہن میں سینکڑوں خیالات لے کر وہاں سے نکل آیا۔ راستے بھر اسی بارے میں سوچتا رہا۔ دوسرے دن گیارہ بجے ایجنسی کی کھڑکی سے ایک شاندار کار کوٹھی میں داخل ہوتے دیکھی۔ کھڑکی ہی سے یہ بھی دیکھا کہ کنور پربھات کے ساتھ بلائے جان بھی نیچے اتری تھی یعنی کماری اوشا۔ میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ اس مصیبت سے ملے بغیر چلا آیا لیکن اب فرار مشکل تھا۔

خود وہاں جانے کی کوشش نہیں کی لیکن آدھے گھنٹے کے اندر سے بلاوا آگیا۔ ڈرائنگ روم میں نشست جمی ہوئی تھی۔ سب موجود تھے بیگم حسن، تنویر، اوشا لیکن محسن نہیں تھا۔ اوشا سنہری کناری کی ایک خوبصورت ساری باندھے ہوئے تھی۔ ماتھے پر بندی لگی تھی۔ اس کا بے پناہ اور جان لیوا حسن ایک نگاہ میں دل میں اترتا محسوس ہوتا تھا۔

"ہیلو۔" کنور نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اس نے مجھ سے ہاتھ ملایا تھا۔ اوشا نے مجھے دیکھا تو چونک پڑی۔" اوہ۔ آپ بھی یہاں ہوتے ہیں۔ مجھ سے ملے بغیر چلے آئے تھے۔ اس بات کو کبھی نہیں بھولوں گی۔" اس نے دوسروں کو نظر انداز کر کے کہا۔

"کنور جی نے شاید آپ کو بتایا نہیں کماری، ہمیں بڑی جلدی میں آنا پڑا تھا۔"

"یہاں سے بچ کر بھاگو تو جانیں۔" اس نے کہا اور ہنس پڑی۔

"ہم انھیں کہاں جانے دیں گے کماری۔ تم فکر مت کرو۔" کنور نے پھیکی سی ہنسی کے ساتھ کہا" بیٹھو غزالی۔ تم تو بھول گئے لیکن ہم آسانی سے کہاں پیچھا چھوڑنے والوں میں ہیں۔"

"اس کا اندازہ مجھے بھی ہو گیا ہے۔" دروازے سے آواز آئی۔ یہ ڈاکٹر طاہر علی کی آواز تھی۔ ہما بھی ان کے ساتھ آئی تھی۔

"میں نے سنا تھا کہ تم شام تک آؤ گے۔"

"شام کا انتظار مشکل تھا اور پھر تمھاری فرمائش پر اوشا کو بھی ساتھ لے آیا۔"

"ہاں تبدیلی آب و ہوا صحت کے لیے مفید ہوتی ہے۔ اوشا کو یہاں آ کر کافی ذہنی سکون ملے گا۔ ہما یہ اوشا ہے۔ میں تمھیں اس کے بارے میں بتا چکا ہوں۔"

اوشا نے دونوں ہاتھ جوڑ کر ماتھے سے لگائے اور ہما اس کے پاس جا بیٹھی۔

"تعارف کی رسم ہو گئی بھئی۔ اب ہم بوڑھوں کو ذرا اپنی جوانی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی باتیں کرنے دو چنانچہ جواً اسے معذرت۔" حسن صاحب نے کہا اور سب اٹھ گئے۔ حسن صاحب بیگم صاحبہ سے بولے "آج دوپہر کے کھانے کے سلسلے میں باورچیوں کو تمھاری خصوصی رہنمائی درکار ہوگی بیگم۔ ویسے کنور صاحب گائے کے علاوہ ہر جانور کے دشمن ہیں۔"

"ہاں بھائی جی۔ گائے اشت پکائیں تو مجھے بتائے بغیر کھلا دیں۔" کنور پربھات نے ہنستے ہوئے کہا۔

"نہیں بھائی آپ کے جذبات کا احترام ہمارا فرض ہے۔" بیگم حسن نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"آؤ غزالی۔" حسن صاحب نے کہا تو ادشا فوراً بول پڑی

"ارے نہیں انکل حسن کچھ غلطی ہو رہی ہے آپ سے۔ انھیں کہاں لے جا رہے ہیں آپ، شاید آنٹی کے بجائے ان سے ساتھ آنے کے لیے کہہ بیٹھے۔"

"نہیں بیٹی۔ یہ اس صدی کے سب سے بوڑھے آدمی ہیں بس ذرا صحت اچھی ہے تم فکر مت کرو ہم سے نمٹ کر یہ تمھارے حصے میں آجائیں گے۔" حسن صاحب نے سادگی سے کہا اور سب ہنستے ہوئے باہر نکل آئے۔ حسن صاحب ہمیں اپنے کمرے میں لے گئے۔ طاہر علی کو انھوں نے کنور کے آنے کے بعد فون کر کے بلایا تھا۔ کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر دیا گیا۔

"سچی بات کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے بھائی آپ لوگوں کے آنے کے بعد سے ایک رات سکون سے نہیں سویا۔ بس یہی سوچتا رہا کہ نہ جانے کیا کھچڑی پک رہی ہوگی۔" کنور نے کہا۔

"کھچڑی تو واقعی مسلسل پک رہی ہے لیکن ابھی تک گلی نہیں۔"

"میں نے تقریباً سوسوکر کے سارے علاقوں میں معلومات حاصل کی ہیں کہ کسی طرح یہ پتا چل جائے کہ بوڑھے کو کس طرف سے کہاں لے جایا گیا ہے مگر کوئی پتا نہیں چل سکا۔" تنویر نے کہا۔

"بوڑھے کا فائل تو بند کر دیا گیا ہے۔" طاہر علی بولے۔

"اور وہ لڑکی؟"

"اس کے سلسلے میں بھی کچھ نہیں ہو سکا۔ کوئی اندازہ نہیں سوائے اس کے کہ وہ ویلینی نہ ہو سکتی۔"

"تو پھر اب اس کے سوا کچھ سوچنا بھی بے کار ہے کہ ہم تبت جا کر ویلینی کو تلاش کریں۔"

"ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا اور سب میری طرف متوجہ ہو گئے۔

"ضرور چیف۔ آپ کم بولتے ہیں لیکن خوب بولتے ہیں۔" طاہر علی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اگر ہم ویلینی کو پانے میں کامیاب بھی ہو گئے تو کیا کریں گے اس سے کیسے یہ بات کہلوا سکیں گے کہ وہ خزانے کے بارے میں جانتی ہے یا اگر اس نے اعتراف بھی کر لیا کہ وہ خزانے کی تفصیل جانتی ہے تو اسے کیسے مجبور کیا جائے گا کہ وہ ہمیں اس کے بارے میں بتا دے۔ وہ یہ بھی کہہ سکتی ہے کہ خزانہ میں نے حاصل کر لیا ہے اور اب وہ اس کے تصرف میں ہے۔ پھر اس میں ہمارا حق کیسے بنتا ہے۔ اگر واقعی خزانہ اس نے حاصل کر لیا ہے تو اس دولت کے بل پر اس نے ایسے مددگار بھی نہ جمع کر لیے ہوں گے جو اس کی راہ پر لگنے والوں کو ٹھکانے لگاتے ہوں۔ جیسا کہ آپ لوگ جانتے ہیں کہ وہ اتحادی جاسوسہ رہ چکی ہے اور وہ بھی معمولی نہیں، تو یاد وہ اپنے دشمنوں سے نمٹنا نہ جانتی ہوگی۔"

میرے اس بات پر ان لوگوں کے چہرے اتر گئے۔ سب ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔ طاہر علی گہری سانس لے کر کرسی کی پشت سے ٹک گئے۔ حسن صاحب آسٹن کو دیکھنے لگے جنھوں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "خدا کی قسم اسی پر غور کرتا رہا ہوں۔"

"غور تو کرنا ہی چاہیے۔ یہ بتائیں کہ کوئی حل بھی سوچا؟"

"حل نہیں بس ایک بات پر غور کیا تھا لیکن وہی سوال دماغ گھما دیتا ہے۔"

"یعنی؟"

"بوڑھا اگر ویلینی کے لیے کوئی اہمیت رکھتا تھا تو ہم اس کے بل پر اسے بلیک میل کر سکتے تھے۔"

"کیا وہ اس حد تک ویلینی کے لیے اہم ہو سکتا ہے؟" کنور پربھات نے پوچھا۔

"جس طرح ویلینی اس کی حفاظت کر رہی تھی اس سے یہ خیال تو پیدا ہو سکتا ہے بلکہ ممکن ہے ویلینی اسے تلاش کر رہی ہو یا اس وقت بوڑھا اسے مل چکا ہو۔ ہم کوئی بات نظر انداز نہیں کر سکتے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ شکار بنگلے سے بوڑھے کو حاصل کرنے والی خود ویلینی ہو۔ طاہر علی صاحب وہ زبردست گھونسہ نہ بھول سکے ہوں گے۔" میں نے کہا۔

سب کی سٹی گم ہو گئی تھی دیر تک کسی کے منہ سے کوئی بات نہیں نکل سکی۔ میرے ان الفاظ نے سب کے حوصلے پست کر دیے تھے۔ پھر حسن صاحب بھرائی ہوئی آواز میں بولے "ایک مشورہ دے سکتا ہوں۔"

"کیا؟" سب کی نگاہیں حسن صاحب کی طرف گھوم گئیں۔

"ہم لوگ اس خزانے کی تلاش کے اخراجات کے لیے ایک فنڈ مخصوص کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ اس مشترکہ فنڈ میں کچھ اضافہ کیا جائے اور خوب غور و خوض کر کے اس سے کوئی صنعت لگائی جائے کوئی تجارت کی جائے اور اس کی ذمہ داری غزالی کو سونپ دی

جائے اس آمدنی کو خزانہ تصور کر لیا جائے۔ خزانہ حاصل کرنے کا اس سے عمدہ طریقہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔"

"نہیں خدا کے لیے نہیں۔ ایسا نہ کہو مجھے آس میں جینے دو۔ میری زندگی کی آخری کوشش ہے اسی میں مر جانا چاہتا ہوں۔" جان آسٹن نے بے تاب ہو کر کہا۔

"ہم کوشش کریں گے کرنل۔ ہم زندگی کے آخری سانس تک کوشش کریں گے۔ خواہ اس کے لیے ہمیں مجرمانہ طریق کار ہی کیوں نہ اختیار کرنے پڑیں۔ ہم آسانی سے ہار نہیں مانیں گے۔" میں نے کہا۔

"خزانے درختوں پر نہیں اُگتے۔ ان کے حصول کے لیے ناپسندیدہ راستے اختیار کرنے ہی پڑتے ہیں۔ غزالی میں تمھارے ساتھ ہوں۔" طاہر علی نے کہا۔

"میں اپنی کوشش کے بارے میں رپورٹ پیش کر رہا ہوں۔ میں نے کچھ ایسے ذرائع تلاش کیے ہیں جن کی مدد سے میں نیپال کے راستے یا کسی اور راستے سے ہمالیہ کی گود میں جاؤں گا۔ اور وہاں ویلینی کو تلاش کروں گا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ویلینی جیسی عورت نے کسی کام کے لیے تیار کر لینا بظاہر ناممکنات میں سے ہے لیکن ہماری کاوشیں اس وقت تک جاری رہیں گی جب تک ہمیں مایوسی نہ ہو جائے۔ یا ہمیں یقین ہو جائے کہ خزانہ مونٹ ایورسٹ سے نکل چکا ہے اور اب اس کے حصول کا کوئی ذریعہ نہیں رہا ہے تو ہم پُرسکون ہو جائیں گے اور اپنی ان کاوشوں کو صرف تفریح سمجھیں گے۔ اس وقت ہمیں کوئی مایوسی نہیں ہوگا لیکن اس وقت تک ہماری کوششیں مسلسل جاری رہیں گی۔"

"ان ذرائع کے بارے میں ہمیں بھی کچھ بتاؤ۔" طاہر علی نے کہا۔

"میں اس سلسلے میں سوچتا رہا ہوں، اور میں نے کچھ ذمہ داریاں تقسیم کرنے کا فیصلہ بھی کیا ہے۔ اگر ہم لوگ کاروباری پروگرام سے یا سیاحت کے پروگرام سے تبت کے علاقے میں داخل ہوتے ہیں تو ہماری کاوشیں بہت سی نگاہوں میں ہوں گی اور ممکن ہے اس انداز میں کچھ رکاوٹیں ہماری راہ میں مزاحم ہوں۔ اگر ایسا نہ بھی ہو تو ہم براہ راست ان لائنوں پر کام نہیں کر سکیں گے جن کے ذریعہ ہمارا مقصد حل ہوگا اور ہمیں محتاط رہنا پڑے گا اس لیے میں نے تین گروپ بنائے ہیں۔ ایک گروپ تنہا فرد میں ہوں اور اپنے مطلب کے لوگوں کو وہیں تبت میں تلاش کروں گا۔ بقیہ دو گروپوں میں آپ چار افراد آتے ہیں۔ ڈاکٹر طاہر علی اور کرنل آسٹن پہلے جاپان جائیں گے۔ حسن صاحب ان تمام جگہوں کی نشاندہی کریں گے جہاں سے انہیں ویلینی کے بارے میں تفصیلات معلوم ہوتی تھیں۔ یہ دونوں حضرات بوڑھے کی رہائش گاہ کے بارے میں معلومات حاصل کریں گے اور اگر کوئی کامیابی حاصل ہو جائے تو فوراً وہاں سے تبت پہنچیں گے یا اگر ویلینی کی رہائش کے بارے میں کسی دوسری جگہ کی نشاندہی ہو تب بھی تبت میں حسن صاحب سے رابطہ قائم کر کے انھیں اطلاع دی جائے گی۔"

"تبت میں؟" حسن صاحب نے چونک کر پوچھا۔

"جی ہاں تیسرے گروپ کے دونوں افراد یعنی آپ حسن صاحب اور کنور پربھات آپ لہاسہ روانہ ہو جائیں۔ ٹائیگر جنگ ہا جہاں بھی مقیم ہے آپ اس سے اپنے طور پر ملیں اور ویلینی کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔ ایک مخصوص وقت پر آپ کا رابطہ ان دونوں حضرات سے ہوگا۔ اس وقت میں آپ سے وہیں ملاقات کروں گا۔ اور ہم ایک دوسرے کو اپنی رپورٹیں پیش کریں گے۔"

"اور تم؟" طاہر علی نے بے چینی سے پوچھا۔

"میں نیپال کے راستے تبت میں داخل ہوں میں نے ایک گروپ سے رابطہ قائم کیا ہے اور نیپال کی سرحد عبور کر کے میں ان کے ساتھ تبت میں داخل ہوں گا۔ اس طرح کچھ قطعی غیر متعلق افراد میرے معاون ہوں گے۔ ممکن ہے ان کے ذریعہ میں ویلینی کی راہ پر لگ جاؤں۔" میں نے نگاہیں اٹھا کر سب کے چہرے دیکھے۔ ان پر حیرت اور سوچ کی لکیریں نمایاں تھیں۔ ڈاکٹر طاہر علی گہری سانس لے کر بولے۔ "چیف کی ہدایت پر عمل کیا جائے گا۔"

"مگر تمھارا فیصلہ بے حد خطرناک ہے غزالی۔ تم نے کچھ کہا تو نہیں ہے لیکن میرے خیال میں جن لوگوں کے ساتھ تم سرحد عبور کرو گے وہ ٹھیک ٹھاک لوگ نہیں ہیں۔ تم خود سوچو کہ ایسے لوگوں میں تم خود کو کس طرح ضم کرو گے۔ اور پھر اس طرح تمھاری زندگی کو خطرات لاحق ہو سکتے ہیں۔" حسن صاحب نے کہا۔

میں مسکرانے لگا۔ "خطرات کا آغاز تو ہو چکا ہے حسن صاحب۔ کیا آپ سب لوگ خطرے میں نہیں ہوں گے؟" میں نے پوچھا۔

"میں ایک بار پھر کہتا ہوں کہ۔"

"آپ کچھ نہیں کہیے، غزالی نے بہترین پروگرام پیش کیا ہے۔ میں سمجھ گیا میاں، وہاں تمھیں ایک جرائم پیشہ شخص کی مدد حاصل ہوگی جس پر تم بھروسہ کرتے ہو۔ جاپان میں، میں صورت حال پر غور کر دوں گا۔ ہم نے اس کام کے لیے صحیح راستے منتخب کیے ہیں اس کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔" طاہر علی نے بات کاٹ دی۔

"آپ لوگوں کو میرے کام سے اتفاق ہے؟" میں نے سوال کیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"سو فیصدی چیف' اس سے قبل تو ہم گھر کی چارپائیوں پر بیٹھ کر خزانے کے حصول کے خواب دیکھتے رہے ہیں" طاہر علی نے کہا۔

"آج سے آپ لوگ اپنی روانگی کی تیاریوں میں مصروف ہو جائیں' اس میں جتنی دیر ہو گی وہ آپ کی طرف سے ہو گی میں کسی بھی وقت اپنے کام پر چل پڑوں گا۔"

"لیکن وہ کون لوگ ہیں جن سے تم نے؟" حسن صاحب بولے۔

"افسوس اس کے بارے میں میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔" میں نے جواب دیا اور سب خاموش ہو گئے۔

طاہر علی نے یہ ذمہ داری قبول کر لی کہ ان تمام لوگوں کی روانگی کے کاغذات وغیرہ تیار کر لیں گے' دوسرے لوگوں کو اس سلسلے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ حسن صاحب اور کنور پربھات نے اس سفر کے لیے دوسری تیاریوں کی ذمہ داری سنبھال لی۔ چنگ لی کے بارے میں میں نے کہا کہ وہاں پہنچنے سے قبل اس سے رابطہ قائم کرنا مناسب نہیں ہے اور اس کے بعد یہ میٹنگ ختم ہو گئی۔

دوپہر کے کھانے پر کافی اہتمام تھا۔ بھلا فریحہ کو اس محفل سے کیسے الگ رکھا جا سکتا تھا' اسے اس کے والدین سمیت دعوت دی گئی تھی اس لیے ذرا سنجیدہ فضا رہی۔ اوشا سب سے زیادہ بیباکی کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ محسن کو بھی اس نے گہری نگاہوں سے دیکھا تھا۔ پتا نہیں اس کے پاگل پن کے بارے میں ان دوسرے لوگوں کو کچھ بتایا گیا تھا یا نہیں۔

کھانے کے بعد موقع ملا تو میں نے ڈاکٹر طاہر علی سے اس کے بارے میں سوال کیا۔ "اوشا کا یہاں آنا خطرناک تو نہیں ہے۔"

"تم سے اس کے بارے میں گفتگو ہو چکی ہے وہ پاگل نہیں ہے' بس ایک حادثے کا شکار ہے مصروف رہے گی تو منتشر نہیں ہو گی لیکن تنہائیاں ملیں تو اس کا ذہن پھر فاسد خیالات میں گھر جائے گا۔ ایسے حالات میں امکان نہیں ہے کہ اس پر دورہ پڑے۔"

"اس کے لیے کوئی بہتری کی راہ نہیں ہے ڈاکٹر صاحب؟"

"میں بہت سست رفتاری سے اس کا ٹریٹ منٹ کر رہا ہوں غزالی۔ جو دوائیاں میں اسے استعمال کرا رہا ہوں وہ اس کے سینے میں ابھرنے والے سفلی جذبات کو تسکین دیتی ہیں۔ اگر میں ان کی خوراک بڑھا دوں تو اس کی پوری زندگی ایک المیہ بن جائے گی اور پھر یہ' یوں سمجھ لو یہ جذباتی طور پر قطعی مردہ ہو جائے گی۔ بہر حال میں یقین رکھتا ہوں کہ کچھ دیر ضرور لگے گی لیکن یہ نارمل ہو جائے گی۔"

"اس دوران ڈاکٹر صاحب ہما کے بارے میں آپ نے کیا سوچا ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"ہما تنہا ہے۔"

"حسن کے گھر رہے گی وہ۔ تمہارے ذہن میں کچھ اور ہو بیٹے تو صاف کہہ دو میں تمہارے جذبات کی پذیرائی کروں گا!"

"نہیں۔ ہم اسے یہاں پورے اعتماد سے چھوڑ سکتے ہیں۔"

"انکل طاہر' کیا آپ ان کا بھی علاج کر رہے ہیں؟" عقب سے اوشا کی آواز سنائی دی اور ہم چونک پڑے۔ "جوانوں کو بوڑھا بنا کر آپ کوئی تجربہ کرنا چاہتے ہیں؟"

"نہیں اوشا رانی یہ جوان ہم بوڑھوں کو جوان بنانے کے تجربات میں مصروف ہے ہم سب اس کے شکار ہیں۔"

"لائیے' ہمارا ساتھی ہمارے حوالے کریں۔ عجیب ہوتے ہیں آپ بوڑھے لوگ بھی۔"

"کنور سمجھا لو اپنی اس بیٹی کو' مجھے مسلسل بوڑھا کہے جا رہی ہے" ڈاکٹر طاہر علی نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں آگے بڑھ کر محسن اور فریحہ کے پاس پہنچ گیا۔ پھر ہم لوگ وہاں سے چل پڑے۔ کوٹھی کے عقبی حصے میں درختوں کے نیچے ڈیرہ ڈال دیا گیا اور خوش گپیاں ہونے لگیں۔

"میں ذرا بے تکلف لڑکی ہوں دوستو۔ دل میں کوئی بات آئے تو اسے سینے میں گھونٹنا کوئی اچھی بات ہے؟" اوشا نے کہا۔

"ہرگز نہیں اوشا۔" تنویر بولی۔

"یہ ماحول مجھے اتنا پسند آیا ہے کہ میں یہاں کچھ دن رہنا چاہتی ہوں کیا آپ لوگ اس سلسلے میں میری مدد کریں گے؟"

"ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔ کنور صاحب اوشا کو یہاں سے لے جا کر دکھا دیں۔" محسن بولا۔

"ہائے کوئی مجھے ہمیشہ کے لیے یہاں رکھ لے۔" اوشا کراہتی ہوئی بولی۔ فریحہ کڑی نظروں سے محسن کو دیکھ رہی تھی۔

"یہ معاملہ ذرا ٹیڑھا ہے۔" محسن سر کھجاتے ہوئے بولا اور اوشا ماں کھیڑہ کے بارے میں کچھ کہانیاں سنانے لگی۔ ہما نے گردن گھما کر مجھ سے سرگوشی کی۔ "یہ لڑکی کچھ عجیب نہیں ہے؟"

"کیسے؟"

"بس اس کی باتیں۔ یا تو یہ بہت معصوم ہے یا پھر چالاک ہوتی۔ ڈیڈی اس کا علاج کر رہے ہیں۔"

"چلو تمہیں معلوم ہے تو پھر یہ سوال بیکار ہے؟"

"عام حالات میں تو ٹھیک ہے۔"

"ہاں الجھا ہوا ذہن ہے بے چاری کا۔"

"فریحہ پر غور کرو۔" ہما مسکرا کر بولی۔

"کیوں کیا ہوا؟"

"چند گھنٹوں میں ہی الجھ گئی ہے۔ اوشا لڑکیوں کی نسبت مردوں میں زیادہ دلچسپی لے رہی ہے۔"

"محسن سے کوئی بات ہوئی ہے؟" میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"اردگرد گھوم رہی ہے اس کے۔ بہت سے مشورے بھی دے چکی ہے صحت اور جوانی سنبھال کر رکھنے کے۔"

"تب تو خوب رہے گا۔"

"نہیں فریحہ بہت حساس ہے کوئی گڑبڑ نہ ہو جائے۔"

"محسن کو سمجھا دیں گے۔"

"آپ سے بھی بہت بے تکلف ہے۔"

"فطرتاً ایسی ہے ورنہ صرف ڈاکٹر صاحب کے ذریعہ اس سے ملاقات ہوئی تھی وہ بھی مختصر۔" میں نے جواب دیا۔ ہما مطمئن ہو گئی۔

شام کو پانچ بجے تنویر انیکسی میں آ گئی۔ ایسا ایک آدھ بار ہی ہوا تھا۔ میں اسے دیکھ کر چونک پڑا۔ "خیریت۔ آپ؟"

"معافی چاہتی ہوں۔ ڈیڈی نے پیغام دیا ہے کہ چلئے آپ ان کے ساتھ ہی بیٹھیں۔"

"ارے فون کر دیتے مجھے۔"

"کر رہے تھے۔ میں نے کہا یہ پیغام میں دے دوں گی۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ آپ بھی میری آمد سے اس طرح الجھ جائیں گے۔" تنویر بولی۔

"میں آپ کو الجھا ہوا نظر آتا ہوں محترمہ۔" میں نے کہا۔

"ایسا ہی لگ رہا ہے۔"

"تشریف تو رکھیے۔"

"شکریہ۔" وہ بیٹھ گئی۔

"پتا نہیں کیا غلطی ہو گئی' بعض اوقات پُرخلوص الفاظ کی ادائیگی میں بھی غلطی ہو جاتی ہے۔ حالانکہ آپ کی آمد کے بارے میں پوچھنے کی وجہ صرف یہ تھی کہ۔ کہ آپ بہت کم ادھر آتی ہیں۔"

"آنا چاہتی ہوں لیکن ہر بار راستہ رک جاتا ہے۔" تنویر نے کہا اور میں اس کے لہجے کی سنجیدگی پر چونک پڑا۔ "میں نہیں سمجھا؟" میں نے تعجب سے کہا۔

"آپ مصروف ہی اتنے رہتے ہیں کبھی کسی چکر میں کبھی کسی میں۔ بوڑھے کا معاملہ ختم ہوا تو اور نہ جانے کیا بکھیڑے لے بیٹھے اور مُصر رہتے ہیں اس بات پر کہ خود کو ہم لوگوں سے الگ تھلگ ظاہر کریں۔" تنویر نے کہا۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ اپنے الفاظ سے بوکھلا گئی تھی اور اب بے تکے انداز میں بول رہی تھی۔ پھر وہ گہرے گہرے سانس لینے لگی اور بولی "اس بے تکلفی کے لیے معافی چاہتی ہوں لیکن جو دل میں تھا کہہ گئی۔"

"شکایت تو یہی ہے تنویر کہ دل سے کچھ کہہ جاتی ہیں تو معافی مانگ لیتی ہیں۔ گویا اعتراف کرتی ہیں کہ آپ سے غلطی ہو گئی۔" میں نے شرارت آمیز انداز میں کہا۔ اس کی بوکھلاہٹ سے لطف آ رہا تھا۔

"میرا یہ مطلب تو نہیں تھا۔" اس کی آواز میں لرزش پیدا ہو گئی۔

"چلیے پھر مطلب بتا دیجیے۔"

"آپ۔ آپ تختِ طاؤس بن گئے ہیں' کبھی انگریزوں کے قبضے میں کبھی مغلوں کے اور کبھی ہندوؤں کے۔" وہ بولی اور ہنس پڑی۔ اب وہ خود کو سنبھال رہی تھی۔

"انگریز' مغل' ہندو؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"انگریز جولیا۔ طاہر انکل مغل ہیں۔ اور اوشا۔ دیکھیے آپ نے خود ہی بے تکلفی کی اجازت دی ہے۔" تنویر ہنس پڑی۔ میں نے بھی اس ہنسی میں اس کا ساتھ دیا۔ پھر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ "چلتی ہوں چائے کا وقت ہونے والا ہے۔ خدا حافظ۔" وہ رکی اور پھر دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

"وہ تنویر' تمہاری ایک چیز میرے پاس آ گئی ہے۔ اتفاق سے۔ ایک منٹ دیتا ہوں۔" میں نے کہا اور کاغذ کا وہ پرزہ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا جس پر شعر لکھا ہوا تھا۔

"یہ میرا ہے؟" اس نے قریب آ کر ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا اور پھر بُری طرح چونک پڑی۔ "ارے یہ۔ یہ؟" اس نے پریشان نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر پرزہ جھپٹ کر تیزی سے باہر نکل گئی۔ میں شرارت آمیز انداز میں مسکراتا رہا۔

تنویر کے لباس کی خوشبو دیر تک کمرے میں بکھراتی رہی۔ میں نے کپڑے تبدیل کیے اور باہر نکل آیا۔ لان کے ہنگامے بے حد دلچسپ تھے۔ فریحہ بے حد دلچسپ لڑکی تھی اور محسن کا چہرہ کچھ اترا اترا نظر آ رہا تھا۔ پھر لان پر چہل قدمی ہونے لگی۔ محسن موقع دیکھ کر میرے پاس آ گیا۔ "یار غزالی سنبھالو زندگی کی گاڑی کا ایک پہیہ کچھ ٹیڑھا ہو گیا ہے۔" محسن نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"کیا ہوا؟"

"فریحہ سخت اپ سیٹ ہے۔ یہ کماری اوشا دیوی کیا چیز ہیں آخر؟"

"کیا ہوا؟" میں بے اختیار ہنس پڑا۔

"یار خوفناک لڑکی ہے۔ بے موقع اور بے تکا بولتی ہے۔ کہنے لگی رات کو بارہ بجے کے بعد زندگی جوان ہوتی ہے ایک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جگہ منتخب کر کے مجھے دعوت دے دی ہے کہ پیڑوں کی چھاؤں میں بیٹھ کر باتیں کریں گے۔ فریحہ نے سن لیا اور غضب ہوگیا۔ وہ تو فوراً جارہی تھی بڑی مشکل سے روکا ہے میں نے؟"

"اوشا دماغی مریضہ ہے۔"

"کیا واقعی؟"

"ہاں ڈاکٹر طاہر علی کے زیر علاج ہے جو کچھ بکتی ہے دیوانگی کے عالم میں بکتی ہے۔"

"اماں نہیں۔ اچھی خاصی تو ہے مذاق کر رہے ہو مجھ سے۔"

"ڈاکٹر طاہر علی سے پوچھ لو۔"

"مگر دیوانگی کا یہ انداز؟"

"اس کے بارے میں میں کیا کہہ سکتا ہوں" میں نے شانے اُچکاتے ہوئے کہا۔

"افسوس بھی ہوا۔ بے حد خوبصورت لڑکی ہے بگڑ بھائی کچھ مدد کرو ذرا فریحہ کو سنبھال لو۔"

"مجھے کیا پڑی ہے بھگتو۔"

"دوستی کے نام پر" محسن گڑگڑایا اور میں ہنسنے لگا۔ پھر میں نے کہا "ٹھیک ہے۔ کوشش کرتا ہوں۔ اطمینان رکھو۔" پھر وہاں سے آگے بڑھ کر اوشا کے قریب پہنچ گیا۔ "کماری اوشا اب یہاں بہت خوش نظر آتی ہیں۔"

"ہاں مگر تم سے ناراض ہوں!" اوشا نے کہا۔ میں نے چور نگاہوں سے فریحہ کو دیکھا، وہ قریب ہی موجود تھی۔ اور یقیناً ہماری گفتگو سن رہی تھی۔

"اوہ کیوں کماری جی؟"

"مان کھیڑہ سے مجھ سے ملے بغیر چلے آئے۔ جیسے میں کچھ ہوں ہی نہیں۔ ساتھ گذاری ہوئی حسین راتیں بھی تمہیں یاد نہ رہیں۔ تالاب کا کنارہ، خنک ہوائیں اور تنہائی۔ سب کچھ ایک لمحے میں بھول گئے سب کچھ اور اب یہاں اس طرح اجنبی ہو جیسے پہلے ملاقات ہی نہ ہوئی ہو۔"

"کماری اوشا۔ میں آپ کا ہم پلہ کہاں ہوں۔ اسی لیے جرأت نہیں کر سکا تھا۔" میں نے گردن سہلاتے ہوئے کہا۔

"فضول باتیں ہیں۔ جب میں تمہیں چاہتی ہوں تو تمہیں کیا ڈر ہے۔ سنو رات کو میں اپنے کمرے میں تمہارا انتظار کروں گی۔ وعدہ کرو آؤ گے۔"

"رات کو بارہ بجے تو آپ اپنے کمرے میں موجود نہ ہوں گی۔"

"تمہارا انتظار کروں گی۔ بھولنا نہیں۔" اس نے کہا۔ اسی وقت کنور صاحب اس طرف آ گئے اور یہ سلسلہ گفتگو منقطع ہوگیا۔ لیکن اوشا کے الفاظ سے مجھے بخار چڑھ رہا تھا۔ انوکھی مصیبت تھی۔ کہیں کوئی حادثہ نہ ہو جائے۔ اسے تو دیوانہ قرار دے دیا جائے گا لیکن میری صفائی مشکل ہوگی۔

میں نے فریحہ کو بھی اسی وقت سمجھانا ضروری سمجھا ورنہ میری پوزیشن خراب ہو جاتی۔ "محسن نے مجھ سے کہا تھا کہ آپ اس سے ناراض ہوگئی ہیں بھابی بیگم؟"

"یہ سب کیا ہے غزالی بھیا۔ مجھے معاف کیجیے میں آپ کی اور اوشا کی باتیں سن چکی ہوں، بارہ بجے رات کو اس نے محسن کو لان پر آنے کی دعوت دی ہے۔"

"وہ بدنصیب لڑکی دماغی عارضے کا شکار ہے۔ معلوم نہیں اس کی زندگی میں کونسا دکھ بھرا حادثہ ہوا ہے۔ بظاہر ٹھیک ہے لیکن ان باتوں کی عادی ہے۔ مان کھیڑہ میں وہ مجھے ملی تو میں پریشان ہوگیا پھر ڈاکٹر طاہر علی نے مجھے اس کے بارے میں بتایا۔ وہ اس کے معالج ہیں۔ ان باتوں کو کوئی اہمیت نہ دیں بھابی بیگم رات کو وہ اطمینان سے آپ کے کمرے میں سوتی رہے گی۔"

"خدا کی پناہ۔ کیا واقعی؟"

"ڈاکٹر طاہر علی موجود ہیں۔" میں نے ڈاکٹر صاحب کی طرف اشارہ کیا۔

"نہیں نہیں آپ جو کہہ رہے ہیں غلط تو نہیں ہوگا۔ یہ تو محسن کو بھی مسلسل بور کیے جا رہی ہے۔"

"اوہ۔ خیریت۔ میرے خیال میں محسن مجھ سے یہی کہنا چاہ رہا تھا۔" میں نے انجان بن کر کہا۔

"کیا مطلب؟"

"بس اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ غزالی یہ اوشا کیا مصیبت ہے، ضرورت سے زیادہ فری ہونے کی کوشش کر رہی ہے کہ اسی وقت حسن صاحب قریب آ گئے۔"

"واقعی یہ لڑکی تو کسی کو بھی بدنام کر سکتی ہے۔"

"نہیں فریحہ اسے جان لینے کے بعد کوئی اس کی باتوں پر توجہ نہیں دے گا۔ بہرحال بے چارے کنور پربھات کی بدقسمتی ہے کیا کیا جا سکتا ہے۔" میرا جملہ سن کر فریحہ کے چہرے پر اطمینان کی لہریں پھیل گئیں۔

⊙

دوسرے دن کنور پربھات مان کھیڑہ چلے گئے لیکن کماری جی ضد کر کے یہیں رہ گئی تھیں۔ تنویر وغیرہ ان کی پذیرائی کر رہی تھیں۔ فریحہ نے تنویر کو بھی صورت حال بتا دی تھی اور تنویر نیک نفس لڑکی تھی اس لیے وہ بطور خاص اوشا کی خاطر داریوں میں مصروف تھی۔

کنور پربھات ضروری تیاریوں کے لیے مان کھیڑہ گیا تھا۔ چوتھے دن واپس آیا تو اس کے ساتھ دو خادمائیں اور ایک نوجوان

تھا۔ خادمائیں اور سیکریٹری کو اس لیے لایا گیا تھا کہ جب بھی کماری جی یہاں سے اکتا جائیں تو انہیں واپس لے جایا جائے۔ طاہر علی کے تعلقات واقعی شاندار تھے۔ انہوں نے چند روز میں ہی مکمل انتظامات کر لیے اور سب سے پہلی ٹیم کی روانگی کا وقت آ گیا۔ کنور پربھات اور حسن صاحب کو سب سے پہلے روانہ ہونا تھا۔ حسن صاحب نے مجھے ڈائری ڈاک کے ذریعے مل جانے کا واقعہ سنایا لیکن یہ بھی کہا کہ انہوں نے یہ بات کسی کو نہیں بتائی ہے۔ میں نے اس پر حیرت کا اظہار ضرور کیا تھا لیکن کوئی تبصرہ نہیں کیا البتہ حسن صاحب بہت حیران تھے۔ ہم لوگ انہیں ایئرپورٹ چھوڑنے گئے۔ گھر کے دوسرے لوگ بھی تھے۔ حسن صاحب سے آخری گفتگو ہوئی اور پھر وہ کنور کے ساتھ چلے گئے۔ واپسی میں محسن نے کہا۔ "سنا ہے تم لوگوں کو بھی کہیں جانا ہے۔ یہ چکر کیا ہے آخر؟"

"حسن صاحب نے کچھ کاروباری ذمہ داریاں میرے سپرد کی ہیں۔"

"تم بھی تبت جاؤ گے؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"کتنے دن کا پروگرام ہے؟"

"پندرہ بیس دن سے زیادہ کا نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ اصل بات کسی کو نہیں بتائی جا سکتی تھی، میٹنگ میں اس کا فیصلہ ہو گیا تھا۔ محسن کے جانے کے بعد تنویر انیکسی میں آ گئی۔ چہرے پر سنجیدگی طاری تھی۔

"ہیلو تنویر۔ خیریت؟" میں نے پرخلوص انداز میں کہا۔

"آپ کا پروگرام طویل بھی ہو سکتا ہے کیا؟" اس نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"کونسا پروگرام؟"

"آپ کے باہر جانے کا۔" تنویر نے اسی سنجیدگی سے کہا۔

"ہاں اس کے امکانات ہیں۔" میں نے کہا اور تنویر نے گردن جھکا لی۔ چند لمحات خاموش رہی پھر بولی "زیادہ سے زیادہ کتنا طویل ہو سکتا ہے؟"

"کوئی کام ہے مجھ سے تنویر۔ بہت سنجیدہ ہیں آپ۔ اور میں محسوس کر رہا ہوں کہ کافی دنوں سے آپ پر یہ کیفیت طاری ہے جبکہ آپ بے حد شگفتہ مزاج تھیں۔"

"میں آپ سے شرمندہ ہوں غزالی۔ خود کو اس حماقت سے روکنا چاہتی ہوں لیکن خود اپنا تجزیہ کر کے چوکنا ہوگئی ہوں۔ ان داستانوں کا ہمیشہ مذاق اڑاتی رہی ہوں لیکن کچھ ہے ضرور جس کے چرچے ہیں۔ غزالی کہوں گی نہیں تو بے چین رہوں گی۔ دل کو سکون دینا چاہتی ہوں۔ بہت سوچتی رہی ہوں۔ بہت غور کرتی رہی ہوں خود پر۔ یہ احساس بھی ہے کہ الفاظ زبان تک آ کر رسوا کر دیتے ہیں، ذات کا بھرم ٹوٹ جاتا ہے۔ خود کو بہت طاقتور سمجھتی تھی لیکن بے بس ہوگئی ہوں۔ آپ نہ جائیں گے تو کیسے سوچیں گے میرے بارے میں۔ کہنا تو ضروری ہوتا ہے نا غزالی۔"

میں خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ سمجھ رہا تھا اور حیران تھا اور پریشان بھی۔ تنویر دل کی امانت مجھے سونپنا چاہتی تھی۔ مجھے وہ کچھ دینا چاہتی تھی جو میں نہیں لینا چاہتا تھا۔ میرے ناہموار راستے اس بوجھ کے متحمل کہاں تھے۔ لیکن وہ میری کیفیت سے ناآشنا گردن جھکائے کہے جا رہی تھی۔

"آپ کو ہما سے منسوب کر لیا گیا۔ کوئی آپ کا نام لیتا تو ہما کا نام بھی ساتھ ہوتا۔ میرا دل چاہتا تھا کہ لوگ آپ کے بارے میں کچھ کہیں تو مجھے شرم آئے۔ میری آنکھوں میں حیا گھل جائے۔ لیکن جب آپ نے ہما کے بارے میں کوئی تردید نہ کی تو میں نے خود کو سنبھالا۔ سمجھایا۔ اچھا نہ لگتا تھا یہ سب کچھ۔ آپ ہمارے پاس آئے تو ہم نے، میں نے آپ کو بالکل اپنا سمجھا بلا شرکت غیرے۔ لیکن ہما کے نام پر آپ نے اعتراض نہ کیا تو میں نے سمجھا کہ آپ ہما کے ہیں۔ یقین کریں خدا کی قسم سنبھال لیا تھا خود کو، یہ سوچا تھا کہ آپ ہمارے ضرور ہیں،

ایم۔ اے راحت کا ایک اور شاندار ناول

"چہرے"

چار حصوں میں مکمل سیٹ -/۱۵۰ ڈاک خرچ -/۲۵

○ والدین اولاد کے لیے کبھی غلط فیصلے نہیں کرتے۔ ○ نوجوانی کی نادانی کبھی کبھی عمر بھر کی سزا بن جاتی ہے۔

○ معاشرے کے المناک پہلوؤں کی عکاس تحریر۔

ماہنامہ آنچل میں کئی سال تہلکہ مچانے کے بعد کراچی ٹیلی ویژن کے 1994ء کی مقبول سیریل "اعتراف" کے نام سے پیش کی جانے والی داستان اب کتابی شکل میں

اسٹاکسٹ:۔

ناشر: علی میاں پبلی کیشنز۔ ۲۰ عزیز مارکیٹ اردو بازار لاہور ★ علی بکسٹال۔ نسبت روڈ۔ چوک میو ہسپتال لاہور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میرے نہیں۔ پھر جولیا نے آپ پر حق جتایا، سرگوشیاں کیں، ہما کچھ پیچھے سرک گئی۔ میں نے آپ کو دیکھا لیکن آپ نے اس کی بھی تردید نہیں کی تو میں نے سوچا کہ کیا ہما بھی غلط فہمی کا شکار رہے۔ جولیا چلی گئی۔ ہما رہ گئی۔ ہما کا حادثہ ہوا تو آپ نے کہا کہ ہما پر توجہ دی جائے۔ اس کا احترام کیا جائے۔ آپ ہما سے پوچھ لیں۔ اس دن کے بعد میں نے ہما کا ہمیشہ خیال رکھا آپ کے نام پر غزالی۔ آپ میرے نہیں ہمارے تو تھے۔ پھر آپ دونوں نے اپنے درمیان سرگوشیوں کے کسی رشتے کی تردید کر دی۔ مجھے کسی پر نہیں آپ پر اعتماد تھا غزالی، آپ جھوٹ نہیں بولتے۔ اس تردید نے میرے دل میں پھر طوفان جگا دیے۔ اور کچھ کہوں غزالی۔ اور کچھ کہنا ضروری ہے؟" اس کی آواز رندھ گئی۔ وہ واپسی کے لیے مڑ گئی۔ میں نے اسے روکنا چاہا لیکن آواز نہیں نکل سکی۔ اور وہ برق رفتاری سے اینکسی سے باہر نکل گئی۔

میں پریشان کھڑا رہا۔ تنویر بے حد نفیس طبیعت کی مالک تھی۔ کوئی اوچھا پن نہیں تھا اس میں لیکن ہر عمر کے اپنے تقاضے ہوتے ہیں۔ وہ نوجوان تھی، جذبے رکھتی تھی اور ان جذبوں کے اظہار میں حق بجانب تھی۔ بدقسمتی میری تھی کہ میں اس کے جذبوں کا جواب اپنے جذبوں سے نہیں دے سکتا تھا۔ میرے تو حالات ہی مختلف تھے۔ ان نزاکتوں کا بوجھ سنبھالنا ابھی میرے لیے ممکن ہی کہاں تھا۔ دل کو اس احساس میں جلانا شروع کر دیتا تو سوزش ہی مقدر میں ہوتی۔ اور میں اس آگ سے دور ہی رہنا چاہتا تھا۔ سمجھ میں نہیں آیا کہ تنویر کے لیے کیا کروں۔ اسے سمجھانے کے لیے میرے پاس مناسب الفاظ نہیں تھے۔

دوسرے دن دوپہر کو طاہر علی میرے پاس آ گئے۔ آسٹن بھی ساتھ تھا۔ انھوں نے اطلاع دی کہ آج رات وہ بھی روانہ ہو جائیں گے، کہنے لگے۔ "اب مزید کٹھن کام نہیں رہ گیا ہے اس لیے وقت ضائع کرنا حماقت ہے لیکن تمہارا پروگرام نہیں معلوم ہو سکا۔ تمہیں کتنا وقت لگے گا؟"

"صحیح بات آپ کو ایئرپورٹ پر بتاؤں گا۔ میں خود اس سلسلے میں نکلنے والا تھا۔"

"اندازاً!" طاہر علی نے پوچھا۔

"اس ہفتے کے اندر اندر۔" میں نے جواب دیا۔

"میں بھی جاپان کے قیام کو مختصر ترین کروں گا۔ حسن نے مجھے واسکاٹ کی ڈائری دکھائی تھی اور ان جگہوں کی نشاندہی کر دی تھی جہاں سے ان لوگوں نے بوڑھے کو حاصل کیا تھا۔ میں انتہائی کوشش کروں گا کہ وہاں حقائق معلوم کروں۔ زیادہ سے زیادہ دو ہفتے وہاں رکوں گا اس کے بعد لہاسہ پہنچ جاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے طاہر علی صاحب، مقررہ جگہ پر میں آپ سے ملوں گا۔ ہمارے درمیان پروگرام طے ہے۔"

"ہاں غزالی۔ لیکن تمہارا پروگرام سب سے زیادہ مخدوش بلکہ خطرناک ہے۔ اس لیے میری ہدایت ہے کہ بہت سنبھل کر کام کرنا۔ خدا کرے کہ ہم نے تمہیں اس خطرناک راستے کو منتخب کرنے کی اجازت دے کر کوئی غلطی نہ کی ہو۔"

"آپ اطمینان رکھیں۔" میں نے جواب دیا۔ طاہر علی سے پورا پروگرام معلوم کر لیا گیا اور اس کے بعد وہ آسٹن کے ساتھ واپس چلے گئے۔ میں نے قادر سے فون پر رابطہ کیا۔ قادر موجود تھا۔ "تم بھول تو نہیں گئے قادر۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔" میں نے کہا۔

"اس دوران تم نے فون تو نہیں کیا تھا غزالی بھائی؟"

"نہیں۔ کیوں؟"

"میں موجود نہیں تھا۔ اسی سلسلے میں گیا تھا۔"

"اوہ کیا پوزیشن ہے۔"

"میں نے کہا تھا غزالی بھائی کہ کچھ بدلیاں ہوئی ہیں جن کی وجہ سے قدرے مشکل ہو گئی ہے۔ حالات ابھی ٹھیک ہوتے نہیں نظر آ رہے اس لیے دوسرا کام کرنا پڑے گا۔"

"کب تک؟"

"بس اب کوئی بات نہیں ہے۔ جب بھی پروگرام بنا لو۔ آج مل لو مجھ سے ساری رام کہانی سنا دوں گا۔"

"پروگرام تو پکا ہے نا؟"

"پکے کی بات کر رہے ہو۔ میں اب اس میں زیادہ وقت نہیں ضائع کرنا چاہتا۔ آج ان لوگوں کو اطمینان دلا کر روانہ کر دیا ہے۔"

"چلے گئے وہ لوگ؟"

"ہاں صبح دس بجے چلے گئے۔"

"میں تین بجے کے قریب تمہارے پاس پہنچوں گا!"

"انتظار کروں گا۔" قادر نے جواب دیا۔ اور میں نے فون بند کر دیا۔ اس کے بعد میں آرام کرنے لیٹ گیا۔ ذہن شدید انتشار کا شکار تھا۔ ایک دو مسئلے ہوں تو انسان ان سے نمٹ لے لیکن یہاں تو مسائل کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ دوپہر کے کھانے کے بعد لیٹنے کے بجائے تیاریاں کرنے لگا۔ تیاریوں سے نمٹ کر باہر نکل آیا۔ دن کے تین بجے تھے اس لیے ماحول پر خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ تنویر کی خواب گاہ کی کھڑکی پر نگاہ پڑی تو دل میں ایک عجیب سا خیال آیا۔ نہ جانے کیا کر رہی ہوگی۔ اس خیال کو ذہن سے جھٹک کر باہر نکل آیا اور پھر کار قادر کی رہائش گاہ کی طرف دوڑنے لگی۔ القادر کے سامنے کار سے اترتے ہوئے میں نے دوسرے سارے خیالات ذہن سے جھٹک دیے تھے۔

قادر میرا منتظر تھا۔ ہمیشہ کی مانند پرتپاک انداز میں مجھ سے ملا۔ اور پھر میرے لیے کافی طلب کر کے اس نے اپنے آدمی سے کہا کہ اب کسی کو اس وقت تک اندر نہ آنے دے جب تک وہ اجازت نہ دے دے۔

کافی پیتے ہوئے اس نے کہا۔ "غزالی بھائی آج کچھ ایسی باتیں کرنے کو جی چاہ رہا ہے جو ممکن ہے تمہیں پسند نہ آئیں۔ لیکن میری درخواست ہے کہ انہیں صرف دوستانہ باتیں سمجھنا۔ وعدہ کرتے ہو کہ برا نہیں مانو گے؟"

"قادر میرے دوست یونیورسٹی میں ہمارے تعلقات زیادہ گہرے نہیں تھے لیکن اس دور کے حوالے سے ہی میں دوبارہ تم سے ملا ہوں اور تم نے جس طرح میری پذیرائی کی ہے اسے میں بھلا نہیں سکتا۔ آج تک میں ہی تمہیں پریشان کرتا رہا ہوں تمہارے لیے میں نے کیا کیا؟ اس لیے دوست میں تمہارے خلوص پر کوئی شک نہیں کر سکتا۔"

"شکریہ غزالی بھائی۔ تم شریف آدمی ہو اس میں کوئی شک ہی نہیں ہے مجھے لیکن کیا یہ سب کچھ پراسرار نہیں ہے جو تم کر رہے ہو۔ مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ بوڑھا کون تھا جو میرے لیے رسوائی کا سبب بن گیا اور آج تک میں خود پر لعنت بھیجتا ہوں کہ تمہارا اتنا سا کام نہ کر سکا۔ بات پراسرار ہے، ایک یورپین بھی اس میں ملوث تھا۔ مختصراً ہی سہی لیکن مجھے بتاؤ تو یہ جھگڑا کیا ہے اور اب غیر قانونی طور پر تبت جانا چاہتے ہو جبکہ قانونی طور پر بھی تمہارا وہاں جانا مشکل نہیں ہے"۔

"میرے پیارے دوست، میری فطرت کے بارے میں تم اندازہ لگا چکے ہو گے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ میں مجرمانہ ذہنیت کا انسان نہیں ہوں۔ ساتھ ہی مجھ میں یہ خرابی بھی ہے کہ اگر مجھے کوئی اپنا راز سونپ دے اور اس کا مجھے امین بنا دے تو پھر وہ راز میری زندگی کا حصہ بن جاتا ہے۔ یہ کہانی بھی کچھ ایسی ہی ہے یوں سمجھ لو کہ حسن صاحب اور ان کے کچھ دوست ایک الجھن کا شکار ہیں اور انہوں نے اس معاملے میں مجھے رازدار بنا لیا ہے۔ یہ بتلانے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ معاملہ اسی بوڑھے کا ہے۔ اس کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ وہ تبت میں کہیں روپوش ہے ہم اسے تلاش کرنے کے لیے ہی سفر اختیار کر رہے ہیں۔"

"ہم سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"میں، حسن صاحب اور چند دوسرے افراد۔"

"تو کیا تمہارے ساتھ دوسرے لوگ بھی جا رہے ہیں؟"

"میرے ساتھ نہیں۔" وہ لوگ قانونی طور پر وہاں جا چکے ہیں۔ لیکن مجھے ایک پوشیدہ کردار کی حیثیت سے وہاں کام کرنا ہے۔ اس لیے میں الگ تھلگ رہنا چاہتا ہوں۔"

"اوہ۔ یہ معاملہ ہے۔ اچھا یہ بتاؤ تم وہاں جا کر کیا کرو گے؟"

"بوڑھے کی تلاش۔"

"آسان کام نہ ہو گا۔"

"اب جو بھی ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور قادر کسی سوچ میں گم ہو گیا۔ پھر اس نے کافی کا آخری گھونٹ لے کر پیالی رکھ دی اور بولا "نیپال کے راستے سے تبت میں داخل ہو کر تمہاری پہلی منزل کونسی ہو گی؟"

"اس دوران میں نیپال کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہا ہوں۔ کھٹمنڈو سے ساگرماتھا کے علاقے میں داخل ہوں گا اور پھر وہاں سے اپنا کام کرتا ہوا لہاسہ پہنچ جاؤں گا جہاں وہ لوگ میرے منتظر ہوں گے۔ اس دوران کہاں کہاں جاؤں گا۔ اس کا کوئی پروگرام نہیں ہے میرے ذہن میں۔" میں نے جواب دیا۔

"تمہیں یقین ہے کہ تم اپنا کام کر لو گے؟"

"اسی ارادے سے جا رہا ہوں قادر۔ کامیابی اور ناکامی تو تقدیر کے کھیل ہیں۔ تمہاری لائن کے لوگوں سے ملاقات ہو گئی تو میرا کام آسان ہو جائے گا بہرحال یہ ایک جوا ہے جو کھیلنا ضروری ہے۔"

"بہت مخدوش پروگرام ہے لیکن تم بہتر سمجھتے ہو گے۔ میں تمہیں چند لوگوں کے نام اور پتے دے دوں گا۔ یہ یقیناً تمہارے کام آئیں گے لیکن غزالی بھائی نہ جانے کیوں ایک عجیب سا احساس ہو رہا ہے دل کچھ کہہ رہا ہے بس جی چاہتا ہے کہ تمہیں اس کام سے روک دوں۔" قادر نے پھیکے سے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں قادر۔ اس کا تو اب کوئی امکان ہی نہیں ہے۔"

"تو گویا تم تیار ہو بالکل؟"

"ہاں۔ قطعی۔"

"ہم کل ہی روانہ ہو جائیں گے۔ میں نے تمہیں بتایا ہے نا کہ جو لوگ سرحدوں پر اپنے شناسا تھے وہ وہاں سے ہٹ گئے ہیں۔ لیکن کاروبار تو کاروبار ہوتا ہے۔ میں کچھ ایسے لوگوں سے ملنے گیا تھا جو ان راستوں پر کام کرتے ہیں۔ پتا چلا کہ ان علاقوں پر آجکل سختی ہے۔ ادھر مال پہنچانا بھی ضروری ہے میں نے ان دونوں سے وعدہ کر لیا ہے۔ لمبی پکڑ ہے اور پھر مستقل کام ہے اس لیے چھوڑا نہیں جا سکتا۔ تمہاری بات نہ ہوتی تو پرواہ نہیں تھی لیکن خیر کوئی ترپ لگائیں گے۔"

"کیا مطلب؟"

"سودا ہو چکا ہے۔ وہ لوگ مال نہیں لے جا سکتے تھے اب مجھے خود اس کی ڈلیوری دینی ہو گی۔ اکیلے سرحد پار کر جانا تو کوئی مشکل کام نہیں ہے لیکن مال کے ساتھ ذرا مشکل ہوتی ہے۔ دوسرے ہندوستانی سرحدیں چین کی وجہ سے کڑی چل رہی ہیں، صرف نیپال کا راستہ رہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جاتا ہے۔ تمہیں تو علم ہی ہے کہ نیپال کے تین طرف ہندوستان ہے اور شمالی علاقہ تبت سے ملتا ہے۔

"ہاں یقیناً۔"

"تو پھر تیار ہو جاؤ۔ ہمیں ٹرکوں کے ذریعے سفر کرنا ہے۔"

"میں تیار ہوں قادر۔ اگر دور تک تمہارا ساتھ ہو جاتا ہے تو اور لطف رہے گا۔ میں تو اس پروگرام سے بہت خوش ہوں۔"

"تو ہم بھی خوش ہیں۔ کل شام کو چھ بجے ساری تیاریوں کے ساتھ یہاں آجاؤ۔ نو بجے کے قریب یہاں سے چل پڑیں گے۔" قادر نے کہا۔ مزید کچھ دیر گفتگو کے بعد میں قادر کو خدا حافظ کہہ کر چلا آیا۔ بدن میں ایک سرد سی اینٹھن ہو رہی تھی۔ اب تک جو کچھ ہوا تھا اپنے وطن اپنی سرزمین میں ہوا تھا لیکن اب بات وطن سے باہر نکل رہی تھی اور زندگی میں پہلی بار اپنی سرزمین چھوڑ رہا تھا، وہ بھی انتہائی خطرناک حالات میں۔ اپنی ناتجربہ کاری کا پورا پورا احساس تھا۔ قادر نے جو کچھ کہا تھا وہ بھی کانوں میں گونج رہا تھا۔ ایسے حالات پر اگر سنجیدگی سے غور کیا جاتا تو واقعی مضحکہ خیز تھے۔ پانچ بے وقوف ایک ایسے خزانے کی تلاش میں مصروف تھے جسے حکومتیں بھی حاصل نہ کر سکی تھیں۔ پانچوں ان معاملات میں ناتجربہ کار تھے، کسی کے سامنے کوئی لائحہ عمل نہیں تھا اور ایک ایگریکلچرسٹ ان کی ٹیم کا سربراہ تھا۔ پرلطف داستان تھی۔

میں کوٹھی میں واپس آیا تو دل میں طرح طرح کے خیالات امنڈے چلے آرہے تھے۔ شام کو طاہر علی وغیرہ کو چھوڑنے جانا تھا۔ مسٹر آسٹن انہیں کے پاس چلے گئے تھے چنانچہ میں طاہر علی کی کوٹھی پر پہنچ گیا۔ ہما نے برآمدے میں میرا استقبال کیا تھا۔ وہ اب بالکل ہی تبدیل ہو گئی تھی۔ لباس نہایت سادہ ہو گیا تھا، طبیعت میں بھی بڑی نمایاں تبدیلی ہو گئی تھی۔ طاہر علی اور آسٹن مختصر سامان کے ساتھ تیار تھے۔ میں انہیں اپنی کار میں لے کر چل پڑا۔ ہما بھی میرے ساتھ تھی۔ ایئرپورٹ پر ان دونوں کو خدا حافظ کہا۔ طاہر علی نے ہما کی پیشانی چومی اور مجھے ہدایت کی کہ اب ہما کو حسن صاحب کی کوٹھی پر لے جاؤں۔

راستے میں ہما نے کہا۔ "کیا یہ دیوانگی نہیں ہے غزالی؟"

"کیا مطلب؟"

"ان میں سے ایک بھی تو غیر سنجیدہ یا کم عمر نہیں ہے۔ سب ہی تجربہ کار اور عمر رسیدہ لوگ ہیں۔ ڈیڈی نے مجھے بتایا ہے کہ تم لوگوں کا مشن کیا ہے، کیا صرف زندگیاں خطرے میں نہیں ڈالی جا رہی ہیں؟"

"بس ایک شوق ہے ہما۔ دیکھو اس کی تکمیل کس طرح ہوتی ہے۔ ویسے ہما یہ بات تمہیں اپنے دل میں رکھنی ہے دوسروں کو اس بارے میں کچھ نہیں بتایا گیا۔"

"ڈیڈی نے مجھ سے کہہ دیا تھا۔ اس لیے اطمینان رکھو۔" ہما نے جواب دیا۔ اسے پہنچانے اندر گیا تو اوشا کماری نظر آگئیں۔ فوراً ہی ہماری طرف لپکی تھیں۔ "کہاں سے آرہے ہو تم دونوں؟"

"آپ کیسی ہیں اوشا کماری؟" میں نے اس کے بے تکے سوال کا جواب دینا مناسب نہیں سمجھا۔

"سخت بور ہو رہی ہوں۔ بے رنگ زندگی ہے یہاں کی۔ ہر شخص خود میں مگن ہے۔ سنو تم اپنے سارے پروگرام ترک کر دو مجھے تمہاری ضرورت ہے۔"

"تنویر کہاں ہیں؟" میں نے پھر اس کی بات نظر انداز کر دی تھی۔

"آؤ اوشا اندر چلیں اگر آپ مصروف ہیں غزالی تو جائیں۔ میں اوشا کماری کو بوریت سے بچا لوں گی۔" ہما نے کہا۔

"ہائے تم میرے درد کا درماں نہیں بن سکتیں۔ تم کیا جانو مجھے کیا چاہیے۔" اوشا نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ ہما کسی نہ کسی طرح اسے اندر لے گئی۔ میرا دل بھی چاہا کہ میں اندر جا کر تنویر کو دیکھوں لیکن پھر خود کو اس سے باز رکھا اور واپس اینکسی میں آگیا۔ کریم بابا کو بھی کل کی روانگی کے بارے میں بتانا ضروری تھا۔ وہ بے چارے یہی سمجھ رہے تھے کہ حسن صاحب نے کاروباری امور میں میری ذمہ داریاں بڑھا دی ہیں اور میری ترقی ہو گئی ہے چنانچہ انہوں نے بہت سی دعائیں دے ڈالیں۔

رات کو بستر پر لیٹ کر صحیح معنوں میں لطف آیا تھا۔ لاتعداد وسوسے اور ہزاروں خیالات ذہن میں سر ابھار رہے تھے۔ تبت کی پراسرار سرزمین مجھے آواز دے رہی تھی، نہ جانے کیسے کیسے ہنگامے وہاں انتظار کر رہے تھے۔ لیکن دل کو مضبوط کرنا ضروری تھا اسی طرح مستقبل بنتا ہے، ورنہ ساری زندگی بے مقصد گزر جاتی ہے۔

صبح اٹھا تو بالکل پرسکون تھا۔ ابھی کسی کو اپنی روانگی کے بارے میں بتانا ضروری نہ سمجھا، خواہ مخواہ سوالات کا نشانہ بن جاؤں گا۔ لیکن پورا دن گھر میں ہی گزارا تھا، شام کو پانچ بجے محسن کو بتایا کہ میں چھ بجے تک روانہ ہو رہا ہوں اور متوقع ہنگامہ ہو گیا۔ ذرا سی دیر میں بیگم صاحبہ تک اینکسی میں آگئیں لیکن ان میں تنویر نہیں تھی۔ میں ہر آہٹ پر اس کے آنے کا گمان کرتا رہا لیکن پونے چھ بجے تک تنویر نہیں آئی۔ بیگم صاحبہ جا چکی تھیں۔ ہما میرے ساتھ تھی۔ اوشا کماری [illegible] ہو کر چلی گئی تھیں۔ میں ان لوگوں سے معذرت کر کے کوٹھی کی طرف چل پڑا اور پھر تنویر کی خواب گاہ کے دروازے پر دستک دی۔

"آجاؤ۔" اس کی آواز ابھری لیکن مجھے دیکھ کر وہ ششدر رہ گئی۔ ایک کھلی کتاب اس کے ہاتھ میں تھی۔

"میں آپ سے ملنے آیا ہوں تنویر۔"

"میں بس آ رہی تھی۔ کچھ طبیعت خراب ہے۔ دیر ہونے کی معافی چاہتی ہوں۔"

"خدا حافظ تنویر۔ آپ سے ملے بغیر نہیں جا سکتا تھا۔ آرام کیجیے۔" میں نے کہا اور فوراً ہی باہر نکل آیا۔ کچھ عجیب سی کیفیت ہو گئی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے مجھے تنویر سے شکایت ہو۔ محسن نے تھوڑی دیر لیٹ جانے کی پیشکش کی تو میں ہنس پڑا۔

"غریب آدمی ہوں یار۔ ہوائی جہاز کے سفر کی عیاشی نہیں کر سکتا، آرام کرو مجھے بس ایک ٹیکسی کی ضرورت ہے جو راستے سے لے لوں گا۔"

"کیا فضول بات ہے۔" محسن بگڑ کر بولا۔

"سچ محسن ہوائی سفر نہیں کروں گا۔" بمشکل محسن سے پیچھا چھڑایا تھا اور پھر ایک ٹیکسی سے القادر پہنچ گیا۔ قادر کے پاس چند اور بھی لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور وہ انہیں اپنی غیر موجودگی کے کام سمجھا رہا تھا۔ میں خاموشی سے ان کے پاس بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ چلے گئے تو قادر نے کہا۔

"صحیح وقت پر آگئے غزالی بھائی۔ پروگرام میں معمولی سی تبدیلی ہوئی ہے۔ بس آدھے گھنٹے کے بعد یہاں سے نکل چلیں گے۔"

"اور اچھی بات ہے۔" میں نے کہا۔ قادر سے اور کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔ اس نے کئی فون کیے تھے۔ کوڈ کی زبان میں گفتگو کرتا رہا۔ پھر ایک ملازم نے گاڑی آنے کی اطلاع دی۔ یہ سیاہ رنگ کا ایک ٹرک تھا جس کا پچھلا حصہ ترپالوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ میں اور قادر ڈرائیور کے ساتھ بیٹھ گئے اور ٹرک اسٹارٹ ہو کر چل پڑا۔ راستے میں ایک جگہ ٹرک رکا اور دو آدمی اس کے عقبی حصے میں سوار ہو گئے۔

"پیچھے آرام کا انتظام ہے۔ بیٹھے بیٹھے تھک جاؤ تو پیچھے چلے جانا۔" قادر نے کہا۔ اور میں نے گردن ہلا دی۔ میں سوچ میں ڈوبا ہوا تھا اس لیے قادر سے مزید کوئی گفتگو نہیں کی۔ رات گہری ہوتی جا رہی تھی۔ میں نے ذہن آزاد چھوڑ دیا تھا۔ اب کسی فضول سوچ کو ذہن میں جگہ دینا حماقت تھی۔ دل جمعی سے سارے کام کرنے تھے۔

اب میرا ذہن کام کرنے کے منصوبے بنا رہا تھا۔ بے چارے قادر نے میری ساری ذمہ داریاں سنبھال لی تھیں۔ اس سے اچھا مجھے کوئی ساتھی نہیں مل سکتا تھا۔

رات کے چار بجے ٹرک رک گیا۔ اور پھر عقب سے ایک دوسرے آدمی نے آکر ڈرائیونگ سنبھال لی۔ قادر نے اصرار کر کے مجھے پیچھے بھیج دیا اور میں پیچھے جا کر آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا۔ اس وقت میرے دل میں بھائیوں کا خیال آیا۔ میرے بھائی، باپ کی چھوڑی ہوئی زمینوں پر عیش کر رہے تھے اور میں۔ لیکن دل سے ان کے لیے کوئی بددعا نہ نکلی۔ وہ میرے اپنے تھے۔ نہ جانے کب نیند آگئی۔

آنکھ کھلی تو عجیب سی بو ناک میں آ رہی تھی۔ ٹرک رکا ہوا تھا۔ اٹھ کر کنارے آیا تو ایک دلچسپ منظر دیکھا۔ ٹرک سڑک کے کنارے رکا ہوا تھا اور مٹی کے تیل کے چولہے پر کڑھائی چڑھی ہوئی تھی جس میں مچھلیاں تلی جا رہی تھیں۔ قادر فولڈنگ اسٹول پر بیٹھا مچھلیاں تلنے والوں کو ہدایات دے رہا تھا۔ مجھے دیکھا تو ہنس کر بولا۔ "چلو غزالی بھائی۔ یہ پورا جنگل بیت الخلا ہے۔ تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں، لوٹا اٹھاؤ اور عیش کرو۔ مگر جلدی آجانا مچھلیاں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔" میں ہنس کر نیچے اتر آیا تھا۔

مچھلیوں کا ناشتا بہت عمدہ تھا۔ قادر نے بتایا کہ ایک نہر کے کنارے سے گزرتے ہوئے یہ تازہ مچھلیاں خریدی گئی تھیں۔ ناشتے سے فارغ ہو کر سفر پھر جاری ہو گیا۔ جب تک سورج کی تمازت تیز نہیں ہوئی ہم پیچھے رہے اس کے بعد آگے آکر بیٹھ گئے۔ قادر نے کہا "امید ہے کوئی دقت پیش نہیں آئے گی۔ بس کھٹمنڈو سے سرحد عبور کرتے ہوئے کچھ دشواری ہوگی۔ میں تمہارے ساتھ "وینگ چو" تک جاؤں گا۔ اور پھر وہیں تمہیں خدا حافظ کہہ دوں گا۔"

"پروگرام کچھ بدلا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"پچھلی چوکی سے ہدایت ملی ہے۔"

"پچھلی چوکی سے؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔ اور قادر ہنسنے لگا۔ "اس کھیل کی دنیا عجیب ہوتی ہے، غزالی بھائی جاگو تو جانو۔ مگر تمہیں کیا ضرورت ہے تم شریف آدمی ہو۔ تم سو رہے تھے تو پہلی چیکنگ ہوئی اور وہیں سے کلیرنس سرٹیفکیٹ مل گیا۔ تمہاری وجہ سے میں نے مسلسل بھاگ دوڑ کی ہے۔ ورنہ میں تو ایسے ہی نکلنے کی کوشش کرتا۔"

"اوہ۔ کلیرنس سرٹیفکیٹ سے تمہاری مراد ہے...." میں نے جملہ ادھورا ہی چھوڑ دیا اور قادر ایک آنکھ دبا کر مسکرانے لگا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیا کروں قادر تم نے سونے کی جگہ اتنی آرام دہ بنا دی ہے کہ میں گہری نیند سو گیا۔ اور پھر ان ہچکولوں نے بچپن کی یاد تازہ کر دی تھی۔" میں نے کہا۔ آہستہ آہستہ میں ان حالات سے مانوس ہوتا جا رہا تھا۔ اب دل میں وسوسے بھی نہیں رہے تھے۔ قادر سے اس زندگی کے بارے میں بات چیت ہوتی تھی اور وہ مجھے بہت کچھ بتاتا رہتا تھا۔ اسی دوران اس نے مختلف حصوں میں کام کے آدمیوں کے پتے اور ان سے رابطے کے طریقے بھی بتا دیے تھے۔ میں نے حیرت سے کہا تھا "قادر تم نے یونیورسٹی سے نکل کر اتنی جلدی اس لائن میں اتنے تجربات کہاں سے حاصل کر لیے۔؟"

"یاد مت دلاؤ یار۔ یوں سمجھو اپنی تقدیر میں یہی لکھا تھا۔ شروع سے ایسے لوگ مل گئے جو اس طرف رغبت دلاتے رہے۔ انسانی زندگی کی ابتدا جس انداز میں ہو جائے بس یوں سمجھو وہی نقش آخر ہوتا ہے۔"

سفر اسی طرح جاری رہا اور پھر تھوڑی دیر میں پہاڑی سلسلے شروع ہو گئے جہاں کا موسم اور نظارے ہی مختلف تھے۔ ٹرک کے لیے اب ہموار راستے نہیں رہے تھے۔ بلکہ وہ دشوار گذار راستوں پر سفر کر رہا تھا۔ کچھ پکی سڑکیں بھی نظر آجاتی تھیں لیکن وہ فوجی مقاصد کے لیے تھیں اور ان پر سفر کا خطرہ مول نہیں لیا جا سکتا تھا۔

دوپہر کے وقت ٹرک کو گھنے درختوں کے ایک جھنڈ میں روک لیا گیا۔ "ہم پہلی منزل پر آگئے ہیں،" قادر نے بتایا۔

"کیا مطلب؟"

"ان پہاڑیوں کی دوسری طرف نیپال ہے۔"

"اوہ۔ مگر یہاں سرحدی فوجی تو نہیں نظر آرہے؟"

"یہاں سے نظر نہیں آسکتے۔ بائیں سمت فوجی چھاؤنی ہے۔"

"سرحد کہاں سے عبور کرو گے؟"

"اسی پٹی سے۔ نیچے اتر کر دیکھو تو کسی نہ کسی گاڑی کے نشانات نظر آجائیں گے۔"

"یہاں اس جگہ؟"

"ہاں۔ غیر فوجی گاڑیاں اسی جگہ سے سرحد عبور کرتی ہیں۔" قادر نے معنی خیز انداز میں کہا۔ پھر کھانے پینے کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد قادر نے کہا "اب میں چلتا ہوں ممکن ہے واپسی پر دیر ہو جائے۔ یہاں آرام سے وقت گذارو۔ ہاں خیال رکھنا اس جگہ درندے ہو سکتے ہیں۔"

"تم کہاں جا رہے ہو؟"

"پرمٹ لینے۔ سرحد عبور کرنے کے لیے پرمٹ ضروری ہے۔ ذرا یاروں سے بھی مل لوں۔"

"یہ کام باقاعدہ ہوتا ہے قادر۔؟"

"بس آنکھ کی شرم کی بات ہے ورنہ بے قاعدہ بھی شروع ہو جائے۔" قادر نے کہا اور چلا گیا۔ جاتے ہوئے اس نے دو پستول لوڈ کر کے اپنے لباس میں چھپائے تھے۔ شام کے سات بجے وہ واپس آگیا۔ اس نے بتایا کہ صورت حال سے وہ بالکل مطمئن ہے۔ پرمٹ مل گیا۔ ساڑھے بارہ بجے یہاں سے نکلیں گے۔ اس نے مجھے تفصیل بتائی۔

باقی وقت ادھر ادھر کی گپ شپ میں گذر گیا۔ بہت کچھ دیکھنے اور سننے کو مل رہا تھا اور مجھے ان تمام چیزوں سے دلچسپی ہو رہی تھی۔ ساڑھے بارہ بجے سب ٹرک میں آگئے اور ٹرک اپنے سفر پر روانہ ہو گیا۔ اس کی بتیاں بجھی ہوئی تھیں۔ اور بڑی احتیاط اور سست رفتاری سے ڈرائیونگ کی جا رہی تھی۔ ہم ایک راستے سے گذرے پھر بلندیوں پر چڑھنا پڑا اور پھر ہموار میدان آگئے۔ ایک وسیع میدان عبور کرنے کے بعد ٹرک ہرے بھرے درختوں کے درمیان سے گذرنے لگا۔ صبح تک یہ سفر جاری رہا اور تمام رات ہم لوگ پوری مستعدی سے جاگتے رہے۔ رات کی تاریکی میں اطراف کے مناظر اجاگر نہیں تھے۔ کہیں روشنی پھوٹی تو دور دور تک مخصوص طرز کی عمارتوں کے آثار نظر آنے لگے۔ میں دلچسپی اور مسرت سے یہ مناظر دیکھ رہا تھا۔ بالآخر ایک پہاڑی ٹیلے کی آڑ میں ٹرک روک لیا گیا۔

"اب ہم نیپال کی فضا میں سانس لے رہے ہیں۔" قادر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر بولا "رات بھر کی تھکن جب بھی دور ہو جائے گی سفر شروع کر دیں گے۔ اب یہ سفر زیادہ طویل نہیں رہا۔ ہاں اگر تم کچھ وقت یہاں رک کر کھٹمنڈو دیکھنا چاہو تو ضرور دیکھو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے خدا حافظ۔" وہ سونے کے لیے لیٹ گیا۔ باقی دونوں آدمی بھی سو گئے۔ لیکن میں جاگ رہا تھا نیپال کی تاریخ میرے ذہن میں کلبلا رہی تھی۔

ہزاروں سال پہلے صرف کھٹمنڈو کو وادیٔ نیپال کہا جاتا تھا۔ لیکن اٹھارویں صدی میں نیپال ایک الگ حیثیت سے ابھرا جب پرتھوی نارائن شاہ نے مختلف فتوحات کے بعد اس علاقے کو متحد کیا۔ پرتھوی نارائن شاہ گورکھا

حکومت کے بانی دراویا شاہ کی نسل سے تھا۔ اس نے ۱۷۶۸ء میں کھٹمنڈو پر اس وقت قبضہ کیا جب وہاں کے مقامی لوگ اندرجاترا کا تہوار منانے میں مصروف تھے کھٹمنڈو وادی کے دوسرے علاقے بھی جلد ہی فتح ہو گئے۔ اور اس طرح کھٹمنڈو سلطنت نیپال کا دارالحکومت قرار پایا۔ ۱۸۱۴ء میں نیپال کا بادشاہ بکرم شاہ تھا لیکن یہاں کی اصل حکومت وزیر اعظم بھیم سین تھاپا کے ہاتھ میں تھی۔ اس وقت نیپال پر ہندوستان سے ایسٹ انڈیا کمپنی کی فوجوں نے سرحدی جھگڑے کی بنا پر حملہ کر دیا۔ نیپال کی فوجوں کو شکست ہوئی اور ۱۸۱۶ء میں ایک معاہدے پر دستخط ہوئے جس کی رو سے نیپال کو اپنے خاصے علاقوں سے دستبردار ہونا پڑا۔ ان علاقوں میں کچھ علاقے نیپال کو رانا جنگ بہادر کی حکومت کے زمانے میں اس وجہ سے واپس مل گئے کہ رانا جنگ بہادر کی فوجوں نے ہندوستان میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے دوران انگریزوں کی مدد کی تھی۔ رانا جنگ بہادر کا خاندان نیپال کی حکومت پر ایک سو چار برس تک قابض رہا۔ برطانیہ نے نیپال کو ایسی خود مختار حکومت تسلیم کیا جو اقتدار اعلیٰ رکھتی تھی۔ جمہوریت کی تحریکیں یہاں بھی زور پکڑتی رہیں۔ اور جب نیپال کے بادشاہ تری بھون بیر بکرم شاہ نے کھٹمنڈو میں موجود بھارتی سفارت خانے میں پناہ لی تو تحریک آگ کی طرح بھڑک اٹھی۔ عوام اپنے بادشاہ کی حمایت میں نکل آئے اور ۱۹۵۱ء میں رانا جنگ بہادر کی قائم کردہ حکومت زوال پذیر ہو گئی۔ تری بھون بیر بکرم شاہ کو وہاں بابائے قوم کا خطاب دیا گیا اور اس کے انتقال کے بعد شاہ مہندرا بیر بکرم شاہ برسر اقتدار آگیا۔ ہمالیہ کا پہاڑی سلسلہ نیپال کے انیس فیصد رقبے پر پھیلا ہوا ہے اور اس میں بے شمار بلند چوٹیاں ہیں جن میں کئی آٹھ ہزار میٹر سے زیادہ بلند ہیں اور ماؤنٹ ایورسٹ یعنی دنیا کی بلند ترین چوٹی بھی اسی سلسلے میں موجود ہے اور اس مقام کو ساگر ماتھا کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ دوسری بڑی چوٹیوں میں کنچن جنگا، مانا سلو اور پورنا کا نام آتا ہے۔ ان پہاڑوں میں عجیب و غریب زندگی پائی جاتی ہے۔

نجانے کب تک میں نیپال کی تاریخ میں کھویا رہا اور اس کے بعد نیند آگئی۔ آنکھ کھلی تو شام کی کجلاہٹیں فضا کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے تھیں۔ موسم نہ سرد تھا نہ گرم، خوشگوار ہوائیں چل رہی تھیں۔ اپنے اطراف میں دیکھا تو سب ہی جاگ گئے تھے۔ میں ٹرک سے نیچے آگیا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر وہ تینوں بیٹھے ہوئے گفتگو کر رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر قادر نے ہاتھ ہلایا اور میں۔۔۔ بھی ان کے نزدیک جا بیٹھا۔

"تھوڑے ہی فاصلے پر آوارہ گردوں کا ایک کیمپ لگا ہوا ہے۔ پہلے تو ہمیں اندازہ ہی نہیں ہو سکا تھا لیکن کچھ آوازیں سن کر ہم اس طرف متوجہ ہوئے تو انھیں دیکھا۔"

"یہاں اس جگہ۔" میں نے تعجب سے کہا۔

"ہاں نیپال اور خاص طور پر کھٹمنڈو کے یہ اطراف ان لوگوں کے لیے بے حد پرکشش ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں منشیات کے حصول میں کوئی دقت پیش نہیں آتی۔"

میں نے اس سمت کے بارے میں پوچھا جدھر آوارہ گردوں کے ڈیرے لگے ہوئے تھے۔ اس بابت میرے پوچھنے پر قادر نے ایک طرف اشارہ کر دیا پھر بولا "ابھی کچھ دیر رک جاؤ جب رات کی سیاہی زمین پر اتر آئے گی تو ان لوگوں میں زندگی کی لہر دوڑ جائے گی اور اس کے بعد تم ان کا دلچسپ نظارہ کر سکتے ہو۔"

میں نے اس بات سے دلچسپی کا اظہار کیا اور فیصلہ کیا کہ رات کو تھوڑی دیر تک ان لوگوں کی تفریحات دیکھی جائیں گی اس کے بعد کچھ اور کریں گے۔ پھر کھانے پینے کا سلسلہ شروع ہو گیا قادر سے میں نے پوچھا کہ یہاں کتنا وقت صرف کیا جائے گا تو وہ کہنے لگا۔

"غزالی بھائی۔ میرے لیے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ میں نے تو تمہیں پیشکش کی تھی کہ اگر کھٹمنڈو کی سیر کرنا چاہو تو میں ایک دن تمہیں دے سکتا ہوں ہم آج نہ سہی کل رات اپنے سفر کا آغاز کر لیں گے۔"

"نہیں قادر حالات اس کی اجازت نہیں دیتے ہمیں پہلے اپنا کام کرنا ہے۔"

قادر نے شانے ہلائے اور کہنے لگا "تو پھر ٹھیک ہے تھوڑی دیر تک ان کے درمیان تفریح کر کے ذہن کو تازہ کر لو اس کے بعد ہم اپنا سفر دوبارہ شروع کر دیں گے در حقیقت یہاں رکنا ایک طرح سے بے معنی ہے۔" میں نے قادر سے اتفاق کیا۔

شفاف آسمان پر جب چاند کی پہلی جھلک نظر آئی تو ہم اپنی جگہ سے آگے بڑھ گئے۔ صرف ایک آدمی کو وہاں چھوڑ دیا گیا تھا اور ہم تین افراد اس ڈھلان سے اتر رہے تھے جو کافی گہرائیوں تک چلا گیا تھا۔ ڈھلان کے اختتام پر آوارہ گردوں کا کیمپ لگا ہوا تھا۔ جگہ جگہ سے دھواں اٹھ رہا تھا اور اس دھوئیں کے درمیان دھوئیں جیسے لوگ چلتے پھرتے محسوس ہو رہے تھے۔ پھر ایک طرف سے ڈھول بجنے کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی گٹار کے تار بھی متحرک ہو گئے۔ ہم تیز رفتاری سے ڈھلان طے کرتے ہوئے ان کے درمیان پہنچ گئے۔ جھاڑ جھنکار چہروں والے آوارہ گرد بدمستیوں میں مصروف تھے۔ چرس اور گانجے کے دھوئیں کی بو فضا میں بکھری ہوئی تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شعلے لپک رہے تھے اور دھوئیں کے غنٹ کے غنٹ آسمان کی جانب بلند ہو رہے تھے۔ جس جگہ ڈفلی اور گٹار بج رہا تھا وہاں چند ہپی لڑکیوں نے اچھل کود شروع کر دی تھی۔ اپنے وجود کی لطافتوں سے بے نیاز وہ نشے اور منشیات میں گم تھیں تاہم سب کچھ دلچسپ تھا۔ ہم ان کی بدمستیاں دیکھتے رہے۔

گھڑیاں ساڑھے بارہ بجا رہی تھیں۔ میں نے قادر کی طرف دیکھا تو وہ مسکرا کر بولا۔ "یہاں سے جانے کو کس کا دل چاہے گا۔ لیکن جانا ضروری ہے۔"

"ہاں قادر۔ یہ سب فرصت کی باتیں ہیں۔" میں نے کہا اور ہم واپسی کے لیے چل پڑے اور تھوڑی دیر کے بعد ٹرک کے قریب پہنچ گئے۔ ٹرک میں ڈیزل کے بڑے کنٹینر رکھے ہوئے تھے انہیں ٹرک کی ٹنکی میں خالی کر کے وہیں پھینک دیا گیا اور اس کے بعد ٹرک اسٹارٹ ہو کر چل پڑا۔

دن میں نیند پوری ہو چکی تھی اس لیے اس وقت ہم سب چاق چوبند تھے۔ راستے میں، میں نے پوچھا "یہ سفر کتنا طویل ہوگا قادر؟"

"رات بھر سفر کریں گے اور پھر دن کو گیارہ بجے تک۔ اس کے بعد قیام کیا جائے گا۔ پھر رات کو بارہ بجے ہم سرحد عبور کریں گے۔"

"تم پہلے بھی اس راستے سے آ چکے ہو قادر؟"

"نہیں۔"

"پھر اتنا صحیح سفر کیسے؟"

"کرن داس اس راستے کے بارے میں جانتا ہے، یہ اکثر اس طرف آتا رہتا ہے۔" قادر نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ کرن داس انہیں دو لوگوں میں سے ایک تھا جو ہمارے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ اس کے بعد کچھ پوچھنے کی گنجائش نہیں رہی تھی۔

سفر جاری رہا۔ چاند آسمان پر آنکھ مچولی کر رہا تھا۔ بادلوں کی اوٹ میں آتا تو اطراف میں بکھری چٹانیں سیاہ کمبل اوڑھ کر بیٹھے ہوئے بھوتوں کی شکل اختیار کر جاتیں پھر جب چاند نکلتا تو یہ بھوت روپ بدل لیتے تھے۔ پھر روشنی کی کرنوں نے اس صورت حال کو بدل دیا اور بھوتوں کا کھیل ختم ہو گیا۔ تاحد نگاہ پھول درخت اور سرسبز راستے بکھرے ہوئے تھے۔ پس منظر میں ہمالیہ کا بلند سلسلہ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے زمین کی حد ہو۔ یہاں زمین ختم ہو گئی ہو اور یہ بلندیاں آسمان سے جا ملی ہوں اور اس کے بعد کچھ نہ ہو۔

بالآخر دن کو ایک بجے ٹرک روک دیا گیا۔ یہ ایک چھوٹا پہاڑی سلسلہ تھا۔ "اس کی دوسری طرف تبت ہے۔" قادر نے بتایا۔

"اور یہ پہاڑی سلسلہ کتنی دور ہے جہاں زمین کی حد ختم ہوتی محسوس ہوتی ہے۔" میں نے پوچھا۔

"اتنا ہی دور سمجھ لو جتنا ہم سفر کر چکے ہیں۔" قادر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور میں ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ حالانکہ یوں لگتا تھا جیسے یہ پہاڑی سلسلے بالکل قریب ہوں۔ رات ہونے تک ہم وہیں رکے اور پھر مقررہ وقت پر ٹرک نے سست رفتاری سے سفر کا آغاز کر دیا۔ قادر اس وقت بہت سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ سب لوگ چوکنے تھے۔ قادر نے کہا۔ "اس سرحد کو عبور کر لیں تو گویا جنگ جیت لیں۔ یہ اس سفر کا سب سے خطرناک مرحلہ ہے۔"

ٹرک کی روشنیاں گل تھیں اور قطعی پتا نہیں چلتا تھا کہ آگے کیا ہے۔ کوئی ایک گھنٹے کا سفر طے کرنے کے بعد ہم ایک درے میں داخل ہو گئے جو ناہموار تھا۔ ٹرک بری طرح اچھل رہا تھا اور ڈرائیونگ کرنے والے کو اس کا اسٹیئرنگ سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا پھر دور سے کسی کتے کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دیں اور ڈرائیور نے گھبرا کر بریک لگا دیے۔ "استاد خطرہ ہے۔ کتے کی آوازیں سن رہے ہو۔" اس کی سہمی ہوئی آواز سنائی دی۔

"انجن بند کر دو۔" قادر نے کہا اور ڈرائیور نے جلدی سے سوئچ آف کر دیا۔ دس منٹ تک ہم اسی طرح کھڑے آہٹیں لیتے رہے اور پھر قادر کے اشارے پر ٹرک آگے بڑھا لیا گیا۔ اس کے بعد کتے کی آواز نہیں سنائی دی۔ لیکن قادر کچھ سمجھ رہا تھا۔ اس نے ڈرائیور سے کہا۔ "درے سے نکلتے ہی رخ بدل لینا۔ راستہ خواہ دائیں سمت نظر آئے یا بائیں سمت۔ سیدھے چلنا خطرناک ہے۔"

"جی استاد۔" ڈرائیور نے جواب دیا۔ لیکن مشکل سے مزید دس منٹ گذرے تھے کہ ہواؤں کے دوش پر کتوں کی آوازیں پھر سنائی دیں اور ڈرائیور نے جلدی سے پھر انجن بند کر دیا۔ تھوڑی دیر انتظار کیا گیا۔ آوازیں اب مسلسل سنائی دے رہی تھیں۔ قادر نے ٹرک کے پچھلے حصے سے دو اسٹین گنیں نکالیں اور ان دونوں کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ "تم لوگ پچھلے حصے میں چلے جاؤ۔ ڈرائیونگ میں کروں گا۔ غزالی بھائی یہ پستول رکھ لو۔ اور میرے پاس بیٹھ جاؤ۔" میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ بدن میں سنسنی دوڑ رہی تھی اور دل کسی آنے والے خطرے کی پیش گوئی کر رہا تھا۔

قادر نے ٹرک اسٹارٹ کیا۔ اس بار اس کی رفتار کافی تیز تھی۔ قادر بڑی ہوشیاری سے اچھلتے کودتے ٹرک کو سنبھالے ہوئے تھا۔ درہ کافی طویل تھا اس کے دوسرے سرے کا کہیں پتا نہیں تھا۔ لیکن قادر راستے کی پرواہ کیے بغیر ٹرک دوڑائے جا رہا تھا۔ دفعتاً پہاڑوں میں کہیں روشنی چمکی اور قادر نے بے اختیار بریک پر پاؤں رکھ دیا۔ کتے زور زور سے بھونک رہے تھے۔ اور ان کی آوازیں بڑھتی جا رہی تھیں۔ پھر اچانک ہمارے بائیں سمت سے تیز سرچ لائٹ کی روشنی نیچے اترنے لگی اور قادر کے حلق سے غراتی ہوئی آواز نکلی — "لعنت ہے یار۔ گھر گئے۔" اس نے انجن بند کر دیا۔ روشنی اسی طرف

آ رہی تھی اور چند لمحوں میں ٹرک تک پہنچنے والی تھی۔ "تمہیں غزالی بھائی کھیل خراب ہو گیا۔ کودو نیچے کود جاؤ۔ جلدی۔" اور وہ خود بھی دوسری طرف کا دروازہ کھول کر نیچے کود گیا۔ پچھلے حصے میں بیٹھے ہوئے دوسرے دونوں آدمی بھی نیچے کود گئے تھے۔ قادر کے اشارے پر ہم روشنی کے ڈھے سے بچتے ہوئے پیچھے ہٹنے لگے۔ اور پھرتی سے ایک چٹان کی آڑ میں پہنچ گئے۔ اسی وقت روشنی ٹرک پر سے گذری اور آگے بڑھ گئی لیکن فوراً ہی اس کا رخ بدلا اور وہ تیزی سے واپس آ کر ٹرک پر مرکوز ہو گئی۔ اس کے بعد کچھ ہلچل سی ہوئی کئی پتھر لڑھکے۔ اور کچھ آوازیں سنائی دیں۔ پھر اور لوگوں کو ہوشیار کیا گیا اور دوسری طرف بھی روشنی ہو گئی اب یہ روشنیاں ٹرک پر مرکوز ہو گئیں۔ دوسری سرچ لائٹ کا دائرہ آہستہ آہستہ گردش کرنے لگا۔ غالباً وہ اطراف کا جائزہ لے رہے تھے۔ روشنی کا دائرہ ہم پر سے بھی گذرا لیکن ہم اوٹ میں ہونے کی وجہ سے محفوظ رہے۔ دائرہ چٹان سے گذرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ چند لمحوں تک ایک اضطرابی کیفیت طاری رہی اور پھر اچانک کتوں کی آوازوں کا طوفان آ گیا۔ چھوٹے چھوٹے پتھروں کے لڑھکنے کا شور بھی بلند ہوا اور صورتِ حال سمجھ میں آ گئی۔ انہوں نے ہماری تلاش کے لیے کتے چھوڑ دیے تھے۔

"بھاگو۔" قادر کی آواز ابھری۔ اور اس آواز کے ساتھ ہی وہ چٹان کے عقب سے نکل بھاگا۔ ہمارے متحرک ہوتے ہی فائرنگ شروع ہو گئی۔ ہمیں دیکھ لیا گیا تھا اور اب گولیاں ہمارے دائیں بائیں سے نکل رہی تھیں۔ دفعتاً ایک دلدوز چیخ لہرائی اور ہم میں سے ایک آدمی کم ہو گیا۔ کتے اب ہمارے پیچھے لگ گئے تھے۔ اس وقت رک کر یہ دیکھنے کی فرصت کسے تھی کہ کون گولیوں کا شکار ہوا۔ جس کا جدھر منہ اٹھا تھا دوڑ رہا تھا۔

دفعتاً قادر نے پلٹ کر فائر کیا اور ایک خونخوار شکاری کتا جو ہمارے سروں پر پہنچ گیا تھا قلابازی کھا کر نیچے گر پڑا۔ لیکن عقب میں دو کتے اور تھے۔ ایک کتا زقند لگا کر بائیں سمت سے مجھ پر آیا تو میں نے دانت کچکچا کر فائر کر دیا۔ گولی نشانے پر لگی لیکن اسی وقت تیسرے کتے نے قادر کے شانے کو دبوچ لیا۔ اور وہ قادر کو دبوچے ہوئے زمین پر گر پڑا۔ ہمارا تیسرا ساتھی آگے بڑھ گیا تھا۔ لیکن میں اس صورتِ حال سے واقف ہونے کے بعد آگے نہیں جا سکتا تھا۔ پستول سیدھا کیے ہوئے میں ان دونوں کے سر پر پہنچ گیا۔ قادر کتے کو خود پر سے دھکیلنے میں مصروف تھا اس کا پستول گر چکا تھا اور کتے نے اس کے شانے میں دانت گاڑ دیے تھے۔ دونوں میں شدید کشمکش ہو رہی تھی۔ میں نے بالکل قریب

قیمت ۱۵۰ روپے

محی الدین نواب کی تبدیلیٔ جنس پر ایک انوکھی تحریر

ادھورا ادھوری

ایک لڑکی لڑکا بن گئی مگر! نواب صاحب کی ایک انتہائی نازک موضوع پر ایک محتاط تحریر

اس طویل کہانی میں تبدیلیٔ جنس کے نازک اور حساس موضوع کے علاوہ اور بھی بہت کچھ ہے

علی بک سٹال

چوک میو ہسپتال، نسبت روڈ لاہور

PH 7223853

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پہنچ کر کتے کی ایک ٹانگ پکڑ لی اور اسے پوری قوت سے گھسیٹا اس کے ساتھ ہی میں نے پستول کی نال اس کے بازو پر رکھ کر ٹریگر دبا دیا۔ کتا ایک خوفناک غراہٹ کے ساتھ اچھلا اور قادر اس کی گرفت سے آزاد ہو گیا۔

فائرنگ کا رخ ہماری طرف تھا اور گولیاں ہمارے آس پاس چٹانوں کو ادھیڑ رہی تھیں۔ "ادھر۔ اس طرف" قادر نے بائیں سمت اشارہ کیا۔ ہم درے کی پہاڑی دیوار کے بالکل قریب آ گئے تھے اور اس دیوار میں ایک رخنہ نظر آ رہا تھا جو بلندی کی طرف چلا گیا تھا۔

"اوپر۔ اوپر" قادر کی آواز کرب میں ڈوبی ہوئی تھی۔

"آؤ قادر" میں نے اسے سہارا دیا اور ہم دونوں تیز رفتاری سے اوپر چڑھنے لگے۔ چھوٹے چھوٹے پتھر ہمارے پیروں تلے آ کر لڑھک رہے تھے اور ہم بمشکل توازن برقرار رکھ پا رہے تھے۔ لیکن جس طرح بھی بن پڑا ہم اوپر چڑھتے رہے۔ ایک عجیب سی سنسناہٹ کانوں میں ابھر رہی تھی۔ نہ جانے کیسی آواز تھی لیکن دور سے آتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

"میں زیادہ دور نہیں جا سکوں گا غزالی بھائی۔ پلیز اس وقت صرف اپنی جان بچانے کی کوشش کرو" قادر کی آواز ابھری۔

"چلتے رہو قادر۔ فکر مت کرو، موت کا یہ کھیل مجھے ناپسند نہیں ہے۔ چلتے رہو" میں نے کہا۔ اور قادر کو اوپر گھسیٹنے لگا۔ یہ جان لیوا چڑھائی نہ جانے کتنی دیر میں طے ہوئی۔ گولیوں کی آوازیں اب بھی ابھر رہی تھیں۔ ہمارے تیسرے ساتھی کا نہ جانے کیا حشر ہوا کوئی اندازہ نہیں تھا۔ ایک ساتھی کو تو ہم خود اپنی آنکھوں سے مرتے ہوئے دیکھ چکے تھے۔ درے کی دیواریں ہمیں گولیوں سے محفوظ رکھے ہوئے تھیں۔ روشنیاں بھی اس طرف نہیں آ رہی تھیں لیکن کبھی کبھی ان کے جھماکے ہوتے محسوس ہو رہے تھے۔ بالآخر ہم بلندیوں تک پہنچ گئے۔ اوپر تیز ہوائیں چل رہی تھیں یا پھر اتنی دیر تک پتلی دراڑ میں سفر کرتے رہے تھے کہ ہمیں ہوا زیادہ تیز محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی۔ چٹانوں کے سوا کچھ نہیں تھا لیکن وہ سنسناہٹ بدستور کانوں میں گونج رہی تھی۔ وہ عجیب سنسناہٹ تھی۔

"غزالی بھائی" قادر کی تھکی تھکی آواز سنائی دی۔ "ایک درخواست کر رہا ہوں پوری کر دو۔ جو کچھ کہہ رہا ہوں اسے مان لو، یہ ضد کا وقت نہیں ہے۔ تم مجھے اسی جگہ چھوڑ دو اور یہاں سے نکل جاؤ یہ ضروری ہے غزالی بھائی ورنہ میرے ساتھ تم بھی پھنس جاؤ گے"

"قادر۔ مجھ سے وہ نہ کہو جو میں کر نہیں سکتا۔ میں تمہارا دوست ہوں یار یہ کیسے ممکن ہے۔ جو ہونا ہے ہونے دو" میں نے جذبے کی شدید کیفیت کے ساتھ کہا۔

"مان لو غزالی بھائی۔ تمہارا احسان ہو گا۔ میں بہت زخمی ہو گیا ہوں کتے نے میرا بازو ہی نہیں سینہ بھی ادھیڑ دیا ہے"

"آؤ یہ جگہ چھوڑ دیں انہیں ہمارے نشانات نہیں ملنے چاہئیں" میں نے قادر کو پھر سنبھال کر اٹھایا اور قدم قدم آگے بڑھنے لگا۔ قادر کے حلق سے اب کراہیں نکل رہی تھیں۔ اس نے اب پورا وزن مجھ پر ڈال دیا تھا اور میں جس طرح بھی بن پڑ رہا تھا اسے سنبھالے ہوئے چل رہا تھا۔ ایک جگہ پاؤں پتھر پر پڑا تو پتھر نے جگہ چھوڑ دی اور لڑھکتا ہوا گہرائیوں میں جانے لگا۔ میں نے خود کو سنبھال لیا۔ لیکن اندازہ ہو رہا تھا کہ دوسری طرف گہرائی ہے۔

"بس غزالی بھائی بس۔ رکو ذرا رکو۔ اوف۔ یہ ہوا زخموں کے راستے ہڈیوں میں اتر رہی ہے۔ خدا کی پناہ غزالی بھائی۔ یار تمہارے لیے کچھ کرنا میری تقدیر میں ہی نہیں ہے۔ اب دیکھو نا یہ سب مجبوری ہے غزالی بھائی معاف کر دینا"

"ہمت ہار رہے ہو قادر" میں نے کہا۔

"تمہارے لیے۔ مگر تم۔ مگر تم سنو۔ جو کچھ میں نے بتایا ہے تمہیں۔ نکل جاؤ۔ یہاں سے نکل جاؤ۔ پلیز غزالی بھائی۔ مجھے بیٹھ جانے دو۔ وہ اندھوں کی طرح ٹٹولنے لگا۔ میں رک گیا۔ قادر کے قدم بے جان ہو گئے۔ اس کے علاوہ چارہ کار نہ رہا کہ میں اسے بٹھا دوں میں کسی مناسب جگہ کے لیے تاریکی میں آنکھیں پھاڑنے لگا۔ دفعتاً اطراف کا سارا علاقہ منور ہو گیا۔ میری آنکھیں اس تیز روشنی کی تاب نہ لا سکی تھیں۔ اور اسی وقت گولیوں کی تڑتڑاہٹ سنائی دی۔ قادر اچھل کر میرے اوپر آ گیا اور میں توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ پیچھے کی سمت گرا۔ لیکن کسی چٹان یا زمین پر نہیں بلکہ خلا میں۔ میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا میں کسی سہارے کو پکڑنے کے لیے خلا میں ہاتھ پاؤں مار رہا تھا لیکن وہاں کان پھاڑ دینے والی ہواؤں کے سوا کچھ نہیں تھا۔ میرا بدن کسی بے جان پتھر کی طرح نیچے گرنے لگا۔

ہواؤں کی سنسناہٹ نے ذہن معطل کر دیا تھا۔ دل اچھل کر حلق میں آ گیا تھا اور سوچنے سمجھنے کی قوتیں مفلوج ہو چکی تھیں۔ یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ میرے ساتھ ہو رہا ہے۔ چند لمحوں میں زوردار آواز کے ساتھ کسی نرم چیز پر گرا۔ اور پھر یوں لگا جیسے خنکی کی قبر میں دفن ہو گیا ہوں۔

یخ پانی تھا جس کی گہرائیوں کا کوئی اندازہ نہیں ہوا بس یوں محسوس ہوا جیسے بدن میں لاکھوں برچھیاں پیوست ہو گئی ہوں۔ —— پھر کوئی چیز مجھے اوپر اٹھانے لگی۔ پھر میں کسی برق رفتار

دھارے پر سفر کرنے لگا۔ میں نے گھوڑے کی لگامیں تھامنی چاہیں میرے ہاتھوں میں جنبش کرنے کی صلاحیت ہی باقی نہیں رہی تھی۔ آنکھوں میں دھندسی چھائی جا رہی تھی۔ پھر سوچنے سمجھنے کی ری قوتیں سو گئیں کوئی احساس باقی نہ رہا۔ میرا بدن نہ جانے کتنا ر طے کر چکا تھا جب مجھے ہوش آیا۔ پاؤں کے نیچے پتھریلی بن تھی سر پر سورج چمک رہا تھا کھلا نیلا شفاف آسمان زندگی خبر دے رہا تھا۔ رفتہ رفتہ احساسات جاگتے گئے واقعات یاد تے گئے۔ قادر ذہن پر ابھرا اور دل پر ایک گھونسہ لگا۔ میں ڈلوں کی طرح اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کہاں ہونڈوں، کہاں دیکھوں۔ لیکن دل کو معلوم تھا کہ یہ سب محض فل تسلیاں ہیں۔

اسی وقت کانوں میں ایک عجیب سی آواز ابھری یہ کسی ساز آواز تھی۔ نہایت بے ہنگم بے سری۔ میری گردن اس طرف موم گئی۔ بہت فاصلے پر ایک چھوٹا سا لڑکا سبز پتوں کا ایک یب سا ساز بجا رہا تھا۔ بائیں سمت ایک ندی کا پاٹ پھیلا ہوا فا۔ یہ وہی ندی تھی جس نے میری جان بچائی تھی۔ پہاڑوں کی بندیوں کے عقب سے ابھرنے والا شور اسی ندی کا تھا جسے میں نے اس وقت سنا تھا جب قادر زخمی ہوا تھا۔ آہ یہ سب کیا ہو گیا۔ ہارے حالات غیر متوقع تھے۔ سرحدی محافظوں کی کارروائی نے ہارا کھیل بگاڑ دیا تھا لیکن اب؟

ندی کے چوڑے پاٹ میں پانی کی روانی مدھم پڑ گئی تھی، یہاں اس کی گہرائی بھی نہ بہت زیادہ اور نہ بہت کم تھی۔ شاید اسی وجہ سے میری جان بچ گئی تھی۔ داہنی سمت ڈھلواں پہاڑیاں نظر آ رہی تھیں۔ جن پر نباتات بر جستم فرنگی پانی اور فنبازی کے پھول کھلے ہوئے تھے۔ میں کراہتا ہوا اٹھ گیا۔ بدن میں جان تھی جو اس جان لیوا سفر کو جھیل گیا تھا۔ پتھروں کی رگڑ نے بدن پر جا بجا خراشیں ڈال دی تھیں جن میں ہواؤں کی برچھیاں پیوست ہو رہی تھیں۔ نہ جانے اس نیم بستہ پانی سے کیسے جان بچ گئی تھی ورنہ یہ ممکن تو نہیں تھا۔ سورج کی طلائی کرنیں بدن کو سینک پہنچا رہی تھیں۔ فضا میں متعدد گدھ اڑ رہے تھے اور بہت دور افق پر ہمالیہ کی بلند و بالا فصیل پھیلی ہوئی نظر آ رہی تھی۔

گرتا پڑتا میں اس لڑکے کی طرف چل پڑا جو پتوں کا ساز بجانے میں مگن تھا۔ پھر اس نے شاید میرے قدموں کی آواز سن لی اور ساز بند ہو گیا۔ لڑکے نے میری طرف دیکھا اور اس پتھر سے اٹھ کھڑا ہوا جس پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اپنی زبان میں کچھ کہا مگر میری سمجھ میں نہ آ سکا۔ میں نے اشاروں کی زبان میں اسے اپنی

عصمت چغتائی
ٹیڑھی لکیر -/۱۴۰
عصمت چغتائی کے
بہترین افسانے -/۳۵
علی میاں بکسیلرز۔ اردو بازار لاہور

بپتا سمجھانے کی کوشش کی لیکن وہ میرے مضحکہ خیز اشاروں سے کچھ نہ سمجھ سکا اور بے اختیار ہنس پڑا۔

میں نے دانت پیس کر اسے دیکھا پھر نہ جانے لڑکے کو کیا سوجھی کہ اس نے آگے بڑھ کر میرا بازو پکڑ لیا اور مجھے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ ناچار میں اس کے ساتھ اسی طرح آگے بڑھ گیا جیسے اندھے کسی کا سہارا لے کر سڑک پار کرتے ہیں۔ لڑکے نے ایک سمت اختیار کی تھی وہ مجھے لیے ہوئے ایک موڑ تک آ گیا جہاں بھورے آسمان تلے پتھروں سے اٹی ہوئی ایک سڑک ندی کے کنارے کنارے چلی جا رہی تھی۔ کچھ آگے بڑھا تو چند عورتوں کو دیکھا جو ارغوانی رنگ کی شالیں اوڑھے ہوئے تھیں۔ اور بائیں نتھنوں میں پیتل کی نتھیں سجی ہوئی تھیں۔ وہ سر ڈل پہ چمکتی ہوئی نقرئی مچھلیوں کے ٹوکرے آگے بڑھ رہی تھیں یقیناً کوئی بستی قریب تھی۔

میں گرتا پڑتا لڑکے کی راہنمائی میں آگے بڑھتا رہا ایک پشتے کے اوپر سے گذرتے ہوئے میں نے ایک چھوٹی نہر دیکھی جس کے ساتھ نرسلوں کے جھنڈ اگے ہوئے تھے۔ دوسری طرف چاول کے سرسبز کھیت پھیلے ہوئے تھے۔ کچھ اور آگے ایک کسان دو بھینسوں کے ذریعے کٹے ہوئے گیہوں گاہ رہا تھا اور ادھر ادھر بکھر جانے والے گیہوں کے خوشے سمیٹ کر بھینسوں کے سموں تلے پھینک رہا تھا۔ بالآخر بستی کے آثار نظر آ گئے۔ کتے اور مرغیاں، کیچڑ اور گندگی کے ڈھیر کرید رہے تھے۔ ان کے آس پاس پالتو سؤر غول بنائے گلے سڑے پھلوں اور ان کے چھلکوں پر منہ مارتے پھر رہے تھے۔ ان مناظر سے گذرتا ہوا میں اس خستہ حال گاؤں کے ایک جھونپڑے پر جا رکا جس کی حالت بوسیدہ تھی۔ لڑکے نے مسکراتی ہوئی معصوم نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر اندر گھس گیا۔ چند لمحوں کے بعد وہ ایک بوڑھی عورت کے ساتھ واپس آیا۔ عورت نے میری شکل دیکھی، میری خستہ حالی پر غور کیا اور پھر مجھ سے کچھ کہا۔ لیکن جو کچھ اس نے کہا وہ میری سمجھ میں نہیں آ سکا۔ دو تین بار اس نے وہی جملے دہرائے پھر لڑکے سے کچھ کہا۔ لڑکا میرا بازو پکڑ کر مجھے اندر لے گیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جھونپڑا باہر سے جتنا چھوٹا لگتا تھا اندر سے نہیں تھا۔ مجھے زمین پر بیٹھنے کا اشارہ کیا گیا اور میں ٹھنڈی سانس لے کر بیٹھ گیا۔ بوڑھی عورت جھونپڑے کے دوسرے حصّے میں چلی گئی۔ لڑکا میرے سامنے بیٹھ کر مسکرانے لگا۔ اس کی آنکھوں میں انوکھی مسّرت چمک رہی تھی۔

"میرے پہلے میزبان تمہارے اس احسان کو میں ہمیشہ یاد رکھوں گا۔" میں نے کہا۔ لڑکے کی سمجھ میں نہ جانے کیا آیا کہ اُس نے اپنا پتوں والا ساز اٹھایا اور منہ سے لگا کر اسے بجانے لگا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ بوڑھی عورت اندر آگئی۔ اس کے ہاتھ میں کچھ برتن تھے۔ مٹی کے پیالے میں دیسی شکر کی چائے تھی، اس کے ساتھ گیہوں کی روٹی اور تازہ کھیرے کے کٹے ہوئے ٹکڑے تھے۔ کھانا سامنے آیا تو بدن میں تازگی دوڑ گئی۔ یہ عجیب کھانا کتنا لذیذ تھا اس کے لیے الفاظ ناکافی ہیں۔ میں نے شکرگزاری کے جذبات کے ساتھ یہ چیزیں قبول کر لیں۔ بھوک کا اندازہ اب ہوا تھا۔ آن کی آن میں، میں نے سب کچھ صاف کر دیا۔ پیٹ بھرا تو عقل نے بھی کام کرنا شروع کیا۔ ان بھولے بھالے میزبانوں کا بس اتنا احسان ہی کافی تھا کہ انھوں نے زندگی کی ایک اہم ضرورت پوری کر دی تھی اس سے زیادہ انہیں کیا تکلیف دی جاتی۔ کھانے سے فارغ ہو کر میں نے لڑکے سے اس کا نام پوچھا۔ لیکن وہ تو کچھ سمجھ ہی نہیں سکا تھا۔ مزید کیا کہتا۔ اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ شکرگزاری کے انداز میں بوڑھی عورت کے بازو چھوئے اور باہر نکل آیا۔ لڑکا میرے ساتھ ساتھ باہر آگیا۔ پورا گاؤں زبوں حالی کا شکار تھا۔ میں لڑکے کے ساتھ گاؤں کے اطراف میں گھومتا رہا۔ خیال تھا کہ کوئی ایسا شخص نظر آئے جو اردو یا بھوج پوری یا پوربی سمجھتا ہو تو اس سے اس علاقے کے بارے میں معلوم کروں لیکن کوئی غیر قبلتی شکل نظر نہ آئی۔ بے چارہ لڑکا بدستور میرے پیچھے لگا ہوا تھا۔

گاؤں تھا ہی کتنا بڑا، آخر اس کا چکر پورا ہو گیا اور میرے دل میں مایوسی پیدا ہو گئی۔ بڑی مشکل ہو گئی تھی کہ اب کیا کروں۔ جیبیں خالی تھیں ندی کے سفر نے لباس بھی جگہ جگہ سے بوسیدہ کر دیا تھا، اپنی شکل نہیں دیکھ پایا تھا لیکن اندازہ تھا کہ بھکاریوں جیسی ہو گی ورنہ یہ لڑکا ترس نہ کھاتا اور بوڑھی عورت یہ نہ سمجھ لیتی کہ میں بھوکا ہوں۔ میں نے تھوڑی دیر تک کچھ سوچا اور پھر فیصلہ کیا کہ گاؤں سے باہر نکل جاؤں اور کوئی ایسی جگہ تلاش کروں جہاں کام بن سکے۔ اس خیال کے تحت میں نے لڑکے کو اشارے سے سمجھایا کہ اب میں چلتا ہوں وہ واپس جائے۔ یہ کہہ کر میں چل پڑا۔ لیکن لڑکا بہت دور تک میرے پیچھے پیچھے آیا اس نے

کئی بار ساز بجا کر مجھے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی لیکن پھر مایوس ہو کر رک گیا۔ میں تیز قدموں سے چلتا ہوا گاؤں سے بہت دور نکل آیا۔ جی چاہ رہا تھا کہ آرام کروں اس کے لیے میں نے ایک چٹان کا سایہ منتخب کر لیا اور اس کے نیچے بیٹھ گیا۔ لباس خود بخود خشک ہو گیا تھا۔ بدن نے واقعی ساتھ دیا تھا ورنہ اس عذاب ناک سفر سے نہ جانے کیا صورتِ حال پیدا ہو جاتی۔

کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ اب کیا کروں؟ جگہ کا اندازہ ہو تو کچھ سوچوں، دل کے نرم گوشوں میں پھر قادر کا تصوّر ابھر آیا۔ آنکھیں بھیگ گئیں۔ قادر نے بُرے وقت میں ساتھ چھوڑا تھا۔ ابھی تو میں ان علاقوں سے روشناس بھی نہیں ہوا تھا۔ اس کی باتیں ذہن میں دوہرائیں کچھ نام یاد آئے لیکن ابھی تو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ میں کہاں ہوں۔ اس برق رفتار ندی نے میرے لیے کون سے جہان منتخب کیے تھے۔ آئندہ کیا کروں گا۔ ہولناک احساسات منہ کھول کر آ کھڑے ہوئے تھے اور میں دل میں شدید خوف محسوس کر رہا تھا۔ آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا، پاؤں سکوڑ لیے اور نہ جانے کہاں سے نیند آنکھوں میں دوڑ آئی۔ آنکھ کھلی تو چاروں طرف ہیبت ناک تاریکی پھیلی ہوئی تھی رات ہو گئی تھی، تاحدِ نگاہ تاریکی اور سنّاٹے کا راج تھا۔ کوئی آہٹ ہوتی تو دل دہشت سے دھڑک اٹھتا۔ سنّاٹے کے بھوت سرگوشیاں کرتے گزر رہے تھے۔ اپنے حال پر ہنسی آ گئی۔ یہ کوئی انجانی بپتا تو نہیں ہے۔ میں نے اپنے لیے ان راستوں کا انتخاب خود کیا ہے۔ یہ سب کچھ تو ہونا تھا اور یہ تو کچھ بھی نہیں ہے خود کبھی ایسے حالات سے نہیں گزرا لیکن ان راستوں راہی تو نہ جانے زندگی کے کیسے کیسے عذاب برداشت کرتے ہیں۔ ہمت سے کام لینا ہو گا اس طرح پست ہمتی تو سارے کام بگاڑ دے گی۔

ان احساسات نے بدن میں خون کی روانی تیز کر دی ذہن کھلنے لگا۔ واقعات اچانک ایک نیا رخ اختیار کر گئے تھے لیکن انہیں میں اپنے لیے راستہ تلاش کرنا ہو گا۔ ہر طرح کے حالات کا سامنا کرنا ہو گا۔ دل کو کچھ سخت کرنا ہو گا۔ اپنا جائزہ لیا تو خود کو اس کے لیے تیار پایا۔ نئے حوصلے اور نئی امنگ کے ساتھ صبح ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ نیند چونکہ پوری ہو چکی تھی اس لیے رات کے کسی حصّے میں دوبارہ نیند نہیں آئی اور میں نے طلوعِ آفتاب کے حسین منظر کو دیکھا پھر ایک انجانی منزل کی جانب قدم بڑھا دیے۔

پیٹ کی آگ شدّت اختیار کر رہی تھی، اس کا فیصلہ پیدا کرنے والے پر چھوڑ دیا اور مایوسی نہ ہوئی۔ زیادہ سفر نہیں کیا تھا کہ کچھ جھاڑ نظر آئے جن میں کھیرے کی بیلیں الجھی ہوئی تھیں۔

جنت میں یہ بے مزا غذا دوسری بار سامنے آئی تھی۔ خدا کی اس دین کا شکر ادا کیا، خوب کھیرے کھائے اور کئی کھیرے توڑ کر زادِ راہ کے لیے رکھ لیے پھر وہاں سے آگے بڑھ گیا۔

شام کی جھلکتی ہوئی گلابٹوں میں ایک بستی گہرائیوں میں نظر آئی اور میرے قدموں کی رفتار تیز ہو گئی۔ پُر رونق بستی تھی۔ دکانیں نظر آ رہی تھیں، ان میں کھانے پینے کی اشیاء موجود تھیں لیکن میری جیب میں کچھ نہیں تھا۔ یہاں بھی آنکھیں کسی ایسے چہرے کو تلاش کرنے لگیں جو کم از کم زبان ہی سمجھ سکے لیکن تقدیر نے اس سلسلے میں ساتھ نہ دیا۔ پھر اچانک ہی کلائی پر بندھی گھڑی پر نگاہ پڑی۔ اور دل خوشی سے اچھل پڑا۔ میں نے گھڑی اتاری، چل رہی تھی اور بالکل ٹھیک حالت میں تھی اور قیمتی تھی جو پہلا دکاندار نظر آیا میں نے گھڑی اس کے سامنے کر دی۔ دکاندار نے پہلے حیرت سے مجھے دیکھا پھر گھڑی کو۔ شاید کچھ اور حیرت ہوتی اسے لیکن گھڑی کی خوبصورتی نے اسے متوجہ کر لیا۔ اس نے اسے ہاتھ میں لے کر دیکھا۔ پھر مجھے۔ اور پھر اپنی زبان میں کچھ سوال کیا جس کا میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ بمشکل تمام دکاندار نے کچھ روپے نکال کر میرے سامنے رکھے تو میں نے ان پر جھپٹا مار دیا۔ جب کسی چیز کو فروخت ہی کرنا پڑے تو پھر قیمت کیا دیکھنا۔ بُرے وقت میں اس نے بڑا ساتھ دیا تھا۔ پھر بھی دکاندار بددیانت نہیں تھا اس نے اپنی دانست میں گھڑی کی مناسب قیمت لگائی تھی۔

اس کے بعد ایسی کسی جگہ کی تلاش کے علاوہ اور کیا کام ہو سکتا تھا کہ جہاں کھانا مل سکے۔ چنانچہ سُرخ ٹوپی والے ایک خوش باش ہوٹل والے نے چاولوں پر مشتمل کھانا لا کر سامنے رکھ دیا جو بھوک میں ایک نعمت سے کم نہیں تھا۔ خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور طبیعت سیر ہو گئی۔ رات گزارنے کے لیے ایک سایہ دار درخت کا انتخاب کر لیا اور اس کے نیچے پڑا رہا۔ دیر تک ہی سوچتا رہا کہ کوئی مناسب جگہ کیسے دستیاب ہو۔ کیسے پتا چلے کہ صحیح سمت اختیار کروں۔ دیر تک سوچتا رہا۔ پھر سونے کی کوشش کی اور خوب گہری نیند سویا۔ دوسری صبح جب میں جاگا تو اپنے سونے کی جگہ سے چند گز کے فاصلے پر کچھ خیمے نظر آئے۔ اچھی طرح یاد تھا کہ رات کو یہ خیمے یہاں موجود نہیں تھے گویا رات ہی کے کسی حصّے میں یہاں یہ آبادی ہوئی ہے۔ خیموں کے درمیان لوگ چلتے پھرتے نظر آئے اور انہیں لوگوں کو دیکھ کر احساس ہوا کہ مولا نے مشکل کشائی کی ہے۔ ان میں سفید بُرّاق والے لوگ اور پتلونیں نظر آ رہی تھیں۔

میں اپنی جگہ سے اٹھ کر اس طرف چل پڑا۔ سامنے ہی دو بھوٹانی نوجوان نظر آ رہے تھے۔ میں ان کے قریب پہنچ گیا۔ "تم لوگ ہندی یا اُردو سمجھتے ہو — ؟" میں نے سوال کیا۔

"کیا بات ہے — ؟" ان میں سے ایک نے کہا۔

"میں مقامی زبان نہیں جانتا۔ ان علاقوں میں اجنبی ہوں۔ کیا تم مجھے اس جگہ کے بارے میں بتا سکتے ہو — ؟"

"یہ پربت بستی ہے کالی گندر کے پاس آباد ہے۔ یہاں سے وہ سیدھا راستہ دھولگری کی طرف جاتا ہے۔" اس شخص نے بتایا اور میں اپنے ذہن میں اس علاقے کا تعین کرنے لگا۔ ابھی اس نے کچھ اور نہیں کہا تھا کہ ایک یورپین لڑکی چست پتلون میں ملبوس اس طرف نکل آئی۔ مجھے دیکھ کر وہ رک گئی اور مجھ سے کچھ فاصلے پر کھڑی ہو کر مجھے دیکھنے لگی۔ دفعتاً اس نے وہیں سے سوال کیا۔ "کیا تم انگلش بول سکتے ہو؟"

"یقیناً میڈم۔" میں نے فوراً جواب دیا۔

"پلیز ادھر آؤ۔" لڑکی نے کہا اور میں اُس کے قریب پہنچ گیا۔ "میرا نام تھریسا ہے ہم لوگ سیّاح ہیں اور ان علاقوں کی سیاحت کے لیے آئے ہیں۔ میرے ساتھ کچھ اور لوگ بھی ہیں۔ ان مقامی لوگوں کو ہم نے مزدور کی حیثیت سے ساتھ لیا تھا لیکن ان میں سے کوئی انگلش نہیں جانتا۔"

"میرا نام غزالی ہے میڈم۔ آپ نے کوئی گائڈ ساتھ نہیں لیا؟"

"لیا تھا۔ لیکن وہ بیمار ہو کر واپس چلا گیا۔ اس کے بعد سے ہم بہت پریشان ہیں۔ ہم ان علاقوں کی تفصیل جاننا چاہتے ہیں لیکن گائڈ نہ ہونے کی وجہ سے۔ اور یہ مزدور ہماری زبان نہیں سمجھتے۔"

"آپ کو واقعی پریشانی ہو رہی ہو گی۔"

"آپ بہت عمدہ انگلش بول لیتے ہیں مسٹر گازالی۔ کیا آپ ہماری مدد نہیں کر سکتے؟"

"افسوس میں ان علاقوں سے ناواقف ہوں۔"

"کیا مطلب — ؟" وہ تعجب سے بولی۔

"میں بھی ایک ایسا ہی سیّاح ہوں جس کا گائڈ بیمار ہو کر چلا گیا۔" میں نے کہا اور وہ ہنس پڑی۔

"دلچسپ بات ہے۔ لیکن آپ کو کچھ آسانیاں حاصل ہیں۔ آپ ان کی زبان تو سمجھتے ہیں۔ مسٹر گازالی آپ چاہیں تو ہماری مدد کر سکتے ہیں۔ یہ لوگ ان جنگلوں کے بارے میں سب کچھ جانتے ہیں لیکن ہمیں بتا نہیں سکتے۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ ہمارے ساتھ — ؟"

"یقیناً ہو سکتا ہے میڈم تھریسا۔ آپ مجھے ایک ایسے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شخص کی حیثیت سے اپائنٹ کرسکتی ہیں جو آپ کے اور ان مزدوروں کے درمیان رابطہ بن جائے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آیئے میں آپ کو اپنے ڈیڈی سے ملاؤں۔" تھریسا بولی اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ دوسری طرف گھوما تو کافی کی سوندھی بو ناک سے ٹکرائی۔ پیٹ میں کھلبلی مچ گئی تھی۔ دوسری طرف ایک خیمے کے سامنے فولڈنگ اسٹولوں پر کئی افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ دو معمر آدمی تھے۔ ایک انہیں کی ہم عمر خاتون تھیں۔ تین نوجوان لڑکے تھے اور تھریسا کے علاوہ تین لڑکیاں اور تھیں۔ تھوڑے فاصلے پر چند ملازم یا مزدور قسم کے لوگ شاید ناشتا تیار کر رہے تھے۔ اسٹولوں پر بیٹھے لوگوں نے چونک کر مجھے دیکھا۔ اسی وقت تھریسا بول اٹھی۔ "مسٹر گازالی۔ اور مسٹر گازالی۔ یہ میرے ڈیڈی۔"

"ہیلو۔" معمر بوڑھوں میں سے ایک نے کہا۔

"ہیلو۔ میرا نام غزالی ہے۔"

"ڈیڈی، مسٹر گازالی ہمارے نئے گائڈ بن سکتے ہیں۔ میں نے ان سے بات کی ہے۔"

"آیئے مسٹر گازالی پلیز۔" معمر شخص نے ایک خالی اسٹول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور میں بیٹھ گیا۔

"میرا نام رابرٹ جم ہے۔ یہ میرے دوست مسٹر ڈکیلسن رائمن ہیں اور یہ۔" وہ ایک ایک کا تعارف کرانے لگا۔ سب نے گردن خم کی تھی۔ آخر میں مسٹر رابرٹ نے کہا۔ "اور یہ میری بیٹی تھریسا ہے۔"

"کیا آپ ان علاقوں میں گائڈ کے فرائض انجام دیتے ہیں؟" مسٹر رابرٹ نے پوچھا۔

میرے بجائے تھریسا بول پڑی۔ "دلچسپ بات ہے ڈیڈی مسٹر گازالی خود بھی ایک سیاح ہیں اور ان علاقوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔"

"اوہ۔ پھر آپ ہماری کیا مدد کر سکتے ہیں ۔۔۔؟"

"ڈیڈی۔ یہ مزدوروں سے گفتگو کر سکتے ہیں۔ اسی حالت میں ہمیں ان سے کافی مدد مل سکتی ہے۔"

"ویری گڈ۔ کام چل جائے گا لیکن مسٹر گازالی کیا آپ ہماری کمپنی پسند کریں گے ۔۔۔؟"

"یقیناً مسٹر رابرٹ۔ میں کچھ ایسے حالات کا شکار ہو گیا ہوں جو میرے لیے پریشان کن ہیں۔ میں کسی ایسی جگہ تک آپ کا ساتھ دے سکتا ہوں جہاں سے آپ کو ایک اچھا گائڈ مل جائے۔"

"ہم سب آپ کے شکر گزار ہوں گے۔" مسٹر رابرٹ نے کہا اور تھریسا مسکرانے لگی۔ اس نے اپنے ساتھیوں کا ایک بڑا مسئلہ حل کر دیا تھا۔

ان لوگوں کا ساتھ مل جانے سے بے حد اطمینان ہوا لیکن اپنا حلیہ دیکھ کر ہنسی آ رہی تھی۔ کیا سوچ رہے ہوں گے وہ میرے بارے میں۔ شکر ہے انہوں نے مجھے ایک گائڈ کی حیثیت سے قبول کر لیا تھا ورنہ حالات تو ایسے تھے کہ میں ان کے ساتھ ایک مزدور کی حیثیت سے بھی سفر کرنا اپنی خوش نصیبی سمجھتا۔ ناشتے میں انہوں نے مجھے بھی شریک کیا۔ کافی کی بو نے پہلے ہی پاگل کر رکھا تھا۔ پیٹ بھر کر عمدہ ناشتا ملا تو طبیعت خوش ہو گئی۔ میں نے ایک ایک کا جائزہ لیا تھا۔ مسٹر رابرٹ کو کئی بار میں نے اپنی طرف نگراں پایا تھا۔ لیکن یہ برا ماننے کی بات نہیں تھی۔ ان حالات میں کسی بھی اجنبی کی شخصیت مشکوک ہو سکتی تھی۔ باقی لوگوں کے انداز میں کوئی خاص بات نہیں تھی۔

ناشتے کے بعد سب اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔ مسٹر رابرٹ نے مجھ سے کہا۔ "میرے خیال میں مسٹر گازالی آپ فوراً اپنا کام سنبھال لیں۔ مزدوروں کو اپنے چارج میں لے لیں اور ان سے اس بارے میں معلومات حاصل کر لیں۔ اس وقت سے آپ کی پیشکش کے مطابق یہ ذمہ داری آپ کے سپرد۔"

"او کے مسٹر رابرٹ آپ مطمئن رہیں۔ ان میں جو لوگ ہمارے کام کے ثابت ہو سکتے ہیں میں ان سے بات کرتا ہوں۔" میں نے کہا اور مزدوروں کے درمیان پہنچ گیا۔ دس مزدور تھے۔ دو خچر بھی ساتھ تھے۔ میں ان میں گھل مل گیا۔ بیشتر ہندی جانتے تھے ان سے نہ صرف ان علاقوں کے بارے میں تفصیل معلوم ہو گئی بلکہ ان مہم جوؤں کے بارے میں بھی پتا چل گیا جو یہاں سے یہاں آئے تھے مجھے فوراً ہی اندازہ ہو گیا کہ ان لوگوں کی شخصیت میں کوئی مشکوک بات نہیں ہے۔

مزدوروں کے کہنے کے مطابق اس وقت ہم دھولگری کے علاقوں میں تھے جس کی برف پوش چوٹیاں سامنے کھڑی ہوئی تھیں۔ دریائے کالی گندر کے ساتھ اس کی معاون یلگا ندی یہاں سے چار میل کے فاصلے پر تھی اور ہمیں اس کے ساتھ آگے بڑھنا تھا۔ دوپہر کو یہ معلومات میں نے مسٹر رابرٹ تک پہنچا دیں۔

"گڈ۔ بات تو بن گئی۔ ہمیں اسی سمت چلنا ہے۔ دراصل مسٹر گازالی میں ان علاقوں کے بارے میں ایک کتاب لکھنا چاہتا ہوں۔ یہاں کے رسم و رواج علاقے اور یہاں رہنے والوں کی زندگی قریب سے دیکھ رہا ہوں۔ یہ سب تبت کی پراسرار کہانیوں سے متاثر ہیں اور میرے ساتھ آ گئے ہیں۔ اگر آپ کچھ وقت ہمارے ساتھ گزار لیں تو ہماری خوش قسمتی ہو گی کم از کم اس وقت تک ہمارا ساتھ دیں جب تک ہمیں کوئی گائڈ نہ مل جائے۔ اس سلسلے میں

ہمیں آپ کی کیا خدمت کرنا ہو گی ۔۔۔؟"

"میں نہیں سمجھا مسٹر رابرٹ۔"

"معافی چاہتا ہوں۔ اس کا کوئی معاوضہ وغیرہ؟"

"ہاں۔ جب آپ کی یہ کتاب تیار ہو جائے تو اس کی ایک جلد مجھے بھی ارسال کر دیں یہی میرا معاوضہ ہو گا۔"

"بے وقوف تھریسا نے مجھے یہ بات کہنے پر مجبور کیا ورنہ میں از خود یہ بات نہ کرتا۔ بعض اوقات اپنے سے چھوٹوں کی بات مان کر انسان کو شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔" مسٹر رابرٹ خجالت سے بولے۔

"مس تھریسا سے میرا شکریہ ادا کر دیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور بات وہیں پر ختم ہو گئی۔

لنچ کے بعد خیمے اکھاڑ لیے گئے اور آگے کا سفر شروع ہو گیا۔ مسز رابرٹ ایک خچر پر سوار ہو گئی تھیں، باقی لوگ پیدل تھے اس طرح یہ سفر سست رفتاری سے جاری ہو گیا۔ اپنی فوری ضرورتوں کا میرے ذہن سے بوجھ اتر گیا تھا۔ حالات کا یہ نیا رخ میرے لیے پریشان کن ضرور تھا لیکن کیا کہا جا سکتا تھا۔ اب جو کچھ بھی ہو۔ حسن صاحب اور دوسرے لوگوں کا کئی بار خیال آیا تھا۔ ابھی زیادہ دن نہیں گذرے تھے اس لیے انہیں تشویش نہیں ہو گی لیکن جوں جوں دن گذرتے جائیں گے صورت حال ان کے لیے پریشان کن ہو جائے گی۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ جب تک آگے کے سفر کے لیے حالات بہتر نہیں ہو جاتے میں ان لوگوں کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔

شام تک سفر جاری رہا۔ دریائے کالی گندر نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تھا اور خاصے فاصلے پر ایک بہت بڑا آبشار نظر آ رہا تھا جو بادلوں سے گذرتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ اس کی مترنم آواز کانوں کو بہت بھلی لگ رہی تھی۔ ایک مزدور نے بتایا کہ آگے تاتو تامی گاؤں ہے۔ میں نے یہ اطلاع مسٹر رابرٹ کو دی اور انہوں نے خوش ہو کر کہا کہ ہم اس گاؤں تک سفر کریں گے اور اس کے آس پاس ہی قیام کریں گے۔ چنانچہ سفر کی رفتار تیز کر دی گئی اور رات ہوتے ہوتے ہم گاؤں کے قریب پہنچ گئے۔

مدھم روشنیاں ٹمٹما رہی تھیں۔ سب سے قریب کی ایک کٹیا میں شاید پن چکی چل رہی تھی اطراف میں جگہ جگہ لنگور غول بنائے پھر رہے تھے۔ جس جگہ خیمے لگائے گئے تھے وہاں بھی چند لنگور کھانے پینے کی اشیاء کی تاک میں چکر لگا رہے تھے۔ کئی بار مزدور انہیں بھگانے کی کوشش کر چکے تھے لیکن ان کوششوں کا ان لنگوروں پر کوئی اثر نہ ہوا تھا۔ مزدور پھرتی سے خیمے وغیرہ لگا کر فارغ ہو گئے تو کیروسین کے چولہے جل اٹھے۔ اور پھر فضا میں کھانوں کی خوشبوئیں چکرانے لگیں۔ آسمان پر بادل گھر آئے تھے۔ کبھی کبھی بجلی بھی چمک اٹھتی تھی۔ مسٹر رابرٹ بس صورت حال سے پریشان ہو گئے۔ "ان علاقوں میں بارش بڑی پریشان کن ہوتی ہے۔ ہم دو دفعہ اس عالم سے گذرے ہیں۔" انہوں نے کہا۔ اور پھر مسز رابرٹ کے آواز دینے پر اس طرف چل پڑے۔ میں گھوم کر ایک خیمے کے نزدیک پہنچ گیا تھا۔ اس وقت اس خیمے سے ایک آواز ابھری۔ "اس کے باوجود وہ اجنبی ہے۔" یہ ایک نوجوان کی آواز تھی۔

"اجنبی تو یہ مزدور بھی ہیں ہمارے لیے۔" دوسری آواز تھریسا کی تھی۔

"ان کی بات دوسری ہے تھریسا ان کے بارے میں ہمیں معلوم ہے کہ وہ بیشہ ور مزدور ہیں جبکہ یہ شخص۔ اس کے بارے میں کچھ معلوم تو ہو کہ وہ کون ہے۔ تم نے اس سے اس کے بارے میں کچھ پوچھا؟"

"میں اس کی ضرورت نہیں سمجھتی تمہارے پاس کون سا خزانہ ہے جو تم تشویش کا شکار ہو۔"

"اس کے باوجود میں چاہتا ہوں کہ اس سے ہوشیار رہا جائے۔"

"تمہیں اس کی اجازت ہے۔ ہوشیار رہنے کا کام تم سنبھالو۔" تھریسا نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میرے دل میں اس نوجوان کو دیکھنے کی خواہش پیدا ہو گئی تھی۔ چنانچہ میں راستہ بدل کر اس خیمے کے سامنے آ گیا۔ زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ تھریسا باہر نکل آئی اس کے پیچھے وہ نوجوان بھی تھا جس کا تعارف مجھ سے گریس کہہ کر کرایا گیا تھا۔ دل میں ایک شرارت ابھری اور میں نے فیصلہ کیا کہ مسٹر گریس آپ ان پریشان کن لمحات میں تھوڑی سی تفریح کا سامان بن سکتے ہیں۔

مسٹر رابرٹ نے رات کے کھانے پر بلایا تو میں ان کے درمیان پہنچ گیا۔ سب ہی موجود تھے میں نے مسٹر رابرٹ کی طرف دیکھا پھر گریس کی طرف، گریس مجھے گھور رہا تھا جبکہ مسٹر رابرٹ اطمینان سے کھانے میں مصروف تھیں۔ کھانے دوران کوئی خاص بات نہ ہوئی۔ لیکن جب ہم لوگ کھانے سے فارغ ہو کر یہاں سے ہٹے تو گریس میرے پاس پہنچ گیا تھا۔

"آپ کی شخصیت میرے لیے بہت دلکش ہے مسٹر گازالی۔" اس نے احمقانہ انداز میں کہا۔

"میں اس سلسلے میں بے قصور ہوں۔" میں معذرت آمیز لہجے میں بولا۔

"جی ۔۔۔؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کوئی خدمت کرسکتا ہوں؟" میں نے پوچھا۔

"جی۔ جی نہیں۔ شکریہ" وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں چلا گیا۔ حالات کی تھکن اس طرح ذہن پر طاری تھی کہ ان پریشانیوں کے باوجود طبیعت شگفتگی کی طرف مائل تھی۔ چنانچہ میں نے رات کو کچھ تفریح کرنے کا پروگرام بنالیا اور وقت گذرنے کا انتظار کرنے لگا۔ سب لوگ اپنے اپنے خیموں میں آرام کرنے چلے گئے تھے۔ بادل گرج رہے تھے اور کسی بھی لمحہ بارش شروع ہوسکتی تھی۔ میں نے اندازہ لگالیا تھا کہ گریس کون سے خیمے میں ہے۔ چنانچہ میں انتظار کرتا رہا۔ اور پھر اندازے کے مطابق رات کے ساڑھے بارہ یا ایک بجے میں اپنے خیمے سے باہر نکل آیا۔ گریس کے خیمے کے پاس پہنچ کر میں ٹھوکر کھا کر گرا اس طرح کہ آواز پیدا ہو اور پھر صرف ایک لمحہ انتظار کرنا پڑا۔ دوسرے لمحے میں آگے بڑھ گیا کیونکہ خیمے کے اندر گریس کے اٹھنے کی آواز میں سن چکا تھا۔ میں نے خیمے کے دروازے کی طرف اس کے قدموں کی چاپ سنی جب مجھے یقین آگیا کہ وہ مجھے دیکھ چکا ہے تو میں آگے بڑھ گیا۔

ماحول پر گہرا سکوت طاری تھا، کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی لیکن میں گریس کے قدموں کی چاپ مسلسل سن رہا تھا۔ مجھ پر بھی تفریح کا بھوت سوار تھا اس لیے خیموں سے تقریباً ایک میل دور نکل آیا۔ میں جانتا تھا کہ گریس کے ذہن کی اس وقت کیا حالت ہوگی۔ بہرحال ایک چٹان کے عقب میں پہنچ کر میں رک گیا۔ جھانک کر دیکھا تو گریس بھی چھپنے کے لیے کوئی جگہ تلاش کررہا تھا۔ میں نے یہاں پہنچ کر لباس اتارا صرف زیر جامہ میرے جسم پر رہ گیا۔ اوپری لباس کی گٹھری سی بنا کر میں باہر نکل آیا۔ اور پھر میں نے پاگلوں کی طرح اچھلنا کودنا شروع کردیا۔ دس منٹ تک میں یہ ورزش کرتا رہا۔ اس کے بعد دوبارہ چٹان کی اوٹ میں چلا گیا۔ لیکن ابھی میں اوپری لباس پہننے بھی نہیں پایا تھا کہ دفعتاً بارش شروع ہوگئی۔ آسمان میں ایک دم جیسے سوراخ ہوگیا تھا۔ بارش اس طرح آئی تھی کہ آنکھیں بھی نہ کھلنے دے رہی تھی میں اوپری لباس پہنے بغیر دوڑ پڑا۔ بارش سے بچنے کے لیے میں پوری قوت سے دوڑ رہا تھا اور پھر بہت جلد میں خیموں تک پہنچ گیا۔ بارش کی وجہ سے لوگ جاگ گئے تھے لیکن خیمے سے باہر کوئی نہیں آیا تھا۔ اپنے خیمے میں آکر میں نے جلدی سے اپنا تربتر لباس نچوڑا اور پھر اسے اسی حالت میں پہن لیا اور دبک گیا۔ بھیگے ہوئے کپڑوں کی وجہ سے ناگوار خنکی کا احساس ہورہا تھا لیکن یہ مجبوری تھی۔ مجھے گریس پر ہنسی آرہی تھی اول تو اس کی کھوپڑی پہلے ہی چکرا گئی ہوگی اور اب رہی سہی کسر پانی نے پوری کردی ہوگی۔

زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ باہر سے مسٹر رابرٹ کی آواز آئی۔ "مسٹر گازالی کیا تم سو رہے ہو—؟"

میں آنکھیں ملتا ہوا باہر نکل آیا۔ "بارش بہت تیز ہے — اس علاقے میں کوئی خطرہ نہ ہو۔ پانی بھرتا جارہا ہے۔" مسٹر رابرٹ نے کہا۔

"اگر آپ چاہیں تو بستی کی طرف چلیں وہاں شاید کوئی مناسب جگہ مل جائے۔"

"جیسا مناسب سمجھو۔ ان لوگوں سے مشورہ بھی کرلو۔ ویسے رات کا وقت ہے مناسب جگہ کہاں ملے گی۔" مسٹر رابرٹ نے کہا۔ میں خدا کا شکر اس بات پر ادا کررہا تھا کہ اندھیرے کی وجہ سے وہ میرے گیلے کپڑے نہیں دیکھ سکے تھے۔

"صبح کا انتظار کریں کیا وقت ہوا ہے —؟"

"پونے دو بجے ہیں۔ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں سے پانی نہ آجائے۔" رابرٹ نے کہا۔ "تمام لوگ جاگ گئے تھے۔" دفعتاً کسی نے کہا۔ "گریس کہاں ہے —؟"

"گھوڑے بیچ کر سو رہا ہوگا اسے جگالو۔" مسٹر رابرٹ بولے اور کوئی گریس کے خیمے کی طرف بڑھ گیا۔ پھر اس نے آکر اطلاع دی کہ گریس موجود نہیں ہے۔

"کہاں گیا —؟" مسٹر رابرٹ چونک کر بولے اور ایک نیا مسئلہ آکھڑا ہوا، گریس کی گمشدگی سے سب پریشان ہوگئے تھے۔ ٹارچیں روشن ہوگئیں اور چاروں طرف اسے تلاش کیا جانے لگا۔ سب ہی پریشان تھے۔ اس کی وجہ سے بستی کی طرف جانے کا ارادہ بھی ملتوی ہوگیا۔ پھر جب تقریباً ایک گھنٹہ گذر گیا تو مجھے بھی تشویش ہوئی، غریب بارش کی وجہ سے کسی حادثے کا شکار نہ ہوگیا ہو۔ میں بھی دوسروں کے ساتھ اس کی تلاش میں مصروف ہوگیا۔ صبح کے چار بج گئے مگر گریس واپس نہ آیا۔ مسٹر رابرٹ اب بری طرح بگڑ رہے تھے مزدور اس کی تلاش میں دور دور تک پھیل گئے تھے۔ ساڑھے چار بجے کے قریب گریس دو مزدوروں کے ساتھ واپس آیا۔ وہ سردی سے تھرتھر کانپ رہا تھا۔

"کہاں چلے گئے تھے تم —؟" مسٹر رابرٹ دہاڑے۔

"راستہ — آچھیں — راستہ بھول گیا تھا۔" گریس نے مسلسل چھینکتے ہوئے کہا۔

"اپنے خیمے کا راستہ بھول گئے تھے —؟"

"ہاں انکل۔ بارش کی وجہ سے کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔"

"میں کہتا ہوں گئے کہاں تھے۔ کیا جنگلی جانوروں کی خوراک بننے؟" رابرٹ غصے سے بے قابو ہوتے ہوئے بولے۔

"جی نہیں — وہ — وہ کہاں گیا؟" گریس کو اب میرا خیال

تھی۔ اس نے ادھر اُدھر دیکھا، میں سامنے ہی کھڑا تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔

"کون۔ کس کی بات کررہے ہو؟"

"وہ۔ وہ۔ آچھیں۔ وہ۔ وہ آچھیں۔"

"جاؤ اپنے خیمے میں جاکر لباس تبدیل کرو۔" مسٹر رابرٹ نے کہا اور گریس تیزی سے اپنے خیمے میں بھاگ گیا۔ مجھے بے اختیار ہنسی آرہی تھی لیکن ضبط کیے ہوئے تھا۔ مسٹر رابرٹ اپنی بیگم پر بگڑتے رہے وہ کہہ رہے تھے۔ "اس لڑکے کی خبط الحواسی اب ناقابل برداشت ہوتی جارہی ہے تم لکھ لو یہ ضرور کسی حادثے کا شکار ہوجائے گا۔ یا ہمارے لیے مصیبت بنے گا۔"

"پتا نہیں کیا ہوگیا ہے اسے۔" مسز رابرٹ نے کہا۔

"گازالی۔ میرے خیال میں بارش رکے گی نہیں۔ پلیز تم خیمے اکھڑوالو۔ ہمیں بستی کی طرف چلنا چاہیے۔"

تمام لوگ بارش میں بھیگتے ہوئے بستی میں داخل ہوئے اور آخرکار ہمیں ایک اسکول کی عمارت میں پناہ مل گئی۔ اس طرح بارش سے نجات ملی جو خوفناک حد تک تیز ہوتی جارہی تھی۔ گریس کی چھینکیں مسلسل جاری تھیں۔ مزدوروں نے کافی تیاری کی اور اس شدید بارش میں یہ کافی مزا دے گئی۔ مسٹر رابرٹ بھی جھکی آدمی تھے وہ مسلسل گریس کا پیچھا لیے ہوئے تھے۔ پھر گریس شاید انہیں میرے بارے میں بتانے لگا۔ میں نے مسز رابرٹ کو کہتے ہوئے سنا۔

"یہ بالکل پاگل ہوگیا ہے۔ میں نے اُسے خود اس کے خیمے سے نکلتے دیکھا تھا۔ سو رہا تھا وہ۔"

"آپ یقین کریں انکل۔" گریس نے ہکلا ہکلا کر کہنا چاہا۔

"بکواس بند کرو۔ تم احمق آدمی ہو۔" مسٹر رابرٹ نے اسے ڈانٹ دیا۔ بارش مسلسل جاری تھی۔ یلگا ندی چڑھ گئی تھی۔ تیز دھارے میں مٹی کے تودے اور بڑے بڑے پتھر لڑھکتے جارہے تھے جن کی آوازیں یہاں تک سنائی دے رہی تھیں۔ صبح ہوگئی لیکن بارش کا زور نہیں ٹوٹا۔ گاؤں میں کاروبار زندگی شروع ہوگیا لیکن سب بارش کا شکار تھے۔ گاؤں سے اوپر بڑی بڑی چٹانیں ٹوٹ ٹوٹ کر گررہی تھیں۔ راستے بند ہوچکے تھے۔ بارش کی وجہ سے اسکول بھی بند تھا۔ منتظم سے مسٹر رابرٹ کی ملاقات ہوئی تو اس نے خوشی سے ہمیں اسکول میں اس وقت تک قیام کی اجازت دے دی جب تک بارش جاری ہے۔ خدا خدا کرکے دوسرے دن بارش بند ہوگئی لیکن آسمان اب بھی سیاہ بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ مسٹر رابرٹ اس سے زیادہ عرصہ یہاں قیام نہیں کرسکتے تھے چنانچہ سفر پھر جاری ہوگیا۔

اس بار سفر مشکل تھا۔ جگہ جگہ چٹانی راستے دریا کی وجہ سے بند ہوگئے تھے اور کہیں کہیں اوپر سے گرنے والے تودوں نے سلسلے منقطع کردیے تھے۔ چنانچہ مزدوروں کے مشوروں کی روشنی میں نئے راستے تلاش کرنے پڑے۔ کہساروں کی ڈھلانیں پھسلواں تھیں۔ ان پر بار بار قدم ڈگمگا جاتے تھے۔ ایک ڈھلان کی بلندی پر پہنچے تو بائیں جانب ایک خانقاہ نظر آئی جہاں ذبح شدہ بکروں کے سینگوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ درختوں کی شاخوں کے ساتھ سرخ فیتے بندھے ہوئے تھے۔ سیبانگ کے ایک پہاڑی گاؤں کے قریب سے گذرے تو وہاں ڈھول بج رہا تھا۔ مسٹر رابرٹ کے لیے یہ منظر بہت دلچسپ تھا۔ ہندو آبادی درگا پوجا کررہی تھی۔ ہمارے سامنے ایک بھینس ذبح کی گئی اور لوگ بڑی عقیدت سے اس کا خون پینے میں مصروف ہوگئے۔ یہاں ہمیں سفید چاولوں کا ایک مشروب پیش کیا گیا جسے مسٹر رابرٹ نے خوشی سے قبول کرلیا۔ اور اس کے بعد ہم وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ پھر شاہ بلوط کے درختوں کی چھاؤں میں ہم نے ایک جگہ کیمپ لگالیا۔ مسٹر رابرٹ مجھ سے بہت خوش تھے۔ تقریباً سبھی خوب مانوس ہوگئی تھی البتہ گریس جب بھی مجھے دیکھتا اس کی آنکھوں میں خوف ابھر آتا تھا۔

اسی شام مسٹر رابرٹ نے مجھ سے کہا "گازالی بہت مختصر عرصے میں تم ہماری اہم ضرورت بن گئے ہو۔ ان راستوں اور جگہوں سے ناواقفیت کے باوجود تم نے نہایت خوش اسلوبی سے بلکہ بہت ماہرانہ انداز میں ہماری ضرورت پوری کی ہے میں تو صرف یہ سوچتا ہوں کہ تمہیں اس کے صلے میں کیا دوں گا —؟"

"نہیں مسٹر رابرٹ۔ میں آپ کے ساتھ ہر طرح مطمئن ہوں مجھے کسی کی ضرورت نہیں ہے۔"

"ایک بات کا ہمیشہ احساس ہوتا ہے وہ یہ کہ تمہارے بارے میں ہمیں کچھ بھی نہیں معلوم۔"

"میں صرف ایک آوارہ گرد سیاح ہوں اور کچھ بھی نہیں۔" میں نے جواب دیا اور مسٹر رابرٹ خاموش ہوگئے۔ کافی دیر تک وہ سوچتے رہے پھر بولے۔ "آگے کے بارے میں تم نے کچھ معلوم کیا۔ ہمیں کوئی بڑی آبادی کب ملے گی —؟"

"قلیوں کے کہنے کے مطابق کل شام تک ہم دھورتین نامی آبادی میں پہنچ جائیں گے جو ایک قصبے کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کے بعد ترا کوٹ صرف تیس میل رہ جاتا ہے۔ ترا کوٹ کافی بڑی اور مشہور جگہ ہے۔"

"گڈ۔ میں اب اس فاصلے کو مختصر کرنا چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ کل سے سفر کی رفتار تیز کردی جائے گی۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں نے کہا۔ میں خود بھی تو یہی چاہتا تھا۔ مسٹر رابرٹ کے انداز سے بھی اب شک کا احساس ختم ہوگیا تھا۔ رات کو کھانا کھاتے ہوئے انہوں نے کہا "گازالی تمہارا لباس بہت بوسیدہ ہو گیا ہے۔ کیا تم نے مجھ سے ایک لباس لینا پسند کرو گے۔۔؟"

"کام تو اس لباس سے بھی چل رہا ہے مسٹر رابرٹ" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اگر تم محسوس نہ کرو تو نیا لباس لے لو۔"

"یہ بات میری مسز ہی کہہ سکتی ہیں۔ میں اس کی ہمت نہیں کر سکتا تھا" مسٹر رابرٹ نے کہا۔

"اس قدر اہم بات بھی نہیں ہے مسٹر رابرٹ اگر کوئی لباس اسپیئر ہو سکتا ہے تو مجھے دے دیں" میں نے کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد تھریسا سیفٹی ریزر، ایک لباس اور شیو کا دوسرا سامان لے کر میرے پاس آگئی۔ "یہ چیزیں ممی نے بھجوائی ہیں"

"شکریہ مس تھریسا" میں نے کہا اور یہ سامان قبول کر لیا۔ دل خود بھی اس لباس میں اکتا گیا تھا جو کافی بوسیدہ اور گندا ہو چکا تھا اس لیے میں نے زیادہ تکلف نہیں کیا۔ لباس انہیں نوجوانوں میں سے کسی کا تھا اور میرے بدن میں بالکل فٹ تھا۔

میں نے طویل عرصہ کے بعد داڑھی صاف کی بال درست کیے تو آدمیوں کی سی شکل نکل آئی، ورنہ تھریسا کے دیئے ہوئے آئینے میں تو میں بھی خود کو پہچان نہیں سکا تھا۔ پرانے لباس کو رکھنا بیکار تھا۔ میں نے بنڈل بنایا اور باہر نکل آیا۔ سامنے ہی نینسی نظر آئی۔ یہ رابرٹ کی ساتھی لڑکیوں میں سے ایک تھی اس نے مجھے دیکھا اور ساکت رہ گئی۔ میں اسے مخاطب کیے بغیر آگے بڑھ گیا تھا۔ لباس کی گٹھری میں نے ایک گڑھے میں اچھال دی۔ واپس پلٹا تو ایک مجمع جمع تھا جس میں مسٹر رابرٹ مسز رابرٹ اور دوسرے تمام لوگ جمع تھے سب میری طرف دیکھ رہے تھے۔

"میرے خدا۔ واقعی نینسی نے ٹھیک کہا تھا" مسٹر رابرٹ نے کہا۔ میں ان کے قریب پہنچ گیا۔

"خیریت کیا بات ہے" میں نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہارا میک اپ اتر جانے پر ہم سب حیران ہیں" مسٹر رابرٹ بولے۔

"میک اپ۔۔؟"

"بڑی چالاکی سے تم نے خود کو چھپائے رکھا تھا۔ اور اب یہ بتانا تمہارے لیے ضروری ہو گیا ہے کہ تم کون ہو۔۔؟"

"دلچسپ بات ہے۔ میں غزالی ہوں۔ اور اگر داڑھی کو آپ میک اپ کہتے ہیں تو مجھے تعجب ہے" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہاری شخصیت چھپی ہوئی تھی مسٹر گازلی۔ لیکن اب ہم تمہیں سامنے لے آئے ہیں نینسی کہتی ہے تم کوئی انڈین لارڈ ہو جو کسی خاص وجہ سے ان پہاڑوں میں بھٹک رہے ہو"

"مس نینسی کا شکریہ" میں نے ہنس کر کہا۔

میں نے سب لوگوں کے رویے میں ایک نمایاں تبدیلی دیکھی تھی ان کا رویہ بالکل ہی بدل گیا تھا۔ میں ان کے اس رویے سے عجیب سی کیفیت محسوس کر رہا تھا۔ اب خاص طور سے میں لڑکیوں کی دلچسپی کا باعث بن گیا تھا۔ میں نے ان بے باک یورپین لڑکیوں کی آنکھوں میں بہت سی کہانیاں پڑھی تھیں لیکن میں بھلا ان کہانیوں کا متحمل کہاں ہو سکتا تھا چنانچہ میں نے اپنا رویہ سرد رکھا۔

بھوٹ تبتیوں کی آبادی بھوریتین کافی گندی جگہ تھی۔ جگہ جگہ کیچڑ نظر آ رہی تھی۔ میلے کچیلے بچے اس کیچڑ میں لت پت کھیل رہے تھے اونچی جسامت کے کتے بڑی تعداد میں نظر آئے جو ان لوگوں کا امتیازی نشان ہوتے ہیں۔ پہلے تو یہی فیصلہ کیا تھا کہ یہاں کچھ وقت قیام کریں گے اور تھکن اتاریں گے لیکن پھر یہ قیام مختصر کر لیا گیا۔ مسٹر رابرٹ نے کہا "یہ علاقہ طویل قیام کے لیے نہایت ناموزوں ہے۔ میرے خیال میں یہاں سے اگر تراکوٹ کے سفر کے لیے کوئی مناسب بندوبست ہو سکے تو ٹھیک ہے ورنہ ان سے راستہ پوچھ کر آگے بڑھ چلو!"

ہم نے کچھ آگے جا کر کھلی جگہ میں خیمے لگا دیے۔ قصبہ کے ہر مکان پر بدھ مت کا علامتی جھنڈا لہرا رہا تھا۔ میدان کے ایک سمت پتھروں سے بنی ہوئی ایک خانقاہ نظر آ رہی تھی۔ بہت سے لوگ ہمارے خیموں کے پاس آگئے۔ میں ان کا جائزہ لے رہا تھا۔ ان میں مرد بھی تھے، عورتیں بھی۔ مجھے ان کی شکل امریکی باشندوں کی مشابہت محسوس ہوئی۔ سرخ ہندیوں کا انداز ان میں بہت پایا جاتا تھا یا پھر انہیں منگولوں سے تشبیہ دی جا سکتی تھی۔ پستہ قامت، چھوٹے چھوٹے ہاتھ پاؤں عورتیں فیروزی اور نقرئی زیورات اور منکوں کی مالائیں پہنے ہوئے تھیں۔ گندھی ہوئی زلفیں اور کندھوں پر دھاری دار کمبل۔ لوگ عموماً اسی خونخوار نسل کے کتے رکھتے ہیں جو یہاں عام ہے۔

شام کو عبادت گاہ میں چہل پہل ہو گئی۔ تھریسا میرے قریب پہنچ کر استدعا کی۔ "کیا تم مجھے اس عبادت گاہ تک لے جا سکتے ہو۔ میں ان کی عبادت کا طریقہ دیکھنا چاہتی ہوں"

"کیا دوسرے لوگوں کو اس سے دلچسپی نہیں ہے مس تھریسا۔۔؟" میں نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔

"مگر میں تمہارے ساتھ جاؤں گی" اس کے انداز میں ضد تھی۔ میں نے کوئی جواب نہ دیا تو وہ بولی "آؤ پلیز" پھر وہ بے تکلفی سے میرا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھ گئی۔ میں مجبوراً اس کے ساتھ چل دیا۔ عبادت گاہ کے قریب پہنچ کر ہم نے عبادت کا منظر دیکھا۔ چاروں طرف سے "روم منی پدم ہم" کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ ایک ادھیڑ عمر عورت ایک ہاتھ سے مالا کے آبنوسی منکے پھیر رہی تھی اور دوسرے سے چاندی اور تانبے سے بنا ہوا عبادت کا پہیہ گھما رہی تھی۔ وہ ایک منتر بھی الاپ رہی تھی منتر کی تحریر پہیے پر بھی کندہ تھی اور بار بار سامنے آ رہی تھی۔

یہاں ہمیں رات ہو گئی۔ میں بھی عبادت کے اس طریقے کو دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ پھر رات کا احساس ہوا تو میں نے تھریسا سے واپسی کے لیے کہا۔ اور وہ واپس مڑ گئی۔ لیکن عبادت گاہ سے کچھ دور آکر اس نے کہا "نہیں خیموں کی طرف نہیں"۔

"پھر کہاں۔۔؟"

"وہ اس طرف۔ آؤ پلیز کچھ دیر بیٹھیں گے"

"دوسرے لوگ ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے مس تھریسا"

"کرنے دو۔ آؤ" میں اس کے ساتھ پتھروں سے بنے ہوئے، ان کھنڈرات کی طرف چل پڑا جو تاریکی میں ڈوبے ہوئے بہت پراسرار لگ رہے تھے۔ یہاں بے حد سکون تھا۔ چاروں طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ تھریسا ایک پتھر پر بیٹھ گئی۔ "تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں"

"جی فرمائیے۔۔؟"

"تم کون ہو۔۔؟"

"خوب۔ دلچسپ سوال ہے اب یہ بھی بتا دیجیے اس کا کیا جواب دوں کیونکہ میرے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں ہے" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں بتاؤں تم کون ہو۔۔؟" تھریسا بولی۔

"مجھے خوشی ہو گی" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم کسی ہندوستانی ریاست کے شہزادے ہو جو یا بھیس بدل کر سیر و سیاحت کے لیے نکلے ہو یا پھر"

"ہاں یا پھر۔۔؟"

"اپنے گھر سے دوڑ کر چلے آئے ہو" تھریسا نے کہا۔

"اور کسی بھی دن کچھ گھڑسوار گھوڑے دوڑاتے ہوئے آئیں گے۔ مجھے سلام کر کے عاجزی سے کہیں گے کہ شہزادے حضور واپس چلیے جہاں پناہ کی حالت بہت خراب ہے وہ آپ کے غم میں سوکھ سوکھ کر کانٹا ہو گئے ہیں اور صرف آپ کو یاد کرتے ہیں" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ کچھ ایسا ہی ہو گا"

"دنیا کو حقیقت کی نگاہ سے دیکھیے مس تھریسا، یہ کہانیاں اب بہت پرانی ہو گئی ہیں۔ میرے خیال میں گریس آپ سے زیادہ سمجھ دار ہے وہ آج تک مجھے شک کی نگاہ سے دیکھتا ہے اسے یقین ہے کہ موقع ملتے ہی میں آپ لوگوں کو لوٹ کر فرار ہو جاؤں گا"

"یہ بات تمہیں کیسے معلوم۔۔؟"

"آپ لوگ بے چارے گریس پر بھروسہ ہی نہیں کرتے حالانکہ وہ بے حد سمجھ دار انسان ہے"

"ڈفر ہے وہ، بے وقوفوں کی سی باتیں کرتا ہے۔ اگر یہ باتیں تمہارے کانوں تک پہنچ گئی ہیں تو انہیں اہمیت نہ دو۔ تم بڑی خوبصورتی سے بات گول کر گئے۔ میں تمہیں ایک بات بتاؤں؟"

"ضرور۔۔!" میں نے کہا۔

"جس وقت تم نے اپنا روپ نہیں بدلا تھا اس وقت بھی میں نے تمہاری شخصیت کے بارے میں اندازہ لگا لیا تھا۔ میں نے نینسی اور گریشا سے کہہ دیا تھا کہ تم کوئی بڑے آدمی ہو۔ بعد میں وہ لوگ میری قائل ہو گئیں"

"اب چلیں بہت وقت ہو گیا ہے"

"سنو تو۔ سنو تو سہی" اس نے میری آستین پکڑتے ہوئے کہا۔ "میں تم سے محبت کرنے لگی ہوں۔ میں تمہیں پیار کرتی ہوں۔ اس وقت نہ سہی پھر کسی وقت تمہیں کسی کو نہیں لیکن مجھے اپنے بارے میں بتانا ہو گا۔ سمجھے تم" تھریسا نے جذباتی انداز میں کہا۔ میں رک کر اسے دیکھنے لگا۔ ہنسی آ رہی تھی خود پر بھی اور تھریسا پر بھی۔ ان لڑکیوں کو اس کے علاوہ اور کوئی کام ہی نہیں ہوتا۔ ان کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد صرف رومان ہوتا ہے۔ عجیب بات تھی کوئی تو تبدیلی ہوتی سب کا انداز یکساں، سب کے راستے ایک۔ یوں لگتا تھا جیسے یہ سب مل کر مجھے اس شعبے کا ایکسپرٹ بنانے پر تلی ہوئی تھیں۔

"ایک بات بتاؤ گی تھریسا۔۔؟" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہاں پوچھو۔۔؟"

"تمہارے ساتھ کئی نوجوان لڑکے ہیں، کیا ان میں سے کوئی تمہاری طرف راغب نہیں ہے"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہیں مگر مجھے ان میں سے کوئی پسند نہیں ہے۔"

"وہ تمہارے ہم نسل ہیں، تمہارے ہم پلہ ہیں۔ میرے بارے میں تم جان لو کہ تمہارے ذہن میں کچھ بھی ہو لیکن میں بالکل معمولی انسان ہوں۔ کسی ریاست کا گمشدہ شہزادہ نہیں۔ لیکن میں ایک ایسا انسان ہوں جس کی اس کے معاشرے میں کوئی عزت نہیں ہے، جس کا کوئی مقام نہیں ہے۔ ایک بالکل ہی ناکام و ناکارہ شخصیت جس سے تمہاری محبت تمہیں کچھ نہ دے سکے گی۔"

"اس کے باوجود میں تمہیں چاہتی ہوں۔ تم اگر معمولی انسان ہو تو میرا پیار تمہیں بلند کر دے گا۔ میں بہت بڑی دولت کی تنہا وارث ہوں۔"

"کمال ہے۔ یہ ساری لڑکیاں اپنے والدین کی دولت مجھے ہی دینے پر کیوں تلی ہوئی ہیں؟" میں نے بے اختیار کہا۔ شکر ہے کہ اس بے اختیاری میں اپنی زبان استعمال کی تھی ورنہ ان بہت ساری لڑکیوں کی تفصیلات بھی بتانی پڑتیں۔

"میں نہیں سمجھی۔" تھریسا نے کہا۔

"آؤ تھریسا ہم اس مسئلے پر غور کر لیں گے۔"

"میں نے تم پر اپنے دل کا راز آشکارا کر دیا ہے تمہیں میری محبت کا جواب محبت سے دینا ہوگا میں بہت ضدی ہوں سمجھے سب۔"

"سمجھ گیا۔ اب چلیں۔۔۔؟" میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔ اور اس کا بازو پکڑ کر آگے بڑھ گیا۔

یہاں کے معمولات میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ بھور تین میں یہ رات گذارنے کے بعد دوسرے دن بستی میں داخل ہو کر تراکوٹ تک سفر کے ذرائع تلاش کیے گئے لیکن اس ملی جلی آبادی کے لوگ سواریوں کا تصور بھی نہیں رکھتے تھے۔ وہ پیدل ہی سفر کرتے تھے۔ صاحب حیثیت لوگوں میں سے صرف دو افراد ایسے ملے جن کے پاس گھوڑے موجود تھے صرف دو گھوڑے۔ یہ لوگ پیدل سفر کرتے تھے اور عموماً ٹولیوں کی شکل میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے اس وقت ان کے ساتھ صرف بڑی نسل کے خونخوار کتے ہوتے تھے جن کی زنجیر کسی بزرگ کے ہاتھ میں ہوتی کتے کی گردن میں ایک تحریر ضرور پڑی ہوتی جس پر لکھا ہوتا "نیلے کتے کا منہ بند ہے۔ اسے کھلوانے کی کوشش نہ کیجیے۔"

البتہ ان لوگوں سے تراکوٹ کے راستے کا صحیح نقشہ اور وہاں تک کے سفر کے دشوار گذار مرحلوں کے بارے میں ساری تفصیل معلوم ہو گئی تھی۔ چنانچہ آگے کا سفر شروع کر دیا گیا۔

تیس میل کا یہ سفر لا تعداد کہانیوں کا حامل تھا۔ دوران سفر بے شمار دلچسپ واقعات پیش آئے۔ آج کے دور میں تیس میل کا سفر دن میں دس بار کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ہمارا یہ سفر قدیم داستانوں کی عملی تصویر پیش کرتا تھا۔ دس میل کے بعد پہلا پڑاؤ کیا گیا۔ پھر مزید دس میل کے بعد دوسرا البتہ بقیہ دس میل کسی قدر تیز رفتاری سے طے کیے گئے تھے کیونکہ خیال تھا کہ دن کی روشنی میں ہی منزل پر پہنچ جائیں۔

تراکوٹ کے آثار نظر آ گئے تھے۔ تراکوٹ کسی قدر ڈھلانوں میں آباد ہے۔ ہماری نگاہ سب سے اونچے اونچے بانسوں کے ایک ترونے پر پڑی جہاں سورج چاند اور آگ کی علامتیں آویزاں تھیں۔ پھڑپھڑاتے ہوئے سفید عبادتی جھنڈوں کے درمیان خچر گھاس چر رہے تھے۔ نیچے جانے کا راستہ آلوؤں کی پٹیوں اور سیاہ گندم کے کھیتوں سے گذرتا تھا۔ شہری آبادی کی ابتدا میں ایک جھونپڑی کے چھجے تلے نیلے سنہری سبز اور سرخ رنگ میں بدھ کے سات مجسمے نصب تھے جو 'ساکیا منی' کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کی عکاسی کرتے تھے۔

ہم ان راستوں سے گذر کر نیچے آبادی میں داخل ہو گئے۔ "قصبے کے مکانات پتھر سے بنے ہوئے تھے۔ ہر عمارت کئی منزلہ قلعے کی مانند تھی جس کے اوپر عبادتی جھنڈے لہرا رہے تھے طویل مسافت طے کر کے ہم لوگ یہاں پہنچے تھے لیکن اس جگہ کی پر اسرار دلکشی نے ذہن کو خود میں الجھا کر ساری تھکن دور کر دی تھی مسٹر رابرٹ بہت خوش نظر آ رہے تھے۔ انہوں نے کہا "اب جس قدر ممکن ہو سکے کسی جگہ قیام کا بندوبست کر لو تاکہ ہم یہاں اپنا کام شروع کر سکیں۔ میرے خیال میں ہوٹل وغیرہ کی گنجائش تو یہاں کم ہی ہو گی بلکہ ممکن ہے اس کا وجود ہی نہ ہو۔ لیکن ہمیں کوئی ایسی جگہ ضرور مل جائے گی جہاں ہم خیمہ زن ہو سکیں۔"

مسٹر رابرٹ نے مجھ پر احسانات کیے تھے ورنہ اس بے کسی کے عالم میں مجھے نہ جانے کیسے کیسے پریشان کن حالات سے گذرنا پڑتا اس لیے یہاں تک آنے کے باوجود میں فوراً ہی ان کا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ کرنسی وغیرہ کے مسائل بھی تھے جو کسی حد تک ان سے حل ہو سکتے تھے اس لیے میں نے ان کی ہدایت پر عمل شروع کر دیا۔ پہاڑوں کے دامن میں خچر روک دیے گئے لیکن یہ جگہ عام آبادی سے دور تھی۔ یہاں خیمے نہیں لگائے گئے تھے بلکہ بس یونہی عارضی قیام گاہ بنالی گئی تھی۔

مسٹر رابرٹ نے کیمرہ گلے میں لٹکایا اور میرے ساتھ چل پڑے ہمیں کسی مناسب جگہ کی تلاش تھی۔ آبادی میں زیادہ دور نہیں گئے تھے کہ چکی ہوئی پگڑی اور مخصوص طرز کی داڑھی سے میں نے ایک سردار جی کو پہچان لیا۔ ایک ہندوستانی اور ایک انگریز کو دیکھ کر سردار جی رک گئے۔ میں نے قریب پہنچ کر کہا۔

"ست سری اکال سردار جی۔"

"ست سری اکال بھائی جی ست سری اکال۔ کہو جی ہمارے لیے کوئی خدمت۔۔۔؟"

"ہاں سردار جی ہمیں یہاں کسی ایسی جگہ کی تلاش ہے جہاں ہم اپنے خیمے لگا سکیں۔ یہاں کسی کی اجازت کی ضرورت تو نہیں ہوتی۔۔۔؟"

"ہوتی ہے بھائی جی۔ ہر جگہ خیمے نہیں لگائے جاتے تسی ادھر کیمپنگ میں کیوں نہیں چلے جاتے ادھر سیاحوں کے لیے ہر طرح کی سہولت ہوتی ہے پانی کا انتظام سرکاری ہے۔ باقی ساری چیزیں بھی سستے داموں مل جاتی ہیں۔ بہت سے لوگ ملیں گے میاں جی۔"

"بڑی مہربانی سردار جی کیا نام ہے آپ کا۔۔۔؟"

"اننت سنگھ جی۔ ادھر آلوؤں کی ایکسپورٹ کا کام کرتا ہوں۔ آپ ادھر کیمپنگ میں چلے جاؤ سب سے اچھی جگہ ہے۔"

"راستہ کس طرف سے ہے؟" میں نے پوچھا۔

"او جی ادھر جو اونچی پہاڑی نظر آ رہی ہے بس اسی کے پیچھے کیمپنگ ہے۔ بڑی چنگی جگہ ہے جی۔" سردار جی نے ایک طرف اشارہ کر کے کہا مسٹر رابرٹ خاموشی سے کھڑے ہماری باتیں سن رہے تھے۔ میں نے سردار جی کا ایک بار پھر شکریہ ادا کیا اور پھر مسٹر رابرٹ کو اس کیمپنگ کے بارے میں بتانے لگا۔

"یقیناً ایسی ہی جگہ ہمارے لیے بہتر رہے گی۔ آؤ پھر پہلے اپنے لیے مناسب جگہ تلاش کر کے خیمے لگا دیں اس کے بعد آرام سے بیٹھیں گے۔"

کیمپنگ تک پہنچنے میں پورا ایک گھنٹہ صرف ہوا شام جھک آئی تھی، خیمے وغیرہ لگاتے لگاتے رات ہو گئی۔ کیمپنگ کے حالات پہلے ہی نظر آ گئے تھے بین الاقوامی آوارہ گردوں کے غول کے غول یہاں نظر آ رہے تھے جو چرس اور گانجے کے نشے میں ڈوبے ہوئے تھے۔ نوجوان لڑکے لڑکیاں لباس کی ترتیب سے بے نیاز جگہ جگہ ڈیرے جمائے ہوئے تھے۔ کچھ باقاعدہ خیمے بھی جگہ جگہ ایستادہ تھے۔ پتھاروں پر دنیا کی ہر چیز موجود تھی۔ آوازیں بھی لگائی جا رہی تھیں جنہیں دکانداروں کی معصومیت کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کیونکہ ان آوازوں کو سمجھنے والے اکا دکا ہی لوگ ہوں گے۔ ویسے یہ علاقہ تبت کے روایتی حسن کی مثال تھا۔ بہت دور ایک آبشار کی سفیدی متحرک نظر آ رہی تھی جس سے بننے والی ندی کیمپنگ کے پاس سے گذرتی تھی اسی لیے سردار جی نے کہا تھا کہ پانی کا انتظام سرکاری ہے۔

ہم نے ایک الگ تھلگ جگہ منتخب کی تھی۔ پتھاروں سے کھانے پینے کی صاف ستھری اشیاء کی خریداری کی گئی۔ کوئی مقامی پکی ہوئی چیز خریدنے سے احتیاط کی گئی تھی کیونکہ ان علاقوں میں ہر جاندار شے حلال تھی اور اس کی ڈشیں تیار کرنے میں ان لوگوں کو کمال حاصل تھا۔ البتہ تہذیب اور دنیاوی قوانین کے باغی یہی آوارہ گرد حرام و حلال کے فلسفے سے بے نیاز ہر اس شے کو بے تکان خرید رہے تھے جو ان کے حلق کے راستے معدے تک پہنچ کر اس میں وزن پیدا کر سکتی تھی۔ ساتھی مزدور کھانے کی تیاریوں میں مشغول ہو گئے۔ تھریسا اور گریشا میرے پاس آ بیٹھیں اور میں گھبرائی ہوئی نگاہوں سے مسٹر رابرٹ کی طرف دیکھنے لگا جو کچھ لوگوں کو کھانے کے بارے میں ہدایات دے کر میری طرف آنے والے تھے۔

"خاموش نوجوان اب تم کیا سوچ رہے ہو۔۔۔؟" گریشا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جو کچھ سوچ رہا ہوں مس گریشا وہ آپ کو ہرگز نہیں بتایا جا سکتا۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تم نے بے چارے گریس کے حقوق چھین لیے اور اس کا مستقبل تاریک کر دیا۔ کوئی دوسرا بھی تم سے تمہارے حقوق چھین سکتا ہے۔" گریشا بولی۔

"گریس کو آپ اپنی طرف راغب کر سکتی ہیں لیکن میرے حقوق چھیننا آپ کے لیے ممکن نہ ہوگا۔"

"بڑے دعوے کرنے لگا ہے یہ ہندوستانی تمہارے بارے میں تھریسا۔" گریشا مسکراتی ہوئی بولی۔

"میں ان حقوق کی بات کر رہا ہوں مس گریشا جو آپ میری خاموشی کی سوچ کے بارے میں استعمال کر رہی تھیں۔"

"اچھا بات سنو گازالی۔ ان آوارہ گردوں کے بارے میں بڑی کہانیاں سن رکھی ہیں میں نے۔ سنا ہے یہ دن میں مردہ اور رات کو زندہ ہوتے ہیں۔ نشے کے عالم میں ناچتے گاتے لوگوں کو دیکھنے کے لیے ہم جاگتے رہیں گے تم ہمارے ساتھ چلو گے۔" تھریسا نے کہا۔ میرے جواب دینے سے قبل مسٹر رابرٹ ہمارے پاس آ گئے۔ ان کی آمد پر دونوں لڑکیاں خاموش ہو گئی تھیں۔ مسٹر رابرٹ نے کہا۔ "یہاں پہنچ کر بہت سکون ملا ہے گازالی۔ ہمارا یہاں قیام طویل ہو جائے گا کل سے تیار ہو جاؤ تمہارا کام شروع ہو جاتا ہے۔"

"مجھے کیا کرنا ہوگا مسٹر رابرٹ۔۔۔؟"

"مقامی لوگوں سے اس علاقے کے بارے میں سوالات، اطراف میں ہم تصویر کشی بھی کریں گے تم ان کے افکار و خیالات مجھے بتاؤ گے یہ کام تم سے بہتر اور کوئی نہیں کر سکتا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ٹھیک ہے مسٹر رابرٹ۔ جس حد تک ممکن ہو سکا۔ لیکن کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ یہاں آپ کسی گائیڈ کی تلاش بھی جاری رکھیں میں نے پہلے بھی آپ سے عرض کیا تھا کہ میں طویل عرصہ آپ کا ساتھ نہ دے سکوں گا۔"

"اس وقت تک ضرور جب تک مجھے میرے مطلب کا کوئی بہتر آدمی نہ مل جائے۔" مسٹر رابرٹ نے کہا۔

رات کے کھانے کے بعد نوجوانوں نے ٹولیاں بنائیں اور آوارہ گردوں کی بدمستیوں سے لطف اندوز ہونے چل پڑے۔ تھریسا کے مجبور کرنے پر میں بھی ساتھ ہولیا۔ ہرے کرشنا ہرے راما کا ورد ہو رہا تھا، چرس کی بو فضا میں پھیلی ہوئی تھی۔ ایک انوکھی دنیا آباد تھی۔ یورپین نوجوان رقص کرنے والوں میں شامل ہوگئے اور میں موقع پاکر وہاں سے کھسک آیا۔ مسٹر رابرٹ مجھے اپنے مقصد کے لیے استعمال کرنا چاہتے تھے لیکن اب میں ان کا زیادہ ساتھ نہیں دے سکتا تھا میری اپنی زندگی کچھ اور تھی۔

تاہم دوسرے دن میں نے ان کے لیے کافی کام کیا۔ تین چوٹیوں کے پیش منظر میں آباد اس شہر کے بارے میں، میں نے مسٹر رابرٹ کو کافی معلومات فراہم کیں جو وہاں کے رہنے والوں کے ذریعہ مجھ تک پہنچی تھیں۔ اٹھارویں صدی میں گورکھوں نے سلطنت نیپال کی بنیاد رکھی تھی اس سے پہلے تراکوٹ، 'ٹیچورانگ' کی بادشاہت کا صدر مقام تھا جس کے معنی تبتی زبان میں خوشبودار پانیوں کی وادی ہے۔ اس وادی کے باسی تبت کی پُراسرار روایات کے امین ہیں۔ ہمیں ان روایات کی تفصیلات فراہم ہو رہی تھیں۔ مسٹر رابرٹ میرے ذریعہ اپنا کام کر رہے تھے۔

پورا دن آوارہ گردی میں گذرا۔ شام کو چھ بجے کے قریب ہم واپس لوٹے تو مسٹر رابرٹ بہت خوش تھے پہلے دن ہی انہوں نے کافی کام کر لیا تھا اور کہا تھا "کاش تم پورا دن میرے ساتھ گذار سکتے۔ ایک گائیڈ وہ ساری ضروریات نہیں پوری کر سکتا جو تم سے پوری ہو رہی ہیں۔" میں ان کے خیمے کے سامنے کھڑا ہوا تھا کہ دفعتاً تھریسا کے خیمے کا پردہ ہٹا اور وہ باہر نکل آئی۔ اس کے ساتھ ایک اور لڑکی بھی تھی جسے دیکھ کر میرے ذہن کو شدید جھٹکا لگا۔ اس کی نگاہیں بھی مجھ سے ملیں اور اس کا مسکراتا ہوا چہرہ بھی سکڑ گیا۔ شدید حیرت سے اس کی آنکھیں پھٹی رہ گئی تھیں۔ دوسرے لمحے وہ بے اختیار آگے بڑھ آئی "میرے خدایا۔ یہ تم ہی ہو گازالی۔" اس کے منہ سے آواز نکلی۔

میرے ذہن میں شدید سنسنی پھیل گئی تھی۔ ان لمحات کا تو میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔ پھر میں نے سنبھل کر کہا۔

"ہیلو۔ جولیا۔"

تھریسا بھی آگے بڑھ کر ہمارے پاس پہنچ گئی۔ "کیا تم مسٹر گازالی کو جانتی ہو جولی۔ مگر کیسے۔؟" لیکن جولیا نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے میرا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ "تم یہاں۔ میں کیسے یقین کروں۔ مگر یہ خواب بھی نہیں ہے۔ تم یہاں کیسے آگئے۔ ایک اور۔ اوہ تھریسا یہ۔ مسٹر گازالی ہیں یہ۔" جولیا نے تھریسا کی طرف رخ کر کے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"میں جانتی ہوں۔ لیکن تم انہیں کیسے جانتی ہو۔" تھریسا جولیا کی اس بے تکلفی کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھ رہی تھی۔

"تم صرف جاننے کی بات کرتی ہو۔ یہ۔ ہیلو انکل رابرٹ مجھے پہچانے آپ۔؟" جولیا نے مسٹر رابرٹ کے قریب آجانے پر کہا۔

"اوہ جولیا میری بچی۔ میکے براؤن کہاں ہے۔ کیا وہ بھی تبت میں ہے۔" مسٹر رابرٹ نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"ہاں انکل۔ میں ڈیڈی کے ساتھ ہی یہاں آئی ہوں۔ ڈیڈی ادھر خیمے میں ہیں۔ اس طرف ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ آپ اچانک یہاں مل جائیں گے۔ انکل آپ ان صاحب کو جانتے ہیں تھریسا تو ان سے واقف معلوم ہوتی ہے۔" جولیا نے گفتگو کا رخ پھر میری طرف موڑ دیا۔

"مسٹر گازالی۔ تم ان سے واقف ہو جولیا۔؟"

"نہ صرف واقف۔ ہم لوگ تو ساتھ بھی رہ چکے ہیں۔"

"تب تم ہی مجھے اس پُراسرار انسان کے بارے میں کچھ بتاؤ گی میں تو ان کے بارے میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ یہ ایک شریف اور تعلیم یافتہ نوجوان ہیں۔"

"تھریسا مجھے اچانک ملی تو مجھے بے حد خوشی ہوئی تھی۔ مجھے یہاں لے آئی مجھے کیا معلوم تھا کہ گازالی بھی یہاں موجود ہیں۔ سوری انکل، سوری تھریسا مجھے اجازت دو میں گازالی کو ڈیڈی کے پاس لے جا رہی ہوں۔ گازالی تم تنہا ہی ہو نا۔؟"

"نہیں جولی یہ ہمارے ساتھ ہیں۔ اور اس وقت ان کا تمہارے ساتھ جانا ممکن نہیں ہے مجھے ان سے کام ہے۔" تھریسا نے جلے بھنے لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا۔ کیا گازالی نے انکل جم کی ملازمت کر لی ہے۔ کیوں گازالی۔؟"

"نہیں۔ بیٹے۔ لیکن کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ میں میکے براؤن کو یہیں بلوالوں۔؟" رابرٹ نے کہا۔

"اس وقت نہیں انکل۔ مجھے گازالی سے کام ہے۔ آپ بیرے اور ان کے تعلقات کو نہیں جانتے۔"

"ڈیڈی۔ گازالی اس وقت جولیا کے ساتھ نہیں جائیںگے۔" تھریسا سرد لہجے میں بولی۔

مجھے واقعی لطف آرہا تھا۔ چند لمحات میں جولیا کو دیکھ کر حیرت ہوئی تھی، وہ اس دلچسپ گفتگو کی وجہ سے کم ہوگئی تھی۔ وہ دونوں اپنے اپنے حقوق کا استعمال کر رہی تھیں اور میں دوسری باتیں سوچ رہا تھا۔ میکے براؤن بھی تبت پہنچ گیا ہے۔ کیسے؟ کس پوزیشن میں؟ جاننا ضروری تھا! اور یہ معلومات میرے کام آسکتی تھیں۔ میں مسٹر رابرٹ کے ساتھ تراکوٹ پہنچ گیا تھا۔ یہاں سے یوں بھی ان کا ساتھ چھوڑنا تھا۔ مسٹر رابرٹ صرف سیاح تھے اور تفریحی دورہ کر رہے تھے، میں ان کی سست رفتاری کا ساتھ کہاں دے سکتا تھا اور پھر میرا مشن کچھ اور ہی تھا ان شریف لوگوں کو اس میں الجھانا مناسب نہیں تھا۔ میکے براؤن بلاوجہ ہی یہاں نہ پہنچا ہوگا۔ وہ میرے کام بھی آسکتا تھا اس لیے اس وقت تھریسا کو ہی ہزیمت اٹھانی تھی۔

"نہیں تھریسا۔ گازالی ہمارے ملازم تو نہیں ہیں اور پھر مسٹر میکے براؤن سے ان کی شناسائی ہے۔ وہ جانا چاہتے ہیں تو ضرور جائیں۔" مسٹر جم نے کسی قدر تحمل ہوتے ہوئے کہا۔

"آؤ گازالی۔" جولیا نے میرا ہاتھ پکڑا اور میں اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ تھریسا کے چہرے کی طرف دیکھنا اس وقت مناسب نہیں تھا۔ دونوں لڑکیوں کی نہ جانے کب کی دوستی ختم ہوگئی تھی۔ جولیا کا پھر میرے قدم بڑھتے ہی کمل اٹھا تھا۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی خیمے سے دور نکل آئی تھی اس نے پلٹ کر دیکھا اور پُرغرور انداز میں بولی۔ "میرے مقابل آرہی تھی۔"

"وہ تمہاری دوست ہے جولیا۔ تم نے میری وجہ سے اس سے..."

"تمہاری وجہ سے تو پوری دنیا سے دوستی ترک کی جا سکتی ہے گازالی۔ وہ کیا چیز ہے۔" جولیا نے میری بات درمیان سے کاٹ دی پھر بولی۔ "پہلے میں تم سے کہیں بیٹھ کر باتیں کروں گی اس کے بعد تمہیں ڈیڈی سے ملاؤں گی۔"

"او کے جولیا۔ تمہارے قبضے میں ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ جولیا نے میرے چہرے پر نگاہ ڈالی۔ پھر بولی۔ "وہ تم پر اتنا دعویٰ کیوں کر رہی تھی۔؟"

"وہی بتا سکتی ہے۔" میں نے شانے ہلا کر کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کوئی وجہ تو ہوگی ۔ ؟"

"اس کے ذہن میں ضرور ہوگی۔"

"آؤ اس طرف چلتے ہیں۔ ادھر سدھارت پونگ کے پاس وہ جگہ سنسان ہوتی ہے۔" جولیا نے اشارہ کیا۔ میں خاموشی سے اس کے ساتھ چلتا رہا۔ اطراف کے مناظر نمایاں تھے، بائیں سمت ایک مکان نظر آیا۔ نچلا حصہ بھیڑ بکریوں اور دوسرے مویشیوں کا اصطبل تھا۔ لکڑی کی سیڑھی بالائی منزل تک جاتی تھی۔ یہاں سامنے ہی ایک جسیم کتا بندھا ہوا تھا۔ دوسرے چھوٹے جانور نیچے اور چوزے بالائی منزل پر مکینوں کے ساتھ ہی قیام پذیر تھے۔ چھجے کے بانسوں پر جانوروں کے سنگی سر نصب تھے۔ جن کے ساتھ بھیڑ کی کھالیں، تونبے اور خشک گوشت کے ٹکڑے لٹک رہے تھے۔

سدھارت پونگ بدھ کے ایک بڑے قدیم اور بوسیدہ مجسمے کو کہا جاتا تھا جو دریائے بھیری کے کنارے تھا ہم تختہ نما کھیتوں میں سے ہوتے ہوئے اس سمت جا رہے تھے۔ کھیتوں میں چار مختلف اقسام کے پودے لہلہا رہے تھے بیچ میں پھلیاں اور لوکی کی بیلیں پھیلی ہوئی تھیں۔ دریائے کے قریب ہمالیائی لنگوروں کا ایک گروہ سرخ جوار کے کھیتوں کو تباہ کر رہا تھا۔ چھوٹے چھوٹے بچے ماؤں کی گردنوں سے لپٹے ہوئے تھے۔ گوتم کے بڑے مجسمے کے بائیں سمت ہم ایک سنسان جگہ جا بیٹھے۔ جولیا نے ایک پتھر پر بیٹھ کر مجھے دیکھا اور پلکیں جھپکائے بغیر گھورتی رہی۔ اس کے ہونٹ کپکپا رہے تھے دو تین بار اس کے بدن میں اینٹھن سی محسوس ہوئی اور میں جل تو جلال تو کا ورد کرنے لگا۔ اس سنسان جگہ تو کوئی میری مدد کو بھی نہیں آسکتا تھا۔

مجھے برف پا کر جولیا نے خود کو سنبھالا اور پھر کسی قدر لرزتی آواز میں بولی "ایک بار بھی یاد کیا مجھے ۔ ؟"

"ایک بار کی بات کیوں کرتی ہو جولیا بار بار۔"

"میں یقین نہیں کرتی۔"

"کوئی ثبوت نہیں ہے میرے پاس۔"

"یہ نہیں بھول سکتی کہ تم نے دوسروں کے لیے ڈیڈی کی پیشکشوں کو ٹھکرا دیا تھا۔ جن میں، میں بھی شامل تھی۔"

"غلط ہے جولیا صرف تمہارے اور مسٹر براؤن کے سوچنے کا فرق تھا۔ تم جانتی ہو میں حسن صاحب کا ملازم تھا۔"

"بھاگے تو نہیں تھے۔ اس کے ساتھ باہر جانے کا پروگرام کس نے بنایا تھا۔"

"وہ صرف اسے بہلانے کی بات تھی۔ میں گیا ۔ ؟" میں نے اس سے سوال کیا۔

"کیا کروں۔ تم پر غصہ بھی آتا ہے اور دل کے ہاتھوں مجبور بھی ہوں۔ تمہیں بری طرح مس کرتی رہی ہوں۔ ڈیڈی سے خوب اختلاف ہو گیا تھا تمہارے بارے میں۔ وہ اب تم پر بالکل بھروسہ نہیں کرتے۔"

"اور تم مجھے ان سے ملانے جا رہی ہو ۔ ؟"

"کیا تم ان سے نہیں ملو گے ۔ ؟"

"کیا فائدہ۔ صرف بے عزتی ہوگی میری۔ وہ اگر میرے بارے میں بری رائے رکھتے ہیں تو تم انہیں کیوں مجبور کر رہی ہو!"

"کچھ بھی ہو انہیں اپنی رائے بدلنا ہوگی۔ میں انہیں مجبور کر دوں گی تم فکر نہ کرو۔"

"میری ایک رائے مانو گی جولیا!" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"کہو ؟" اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"پہلے تم ان سے میرے بارے میں گفتگو کر کے دیکھ لو۔ ان سے میرا تذکرہ کرو اس کے بعد جو صورت حال ہو اس سے انداز لگا لینا۔"

"اور تم واپس انکل رابرٹ کے پاس چلے جاؤ کیوں۔ ؟" جولیا طنزیہ انداز میں بولی پھر کہنے لگی "تم آخر ہو کیا بلا گازالی تمہاری ذہنی کیفیت کا کبھی اظہار ہی نہیں ہوتا۔ میں بے وقوف نہیں ہوں تنویر تمہارے لیے دل میں جو رکھتی تھی ہر چند کہ میرے استفسار پر اس نے کبھی اعتراف نہیں اور بات مذاق میں ٹال دی لیکن میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ وہ لڑکی بھی تمہیں اپنی ملکیت سمجھتی تھی اور تمہاری کسی بات سے بددل نہیں ہوتی تھی۔ مجھے بھی تم نے دل برداشتہ نہیں کیا۔ میں کون تمہیں اپنا سمجھیں اور اب یہ تھریسیا میرے سامنے بول رہی تھی۔ بولو گازالی اس کی کیا حیثیت ہے۔ ؟"

"انوکھی لڑکی ہو تم جولیا۔ ہم اپنے اپنے وطن سے ہزاروں میل دور ایک اجنبی جگہ ملے ہیں۔ ایک ایسی جگہ جہاں کا تصور بھی نہیں کیا تھا، ہمیں ایک دوسرے کی خیریت پوچھنا چاہیے یہاں آنے کی وجہ پوچھنا چاہیے اس کے بجائے یہ باتیں شروع ہو گئیں۔"

"نہیں ہونی چاہیں تھیں۔ ؟" اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ان کی باری تو سب کے بعد میں آنی چاہیے تھی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ جولیا چند لمحات اس طرح مجھے دیکھتی رہی جیسے میری باتوں پر غور کر رہی ہو اور اس کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"مانتی ہو گازالی مگر۔ مگر اس تھریسیا نے مجھے غصہ دلا دیا تھا۔ آخر وہ تم سے ایسے لہجے میں گفتگو کیوں کر رہی تھی؟ گازالی یورپ جانے کے بعد بھی میں ایک لمحے کو تمہیں فراموش نہیں کر سکی حالانکہ

تم نے ڈیڈی سے غداری کی تھی۔ وہاں ہماری بے عزتی ہوتی تھی۔ سب کچھ ہوا تھا۔ ڈیڈی شدید غصے کے عالم میں تھے۔ انھوں نے کہا کہ تم انھیں ڈبل کراس کر رہے ہو۔ میں اس بات پر ان سے لڑ لی۔"

"کیا کہا تم نے ۔ ؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے ڈیڈی کو قائل کر لیا۔ انھیں خاموش ہونا پڑا۔ میں نے ان سے کہا کہ ڈیڈی گازالی اپنے حالات کا شکار ہے وہ مسٹر حسن کا ملازم ہے وہ کیسے اُن سے فریب کر سکتا تھا اور پھر میں نے کہا کہ اس نے فریب کہاں کیا۔ جب آپ نے اس پر شک کا اظہار کیا اور اپنی چالیں بدل دیں تو وہ اپنی پوزیشن بچانے پر مجبور ہو گیا ان حالات میں وہ کیا کرتا جب آپ روپوش ہو گئے تھے۔"

"پھر وہ کیا بولے ۔ ؟"

"پھر کہنے لگے ہم نے تو اسے بڑی پیشکش کی تھی۔ وہ مان گیا۔ بہر حال میں نے انھیں قائل کر لیا تھا، انھوں نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر موقع ملا تو وہ تم سے دوبارہ رابطہ قائم کریں گے۔"

"اوہ۔ تم لوگ یہاں کب پہنچے جولیا۔ ؟"

"تقریباً ایک ماہ ہونے کو آیا۔ ہم لہاسہ آتے تھے وہاں سے تسانگ تن گئے پھر چومارد اور چومارد سے یہاں آئے ہیں یہاں آئے ہوئے ہمیں نو دن ہو چکے ہیں۔"

"کون کون ہے تمہارے ساتھ ۔ ؟"

"یورپ سے 'جانگ' ہمارے ساتھ آیا تھا جانگ کے ساتھ چار ساتھی تھے اس کے علاوہ ریس اور برکلے بھی ہمارے ساتھ آئے تھے مگر وہ لہاسہ میں رک گئے۔"

"یہ دونوں کون ہیں ۔ ؟"

"بیلجیئم کے غنڈے۔ دونوں وہاں ایک کلب چلاتے ہیں۔"

"جانگ کون ہے ۔ ؟"

"تبتی باشندہ ہے فرانس کی جیل سے رہا ہوا تھا وہ بھی جرائم پیشہ انسان ہے ڈیڈی نے اس کو جیل سے نکلوا دیا ہے اور اس کے چاروں ساتھیوں کو بھی۔ ڈیڈی کا بے دام غلام ہے۔ مارشل آرٹس کا ماہر اس نے فرانس میں ایک بینک لوٹا تھا۔"

"بڑے خطرناک لوگوں کے ساتھ آئی ہو۔"

"تم کیوں فکر کرتے ہو۔ ؟"

"جانگ کہاں ہے۔ ؟" میں نے پوچھا۔

"اپنے ساتھیوں کے ساتھ کسی کام سے گیا ہے۔"

"کہاں ۔ ؟"

"یہ نہیں معلوم۔ آج چوتھا دن ہے۔ میری لائن کی چیز نہیں تھی اس لیے میں نے ڈیڈی سے اس بارے میں کوئی سوال نہیں کیا۔ مجھ سے سب کچھ پوچھے جا رہے ہو اپنے بارے میں بھی کچھ بتاؤ گے ۔ ؟"

"مجھے میرے تمام سوالات کے جواب دے دو۔ اس کے بعد میں تمہارے سوالوں کے جواب دوں گا۔"

"اچھا صرف ایک بات بتا دو۔ ان معلومات کو تم ہمارے خلاف تو استعمال نہیں کرو گے۔ کہیں میں نادانستگی میں اپنے ڈیڈی کی گردن کے لیے پھندا تو نہیں بن جاؤں گی اگر ہم تمہیں اپنے ساتھ پورے خلوص سے شمولیت کی پیشکش کریں تو تم اسے قبول کر لو گے ۔ ؟"

"تمہیں مجھ پر بس اتنا ہی اعتماد ہے جولیا۔ ؟" میں نے کہا۔

"سچ بولوں گی تو برا مان جاؤ گے۔"

"نہیں سچ بولو۔"

"میں نے اپنے کانوں سے تمہیں ہمدردی کرتے سنا تھا۔ وہ کونسا جذبہ تھا۔ تم نے کبھی کھل کر میری محبت کا اعتراف نہیں کیا۔ سب کو یکساں نگاہ سے دیکھتے ہو تم۔ کیا یہ اعتبار کی باتیں ہیں ۔ ؟"

"میں نے بالکل برا نہیں مانا جولیا۔ اس کے جواب میں اتنا ہی کہوں گا کہ انسانی رشتے بھی کوئی اہمیت رکھتے ہیں۔ تم نے ڈاکٹر طاہر علی کے ایما پر ہی مجھے اپنا رازدار بنایا تھا۔ اس سے قبل بھی تو ہمارے تعلقات تھے۔ کچھ باتیں دوسرے رشتوں سے بھی نبھانی پڑتی ہیں جولیا۔"

"شاید ۔ ؟" جولیا نے کہا۔

"جانگ کے بارے میں تمہیں واقعی نہیں معلوم ۔ ؟"

"نہیں۔"

"مسٹر براؤن یہاں کیوں آئے ہیں ۔ ؟"

"وہی خزانے کا معاملہ ہے۔ لعنت ہو اس خزانے پر، مجھے تو کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ہیرے جواہرات کے انبار لگانے سے آخر فائدہ۔ ڈیڈی کو جنون ہے اس چکر میں گروہ بنا کر آئے ہیں اور اب یہاں کام کرتے پھر رہے ہیں انھوں نے کیا کیا یقین کرو مجھے نہیں معلوم۔"

"مجھے خوف ہے جولیا کہ مسٹر براؤن مجھ پر اعتبار نہیں کریں گے۔"

"اس کی ذمہ داری مجھ پر چھوڑ دو۔ اب یہ بتاؤ تم یہاں کیوں آئے ہو ۔ ؟"

"مسئلہ وہی ہے خزانے کا چکر۔"

"میں جانتی ہوں اور یقین کرو تمہارے سچ پر مجھے خوشی ہوئی ہے اگر تم یہ اعتراف نہ کرتے تو میں تمہیں جھوٹا سمجھتی۔ انکل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رابرٹ بھی اسی چکر میں آئے ہیں۔!"

"نہیں جولیا یہ بے چارے تو صرف سیاح ہیں کچھ پریشان کن حالات میں ان سے ملاقات ہو گئی ان لوگوں نے بے سروسامانی کے عالم میں میری مدد کی ہے اور بس۔"

"صرف اتنی سی بات ہے۔؟"

"ہاں جولیا۔"

"مگر تم ان حالات کا شکار کس طرح ہوئے۔"

"بس یوں سمجھ لو کچھ آوارہ گردوں کے ہاتھ لٹ گیا۔"

"آوارہ گردوں کے ہاتھوں"

"ہاں۔"

"ان کے ہاتھ کیسے لگے۔؟"

"نیپال کے راستے آوارہ گردوں کے گروہ میں شامل ہو کر یہاں پہنچا تھا۔"

"کمال ہے۔ مسٹر حسن اور ڈاکٹر بھی تو اس خزانے کے چکر میں تھے کیا وہ لوگ تمہارے ساتھ نہیں آئے۔؟"

"نہیں جولیا۔ میرے اور ان کے درمیان اختلاف ہو گیا تھا میں نے حسن صاحب کی نوکری چھوڑ دی۔"

اب اٹھو چلیں یہاں سے، میں برداشت نہیں کر پا رہی۔ ڈیڈی کو بھی یہ خوشخبری سنا دیں اور یہ بھی سن لو۔ ہم انکل رابرٹ کے تمام احسانات جس شکل میں وہ چاہیں گے اتار دیں گے۔ مگر لیسا کو تم بالکل لفٹ نہیں دو گے۔ تمہیں کسی نوکری کی ضرورت نہیں ہے ہمارے پاس سب کچھ ہے۔"

"تم کوشش کرنا چاہتی ہو جولیا تو ضرور کر لو۔ میرا خیال ہے مسٹر براؤن ہم ایڈجسٹ کر سکیں گے۔"

"آؤ۔ پہلے سے کوئی فیصلہ نہ کر لیا کرو۔ چلو۔" جولیا نے میرا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا اور میں چل پڑا۔ جولیا کے بارے میں صحیح اندازہ مجھے آج ہوا تھا۔ اس قدر ذہین نہیں تھی جتنی محسوس ہوتی تھی۔ بہر حال میکے براؤن جیسے زیرک آدمی کا سامنا کرنا معمولی بات نہیں تھی ہر پہلو محفوظ رکھنا تھا۔ اسے یہاں دیکھنے کے بعد نظر انداز کرنا بھی ممکن نہیں تھا کیونکہ میں اچھی طرح جانتا تھا کہ اب وہ حسن صاحب کا دشمن ہے۔ وقت کافی گذر چکا تھا۔ ممکن ہے طاہر علی اور آسٹن بھی جاپان سے یہاں پہنچ گئے ہوں اور میرے لیے پریشان ہوں لیکن ان حالات میں، میں ان شریف لوگوں کی کوئی مدد نہیں کر سکتا تھا۔ میرا کام تو ابتدا ہی میں بگڑ گیا تھا اگر قادر کے ساتھ مطلوبہ جگہ تک پہنچ جاتا تو صورت حال ہی دوسری ہوتی کہیں بے چارہ قادر۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم اس جگہ پہنچ گئے جہاں میکے براؤن قیام پذیر تھا۔ بہت عمدہ خیمہ تھا جس کے سامنے کے حصے میں اعلیٰ درجے کی نئی جیپ کھڑی ہوئی تھی۔ میکے براؤن یہاں خوب منظم تھا اور اس نے بہترین وسائل حاصل کر لیے تھے۔ جولیا نے خیمے کا پردہ ہٹایا اور اندر داخل ہو گئی۔ میں باہر ہی رک گیا تھا۔

"ہیلو ڈیڈی" جولیا کی آواز سنائی دی۔

"دیر لگا دی جولی تم نے۔ کہاں رہ گئی تھیں؟"

"ادھر دیکھیے ڈیڈی کون آیا ہے۔" جولیا نے کہا اور پھر جلدی سے بولی "ارے تم باہر کیوں رک گئے اندر آؤ۔" اور میں خیمے کا پردہ ہٹا کر اندر داخل ہو گیا۔ میکے براؤن ادھر ہی دیکھ رہا تھا۔ اس کی کیفیت میری توقع کے برعکس نہیں تھی۔ وہ شاید اپنی بینائی پر شک کر رہا تھا۔ میں بھی خاموش کھڑا رہا۔ پھر میکے براؤن نے خود کو سنبھالا "میری آنکھیں دھوکا تو نہیں کھا رہیں مسٹر گازالی۔؟"

"نہیں مسٹر براؤن آپ کی بینائی تو ضرورت سے بھی کچھ زیادہ ہی ہے" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"انسان کی گہرائیوں میں جھانکنے کے لیے بصارت کی نہیں تجربے کی ضرورت ہوتی ہے نوجوان۔ بہرحال مجھے یقین تھا کہ تم لوگوں سے ملاقات ضرور ہو گی۔ نہ ہوتی تو تعجب ہوتا۔ آؤ بیٹھو۔ جولی اسٹول دو۔ جولیا نے ایک اسٹول میکے براؤن کے قریب کھسکا دیا۔ اور میں بے تکلفی سے اس پر بیٹھ گیا۔ "کب پہنچے گازالی۔؟" براؤن نے پوچھا۔

"تراکوٹ آئے ہوئے زیادہ وقت نہیں گذرا۔"

"کون کون ہے۔ میرا مطلب ہے حسن اور طاہر کے علاوہ۔؟"

"بتا دوں گا مسٹر براؤن فی الحال میں جولیا کا مہمان ہوں۔"

"ڈیڈی گازالی تنہا ہیں۔ یہ ان لوگوں کے ساتھ نہیں آئے۔" جولیا نے کہا۔

"اوہ اس کا مطلب ہے کہ وہ دونوں تراکوٹ میں نہیں ہیں الگ الگ کارروائیاں کر رہے ہو تم لوگ۔"

"یہ ان لوگوں کے ساتھ تبت نہیں آئے ڈیڈی۔ آپ پوری بات معلوم کیے بغیر گفتگو نہ کریں" یہ جولیا کسی قدر جھلاتے ہوئے انداز میں بولی۔

میکے براؤن نے مسکراتی نگاہوں سے جولیا کو دیکھا۔ اور پھر میری طرف "بہرحال خوش آمدید۔ جولی کے مہمان ہو۔ عمدہ بات ہے یہ تمہارے لیے مجھ سے لڑتی رہی ہے۔ حالانکہ میں نے اسے رنگ و نسل کا فرق سمجھانے کی بہت کوشش کی۔ میں نے اسے بتایا کہ گازالی جس طرح اپنے لوگوں کا وفادار ہو سکتا ہے ہمارا نہیں لیکن بے وقوف لڑکی ابھی تک نہیں سمجھ سکی ہے۔ لیکن سمجھ جائے گی۔"

"گازالی۔ آؤ، ہم باہر بیٹھیں گے۔ آؤ پلیز۔"

"ارے نہیں جولی بیٹے بیٹھو تم بھی بیٹھو۔ کچھ خاطر مدارت کرو اپنے دوست کی۔ کیا پیو گے گازالی۔"

"آپ کا جو دل چاہے پلا دیں مسٹر براؤن۔"

"جولی پلیز۔ کافی بنواؤ گازالی کے لیے۔ میں تمہارا انتظار ہی کر رہا تھا۔"

"آپ گازالی سے دوستانہ گفتگو کریں ڈیڈی۔ آپ کی غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی۔ گازالی پلیز۔ ڈیڈی صورت حال سے ناواقف ہیں اس لیے ان کی بات کا مائنڈ نہ کرنا۔"

"فکر مت کرو جولی۔ میں مسٹر براؤن کے انداز گفتگو سے واقف ہوں" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور جولیا خیمے سے باہر نکل گئی۔ اس کے جانے کے بعد میکے براؤن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں ڈیئر گازالی۔ اس بے وقوف لڑکی کو کیا کہانی سنا دی ہے تم نے۔ مجھے بھی وہی سناؤ گے یا کچھ تبدیلی ہو گی اس کہانی میں۔"

"کہانی تو وہی سناؤں گا مسٹر براؤن۔ لیکن آپ کہانی سننے پر ہی کیوں مصر ہیں۔ کافی کی ایک پیالی پلائیں اور چلتا کر دیں اور وہ بھی میرے لیے نہیں جولی کے لیے۔ میں اس کے ساتھ نہیں آنا چاہتا تھا۔ سمجھایا تھا میں نے اسے لیکن تعجب ہے باپ بیٹی کے درمیان ذہنی ہم آہنگی نہیں ہے جو اندازہ آپ کے بارے میں مجھ اجنبی کو ہے آپ کی بیٹی کو نہیں۔"

"کیا مطلب۔؟"

"میں نے جولیا کو سمجھایا تھا اس سے کہا تھا کہ مری کا اس سے ملاقات ہو گئی کافی ہے مسٹر براؤن مجھ سے اچھی طرح نہیں ملیں گے وہ نہ مانی۔"

میرے ان الفاظ پر میکے براؤن چند لمحات کے لیے خاموش ہو گیا۔ پھر اس نے سرد لہجے میں کہا "تم نے اس کی گنجائش چھوڑی تھی گازالی۔؟"

"نہیں چھوڑی تھی۔ لیکن میں اپنے اس طرز عمل کی معافی مانگنے کے لیے تبت نہیں آیا۔"

"پھر بھی برائے حوالے سے ہم کچھ گفتگو تو کر سکتے ہیں۔"

"گویا آپ کہانیاں ضرور سنیں گے۔؟"

"انسانی کمزوریوں سے منحرف کیوں ہو۔؟ تم سے تمہارے بارے میں پوچھنا فطری امر ہے۔"

"اور اس پر یقین نہ کرنا فطرت ہے۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"بدقسمتی سے تمہاری یہ سرکش فطرت ہی پسند آ گئی تھی۔ یاد ہے وہ گفتگو جو تم نے ہوٹل میں کی تھی اس سے محسوس ہوا تھا کہ تم ناقابل تسخیر ہو لیکن بعد کا تجزیہ غلط ثابت ہوا اور تم پھر مسحور کر رہے ہو" میکے براؤن مسکراتا ہوا بولا۔ اسی وقت جولیا نے پردہ ہٹا کر اندر جھانکا اور ہم دونوں کو دیکھ کر بولی "کافی تیار ہو رہی ہے میں نے اس لیے جھانکا تھا کہ آپ لوگوں کے درمیان کی فضا معلوم کروں۔"

"فضا خوشگوار ہوتی جا رہی ہے جولی۔ تم فکر کرو کافی لاؤ۔" میکے براؤن نے کہا۔ اور جولیا نے پردہ برابر کر دیا۔

"کیا واقعی حسن اور طاہر علی تمہارے ساتھ تراکوٹ میں نہیں ہیں۔ بھئی اب جو بات ہو گی دوستانہ فضا میں ہو گی، کم از کم اس وقت تک جب تک تم اس خیمہ میں موجود ہو۔"

اگر وہ موجود بھی ہیں تو ظاہر ہے میں آپ کو اس بارے میں نہیں بتاؤں گا۔" میں نے کہا۔

"میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔ ممکن ہے تعلقات کے ٹوٹے دھاگے پھر سے جڑ جائیں تم اس کا ذریعہ کیوں نہ بنو۔"

"اپنے مفادات کے فیصلے میں خود کرتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ بڑی ہوشیاری سے کام لینا پڑ رہا تھا براؤن ایسٹ انڈیا کمپنی کا نمائندہ تھا جس نے ہندوستان پر قبضہ جما لیا تھا۔ اسے سنبھالنا آسان کام نہیں تھا اس کے لیے مجھے بھی بڑی محنت کرنی تھی۔ میکے براؤن خاموشی سے مجھے دیکھتا رہا پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور ایک طرف رکھے سامان سے سگریٹ بکس نکال لایا۔ اس نے ایک سگریٹ خود نکالا اور بکس میری طرف بڑھا دیا۔

"شکریہ میں نہیں پیتا۔"

"یاد نہیں رہا تھا۔" اس نے سگریٹ کے چند کش لیے پھر بولا۔ "تراکوٹ میں کہاں قیام ہے۔"

"کچھ فاصلے پر چند خیمے لگے ہوئے ہیں ان ہی میں سے ایک میں۔"

"لیکن اب یہ ان خیموں میں نہیں رہیں گے ڈیڈی۔" جولیا کافی کا سامان سنبھالے ہوئے اندر داخل ہو گئی۔

"کیا مطلب؟" میکے براؤن نے پوچھا۔

"اب یہ ہمارے ساتھ رہیں گے۔ کیا گازالی نے آپ کو انکل رابرٹ کے بارے میں بتایا۔؟"

"کون رابرٹ۔؟"

"انکل رابرٹ جم۔ یہ انھی کے ساتھ تھے۔"

"رابرٹ جم۔ وہ یہاں کہاں؟" میکے براؤن تعجب سے اچھل پڑا۔

"کچھ فاصلے پر ان کے خیمے لگے ہوئے ہیں۔ گازالی انہیں کے ساتھ رہتے تھے مجھے اچانک مل گئے اور ڈیڈی وہ"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"بے وقوف لڑکی یہ بات تم مجھے اتنی دیر میں بتا رہی ہو۔ وہ احمق تبت کی طرف کہاں نکل آیا۔ تم لوگ کافی پیو میں اس سے مل کر واپس آتا ہوں۔ کس طرف ہیں اس کے خیمے جولی۔" میکے براؤن نے کھڑے ہو کر پوچھا اور جولیا ان خیموں کا جائے وقوع بتانے لگی۔ "میں ابھی تھوڑی دیر میں واپس آتا ہوں۔" میکے براؤن نے کہا اور باہر نکل گیا۔

"عجیب ہیں ڈیڈی بھی۔ لیکن انکل رابرٹ سے ہمارے بہت گہرے تعلقات ہیں۔ وہ سیاحت پسند انسان ہیں اکثر بقرلیسا بھی ان کے ساتھ نکل جاتی ہے اس نے مجھے اپنی مہم جویانہ زندگی کی بہت سی کہانیاں سنائی ہیں۔"

"اس وقت جولیا مسٹر براؤن ان کے لیے نہیں ان سے میرے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے گئے ہیں، میری بات کی تصدیق کرنے گئے ہیں۔"

"اگر ایسی بات بھی ہے تو تم فکرمند کیوں ہو۔ اچھا ہے انھیں اطمینان ہو جائے گا۔" جولیا میرے ساتھ کافی پیتی رہی پھر ہم باہر نکل گئے۔ قصبے پر رات چھائی جا رہی تھی۔ جولیا نے کہا "کیا خیال ہے کہیں گھومنے چلیں۔ یا یہیں رہیں۔"

"جیسا تم پسند کرو میرے خیال میں مسٹر براؤن کو واپسی میں دیر لگ جائے گی۔"

"ان لوگوں کا طریق عبادت بہت دلچسپ ہے تم نے دیکھا ہے۔؟"

"مختصراً۔"

"آؤ میں تمھیں دکھاؤں۔ لطف آتا ہے۔ ترا کوٹ میں ان کی بڑی عبادت گاہ زیادہ دور نہیں ہے اور یہ عبادت کا وقت بھی ہے۔" میں نے آمادگی ظاہر کر دی اور ہم دونوں چل پڑے۔ کیمپنگ سے قریباً ایک میل جا کر راستہ تین سمتوں کو مڑ جاتا تھا۔ بائیں سمت کے آخری راستے کے ڈھلوان پر ایک عظیم خانقاہ نظر آ رہی تھی۔ لوگ سرخ ٹوپیوں میں ملبوس جوق در جوق اس خانقاہ کی طرف قطاریں بنائے بڑھ رہے تھے۔ خانقاہ تک پہنچنے کا راستہ ایک چوبی پل سے گزرتا تھا جو ایک گہری کھائی پر بنا ہوا تھا۔ پل پر سے گزرتے ہوئے میں نے کھائی پر نگاہ ڈالی اور متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ کھائی بہت گہری تھی۔ نیچے دیکھتے ہوئے بہت خوف آتا تھا۔

"اس خانقاہ میں دن رات پوجا ہوتی ہے شاید یہ باہر سے آنے والوں کے لیے بہت مقدس ہے کیونکہ میں نے اس طرف جب بھی نگاہ ڈالی ہے یہی مجمع پایا ہے۔ یہ سب لوگ ترا کوٹ کے باشندے تو نہ ہوں گے۔"

"ممکن ہے۔" میں نے مختصراً کہا۔ چوبی پل کو عبور کر کے ہم دوسری سمت پہنچ گئے اور بے شمار انسانوں کے ہجوم میں گم ہو گئے خانقاہ کی بلند میناروں کے سنہری کلس روشنی میں جگمگا رہے تھے ان کی نوکیں آسمان کو چھوتی ہوئی محسوس ہوتی تھیں۔

"یہ کلس خالص سونے کے ہیں۔" جولیا نے بتایا۔

"تم نے ان کے بارے میں کافی معلومات حاصل کی ہیں۔" میں نے کہا۔

"ہاں مجھے اس سیاحت میں بہت لطف آیا ہے۔ ڈیڈی اپنے کام میں مصروف رہتے ہیں اور میں اپنے میں۔ ویسے گازالی ایک بار میں نے اس خانقاہ کو اندر سے بھی دیکھا ہے۔ یہاں اتنا سونا اور جواہرات ہیں کہ اگر یورپ کے ڈاکوؤں کو معلوم ہو جائے تو جان کی بازی لگا دیں۔ میں نے تو ڈیڈی سے ایک بار کہا بھی تھا۔"

"کیا۔؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"میں نے کہا تھا ڈیڈی جس خزانے کی تلاش میں آپ سرگرداں ہیں کیا وہ یہاں موجود خزانے سے بڑا ہوگا کسی ترکیب سے یہ خزانہ حاصل کریں اور نکل چلیں۔"

"مسٹر براؤن نے کیا جواب دیا۔؟"

"سنجیدہ ہو گئے تھے اور بڑی بے بسی سے کہا تھا کاش یہ ممکن ہوتا۔ سنا ہے مقدس روحیں ان جواہرات کی حفاظت کرتی ہیں ان کے بارے میں بڑی کہانیاں مشہور ہیں۔"

میری نگاہ رنگ برنگے میٹرک جھنڈوں پر سے گزرتی ہوئی خانقاہ کے بائیں سمت کی وادی تک پہنچ گئی جہاں بہت سے بھکشو جمع تھے ان سب کے ہاتھوں میں عبادت کے چرخے نظر آ رہے تھے۔

"آؤ اندر چلیں۔ عبادت گاہ میں داخل ہونے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔"

"لیکن رش بہت ہے۔" میں نے کہا۔

"کیا فرق پڑتا ہے اندر کا منظر دیکھو گے تو خوش ہو جاؤ گے" جولیا نے کہا اور کسی نہ کسی طرح ہم اندر داخل ہو گئے۔ اندر بے شمار لوگ تھے لیکن بے حد سکون تھا۔ صرف منتر پڑھنے کی سرگوشیاں سنائی دے رہی تھیں۔ لاتعداد سونے کے چھوٹے بڑے بت ایستادہ تھے جن کے جسموں میں جگہ جگہ ہیرے جڑے ہوئے تھے ایک پراسرار ہیبت پورے ماحول پر چھائی ہوئی تھی۔ کافی دیر تک ہم اس ماحول سے لطف اندوز ہوتے رہے اور پھر وہاں سے باہر نکل آئے۔ اس کے بعد اس بات کی گنجائش نہیں تھی کہ کہیں ادھر جاتے چنانچہ خیموں کی طرف چل پڑے۔

میکے براؤن واپس آ گیا تھا اس کے چہرے پر اب تپاک تھا

کہاں چلے گئے تھے تم لوگ۔؟"

"میں گازالی کو سیر کرانے لے گئی تھی۔" جولیا نے جواب دیا۔

"گازالی نے تمھارے ساتھ قیام کرنا منظور کر لیا ہے۔؟" میکے براؤن نے پوچھا۔

"یہ انکار کر سکتے ہیں ڈیڈی۔ آپ انھیں کچھ بھی سمجھیں لیکن میں اچھی طرح جانتی ہوں۔" جولیا نے کہا اور میکے براؤن عجیب سے انداز میں ہنسنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔ "میرا خیال ہے کھانا وغیرہ کھا لیا جائے۔ جولیا انتظام کرو۔" اور جولیا باہر نکل گئی۔ اس کے جانے کے بعد میکے براؤن نے کہا۔ "رابرٹ تم سے بہت متاثر ہے تمھاری خوبیوں کا تذکرہ کر رہا تھا اور تمھیں ساتھ رکھنے پر مُصر تھا۔ وہ کسی گائیڈ کے لیے پریشان ہے میں نے اس سے گائیڈ کی فراہمی کا وعدہ کیا ہے۔ ایک سوال کر سکتا ہوں گازالی۔؟"

"ضرور۔؟"

"رابرٹ کو اس بارے میں کچھ معلوم تو نہیں ہے۔ وہ خود بھی تو کسی چکر میں نہیں ہے۔"

"آپ کو زیادہ بہتر معلوم ہو سکتا ہے مسٹر براؤن۔" میں نے اس کی ذاتیات کو نہیں ٹٹولا۔ "ویسے آپ میرے بارے میں تو اس سے سب کچھ معلوم کر چکے ہوں گے۔؟"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ میں درحقیقت سب سے پہلے اس سے تمھارے بارے میں معلوم کرنا چاہتا تھا لیکن میری حیرتوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ میں تم سے گفتگو کرنے کے لیے بے چین ہوں۔"

"کھانا تیار ہے ڈیڈی۔ لگوا دوں۔" جولیا نے پردہ ہٹا کر جھانکتے ہوئے کہا۔ اور میکے براؤن نے اجازت دے دی۔ کھانے کے بعد کافی پی گئی اور کافی پی کر جولیا اونگھنے لگی۔ "نہ جانے مجھ پر نیند کا اتنا شدید غلبہ کیوں ہوا ہے میری پلکیں آپس میں چپکی جا رہی ہیں۔" اس نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"آرام کرو۔ اٹھو میں تمھیں تمھارے خیمے میں پہنچا دوں۔" میکے براؤن نے کہا اور پھر وہ جولیا کا بازو پکڑ کر باہر نکل گیا۔ میں اس کے خیمے میں رکھے سامان پر نگاہ دوڑانے لگا تھا۔ چند لمحات کے بعد وہ مسکراتا ہوا خیمے میں داخل ہو گیا۔ "یہ ضروری تھا۔" اس نے میرے سامنے بیٹھ کر کہا۔

"کیا۔؟" میں نے سوال کیا۔

"وہ جاگتی رہتی تو ہمیں کبھی باتیں نہ کرنے دیتی میں نے اس کی کافی میں خواب آور گولی ڈال دی تھی۔" میکے براؤن نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں گہری سانس لے کر رہ گیا۔ اس بات سے اس شخص کی فطرت کا اندازہ ہوتا تھا۔ ایک ایک لمحہ اس کے ساتھ احتیاط سے گزارنا ضروری تھا۔ بہرحال میں نے اس کی بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔

"اس بات سے تم میری بے چینی کا اندازہ لگا سکتے ہو چنانچہ اب دیر کرنا مناسب نہیں ہوگا۔"

"کیا خدمت کر سکتا ہوں آپ کی مسٹر براؤن۔؟" میں نے لہجہ کسی قدر سرد کر کے کہا۔

"اپنی یہاں آمد اور ان حالات کے بارے میں بتاؤ۔ یہ سب کیا ہے دوسرے لوگ کہاں ہیں۔؟"

"آپ نے یہ فیصلہ کیسے کر لیا کہ میں آپ کو ساری تفصیلات بتا دوں گا۔" میں نے اسی انداز میں کہا۔ اور میکے براؤن کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ وہ چند لمحات احمقوں کی طرح میری صورت دیکھتا رہا۔ پھر بولا "اس میں کوئی شک نہیں ہے گازالی۔ میں اس کا کوئی حق نہیں رکھتا۔ لیکن اگر تم پسند کرو تو میں آج بھی تمھیں اپنے ساتھ شمولیت کی پیشکش کر سکتا ہوں اور اُن تمام شرائط پر جو تمھیں پسند ہوں۔ بات اگر نمک حلالی کی ہے تو میں تمھیں اپنے ساتھ معاوضے پر کام کرنے کی پیشکش بھی کر سکتا ہوں اگر قوم پرستی کی بات ہے تو سنو گازالی اس دنیا میں کوئی کسی کے لیے غم نہیں کھاتا۔ تم اگر مضبوط ہو تو سب سے بڑے آدمی ہو، سب تمھارے سامنے جھکیں گے اور اگر نہیں تو انتظار کریں گے کہ تم اپنا فرض پورا کرو۔ دوسروں کے آلۂ کار کیوں بنتے ہو گازالی اپنے پیروں پر کھڑے کیوں نہیں ہوتے۔"

"یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے مسٹر براؤن جو قوم پرستی کی بات ہو۔ آپ جانتے ہیں کہ کچھ لوگ صرف اپنے مفاد کے لیے عمل پیرا ہیں میں بھی اپنے مفاد کے لیے کام کر رہا ہوں لیکن آپ مجھے اپنی ملازمت کی پیشکش کر رہے ہیں آپ جانتے ہیں یہ کیسے ممکن ہے۔"

"جن نے تمھیں جو شرائط پیش کی ہیں میں تمھیں اُن سے بہتر شرائط پر اپنے ساتھ کام کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔"

"کیا آپ مجھ پر بھروسہ کر سکتے ہیں۔ ایک بار پہلے بھی تو میں، آپ کی پیشکش قبول کر چکا ہوں۔"

"ہاں لیکن تم نے اس وقت میرا ساتھ نہیں دیا۔"

"یہی بات اس وقت بھی مجھے آپ کے ساتھ تعاون سے روک رہی ہے۔"

"کیا مطلب۔؟"

"بوڑھے کو آپ کے لیے وہاں سے نکالا گیا تھا۔ وہ فرار ہو گیا اور آپ نے سارے رشتے ختم کر دیے۔ آپ کا اعتماد اس قدر ناپائیدار ہے تو آئندہ آپ پر اعتماد کرنے کا کیا جواز ہے۔"

"حالات ایسے ہی تھے میں کیا کرتا اور پھر تم نے میرا راز بھی کھول دیا سب کچھ بتا دیا تم نے ان لوگوں کو۔"

"ایسے حالات میں اور مجھے کیا کرنا چاہیے تھا، خود کو ان لوگوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کا غدار ثابت کر دیتا۔؟ جس کے لیے غداری کی بھی جیب دہی مجھ پر اعتماد نہیں کرتا تھا پھر میری کیا پوزیشن ہو جاتی آپ بھی مجھ پر شک کرنے لگے تھے مسٹر براؤن اپنے آپ کو محفوظ رکھنا ضروری تھا میرے لیے۔"

میکے براؤن پرُخیال انداز میں گردن ہلاتا رہا پھر بولا "حالات ہی اتنے پیچیدہ ہو گئے تھے۔ آخر اسے فرار کرانے والے کون تھے؟ وہ کون لوگ تھے جو اسے لے گئے کیا بوڑھا تمھیں مل گیا غزالی۔؟"

"اسے لے جانے والوں کا نام سنیں گے تو آپ دنگ رہ جائیں گے مسٹر براؤن۔" میں نے کہا۔ اور براؤن چونک پڑا۔ "یہ بات معلوم ہو گئی۔؟"

"ہاں۔ کافی حد تک۔"

"کون تھے وہ۔ اور کیا تم لوگوں نے اسے حاصل کر لیا۔؟"

"جن لوگوں نے اسے اڑایا تھا ان سے بوڑھے کو دوبارہ نہیں حاصل کیا جا سکتا تھا۔"

"پلیز ساری رنجشیں بھول کر بتا دو۔ وہ کون تھے۔" میکے براؤن نے عاجزی سے کہا۔

"دیلینی۔" میں نے جواب دیا اور میکے براؤن پر ان الفاظ کا وہی ردِ عمل ہوا جو ہونا چاہیے تھا۔ دیر تک اس کے منہ سے کوئی بات نہیں نکل سکی۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ بمشکل تمام اس نے کہا "تمھیں یقین ہے۔ تمھیں یقین ہے۔؟"

"آپ حسن صاحب اور ڈاکٹر طاہر علی اتنے بڑے کام کے اہل نہیں تھے مسٹر براؤن جتنے بڑے کام کے لیے آپ نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ آپ سب بوڑھے کو تنہا سمجھ رہے تھے حالانکہ ایسی بات نہیں تھی۔"

"کیا مطلب۔؟"

"اس کی ایک مددگار اسی کوٹھی میں موجود تھی جو دیلینی کے اشارے پر اس کی نگرانی کر رہی تھی۔"

"کون تھی وہ۔؟"

"کوٹھی میں اس کا نام ندرت تھا اور یہ نام اسے مسٹر حسن نے دیا تھا جب کہ اس کا اصل نام کوئی نہیں جانتا تھا۔ کیا آپ اس لڑکی کے بارے میں کچھ جانتے ہیں۔؟"

میکے براؤن سوچتا رہا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا "ہاں حسن کی کوٹھی میں یہ لڑکی موجود تھی۔ میں نے جولیا کو ہدایت کی تھی کہ وہ حسن کی کوٹھی میں موجود افراد کے بارے میں مجھے تفصیل فراہم کرے۔ اس نے مجھے اس لڑکی کے بارے میں بھی لکھا تھا کہ ایک پُراسرار شخصیت کی مالک ہے اور حسن کی کوٹھی میں ایک عجیب حیثیت رکھتی ہے لیکن میں نے اس کے بارے میں اس انداز میں نہیں سوچا تھا۔ میں نے اسے حسن کا کوئی خاندانی معاملہ سمجھا تھا لیکن یہ بات کیسے معلوم ہوئی کہ۔"

"کچھ وقت گذرنے کے بعد وہ لڑکی بھی غائب ہو گئی۔ اس کے سامان سے جو کچھ برآمد ہوا اس نے اسے بوڑھے سے متعلق ظاہر کر دیا۔ سب ششدر رہ گئے تھے۔ اس کا تعلق دیلینی سے تھا اور وہ صاف بوڑھے کو اڑا لے گئی۔" میں نے انکشاف کیا۔ براؤن کی حالت قابلِ دید تھی دیر تک وہ حیرت میں ڈوبا رہا پھر بولا۔ "گویا بوڑھا دوبارہ تم لوگوں کے ہاتھ نہیں لگا۔؟"

"اس کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔"

"یقیناً اس لڑکی کے دوسرے مددگار بھی ہوں گے۔ انھوں نے ہی مجھے بھی زخمی کیا ہو گا کیونکہ میں ان کا تعاقب کر رہا تھا۔ بڑی غلطی ہو گئی پھر تو حسن سے میں بلا وجہ ہی بگڑ گیا۔ اب مجھے افسوس ہو رہا ہے مگر گازالی حالات ہی ایسے تھے میں بھی انسان ہی ہوں۔ وہ لوگ کہاں ہیں۔؟"

"آپ مجھ سے باتوں ہی باتوں میں سب کچھ پوچھے جا رہے ہیں مسٹر براؤن۔ کیا اتنا کافی نہیں ہے۔"

"اپنی غلط فہمی کی میں معافی چاہتا ہوں گازالی۔ مجھ سے جو غلطی ہوئی تھی مجھے اس کا اعتراف ہے۔ اگر کر سکتے ہو تو میرے دوست کے درمیان صلح کرا دو۔ میں ان لوگوں سے اپنی حماقت کا اعتراف کر لوں گا۔ تمھارے سلسلے میں، بس اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ جولیا تمھیں پاگلوں کی طرح چاہتی ہے میرا کاروبار بہت بڑا ہے دولت کی کمی نہیں ہے میرے پاس۔ یہ خزانہ بس میری دلچسپی ہے اس کا حصول میرا جنون بن چکا ہے۔ شاید یہ پیشکش تمھیں عجیب محسوس ہو یا پھر ممکن ہے تم اسے دھوکا ہی سمجھو جو بھی سوچو حق بجانب ہو لیکن میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تم دونوں نے چاہا یعنی تم نے اور جولیا نے تو میں تمھیں ساری زندگی کے لیے یکجا کر دوں گا۔ ایسی حالت میں خزانہ میری قبر میں نہیں جانے گا جو کچھ ہو گا تم لوگوں کے لیے ہو گا۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہوں گا مجھے جلدی نہیں ہے اس پیشکش پر غور کر لینا۔ جاؤ اب آرام کرو۔؟"

میکے براؤن زچ ہو گیا تھا۔ اس کی پیشکش میرے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی جولیا جیسی لڑکی کو میں زندگی کا ساتھی بنانے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا لیکن حالات کافی دلچسپ ہو گئے تھے۔ میکے براؤن جیسے شاطر پر بھروسہ کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا وہ اپنے مقصد کے لیے کوئی بھی پیشکش کر سکتا تھا اس پر سوچنا بھی حماقت تھی۔ اور پھر اس تصور کو اگر کبھی ذہن میں جگہ ملتی تو ایک شعر ذہن میں ابھر آتا۔

اے چشمِ ساقی۔ اتنا تغافل!
رہ گئے ہم تو ساغر اٹھا کے

ایک شکل آنکھوں میں گھوم جاتی۔ اور بس اس کے آگے کچھ نہ۔ میں خود بھی نہیں جانتا تھا کہ اس سے آگے کیا ہے۔

براؤن میری صورت دیکھ رہا تھا۔ اس سے جو گفتگو کی تھی وہ جی سمجھی تھی۔ میں جانتا تھا کہ وہ کیا کہے گا اور مجھے اس کے جواب میں کہنا ہے۔ ابھی تو بہت کچھ باقی تھا میں نے بھاری لہجے میں کہا "میں ان لوگوں کو چھوڑ چکا ہوں۔"

"کسے۔ اُن کو۔ ان سب کو۔؟" میکے براؤن نے چونک کر کہا۔

"ہاں۔ اس کے بعد ہمارے درمیان مفاہمت نہ رہ سکی۔ بوڑھے کی گمشدگی کو انھوں نے میری ذمہ داری قرار دیا کیونکہ انھوں نے اس کی نگرانی مجھے سونپ دی تھی۔"

"اوہ میرے خدا۔ حالانکہ یہ حقیقت معلوم ہو چکی تھی کہ اس کی گمشدگی کی ذمہ دار وہ لڑکی تھی۔؟"

"یہ بعد میں معلوم ہوا۔"

"مگر تم تو وہیں تھے۔؟"

"حسن صاحب تلخ ہو گئے تھے، میں بوڑھے کی تلاش میں سرگرداں تھا اور اس وقت انھیں چھوڑنا چاہتا تھا جب بوڑھا مل جائے۔ لیکن اس کے ملنے کے امکانات اس وقت ختم ہو گئے جب ندرت کی حقیقت معلوم ہوئی۔ حسن صاحب نے خود اپنی آستین میں سانپ پال رکھا تھا۔ یہ بات واضح ہو جانے کے بعد ان لوگوں کو میرے ساتھ اپنے رویّے کا افسوس ہوا لیکن میرے خیال میں یہ بعد از وقت تھا چنانچہ میں نے ان کا مزید ساتھ گوارہ نہ کیا اور ان سے معذرت کر لی۔"

"گویا واقعی تم ان سے علیحدہ ہو گئے۔" میکے براؤن کے انداز میں خوشی کا عنصر تھا۔

"ہاں۔ یہ میرے لیے مشکل تو نہیں تھا۔"

"پھر تم یہاں۔؟"

"یہ اس کے بعد کی کہانی ہے۔"

"بعد کی کہانی کیا ہے۔؟" میکے براؤن نے پوچھا۔

"میں نے اپنے طور پر اس سلسلے میں کام کرنے کا فیصلہ کر لیا اور نیپال کے راستے تبت میں داخل ہو گیا۔ راستے میں کچھ چھوٹے چھوٹے حادثے پیش آئے میرا سامان چوری ہو گیا اور بے سروسامانی کے عالم میں مسٹر رابرٹ کا مہمان بن گیا۔"

میکے براؤن گہری سوچ میں ڈوب گیا کافی دیر تک وہ خیالات میں ڈوبا رہا۔ پھر گردن اٹھا کر بولا۔ "تم بھی تو کسی بنیاد پر ادھر آئے ہو گے۔؟"

"ممکن ہے۔" میں نے کہا۔

"وہ بنیاد کیا ہے۔؟"

"ظاہر ہے کسی کو بتانا پسند نہیں کروں گا۔"

"گویا تم نے ابھی تک میرا ساتھ قبول نہیں کیا ہے۔"

"پوری کہانی آپ سن چکے ہیں مسٹر براؤن اس کے بعد بھی آپ مجھے ساتھ رکھنے کے لیے تیار ہیں۔ میرے خیال میں حالات سے واقف ہونے کے بعد میرے بارے میں فیصلہ کرتے ہوئے آپ کو سوچنا چاہیے۔ اب نہ مسٹر حسن میرے ساتھ ہیں کہ میں آپ کو ان کی معلومات سے فائدہ پہنچانے کی کوشش کروں۔ ممکن ہے میرے ذہن میں اس سلسلے میں کام کرنے کی جو اسکیم ہے وہ بالکل ناقص ہو آپ مجھ سے کہیں آگے نکل گئے ہوں اس شکل میں مجھے اپنا ساتھی بنا کر آپ گھاٹے میں رہیں گے۔ یہ سودا آپ کیلئے مہنگا نہیں رہے گا۔ میرے خیال میں فیصلہ کرنے سے قبل غور کر لیں۔ آپ کے پاس وقت ہے۔"

میکے براؤن مجھے بغور دیکھتا رہا، پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اس نے کہا "میں صرف پنگ پانگ کھیلنے یہاں نہیں آ گیا گازالی۔ کچھ کام کر کے ہی آیا ہوں اس کے علاوہ یہاں میرے پاس کام کے لوگ موجود ہیں اور مجھے مزید آدمیوں کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن تم ذہین ہو۔ حالات کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہو تمھارے اندر کچھ ایسی خوبیاں ہیں جنھیں محسوس کیا جاتا ہے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جولیا تمھیں پسند کرتی ہے۔ تمھارے پاس سے ہم لوگ چلے گئے میرے ذہن میں تمھارے خلاف کینہ تھا لیکن جولیا نے کبھی مجھ سے اتفاق نہیں کیا۔ اس نے اس بات کو بھی تمھاری خوبی گردانا کہ تم نے حسن سے دغا نہیں کی مجھے ایک ذہین ساتھی چاہیے جس سے میں صلاح مشورے کر سکوں جو میری سطح کا ہو۔ اس لیے تمھاری ضرورت ہے مجھے اور اس ضرورت میں کوئی کاروبار نہیں ہے مجھے جولیا کی خوشیاں بھی عزیز ہیں۔"

"گویا آپ اپنے فیصلے پر قائم ہیں۔؟"

"ہاں سو فیصدی۔ تم نے اس سلسلے میں کیا پروگرام بنایا ہے کبھی دل چاہے تو مجھے بتا دینا۔ میں کیا کر رہا ہوں اس کی تفصیل وقت آنے پر میں بھی تمھیں بتا دوں گا بس تم اب میرے ساتھ رہو گے۔ ہاں اب ایک بات تو کم از کم بتا ہی سکتے ہو۔"

"جی۔ فرمائیے۔؟"

"ان لوگوں نے اس سلسلے میں کیا پروگرام بنایا ہے۔ کچھ معلوم ہے تمھیں۔؟"

"اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو اس وقت ان لوگوں سے ہماری ملاقات لہاسہ میں ہو سکتی ہے۔"

"کیا۔؟ کیا واقعی۔؟ وہ یہاں پہنچ چکے ہیں۔؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"یقیناً پہنچ چکے ہوں گے۔ کچھ اور لوگ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے ہیں۔"

"کون ہیں وہ۔؟" میکے براؤن نے پوچھا۔

"ایک اطالین کرنل جو دوسری جنگ عظیم میں لڑ چکا ہے اور جو ویلینی کو اچھی طرح جانتا ہے۔ دوسرا مقامی آدمی ہے اس کے بارے میں میں نہیں جانتا۔" میں نے جواب دیا۔

"اطالین کرنل۔ جو ویلینی کو جانتا ہے۔ یہ ان لوگوں کے ہاتھ کہاں سے لگ گیا۔"

"اس بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم۔"

"تم نے کچھ معلوم کرنے کی کوشش بھی نہیں کی۔!"

"جتنا مجھے معلوم ہے وہ بھی مجھے بتایا نہیں گیا بلکہ یہ میری کاوش ہے کیونکہ بوڑھے کی گمشدگی کے بعد حسن صاحب نے مجھ پر اعتبار کرنا چھوڑ دیا تھا۔"

"وہ اطالین کرنل۔ یقیناً کام کی چیز ہوگا۔" میکے براؤن پر خیال انداز میں بولا۔

"اس کے پاس ویلینی کے بارے میں کافی معلومات موجود ہیں۔"

"کمبخت حسن بہت خوش نصیب ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو اس کرنل نے ضرور ٹھوس بنیاد پر کام شروع کیا ہوگا۔" میکے براؤن بڑبڑاتا ہوا بولا۔ پھر اس نے ایک دم چونک کر کہا "تم جب ان سے جدا ہوئے تھے تو اس نے تمہیں علیحدگی کی اجازت دے دی تھی۔؟"

"میں بتا چکا ہوں کہ ندرت کی حقیقت معلوم ہو جانے کے بعد وہ شرمندہ تھے۔ میں ان سے مل کر نہیں آیا بس خاموشی سے علیحدہ ہو گیا۔"

"وہ مارا۔ گویا گنجائش ہے۔"

"کیسی گنجائش۔؟"

"ان لوگوں سے دوبارہ مل بیٹھنے کی۔ اگر تم اچانک ان کے سامنے پہنچ جاؤ تو وہ تمہیں نظر انداز نہیں کریں گے بلکہ اگر تمہارے ذریعہ انھیں کچھ معلومات فراہم ہو جائیں تو میرے خیال میں وہ تمہیں ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔"

"لیکن میں ان کے پاس جاؤں گا ہی کیوں۔؟" میں نے کہا۔

"مصلحتاً میری جان۔ مصلحتاً۔ اطالین کرنل کام کی چیز ہے۔ تم میرے لیے ان کے درمیان جاؤ گے۔ ہم کوئی خوبصورت پلان ترتیب دیں گے تم ان کے ساتھ شامل ہو جاؤ گے اور ہم ان کے سارے راز حاصل کر لیں گے کیا سمجھے۔؟" میکے براؤن نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر بولا "رات زیادہ ہو چکی ہے آرام کرو۔ اور سنو ذہن سے یہ تردد نکال دو۔ سکون سے سو جاؤ۔ کل دن میں گفتگو ہوگی مجھے اب تم پر مکمل اعتماد ہے۔ اوکے۔!"

"اوکے مسٹر براؤن مجھے میرے آرام کی جگہ بتا دی جائے"

"جولیا کے برابر والے خیمے میں چلے جاؤ۔ آؤ میں دکھا دوں" میکے براؤن نے کہا اور میں اس کے ساتھ خیمے سے باہر نکل آیا جس خیمے میں مجھے پہنچایا گیا وہ آرام دہ تھا۔ اس دوران بڑی صعوبتیں جھیلنی پڑی تھیں۔ رابرٹ کے مل جانے سے کچھ آسانیاں ضرور فراہم ہو گئی تھیں لیکن ایک اضطراب ایک الجھن تھی۔ لیکن اب دل کو سکون تھا۔ بستر پر لیٹ کر میں مسکراتے ہوئے ذہن کو سکون دینے لگا۔ بڑے داؤ پیچ استعمال کرنے پڑے تھے میکے براؤن کے سامنے گرگٹ بھی کیا رنگ بدلتا ہوگا جس طرح یہ شخص رنگ بدلتا تھا اس گفتگو میں اس نے کتنی زیادہ قلابازیاں کھائی تھیں مجھے ان کا بخوبی اندازہ تھا۔ لیکن اس وقت میں نے بھی کمال کیا تھا اس کا سارا تجربہ خاک میں ملایا تھا دوران گفتگو بے شمار مراحل آئے تھے اور میں نے نہایت ہوشیاری سے میکے براؤن کو چت کر لیا تھا۔ کرنل آسٹن کا تذکرہ اس گفتگو کا سب سے اہم حصہ تھا۔ ممکن تھا میکے براؤن کو اب حسن صاحب سے کوئی دلچسپی نہ رہتی اور وہ اپنے کام میں مصروف رہتا لیکن کرنل آسٹن کے تذکرے نے میرے لہاسہ پہنچنے کے انتظامات کر دیے تھے۔ نہ صرف لہاسہ پہنچنے کے بعد بلکہ اب ان لوگوں سے ملاقات کرنے میں بھی کوئی دقت نہیں رہ گئی تھی۔ میں اپنی گفتگو سے بے حد مطمئن تھا۔ اور پھر ابھی تو کئی کارڈ تھے میرے ہاتھ میں۔ قادر جو آسانیاں فراہم کی تھیں انھیں تو ابھی چھوا بھی نہیں گیا تھا۔ میں آہستہ آہستہ ان کارڈز کو استعمال کرنا چاہتا تھا۔

چنانچہ اب سو جانا چاہیے۔ میں نے آنکھیں بند کر کے ذہن کو خالی چھوڑ دیا اور تھوڑی دیر کے بعد سکون کی نیند سو گیا۔

دوسری صبح ذرا دیر سے آنکھ کھلی۔ بستر پر اٹھ کر بیٹھا ہی تھا کہ جولیا خیمے کا پردہ اٹھا کر اندر آ گئی۔

"ہیلو" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہیلو" میں کسلمندی سے بولا جولیا میرے پاس آ کر بے تکلفی سے بیٹھ گئی۔

"تو ڈیڈی سے تمہاری مفاہمت ہو گئی یہ میری جیت ہے گازالی۔ میں اس جیت پر بہت خوش ہوں۔"

"سچی بات یہ ہے جولیا کہ خود مسٹر براؤن میری طرف سے بدظن ہو گئے تھے ورنہ میں پہلے بھی بے قصور تھا۔"

"اطمینان رکھو آئندہ ہمارے درمیان کبھی کوئی غلط فہمی نہیں ہوگی ایک دلچسپ بات بتا دوں۔؟"

"ساری دلچسپ باتیں بتا دو جولی۔"

"تھریسا صبح ہی صبح آئی تھی تمہیں اپنے باپ کی ملکیت

سمجھ رہی تھی میں نے طبیعت خوش کر دی اس کی۔"

"خوب۔ کیا کہا تم نے۔؟"

"کچھ نہیں صرف یہ اطلاع دی تھی اسے کہ تم میرے منگیتر ہو۔ بڑی منت کر رہی تھی کہ تم سے میں چند لمحات کے لیے ملاقات کی اجازت دے دوں لیکن یہ میری مرضی تھی کہ اجازت دیتی یا نہ دیتی کیا خیال ہے۔؟"

"ٹھیک کیا تم نے۔ میں اس سے نہیں ملنا چاہتا۔"

"اوہ گازالی تم جس طرح اب کھل کر سامنے آئے ہو اس سے قبل نہیں کھلے تھے میں بہت خوش ہوں گازالی۔"

"اور اسی خوشی میں ناشتا بھول گئی ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم ضروریات سے فارغ ہو جاؤ۔ ناشتا ابھی لگتا ہے۔" اس نے کہا اور باہر نکل گئی۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں میکے براؤن کے سامنے تھا۔ ناشتا خاموشی سے کیا گیا۔ پھر براؤن نے کہا۔

"جولی ہم لوگ کچھ باتیں کریں گے۔ تم ہمیں تھوڑی دیر کے لیے اجازت دو گی۔"

"جو گفتگو آپ لوگ کرنا چاہتے ہیں میرے سامنے کریں۔ میں غیر نہیں ہوں کوئی بھی بات آپ سے یا گازالی سے پوچھ سکتی ہوں۔ اگر پہلے میں آپ کی باتوں سے واقف ہوتی تو آپ کے درمیان خلیج حائل نہ ہونے دیتی اب میں تمام باتوں سے واقف رہنا چاہتی ہوں۔"

"نہیں جولی بیٹے۔ ضد نہیں کرتے۔ تم بچی ہو کوئی بھی بات کہیں تمہارے منہ سے نکل گئی تو ہم لوگوں کے لیے مصیبت بن جائے گی۔" براؤن نے کہا۔

"ہرگز نہیں ڈیڈی۔ میں اکیلی کہاں بور ہوتی پھروں گی۔" میکے براؤن نے بے بسی سے مجھے دیکھا تو میں نے شانے ہلاتے ہوئے کہا۔

"مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے مسٹر براؤن۔ یوں بھی مس جولیا تقریباً تمام باتوں کا علم رکھتی ہیں ہمیں ان پر اعتماد کرنا ہوگا۔"

"شکریہ گازالی۔" جولیا بیٹھ گئی۔ میکے براؤن تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔

"اس وقت تک کی کہانی تم بخوبی جانتے ہو گازالی جب میں حسن کے پاس سے چلا آیا تھا۔ جولیا موجود ہے میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں ہے ہم پہلے فرانس گئے پھر بلجیم۔ میں کچھ کرنا چاہتا تھا۔ اپنے طور پر میں ویلینی کا سراغ لگاتا رہا تبت کے باشندے خاص طور سے میرے مرکز نگاہ تھے اسی دوران مجھے جانگ کے بارے میں معلوم ہوا۔ یہ تبت کا ایک خطرناک آدمی تھا جو قیدی تھا۔ میں نے اسے اپنا ممنون کر لیا اور جیل سے رہا کرا کر اس بات کے لیے آمادہ کریں کہ وہ ویلینی کی تلاش کے سلسلے میں میری مدد کرے۔ جانگ کھمبا ہے اور اس قبیلے کے لوگ عجیب و غریب قوتوں کے مالک ہوتے ہیں۔ جانگ نے وعدہ کیا ہے مجھ سے کہ اگر تبت کے علاقے میں کسی ویلینی کا کوئی وجود ہے تو وہ اس کا پتا چلا لے گا۔ ہم پروگرام ترتیب دے کر یہاں آ گئے اور جانگ نے اپنا کام شروع کر دیا۔ میرے ساتھ چند اور لوگ بھی ہیں جو کام کے آدمی ہیں ان کے بارے میں تمہیں بعد میں تفصیل بتا دوں گا یوں سمجھ لو سب کے سب ذہین اور خطرناک ہیں اور ضرورت پڑنے پر آتش فشاں کے دہانے میں چھلانگ لگا سکتے ہیں میں نے انھیں مختلف جگہوں پر پھیلا دیا ہے اور سب کام کر رہے ہیں۔ جانگ آجکل میرے پاس موجود نہیں ہے لیکن اس ماہ کی انتیس تاریخ کو وہ مجھے لہاسہ میں ملے گا اور مجھے اپنی کاروائی کے بارے میں رپورٹ دے گا۔"

"ابھی تک اس سلسلے میں کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔؟" میں نے سوال کیا۔

"صرف ایک کام کی بات معلوم ہوئی ہے۔ لیکن جانگ کی واپسی پر ہی اس کی تصدیق ہو سکے گی۔"

"کیا معلوم ہوا ہے۔؟" میں نے سوال کیا اور میکے براؤن کسی قدر جھجکنے لگا۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا "نہیں مسٹر براؤن جس بات کے لیے یہ احساس دل میں آئے کہ اسے بتانا تمہارے لیے نقصان دہ ہو سکتا ہے براہ کرم اسے بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس دوسری ملاقات کے بعد میں تمہارے دل میں شک نہیں چاہتا۔"

"وہ صرف ایک نام ہے۔ سیمپو نورد۔"

"کیا مطلب۔؟" میں نے پوچھا۔

"ایک راہب ہے جو مالا کی ایک خانقاہ میں رہتا ہے ایک سیاح کو اس نے زیورات کا ایک انبار دے کر ایک شخص کی تلاش کے لیے کہا تھا۔ اس نے سیاح سے کہا تھا کہ اگر وہ اس شخص کا پتا لگا کر اس کے بارے میں بتا دے گا یا اسے اس تک پہنچا دے گا تو اسے ایک عظیم خزانہ دیا جا سکتا ہے۔ اور گازالی جو زیورات اس نے اس سیاح کو دیے تھے ان کے بارے میں انکشاف ہوا کہ وہ جنگ عظیم میں اٹلی کے جواہریوں کی دوکانوں سے لوٹے گئے تھے۔" میکے براؤن نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب۔؟" میں نے متحیر ہو کر پوچھا۔

"مطلب تم خود اخذ کر سکتے ہو۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"آہ اس طرح تو بہت سی باتوں کا انکشاف ہوتا ہے۔اس کا مطلب ہے کہ مونٹ سوارٹ کا خزانہ اب اٹلی میں نہیں ہے"۔ میں نے بدستور اسی انداز میں کہا۔

"یہ بھی کہا جا سکتا ہے"۔ میکے براؤن نے کہا۔

"اس کے علاوہ کوئی اور خیال بھی ذہن میں آسکتا ہے مسٹر براؤن۔؟" میں نے سوال کیا۔

"اس بات کا شبہ تو پہلے بھی تھا گازالی کو ویلینی اس خزانے تک پہنچ گئی ہے اور اگر اس نے پورا خزانہ نہیں تو اس کا کچھ حصہ ضرور اڑا لیا ہے اور اسے استعمال کر رہی ہے۔ گویا یوں سمجھ لو کہ اب اگر خزانہ حاصل کرنا ہے تو کسی کو مونٹ سوارٹ جانے کی ضرورت نہیں ہے اس کے لیے صرف ویلینی کی تلاش اور اسے پا لینا ہی کامیابی ہے"۔

میرے ذہن میں دھماکے سے ہو رہے تھے۔ایک سنسناہٹ ہو رہی تھی۔راہب سمبوتورا کون ہے میکے براؤن کا مقصد بھی سمجھ رہا تھا اس کا خیال تھا کہ سمبوتورا ویلینی کا آدمی ہے پھر میں نے کہا۔

"وہ سیاح کون تھا۔؟"

"جین بلمانڈو جس نے فرانس کے ایک ارب پتی کو قتل کر دیا تھا جیل میں یہ بات اس نے جانگ کو بتائی تھی۔زیورات اس کے سامان سے برآمد ہو کر حکومت فرانس کی تحویل میں جا چکے ہیں اور وہیں سے یہ تحقیق سامنے آئی کہ ان زیورات کا تعلق اٹلی سے ہے۔جین بلمانڈو نے یہ بات اس لیے جانگ کو بتائی تھی کہ جانگ تبت کا باشندہ ہے بلمانڈو جیل سے فرار ہونے کی کوشش میں پولیس کی گولیوں کا نشانہ بن گیا"۔

"خدا کی پناہ۔ میں نے پیشانی مسلتے ہوئے کہا "کیا جانگ کو یہ بھی معلوم ہے کہ سمبوتورو کس آدمی کی تلاش میں ہے۔؟"

"ہاں بلمانڈو نے اسے ایک تصویر دکھائی تھی" میکے براؤن نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"جانگ نے اس تصویر کے بارے میں آپکو کچھ بتایا۔؟"

"ہاں۔!" میکے براؤن نے گھٹے گھٹے لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب۔؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"تصویر کے خدوخال اس پراسرار بوڑھے کے تھے۔جانگ نے اس کی تصدیق کر دی ہے" میکے براؤن کی گھٹی گھٹی آواز ابھری۔ اب تو حیرت کی کیفیت بھی ختم ہو گئی تھی یہ لمحہ سنسنی خیز تھا ہر جملہ ایک نیا انکشاف کرتا تھا دماغ کی چولیں ہل گئی تھیں۔

میں دیر تک پھٹی پھٹی آنکھوں سے میکے براؤن کو دیکھتا رہا۔ میکے براؤن نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "سمبوتورا تک بوڑھے کو پہنچا دینے کا مطلب ہے کہ خزانے کا ایک بڑا حصہ حاصل کر لیا جاتے۔کتنا بے حقیقت سمجھ لیا تھا ہم نے اسے بہت کچھ ہاتھوں سے نکل گیا سب کچھ"۔

"میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔دماغ کی چرخی تیز رفتاری سے چل رہی تھی جولیا پر حیرت تھی جس نے ابھی تک کسی بات میں دخل نہیں دیا تھا اور خاموش بیٹھی رہی تھی۔تھوڑی دیر کے بعد میں نے کہا۔

"جانگ نے اس کی تصدیق کیسے کی تھی۔؟

"میرے پاس بوڑھے کی تصویر دیکھ کر میرے پاس اس تصویر کے کئی پرنٹ ہیں جو میں نے اخبار کے اشتہار میں چھپوائی تھی"۔

میکے براؤن نے کہا۔میں نے اس بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا۔ حالات جوں کے توں تھے کوئی فیصلہ کن بات نہیں کہی جا سکتی تھی۔ سمبوتورا کو بوڑھے کی تلاش کیوں تھی۔مونٹ سوارٹ کا خزانہ اب کہاں تھا سینکڑوں سوالات تھے جن کا کوئی جواب نہیں تھا۔میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"آپ سمبوتورو سے ملے مسٹر براؤن۔؟"

"نہیں" جانگ اسی کی تلاش میں ہے"۔

"لیکن چومالا کی خانقاہ میں" میں نے تعجب سے کہا۔

"تقریباً پانچ ماہ قبل وہ وہاں سے جا چکا ہے"۔

"کہاں۔؟"

"یہی تو نہیں معلوم۔جانگ اس کی تلاش میں سرگرداں ہے اور اس کے بارے میں تحقیقات کر رہا ہے"۔

"ایک سوال اور ہے مسٹر براؤن۔کیا جانگ وفادار ہے، آپ کا ساتھ دے گا۔؟"

"کتے سے بھی زیادہ وفادار ہے وہ۔اسی قسم کا آدمی ہے کہ میرے لیے گردن کٹا سکتا ہے اپنی" میکے براؤن کو ابھی تک کچھ نہیں معلوم تھا لیکن معلومات کا دعویٰ ہم لوگ بھی نہیں کر سکتے تھے البتہ جانگ کے بارے میں جو کچھ سننے کو ملا تھا اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔کرنل آسٹن کی فراہم کی ہوئی ویلینی کی تصویر کا ایک پرنٹ اب بھی میرے لباس میں موجود تھا گو وہ پانی میں بھیگ کر خراب ہو گیا تھا لیکن خدوخال محفوظ تھے اگر یہ تصویر جانگ کو مل جاتے تو اسے ویلینی کی تلاش میں آسانی ہو سکتی ہے لیکن اس تصویر کی حفاظت تو اب اور ضروری ہو گئی تھی۔ براؤن کو اس کی ہوا بھی نہیں لگنی چاہیے۔

"اس اعتماد کے لیے شکر گزار ہوں مسٹر براؤن۔میرے لیے اب کیا حکم ہے۔؟"

"یہاں رکنا چاہتے ہو۔؟"

"آپ کو تمام صورت حال بتا دی ہے جس سے آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ میں خزانہ تلاش کرنے والوں میں سب سے زیادہ بے وسائل اور بے حقیقت انسان ہوں اس لیے اگر آپ پسند کریں مسٹر براؤن تو میرے پروگرام اب آپ کو ہی ترتیب دینا ہوں گا"۔

"اب تو تم بے وسائل نہیں ہو۔اب تو بے حقیقت نہیں ہو" جولیا نے جلدی سے کہا۔

"ہاں۔اب تمھاری حیثیت بدل گئی ہے گازالی۔بہر حال یہاں سے میں نے جانگ کو اس کے کام کے لیے رخصت کیا ہے میں خود بھی لہاسہ جانے کے لیے تیار ہوں میرے خیال میں کل ہم یہاں سے نکل چلیں گے"۔

"اور کے مسٹر براؤن۔ہمارے ساتھی۔؟"

"معمول کے مطابق ہمارا تعاقب کریں گے یہ ان کے لیے ہدایت ہے میں نے انھیں قریب آنے کی اجازت نہیں دی ہے ہمیں ایک لمحہ غفلت کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔

"گڈ۔ آپ نے بہت عمدگی سے اپنا پروگرام ترتیب دیا ہے" [illegible] نے تعریفی انداز میں کہا۔

"سنو گازالی۔حالات کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں قائم کیا جا سکتا کس وقت حالات کیا رخ اختیار کر لیں۔لہاسہ میں میرا قیام [illegible] ان میں ہو گا۔یہ ایک ہوٹل ہے لیکن یہاں لوگ قیام نہیں کرتے۔ ان کے کاؤنٹر سے تم اپنا نام بتا کر میرے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہو۔تمھیں مجھ تک پہنچا دیا جائے گا تمھیں کیا کرنا ہے یہ بھی سن لو"۔

"جی سر"، میں نے کہا۔

"لہاسہ پہنچ کر حسن وغیرہ کی تلاش۔پھر تم ان سے مل بیٹھنے کی کوشش کرنا یہ تمھارا کام ہو گا اگر وہ لوگ تمھیں خوشی سے اپنے ساتھ شریک کر لیں تو ٹھیک ہے کوئی خطرہ محسوس کرو تو انھیں چھوڑ سکتے ہو سیدھے میرے پاس آجانا۔اور اگر ایسا نہ ہو تو ان کی معلومات حاصل کرنا کرنل آسٹن [illegible] انھیں کیا بتایا ہے یہ معلوم کرنا تمھارا کام ہے۔ضرورت [illegible] و ہم کرنل کو اغوا کر لیں گے یہ سب تمھاری مدد سے ہی ممکن ہو گا"۔

"میرے سپرد آپ جو ذمہ داری کریں گے مسٹر براؤن میں اسے پوری کرنے کے لیے تمام صلاحیتیں وقف کر دوں گا"۔

"تمھیں اب یہ جملے کہنے کی ضرورت نہیں ہے میں نے تم پر اعتماد کرنے کے بعد ہی تمھیں اپنا شریک کار بنایا ہے۔کیوں جولیا تمھیں اب بھی مجھ سے شکایت ہے اس سے زیادہ میں اور کیا کر سکتا ہوں" میکے براؤن نے اپنی بیٹی کو مخاطب کر کے کہا۔

"شکریہ ڈیڈی میں مطمئن ہوں" جولیا نے جواب دیا۔

"اوکے گازالی۔تم لوگ اب آرام کرو" جولیا میرا پیچھا کہاں چھوڑنے والی تھی مجھے ساتھ لے کر ہی باہر آئی اس کے چہرے سے مسرت کا اظہار ہو رہا تھا میرا ہاتھ پکڑے پکڑے وہ ایک سنسان گوشے کی طرف چل پڑی میں اس کا ساتھ دے رہا تھا تھوڑی دور پہنچنے کے بعد اس نے کہا۔

"یہ بہتر جگہ ہے آؤ یہاں بیٹھیں گازالی" میں خاموشی سے اس کے ساتھ سامنے پڑے پتھر پر بیٹھ گیا دوسرے پتھر پر وہ میرے بالکل قریب بیٹھ گئی تھی۔

"انسان کا دل بہت غلط سوچتا ہے گازالی میری سوچ ہے میں کیا کروں نجانے کیوں مجھے بار بار یہ احساس ہونے لگتا ہے کہ میری اس بار کی کوششیں بھی رائیگاں جائیں گی"۔

"میں نہیں سمجھا جولیا"۔

"تم پر یقین نہیں آتا بار بار یہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ تم میرے نہیں ہو سکو گے۔دیکھو گازالی اگر ایسا ہوا تو میں خودکشی کر لوں گی میرے بہت سے شناسا میری قربت کے خواہش مند ہیں انھیں جب یہ معلوم ہوا کہ میں کسی ہندوستانی نوجوان سے دل لگا بیٹھی ہوں تو انھوں نے میرا بڑا مذاق اڑایا شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ خود ڈیڈی نے مجھے بے حد سمجھانے کی کوشش کی مجھے بتایا کہ تم ایک نسل پرست آدمی ہو اگر نسل پرست نہ ہوتے تو ہم لوگوں سے بھرپور تعاون کرتے۔میں نے ڈیڈی سے یہی کہا تھا گازالی کہ تم جو کچھ بھی ہو میں تمھیں اپنی زندگی میں شامل کرنے کے لیے کوشش کرتی رہوں گی۔ڈیڈی بہت سمجھا کر یہاں لائے تھے لیکن یوں لگتا ہے جیسے ہماری تقدیر کے ستارے ایک ہی ہوں اور بالآخر ہمیں یکجا ہونا ہو تو تم بتاؤ گازالی۔کیا تمھاری یہاں آمد میری اس بات کی تصدیق نہیں کرتی۔؟"

"ہاں جولیا۔میں خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ تم مجھے یہاں مل جاؤ گی۔

"اچھا گازالی ایک بات بتاؤ۔جب میں وہاں سے چلی آئی تھی تو تمھیں افسوس ہوا تھا"۔

"حقیقت جاننا چاہتی ہو جولیا۔یا تمھیں خوش کرنے کے لیے بات کروں"۔

"نہیں پلیز۔حقیقتیں بتاؤ میں حقیقتوں کی تلاش میں ہوں"۔

"تو سنو جولیا۔مجھے یقین نہیں تھا کہ تم میرے مسئلے میں سنجیدہ ہوا اور اس کی کچھ وجوہات تھیں مثلاً یہ کہ تم ایک غیر ملکی خاتون تھیں۔ تم نے زندگی میں تعیشات کے سوا کچھ نہیں دیکھا میں نے تمھارے بارے میں جب بھی سوچا اس انداز میں سوچا کہ تم مشرق پسند ہو اور نوادرات کی شوقین۔ہندوستان میں آکر تم نے تفریحی مشغلے کے طور پر مجھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے محبت کی پینگیں بڑھانا شروع کیں اور جب یورپ واپس چلی جاؤ گی تو مجھے بھول جاؤ گی۔ جب تم میکے براؤن کی غلط فہمی کی بنیاد پر وہاں سے چلی آئیں تو میں نے تمہیں یاد ضرور کیا تھا لیکن سوچا تھا کہ یہی ہونا تھا ——— اور یہ تفریح کتنے دن تک جاری رہ سکتی تھی مجھے تو اب یہ جان کر تعجب ہوا کہ تم میرے معاملے میں اتنی سنجیدہ ہو اور اس سے زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ میکے براؤن مخمل میں ٹاٹ کا پیوند لگانے کے لیے تیار ہے۔"

"تمہاری یہ اصطلاح میری سمجھ میں نہیں آئی۔" جولیا نے کہا۔

"خالص ہندوستانی اصطلاح ہے تمہارے ہاں ٹاٹ کا کیا تصور ہے، ہم لوگ کسی بہت خوبصورت چیز میں ایک بدنما شے کو منسلک کر دینے پر یہ محاورہ کہتے ہیں درحقیقت میرا اور تمہارا کوئی مقابلہ نہیں ہے۔ میں تمہارے سامنے بہت ہی معمولی شخصیت کا مالک ہوں اس لیے اگر تمہیں یاد بھی کرتا تو اس سے مجھے کچھ حاصل نہ ہوتا میں نے ان حقیقتوں کو قبول کر لیا تھا یعنی میں یہ جانتا تھا کہ تم مجھے نہیں مل سکو گی اور جو چیز حاصل نہ ہو سکے اس کے لیے دکھ میں ڈوبے رہنا کیا معنی رکھتا ہے۔" جولیا مسکرانے لگی۔ پھر بولی۔

"لیکن یہ بات بالکل ہی غیر حقیقی بھی نہیں تھی دلوں کا معاملہ ایسا ہی ہوتا ہے میں تو واقعی اس سلسلے میں بعض اوقات حیران رہ جاتی ہوں یوں لگتا ہے جیسے قدیم کلاسیکی کہانیاں زندہ ہو گئی ہوں جذبے اور طلب اس طرح انسان کو اتنے فاصلوں پر کھینچ لاتے ہیں اس کا اندازہ مجھے پہلی بار ہوا ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے اب ہمیں تقدیر کے فیصلوں کا انتظار کرنا چاہیے دیکھتے یہ ہیں کہ مسٹر میکے براؤن میرے سلسلے میں کہاں تک پر اعتماد رہتے ہیں۔ مجھے ہمیشہ یہ خوف رہے گا کہ میرا ہندوستانی ہونا کہیں ان کی بدگمانی کا باعث نہ بنتا رہے۔"

"میں جو ہوں گازالی، میں ایسی ہر کوشش کو ناکام بنا دوں گی مجھے تم پر اعتماد ہے اور ڈیڈی کو تم پر اعتماد کرنا پڑے گا۔" جولیا نے پُرتاثر لہجے میں کہا۔

اس رات بستر پر لیٹا تو دل کو ہلکی سی چبھن کا احساس ہوا۔ جولیا کے الفاظ ذہن میں ہلچل پیدا کر رہے تھے۔ یہ لڑکی سنجیدہ معلوم ہوتی تھی۔ بیشمار شواہد تھے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس نے ایسے ماحول میں پرورش پائی جہاں جو چاہا وہ حاصل کر لیا اس لیے میرے حصول کو اس نے مشکل نہیں سمجھا تھا۔ میں نے کئی انداز سے اس کے بارے میں سوچا لیکن تمام باتوں کو چھانا جاتا تو معصومیت ہی نکلتی تھی۔ ہم نے اسے میکے براؤن کی آلہ کار سمجھا تھا۔ یقیناً تھی لیکن کسی گہرائی میں نہیں تھی۔ میکے براؤن نے اسے کچھ ہدایات دی تھیں ان پر عمل کرنے کی حد تک میکے براؤن اسے لے گیا تھا نہ جاتی تو کیا کرتی لیکن وہ مجھ سے بددل نہیں ہوئی تھی۔ اس کے ذہن میں میرے متعلق بدظنی نہیں تھی۔ یہاں ملی تو جو کچھ معلوم تھا سب بتا دیا۔ میکے براؤن اگر نہ بھی کھلتا تو مجھے اس کا پروگرام جاننے میں دقت نہ ہوتی۔ جولیا معلومات حاصل کرنے کا ذریعہ بنتی رہتی۔ میکے براؤن جس مزاج اور جس حیثیت کا مالک تھا درحقیقت اس میں میرے جیسے کسی شخص کے لیے اتنی بڑی گنجائش نہیں نکلتی تھی۔ وہ تمام کارروائیاں کر کے آیا تھا، کامیابی یا ناکامی دوسری بات تھی۔ وہ صرف جولیا کی وجہ سے مجھے یہ حیثیت دینے پر مجبور ہو گیا تھا۔ معلوم نہیں اس کے ذہن میں کیا ہے۔ ممکن ہے اس نے یہ بھی سوچا ہو کہ کام ہونے کے بعد مجھے راستے سے ہٹانے کے لیے کوئی تیکڑم لگائے۔ بہرحال جولیا مخلص تھی اور مجھے صرف یہ پریشانی تھی کہ اس جیسی مخلص لڑکی کو میں کیسے دھوکا دوں۔

یہ تمام لوگ جو خزانے کے حصول کے لیے کوشاں تھے ایک دوسرے کے لیے دل میں کیا خیالات رکھتے ہیں۔ اس کے بارے میں کوئی بات واضح نہیں تھی۔ سب مل جل کر کام کر رہے تھے لیکن میں جانتا تھا کہ اگر ان میں سے کسی ایک کو فوقیت حاصل ہو جائے تو وہ دوسرے کو راہ سے ہٹانے کی کوشش ضرور کرے گا۔ یہاں حسن صاحب پر شک نہیں کیا جا سکتا تھا کم از کم وہ اس قسم کے آدمی نہیں تھے اتنا زمانہ شناس تو میں بھی تھا۔

معاملات کوئی بھی شکل اختیار کریں۔ جولیا ایک اہم مسئلہ ہے۔ یہ بھی حقیقت تھی کہ بحیثیت محبوبہ میرے دل میں اس کے لیے کوئی جگہ نہیں تھی بلکہ شاید کلی طور پر میں اپنے دل میں کسی لڑکی کے لیے ایسے جذبات نہیں پاتا تھا۔ ہما اب دوسری حیثیت اختیار کر چکی تھی اور وہ اس راستے سے ہی ہٹ گئی تھی۔ جولیا کے چلے جانے کے بعد یہ ڈرامہ تقریباً ختم ہو گیا تھا۔ لیکن پس منظر سے ایک اور کردار ابھر کر سامنے آیا تھا یہ تنویر تھی۔ تعجب ہوتا تھا کہ اس کے بارے میں سوچ سوچ کر۔ محسن کی بہن کی حیثیت سے میں نے ہمیشہ اس کا احترام کیا تھا اور بھول کر بھی نہ سوچا تھا کہ اس سے ایسا کوئی ذہنی رشتہ قائم ہوگا۔ اس کے کسی انداز پر غور ہی نہیں کیا تھا۔ لیکن محترمہ تنویر دل کی گہرائیوں میں کچھ اور ہی چھپائے بیٹھی تھیں۔ اور جب میدان صاف ہو گیا تو انہوں نے اس کے اظہار میں بھی تکلف نہ کیا۔

حیرت ہوتی تھی۔ یہ لڑکیاں کتنی دیوانی ہوتی ہیں۔ پلکیں جڑ گئیں اور رات خوابوں میں گذری۔ دوسری صبح جاگا تو جولیا خیمے

میں بیٹھی ہوئی تھی نگاہیں میری طرف اٹھی ہوئی تھیں۔

'تم مجھے کافی پریشان کرو گی لڑکی' میں نے دل میں سوچا۔

"صبح بخیر" وہ مسکرا کر بولی۔

"کب سے بیٹھی ہو جولی ۔۔۔؟"

"جاگ کر سیدھی یہاں آ گئی تھی۔ ڈیڈی کے خیمے میں مسٹر رابرٹ بیٹھے ہوئے ہیں"

"اوہ، تنہا ہیں ۔۔۔؟"

"جی نہیں، جولیٹ بھی ہیں"

"کون ۔۔۔؟"

"مس تھریسا"

"اوہو تو آپ میری نگرانی کر رہی ہیں" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جو سمجھ لو"

"اس نے تمہارے ساتھ آنے کی کوشش نہیں کی ۔۔۔؟"

"میں نے لفٹ ہی نہیں دی"

"لیکن جولیا دوسرے لوگوں نے محسوس کیا ہوگا ۔۔۔؟"

"مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے"

"مگر وہ تمہاری دوست ہے"

"ہے نہیں تھی، اور رہتی اگر تمہاری دعوے دار بننے کی کوشش نہ کرتی" جولیا نے ناک سکوڑ کر کہا۔

"تو اب میرے لیے کیا حکم ہے، محترمہ ۔۔۔؟"

"تیار ہو جاؤ، میرا خیال ہے مسٹر رابرٹ ناشتا ڈیڈی کے ساتھ ہی کریں گے۔ انہوں نے دھمکی دے دی ہے" جولیا نے کہا اور ہنس پڑی۔

"اوہ تو کیا میرا انتظار ہو رہا ہے؟" میں نے گھبرا کر پوچھا۔

"سو فیصدی، چلو جلدی سے لباس تبدیل کر لو اور ہاں تمہیں کچھ ہدایات دینا ضروری ہیں ۔۔۔"

"جی۔ جی فرمائیے۔ فرمائیے" میں نے کہا۔

"تھریسا کو بالکل لفٹ نہیں دو گے۔ واجبی سے گفتگو کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن تمہاری کسی بھی بات میں اس کے لیے لگاوٹ نہیں ہونی چاہیے"

"ہو بھی نہیں سکتی ۔۔ جولیا، ظاہر ہے، میں نے کبھی اُسے اس نگاہ سے نہیں دیکھا"

"لیکن وہ تو دیکھتی ہے، میرا خیال ہے وہ آخری کوشش کرنا چاہتی ہے۔ چلو جلدی کرو" جولیا نے کہا اور میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا، یہ خصوصی قسم کے معاملات تھے جو پروگرام میں شامل نہ تھے، اور ان کے لیے میں قطعی تیار نہیں تھا، بہرطور ان معاملات سے بھی نپٹنا تھا، دلچسپ صورتحال ہو گئی تھی۔ تیار ہو کر مسٹر براؤن کے خیمے میں پہنچا تو رابرٹ جم نے مسکراتے ہوئے کھڑے ہو کر میرا خیر مقدم کیا۔ "ہیلو مسٹر گازالی۔ تم تو ایک خواب کی مانند ہماری زندگی میں آئے، اور اتنی جلدی ہماری آنکھیں کھول دیں، کہ ہم اپنے آپ کو ایڈجسٹ بھی نہ کر سکے" انہوں نے مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"دراصل مسٹر رابرٹ" میں نے معذرت آمیز لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ ہاں کوئی بات نہیں میکے براؤن نے مجھے تمہارے بارے میں تفصیلات بتا دی ہیں، اور سچ بات یہ ہے مسٹر گازالی کہ میں نے پہلے بھی کبھی تمہارے بارے میں ایسے نہیں سوچا تھا، کہ تم کوئی معمولی شخصیت ہو اگر یقین نہ آئے، تو میری بیٹی سے پوچھ لو، بلکہ یہ خود بھی مجھ سے متفق تھی، اور بچکانا انداز میں سوچتی رہتی تھی، کہتی تھی کہ وہ انڈین پرنس ہے، اپنے گھر سے لڑ کر بھاگ آیا ہے، اور آوارہ گردی کر رہا ہے، بات غلط بھی نہیں تھی، مسٹر براؤن نے بتایا ہے کہ تم نے ایک بہت بڑی جائیداد صرف ایک معمولی سی بات پر چھوڑ دی، واقعی بڑے دل کا کام ہے۔ بہرطور تمہاری طلب اتنی شدت سے معلوم ہو رہی تھی کہ میں تم سے خود ہی ملنے چلا آیا، اور معذرت کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے ساتھ تمہیں کچھ آسائش نہیں مل سکیں"

"آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں۔ مسٹر رابرٹ ایسے وقت میں مجھے آپ کا سہارا حاصل ہوا تھا، جب میں بہت بُرے حالات کا شکار تھا، اس بات کو میں کبھی نہیں بھول سکتا" تھریسا خاموش نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی، ایک بار اس سے آنکھیں ملیں تو آنکھوں میں ایسی تحریریں پڑھنے کو ملیں کہ دل کانپ گیا، اپنے آپ پر قہقہے لگانے کو دل چاہتا تھا۔ محبت اور عشق کی دولت جگہ جگہ سے مل رہی تھی لیکن مجھے جو اپنے مستقبل کا چیلنج قبول کرتا تھا، اس کے سلسلے میں ابھی تک کسی طرف سے راہنمائی نہیں ہوئی تھی، حقیقت یہ ہے کہ عجیب و غریب تقدیر لے کر پیدا ہوا تھا۔ ڈاکٹر طاہر علی ہما کے ذریعے اپنا سب کچھ مجھے دینے کو تیار تھے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ ان کی مالی حیثیت کیا ہے، یا ان کا بینک بیلنس کتنا ہے۔ لیکن ظاہر یہی ہوتا تھا، کہ خوب کمایا ہے اور خوب جمع کیا ہے۔ ہما کو اگر میں اپنی شریکِ حیات کی حیثیت سے قبول کر لیتا، تو وہ سب کچھ مجھے مل جاتا۔ دوسری شخصیت جولیا کی تھی، میکے براؤن ذرا مشکوک آدمی تھا لیکن جولیا اس کی تمام تر توجہ کا مرکز تھی، اور اسی بات کے امکانات تھے کہ وہ جولیا کی ضد کے سامنے ہتھیار ڈال دے۔ گویا ڈاکٹر طاہر علی سے کہیں بڑی دولت جولیا کے ذریعے میرے ہاتھ آ سکتی تھی۔ لیکن سچ بات یہ ہے کہ کیا کسی فلمی ہیرو کی مانند مجھے عورت کے ذریعے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حاصل ہونے والی دولت کو ٹھکرا نہیں دینا چاہیے۔ بات عزت وقار کی عزتِ نفس کی ہوتی ہے۔ یہ دولت میری تو نہ تھی، میں کبھی بھی اسے اپنی جائز کمائی نہیں کہہ سکتا تھا۔

ناشتے کا انتظام کیا گیا اور ہم سب ناشتے میں مصروف ہو گئے مسٹر میکے براؤن نے شاید مسٹر رابرٹ کو اپنی روانگی کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا کیونکہ اس کا کوئی تذکرہ نہیں ہوا تھا۔ ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد تھریسا نے پہلی بار لب کشائی کی۔ "مجھے تم سے کچھ کام ہے مسٹر گازالی کیا تم مجھے کچھ وقت دے سکو گے؟"

میں نے گھبرا کر جولیا کی طرف دیکھا جولیا دوسری طرف نگاہیں کیے بیٹھی تھی۔ بڑے مخمصے کا شکار ہو گیا تھا۔ صاف منع کر دینا بھی عجیب سی بات تھی مسٹر میکے براؤن نے میری مشکل آسان کر دی تھی۔ "ہاں۔ ہاں کوئی حرج نہیں ہے تم لوگ اگر چاہو تو باہر چلے جاؤ یا پھر ہم لوگ۔۔"

"نہیں آؤ مسٹر گازالی" تھریسا نے کہا اور جولیا پہلو بدل کر رہ گئی۔ بہر طور میں تھریسا کے ساتھ باہر نکل آیا۔ تھریسا خاموشی سے میرے ساتھ چلتی ہوئی تھوڑے فاصلے پر پہنچ گئی۔ میں نے اسے پیش کش کی کہ وہ میرے خیمے میں چلے لیکن اس نے قبول نہیں کیا۔ ہم لوگ اسی جگہ پہنچ گئے جہاں جولیا کے ساتھ میں پچھلی رات بیٹھا ہوا تھا تھریسا ایک گہری سانس لے کر بولی "کیا یہ نہیں ہو سکتا مسٹر گازالی کہ تم ان لوگوں کا ساتھ چھوڑ دو۔ ہمارے ساتھ رہو جو کچھ تمہارے بارے میں مجھے ڈیڈی کے ذریعے معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ مسٹر براؤن سے تمہارا کوئی گہرا ربط نہیں ہے بلکہ صرف ان سے تمہاری ملاقات ہوئی تھی اور تم لوگ کسی اہم مسئلے میں کام کرنے کا معاہدہ کر چکے تھے۔ دیکھو گازالی یہ سب کچھ تمہاری مرضی پر منحصر ہے۔ میں تمہیں پوری سچائی سے یہ بتا دینا چاہتی ہوں کہ تم میری زندگی میں بہت دور تک اتر گئے ہو تمہاری شخصیت میں پہلے ہی دن سے مجھے ایک کشش محسوس ہوئی تھی۔ میں تمہیں پسند کرنے لگی ہوں گازالی اور اگر تم میری زندگی سے نکل گئے تو میں طویل عرصے تک بے سکون رہوں گی۔"

"بات دراصل یہ ہے مس تھریسا کہ میں آپ لوگوں کا بے حد احسان مند ہوں۔ سب ہی نے اور خاص طور سے آپ نے میرے ساتھ اس بے سرو سامانی کی حالت میں بہت اچھا سلوک کیا اور مجھے ایک بدترین زندگی سے بچا لیا۔ اس کے صلے کے طور پر میں آپ کا صرف احسان مند ہی ہو سکتا ہوں، باقی جہاں تک ساتھ رہنے کا تعلق ہے تو مس تھریسا یہ کس طرح ممکن ہے۔ میری اپنی بھی ایک زندگی ہے میں اپنے کچھ پروگرام رکھتا ہوں۔ آپ خود غور کیجیے کہ کیا ان پروگراموں میں اس بات کی گنجائش ہے کہ زندگی کو صرف محبت تک محدود کر دیا جائے؟"

"نہیں۔ یقیناً نہیں ہے لیکن محبت کا بھی ایک وجود تو ہے انسانی زندگی میں مجھے ایک بات کا جواب دے دو صرف!"

"کیا۔۔؟" میں نے پوچھا۔

"کیا تم جولیا کو چاہتے ہو؟"

"دل کے راز، راز ہی رکھے جاتے ہیں میرے دل میں کسی لڑکی کے لیے کیا گنجائش ہے میں اس کا ڈھنڈورا نہیں پیٹنا چاہتا چنانچہ آپ کے اس سوال کا جواب دینے کے لیے اپنے آپ کو معذور پاتا ہوں مجھے امید ہے کہ آپ مجھے معاف کر دیں گی۔"

"میرے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے؟" تھریسا نے آنسو بھری آواز میں کہا۔

"معذرت خواہ ہوں" میرے ذہن میں ایک لمحے کے لیے جھنجلاہٹ سی چڑھ گئی تھی۔ کوئی عقل کی بات ہے سرِ راہ چلتے چلتے خواہ مخواہ محبتوں کا اظہار ہو جائے اور پھر ان کا جواب بھی دیتے پھرو۔ یہ ساری لڑکیاں احمق ہو گئی تھیں۔ معلوم نہیں مجھ بے وقوف سے انسان میں انہیں کیا خوبیاں نظر آتی تھیں کہ جسے دیکھو عشق کا ڈھول گلے میں ڈالے ہوئے پیٹتا چلا آ رہا ہے۔ تھریسا کو میرے لہجے کی جھنجلاہٹوں، کا اندازہ ہو گیا تھا چنانچہ اس نے گہری سانس لے کر کہا۔ "مجھے بہت افسوس ہے کہ میں نے آپ کو پریشان کیا۔"

"کوئی بات نہیں ہے مس تھریسا۔ اتنے دنوں کے ساتھ کے طور پر آپ کو یہ مشورہ دے سکتا ہوں کہ آپ اگر میری جانب راغب بھی ہوئی تھیں تو غلطی کر رہی تھیں میں آپ کے وطن آپ کے ملک سے بھی تو تعلق نہیں رکھتا نہ میں آپ کا ہم قوم ہوں ان تمام باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے یہ ضروری ہے کہ آپ خود کو سنبھال لیں۔ اور اپنے ہی کسی ہم قوم کو اپنی زندگی کا سا بنانے کی کوشش کریں۔ حقیقتوں کو ہم کسی طور نظر انداز نہیں کر سکتے۔"

"مجھے تمہاری نصیحتوں کی ضرورت نہیں ہے۔ جو کچھ مجھے کرنا ہے ظاہر ہے اپنے طور پر ہی کر لوں گی۔" تھریسا نے جواب دیا اور تیزی سے اٹھ کر واپس چلی گئی۔

میں سپاٹ نگاہوں سے اسے جاتے ہوئے دیکھتا تھا میں نے کوشش بھی نہیں کی تھی کہ اس کا تعاقب کروں۔ دفعتاً مجھے اپنے عقب میں کچھ آہٹیں محسوس ہوئیں۔ پلٹ

دیکھا تو جولیا تھی۔ واقعی جولیا نے اس وقت کمال کر دیا تھا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس نے فوراً ہی ہمارا تعاقب کیا ہو گا اور ہماری گفتگو سننے کی کوشش کی ہوگی۔ یہ اچھا ہی ہوا ورنہ اسے نجانے کتنے جواب دینا پڑتے جولیا کے چہرے پر اطمینان مسکراہٹ کھیل رہی تھی اس نے آہستہ سے کہا "شکریہ گازالی!"

رابرٹ تھوڑی دیر کے بعد تھریسا کے ساتھ واپس چلا گیا اور اس کے جاتے ہی میکے براؤن نے مجھ سے کہا۔ "پلیز گازالی۔ خیمے وغیرہ اکھاڑنے میں میری مدد کرو اس وقت کسی اور کو میں اپنے قریب نہیں آنے دوں گا تمہیں ہی یہ کام کرنا ہو گا۔ ہمیں جتنی جلد ممکن ہو سکے اب یہاں سے روانہ ہو جانا چاہیے میں اپنے آدمیوں کو ہدایات جاری کر چکا ہوں اور وہ میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔" میں سمجھ گیا کہ میکے براؤن نے رابرٹ کو یہاں سے روانگی کی ہوا بھی نہ لگنے دی ہوگی۔ چالاک آدمی تھا خواہ مخواہ کی الجھنیں نہیں پالنا چاہتا تھا۔ چنانچہ ہم تینوں ہی مصروف ہو گئے اور آدھے گھنٹے ہی میں اس کام سے فراغت حاصل ہو گئی۔ میکے براؤن کی شاندار لینڈ روور کی چھت پر کیریئر لگا ہوا تھا۔ تمام چیزیں اس کیریئر پر رکھ کر انہیں کس دیا گیا۔ ضرورت کی چیزیں سمیٹ کر لینڈ روور کے عقبی حصے میں رکھ دی گئی تھیں۔ اور اس کے بعد میکے براؤن نے خود ہی اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔ ہم تھوڑی دیر کے بعد ترا کوٹ کی سرحد کو خیرباد کہہ رہے تھے جولیا میرے بالکل برابر بیٹھی ہوئی تھی اور باہر کے مناظر سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ ہمالیہ کی برف پوش چوٹیاں آسمان کی بلندیوں کو چھوتی ہوئی نظر آ رہی تھیں اور ان کے دامن میں سینکڑوں رازہائے سربستہ مدفون تھے۔

ہم جس سڑک سے گذر رہے تھے وہ کافی کشادہ اور خوبصورت بنی ہوئی تھی۔ دونوں طرف کھیتوں کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا اور ان کے پس منظر میں درختوں کے جھنڈ نظر آ رہے تھے۔ سرسبز و شاداب علاقہ تھا جو نگاہوں کو خود میں جذب کر لیتا تھا۔ سفر بڑا پرسکون کٹ رہا تھا۔ ویسے روانہ ہونے سے قبل میکے براؤن نے مجھے جدید امریکی ساخت کا ایک پستول دیا تھا دوسرا جولیا کو اور تیسرا خود اپنے پاس رکھ لیا تھا تاکہ ضرورت پڑنے پر کام آ سکے۔ اس ضرورت کے بارے میں اس نے تفصیل نہیں بتائی تھی لیکن میں جانتا تھا کہ اس کے ذہن میں کچھ نہ کچھ ضرور ہو گا۔

پورا دن سفر جاری رہا جگہ جگہ خانقاہیں نظر آتی تھیں۔ کئی چھوٹی چھوٹی بستیاں اس سڑک کے کنارے آباد تھیں۔ سڑک کے بارے میں میکے براؤن نے بتایا کہ یہ براہ راست لہاسہ جاتی ہے اور ہمیں راستے میں ایک جگہ قیام کرنا ہو گا تاکہ رات گذارنے کے بعد دوسرے دن سفر کیا جا سکے۔ دوسرے دن دوپہر کے وقت ہم لہاسہ پہنچ سکتے تھے۔ تقریباً چھ گھنٹے کے سفر کے بعد میکے براؤن نے لینڈ روور سڑک کے ایک سائیڈ کھڑی کرتے ہوئے کہا۔ "اب اسٹیئرنگ تم سنبھالو میں تھک گیا ہوں۔"

میں نے فوراً ہی اس کی جگہ سنبھال لی۔ مزید دو گھنٹے سفر جاری رہا اور پھر تاریکی جھک آئی۔ میکے براؤن نے مجھے بتایا کہ ابھی بارہ میل کا سفر اور طے کرنا پڑے گا اس کے بعد ہم ایک خانقاہ کے قریب پہنچ جائیں گے جو ایک گھاٹی سے گذرنے کے بعد کسی قدر بلندی کا سفر طے کر کے نظر آئے گی میکے براؤن نے کہا کہ یہ خانقاہ ان علاقوں میں ایک بڑی حیثیت رکھتی ہے اور زائرین یہاں کافی تعداد میں آتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ لوگ بھی جو اس قسم کے معاملات میں دلچسپی لیتے ہیں۔ بارہ میل کا سفر خاصی تیز رفتاری سے طے کر لیا گیا پھر ہمیں روشنیاں نظر آئیں۔ یہ خانقاہ کی روشنیاں تھیں ان کے آگے زائرین کا کیمپ لگا ہوا تھا یہیں ہم نے لینڈ روور روک دی۔ تھوڑا بہت کھایا پیا اور پھر جولیا نے میکے براؤن سے اجازت لے لی کہ وہ خانقاہ کے اندرونی منظر دیکھے گی۔

میرے بغیر وہ بھلا کیسے اندر جا سکتی تھی چنانچہ ہم خانقاہ میں داخل ہو گئے۔ اندر پوجا پاٹ ہو رہی تھی۔ روشنی کے لیے بہت سی مشعلیں اور لیمپ جلائے گئے تھے۔ میں سرخ قالین بچھے ہوئے راستوں سے جولیا کے ساتھ گذرتا ہوا اندر پہنچ گیا۔ وسیع و عریض ہال میں چربی کے سینکڑوں لیمپ روشن تھے۔ دیواروں کے ساتھ لگی ہوئی مشعلوں کے شعلے بڑا خوفناک منظر پیش کر رہے تھے۔ فضا میں ہر سمت عود و عنبر کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی جس سے ہوا بھاری بھاری ہو رہی تھی۔ دیواروں میں بنے ہوئے طاقچوں میں رکھے ہوئے عجیب و غریب بتوں کی شکلیں ہمیں ہر سمت سے گھور رہی تھیں۔ سرخ قالین تقریباً ہر جگہ بچھا ہوا تھا ہم اس پر چل کر کئی محرابوں سے گذرتے ہوئے اس جگہ پہنچے جہاں سترہ ماؤں کے رنگین پتلے دیوار کے سہارے ایستادہ تھے۔ ان کے گرد عبادت کے جھنڈے لگے ہوئے تھے یہ پتلے ان سابق لاماؤں کے تھے جو ابتداء سے لے کر اب تک اس عظیم خانقاہ میں حکومت کرتے رہے تھے۔

بھجن کی آوازیں کانوں سے ٹکرا رہی تھیں۔ سات پھریرں والے دروازے کو عبور کرنے کے بعد ہم اندر داخل ہو گئے یہ بڑی عبادت گاہ کا دروازہ تھا یہاں کچھ لاما ایک قطار میں مہا تما

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بدھ کے سامنے جھکے ہوئے سجدہ ریز تھے۔ انہی میں اک خانقاہ کا بڑا لاما بھی تھا گوتم بدھ کا بت سنگِ مرمر کے ایک بڑے چبوترے پر رکھا ہوا تھا اس کے نیچے ایک چوڑا سا زینہ تھا جس پر لاما پیشانی جھکائے عبادت میں مصروف تھے۔ سونے کا بنا ہوا یہ بت قد آدم تھا۔ داہنا ہاتھ سینے کے ساتھ لگا ہوا دل کے قریب تھا اور ہتھیلی اوپر کو اٹھی ہوئی تھی مجھے مہاتما بدھ کی تاریخ یاد آ گئی۔ ذہن پر ایک عجیب سا احساس طاری ہو رہا تھا اس میں بدھ کی تعلیمات کے بارے میں عقیدت تھی۔

کافی دیر تک ہم وہاں رہے اور اس کے بعد جب خوب رات ہو گئی تو واپس لینڈ روور میں آ گئے خیمے وغیرہ نکالنے کی کوشش نہیں کی گئی تھی چونکہ ایک رات ہی کی تو بات تھی چنانچہ لینڈ روور کے عقبی حصے میں ہم تینوں آرام و اطمینان سے سو گئے۔

دوسری صبح اٹھے ہلکا پھلکا سا ناشتا کیا اور اس کے بعد میں نے اسٹیرنگ سنبھال لیا۔ گاڑی ایک بار پھر پختہ سڑک پر آ گئی تھی اور اب ڈرائیونگ میں کر رہا تھا رفتار کافی تیز رکھی تھی۔ میکے براؤن کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ جولیا نے جان بوجھ کر درمیان میں بیٹھنے کی کوشش کی تھی اور کئی بار میرے شانے پر سر رکھ دیا تھا۔ میکے براؤن کی موجودگی میں اس کی یہ بے باک کوشش مجھے بے چینی کا شکار کر رہی تھی لیکن میکے براؤن ان تمام کیفیات سے بے نیاز تھا دفعتاً اس نے چونک کر گردن اٹھائی اور بولا۔ ”لہاسہ کے بارے میں تم نے معلومات تو ضرور کی ہوں گی۔ کیونکہ تم کچھ معلوم کیے بغیر ہی ان علاقوں میں نہ آ نکلے ہو گے۔“

”صرف جغرافیائی حد تک۔“ میں نے جواب دیا۔

”میرے خیال میں تمہیں وہاں قیام کے لیے کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔“

”میں سمجھا نہیں مسٹر براؤن۔“ میں نے جواب دیا اور پھر سامنے آتی ہوئی ایک گاڑی کو دیکھ کر اسٹیرنگ سنبھالنے لگا۔ میکے براؤن خاموش ہو گیا تھا۔ اس نے اس موضوع پر مزید کوئی بات نہ کی۔ لیکن لہاسہ کی پہلی عمارت نظر آتے ہی اس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر مجھے لینڈ روور روکنے کے لیے کہا۔ اور میں نے گاڑی سڑک کے کنارے روک دی۔

”تم نے ضرور سوچا ہو گا گازالی کہ میں نے تمہیں کافن کا پتا کیوں بتایا تھا۔ میں تمہیں اپنے ساتھ وہاں سے بھی جا سکتا تھا۔ در اصل میں محتاط آدمی ہوں کوئی مجھے لہاسہ میں دیکھ بھی لے تو مجھے اس کی پروا نہیں ہے لیکن میں یہ نہیں چاہتا کہ کوئی تمہیں میرے ساتھ وقت سے پہلے دیکھ لے۔ سمجھ رہے ہو نا میری بات۔ شہر میں داخل ہوتے ہی اتر جانا اور اپنے طور پر جہاں دل چاہے قیام کرنا۔ انہیں تلاش کرنا تمہاری اپنی کاوش ہو گی۔“

”اگر وہ یہاں موجود نہ ہوں مسٹر براؤن — ؟“

”وہ دوسری بات ہے۔ ہمارے پاس وقت ہے۔ ابھی تو تیرہ تاریخ ہے جانگ انتیس تاریخ کو واپس آئے گا۔ اس دوران تم ان کے بارے میں چھان بین ضرور کرنا لہاسہ کی سیر کرنا۔ اگر کوئی کام کی بات معلوم ہو جائے تو کسی بھی وقت آ سکتے ہو۔ ورنہ ہماری ملاقات چھبیس تاریخ کو ہو گی۔“

ایک دم ذہن میں پھندا کا ہوا تھا۔ اس سے قبل میکے براؤن نے ایسی کوئی بات نہیں کی تھی یہ اچانک تبدیلی کیوں ہوئی یا پھر یہ سب کچھ اس کے ذہن میں پہلے سے موجود تھا۔ کمبخت بہت ہی فتنہ پرور تھا یقیناً وہ جاننا چاہتا تھا کہ خود میری کیا پوزیشن ہے اور میں اپنے طور پر کیا کروں گا۔ نہ جانے اس نے اپنے آدمیوں کے بارے میں کیسے بتا دیا تھا۔ شاید یہ حماقت ہو گئی تھی اس سے۔ بہرحال میں جانتا تھا کہ اس کے آدمی لہاسہ میں میرے پیچھے لگے رہیں گے اس لیے مجھے بھی محتاط رہنا ہو گا۔

جولیا نے میری توقع کے مطابق مداخلت کی۔ ”لیکن ڈیڈی گازالی ہمارے ساتھ رہ کر بھی تو کام کر سکتے ہیں۔ آپ نے پہلے تو یہ نہیں کہا تھا۔“

”ہر بات پہلے کہنا ضروری نہیں ہوتا یہ فیصلہ میں نے راستے میں کیا ہے اور یہ ضروری ہے۔ بات صرف اس وقت تک کی ہے جب تک ان لوگوں کے بارے میں معلوم نہیں ہوتا اس کے بعد گازالی ہمارے ساتھ رہیں گے۔“

”انہیں یہاں تنہا رہ کر پریشانی ہو گی۔“

”نہیں جولیا پلیز — یہ ضروری ہے۔“

”انہیں کوئی پریشانی نہیں ہو گی گازالی یہ رکھو۔“ میکے براؤن نے مقامی کرنسی کی ایک موٹی گڈی مجھے دیتے ہوئے کہا۔ ”بے دھڑک خرچ کرنا ضرورت پڑے تو فکر نہ کرنا اس کی کوئی کمی نہیں ہے۔ میرے خیال میں صورت حال سمجھ گئے ہو گے۔ نئے لباس کا حصول یہاں مشکل نہ ہو گا۔“

”شکریہ مسٹر براؤن۔ موجودہ حالات میں، اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔“ میں نے گڈی جیب میں رکھ لی۔ جولیا خاموش ہو گئی تھی میں اسٹیرنگ سے ہٹ گیا اور پھر ایک جگہ میکے براؤن نے مجھے اتار دیا۔

تبت کا دارالحکومت نگاہوں کے سامنے تھا اور میں صرف جغرافیائی طور پر اس سے واقف تھا لینڈ روور نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ میں نے اطراف کا پوری طرح جائزہ لیا کوئی اور گاڑی !

کے پیچھے نہیں گئی تھی۔ راستے میں بھی میں نے براؤن کے ان ساتھیوں کو تلاش کرنے کی کوشش کی تھی جو بقول اس کے ہمارا تعاقب کر رہے تھے لیکن ان کی کوئی جھلک نظر نہیں آئی تھی معلوم نہیں یہ سچ تھا یا جھوٹ۔ ممکن ہے سرے سے کسی نے تعاقب نہ کیا ہو۔ میکے براؤن نے بہت کچھ سچ کہا تھا لیکن اس کے ثبوت مل رہے تھے کہ کچھ کارڈز اس نے صرف اپنے ہاتھ میں رکھے ہیں۔

شہر میں ملے جلے لوگ نظر آ رہے تھے۔ تلک لگائے دھوتی میں ملبوس ہندو اور پگڑی والے سکھوں کی بہتات تھی۔ مخصوص لباسوں والے پٹھان بھی نظر آ جاتے تھے۔ ماحول میں اتنی اجنبیت نہیں تھی جتنی دوسرے چھوٹے علاقوں میں۔ عمارتیں خوب صورت تھیں اور کئی کئی منزلہ تھیں۔ ٹیکسیاں ہاتھ سے کھینچنے والے رکشا جن میں انسان جانوروں کی طرح جتے ہوتے تھے اور دوسری سواریاں میں پیدل چلتا رہا۔ مجھے علم تھا کہ ان لوگوں سے کہاں ملاقات ہو سکتی ہے لیکن سیدھا ان کے پاس نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس کے لیے بڑے گھماؤ پھراؤ کی ضرورت تھی۔ پھر نہ جانے کتنے راستوں سے گزرتا ہوا ایک بازار میں آ گیا۔ جدید دکانیں اور شوروم بکھرے ہوئے تھے۔ چینی زبان میں ایک بورڈ نظر آیا یہ جنرل اسٹور تھا جہاں شوکیسوں میں جدید تراش کے ریڈی میڈ سوٹ ٹنگے ہوئے تھے۔ ضرورت کی اور بھی بہت اشیاء موجود تھیں۔ میں اسٹور میں داخل ہو گیا۔ ایک خوبصورت سی چینی لڑکی نے میرا استقبال کیا۔ رواں انگریزی میں اس نے مجھ سے میری ضرورت کے بارے میں پوچھا اور میں نے اس سے لباس کی فرمائش کر دی۔ جب میں اسٹور سے باہر نکلا تو میرے بدن پر نیا لباس تھا۔ یہاں لباس وغیرہ تبدیل کرنے کا معقول بندوبست تھا جس سے میں نے فائدہ اٹھایا تھا۔ باقی چیزیں ایک خوبصورت اٹیچی کیس میں رکھی ہوئی میرے ہاتھ میں موجود تھیں۔ چینی لڑکی سے میں نے کچھ اور معلومات بھی حاصل کر لی تھیں جن میں ہوٹل کنٹین بھی تھا۔ چنانچہ ٹیکسی ڈرائیور کو میں نے کنٹین کا پتا بتا دیا۔

کنٹین واقعی خوبصورت تھا۔ اس میں لان کی جگہ جھیل بنائی گئی تھی جس میں کشمیری انداز کے شکارے پڑے ہوئے تھے۔ پوری جھیل کی وسعت میں احاطہ بنایا گیا تھا جس میں ایک جگہ کھڑے ہو کر دوسری طرف کی دیوار نظر نہیں آتی تھی۔ اصل عمارت جھیل کے شرقی گوشے میں تھی جو چھ منزلہ تھی۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ کنٹین اتنا بڑا ہوٹل ہو گا۔ بہرحال میکے براؤن کے خرچ پر عیاشی بھی کی جا سکتی تھی۔ جتنی شاندار باہر کی ڈیکوریشن تھی اندر کے کمرے اتنے اچھے نہیں تھے۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ کرایہ بھی زیادہ نہیں تھا۔ بہرحال پانچویں منزل کے ایک کمرے میں مجھے جگہ مل گئی۔

پورے ہوٹل میں چپٹی ناک والی لڑکیاں ویٹرس کی حیثیت سے کام کرتی نظر آ رہی تھیں۔ جو اسسٹنٹ لڑکی مجھے لائی تھی اس نے میرا سامان ایک الماری میں سجایا بڑا گھریلو انداز تھا، بہرحال وہ ٹپ لے کر چلی گئی۔ اور میں ہوٹل کے باتھ روم میں داخل ہو گیا۔ خوب جی بھر کے نہایا۔ لباس تو تبدیل کر لیا تھا لیکن بدن پر میل کی تہیں جمی ہوئی تھیں۔ شیو بنانے کا سامان بھی اسٹور سے خرید لیا تھا۔ نہا دھو کر نکلا تو بڑی فرحت کا احساس ہوا۔ ویٹرس کو بلانے کے لیے بیل کا بٹن دبا دیا۔ اور وہ اندر آ گئی۔

”مینو۔“ میں نے کہا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ویٹرس نے مینو میرے سامنے لا کر رکھ دیا۔ کھانوں کے انتخاب میں توجہ رکھنی تھی چنانچہ میں نے گوشت سے خصوصاً پرہیز کیا۔ کھانے کے بعد آرام کرنے لیٹ گیا۔ اور دنوں کا حساب لگانے لگا۔ کافی دن ضائع ہو گئے تھے۔ طاہر علی وغیرہ یقیناً جاپان سے واپس آ گئے ہوں گے اور یہ سب لوگ بے چینی سے میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔ بہرحال میکے براؤن پر یہ اظہار تو کرنا ہی تھا کہ میں نے بڑی کوشش کے بعد انہیں تلاش کیا ہے اور اس کے لیے لہاسہ میں خوب آوارہ گردی کرنی تھی۔ اس آوارہ گردی کے لیے یہ ضروری تھا کہ لہاسہ شہر کے بارے میں پوری معلومات حاصل کی جائیں۔ لیکن آج آرام کرنے کو جی چاہتا تھا۔

سات بجے سو کر اٹھا طبیعت ہشاش بشاش تھی منہ ہاتھ دھو کر لباس تبدیل کیا اور کمرے کو تالا لگا کر نچلی منزل کی طرف چل پڑا۔ وہاں سے باہر آ کر جھیل کی بہار دیکھنے لگا۔ شکارے سروس کر رہے تھے۔ ویٹرس لڑکیاں شکاروں پر موجود مہمانوں کے لیے کھانے پینے کی اشیاء لے جا رہی تھیں۔ بڑی جدت کی گئی تھی اور قیام کرنے والوں کو حسین ماحول مہیا کیا گیا تھا۔ بہت سے لوگ جھیل کے کنارے بھی چہل قدمی کر رہے تھے اور صرف دوسروں کی تفریحات سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ ایک سروس شکارہ ساحل سے میرے پاس ہی آ لگا۔ اور ویٹرس لڑکی اس سے اتر کر میرے پاس آ گئی۔ ”ایکسکیوز می۔ آپ کو نمبر سات پر بلایا جا رہا ہے۔ وہ رہا نمبر سات۔“ اس نے ایک طرف اشارہ کیا۔

شکاروں پر نمبر پڑے ہوئے تھے۔ سات نمبر کا شکارہ یہاں سے دور نہیں تھا۔ لیکن اس پر کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ ”کون ہے وہ۔ کیوں بلا رہا ہے مجھے — ؟“ میں نے تعجب سے پوچھا۔

”میڈم ندرت۔ انہوں نے یہی نام بتایا ہے آپ کے لیے۔“ لڑکی نے جواب دیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اب تو ذہن میں اتنے دھماکے ہو چکے تھے کہ دماغ شاک پروف ہو گیا تھا۔ ندرت کا نام سنسنی خیز تھا۔ اچانک اور اس طرح مل جانے کا کوئی گمان نہیں تھا اس لیے چند لمحات تو ویٹرس کی صورت دیکھتا رہ گیا۔ بہرحال ندرت کے بارے میں یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ وہ نیپال کے راستے تبت میں داخل ہو چکی ہے اس لیے اس کا یہاں مل جانا ناممکنات میں نہیں تھا۔

"میرے لیے کیا حکم ہے سر؟" ویٹرس نے کہا اور میں چونک پڑا۔

"اوہ۔ معاف کرنا کیا تم مجھے اس شکارے تک پہنچا سکتی ہو؟" میں نے کہا۔

"کیوں نہیں جناب۔ تشریف لائیے۔" ویٹرس نے کہا اور میں اس کے شکارے پر سوار ہو گیا۔ شکارا سست روی سے پانی کے سینے پر سفر کرنے لگا۔ میرے ذہن میں بدستور سنسناہٹ ہو رہی تھی اور میری نگاہیں مسلسل شکارے نمبر سات پر جمی ہوئی تھیں۔ چند لمحات کے بعد سروس شکارا سات نمبر کے شکارے کے پاس پہنچ گیا۔ شکارے پر بنی ہوئی چھوٹی سی جھونپڑی کے دروازے پر ندرت نظر آئی اور میں گہری سانس لے کر اس پر اتر گیا۔

ندرت کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ رس بھرے نقوش کی لڑکی میں اس وقت ایک انوکھی کشش محسوس ہو رہی تھی۔ میرے شکارے پر اترتے ہی وہ دو قدم آگے بڑھی اور اس نے شیریں لہجے میں کہا۔

"ہیلو مسٹر گازالی۔"

"ہیلو ندرت۔" میں نے کسی قسم کے جذبات کا اظہار نہیں کیا تھا۔

"آؤ پے۔" ندرت نے پھر اردو کی مٹی پلید کی تھی میں مسکراتا ہوا اس کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔

"تم چھوٹی سی ہو ندرت۔ لیکن میرے لیے حیرتوں کا پہاڑ ہو۔ جب بھی تم سامنے آئیں میں حیرتوں کے دامن میں جا کھڑا ہوا۔ اب تو جی چاہتا ہے کہ تمہیں مار ڈالوں یا خود مر جاؤں۔"

"پلیز۔" ندرت نے مسکراتے ہوئے چینی طرز کی ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا اور میں بیٹھ گیا۔ ندرت بھی میرے سامنے بیٹھ گئی تھی وہ بدستور مسکرا رہی تھی۔

"آپ لوگ بھی۔ ادھر۔ آ گیا۔؟" ندرت نے کہا۔

"سوالات کے انبار سینے میں بھرے ہوئے ہیں ندرت۔ تمہاری اردو اس وقت مزا نہیں دے گی کیوں نہ ہم انگریزی میں بات کریں۔"

"اردو۔ اچھی ہائے۔ مجھے اچھا بولنا۔"

"اچھا لگتا۔" میں نے تصحیح کی۔

"ہاں۔ ایسا والا۔ ادھر میں اردو نا ئیں بولا۔ دل مانگتا۔" ندرت نے کہا۔

"بہتر خاتون۔ آپ دل کی مانگ ضرور پوری کریں۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"ساب لوگ۔ کاؤن ہائے؟"

"اس کا انگریزی میں ترجمہ کریں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مسٹر ہاسن مسٹر ٹائر اور کون آیا؟"

"تمہیں ان لوگوں کے بارے میں کیسے معلوم۔؟"

"مائیں جانتا وہ آئے گا۔" ندرت نے پر اعتماد لہجے میں کہا اور میں تعجب سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

"تم تو اس سے زیادہ بھی بہت کچھ جانتی ہو ندرت۔ مجھے بس ایک بات پر تعجب ہے۔"

"کاؤن سا۔؟"

"مجھ سے چھپ بھی سکتی تھیں تم۔ کیا ضروری تھا مجھے بلانا۔ کیوں ملیں مجھ سے۔ نہ کچھ چھپاتی ہو نہ کچھ بتاتی ہو۔ میں تمہارے اس رویے پر احتجاج کرتا ہوں۔ وہاں کوٹھی میں بھی تمہارا سلوک میرے ساتھ عجیب رہا۔ ایک دن بوڑھے بابا کے ساتھ نظر آئیں تو اس راز کو راز رکھنے کے لیے میری جان لینے کی کوشش میں مصروف ہو گئیں۔ اس کے بعد مجھ سے ملیں معافی مانگی اور پھر ایسا اظہار کیا جیسے مجھ پر اعتماد کرنے لگی ہو اور پھر بتائے بغیر غائب ہو گئیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ جب تم اپنے بارے میں کچھ بتانا نہیں چاہتیں تو مجھ سے ملتی ہو کیوں ہو۔؟"

ندرت نے گردن جھکا لی۔ چند لمحات اسی طرح بیٹھی رہی پھر بولی "ابھی تھوڑا۔ رکو گازالی۔ میرے کو۔ آجازت نائیں ہے۔ آئی ایم سوری۔ تم اچھا۔ بہت اچھا ہائے۔ میں تمہیں یاد کرتا جائے میرا دل مانگتا میں تمہیں باتائے۔ مگر سامون۔ سامون۔" وہ ایکدم رک گئی۔

"سامون کیا؟" میں نے پوچھا۔

"میرا مطلب ہائے۔ ابھی ٹھیک نائیں ہائے۔ پلیز ناراض ہو جاؤ نہیں۔"

"سبحان اللہ۔" میں نے گردن ہلائی "کیا حسین گفتگو ہے۔ اچھا یہ بتاؤ یہاں کب آئیں؟"

"تھوڑا دن ہوا۔"

"نیپال کے راستے آئی تھیں؟"

"ہاں۔" ندرت نے جواب دیا۔ اسی وقت شکارے کو

ہلکا لگا۔ اور ندرت کچھ بولتے بولتے خاموش ہو گئی۔ باہر آواز سنائی دی اور پھر وہی ویٹرس قہوے کی چھوٹی کیتلی خشک میووں کی ایک بڑی پلیٹ کے ساتھ لے کر

تھینکیو۔" ندرت نے کہا۔ ویٹرس واپس چلی گئی اور ندرت میرے سامنے سرکا دی۔

تم کچھ کہتے کہتے رک گئی تھیں ندرت؟"

تم پوچھا کاؤ ہاں؟"

تنہا یہاں آئی ہو؟"

ہاں" اس نے جواب دیا۔ میں پلیٹ سے کچھ چیزیں اٹھا نے لگا۔ ندرت قہوہ پیالیوں میں انڈیلنے لگی تھی۔ پھر کہا" دوسرا لوگ۔!"

ہاں حسن صاحب بھی ہیں طاہر علی بھی اور بھی کچھ لوگ ندرت معاف کرنا مجھے اس وقت تم سے مل کر خوشی نہیں ہے بلکہ ایک الجھن ایک جھنجھلاہٹ پیدا ہو گئی ہے میرے" میں نے کہا اور ندرت کا چہرہ ایک دم اتر گیا۔ اس نے اہ مجھے دیکھا۔ قہوے کی پیالی میرے سامنے رکھی پھر لہجے میں بولی۔ "سوری"

دل چاہتا ہے ندرت تم پر ناراض ہوؤں خوب برا کہوں میں نے تمہیں کب اور کہاں نقصان پہنچایا۔ اتنی چھوٹی سی کسی سے نہیں کہی تمہاری، اس کے بعد سے آج تک ے بارے میں کسی سے تذکرہ نہیں کیا۔ یہ بھی نہیں معلوم لہ حسن صاحب کے کمرے سے ولاڈی واسکاٹ کی ڈائری اڑائی تھی اور پھر وہ ڈائری تم نے مجھے دی۔ میں نے تو ے بارے میں کسی سے کچھ بھی نہیں کہا ہے۔ ایک ہی بات ہیئے تھی ندرت یا تو مجھ پر اعتبار کرتیں یا پھر نہ کرتیں۔ یہ کیفیت مجھے جھنجھلاہٹ کا شکار کرتی ہے۔ میرے ساتھ ارا وہی رویہ ہوتا جو دوسروں کے ساتھ ہے تو مجھے کوئی شکایت ۔ تم کوٹھی سے چلی آئیں۔ سب نے ایک دوسرے سے درت کہاں گئی۔ میں بھی لوگوں سے ہی پوچھتا رہا کسی کو نہیں ل نے تمہارے بارے میں۔ پھر مجھے پتا چلا کہ تم مان کھیڑہ یں۔ بعد میں مجھے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تم نیپال اور وہاں سے کے لیے چل پڑی ہو لیکن کوئی اس بات سے واقف ہے۔"

"کیوں۔؟" ندرت نے پوچھا۔

"اس لیے کہ میں نے تمہارے راز کو اپنا سمجھا۔ اس لیے کہ تم سے اور بوڑھے بابا سے ہمدردی ہے۔ میں کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتا۔ خاص طور سے تمہیں۔"

"مجھے۔ کیوں۔؟" وہ عجیب سے لہجے میں بولی۔

"ندرت۔ میں تمہارا دشمن نہیں ہوں۔ میری خواہش ہے کہ تم مجھ سے کچھ کام لو۔ میں تمہاری مدد کرنا چاہتا تھا۔ میں تمہیں بے وقوف نہیں سمجھتا ندرت۔ میں جانتا ہوں اور پھر ابھی تم نے کہا تھا کہ تم ان لوگوں کی یہاں آمد کے بارے میں جانتی تھیں۔ کیا یہ بھی نہیں بتا سکتیں کہ تم ان کی آمد کے بارے میں کیسے جانتی ہو۔؟"

ندرت مجھے دیکھتی رہی۔ میری آنکھوں میں جھانکتی رہی اور میں نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں اب میری کھوپڑی میں گھس جاؤ۔ اپنی قوتوں سے میرے دماغ کو خالی کر دو اور مجھے حکم دو کہ تم سے کچھ نہ پوچھوں۔"

"اومائی گاڈ۔ تم یہ بھی جانتا گازالی۔؟"

"اور بھی بہت کچھ جانتا ہوں ندرت۔ تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ میرے دماغ کو بالکل الٹ دو۔"

"نائیں پلیز۔ ایسا نائیں بولو۔ میں پر۔ کچھ پابندی۔ ہائے۔ ورنہ مائیں بولتا۔ بتا دیتا۔ پلیز۔ میرے کو ہیٹ نہ کرو۔ میں مجبور ہائے۔ ان لوگ کا۔ مائیں جانتا ڈاکٹر ٹائر گومین کو دشمن کرتا۔ اس کا آدمی۔ وہ ڈاور۔ گومین کو مارتا۔ میں ڈاور کو مرڈر کر دیتا۔ مگر انتظار کرتا۔ میں پریشان تھا۔"

"گومین کون۔؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"اولڈ مین۔ گومین۔" ندرت نے کہا۔

"بوڑھے بابا کا نام گومین ہے؟"

"ہاں۔"

"کہاں سے تعلق ہے اس کا؟"

"ابھی نائیں۔ یہ پیو۔" ندرت نے قہوے کی طرف اشارہ کیا اور میں نے بے اختیار پیالی اٹھا لی۔

"ٹھیک ہے یہ مت بتاؤ۔ آگے بولو۔" میں نے کہا اور ندرت ہنس پڑی۔

"گازالی تم اچھا ہے۔ بائی گوراسا تم اچھا ہے۔"

"یہ بائی گوراسا کیا ہے۔؟"

"سنسر ہائے۔" ندرت پھر ہنس پڑی۔ اس کی ہنسی بیحد دلکش تھی۔ کبھی نہ مسکرانے والی اس لڑکی کو ہنستے دیکھ کر عجیب لگ رہا تھا۔ خوشی بھی ہو رہی تھی۔ اس نے اپنی پیالی میں دوبارہ قہوہ انڈیلا اور اس کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتی ہوئی بولی۔

"مائیں مسٹر ہاسن کو لندن میں ملا۔ ادھر گرانڈ وسکر مجھے ہیرس کرتا۔ میں اس سے بچتا۔ پھر ہاسن صاب ملا۔ اتفاق۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میرے کو ہیلپ کیا۔"

"یہ گرانڈ وسکر بھی سنسر ہے کیا؟" میں نے کہا۔

"نائیں۔ وہ مین مونٹ سوالٹ کا ٹریڑر مانگتا۔ وہ میرے کو ویلینی سمجھتا۔ میں جانتا تم ویلینی سمجھتا ہائے۔"

"ہاں۔ مگر گراؤنڈ وسکر کون تھا؟"

"ایک گینگسٹر۔ ڈینجر ہائے۔ دوسرا لوگ بھی واسکاٹ کیس پر کام کرتا ہائے۔ مگر میں گراؤنڈ واسکر کا مرڈر کر دیا۔ وہ مجھے پاکڑ لیا تھا۔ انڈر گراؤنڈ کر دیا تھا۔ پھر میں ادھر سے آیا۔ میں گومین کو تلاش تھا۔ اور گومین ہاسن صاحب کا پاس تھا۔ ہاسن صاب اچھا آدمی ہو۔ بٹ وہ بھی ٹریڑر ہے۔"

"بہت خوب۔ مگر تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ گومین حسن صاحب کے پاس ہے وہ دنیا کے کسی بھی خطے میں ہو سکتا تھا۔"

"یہ بات سنسر ہے۔" ندرت پھر ہنس پڑی۔

"ایک بات سن لو ندرت۔ ایک دن۔ یقیناً ایک دن میں یہ سنسر شپ ہٹا دوں گا۔ ایک ایک لفظ پوچھ لوں گا تم سے سب کچھ بتاؤ گی تم مجھے اور صرف تم ہی بتاؤ گی۔"

"مائیں جانتا۔" اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب ـــ؟"

"سنسر۔" وہ بولی۔

"ٹھیک ہے۔ اچھا پھر تم نے حسن صاحب کو ٹرانس میں لے کر وہاں اپنا ٹھکانہ بنا لیا مگر تم گومین کو وہاں سے لے کر نکل کیوں نہ گئیں ـــ؟"

"سنسر۔" اس بار وہ سنجیدگی سے بولی۔

"اب بوڑھا بابا کہاں ہے ـــ؟"

"بائی کوراسا۔ مائیں نائیں جانتا۔ ماگر وہ ادھر ہائے اور سیریس ہائے۔"

"تم اسے تلاش کر رہی ہو ـــ؟"

"ہاں!"

"مان کنیڈرہ بھی تم اسی کی تلاش میں گئی تھیں ـــ؟"

"ہاں۔ مجھے انڈیکیشن ملا تھا۔"

"پھر ـــ؟"

"وہ ادھر نہیں ملا۔"

"یہ معلوم ہوا تمہیں کہ وہ تمہارے پہنچنے سے پہلے وہیں تھا ـــ؟" میں نے کہا۔

"ہاں مائیں بولا انڈیکیشن ملا۔ ماگر وہ ادھر نہیں ملا۔ بٹ مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ ادھر لایا گیا ہے۔"

"اور اسے یہاں لانے والی ویلینی تھی۔ کیوں۔؟" میں نے کہا اور ندرت خاموشی سے کچھ دیر سوچتی رہی پھر آہستہ سے کہا۔

"نائیں۔ وہ ویلینی نائیں۔"

"کیا ـــ؟" میں اچھل پڑا۔ "پھر کون لایا اسے؟"

"ویلینی نائیں اور کوئی بھی؟"

"دعوے سے کہہ رہی ہو ندرت ـــ؟"

"ہاں۔"

"پھر اسے یہاں لانے والا کون تھا۔ اور وہ اسے لے کر تبت ہی کیوں آیا۔" میں نے پُرخیال انداز زیر... ندرت نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ ندرت کی باتیں اس قدر سنسنی خیز اور الجھی ہوئی تھیں کہ میرا ذہن ... کر رہ گیا تھا۔ نہ جانے کیا کیا خیالات تھے ذہن میں لیکن الجھے جا رہے تھے۔ تب سے سوالات بھی بھول گیا جو رہا تھا پوچھتا جا رہا تھا۔ دفعتاً ایک خیال آیا۔ میں نے لباس میں ویلینی کی تصویر تلاش کی اور ندرت کے ... کرتا ہوا بولا۔

"یہ کون ہے ـــ؟"

ندرت نے تصویر دیکھی۔ اور پھر ٹھنڈی سانس ... کر بولی "ویلینی۔"

"تم اس کی ہم شکل کیوں ہو ندرت ـــ؟"

"مائیں نائیں بتا سکتا۔" ندرت آہستہ سے بولی

"کیا وہ تمہاری ماں ہے؟"

"نائیں۔"

"بڑی بہن یا۔"

"نائیں ایسا بات نائیں ہے پلیز اس لائن پر مائ... لگاؤ ایسا بات نائیں ہائے۔" ندرت بے چینی سے بولی

"تب پھر ندرت۔ یہ بھی بتا دو آخر تم نے مجھے بلایا۔ صرف پریشان کرنے کیلئے۔ میرا دماغ خراب کرنے اب تمہارے پاس سے جا کر میں الجھتا رہوں گا۔ پریشا... رہوں گا۔ بڑی عجیب لڑکی ہو تم۔ بہرحال میں تمہیں مجبو... کر سکتا ہاں ایک پیشکش ہے تمہیں۔ جب بھی دل چاہے میری ضرورت محسوس کرو مجھے بلا لینا۔ میں تمہاری ہر خد... کے لیے حاضر ہوں۔"

"مسٹر گازالی۔ تم ناراض ہائے۔ اور میں ماجبور۔ ایک کام کرو۔ پلیز یہ میرا راز ہائے۔ میں تم کو دیا۔ دوسرا نائیں صرف تم۔ اگلا مہینہ۔ فل مون۔ نائٹ کو گیارہ

...ں ویلز کا عبادت گاہ میں میرے کو ملو۔ مائیں تمہارا ...ے گا۔ اور تمہیں کام ہو گا۔ بٹ دوسرا لوگ نائیں۔ ...ل بولو۔"

"...ر تھوڈک ویلز۔ گیارہ بجے۔" میں نے کہا۔

"ہاں!"

"...ٹھیک ہے ندرت۔ میں آؤں گا۔"

"او کے۔" ندرت نے جواب دیا اور میں اٹھ گیا۔ ندرت ...ہر چھوڑنے نہیں آئی تھی۔ باہر آ کر میں نے ایک شکارے کو اشارہ کیا اور وہ قریب آ گیا۔ اندر بیٹھی ...ٹرس نے خوشی سے مجھے جھیل کے کنارے چھوڑنا ...کیا۔

...کنارے پر آ کر میں وہاں نہ رکا۔ ایک بار پھر دماغ کی ...ل گئی تھیں کسی اور چیز میں کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی۔ ...اپنے کمرے میں آ کر لیٹ گیا۔ سر چکرا رہا تھا۔ مسہری ...ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ ندرت۔ پُراسرار لڑکی جب بھی ...سنے اسرار چھوڑ جاتی تھی۔ آج تو بہت سی باتیں ہوئی ...اس سے۔ ہر بات سنسنی خیز لیکن کوئی حل نہیں نکلتا تھا ...سے۔ خود بھی حل نہیں نکال سکتا تھا۔ کافی دیر تک خود ...ل کرنے کی کوشش کرتا رہا پھر اٹھ گیا۔ ان تمام باتوں ...ن میں جمع کیا جائے ان پر غور کیا جائے حواس مجتمع ...ے میں نے ان باتوں کو یاد کرنا شروع کیا۔

ندرت نے کہا تھا کہ اسے کچھ بتانے کی اجازت نہیں۔ ...اس نے دوبارہ سامون سامون کہا۔ سامون کیا ہے؟ ...ڑھے بابا کا نام گومین ہے۔ یہ گومین کون سی زبان کا نام ...؟ ندرت قسم کھاتی ہے۔ بائی کوراسا۔ لندن میں گرانڈوسکر ...ت کو ویلینی سمجھتا تھا۔ ندرت نے اسے ہلاک کر دیا۔ ندرت ...ومین کی تلاش تھی۔ کس پُراسرار ذریعہ سے وہ اس کے ...رے میں پتا لگا لیتی ہے۔ ابھی تک وہ اسے تبت میں تلاش ...نہ کر سکی۔ ندرت ویلینی کی ہمشکل ضرور ہے لیکن دونوں کے ...میان کوئی رشتہ نہیں ہے۔ کیوں؟ اور پھر آر تھوڈک ویلز۔

...یہی گفتگو ہوئی تھی ندرت سے۔ اب اس سے کیا ...اخذ کیے جا سکتے تھے۔ بظاہر کچھ نہیں سوائے چند باتوں ...۔ ندرت، ویلینی اور گومین ایک ہی زنجیر کی کڑی ہیں لیکن ...ل کیا ہے اس بارے میں کچھ نہیں پتہ چلتا تھا۔ ایک ...نیا نام میکے براؤن کی معرفت سامنے آیا تھا "سمبوتورا"

دفعتاً میں چونک پڑا۔ یہ غلطی ہوئی تھی۔ سمبوتورا کو بھی گومین کی تلاش تھی اور اس تلاش کے لیے وہ بڑا خزانہ دے رہا تھا۔ وہ خزانہ جو ویلینی سے منسوب تھا گویا وہ بھی اسی زنجیر کی ایک کڑی ہے۔ ندرت سے اس کے بارے میں پوچھنا بھول گیا تھا۔ دل چاہا کہ دوڑ کر باہر جاؤں اور ندرت سے اس بارے میں معلوم کروں۔ مگر عجیب سا لگتا تھا۔ خود کو اس جلد بازی سے باز رکھا اور بے چینی سے کمرے میں ٹہلتا رہا۔ بار بار ندرت کو پریشان کرنا مناسب نہیں تھا وہ مجھ سے بیزار ہو جاتی۔ اس نے کہا تھا کہ اس پر پابندیاں ہیں اس سے زیادہ وہ اور کیا کہہ سکتی تھی۔ بس اب جتنا معلوم ہو چکا ہے ٹھیک ہے اس کے بعد دوسری ملاقات پر ہی مناسب ہو گا۔

دل سینے میں مچل رہا تھا۔ اب میں حسن صاحب وغیرہ سے مل لینا چاہتا تھا۔ قوت برداشت ساتھ چھوڑتی جا رہی تھی۔ جتنی جلدی ممکن ہو سکے ان لوگوں سے مل لینا چاہیئے۔ کچھ سکون ملے گا۔ لیکن ندرت۔ اس کے سلسلے میں میری زبان آج تک دوسروں کے سامنے بند رہی تھی۔ خدا جانے کیوں؟ کیا یہ بھی ندرت کا اعجاز تھا۔ کیا اس نے میرے ذہن کو مسحور کیا تھا؟ مگر اس کے نشان نہیں ملتے تھے۔ اگر ندرت ایسا کرنا چاہتی تو مجھے اس وقت قابو میں لا سکتی تھی جب میں نے اسے بوڑھے کے ساتھ دیکھ لیا تھا۔ حالانکہ اپنے راز کو راز رکھنے کے لیے وہ بے چین تھی اور اس نے مجھے قتل کرنا چاہا تھا۔ وہ قتل کر سکتی ہے کیونکہ اس نے گرانڈ وسکر کے قتل کا اعتراف کیا تھا۔

ندرت۔ تیرا راز نہ کھولا تو غزالی نام نہیں۔ لیکن ابھی میں تیرے بارے میں کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گا۔ کسی کو بھی نہیں۔

یہ رات کسی نہ کسی طرح گذاری، دوسرے دن سے میں نے اپنا کام شروع کر دیا۔ ہوٹلوں کی چھان بین۔ ایک کے بعد دوسری جگہ سب سے آخر میں، میں نے اس جگہ کو رکھا تھا جہاں وہ لوگ موجود تھے۔ اس دوران میکے براؤن کے آدمیوں کے بارے میں اندازہ لگاتا رہا تھا۔ کافی دیر تک ان لوگوں کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکا لیکن پھر ایک سکھ نوجوان پر میری نگاہ پڑی جسے اس کی سرخ پگڑی کی وجہ سے میں نے پہچان لیا۔ میرے ذہن میں یوروپین لوگ تھے جن کے بارے میں براؤن نے کہا تھا۔ لیکن میکے براؤن شیطان تھا اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ اس نے کیا چال چلی ہے ممکن ہے یہاں بھی اس نے میرے ذہن کو غلط راستے پر ڈالا ہو۔ ورنہ یہ سکھ نوجوان اتنی دیر سے کیوں نظر آ رہا ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کمبخت میکے براؤن بہت خطرناک تھا۔ اس نے کون سی بات سچ کہی ہے کون سی غلط کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ کوئی فرق نہیں پڑتا تھا اب میں آخری جگہ جا رہا تھا۔

جس ہوٹل میں وہ لوگ مقیم تھے اس میں داخل ہوتے ہی کنور پربھات سنگھ نظر آیا جو ہوٹل کے سرسبز لان پر پشت پر دونوں ہاتھ باندھے ٹہل رہا تھا کنور پربھات سنگھ نے مجھے نہیں دیکھا تھا میں یہ دیکھ کر کافی مطمئن ہوا کہ یہ لوگ یہاں موجود ہیں اور میری طویل غیر حاضری سے پریشان ہو کر کسی اور چکر میں نہیں پڑے۔ کنور پربھات سنگھ کے نظر آ جانے کے بعد میں اسے نظر انداز نہیں کر سکتا تھا چنانچہ میں اس کے قریب پہنچ گیا کنور نے میری شکل دیکھی تو اس طرح آنکھیں پھاڑنے لگا جیسے مجھے پہچاننے میں دقت ہو رہی ہو اور پھر اس کے چہرے پر شدید سنسنی ابھر آئی۔

"اوہ۔ مسٹر غزالی۔ آپ، یقیناً یہ آپ ہی ہیں۔"

"ہیلو کنور صاحب۔ کیا آپ میری آمد کے سلسلے میں مایوس ہو گئے تھے۔" میں نے کہا۔ کنور نے آگے بڑھ کر پرجوش انداز میں میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام لیا تھا۔

"مسٹر غزالی۔ درحقیقت آپ نے ہمیں سولی پر لٹکا رکھا تھا۔ اتنی سخت پریشانی تھی ہم لوگوں کو کہ آپ اندازہ نہیں لگا سکتے آپ خیریت سے تو ہیں نا ۔۔۔؟"

"ہاں۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ باقی لوگ تو ٹھیک ہیں نا؟"

"ہاں ٹھیک ہیں بالکل ٹھیک ہیں۔ آیئے براہ کرم اندر آیئے۔ دلچسپ بات ہے کہ یہ خوشخبری میں ہی انہیں دینے کا باعث بن رہا ہوں۔"

"چلیے۔" میں نے کہا اور کنور پربھات مجھے لے کر ہوٹل کے اندرونی حصے کی طرف چل پڑا اس کے تجسس اور جوش سے میں اندازہ لگا رہا تھا کہ یقیناً میرے سلسلے میں یہ لوگ سخت پریشان تھے بہرطور کنور مجھے لیے ہوئے اوپری منزل کے ایک دروازے کے سامنے پہنچا دروازے پر دستک دی اور دروازے کھولنے والے حسن صاحب تھے کنور پربھات سنگھ کے ساتھ مجھے دیکھ کر انہوں نے آنکھیں بند کر لیں اور دو قدم پیچھے ہٹ گئے۔

"دیکھا۔ میں نہ کہتا تھا کہ ہم لوگوں کی کیا حالت ہے؟"

"غزالی۔ خدا کی پناہ۔ شکایت کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کیونکہ مجھے یہ نہیں معلوم کہ تم کن پریشانیوں کا شکار تھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ خون کے آنسو رو رہے تھے ہم لوگ تمہارے لیے۔ کنور ذرا جلدی سے ڈاکٹر اور کرنل آسٹن کو اطلاع دو۔" حسن صاحب نے کہا اور کنور مجھے چھوڑ کر دروازے سے باہر نکل گئے۔ حسن صاحب اوپر سے نیچے تک مجھے دیکھ رہے تھے پھر انہوں نے مسکرا کر کہا۔

"بالکل خیریت سے ہو نا بیٹے؟"

"ہاں۔ بالکل خیریت سے ہوں۔" میں نے جواب دیا اور اسی وقت ڈاکٹر طاہر علی اور کرنل آسٹن دیوانہ وار اندر داخل ہو گئے۔ کنور پربھات سنگھ ان کے پیچھے تھا ڈاکٹر طاہر علی نے آگے بڑھ کر مجھے ٹٹولتے ہوئے کہا۔

"کوئی ٹوٹ پھوٹ تو نہیں ہوئی تم میں۔ کہاں رہے تھے غزالی بڑا پریشان کیا ہے تم نے ہمیں۔"

"چاروں کی شکایتیں سن چکا ہوں۔ اب اجازت ہو تو آپ لوگوں سے بھی کچھ گفتگو کروں؟"

"بھئی معاف کرنا بس یہ شکایت محبت کی شکایت تھی۔ تمہیں شاید اس بات کا اندازہ نہ ہو کہ ہم دنیا کے ہر خزانے پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اگر تمہیں کوئی نقصان پہنچے در اصل تم نے جو طریقہ کار اپنایا تھا وہ ہمارے لیے بہت ہی پریشان کن تھا اور ہم اس کی وجہ سے زیادہ خوفزدہ تھے کہ کہیں تم مصیبت میں تو نہیں پھنس گئے۔ کوئی ایسی الجھن تو نہیں پیش آ گئی جس کی وجہ سے تم تنہا رہ کر عذاب جھیل رہے ہو۔ بس ساری باتیں تھیں تمہارے لیے پریشان ہونے کی باقی سب تو ٹھیک تھا۔" ڈاکٹر طاہر نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"آپ کا شکریہ ڈاکٹر طاہر علی یقیناً ایسی ہی بات ہو گئی تھی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"در اصل تمہارے سلسلے میں ذہن اس لیے پریشان تھا کہ تم فطرتاً نیک نوجوان ہو اور مجرمانہ زندگی سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ جن حالات میں تم نے اپنے لیے تبت جانے کا فیصلہ کیا تھا ہم ان سے متفق نہیں تھے لیکن تمہارے اس فیصلے سے اختلاف بھی نہیں کر سکتے تھے۔" طاہر علی نے کہا۔

"اور سنو میرا کچھ بولنا بھی ضروری ہے کیونکہ میں بھی پانچواں سوار ہوں۔ آپ لوگوں نے غزالی کو فوراً سوالات کی دھار پر رکھ لیا ہے۔ ممکن ہے انہیں آرام کی ضرورت ہو۔" کنور پربھات نے کہا۔

"ہم نے تمہارے لیے ایک کمرہ بک کرا رکھا ہے یہ بتاؤ آرام کرو گے یا تھکے ہوئے نہیں ہو۔ تمہیں ضرور اندازہ ہو گا کہ ہم تمہارے لیے کتنے پریشان ہوں گے؟" حسن صاحب نے کہا۔

"نہیں میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"کیا پیو گے؟" طاہر علی نے پوچھا۔

"جو دل چاہے منگوا لیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ان لوگوں کی ایسی ہی کیفیت کا متوقع تھا۔

"تمہیں تندرست و توانا خوش و خرم دیکھ کر طبیعت اتنی خوش ہوئی ہے کہ بیان سے باہر ہے۔ ہماری حالت ان چار بیویوں جیسی ہے جن کا شوہر لام پر گیا ہو۔" طاہر علی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ حسن صاحب نے بیل بجا کر ویٹر کو بلایا اور سب کے لیے کافی منگوا لی۔

"اصولاً تو کچھ تکلف ہونا چاہیئے۔ تم سے کچھ پوچھنے میں جلد بازی نہیں کرنی چاہیئے لیکن انسان کمبخت بے حد خود غرض ہے اپنی ذات کی صداقتوں سے خود ہی دور ہو چکا ہے۔ اس لیے ہماری خواہش ہے کہ تم سے سب کچھ معلوم کر لیں۔" ڈاکٹر طاہر علی بولے۔

"کوئی حرج نہیں ہے ڈاکٹر صاحب۔ آپ جاپان سے کب آئے؟"

"رات ہو گئی اور یہاں آ کر اپنی ۔۔۔ بازی پر غصہ بھی آیا۔ کم از کم جاپان میں رہ کر تمہاری غیر موجودگی کی کوفت تو نہ برداشت کرنی پڑتی۔" طاہر علی نے جواب دیا۔

"جاپان میں کچھ کام کیا ۔۔۔؟" میں نے پوچھا اور کرنل آسٹن مسکرا پڑا۔ اس نے کہا۔

"بالکل صحیح بات ہے۔ میں سوچ رہا تھا کہ شاید ڈاکٹر طاہر علی یہ بات بھول گئے ہیں کہ ہم چیف کے سامنے ہیں۔ ہم ان سے سوالات کا حق نہیں رکھتے بلکہ پہلے ہمیں رپورٹ لینا ہو گی۔"

"کرنل فوجی ہیں۔ ڈسپلن نہیں بھولتے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"یس چیف ہم سے ہی سوالات کرو۔" طاہر علی نے گہری سانس لے کر کہا۔

"جاپان میں آپ نے کیا کیا ۔۔۔؟"

"کچھ کام ہوا ہے۔ ویلینی کے بارے میں کوئی پتا نہیں چل سکا۔ ہاں اس بوڑھے کی رہائش گاہ کے ایک ملازم سے ملاقات ہو گئی۔ اس بوڑھے خبط الحواس سے پتا چلا کہ بوڑھا ویلینی کے لیے بہت محترم تھا۔ کچھ بوڑھے کا علاج کر رہے تھے اور ویلینی اس پر خوب دولت خرچ کر رہی تھی۔ پھر بوڑھا گم ہو گیا۔"

"ملازم ویلینی کو جانتا تھا ۔۔۔؟"

"ہاں۔ وہ اس کی مالکہ تھی۔"

"وہ کہاں رہتی تھی ۔۔۔؟"

"ملازم کے بیان کے مطابق کہیں اور۔ اس کے بارے میں اسے کچھ نہیں معلوم تھا ہاں بابا لوگ کے بارے میں وہ جانتا تھا۔"

"بابا لوگ ۔۔۔؟"

"ویلینی کے دونوں بیٹے۔ گوئن واسکاٹ اور گرنل واسکاٹ۔" طاہر علی نے جواب دیا۔

"اوہ۔" میں نے دلچسپی سے کہا۔ "یہ دونوں جاپان ہی میں ۔۔۔؟"

"ہاں۔ وہ جاپان میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ اور ویلینی جب بھی ان کے پاس آتی تو بوڑھے کے پاس ہی قیام کرتی تھی۔"

"وہ جس اسکول وغیرہ میں تعلیم حاصل رہے تھے وہاں۔"

"تعلیم پوری کر کے وہ وہاں سے جا چکے تھے۔"

"ان کا ریکارڈ مل سکا ۔۔۔؟"

"بے مقصد رہا۔ رہائش گاہ کے طور پر اسی جگہ کا پتا لکھا ہوا تھا جہاں بوڑھا رہتا تھا۔ باپ کا نام ولاڈی واسکاٹ تھا۔"

"جو رقومات ان لوگوں کی تعلیمی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے آتی تھیں ان کی کچھ نشاندہی ہو سکی کہ کہاں سے آتی تھیں؟" میں نے پوچھا۔

"کرنل۔" ڈاکٹر طاہر علی نے کرنل آسٹن کی طرف دیکھا۔ "اب بولو کیا کہتے ہو چیف کے بارے میں ۔۔۔؟"

"نوجوان ذہین ہے۔ زرخیز اور پھرتیلا۔ ایسا ہی ہونا چاہیئے بڑی پُرمسرت بات ہے۔" کرنل آسٹن نے کہا۔

"براہ کرم جواب دیں۔"

"در اصل یہ خیال ہمیں اس وقت آیا تھا جب ہم ان معلومات کے حصول کے بعد جاپان سے لہاسہ روانہ ہونے کے لیے پَر تول چکے تھے۔ بس یہ شکر تھا کہ اس طیارے نے پَر نہیں کھولے تھے جو ہمیں لہاسہ لے جانے کے لیے تیار تھا فلائٹ کینسل کرائی گئی اور ہمیں مزید کچھ دن جاپان میں قیام کرنا پڑا۔ اس وقت تمہارے اس سوال نے اسی لیے ہمیں متاثر کیا ہے کہ جو بات ہم نے اتنی دیر سے سوچی اس کے بارے میں تم نے فوراً ہی سوال کر لیا۔" ڈاکٹر طاہر علی نے کہا۔

"جواب چاہیئے۔ ڈاکٹر صاحب۔ جواب چاہیئے۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ اس کے بعد ایک بار پھر ہم نے اسکول کے شریف لوگوں کو تکلیف دی اور انہیں اس کے لیے پورا ریکارڈ دوبارہ نکالنا پڑا جو رقومات اسکول میں ان دونوں کے تعلیمی اخراجات کے لیے بھیجی جاتی تھیں وہ مقامی طور پر ہی جاپان

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے مارشل آرٹس کے ایک ادارے سے اسکول کو موصول ہوتی تھیں۔

"ادارے کا نام ـــ ؟"

"چن ہوشا۔ لیکن براہ راست چن ہوشا کا ان رقومات سے کوئی تعلق نہیں تھا بلکہ یہ وہاں کے ایک انسٹرکٹر مسٹر سمبوتورا کے ذریعے اس ادارے کو حاصل ہوتی تھیں۔" میں بری طرح اچھل پڑا۔ سمبوتورا کا نام یہاں بھی سامنے آرہا تھا گویا یہ شخصیت بلاشبہ کوئی حیثیت رکھتی تھی۔

"سمبوتورا کا اس مارشل آرٹس کے ادارے سے ہی تعلق تھا یا وہ کوئی اور بھی حیثیت رکھتا تھا؟" میں نے سوال کیا۔

"اس کے لیے ہمیں مارشل آرٹس کے اس ادارے میں جانا پڑا اور وہاں سے جو اطلاعات ملیں وہ مایوس کن تھیں اور اس کے بعد راستہ بند ہو گیا تھا۔" ڈاکٹر طاہر علی نے جواب دیا۔

"کیا مطلب ـــ ؟"

"سمبوتورا مارشل آرٹس کا بادشاہ تھا وہاں اس ادارے میں اس پُراسرار شخص کے بارے میں بے شمار کہانیاں پائی جاتی تھیں کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ وہ ایک تارک الدنیا راہب ہے جس کے پاس روحانی قوتیں ہیں اور مارشل آرٹس کے سلسلے میں وہ جس کارکردگی کا مظاہرہ کرتا ہے وہ دنیاوی قوتوں سے تعلق نہیں رکھتی۔ سمبوتورا کے بے شما شاگرد مارشل آرٹس کے اس ادارے میں موجود تھے بلکہ موجود ہیں اور وہاں اس کی حیثیت ایک دلی کی سی ہے وہ لوگ اس کا نام لے کر اپنے کام کا آغاز کرتے ہیں۔"

"کیا سمبوتورا کی کوئی تصویر وہاں سے حاصل ہو سکی ؟" میں نے بے چینی سے پوچھا۔

"نہیں۔ ہم نے اس کے لیے بھی کوشش کی تھی لیکن پتا یہ چلا کہ درویش صفت سمبوتورا بے شمار مقابلوں میں شریک ہوا اور اس نے اپنے ہر مقابل کو چند لمحات میں چت کر دیا لیکن تصویر کھنچوانے کے سلسلے میں وہ سخت محتاط تھا اور جب بھی کبھی ایسی کوئی کوشش کی گئی اس نے نہایت سختی سے اپنے شاگردوں سے کہہ دیا کہ اگر اس کی کوئی تصویر بنائی گئی تو پھر وہ یہاں نظر نہیں آئے گا۔ اس کا احترام کرنے والے اس کے حکم سے انحراف نہیں کر سکتے تھے چنانچہ سمبوتورا کی کوئی تصویر نہیں حاصل ہو سکی اور اس کے بعد سے سمبوتورا کی کہانی تاریکی میں چلی گئی اور ہمیں انتہائی کوششوں کے باوجود اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔ مارشل آرٹس کے اس ادارے میں وہ ایک اجنبی کی حیثیت سے آیا تھا اور وہاں اس نے اس وقت اپنے آپ کو روشناس کرایا جب مارشل آرٹس کا ایک بہت بڑا مقابلہ جاری تھا اس نے اپنے مدمقابلوں کو آن کی آن میں شکست دے دی اور ادارے کے مالک نے اس سے درخواست کی کہ وہ یہاں انسٹرکٹر کی حیثیت سے کام کرے پھر وہ اچانک ہی ادارے سے غائب ہو گیا تھا اور اس کے بعد ادارے کے منتظمین کو اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔ یہ ہے کہ سمبوتورا کی کہانی۔ ہم نے ان لڑکوں کے بارے میں بھی جس قدر معلومات حاصل کی جا سکتی تھیں حاصل کیں لیکن یہ پتا نہیں چل سکا کہ پھر وہ کہاں گئے بہرطور اب وہ جاپان میں نہیں ہیں۔" ڈاکٹر طاہر علی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا اور میں پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

"ادارے کے کسی شخص کو سمبوتورا سے ان لڑکوں کے تعلق کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا ؟"

"نہیں۔" ڈاکٹر طاہر علی نے جواب دیا۔

حسن صاحب، ڈاکٹر طاہر علی کے خاموش ہو جانے کا انتظار کر رہے تھے۔ میں نے ان کی طرف دیکھا تو وہ جلدی سے بولے۔

"ہم دونوں نے یہاں آ کر تمہارے لیے پریشان ہونے کے علاوہ کچھ نہیں کیا۔" سب اس بات پر ہنس پڑے تھے۔ پھر حسن صاحب بولے۔ "ٹائیگر کو میں نے یہاں طلب کر لیا ہے اور اس کے آدمی ہماری حفاظت کے لیے چھپے ہوئے ہیں۔ وِلیتی کے بارے میں ٹائیگر کچھ بھی نہیں کر سکا۔ پتا ہی نہیں چلتا کہ وہ کہاں ہے اور کیا کر رہی ہے۔"

"چینگ لی یہاں لہاسہ میں موجود ہے ؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ یہاں بھی اس کی برانچ ہے اور صرف میری وجہ سے وہ آجکل یہاں موجود ہے۔"

"آپ نے بتایا تھا حسن صاحب کہ اس نے مارشل آرٹس کا کوئی ادارہ کھول رکھا ہے ؟"

"ہاں زبردست۔ وہ ان علاقوں کا گرانڈ ماسٹر ہے۔" حسن صاحب نے بتایا۔

"آپ نے ٹائیگر چینگ لی سے سمبوتورا کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی ڈاکٹر صاحب ؟" میں نے سوال کیا۔ اور سب ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنے لگے۔ پھر ڈاکٹر طاہر علی نے کہا۔

"جائے استاد خالی رہنے دی تھی۔"

"واقعی یہ خیال ہی نہیں آیا۔" حسن صاحب پشیمان لہجے میں بولے۔

"چیف کا انتظار بلاوجہ تو نہیں تھا۔" کنور پربھات سنگھ مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں یہ کام ابھی کر سکتا ہوں۔" حسن صاحب بولے۔

"اتنی جلدی نہیں ہے کہ لیں گے۔ آپ لوگ بور تو نہیں ے کوئی ملال تو نہیں ہوا تھا۔"

"تمہارے علاوہ کوئی پریشانی نہیں تھی۔" حسن صاحب نے کہا۔

"استاد صاحب کچھ آپ کی طرف سے بھی ہو جائے۔" ہر علی پُرمزاح انداز میں بولے اور میں مسکرا دیا۔

"میں بھی کوئی تیر نہیں مار سکا سوائے کچھ سنسنی خیز خبروں ے۔ جن میں ایک افسوسناک خبر بھی ہے۔"

"کیا ـــ ؟" حسن صاحب چونک پڑے۔

"قادر سے آپ لوگ نہیں ملے۔ وہ میرا یونیورسٹی کا اتھی تھا۔ محسن بھی اسے جانتے ہیں۔ کچھ ایسے حالات کا کار ہو گیا تھا وہ کہ اسے جرائم کی زندگی کے علاوہ کوئی اور ندگی راس بھی نہیں آ سکتی تھی لیکن ان راستوں کا راہی ہونے ے باوجود انسان تھا۔ دوستوں کے لیے جان کی بازی لگا دینے الا کسی لالچ کے بغیر۔"

"تم اس کے لیے 'تھا' کا لفظ استعمال کر رہے ہو ـــ ؟" اہر علی بولے۔

"ہاں۔ وہ اب اس دنیا میں نہیں ہے ـــ ؟" میری آواز بھرا گئی۔

"ارے کیا ہوا ـــ ؟"

"سرحدی محافظوں کے ہاتھوں مارا گیا۔"

"تم ـــ تم اس وقت کہاں تھے ؟" حسن صاحب نے گھبرا کر پوچھا۔

"اس کے ساتھ ہی موجود تھا۔ ہم جس شکل میں آ رہے تھے ان کے بارے میں، میں پہلے بھی آپ کو بتا چکا ہوں۔ ہم نے نپال کی سرحد عبور کر لی لیکن نیپال سے تبت میں داخل ہوتے ہوئے ہم پر چھاپہ پڑا اور ہم گولیوں کا شکار ہو گئے میں اتفاق سے بچ گیا۔" میں نے ہولناک لمحات کے بارے میں کچھ واقعات سنائے اور سب دم بخود رہ گئے۔ میں نے انہیں بتایا کہ کس طرح میں ایک تیز رفتار نالے میں گر کر ان سے بچ سکا۔ پھر میں نے مسٹر رابرٹ کی کہانی سنائی اور ترا کوٹ کے سفر تک تفصیل بتائی۔

"خدا کی پناہ۔ بڑی مشکلات کا شکار ہوئے تم۔ ہمارے دلوں میں خدشات ضرور تھے تمہارے بارے میں لیکن اس حد تک نہیں۔ پھر اس کے بعد کیا ہوا ؟"

"اگر ایک شناسا ہستی نہ مل جاتی تو شاید اتنی جلدی میں آپ تک نہ پہنچ پاتا۔"

"معاف کرنا چیف۔ تمہارے اس طرح سفر کرنے کا مقصد ابھی تک ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ اگر تم جائز طریقوں سے یہاں آتے تو کیا حرج تھا۔ مقصد تو یہی تھا کہ یہاں مشترکہ طور پر کام کریں۔" کنور پربھات نے کہا۔

"مرحوم قادر کے ذریعے میں یہاں یہاں کچھ ایسے لوگوں سے روشناس ہونا چاہتا تھا جن کا تعلق جرائم کی زندگی سے ہے اور اپنے کام کے لیے وہ تبت کے گوشے گوشے سے واقفیت رکھتے ہیں۔ خیال تھا کہ ممکن ہے ان میں سے کوئی وِلیتی سے واقف نکل آئے۔"

"آئیڈیا بُرا نہیں تھا۔" طاہر علی نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"وہ شناسا کون تھا جس نے تمہاری مدد کی ؟" حسن صاحب نے درمیان میں مداخلت کی۔

"میکے براؤن۔" میں نے جواب دیا۔ حسن صاحب اور ڈاکٹر طاہر علی کے منہ کھلے رہ گئے تھے۔

"وہ۔ ترا کوٹ میں۔ تبت میں۔" حسن صاحب نے بمشکل کیا۔

"اور اب لہاسہ میں ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ طاہر علی سنسنی خیز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"یہ انہونی نہیں ہے کہ وہ یہاں موجود ہے۔ حیرتناک بات یہ ہے کہ اس نے تمہاری مدد کی۔"

"نہ صرف مدد کی بلکہ اب میں اس کا آلۂ کار بھی ہوں۔ اور اس کے لیے کام کر رہا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"خدا کی پناہ اسے دوبارہ شیشے میں اتار لینا تمہارا ہی کام تھا۔ معمولی بات نہیں ہے وہ تو ہم سب سے بددل ہو کر گیا تھا۔ کیا وہ تنہا یہاں آیا ہے یا ـــ ؟"

"پوری فوج ہے اس کے ساتھ اس وقت بھی اس کے چند فوجی باہر نگرانی کر رہے ہیں۔"

"کس کی ـــ ؟" حسن صاحب بولے۔

"فی الحال میری کر رہے تھے اب آپ کی کریں گے۔" میں نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

"تفصیل ڈیئر۔ تفصیل بتاؤ بڑی سنسنی خیز خبر سنائی ہے۔ جی خوش ہو گیا ہے اسے ہماری یہاں موجودگی کے بارے میں معلوم ہے۔"

"میں اس کا آلۂ کار ہوں اسے یہ اہم اطلاع کیوں نہ دیتا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہ آپ لوگ بھی یہاں مصروفِ عمل ہیں۔"

"ہُوں۔ واقعی کیا۔ اس کے لیے سنجیدہ ہو گئے؟" طاہر علی نے کہا۔

"ذہین ڈاکٹر کے منہ سے یہ الفاظ اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ واقعی یہ شخص دن میں ایک بار حماقت کی کوئی بات ضرور کرتا ہے۔" حسن صاحب نے کہا۔ اور ڈاکٹر طاہر علی ان کی شکل دیکھنے لگا۔ پھر جھنجھلا کر بولا۔

"اب یہ سسپنس ختم کرو غزالی۔ دماغ پھٹ جائے گا!"

"میں نے اسے بتایا کہ میری آپ لوگوں سے کھٹ پٹ ہو گئی ہے اور اب میں صرف اپنے لیے کام کر رہا ہوں حالات ایسے تھے کہ اسے یقین آ گیا اور اس نے مجھے اپنے درمیان شامل کر کے اپنے بیشتر راز مجھے دے دیے۔ میں نے اسے بتایا کہ آپ لوگ بھی یہاں آ چکے ہیں۔ ظاہر ہے آپ کی کارروائیوں کے بارے میں میں نہیں جانتا تھا۔ کرنل آسٹن کے بارے میں، جب میں نے انکشاف کیا تو وہ بدحواس ہو گیا۔ اٹلی کے ایک فوجی باشندے کو ویلینی کے بارے میں جو کچھ معلوم ہو سکتا ہے کسی اور کو کہاں۔ اس نے خواہش ظاہر کی کہ میں اب اس کے لیے دوبارہ آپ لوگوں سے رابطہ قائم کروں اور کسی طرح کرنل آسٹن کے راز معلوم کروں۔ چنانچہ کائی تنگ دو دو کے بعد آپ سے ملاقات ہوئی ہے اور اس کے آدمی میری اس کارروائی کی نگرانی کر رہے ہیں۔"

"اوہ گویا یہاں تمہیں ہماری رہائش گاہ کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔۔۔؟"

"کیسے ہو سکتا تھا۔۔۔؟"

"گڈ۔ گویا ڈبل کراس۔" کنور پربھات نے کہا۔ ڈاکٹر طاہر علی بولے۔

"خود اس سے تمہیں کچھ معلوم ہوا یعنی کوئی ایسی بات جو ہمارے لیے کارآمد ہو۔۔۔؟"

"بہت سی۔" میں نے جواب دیا۔

"وہ کچھ ٹھوس معلومات لے کر آیا ہے۔"

"آپ نے جو کچھ جاپان میں رہ کر معلوم کیا ہے ڈاکٹر۔ اس سے کچھ مختلف لیکن معلومات اسے حاصل ہو چکی ہیں۔ بظاہر یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اس کے پاس بھی کوئی ٹھوس پلان نہیں ہے لیکن میکے براؤن بے حد چالاک انسان ہے۔ اس کے دل کی گہرائیوں میں کیا ہے یہ کون جان سکتا ہے۔"

"اس نے تمہیں کچھ بتایا ہے؟" طاہر علی نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"اور تمہیں یقین ہے کہ اس نے تمہیں غلط راہوں پر ڈالنے کی کوشش نہیں کی ہے؟"

"اگر وہ کوئی بہت ہی گہرائی نہیں رکھتا تو بظاہر یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اب اس کی اور میری منزل ایک ہی ہو گی۔ اگر وہ مجھے غلط راہوں پر لے جا رہا ہے تو انہیں غلط راہوں پر اسے بھی سفر کرنا ہو گا۔"

"گویا اس نے تم پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا ہے؟"

"ہاں، محسوس تو یوں ہی ہوتا ہے۔"

"خیر اس کا تجزیہ تم نے کر لیا ہو گا۔ ہمیں تمہاری بے پناہ صلاحیتوں پر اعتبار ہے مگر اس کی معلومات کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکے گا چیف۔" طاہر علی نے کہا۔

"اس بار بقول اس کے وہ بہت سے لوگوں کو ساتھ لایا ہے۔ ان میں میرے خیال میں سب سے خطرناک ایک شخص ہے۔"

"کون۔۔۔؟"

"جانگ۔ یہ تبتی باشندہ ہے۔ فرانس کی ایک جیل سے میکے براؤن اسے نکال کر لایا ہے وہ ایک خطرناک مجرم ہے اور اب میکے براؤن کا عقیدت مند ہے۔ جانگ ویلینی کی تلاش میں ہے۔ ایک اور کہانی بھی میکے براؤن سناتا ہے کہ تبت کی ایک خانقاہ کے ایک بھکشو نے ایک سیاح کو کچھ قدیم زیورات اور جواہر دے کر ایک آدمی کی تلاش کے لیے مامور کیا تھا۔ اس نے اس شخص کی تصویر بھی اس سیاح کو دی تھی۔ سیاح کسی حادثے کا شکار ہو گیا۔ زیورات پولیس کے ہاتھ لگے اور ان کے بارے میں انکشاف ہوا کہ یہ وہ زیورات تھے جو جرمن فوجوں نے اٹلی کے جوہریوں سے لوٹے تھے۔ گویا اس خزانے کا ایک حصہ جو مونٹ سولاٹ میں دفن تھا۔ گویا یہ بات پایۂ تکمیل تک پہنچ گئی ہے کہ مونٹ سولاٹ کا خزانہ اب کم از کم مونٹ سولاٹ میں نہیں ہے۔" میں نے ان لوگوں کی شکلیں دیکھیں سب کے چہرے اتر گئے تھے۔

"پھر۔۔۔؟" ڈاکٹر طاہر علی نے پوچھا۔

"کچھ لوگ وہ خزانہ حاصل کر چکے ہیں۔"

"مگر وہ بھکشو کون تھا۔۔۔؟" کرنل آسٹن نے پوچھا۔

"سمبو تورا۔" میں نے انکشاف کیا اور سب لوگ اچھل پڑے۔

"کون۔ کون۔۔۔؟" طاہر علی نے ڈوبتے لہجے میں کہا۔

"سم۔ بو۔ تورا۔" میں نے ٹکڑوں میں جواب دیا۔

"یہ نام۔ گویا یہ نام۔ تم۔ تم سن چکے تھے۔۔۔؟"

"یقیناً۔ جب آپ نے غزالی کے سامنے یہ نام لیا تھا تو میں نے انہیں چونکتے ہوئے دیکھا تھا۔" کنور پربھات نے جواب دیا۔

"اوہ میرے خدایا کہانی تو الجھتی ہی چلی جا رہی ہے۔ سمبو تورا کے پاس وہ زیورات کہاں سے پہنچے؟"

"یہ بات تو پہلے الجھی ہوئی تھی اب سلجھی ہے ڈاکٹر صاحب۔ پہلے میں الجھا ہوا تھا کہ سمبو تورا کون ہے اور یہ زیورات اس کے پاس کہاں سے آئے۔ لیکن آپ نے اس کا جواب پیش کر دیا ہے۔"

"یعنی۔۔۔؟"

"سمبو تورا ویلینی کے لڑکوں کی نگہداشت کر رہا تھا کیا اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ وہ ویلینی کا آدمی ہے۔"

"ہاں۔ بیشک۔" حسن صاحب بولے۔

"گویا ویلینی وہ خزانہ وہاں سے نکال چکی ہے؟"

"یہ بات تقریباً طے شدہ ہے۔"

"پھر ہم کیا کریں گے۔۔۔؟" کنور پربھات بولا۔

"جو کچھ حاصل کیا جا سکتا ہے ویلینی سے ہی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ وہ حکومت اٹلی کی مجرم ہے بلکہ کئی حکومتوں کو اس کی تلاش ہے۔ ویلینی پر گرفت کی جا سکتی ہے بشرطیکہ وہ ہمارے ہاتھ لگ جائے۔" میں نے پرخیال انداز میں کہا۔

"بہت مشکل ہے بے حد مشکل۔" حسن صاحب نے مایوسی سے کہا۔

"مشکل ضرور ہے ناممکن نہیں ہے۔" ڈاکٹر طاہر علی نے ہاتھ مسلتے ہوئے کہا۔

"راہب سمبو تورا نے جو تصویر اس سیاح کو دی تھی جانتے ہیں وہ کس کی تھی؟" میں نے کہا۔

"کس کی تھی۔۔۔؟"

"بوڑھے بابا کی۔" میں نے کہا۔ اور حسن صاحب نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ "بس غزالی بس۔ اب دماغ پھٹ جائے گا۔ خدا کے لیے بس۔" انہوں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا کنور پربھات کرنل آسٹن اور ڈاکٹر طاہر علی بھی گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔

تھوڑی دیر تک مکمل خاموشی رہی پھر ڈاکٹر طاہر علی نے کہا۔ "بیشک معاملات پراسرار ہیں۔ سمبو تورا ممکن ہے اب ویلینی کے ان آدمیوں میں سے ہو جو اس کے دست راست ہیں۔ یہ کام ایک اہمیت اختیار کر چکا ہے۔ ہمیں ہمت نہیں ہارنی چاہیے حسن۔ ویلینی خود اس خزانے کو نہیں ہضم کر سکتی۔ اگر وہ اسے مونٹ سولاٹ سے حاصل کر چکی ہے تو اسے اس میں سے ہمارا حصہ دینا ہو گا۔"

"جو دل چاہے فرض کر سکتے ہو ڈاکٹر۔ ایک درخواست میں بھی کروں گا۔" حسن صاحب نے کہا۔

"کیا۔۔۔؟"

"میں اس خزانے سے دست بردار ہوتا ہوں میں پہلے بھی اس میں جنون کی حد تک دلچسپی نہیں لے رہا تھا ویسے بھی میں اس سلسلے میں کسی نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کر سکتا تھا۔ مجھے اپنی صلاحیتوں کا احساس ہے تم لوگ اگر چاہو تو اپنا کام جاری رکھو میں پورے خلوص سے یہ بات کہہ رہا ہوں۔"

"اب اتنا پریشان ہونے کی ضرورت بھی نہیں ہے حسن۔ خزانے کا حصول کیا ہے بس ایک تفریح ہو رہی ہے اسے جاری رکھو۔ دوستوں کا ساتھ بھی رہے گا تم خواہ مخواہ الجھ رہے ہو۔" طاہر علی نے کہا۔

"میکے براؤن سے میری براہ راست ٹھن جائے گی۔ اور پھر سنو میں پورے خلوص سے کہہ رہا ہوں۔ غزالی اگر چاہیں تو بصد خلوص میں انہیں اس کام کو جاری رکھنے کی اجازت دیتا ہوں۔ اس کے علاوہ تم لوگ بھی اپنا مشن جاری رکھو۔ میں ایک اور ذمہ داری سنبھالے لیتا ہوں۔"

"کیا۔۔۔؟"

"کنور چاہیں تو اپنی کچھ گھریلو ذمہ داریاں مجھے سونپ دیں، اوشا کا خیال رکھوں گا۔ ہما بیٹی تو خیر میرے پاس ہی ہے۔ تم لوگ یقین کرو گے کہ میں پورے خلوص سے یہ بات کہہ رہا ہوں۔"

"خیر اس موضوع پر ہم بعد میں گفتگو کر لیں گے۔ ان حالات کی روشنی میں غزالی اب تمہارا کیا پروگرام ہے۔۔۔؟"

"روشنی ہی روشنی ہے ڈاکٹر۔ سمبو تورا کی تلاش۔ ویلینی کی تلاش۔ اگر مل جائیں تو پھر خزانے کی تلاش۔" غزالی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"فرض کرو حسن۔ چلے جائیں تو تمہارا کیا پروگرام رہے گا۔۔۔؟"

"جو آپ لوگوں کا متفقہ فیصلہ ہو۔"

"میں ایک بات اور کہوں۔ میں واپس چلا جاتا ہوں غزالی میری نمائندگی بھی کریں گے۔"

"کیوں غزالی۔۔۔؟"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"غزالی بیٹے جس کام سے میں الجھ رہا ہوں اسے کس طرح انجام دے سکتا ہوں تم خود سوچو خواہ مخواہ کسی جگہ بوجھ بن جاؤں گا، تم سب کے لیے تم لوگ اپنا کام جاری رکھو میں اس معاملے میں واقعی بزدل ہوں۔"

"ٹھیک ہے حسن صاحب۔ اگر آپ یہ چاہتے ہیں تو ہم آپ کو مجبور نہیں کریں گے۔ میں آپ کی سیٹ بھی سنبھالے لیتا ہوں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے کہا۔

"مجھ سے جو مفادات تمہیں حاصل ہو سکتے ہیں وہ سب حاصل ہوں گے جیسے ٹائیگر چانگ۔ وہ اب تمہارے احکامات کی تعمیل کرے گا۔ تم چاہو گے میں اس سے تمہاری ملاقات کرا دوں گا۔"

"اس کے لیے رکنا پڑے گا۔ بہرحال حالات پوری طرح آپ لوگوں کے علم میں آچکے ہیں اب جو بھی متفقہ فیصلہ ہو۔" میں نے کہا۔

ایک بار پھر خاموشی چھا گئی تھی۔ سب ہی ان واقعات کے طلسم میں گرفتار تھے ڈاکٹر طاہر علی نے اس طلسم کو توڑا۔" ہم اس سلسلے میں چیف کے فیصلے کے ہی منتظر ہیں۔ حسن بھی اپنے طور پر کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ چیف آپ آگئے ہیں ہمارے لیے جو حکم بھی ہو۔"

"میرے خیال میں ڈاکٹر صاحب۔ حسن صاحب کو مجبور کرنا درست نہیں ہو گا۔ میں ان کی جگہ ہوں۔ حالات واقعی انتہائی پیچ و خم رکھتے ہیں اور کوئی بات یقینی نہیں ہے۔ حسن صاحب کے ذریعہ چانگ سے ملاقات مناسب رہے گی لیکن طاہر علی صاحب یہ ملاقات آپ کریں۔ میرا غائبانہ تعارف ضرور کرا دیں اس سے تاکہ جب مجھے اس کی ضرورت پیش آئے تو میں اس سے کام لے سکوں۔ میکے براؤن سے میں مسلسل رابطہ رکھتا ہوں اور اسے یہ یقین دلا دیتا ہوں کہ میں اس کے لیے کام کر رہا ہوں۔ اس طرح اس کی مصروفیات بھی علم میں رہیں گی ممکن ہے کوئی بات اسے ہم سے پہلے معلوم ہو جائے۔ اس بات کا خیال رکھا جائے کہ براؤن کے آدمی آپ کا تعاقب بھی کر سکتے ہیں۔ محتاط رہنا سخت ضروری ہے۔"

"میں چانگ سے سمبوتورا کے بارے میں پوچھوں؟" طاہر علی نے کہا۔

"ہاں ضرور۔ اس سے بات کریں۔"

"تمہارا اب کیا پروگرام رہے گا۔"

"میں دوبارہ آپ میں شامل ہو گیا ہوں لیکن حسن صاحب نے اس بات کی شدید مخالفت کی ہے جبکہ آپ لوگ میرے حق میں تھے اور اسی وجہ سے حسن صاحب ہمارا ساتھ چھوڑ رہے ہیں۔ بات ذرا وزن دار ہو جاتی ہے جبکہ حسن صاحب جانے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ اگر ایسی بات نہ ہوتی تو دوسری شکل اختیار کی جاتی۔ اس کے علاوہ کرنل آسٹن کی معلومات بھی میکے براؤن کو پہنچائی جائیں گی تاکہ میں اس کا اعتماد حاصل کر سکوں۔"

"چیف جس طرح مناسب سمجھیں۔" ڈاکٹر طاہر علی نے کہا۔ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد طاہر علی نے کہا۔" ابھی چلے جاؤ گے یا ہمارے ساتھ بھی کچھ وقت گذارو گے۔؟"

"ایک اور دن یہاں رک جانے میں کوئی حرج نہیں۔"

"میں تمہارا کمرہ کھلوائے دیتا ہوں۔" طاہر علی نے کہا۔

"ہرگز نہیں۔ کسی کے ساتھ ٹھہر جاؤں گا اس کمرے کو چھوڑ دیں۔" میں نے کہا۔ اور طاہر علی نے گردن ہلا دی۔" تمام لوگ میری سلامتی سے خوش تھے۔ بہت سی باتیں ہوئیں اور پھر رات ہو گئی۔ کھانے کے بعد حسن صاحب سے تنہائی میں بات چیت ہوئی۔" میں اس مسئلے میں سنجیدہ ہوں غزالی۔ یہ معلومات ان لوگوں کے حوالے کرو اور خود ان سے معذرت کر لو ہمیں خزانے کی ضرورت نہیں کتنی پریشانیاں اٹھانی پڑی ہیں تمہیں۔ اگر خدانخواستہ سرحدی محافظوں کے ہنگامے میں تمہیں بھی کوئی نقصان پہنچ جاتا تو کیا ہوتا، اپنے بچوں کو بھی منہ دکھانے کے قابل نہ رہتا۔ لعنت ہے ایسے خزانے پر ہمیں محنت کا پیسا ہی راس ہے۔ اگر تم بذات خود اس میں دلچسپی رکھتے ہو تو میں تمہیں نہیں روکوں گا۔"

"اس کام کو میں آخری حد تک جاری رکھنا چاہتا ہوں حسن صاحب اگر آپ کی اجازت ہو۔" میں نے کہا۔

"نہیں۔ میں تمہیں صرف اس لیے روکنا چاہتا ہوں کہ میں خود بھی اس سلسلے میں کام نہیں کر رہا جبکہ میں نے خود ہی تمہیں اس طرف متوجہ کیا ہے حالات کی اس قدر پیچیدگی کا مجھے بھی اندازہ نہیں تھا۔ بہرحال تم اگر دلچسپی لے رہے ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن میں خود کو اس قابل نہیں پاتا تمہیں اندازہ ہو گا کہ میں بہت عرصے سے الجھ رہا ہوں۔"

اسی لیے میں نے بھی آپ کو روکنے پر اصرار نہیں کیا۔"

"ممکن ہو سکا تو میں ایک آدھ دن میں ہی یہاں سے چلا جاؤں گا۔ چانگ کو میں خفیہ طور پر ہدایت کر دوں گا کہ وہ صرف تمہارے احکامات پر عمل کرے۔"

"ٹھیک ہے۔ کل صبح کو میں نکل جاؤں گا۔ آپ اگر میری غیر موجودگی میں بھی چلے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ واپسی پر ملاقات ہو گی۔"

بہت دیر تک حسن صاحب سے گفتگو ہوتی رہی دوسرے لوگوں کے آجانے پر یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔ طاہر علی نے کہا" میں نے تو بہت کوشش کی لیکن کسی ایسے شخص کو تلاش کرنے میں ناکام رہا جو تمہاری نگرانی کر رہا ہو۔"

"براہ کرم آپ ایسی کوشش نہ کریں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

دوسرے دن ناشتے کے بعد میں اُن سے رخصت ہو کر چل پڑا۔ کنٹین کی زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ یہاں تک آتے ہوئے بھی میں نے تعاقب کو نگاہ میں لانے کی کوشش کی تھی لیکن اب تو وہ سکھ نوجوان بھی نظر نہیں آیا تھا بہرحال اس کی کوئی فکر نہیں تھی۔ ہوٹل میں کوئی مصروفیت نہیں تھی۔ مجھے ندرت کا خیال آیا۔ جی چاہا کہ اس کے بارے میں معلوم کروں کہ وہ خود کہاں ہے۔ اس خیال کی تکمیل سے خود کو باز نہ رکھ سکا۔ اور باہر نکل آیا۔ موسم ابر آلود تھا اور جھیل میں شکارے تیر رہے تھے۔ سات نمبر کا شکارہ خالی ایک کنارے سے لگا کھڑا تھا۔ دفعتاً مجھے وہی ویٹرس یاد آگئی اور میں سروس شکاروں پر نگاہ ڈالنے لگا۔ لڑکی کو بڑی مشکل سے پہچانا تھا کیونکہ یہاں کی لڑکیاں بڑی حد تک ہمشکل تھیں یا پھر لگ رہی تھیں۔ وہ سروس شکارے پر ہی تھی۔ میں اس کا انتظار کرتا رہا۔ جب وہ کنارے پر اتری تو میں اس کے قریب پہنچ گیا "ہیلو"

"یس پلیز۔" لڑکی خوش اخلاقی سے بولی۔

"کل تم نے سات نمبر کے شکارے پر مجھے ایک لڑکی کا پیغام دیا تھا۔" میں نے کہا۔ اور ویٹرس غور کرنے لگی پھر بولی

"کوئی غلطی ہو گئی ہے سر۔۔۔؟"

"تمہیں یاد ہے یا نہیں۔۔۔؟"

"میں بھول گئی ہوں۔" اس نے معذرت آمیز انداز میں کہا۔

"اچھا یہ بتاؤ یہ شکارے صرف ہوٹل میں مقیم گاہکوں کے لیے ہیں یا باہر کے لوگ بھی انہیں حاصل کر سکتے ہیں؟"

"نہیں جناب۔ کوئی بھی مہمان انہیں حاصل کر سکتا ہے۔ وہ جو ہوٹل میں آئے۔"

"اوہ۔ اچھا ٹھیک ہے شکریہ۔"

"میں کوئی خدمت کر سکتی ہوں؟"

"نہیں مجھے اسی لڑکی کی تلاش تھی۔ شکریہ۔" میں نے کہا اور ویٹرس آگے بڑھ گئی۔

میکے براؤن سے ابھی نہیں ملنا چاہتا تھا۔ کچھ وقت گذار لینا مناسب سمجھا اور پھر تیسرا دن اسی ہوٹل میں گذار دیا۔ دوسرے لوگوں کو بھی میں نے ہدایت کر دی تھی کہ کنٹین میں مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہ کریں۔ دوسرے دن میں لہاسہ دیکھنے نکل پڑا۔ ایک انوکھی زندگی میرے سامنے تھی۔ ہندو اور سکھ یہاں بہت زیادہ تھے ان کے کاروبار خوب چل رہے تھے بعض علاقے تو ہندوستان ہی معلوم ہوتے تھے۔ شام تک اس زندگی کا تجزیہ کرتا رہا۔ شام کو میں نے طاہر علی وغیرہ سے ملاقات کی ان کے ساتھ رات کا کھانا کھایا اور پھر کنٹین واپس آگیا۔

کمرے میں داخل ہوا تھا کہ ایک ویٹرس پلیٹ میں چٹ رکھے ہوئے اندر آگئی۔ میں نے چٹ اٹھا کر پڑھی تو لکھا تھا۔

"کافن میں انتظار کر رہا ہوں۔ براؤن۔" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میکے براؤن انتظار نہ کر سکا۔ کافن کے بارے میں اس نے مجھے تفصیلات بتا دی تھیں۔ حالانکہ ابھی اس سے نہیں ملنا چاہتا تھا لیکن اب میں نے بلا لیا تھا۔

ہوٹل سے باہر نکلا تو ایک ٹیکسی میرے پاس آکر رک گئی۔ اسٹیرنگ پر وہی سکھ نوجوان تھا۔ اس نے جلدی سے پچھلا دروازہ کھول دیا۔" آیئے صاب جی۔۔۔!"

"کہاں سے جاؤ گے۔۔۔؟" میں نے اسے مشتبہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کافن۔" اس نے جواب دیا۔ اور میں گہری سانس لے کر ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔ ٹیکسی چل پڑی۔ ڈرائیور خاموش تھا۔ میں نے بھی اس سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ راستے خوب پُررونق تھے۔ ٹیکسی نے طویل فاصلہ طے کیا تھا۔ راستے میں کافی حصہ سنسان بھی تھا لیکن کافن جہاں واقع تھا وہاں خوب رونق تھی۔

عجیب جگہ تھی۔ میں اندر داخل ہوا تو عجیب سا احساس ہوا۔ یوں لگا جیسے کسی قدیم مقبرے میں آگیا ہوں۔ فضا میں خوشبوئیں رچی ہوئی تھیں، لوگ موجود تھے مگر کوئی آواز نہیں تھی۔ ہوٹل کی شکل بھی کسی تابوت جیسی تھی۔ پتلی راہداریاں جنہیں دو آدمی ساتھ ساتھ چل کر طے نہیں کر سکتے تھے۔ ان کے درمیان گھٹن تھی۔ نہ جانے کون سے نظریے کا اظہار کیا گیا تھا۔ پھر ایک کھلی جگہ آیا۔ اور پھر ایک گوشے میں شمع جلتی نظر آئی یہ شمع ایک میز پر رکھی ہوئی تھی اور اس کے گرد کچھ بیٹھے ہوئے تھے۔ قریب پہنچ کر میکے براؤن اور جولیا کو پہچان لیا ایک تیسرا شخص بھی تھا جو میرے پہنچتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ یہ کوئی سفید فام ہی تھا۔ وہ کچھ کہے بغیر چلا گیا۔ اور میکے براؤن نے خوش اخلاقی سے میرا استقبال کیا۔ جولیا شکایتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔" بیٹھو گا زالی۔ کیسے ہو۔۔۔؟"

"بالکل ٹھیک۔" میں نے جواب دیا۔

"کھانا تو کھا چکے ہو گے۔ یہ بتاؤ کیا پیو گے؟"

"اب کچھ نہیں وقت بہت ہو چکا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اناناس کی چائے شاید تم نے نہ پی ہو۔ عمدہ چیز ہے چکھ کر دیکھو۔" میکے براؤن نے کہا۔ اور میز پر رکھی گھنٹی پر ہاتھ مار دیا۔ ویٹر نے چند لمحات میں کرسٹل کے خوبصورت جگ اور گلاس میز پر سجا دیے تھے۔ جولیا اس دوران بالکل خاموش

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہی تھی۔ چائے واقعی عمدہ اور عجیب تھی۔ اس کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتے ہوئے براؤن نے کہا۔ "کیا رہا — ؟"

"آپ انتظار نہیں کر سکے مسٹر براؤن۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"بالکل محسوس نہ کرنا۔ بس بے چینی تھی۔"

"اس کے باوجود کہ آپ کے آدمی میرا مسلسل تعاقب کر رہے تھے۔" میں نے کہا۔

"کیا مطلب ؟" میکے براؤن آہستہ سے بولا۔

"اس میں کوئی حرج نہیں تھا مسٹر براؤن یقیناً آپ نے ان لوگوں کو یہ ہدایات بھی دی ہوں گی کہ اگر میں کسی الجھن میں پھنس جاؤں تو میری مدد کریں۔"

"کن لوگوں کی بات کر رہے ہو ؟"

"ان میں یہ بھی تھا جو مجھے یہاں لایا ہے۔ میں کہہ چکا ہوں کہ مجھے اس پر اعتراض نہیں ہے اطمینان یوں تھا کہ میں جانتا تھا ان لوگوں کے ذریعہ آپ کو صورت حال معلوم ہو گئی ہو گی۔"

"تم شاندار ہو گازالی۔ ذہین اور چوکس۔ مجھے مسلسل ثبوت مل رہے ہیں۔" میکے براؤن نے فوراً پینترا بدل لیا۔

جولیا نے ملبے ملبے گھونٹ لے کر اپنا گلاس خالی کر دیا تھا۔ پھر وہ غرّا کر بولی۔ "آپ خود ہی بے اعتمادی کی فضائیں پیدا کر رہے ہیں ڈیڈی۔"

"اوہ۔ نہیں جولی۔ یقین کرو وہ سب گازالی کے خفیہ مددگار تھے۔" میکے براؤن بولا۔

"جولی۔ اس کا خیال مت کرو۔ ہاں مسٹر براؤن ان لوگوں سے میری ملاقات ہو گئی ہے۔ آپکو معلوم ہو چکا ہو گا کہ میرے اور ان کے درمیان کیا گفتگو ہوئی ہے۔"

"ارے نہیں اب اس حد تک بھی نہیں۔ نہ میں نے اس کی کوشش کی۔ خدا کی قسم ایسی کوئی بات نہیں۔" براؤن جلدی سے بولا۔

"وہ سب متعجب رہ گئے تھے۔ چار افراد ہیں۔ کنور پربھات سنگھ، کرنل آسٹن، حسن صاحب اور طاہر علی۔ حسن صاحب مجھ سے سخت برگشتہ ہیں انہیں اس پر بھی اعتراض ہے کہ میں تبت میں کیوں موجود ہوں۔ میں ان کے خیال میں آستین کا سانپ ہوں۔ کیونکہ ایک غیر متعلقہ شخص ہونے کے باوجود صرف ان کی دی ہوئی رعایت کی وجہ سے میں اس معاملے میں ملوث ہوا ہوں اور مجھے حق نہیں پہنچتا کہ میں ان بڑے لوگوں کی برابری کروں۔" میں نے تلخ لہجے میں کہا۔

"ہونہہ۔ بڑے لوگ۔" میکے براؤن نے طنزیہ کہا۔

"دوسرے لوگوں نے کسی ردّعمل کا اظہار نہیں کیا۔ ڈاکٹر طاہر علی خاص طور سے میرے حق میں تھے اور انہوں نے حسن صاحب کو اس سلسلے میں سمجھانے کی کوشش بھی کی تھی۔ لیکن مسٹر حسن کسی بھی طرح میرا ساتھ قبول کرنے کو تیار نہیں تھے۔"

"تو کیا تم نے انہیں اپنا ساتھ پیش کیا تھا ؟" میکے براؤن نے سوال کیا۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، میں اس طرح ان سے ملا جیسے اچانک ملاقات ہو گئی ہو، کنور پربھات سنگھ سے میری ملاقات وہیں پر ہوئی تھی میرا مطلب ہے حسن صاحب کی کوٹھی میں۔ کنور پربھات مجھے پہچانتا تھا، جس وقت میں ان لوگوں کے پاس پہنچا، تو کنور پربھات باہر لان پر چہل قدمی کر رہا تھا۔ میری اس سے ملاقات ہوئی اور اُس نے مجھے دیکھ کر سخت حیرت کا اظہار کیا اور پھر اُسی نے مجھے ان لوگوں کی موجودگی کی اطلاع بھی دی۔

میں نے اس سے یہ بھی کہا کہ وہ مجھ سے ملنا پسند نہیں کریں گے لیکن کنور پربھات نہ مانا، اس نے مجھے اندر چلنے کی پیشکش کی۔ اس طرح میں نے اس ملاقات کو بالکل ہی اتفاقیہ رنگ دے دیا تھا۔ ان لوگوں نے مجھے دیکھا۔ ڈاکٹر طاہر علی، کرنل آسٹن اور حسن صاحب تینوں ہی ایک جگہ موجود تھے۔ ڈاکٹر طاہر علی تو چونک کر حیرت سے کھڑا ہو گیا۔ حسن صاحب کے چہرے پر طنزیہ تاثرات پھیل گئے اور انہوں نے میرے سلام کا بھی جواب نہیں دیا۔

ڈاکٹر طاہر علی نے مجھ سے یہاں آنے کی وجہ پوچھی تو میں نے بے باکی سے کہہ دیا کہ جس مقصد کے لیے وہ بڑے لوگ یہاں پہنچے ہیں، میں چھوٹا سا آدمی بھی یہی خواہشات لے کر تبت میں داخل ہوا ہوں۔ اس پر حسن صاحب چراغ پا ہو گئے اور انہوں نے سخت لہجے میں کہا کہ مجھے اس کا کوئی حق نہیں پہنچتا، کیونکہ یہ ساری معلومات ان کی وجہ سے مجھے حاصل ہوئی ہیں انہوں نے مجھے اور بھی کچھ ایسی سخت سست باتیں کہیں، جن کے جواب میں، میں نے ان سے کہا کہ چونکہ میں ان کا نمک کھا چکا ہوں اس لیے اُن کی باتوں کا جواب نہیں دوں گا، ورنہ میرے پاس بھی زبان موجود ہے۔"

"گڈ ویری گڈ، پھر کیا ہوا ؟" میکے براؤن نے دلچسپی سے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔ ڈاکٹر طاہر علی، حسن صاحب سے کہنے لگے کہ غزالی اس سلسلے میں بے قصور ہے اور اس نے ایسی کوئی بات نہیں کی جو ان کے لیے اتنی ناخوشگوار ہو، اس پر حسن صاحب

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے کہا کہ انہیں مجھ پر اب ذرا بھی اعتبار نہیں ہے۔ میں نے اُلٹے ہاتھ رہ کر ان کے سینے میں چھرا گھونپا ہے اور یقیناً ان کے ذریعے معلومات حاصل کرنے کے بعد ہی میں نے بوڑھے بابا کو وہاں سے غائب کرایا ہے۔

حسن صاحب سخت برگشتہ تھے جبکہ کنور پربھات اور کرنل آسٹن بھی انہیں سمجھا رہے تھے، لیکن وہ کسی طور ماننے کو تیار نہیں تھے، یہاں تک کہ ڈاکٹر طاہر علی ان سے کچھ تلخ ہو گیا۔ اس نے کہا کہ وہ کسی بھی سلسلے میں کوئی یکطرفہ فیصلہ قبول نہیں کرے گا، حسن صاحب کو تمام لوگوں سے تعاون کرنا چاہیے۔ جس پر حسن صاحب نے ان سے کہا کہ وہ کسی خزانے وغیرہ سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے صرف دوستوں کا ساتھ تھا جس کی بنیاد پر وہ یہاں تک آ گئے، وہ واپس بھی جا سکتے ہیں۔"

"خوب خوب۔ واقعی دلچسپ صورت حال پیدا ہو گئی۔ پھر۔" میکے براؤن نے پوری پوری دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔

"بس میں نے بھی کسی طرح اپنی کمزوری کا اظہار نہیں کیا۔ میں نے انہیں بتایا کہ میں اتنا بے حیثیت بھی نہیں ہوں جتنا وہ سمجھ رہے ہیں اور نہ ہی میں ان کے پاس کسی غرض سے پہنچا ہوں، میں تو اتفاقیہ طور پر ہی ادھر نکل آیا تھا اور کنور پربھات سے میری ملاقات ہو گئی تھی۔ بہرطور دوستوں کے اصرار پر حسن صاحب نے خاموشی اختیار کر لی۔ پھر میں نے ان لوگوں سے جانے کی اجازت چاہی، ڈاکٹر طاہر علی نے مجھ سے پوچھا کہ اگر وہ مجھ سے دوبارہ ملاقات کرنا چاہیں تو کہاں ملاقات کر سکتے ہیں، اس پر میں نے انہیں کنٹین کا پتا بتا دیا، بس اتنی ہی گفتگو ہوئی ہے میرے اور اُن کے درمیان۔" میں نے کہا اور میکے براؤن پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا، تھوڑی دیر تک وہ کچھ سوچتا رہا، پھر بولا۔

"میرے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار مت ہونا گازالی اگر تمہیں ان لوگوں پر اعتراض ہے جو تمہارا تعاقب کرتے رہے ہیں، تو ان کے لیے اتنا ہی سن لو کہ تم غلط فہمی کا شکار ہو، یہ اجنبی جگہ ہے تمہارے لیے، اگر کسی الجھن میں پھنس جاؤ گے تو تمہیں بروقت امداد مل جائے گی۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں مسٹر میکے براؤن۔ لیکن اس طرح مجھے یہ احساس ہوا کہ آپ ان تمام تر باتوں کے باوجود مجھ سے مطمئن نہیں ہیں — ؟"

"ڈیڈی مجھے بھی آپ سے یہی شکایت ہے، آپ کچھ بھی کہہ لیں لیکن یہ کارروائی ہر طرح سے غیر اخلاقی تھی۔" جولیا نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔

"نہ جانے کیوں تم لوگ میرا مقصد نہیں سمجھ رہے۔ گازالی پر مجھے مکمل اعتماد ہے اور جو لوگ اس کی نگرانی کر رہے تھے انہیں ہدایت تھی کہ جس وقت بھی گازالی کسی الجھن کا شکار ہو اس کی مدد کی جائے۔"

"اس کے باوجود ڈیڈی۔ گازالی جو نہیں چاہتے وہ کیوں کیا جاتا ہے۔"

"ٹھیک ہے اب نہیں ہو گا۔ اس چھوٹی سی بات کو مسئلہ نہ بناؤ۔ گازالی پلیز یہ صرف میری تشویش تھی اگر تم نے اسے محسوس کیا ہے تو سوری۔ آئندہ ایسا نہیں ہو گا۔"

"میں مطمئن ہوں مسٹر براؤن۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا پروگرام ہے اب — ؟"

"آپ سے رہنمائی چاہتا ہوں۔" میں نے کہا اور میکے براؤن کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے گردن اٹھا کر کہا۔

"وہ لوگ کس حد تک کامیاب ہوئے ہیں اس بارے میں تو کچھ نہیں معلوم ہو گا۔"

"اس کی نوبت ہی کہاں آئی — ؟"

"اب آئے گی، تمہیں بڑی محنت سے اپنا کردار انجام دینا ہے۔ ان لوگوں پر یہ ظاہر کرو جیسے تم کچھ پُراسرار کارروائیاں کر رہے ہو، لیکن اس طرح کہ وہ غیر محسوس انداز میں اس سے روشناس ہوں۔ اس طرح کم از کم ڈاکٹر طاہر علی تم سے ضرور متاثر ہو گا اور تمہیں ا نے درمیان جگہ دینے پر مصر ہو جائے گا۔ تم خود ذہین انسان ہو۔ حالات کے تحت کارروائی کر سکتے ہو۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں چاہتا کہ ان لوگوں کی معلومات حاصل کر لوں۔ اور خاص طور سے۔ گازالی کسی طرح یہ کرنل آسٹن ہمارے ہاتھ نہیں آ سکتا۔"

"مشکل ہے۔ وہ کنور پربھات کا دوست ہے۔ میں نہیں جانتا کہ دونوں ایک دوسرے کے لیے کیا حیثیت رکھتے ہیں۔"

"چلو چھوڑو ان باتوں کو لیکن ان میں داخل ہو کر تم کرنل آسٹن سے اس کی معلومات تو حاصل کر ہی سکتے ہو۔"

"ہاں۔ میں اس میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا۔" میں نے کہا۔

"اوکے۔ جانگ کی واپسی سے پہلے تمہیں یہ کام کر لینا ہے۔ ممکن ہے جانگ کے آنے پر ہمیں یہاں سے کہیں اور جانا پڑے۔"

"جانگ ستائیس تاریخ کو واپس آئے گا نا۔"

"ہاں!"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میرے خیال میں اس وقت تک میں کامیاب ہوجاؤنگا۔"

"میں تمہاری کامیابی کے لیے دعاگو ہوں۔" میکے براؤن نے کہا۔

"مجھے اجازت ـــ ؟" میں نے پوچھا۔

"اب اس وقت جاکر کیا کرو گے۔ صبح کو چلے جانا۔" جولیا نے کہا۔

"نہیں جولی مناسب نہیں ہوگا۔ ڈاکٹر طاہر علی کسی بھی وقت مجھے فون کر سکتا ہے۔"

"ہاں جولی۔ گازالی ٹھیک کہتے ہیں۔ اوکے گازالی۔ ہری سنگھ باہر موجود ہے وہ تمہیں کنٹین چھوڑ دے گا۔" میکے براؤن نے کہا۔ جولیا باہر تک میرے ساتھ آئی تھی۔

"کچھ ناراض ناراض نظر آرہی ہو جولی ـــ ؟"

"ناراض نہیں ہوں۔ پریشان ہوں۔"

"کیوں ـــ ؟"

"نہ جانے تم سب پر کیا دیوانگی طاری ہوگئی ہے۔ عیش و آرام سکون کی زندگی چھوڑ کر ان ہنگاموں میں الجھ گئے ہو۔ ڈیڈی بھی پاگل ہوگئے ہیں اور دوسرے سب بھی۔ میں تمہاری جدائی نہیں برداشت کر سکتی یوں لگتا ہے جیسے۔ جیسے تم ان ہنگاموں میں گم ہوجاؤ گے۔ مجھے حاصل نہ ہو سکو گے۔"

"اب اس حد تک آگے بڑھ آئے ہیں جولی تو کچھ وقت اور سہی تم خود کو سنبھالے رکھو۔"

"اپنا فون نمبر بتاؤ۔" جولیا نے کہا۔ میں نے ایک لمحہ غور کیا اور پھر جولیا کو فون نمبر دے دیا۔ اس کے بعد میں ہری سنگھ کے پاس پہنچ گیا۔ ہری سنگھ تیار تھا اس نے جلدی سے ٹیکسی کا دروازہ کھول دیا۔ کنٹین تک کا سفر خاموشی سے طے ہوا تھا نہ ہری سنگھ نے مجھ سے کوئی بات کی تھی نہ میں نے۔ کنٹین پہنچ کر اپنے کمرے میں داخل ہوگیا۔ رات بہت گذر چکی تھی۔ بستر میں گھس گیا۔ دماغ کو اب الجھنیں برداشت کرنے کی عادت ہوگئی تھی اس لیے نیند نہ آنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔

دوسری صبح بھی دس بجے آنکھ کھلی تھی۔ شکر تھا کسی نے ڈسٹرب نہیں کیا تھا۔ غسل سے فارغ ہوکر ناشتہ طلب کرلیا۔ ویٹرس نے بتایا کہ میرے لیے فون کال تھی۔ آپریٹر نے اس سے میرے بارے میں پوچھا تھا تو ویٹرس نے کہہ دیا کہ میں ابھی سو رہا ہوں۔ کال آپریٹر نے نوٹ کرلی ہے۔

"تمہارے اس تعاون کا شکریہ ڈیئر۔" میں نے کہا۔ ناشتے سے فارغ ہوکر ہی میں نے آپریٹر سے رابطہ قائم کیا تھا۔ "جی ہاں جناب۔ مسٹر طاہر علی کی کال تھی نمبر نوٹ کیجیے آپ انہیں فون کرلیں۔" آپریٹر نے جواب دیا۔

"شکریہ آپریٹر۔" میں نے جواب دیا۔ اور فون بند کر کے صوفے کی پشت سے ٹک گیا۔ فیصلہ کرنا تھا کہ اب کیا کرنا ہے طاہر علی سے ملاقات کی جائے۔ میکے براؤن کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ وہ مکار انسان تھا۔ ظاہر ہے وہ قیامت تک میری طرف سے مطمئن نہیں ہو سکتا تھا۔ ہونا بھی نہیں چاہیئے تھا خود میری نیت ہی کونسی ٹھیک تھی۔

ویسے درحقیقت حسن صاحب کا ان معاملات سے نکل جانا ہی بہتر تھا۔ وہ شریف آدمی تھے ایسے ہنگاموں سے گھبراتے تھے۔ اگر حالات خطرناک رخ اختیار کر گئے تو سب سے زیادہ نقصان انہیں ہوگا۔ سچی بات یہ ہے کہ ان کے علاوہ مجھے کسی کی پروا نہیں تھی سب اپنی مرضی کے مالک تھے اور اپنی حفاظت کے ذمہ دار تھے۔ حسن صاحب کی حفاظت مجھ پر فرض تھی کیونکہ وہ میرے محسن تھے اور محسن کے والد تھے۔ محسن میرے لیے بڑی حیثیت رکھتا تھا اور تنویر۔ اگر کوئی گڑبڑ ہوگئی تو حسن صاحب کی وجہ سے سوچنا پڑے گا اگر وہ ہی اس کھیل سے نکل جائیں تو پھر میں آزاد تھا۔ میرا کیا تھا آگے "ناتھ تھی نہ پیچھے" پگا"۔ جو دل چاہے گا اپنی مرضی سے کروں گا۔

ندرت کے سلسلے میں، نہ جانے کیوں آج تک میں کسی کے سامنے زبان نہیں کھول سکا تھا۔ بعض اوقات تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ندرت نے غیر محسوس انداز میں میری زبان پر تالا لگا دیا ہو۔ یہ سوچ کر ایک عجیب سا احساس ہوتا تھا لیکن غور کرتا تو خود ہی اپنے خیال کی نفی کرنی پڑی۔ ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ میں خود ہی ندرت کو دوسروں سے چھپائے ہوئے تھا۔ اس کا کردار ہی ایسا تھا کہ اسے کوئی نقصان پہنچانے کو جی نہیں چاہتا تھا۔

بہرحال حسن صاحب کے علاوہ اور کوئی ایسا نہیں تھا جس کی وجہ سے مجھے پریشانی ہوتی۔ میں نے لباس تبدیل کیا اور باہر نکل آیا۔ ایک ٹیکسی مجھے لے کر مطلوبہ جگہ چل پڑی۔ راستے میں خیال آیا کہ میرے ذریعہ میکے براؤن کو ان لوگوں کے بارے میں بھی معلوم ہوچکا ہے۔ اس لیے یہ یقینی امر ہے کہ اب ان لوگوں کی بھی نگرانی ہورہی ہوگی۔ یاد نہیں آیا کہ میں نے اس سلسلے میں انہیں ہوشیار کیا تھا یا نہیں۔

تھوڑی دیر کے بعد میں ان کے پاس پہنچ گیا۔ سب نے میرا استقبال کیا تھا۔ اور پھر ہم ایک کمرے میں جمع ہوگئے۔

"یہاں سے جانے کے بعد کہیں گئے تھے ـــ ؟" طاہر علی نے پوچھا۔

"نہیں ـــ آپ کو یہ خیال کیسے آیا ـــ ؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"اس کی کوئی خاص وجہ نہیں۔ صبح کو دیر تک سوتے رہے تھے اس لیے پوچھ رہا تھا۔ یا پھر یونہی رات کو جاگتے رہے تھے۔"

"نہیں آپ کا خیال درست ہے۔ میکے براؤن سے صبر نہیں ہو سکا تھا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ گویا ـــ ؟"

"ہاں رات ہی کو اس نے مجھے بلوا بھیجا تھا۔ میں نے آپ لوگوں سے کہا تھا کہ اس کے آدمی میرا مسلسل تعاقب کر رہے ہیں۔ اسے معلوم ہوگیا کہ میں آپ سے مل چکا ہوں۔"

"گڈ۔ کیا کہنے لگا ـــ ؟"

"وہی سب کچھ جو اسے کہنا چاہیئے تھا۔ میں بتا چکا ہوں کہ میں نے آپ لوگوں کے بارے میں اس سے کیا کہا تھا۔ بس اسی کی روشنی میں اس سے بات ہوئی۔ ہاں ایک سوال کا جواب دیں۔ اس دوران آپ لوگوں کی کیا مصروفیت رہی ـــ ؟"

"کس دوران ـــ ؟" حسن صاحب نے پوچھا۔

"مجھ سے ملاقات کے بعد۔"

"غالباً کچھ بھی نہیں۔ ہم لوگوں نے یوں بھی خود کو محدود رکھا ہے زیادہ باہر نہیں نکلے۔ کیوں طاہر ـــ ؟"

"ہاں مگر میں غزالی کا مقصد سمجھ رہا ہوں۔ کیوں غزالی تمہارے خیال میں میکے براؤن کے آدمیوں نے ہماری بھی نگرانی شروع کر دی ہوگی ـــ ؟" طاہر علی نے کہا۔

"سو فیصدی۔ نہ صرف نگرانی شروع کردی ہوگی بلکہ اس بات کا امکان بھی ہے کہ آپ کا فون ٹیپ کرلیا ہوگا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا کوئی آدمی یہاں اس ہوٹل میں مستقل ہی آگیا ہو تاکہ آپ لوگوں پر نگاہ رکھے۔" میں نے کہا۔

"یہ بات میں نے کل رات ہی کنور سے کہی تھی۔ میں غیر محتاط نہیں ہوں کیوں کنور ـــ ہاں فون کا خیال میرے ذہن میں نہیں آیا تھا لیکن شکر ہے ہم نے چنگ لی وغیرہ سے بھی فون پر گفتگو نہیں کی۔" طاہر علی نے کہا۔ کنور پربھات نے اس کی تصدیق کی تھی۔

"ایک نگاہ باہر ڈال لیں ڈاکٹر صاحب۔" میں نے کہا اور سب ایک دم محتاط ہوگئے۔ ڈاکٹر طاہر علی اس طرح اٹھے جیسے باتھ روم جا رہے ہوں لیکن دروازے کے ہول کی رینج سے باہر نکلتے ہی وہ ایک دیوار کے قریب پہنچ گئے اور پھر کھسکتے ہوئے دروازے کے قریب پہنچ گئے انہوں نے ہینڈل پر ہاتھ رکھا اور پوری قوت سے دروازہ کھول دیا۔

سب سنسنی کا شکار تھے۔ میں طاہر علی کے بارے میں اندازہ لگا لیا تھا۔ اس ٹیم میں سب سے مستعد شخصیت تھی ان کی۔ باہر شاید کوئی نہیں تھا۔ طاہر علی باہر نکل گئے اور پھر واپس آکر بولے۔

"راہداری سنسان پڑی ہے۔"

"دروازہ بند کردیں۔ حسن صاحب آپ کا کیا پروگرام ہے؟" میں نے کہا۔

"بھئی میری خواہش ہے کہ مجھے جانے دو۔ میں اکتا گیا ہوں اور بڑی بیزاری محسوس کر رہا ہوں۔"

"آپ چلے جایئے حسن صاحب۔ یہی مناسب ہے۔"

"نہ جاتے تو اچھا تھا میں نے بات کی تھی حسن سے۔" ڈاکٹر طاہر علی نے کہا۔

"نہیں ڈاکٹر صاحب۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ میں ان کا نعم البدل موجود ہوں۔" میں نے کہا۔

"پارٹی لیڈر کی حیثیت سے بھی تمہاری بات ماننا ہمارا فرض ہے۔" طاہر علی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میکے براؤن کو بھی میں نے ہی اطلاع دی ہے کہ حسن صاحب واپس جارہے ہیں اور اس کی وجہ میں ہوں۔"

"کیا مطلب ؟" طاہر علی نے پوچھا اور میں نے پوری تفصیل بتادی۔ طاہر علی نے تحسین آمیز انداز میں کہا۔

"بہت عمدہ۔ اس طرح تم نے اس پر سکہ جما لیا۔ بہرحال حسن جانا چاہتے ہیں تو ضرور چلے جائیں ان کی کمی کا احساس ہوتا رہے گا یہ خود بھی الجھے رہیں گے۔"

"میں وقتاً فوقتاً چنگ لی سے رابطہ قائم کر کے آپ لوگوں کے بارے میں معلوم کرتا رہوں گا۔" حسن صاحب نے کہا۔

"اوکے اوکے۔ ان حالات میں یہ ٹھیک ہے مگر غزالی اب آئندہ پروگرام کیا رہے گا ـــ ؟"

"ہمیں ستائیس تاریخ کا انتظار کرنا ہوگا جانگ سمبوتورا کے بارے میں معلومات حاصل کرنے گیا ہے۔ وہ ستائیس تاریخ کو واپس آئے گا۔ میرے خیال میں اتفاقیہ طور پر ہمارے اور میکے براؤن کے راستے یکساں ہیں۔ اس وقت سمبوتورا ہی ٹارگٹ ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے ڈاکٹر۔ اس کے علاوہ کوئی اور بات آپ کے ذہن میں ہے ـــ ؟"

"نہیں۔"

"جانگ اگر سمبوتورا کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کرلیتا ہے تو میکے براؤن مجھے ان سے بے خبر رکھے گا۔ یا اگر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایسا کرے گا بھی تو میں اس سے بے خبر نہیں رہوں گا۔ براؤن کی بیٹی جولیا وہاں میری نمائندہ ہے وہ مجھے حالات سے باخبر رکھے گی۔ اس کے بعد ہم لوگ جانگ کی معلومات سے فائدہ اٹھائیں گے۔ میرے خیال میں اس سے بہتر طریق کار اور کچھ نہیں ہے۔"

"یقیناً میں تم سے متفق ہوں۔" طاہر علی نے کہا۔

"تو یہ بات طے ہوئی کہ حسن واپس جائیں گے۔" کرنل آسٹن نے کہا۔

"ہاں۔ اب یہ آخری بات ہے۔" حسن صاحب نے کہا۔

دیر تک ان لوگوں سے گفتگو ہوتی رہی۔ پھر میں نے اپنی جیب سے ویلیتی کی تصویر نکالتے ہوئے کہا۔ "یہ تصویر بطور امانت رکھیں اور کرنل، ویلیتی کے بارے میں آپ کے پاس جو ریکارڈ موجود ہے۔ اس کی ایک نقل تیار کرا لیں۔ کیونکہ اصل چیزیں چوری ہونے والی ہیں۔"

"کیا ۔۔۔؟" کرنل آسٹن اچھل پڑا۔

"ہاں کرنل آسٹن۔ آپ کا کام نقل سے بھی چل جائے گا۔"

"مم مگر اس چوری کے بارے میں تمہیں کیسے معلوم کون چرائے گا ان چیزوں کو؟" کرنل آسٹن نے کہا۔

"میں۔ میکے براؤن کے ایما پر بلکہ اس کے لیے ایک اور عمدہ تجویز ہے۔ کیوں نہ کسی اور کے ذریعہ یہ چیزیں چوری کرائی جائیں۔ یہ زیادہ اچھا آئیڈیا ہے۔ کرنل یہ کام آپ کل دن میں ضرور کر لیں۔ تمام اہم چیزوں کی تفصیل طاہر علی صاحب کے پاس محفوظ کرا دیں۔ طاہر علی صاحب آپ سمجھ رہے ہیں نا۔"

"یقیناً چیف۔" طاہر علی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا یہ مناسب ہوگا ۔۔۔؟" کرنل آسٹن نے کہا۔

"چیف کے احکامات سے انحراف کریں گے آپ کرنل!" طاہر علی نے کہا۔

"نہیں یقیناً مسٹر گازالی نے کچھ بہتر سوچا ہوگا۔"

"کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا ہوتا ہے کرنل۔ آپ نقلیں محفوظ رکھیں۔ ہمارا کام ان سے بھی چل جائے گا اور پھر آپ بھول رہے ہیں کہ اب خزانہ مونٹ سولاٹ میں نہیں۔ یہ سب بے مقصد چیزیں ہیں لیکن ان کے ذریعہ ہمیں میکے براؤن کا اعتماد حاصل ہو رہا ہے۔"

"او کے او کے۔ میں سمجھ گیا۔"

"ذرا دیر میں سمجھے کرنل۔ غزالی میکے براؤن پر اسی طرح اپنا اعتماد قائم کر سکتے ہیں ان کی مدد ضروری ہے۔ اور پھر واقعی اب یہ سب بے مقصد چیزیں ہیں۔"

اس دن شام تک ان لوگوں کے ساتھ رہا۔ بمشکل تمام حسن صاحب کے ساتھ تنہائی کے کچھ لمحات میسر ہو سکے تھے۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"پورا دن یہاں گذارنے کا صرف یہی مقصد تھا کہ آپ سے تنہائی میں کچھ گفتگو کرنا چاہتا تھا۔"

"اوہ۔ کوئی خاص بات؟" حسن صاحب نے متجسس لہجے میں کہا۔

"بہت خاص نہیں ہے۔ لیکن آپ سے تنہائی میں گفتگو کرنا ضروری تھا۔ آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ میں نے ایک بار بھی آپ کو روکنے کی کوشش نہیں کی۔ میری خواہش تھی کہ آپ واپس چلے جائیں۔"

"ہاں کچھ احساس تھا مجھے۔ لیکن میں نے اس پر غور نہیں کیا۔"

"آپ کا چلا جانا ضروری ہے۔ معاملات اس حد سے آگے بڑھ چکے ہیں جس تک میکے براؤن اور ہماری پارٹی محدود ہے میں کچھ نئے راستوں سے واقف ہوا ہوں جن کے بارے میں قطعی زبان نہیں کھول سکتا۔ لیکن یہ کافی آگے کی بات ہے حسن صاحب اور اس بات کے امکانات ہیں کہ مجھے میکے براؤن اور طاہر علی دونوں کو ہی چھوڑنا پڑے۔"

"اوہ۔" حسن صاحب کا سانس پھولنے لگا۔

"ان لوگوں کو چھوڑ سکتا ہوں۔ لیکن اگر آپ بھی ان میں شامل رہتے تو میرے لیے مشکل ہو جاتی۔ غیر مخلص میں ان سے بھی نہیں ہوں لیکن جو بات کسی کو نہ بتانے کی ہو وہ انہیں نہیں بتائی جا سکتی اس طرح میرے راستے میں رکاوٹیں بھی پیدا ہو سکتی ہیں۔ آپ سمجھ رہے ہیں نا ۔۔۔؟"

"ہاں کسی حد تک۔"

"اس لیے آپ کا چلے جانا بہتر ہے۔"

"تم فکر مت کرو۔ اب میں فوراً انتظام کروں گا۔ لیکن ایک بات آخری طور پر تم سے کہنا چاہتا ہوں۔"

"حکم ۔۔۔؟"

"خدا کی قسم غزالی۔ میں ایسے ہزاروں خزانوں پر لعنت بھیجتا ہوں جن کے حصول میں تمہاری زندگی کو خطرہ لاحق ہو۔ تم جن حادثوں سے گذر چکے ہو میں ان پر ہی پریشان ہوں اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو ۔۔۔ تم اب بھی اگر چاہو تو میرے ساتھ واپس چلو۔ ان لوگوں سے ہم حلفیہ کہہ دیں گے کہ ہم اس خزانے سے اپنی۔ تمام دلچسپیاں ختم کر چکے ہیں اور اب اگر وہ اسے حاصل کر لیں تو وہ صرف ان کی ملکیت ہوگا۔ ہم قطعی اس پر

کوئی دعویٰ نہیں کریں گے۔ تم مجھے جن الجھنوں سے بچانا چاہتے ہو مجھے بھی تو تمہارے لیے ان کا خیال ہے۔"

"یقیناً آپ کی شفقت اسی طرح میرے لیے بھی ہے جس طرح محسن کے لیے لیکن حسن صاحب میں خود کو آزمانا چاہتا ہوں مجھے یہ سب کچھ کرنے دیں یہ میری خوشی ہے۔"

"ٹھیک ہے بیٹے جس طرح تم پسند کرو۔ چینگ لی سے مل لینا اس کی طرف سے مطمئن رہو۔ ڈاکٹر طاہر علی آگے بڑھ کر کام کرنے کا عادی ہے۔ چینگ کو بھی وہ شیشے میں اتارنے کی کوشش کرے گا لیکن چینگ لی جانتا ہے کہ اسے کس کے لیے کام کرنا ہے۔"

"آپ ہر طرح کا اطمینان رکھیں۔" میں نے کہا اور اس کے بعد کوئی بات نہیں رہی تھی۔

میں کنٹین چلا آیا۔ کوئی کام نہیں تھا اس لیے کنٹین کی تفریحات میں گم ہو گیا۔ کافی دلچسپیاں تھیں یہاں دوسرے دن کسی سے ملنے کا پروگرام نہیں تھا۔ میکے براؤن سے بھی کوئی وعدہ نہیں تھا۔ اس لیے لہاسہ کی سیر کا پروگرام بنا لیا۔ دن کو دس بجے کنٹین سے نکلا تھا شام چھ بجے واپس پہنچا۔ لہاسہ کا یہ دن نہایت خوشگوار گذرا تھا۔ کاؤنٹر سے چابی طلب کی تو کاؤنٹر مین نے اطلاع دی۔

"آپ کی ایک مہمان آئی ہوئی ہیں جناب۔ بہت دیر سے آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔"

"کوئی نام بتایا ہے انہوں نے ۔۔۔؟" میں نے متجسسانہ انداز میں کہا۔ ذہن میں ندرت آئی تھی۔

"شاید جولیا براؤن۔"

"کہاں ہیں ۔۔۔؟"

"باہر جھیل کی سیر کر رہی ہیں مجھ سے آپ کے کمرے کی چابی طلب کر رہی تھیں لیکن یہ اصول کے خلاف ہے۔"

"شکریہ۔" میں نے کہا اور الٹے قدموں باہر نکل آیا۔

جھیل میں بدستور رونق تھی۔ میری نگاہیں جولیا کو تلاش کرنے لگیں لیکن یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ وہ کون سے شکارے میں ہے۔ اس کی آمد نے کوئی خاص تاثر نہیں پیدا کیا تھا۔ گوند قسم کی لڑکی تھی۔ اگر میکے براؤن کے پاس ہی رکنا ہوتا تو زندگی عذاب ہو جاتی۔ بہرحال میکے براؤن نے کم از کم اتنا ضرور کیا تھا کہ اب اپنے آدمیوں کو مجھ پر سے ہٹا لیا تھا آج کی آوارہ گردی کے دوران میں نے اس بات کا خاص خیال رکھا تھا لیکن تعاقب کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ اگر اس کے لیے اس نے کوئی بہت ہی گہری چال چلی ہو تو دوسری بات تھی۔

شکارے اِدھر سے اُدھر آ جا رہے تھے۔ پھر جولیا نے ہی مجھے دیکھ لیا اور اس کا شکارا کنارے پر آ گیا۔

"ہیلو گازالی۔" میں اس کی آواز سن کر چونکا تھا۔

"ہیلو جولی۔"

"میری تلاش میں تھے ۔۔۔؟"

"ہاں۔ ابھی واپس آیا تو کاؤنٹر سے تمہارے بارے میں معلوم ہوا۔"

"اوہ بہت خوبصورت جگہ ہے۔ آئیڈیل۔ یہاں تو تم بہت خوش ہو گے ایک وہ کافن ہے بور جگہ۔ گازالی کیوں نہ ڈیڈی کو بھی مجبور کریں کہ وہ بھی یہیں منتقل ہو جائیں۔"

"جیسا تم پسند کرو۔"

"چلو اپنے کمرے میں چلو۔ مجھے یہاں آئے ہوئے تین گھنٹے ہو گئے۔ کہاں چلے گئے تھے تم ۔۔۔؟"

میں اس کے ساتھ واپس پلٹ پڑا۔ "کہاں چلے گئے تھے تم ۔۔۔؟"

"بس لہاسہ کی آوارہ گردی کرنے۔"

"میں تو اس دوران کافن میں ہی رہی۔ سچ مچ وہ ایک تابوت ہے۔ انتہائی بور۔ مگر میں باہر نکلتی بھی کس کے ساتھ تم تو یہاں ہو اکیلے سیر کرنے میں کوئی لطف بھی نہیں آتا۔ اگر تمہیں کوئی خاص کام نہ ہو تو کل سے میرے ساتھ یہاں کی سیر کرو۔"

کمرے کا دروازہ کھول کر میں اسے اندر لے آیا۔ اس نے کمرے کا جائزہ لیا اور بولی۔ "کنٹین ہر لحاظ سے کافن سے بہتر ہے آج ہی ڈیڈی سے بات کروں گی۔"

"مسٹر براؤن کی کیا مصروفیات ہیں ۔۔۔؟"

"میں نہیں جانتی۔ وہ مجھے اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں مگر میں ان کے ساتھ بور نہیں ہونا چاہتی۔"

"کہیں جاتے ہیں وہ ۔۔۔؟"

"روزانہ۔ صبح دس بجے سے غائب ہیں آج بھی۔ جاتے ہوئے مجھ سے پوچھ رہے تھے کہ میرا کیا پروگرام ہے۔ میں نے بھی آج انہیں ڈاج دے دیا۔"

"کیا مطلب ۔۔۔؟"

"بس اس طرح لیٹ گئی جیسے سونا چاہتی ہوں لیکن جونہی وہ نکلے میں بھی فوراً تیار ہو کر باہر نکل آئی۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ تمہارے پاس آؤں گی لیکن باہر نکلی ہی تھی کہ موالس مل گیا۔"

"موالس کون ہے ۔۔۔؟"

"ہمارا ساتھی ہے۔ احمق اور گدھا پتا نہیں گدھا زیادہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے یا احمق۔ میں اس کی نگاہیں سمجھتی ہوں۔"

"نگاہیں ۔۔۔؟" میں نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"ارے ہاں۔ عشق جھاڑ رہا ہے مجھ سے۔ لیکن۔ اوہ گازالی تم اپنے ذہن میں کوئی خیال نہ کرنا مورالس جیسے ایک ہزار احمق تمہارے راستے میں نہیں آسکتے۔"

میں نے دل میں سوچا کاش مورالس میرے راستے میں آجائے۔ جولیا کہنے لگی۔ "بس لگ گیا میرے پیچھے اسے بھی فرصت تھی میرے کئی گھنٹے برباد کر دیے۔ آخر اسے کائی سو' میں چھوڑنا پڑا۔"

"کائی سو ۔۔۔؟"

"ہاں ایک ایسا ریستوران جس کے دو دروازے تھے۔ باتھ روم کے بہانے اٹھی اور باہر نکل آئی لیکن یہاں آکر بھی سخت کوفت ہوئی کیونکہ تم موجود نہیں تھے۔ مگر یہ جگہ بے حد خوبصورت ہے۔ وقت آسانی سے کٹ گیا۔"

"مسٹر براؤن روزانہ کہاں چلے جاتے ہیں ۔۔۔؟"

"میں نہیں جانتی بس ان کی مصروفیات ہیں۔ پتا نہیں ڈیڈی نے کیوں یہ عذاب مول لیا ہے۔"

میں گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ جولیا سے کوئی کام کی بات نہیں معلوم ہو سکی تھی۔ اور اب اسے برداشت کرنا تھا۔ نہ جانے کب تک کے لیے نازل ہوئی تھی۔ میں کچھ بولنے ہی والا تھا کہ دفعتاً وہ بول پڑی۔ "ہاں ایک بات بتاؤ لیکن سچ سچ ۔۔۔؟"

"پوچھو۔"

"تمہارے لیے اکثر ڈیڈی سے لڑتی رہتی ہوں۔ اس وقت جب تم ڈیڈی سے مل کر آئے تھے تو میرے اور ان کے درمیان کافی تلخ کلامی ہوئی۔"

"کیوں ۔۔۔؟"

"میں نے ڈیڈی سے کہا کہ وہ تم سے مخلص نہیں ہیں تمہیں وہ مقام نہیں دے رہے جو دینا چاہیے تھا۔ میں نے کہا کہ آخر انہوں نے تمہارے پیچھے اپنے آدمی کیوں لگائے تھے کیا اس طرح گازالی ان پر بھروسہ کر سکتے ہیں۔"

"ہوں۔ پھر ۔۔۔؟"

"کیا اب بھی ان کے آدمی تمہارے پیچھے رہتے ہیں ۔۔۔؟"

"پتا نہیں۔ میں نے غور کرنا ہی چھوڑ دیا۔ میں ان سے مخلص ہوں تو پھر مجھے اس کی کیا پروا ہو سکتی ہے۔ ایک ہزار آدمی لگا دیں وہ میرے پیچھے ہیں۔ کوئی کام ان کے مفاد کے خلاف نہیں کر رہا۔"

"مجھے یقین ہے۔ اچھا یہ بتاؤ سات نمبر کے شکارے پر تم نے کسی سے ملاقات کی تھی ۔۔۔؟" جولیا نے کہا اور میرے ذہن میں ایک دم سنسنی پھیل گئی۔

"کب ۔۔۔؟" میں نے خود کو سنبھال کر پوچھا۔

"تین چار دن قبل۔ اس وقت جب ڈیڈی کے آدمی تمہارے پیچھے لگے ہوئے تھے۔"

"یاد کرنے دو جولیا۔ پورا واقعہ سناؤ مجھے۔ میرے ذہن میں نہیں آرہا۔"

"ڈیڈی نے ریلش ہو کر یہ بات مجھے بتائی تھی۔ کہنے لگے گازالی پُراسرار آدمی ہے۔ اس کے بارے میں وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اس وقت ڈیڈی کے آدمی تمہارے پیچھے تھے۔ ایک ویٹریس نے تمہیں کوئی پیغام دیا تھا اور پھر تم اسی کے شکارے پر سات نمبر میں گئے تھے وہ کوئی لڑکی تھی۔"

"اوہ۔ یہ اس دن کی بات ہے جس دن میں کنٹین میں آیا تھا۔"

"ہاں ہاں اسی دن۔"

"مسٹر براؤن تو بہت ذہین ہیں۔ انہوں نے خود کیوں نہیں معلوم کر لیا اس لڑکی کے بارے میں یا ان کے آدمی بالکل احمق ہیں۔ وہ خود اس لڑکی کے بارے میں معلوم کر سکتے تھے۔"

"وہ لڑکی کے پیچھے گئے تھے لیکن اس پر نگاہ نہ رکھ سکے۔ تم مجھے بتاؤ وہ کون تھی۔"

"ایک پیشہ ور لڑکی جسے کسی گاہک کی تلاش تھی۔" میں نے تلخ لہجے میں جواب دیا اور جولیا چونک پڑی۔

"اوہ۔ اوہ مگر تم اس کے پاس کیوں گئے تھے۔"

"جولیا۔ کچھ عقل ہے تمہارے دماغ میں یا۔ مسٹر براؤن کے بارے میں مجھے یقین ہے کہ وہ کبھی کسی کے خلوص پر اعتبار نہیں کر سکتے۔ میں جھیل کے کنارے تنہا کھڑا ہوا تھا۔ اس لڑکی نے شکارے سے مجھے دیکھا اور کسی شناسا کے انداز میں مجھے بلا بھیجا۔ جب میں حیران سا وہاں پہنچا تو کہنے لگی کہ شاید مجھے کسی ساتھی کی تلاش ہے۔ میں اس سے معذرت کر کے واپس آگیا۔"

"میرے خدا۔ بس یہ ڈیڈی خود بھی ذلیل ہوتے ہیں اور مجھے بھی ذلیل کراتے ہیں پلیز گازالی۔ میرے لیے تم ان کی فضول باتیں برداشت کر لو آئندہ میں انہیں بالکل فٹ کر دوں گی۔ میں تم سے وعدہ کرتی ہوں کہ خود ان کی ایک ایک حرکت پر نگاہ رکھوں گی اور اگر اب انہوں نے تم پر شبہے کی نگاہ ڈالی تو۔ تو پھر۔" جولیا غصیلے انداز میں خاموش ہو گئی۔

"مسٹر براؤن نے اس سلسلے میں کیا کہا تھا ۔۔۔؟"

"بس وہی جو میں تمہیں بتا چکی ہوں۔ وہ کہہ رہے تھے کہ آخر وہ لڑکی کون تھی؟"

"تم خود مسٹر براؤن کے اعتماد کا اندازہ لگا لو جولیا۔"

"اس کے بعد یہ سب کچھ نہ ہوگا میرا وعدہ ہے۔ مگر یہ تو بڑی مخدوش جگہ ہے گازالی۔ یہاں کال گرل بھی ہوتی ہیں۔ تم تو بالکل غیر محفوظ ہو۔ خیر کوئی بات نہیں میں یہاں آجاؤں گی۔ تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔" جولیا نے بڑے اعتماد سے کہا۔ بمشکل تمام میں اس سے پیچھا چھڑا سکا تھا۔ میکے براؤن کا حوالہ دینا پڑا تھا جو اس کے لیے پریشان ہوگا۔

جولیا کے جانے کے بعد میں اس کی احمقانہ باتوں پر ہنستا رہا۔ کچھ بھی تھا ابھی یہ لڑکی میرے لیے غنیمت تھی۔ کم از کم میکے براؤن کی حرکتوں کا تو پتا چلتا رہتا تھا۔

دوسرے دن حسن صاحب چلے گئے۔ طاہر علی نے فون کر کے مجھے بلا لیا تھا آخری ملاقات حسن صاحب سے ان کے کمرے میں ہی ہوئی تھی۔ میرے لیے فکر مند تھے میں نے انہیں خوب تسلیاں دی تھیں۔ چلتے ہوئے انہوں نے سرگوشی کے انداز میں کہا تھا۔

"چینگ لی سے رات کو فون پر تفصیلی بات چیت ہو گئی ہے تم جب چاہو اس سے مل سکتے ہو۔"

طاہر علی اور دوسرے لوگ حسن صاحب کو رخصت کرنے گئے تھے۔ میں جان بوجھ کر نہیں گیا تھا تاکہ میرے اور ان کے درمیان اختلاف کا اظہار ہو جائے۔ تھوڑی دیر کے بعد واپس کنٹین چلا آیا۔ اور پھر اسی رات میں کا فن پہنچ گیا۔ میکے براؤن نے میرا پرتپاک خیر مقدم کیا تھا۔

"کوئی نئی اطلاع ۔۔۔؟" میں نے پوچھا۔

"بس اطلاعات کی تلاش میں گھومتا رہتا ہوں۔ جب تک جانگ واپس نہیں آجاتا کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ میں اپنے طور پر مختلف ذرائع سے کام کر رہا ہوں بظاہر کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔"

"میرے پاس آپ کے لیے ایک اطلاع ہے۔"

"کیا ۔۔۔؟" میکے براؤن نے بے اختیار پوچھا۔

"مسٹر حسن واپس چلے گئے۔ اس دوران ان کی دوسرے لوگوں سے بحث چلتی رہی ہے سب سے بددل ہو کر گئے ہیں اور اپنے ہر طرح کے حقوق سے دستبردار ہو گئے ہیں۔"

"وہ کاروباری شخص اس زندگی کو سوٹ بھی نہیں کر سکتا۔ یہ ایک الگ دنیا ہے۔ ویسے بنائے مخاصمت تم ہی تھے ۔۔۔؟"

"میرا خیال ہے ایسی بات نہیں ہے۔ ویسے وہ میری شکل بھی دیکھنے کے روادار نہیں تھے لیکن خزانے کے حصول سے مایوسی بھی ان کی واپسی کی وجہ ہے۔ ان کا خیال تھا کہ اب یہ سب کچھ ناممکن ہے۔ خزانے کا تیا پانچہ ہو چکا ہے۔"

میکے براؤن کسی سوچ میں ڈوب گیا پھر اس نے کہا۔ "دوسرے لوگ ابھی تک پُرامید ہیں۔"

"ہاں مایوس نہیں ہوئے۔"

"اس کی کیا وجہ ہے ۔۔۔؟"

"ابھی تک اندازہ نہیں ہو سکا۔"

"اصل کام یہی ہے ڈیئر۔ بس یہ معلوم کرو کہ انہیں اب کیا امید ہے۔ بلاوجہ ہی وہ وقت نہ ضائع کر رہے ہوں گے اور ہاں وہ کرنل آسٹن یہی نام لیا تھا تم نے ۔۔۔؟"

"ہاں۔"

"اس کے پاس جو کچھ ہے اس کے حصول کے لیے تم نے کیا کیا ۔۔۔؟"

"ابھی تک کچھ نہیں۔ حسن صاحب کی موجودگی میں یہ ممکن بھی نہیں تھا۔ اب کچھ کام بن جائے گا میرے خیال میں۔ اب میں کنٹین چھوڑ دوں گا۔ ان لوگوں کے ساتھ رہ کر ہی کچھ کام بن سکتا ہے۔"

"جولیا کو بھی میں یہی سمجھا رہا ہوں۔ وہ بے وقوف اس بات پر مصر ہے کہ کنٹین میں رہے۔ میں نے اسے یہی بتایا ہے کہ گازالی وہاں نہیں رہے گا پھر کیا فائدہ۔ اور پھر ہم یہاں محفوظ ہیں۔ جانگ کو بھی میں نے اسی جگہ کا پتا دیا ہے۔ یہاں میرے لیے ہر طرح کی آسانیاں ہیں۔"

"ہاں جولی۔ اگر تم میری وجہ سے کنٹین آرہی تھیں تو واقعی بیکار ہے۔ ممکن ہے میں کل ہی کنٹین چھوڑ دوں۔"

"جہاں تم جا رہے ہو وہ کیسی جگہ ہے ۔۔۔؟"

"وہاں تین بوڑھے میری حفاظت کریں گے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

میکے براؤن پُرخیال انداز میں گردن ہلا رہا تھا۔ "کارجاری رکھو گازالی۔ ان لوگوں کے ارادوں سے آگاہ ہونا ضروری ہے۔ ہم ان کے لیے کوئی راستہ کھلا نہیں چھوڑ سکتے۔"

"میں مسلسل کوشش میں مصروف ہوں۔"

"آج رات میں تمہارے ساتھ کنٹین میں رہ سکتی ہوں۔" جولیا نے کہا اور میں چونک کر میکے براؤن کو دیکھنے لگا!

"نہیں۔ یہ مناسب نہیں ہے۔" براؤن نے سخت لہجے میں کہا اور جولیا ٹھنک کر رہ گئی۔ میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا تھا۔ بیباک بیٹی کا کمزور دل باپ اگر اسے اجازت دے دیتا تو۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دوسرے دن صبح کنٹین چھوڑ کر طاہر علی کے پاس پہنچ گیا۔ میرے لیے جو کمرہ حاصل کیا گیا تھا وہ کینسل کر دیا گیا تھا۔ لیکن حسن صاحب کا کمرہ موجود تھا۔ اسی میں میرے قیام کا بندوبست کر دیا گیا۔ وہ لوگ میرے پہنچ جانے سے خوش تھے۔

رات کو ایک خصوصی میٹنگ ہوئی اور اس میں آئندہ پروگرام کے لیے بحث ہونے لگی۔ میں نے پہلے بھی ان لوگوں سے کہا تھا کہ جانگ کی واپسی ہو جائے تو بہتر ہوگا۔ وہ مقامی باشندہ ہے۔ ممکن ہے سمبوتورا کا کھوج نکال ہی لائے۔ اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے بعد ہی کچھ کرنا مناسب ہوگا۔ اس وقت بھی میں نے اپنا یہی موقف دوہرایا۔

"ٹھیک ہے۔ اگر سمبوتورا کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہو جائیں تو پھر ہم کیا کریں گے — ؟"

"اس کے علاوہ کیا کیا جا سکتا ہے کہ سمبوتورا سے خزانے کی حقیقت معلوم کی جائے۔ وہ کسی سیاح کو خزانہ دے سکتا ہے تو ہم بھی اس پر جال ڈال سکتے ہیں۔ دوسری شکل میں یہ اندازہ تو ہو جائے گا کہ خزانہ مل بھی سکتا ہے یا نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں موجودہ حالات بہت الجھے ہوئے ہیں۔ ویلینی کو ہم اسی لیے تلاش کر رہے تھے کہ تاکہ اس سے مونٹ سولاٹ کے اس علاقے کے بارے میں معلوم کریں جہاں خزانہ دفن ہے ویلینی وہ خزانہ نکال چکی ہے تو اب صرف وہی کچھ کارآمد ہو سکتی ہے۔ اور سمبوتورا اس کا دست راست ثابت ہو چکا ہے۔ میرے خیال میں غزالی کی بات درست ہے۔" کنور پربھات نے کہا۔

"میں نے اختلاف نہیں کیا۔ صرف ایک صحیح پروگرام کا تعین کر رہا ہوں۔ کیوں غزالی۔ ہم لوگ کل چنگ لی سے ملاقات کیوں نہ کر لیں — ؟" طاہر علی نے کہا۔

"کوئی حرج نہیں ہے لیکن اس کے لیے احتیاط کرنی ہوگی۔"

"کس سلسلے میں۔"

"میکے براؤن کے آدمی تعاقب کریں گے۔"

"اس کا کوئی حل سوچ لیتے ہیں۔ چنگ لی کو بہ آسانی میکے براؤن کے پیچھے لگا کر اس کا دماغ درست کرایا جا سکتا تھا۔ لیکن اس سے ایک غرض اٹکی ہوئی ہے جس کی وجہ سے اسے برداشت کرنا پڑ رہا ہے۔"

"ابھی اسے برداشت کرنا ہوگا ڈاکٹر صاحب۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ میں جانتا ہوں۔ کل یوں کریں علی الصبح یہاں سے نکل جائیں۔ میں ہوٹل کے عقبی راستے سے جاؤں گا اور — اور کوئی ایسی جگہ تعین کیے لیتے ہیں جہاں میں تم سے مل جاؤں۔ تم اپنے طور پر ان لوگوں کے بارے میں اندازہ لگا لینا۔ یہ میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ —"

"میں سمجھ رہا ہوں ڈاکٹر۔ لیکن اگر انہوں نے عقبی راستے پر بھی نگاہ رکھی ہو تو — ؟"

"کوشش کروں گا کہ انہیں ڈاج دے سکوں۔ تم مجھے بالکل ہی بیکار نہ سمجھو۔" طاہر علی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے وہ جگہ کون سی ہوگی۔ جہاں ہم ملاقات کریں گے — ؟"

"اسٹیل ٹمپل مشہور جگہ ہے۔ ٹمپس ٹاور کے عقب میں ٹمپس پارک ہے وہیں مجھے مل جاؤ۔ ٹھیک گیارہ بجے۔"

"میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔" میں نے جواب دیا۔

دوسری صبح میں جاگا بھی نہیں تھا کہ ڈاکٹر طاہر علی چلے گئے۔ میں ناشتے کے بعد اطمینان سے باہر نکلا تھا۔ اس وقت لاپرواہی سے کام نہیں لینا تھا اس لیے ٹیکسی میں ایک طویل ترین چکر کاٹا اور اندازہ ہو گیا کہ کوئی تعاقب میں نہیں ہے۔ پھر ٹیکسی چھوڑ دی اور ٹمپس پارک تک پہنچتے ہوئے بھی دو ٹیکسیاں تبدیل کیں۔ ڈاکٹر طاہر علی میرے منتظر تھے۔

"کیا رہی — ؟"

"بالکل نارمل مجھے کوئی شبہ نہیں ہو سکا۔"

"تب پھر چلیں۔" میں نے کہا۔

"آؤ۔" طاہر علی بولے۔ یہاں سے نکل کر ہم نے پھر ٹیکسی لی اور چل پڑے۔ طاہر علی نے ڈرائیور کو پتا بتا دیا تھا۔ چنگ شاؤ ایک خوبصورت مقامی طرز کی عمارت تھی جس کے وسیع احاطے میں بہت سے ملکی اور غیر ملکی نوجوان لڑکا ورزشیں کر رہے تھے۔ کہیں کہیں کنگ فو اور کراٹے کی مشقیں ہو رہی تھیں۔

چنگ لی سے ہماری ملاقات ایک وسیع ہال میں ہوئی۔ اس نے بڑے تپاک سے ڈاکٹر کا خیر مقدم کیا تھا۔ ڈاکٹر نے میرا تعارف کرایا تو وہ کسی قدر چونک پڑا۔

"اوہ مسٹر گیزلی۔ میں آپ سے متعارف ہوں اچھی طرح متعارف ہوں۔" اس نے معنی خیز انداز میں کہا۔

"تمہیں مسٹر حسن کے جلنے کا علم ہو گیا ہوگا۔" طاہر علی نے کہا۔

"ہاں۔ مجھے علم ہے۔"

"اور کوئی اطلاع چنگ۔"

"بالکل نہیں مجھے کوئی کام بتائیے۔ ایک سو جوان آپ لوگوں کی ہر طرح مدد کرنے کے لیے تیار ہیں۔"

"ایک نام کے بارے میں تم سے معلومات حاصل کرنی ہیں چنگ۔"

"کیا نام ہے — ؟"

"سمبوتورا۔ یہ شخص بھی تمہاری لائن کا آدمی ہے۔ جاپان کے ایک کلب میں انسٹرکٹر کی حیثیت سے رہا ہے۔ درویش صفت آدمی تھا۔ ان دنوں تبت میں ہے۔ کچھ جانتے ہو اس کے بارے میں۔"

"سمبوتورا۔ چنگ لی نے پر خیال انداز میں کہا۔ "کوئی غیر معروف شخصیت ہے۔ میں اس کا نام پہلی بار سن رہا ہوں۔"

"کچھ معلومات حاصل ہو سکتی ہیں اس کے بارے میں — ؟"

"اگر وہ مارشل آرٹس کے حوالے سے جانا جاتا ہے تو میرے خیال میں اس کے بارے میں معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں۔"

"اس کا تعلق ویلینی سے ہے۔ تمہیں پوری پوری کوشش کرنی ہوگی۔" طاہر علی نے کہا۔

"آپ کا یہ کہہ دینا کافی ہے ڈاکٹر۔ میں اپنی کوشش میں کمی نہیں کروں گا۔ اور کوئی حکم مسٹر گیزلی — ؟"

"اگر اسی شخص کے بارے میں کچھ معلوم ہو جائے مسٹر چنگ تو شاید کچھ کام بن جائے۔" میں نے کہا۔

"آپ اطمینان رکھیں کسی بھی وقت میری ضرورت پیش آئے میں حاضر ہوں۔" چنگ نے اپنے طور پر ہی ہماری خاطر مدارت کی اور پھر ہمیں چھوڑنے باہر تک آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم اپنی مسافت گاہ پہنچ گئے۔ میں نے کرنل آسٹن سے اس کام کے بارے میں پوچھا جو میں نے اس سے کہا تھا۔

"ابھی تک نہیں کرایا۔ میکے براؤن کے آدمیوں سے خوفزدہ ہوں۔"

"آپ اپنا کام کریں مسٹر آسٹن۔ میں اس مسئلے کو بھی جلد ختم کر دوں گا۔ بلکہ آئیے میں خود بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔"

اس دوران میں نے صاف محسوس کیا تھا کہ دو سفید فام ہمارے تعاقب میں ہیں۔ مجھے شدید غصہ آیا تھا۔ ایک کھلی چھت کے ریستوران میں کرنل آسٹن کو بٹھا کر میں باہر نکل آیا۔ دونوں سفید فام فٹ پاتھ پر سجی ہوئی ہینڈی کرافٹ دیکھ رہے تھے ان کی کار سڑک کے کنارے کھڑی ہوئی تھی۔ ان میں سے ایک نے مجھے دیکھا اور دوسرے کو اشارہ کیا۔ دونوں کچھ بوکھلا سے گئے تھے۔ میں ان کے سر پر جا کھڑا ہوا۔ ان کے اعصاب کشیدہ ہو گئے تھے۔

"اس کے بعد اگر میں نے تم دونوں کو اپنے پیچھے دیکھا تو گولی مار دوں گا۔ اس کا خیال رکھنا۔"

"جی۔ وہ سر۔ مسٹر آپ کیا کہہ رہے ہیں ؟" ان میں سے ایک نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"آخری بات۔ اس کے بعد تمہاری شکل نہ دیکھوں۔ ورنہ اپنی موت کے ذمہ دار خود ہو گے۔" میں نے غضب ناک لہجے میں کہا اور واپس مڑ گیا۔ وہ دم بخود رہ گئے تھے۔ ریستوران واپس آ کر میں نے آسٹن کو ساتھ لیا اور وہاں سے نکل آیا۔ ہم دونوں فٹ پاتھ پر دور تک چلے گئے۔ وہ دونوں اپنی جگہ کھڑے رہے تھے یہاں تک کہ وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔

"آپ اپنا کام کر کے واپس چلے جائیں کرنل اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"اوکے۔ تم۔"

"میں کچھ دیر کے بعد واپس پہنچ جاؤں گا۔" میں نے کہا۔ اور آسٹن سر ہلا کر آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے ایک ٹیکسی لی اور اس میں بیٹھ کر کافن چل پڑا۔

میکے براؤن جولیا کے ساتھ کہیں جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر چونک پڑا۔

"اوہ اچانک۔ آؤ خیریت۔"

"جولیا مجھے افسوس ہے کہ مسٹر براؤن اپنی ڈبل چال سے باز نہیں آ رہے۔ اس وقت کے بعد سے مسٹر براؤن میں اعلانیہ آپ سے الگ ہو رہا ہوں آپ کو اجازت ہے کہ آپ جو دل چاہے کریں میں آپ کا مقابلہ کروں گا۔ میں نے آپ کے ان گدھوں کو بھی وارننگ دے دی ہے۔ بس اتنا ہی کہنے آیا تھا۔"

"گازالی۔ پلیز سنو تو۔ آؤ بیٹھو پلیز۔ کیا بات ہوئی۔ کیا ہو گیا میں نہیں سمجھا۔" براؤن نے سخت تعجب سے کہا۔

"اپنے علاوہ آپ سب کو بے وقوف سمجھتے ہیں مسٹر براؤن۔ کیا آپ کے خیال میں وہ لوگ اس بات سے واقف نہیں ہیں کہ کچھ نامعلوم لوگ ان کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ آپ نے میری شخصیت بھی ان کی نگاہوں میں مشکوک کر دی ہے۔ میں کہتا ہوں جب آپ نے۔"

"لیکن گازالی۔ میں نے انہیں ہدایت کر دی تھی کہ وہ صرف ان کے معمولات پر نگاہ رکھیں تمہارے لیے تو۔"

"ان معمولات پر نگاہ رکھ کر آپ کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کے خیال میں آپ کے احمق ساتھیوں کے تعاقب سے واقف ہو کر وہ اپنے معمولات جاری رکھیں گے۔ وہ محتاط نہ ہو جائیں گے۔"

"تو وہ لوگ جانتے ہیں — ؟"

"جی ہاں اور باہر آنے جانے کے لیے اطمینان سے عقبی راستے استعمال کرتے ہیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اوہ مائی گاڈ" میکے براؤن حیرت سے بولا

"انہوں نے اپنی سرگرمیاں اس وقت تک کے لیے بند کر دی ہیں جب تک وہ ان نامعلوم لوگوں کے بارے میں معلومات نہ حاصل کر لیں۔ مجھ پر بھی وہ فوراً ہی تو اعتبار نہیں کریں گے۔ کرنل آسٹن مجھے لے کر باہر نکلا تھا۔ وہ مجھے کہیں لے جانا چاہتا تھا۔ لیکن آپ کے دو ذہین ساتھی سرخ رنگ کی ایک کار میں ہمارے تعاقب میں چل پڑے۔ مجھے تو آپ پر اعتماد تھا مسٹر براؤن اس لیے میں نے غور بھی نہیں کیا۔ لیکن آسٹن نے انہیں دیکھ کر پروگرام ملتوی کر دیا۔ میں اصرار بھی نہیں کر سکتا تھا اور اسے یہ بھی نہیں بتا سکتا تھا کہ ان کا تعلق میکے براؤن سے ہے"

میکے براؤن نے بوکھلا کر جولیا کی طرف دیکھا اور پھر ہکلاتے ہوئے لہجے میں بولا "غور کرو۔ خود سوچو۔ وہ تمہارا تعاقب نہیں کر رہے تھے اس دن کے بعد سے کسی نے تمہارا تعاقب نہیں کیا۔ عجیب احمق ہیں کمبخت۔ آخر تمہارے پیچھے کیوں چل پڑے"

"لیکن مسٹر براؤن۔ مجھے نہ ڈاکٹر طاہر علی سے دلچسپی ہے نا ہی میں آپ کا محتاج ہوں۔ میں تنہا زیادہ پرسکون تھا اور"

"نہیں پلیز نہیں۔ اب ہمارا تمہارا ہمیشہ کا ساتھ ہے تم غور تو کرو اس میں تم پر بے اعتمادی کہاں ثابت ہوتی ہے وہ تو"

"میں خود ان لوگوں کے درمیان گیا تھا مسٹر براؤن ملجانا چاہتا تھا، مجھے ان سے کوئی غرض تھی"

"نن نہیں"

"آپ کے ساتھی کی حیثیت سے ہی ان تک پہنچا ہوں"

"ہاں۔ یقیناً"

"پھر ان کے پیچھے لگے رہنے کی کیا ضرورت ہے کیا آپ کے مفاد کی باتیں میں نوٹ نہیں کروں گا۔ کیا ان کے کھل کر کام کرنے سے مجھے بہتر معلومات نہیں حاصل ہو سکیں۔ آپ جانتے ہیں ان کے درمیان میری پوزیشن معمولی ہے۔ کیا مجھے اپنی محنت سے ہی ان کا اعتماد نہ حاصل کرنا ہو گا۔ کیا اس طرح میں کچھ معلوم کر سکتا ہوں"

"تم مجھے ہدایت کر دیتے۔ میں اس سے انحراف نہ کرتا۔ میں سب کو ہٹا لوں گا۔ تم کہہ کر تو دیکھتے۔ یقین کرو گازالی میں بے قصور ہوں اس سلسلے میں۔ براہ کرم میری طرف سے بدظن نہ ہو" میکے براؤن کا انداز خوشامدانہ تھا۔ مجھ سے زیادہ وہ جولیا سے پریشان تھا۔ اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ جولیا اس پر کس طرح حاوی ہے۔

جولیا نے سرد لہجے میں کہا "گازالی میں جانتی ہوں تم صرف میری وجہ سے پس رہے ہو۔ ڈیڈی تمہیں آج تک نہیں سمجھ سکے۔ گازالی میرے علاوہ تمہیں اور کوئی نہیں سمجھ سکا۔ سنو گازالی اب بہت ہو گیا ہے۔ میں تم سے کہتی ہوں۔ ہاں میں تمہیں اجازت دیتی ہوں کہ ڈیڈی سے اب کوئی تعاون نہ کرو۔ وہ تم پر اعتبار نہیں کرتے وہ شاید اس دنیا میں کسی پر اعتبار نہیں کرتے۔ انہوں نے مجھے بھی بھٹکانے کی کوشش کی تھی لیکن... اس میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ ڈیڈی، گازالی اب تمہارا ساتھ نہیں دے گا"

"کیا بکواس کر رہی ہو جولیا۔ میں کہہ چکا ہوں جو صورتحال ہے میں بتا چکا ہوں اس کے باوجود۔ گازالی یہ تو بے وقوف ہے تم سمجھ گئے ہو گے۔ اور پھر میں تو کسی بات سے انحراف نہیں کر رہا۔ میں نے کہا تھا کہ اب میرا کوئی آدمی تمہارے یا کسی کے قریب نہیں پھٹکے گا۔ یہ تو اس وقت تک کی بات تھی جب تم ان لوگوں کے درمیان نہیں پہنچ گئے تھے۔ اور یہ صرف اتفاق ہے کہ"

"اس کے باوجود ڈیڈی۔ میں صرف اپنے لیے گازالی کو اتنا ہلکا نہیں کرنا چاہتی۔ میری وجہ سے اس کی شخصیت مسخ ہو گئی۔ آہ کیا کیا نہیں برداشت کیا اس نے میرے لیے"

مجھے ہنسی روکنا مشکل ہو رہا تھا۔ مس جولیا بہت زیادہ خوش فہمی کا شکار تھیں۔ حالات سنبھالنا تھے اس لیے میں نے کہا۔ "اب مجھے کام کرنے دیں مسٹر براؤن صرف وہ کریں جو میں کہوں۔ آپ اپنے طور پر جو کچھ کر رہے ہیں مجھے اس پر اعتراض نہیں ہے لیکن جو کچھ میں کر رہا ہوں اس میں روڑے نہ اٹکائیں"

"یسوع کی قسم ایسا ہی ہو گا" میکے براؤن جلدی سے بولا۔

"ایک اطلاع ہے آپ کے لیے"

"ہاں کہو" میکے براؤن ہمہ تن گوش ہو گیا۔

"کرنل آسٹن دو سو آٹھ میں ہے آپ کے آدمی جانتے ہیں۔ جس الماری میں اس کے لباس لٹکے ہوئے ہیں اسی میں ایک لفافے میں وہ چیزیں موجود ہیں جو آسٹن اٹلی سے لایا ہے۔ رات کو نو بجے میں ان لوگوں کو لے کر نیچے ہال میں چلا جاؤں گا۔ آپ کے ساتھی کسی طرح آسٹن کا کمرہ کھول کر وہ چیزیں نکال سکتے ہیں۔ یہ وہی بہتر جانتے ہیں۔ ساڑھے دس بجے سے پہلے یہ کام ہو جانا چاہیئے"

"اوہ۔ اوہ۔ لیکن تم خود" براؤن نے کہا۔

"قطعی مناسب نہیں ہو گا مسٹر براؤن۔ میں ان کی نگاہ میں مشکوک نہیں ہونا چاہتا۔ آپ خود غور کریں"

"ٹھیک ہے۔ میں نے تو ایسے ہی کہہ دیا تھا۔ میں یہ کام پوری ذمہ داری سے کر لوں گا تم مطمئن رہو"

"ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ مسٹر میکے براؤن میں آپ سے یہ آخری درخواست کر رہا ہوں کہ میرے راستوں میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش نہ کریں۔ اگر آپ کو کبھی یہ محسوس ہو کہ میری طرف سے کوئی ایسی کارروائی ہو رہی ہے جو آپ کے مفاد کے خلاف ہے تو اس کے بعد آپ کو آزادی ہو گی کہ آپ اپنے مفادات کی نگرانی کریں۔ میرے ذہن میں یہ خیال نہ پیدا ہونے دیں کہ میں آپ سے مخلص ہونے کے باوجود آپ کی نگاہ ہوں میں شکوک و شبہات کا شکار ہوں۔ آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان احساسات کے ساتھ کوئی کام نہیں کیا جا سکتا" میکے براؤن چند لمحات خاموش رہا۔ پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس کے بعد تمہیں شکایت نہیں ہو گی"

میکے براؤن سے رخصت ہو کر میں چلا آیا۔ اب تک کی تمام کارروائی بخیر و خوبی چل رہی تھی۔ حالات جوں کے توں دلچسپ تھے۔ اتنی ہنگامہ خیزیاں ہو چکی تھیں لیکن اگر ان کا حساب کرنے بیٹھتا تو آج بھی روز اول کی طرح اپنے ہاتھ میں کچھ نہ پاتا۔ واقعات کی الجھنیں جوں کی توں برقرار تھیں لے دے کر ایک ندرت کا کارڈ ہاتھ میں رہ جاتا تھا اس سے کیا انکشاف ہوتا ہے بس یہ دیکھنا تھا۔

آج رات کی کارکردگی کے لیے پلاننگ کرنے لگا۔ کرنل آسٹن اور دوسرے لوگوں کو صورتحال بتا ہی چکا تھا اور ریجنل کاغذات کی چوری درحقیقت کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ یہ کاغذات بھی اسی ڈائری کی مانند تھے جو حسن صاحب کے پاس موجود تھی اور جس کا کوئی خاص مصرف نہیں تھا سوائے اس کے کہ چند باتیں علم میں آ گئی تھیں۔ واپس پہنچنے کے بعد ان لوگوں کے ساتھ ہی وقت گزرا۔ کرنل آسٹن اپنا کام کر کے واپس آ چکا تھا تمام کاغذات کی نقول طاہر علی کے پاس موجود تھیں۔ ندرت کی وہ تصویر بھی انہیں اور ریجنل کاغذات کے ساتھ رکھ دی گئی تھی جو درحقیقت ندرت کی نہیں تھی بلکہ بقول کرنل آسٹن کے یہ تصویر ویلینی کی تھی۔ وعدے کے مطابق میں ان لوگوں کو لے کر نیچے ہال میں آ گیا اور اس کے بعد ہم اپنے طور پر گفتگو میں مصروف ہو گئے۔ ہال میں مختلف پروگرام پیش کیے جا رہے تھے لیکن میرے ساتھ موجود بوڑھوں کو ان پروگراموں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ کسی ایک نے بھی ان رقاصاؤں پر تبصرہ نہیں کیا جو مقامی رقص پیش کر رہی تھیں اور جس میں تقریباً تمام ہی نوجوان دلچسپی لے رہے تھے۔ طاہر علی نے ہنس کر کہا۔

"کیسی دلچسپ بات ہے کہ ہمارے کمروں میں چوری ہو رہی ہے اور ہم اس سے واقف ہونے کے باوجود یہاں بیٹھے ہوئے ہیں" میں بھی اس بات پر مسکرا دیا پھر میں نے چونک کر پوچھا۔

"ڈاکٹر صاحب کاغذات کی وہ نقول کیا آپ کے سامان میں محفوظ ہیں ۔۔۔ ؟"

"نہیں بھائی۔ میں ذرا جاسوسی ناول وغیرہ پڑھتا رہا ہوں۔ دیہات کی زندگی سے تو میرا کوئی واسطہ نہیں رہا ہے لیکن نوجوانی کی عمر میں، میں نے جرم و سزا کی بے شمار کہانیاں پڑھی ہیں۔ اس بات کو مدنظر رکھا تھا میں نے کہ کہیں میکے براؤن کے فرمانبردار یہ نہ سوچیں کہ ممکن ہے دوسرے لوگوں کے سامان میں بھی ایسی ہی قیمتی چیزیں موجود ہوں۔ تم سمجھ رہے ہو نا میں تو کرنل آسٹن کے سامان کی طرف سے ہی متفکر ہوں کہ ان کاغذات کے ساتھ ساتھ کہیں ان کی کچھ اور قیمتی چیزیں نہ غائب ہو جائیں اس لیے میں نے کاغذات کا پیکٹ اپنے پاس محفوظ کر لیا ہے"

"اس میں کوئی شک نہیں ڈاکٹر صاحب کہ آپ کی نوجوانی کی عمر میں پڑھی ہوئی جاسوسی کہانیاں اس وقت کارآمد ثابت ہو رہی ہیں۔ یہ آپ نے بڑا اچھا کیا واقعی اگر ان کاغذات کی نقول وہاں رہ جاتیں تو ان کے لیے خطرہ ہو سکتا تھا۔ باقی جہاں تک بات رہی کرنل آسٹن کی قیمتی چیزوں کی، اس کے لیے آپ بالکل مطمئن رہیں۔ میں میکے براؤن کے حلق میں ہاتھ ڈال کر وہ تمام چیزیں واپس لے آؤں گا" میں نے کہا اور سب ہنسنے لگے۔

"وہ لوگ وقت کی پابندی کریں گے نا" کرنل آسٹن نے سوال کیا۔

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر کرنل آسٹن کو دیکھا۔

"کم از کم چوری کے معاملے میں تو وقت کی پابندی کرنا چاہیئے۔ وہ چور بھی کس کام کے جو دیے ہوئے وقت پر اپنا کام پورا نہ کر سکیں"

"دراصل میں ان فضولیات سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتا جو میرے سامنے ہیں۔ چنانچہ میں چاہتا ہوں کہ چور۔ چوری کرنے کے بعد واپس چلے جائیں تو میں اپنے کمرے میں پہنچوں" کرنل آسٹن نے کچھ اس انداز میں کہا کہ سب کو ہنسی آ گئی۔

"ہاں بھئی چوروں کو تو کم از کم وقت کی پابندی کرنی ہی چاہیئے۔ زندگی کے اور شعبوں میں تو یہ خوبیاں ختم ہو ہی چکی ہیں" ڈاکٹر طاہر علی نے کہا۔

بہرطور وقت گزرتا رہا اور جب ہمیں یہ اندازہ ہو گیا کہ وہ لوگ اپنا کام کر کے واپس جا چکے ہوں گے تو ہم ہال سے اٹھ گئے۔ سب ہی کرنل آسٹن کے کمرے کی جانب چل پڑے تھے۔ میں نے اطراف کا اچھی طرح جائزہ لے لیا تھا۔ ان لوگوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے بارے میں یہ اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ کہیں ان میں سے کوئی موجود تو نہیں ہے لیکن بظاہر ایسے آثار نظر نہیں آرہے تھے۔ کرنل آسٹن کے کمرے کا تالا بند تھا۔ ہم اندر داخل ہوئے اور کرنل آسٹن نے پلٹ کر دروازہ بند کر دیا پھر اس نے اپنی ڈریسنگ الماری کا جائزہ لیا اور مطمئن انداز میں گردن ہلا کر بولا۔

"گڈ۔ گڈ وہ لوگ اپنا کام کر چکے ہیں"

"تب آرام کریں کرنل میرا خیال ہے خاصا وقت ہو گیا ہے"۔ میں نے کہا اور اس کے بعد ہم لوگ اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔ اب اس موضوع پر گفتگو کرنے کے لیے کچھ بھی نہیں تھا۔ میں نے چونکہ ان لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ میکے براؤن جانگ کا انتظار کر رہا ہے۔ جانگ واپس آجائے تو اس کے بعد ہی میکے براؤن کے بارے میں پتا چل سکتا ہے اور جب ہمیں ان اقدامات کے بارے میں پتا چل جائے گا تو ہم سمبو تورا کے سلسلے میں کچھ کر سکیں گے۔ اس وقت تک کے لیے مکمل خاموشی اختیار کر لی جائے۔ پارٹی لیڈر کی حیثیت سے میری یہ بات تسلیم کر لی گئی تھی۔ ویسے بھی ان لوگوں کے پاس کرنے کو کچھ نہیں تھا لیکن دوسری صبح ناشتے کے بعد ڈاکٹر طاہر علی نے مجھ سے درخواست کی کہ میں تھوڑی دیر اس کے ساتھ باتیں کروں اور میں اس کے کمرے میں پہنچ گیا۔

"غزالی۔ کیا تمہارے خیال میں واقعات طویل نہیں ہوتے جا رہے۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے اس سلسلے میں ہم کوئی موثر کارروائی نہ کر پا رہے ہوں۔ یہ چنگ لی بھی بالکل ہی بیکار آدمی ہے۔ سمبو تورا کے بارے میں بھی اسے کچھ معلوم نہیں ایسی کون سی ترکیب کی جائے جس کے ذریعے ہمیں اس تک پہنچنا نصیب ہو سکے۔؟"

"اگر کوئی تجویز آپ کے ذہن میں ہے ڈاکٹر صاحب۔ تو آپ پورے اطمینان کے ساتھ مجھے بتائیں میں اس پر عمل کرنے کے لیے تیار ہوں"

"نہیں۔ نہیں میرا یہ مقصد نہیں ہے۔ بس پتا نہیں کیوں واقعات کی اس طوالت سے اکتاہٹ ہو رہی ہے کوئی منزل تو ملے کوئی راستہ تو ملے۔ یہ فیصلہ تو ہو سکے کہ ہم اس خزانے میں سے کچھ حاصل کر سکیں گے یا نہیں۔ اگر ایسا نہیں ہے تو تم یقین کرو کہ وقت کے اس زیاں کا شدید افسوس ہوگا مجھے"

"ڈاکٹر صاحب۔ اگر کوئی تجویز کارگر ہو سکے تو میں اس کا خیر مقدم کرنے کو تیار ہوں اگر آپ واپس چلنے کے لیے بھی کہیں تو سب سے پہلا آدمی میں ہوں گا جو آپ سے اتفاق کرے گا۔ آپ مجھے بتایئے اس سلسلے میں اور کیا کیا جا سکتا ہے"

"نہیں بھائی۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ چنگ لی پر ہی کیوں انحصار کیا جائے۔ تم نے کہا تھا کہ قادر نے تمہیں کچھ دوسرے لوگوں کے پتے بھی دیے تھے۔ کیوں نہ ہم ان سے رجوع کریں اگر ویلینی یا سمبو تورا ان اطراف میں ہوتے تو ان کے بارے میں کوئی نہ کوئی نشان تو ملتا۔ یہاں تو ایسا لگتا ہے جیسے کوئی انہیں جانتا ہی نہ ہو"

"وہ لوگ کوئی ایسی اہم شخصیت نہیں ہیں جنہیں سب جانتے ہوں۔ اپنا اپنا کام کر رہے ہیں وہ اور اپنے اپنے طور پر مطمئن ہیں۔ انہیں کیا ضرورت ہے کہ وہ اپنے آپ کو عام لوگوں میں روشناس کراتے پھریں"۔ ڈاکٹر طاہر علی گہری سانس لے کر خاموش ہو گئے میں نے ان سے کہا۔

"واقعات کی سست روی بے شک تکلیف دہ ہے ڈاکٹر طاہر علی۔ میں نے خود بھی اس پر غور کیا ہے لیکن یقین کریں کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے جس کے تحت ہم ان میں تیزی پیدا کر سکیں۔ ہمیں بہر طور صبر و سکون سے کام لینا ہوگا اور اس سست رفتاری کا مقابلہ کرنا پڑے گا"

"نہیں۔ نہیں۔ اب اتنی پریشانی بھی نہیں ہے مجھے بس یونہی سوچ رہا تھا۔ کیوں نہ ہم اس سلسلے میں کچھ مزید لوگوں سے بھی رابطہ قائم کریں۔ تمہارا انتظار تھا اور میں نے یہ سوچا تھا کہ تمہارے آنے کے بعد ہم تبت کے چھوٹے بڑے تمام شہروں میں گھومیں گے ہر جگہ جائیں گے اور یہ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کریں گے کہ ویلینی کہاں ہے اس کے دونوں بیٹوں کو بھی اب ذہن میں رکھنا ہوگا ممکن ہے ان میں سے کوئی ہماری نگاہوں میں آجائے۔ کمبختوں کا کوئی نشان تو ملے۔ سارے کے سارے گم ہو گئے ہیں اور کسی ایسی جگہ جا بیٹھے ہیں جہاں انہیں تلاش کرنا ناممکن ہی ہے"۔ ڈاکٹر طاہر علی کی بے مقصد باتوں سے کوئی نتیجہ نہ نکلا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں اپنے کمرے میں آگیا اور پھر تیار ہو کر باہر نکل آیا۔ کافن تک پہنچنے میں اب مجھے کوئی دقت نہیں ہوتی تھی۔ راستے میں بہت سی باتیں سوچتا رہا تھا۔ جب میں کافن پہنچا تو میکے براؤن بے چینی سے میرا منتظر تھا۔ اس کے چہرے پر جوش کے آثار نظر آرہے تھے میں جانتا تھا کہ وہ اتنا پرجوش کیوں ہے۔ جولیا بھی اس کے ساتھ ہی موجود تھی۔ میرے کمرے میں داخل ہوتے ہی میکے براؤن نے دروازہ بند کر لیا اور پرتجسس نگاہوں سے مجھے دیکھتا ہوا بولا۔

"غزالی۔ کبھی تمہیں کرنل آسٹن کے کاغذات دیکھنے کا موقعہ ملا"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا میکے براؤن میں صرف ان کا تذکرہ سنتا رہا ہوں آپ یہ بتایئے کہ آپ کے ساتھی"

"ہاں۔ ہاں۔ تمہاری نشان کردہ جگہ سے انہوں نے وہ لفافہ حاصل کر لیا ہے اور مجھے معاف کرنا غزالی تمہاری اجازت کے بغیر ہی میں اسے کھول بیٹھا ہوں"

"کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ بتایئے اس میں کوئی کام کی بات معلوم ہوئی؟" میں نے سوال کیا۔

"ویلینی کے بارے میں۔ ایک منٹ خود ہی دیکھ لو"۔ میکے براؤن نے کہا اور اپنے اندرونی لباس سے وہ لفافہ نکال کر میرے سامنے رکھ دیا۔ جولیا کے چہرے کا تجسس ہی بتا رہا تھا کہ وہ بھی ان معاملات میں پوری طرح دلچسپی لے رہی ہے۔

"سب سے پہلے یہ تصویر دیکھو۔ دیکھو تو سہی انتہائی حیرت شدید حیرت کی بات ہے" میکے براؤن نے ویلینی کی تصویر نکال کر میرے سامنے رکھ دی اور پھر کہنے لگا۔

"یہ تصویر سیکریٹ سروس کے ان فائلوں سے نکالی گئی ہے جو اٹلی میں محفوظ تھے اور یہ تصویر ویلینی کی ہے"۔ میں نے تصویر دیکھی اور بڑی طرح چونکنے کی اداکاری کی۔ جولیا نے میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"پہچان گئے نا اسے۔ پہچان گئے نا اس فتنہ انگیز لڑکی کو"

"یہ۔ یہ جولیا۔ آہ۔ تم نے تو اسے دیکھا ہے۔ تمہیں تو یاد ہوگی۔ آپ اس کے بارے میں کچھ جانتے ہیں مسٹر میکے براؤن"۔ میں نے سوال کیا۔

"میں نہیں جانتا تھا جولیا نے بتایا ہے اور غزالی سچ بات یہ ہے کہ میرے ہوش اڑ گئے ہیں۔ رات بھر نہیں سو سکا اور انہی واقعات پر غور کرتا رہا ہوں۔ سر میں چکر آرہے ہیں۔ عقل یہ سب کچھ تسلیم کر لینے کو تیار نہیں ہے اس لڑکی کے بارے میں جولیا نے بتایا کہ یہ تو حسن ہی کی کوٹھی میں رہتی تھی ندرت نام تھا اس کا۔ اور بہت پراسرار سی لڑکی تھی اب تم بتاؤ۔ اب تم بتاؤ حسن کے کردار کے بارے میں ہم کیا کہہ سکتے ہیں"

"مجھے تعجب ہے۔ سخت تعجب ہے لیکن ایک بات میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں مسٹر حسن کو یہ نہیں معلوم تھا کہ ویلینی ان کے ساتھ مقیم ہے"

"اوفوہ۔ قیامت ہو گئی قیامت۔ میں نے واقعات کا تجزیہ کیا ہے تو مجھے بس یہی اندازہ ہوتا ہے کہ حسن ویلینی کے بارے میں نہیں جانتا تھا اور ویلینی کا اس سے کوئی ربط نہیں ہو سکتا۔ حسن میرا کاروباری ساتھی رہا ہے۔ میں جانتا ہوں وہ اتنا گہرا آدمی نہیں ہے حالانکہ میرے ذہن کو یہ شبہ گذرا تھا کہ ممکن ہے حسن نے ہم سب کو احمق بنا دیا ہو"

"میں نہیں سمجھا مسٹر براؤن"۔ میں نے کہا۔

"اوہ۔ میں نے یہ سوچا تھا بلکہ ممکن ہے تم اس سلسلے میں میری رہنمائی کر سکو۔ میرے ذہن میں یہ خیال آیا تھا کہ کہیں یوں تو نہیں کہ حسن نے ویلینی کے ذریعے خزانہ حاصل کر لیا ہے اور باقی تمام لوگوں کو احمق بنانے کے لیے ساری کارروائیاں کر رہا ہے۔ ہمارے ساتھ شریک ہے اور ہم سب کو احمق بنا کر یہ احساس دلانے کی کوشش کرتا رہا ہے کہ وہ خود بھی ویلینی اور خزانے کی تلاش میں ہے۔ لیکن درحقیقت خزانہ اس کی تحویل میں پہنچ چکا ہے۔ بڑی پریشان کن کیفیت ہے۔ کیا یہ ممکن ہے غزالی۔ کیا یہ ممکن ہے؟ حسن کی واپسی مجھے اور مشکوک کرتی ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ اسے تمہارا سہارا مل گیا ہو اور اس بات کو ذریعہ بنا کر وہ ہم لوگوں کو یہاں چھوڑ کر چلا گیا"

"جہاں تک میرا تجربہ کہتا ہے مسٹر براؤن یہ بات ممکن نہیں ہے۔ حسن واقعی اتنے گہرے انسان نہیں ہیں۔ اگر ایسی بات ہوتی تو کسی نہ کسی کو تو وہ اپنے راز میں شامل کرنے کی کوشش کرتے۔ چلیے یہ بھی مانتا ہوں کہ خزانے کے سلسلے میں وہ کسی کو اشارے نہیں دینا چاہتے تھے لیکن اس طرح وہ تمام سلسلوں میں پریشان نہ ہوتے۔ میں نے ان لمحات کا تجزیہ بھی کیا ہے جب بوڑھا بابا وہاں سے غائب ہو گیا تھا مسٹر حسن اس کے لیے انتہائی پریشان تھے اور اسی بنیاد پر انہوں نے مجھ سے اپنے تعلقات بھی خراب کر لیے"

"تم غور کرو۔ ذرا غور کرو کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ سب بڑا پراسرار ہے۔ یہ سب کچھ وہ لڑکی خدا کی پناہ وہ لڑکی ویلینی تھی۔ وہاں پر اتنے عرصے رہی اور کسی کو یہ بات معلوم نہیں ہو سکی کیوں جولیا تم کیا کہتی ہو۔ تم بتاؤ۔ تمہارا اپنا تجربہ کیا ہے؟"

"لڑکی بے حد پراسرار تھی اس میں کوئی شک نہیں ہے کسی سے ملتی جلتی نہیں تھی وہاں کے لوگ بھی اس پر توجہ نہیں دیتے تھے بلکہ تنویر وغیرہ تو اس سے نفرت کرتی تھی وہ سب الرجک تھیں۔ اس سے سوائے مسٹر حسن کے کوئی بھی اس لڑکی سے دلچسپی نہیں رکھتا تھا"

"کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی جبھی تم بھی کچھ کہو"

"میں کچھ سوچ رہا ہوں مسٹر میکے براؤن میں کچھ سوچ رہا ہوں۔ ذرا کچھ اور کاغذات بھی دکھایئے مجھے"۔ میں نے کہا اور پھر کرنل آسٹن کے تمام کاغذات کی جانچ پڑتال کرتا رہا میرے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چہرے پر غور و فکر کے آثار تھے اور میکے براؤن میری صورت دیکھ رہا تھا۔ ظاہر ہے مجھے وہی انکشاف اس کے سامنے بھی کرنا تھا جس کے ذریعے میں نے باقی لوگوں کو مطمئن کر دیا تھا اور ندرت کی پوزیشن صاف کر دی تھی۔ دیر تک غور و خوض کرنے کے بعد میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"نہیں مسٹر میکے براؤن آپ غلط فہمی کا شکار ہیں۔ آپ نے ایک اہم بات پر غور نہیں کیا ہے۔ مجھے تعجب ہے کہ آپ جیسا ذہین آدمی اس بات پر توجہ کیوں نہیں دے سکا۔"

"مقصد۔ مقصد بتاؤ۔" میکے براؤن نے کہا۔

"آپ ویلینی کی اس تصویر کی تاریخیں دیکھ رہے ہیں۔ یہ اس وقت کی تصویر ہے جب ویلینی اتحادی جاسوسہ تھی اور اٹلی کی سیکریٹ سروس کے لیے کام کر رہی تھی۔ دوسری جنگ عظیم میں جاسوسی کرنے والی یہ خطرناک عورت کیا اس عمر میں بھی اتنی ہی نوجوان ہو گی جتنی ندرت ہے، کیوں جولیا تم اس سلسلے میں کیا کہتی ہو۔ تم نے ندرت کو بہت قریب سے دیکھا تھا۔ تمہارے خیال میں اس کی عمر کیا ہو گی۔" جولیا میری صورت دیکھتی رہی اور پھر اس نے پُرخیال انداز میں کہا۔

"زیادہ سے زیادہ تیئس یا چوبیس سال۔" میں نے میکے براؤن کی طرف دیکھا۔ میکے براؤن کی آنکھوں میں حیرت کے آثار تھے پھر وہ عجیب سے انداز میں بولا۔

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اس کا مقصد ہے کہ ہمارا یہ خیال غلط ہے۔"

"سو فیصدی۔ اگر یہ ویلینی کی تصویر ہے تو ویلینی، ندرت نہیں ہو سکتی۔"

"ہاں۔ بالکل نہیں ہو سکتی۔ میں تمہاری تائید کرتی ہوں گازالی۔"

"لیکن یہ شکل، جیسا کہ جولیا کا کہنا ہے کہ یہ ہو بہو وہی لڑکی ہے یا تو یہ تصویر غلط ہے یا پھر۔" میکے براؤن الجھے ہوئے انداز میں بولا۔

"نہیں مسٹر میکے براؤن تصویر غلط نہیں ہو سکتی۔ آپ اسے دیکھ رہے ہیں۔ تصویر کا کاغذ بتاتا ہے کہ یہ یقیناً دوسری جنگ عظیم کے دوران ہی کی ہو سکتی ہے۔ جدید دور میں نہ تو یہ کاغذ استعمال ہوتا ہے اور نہ تصویریں اتنی معمولی حیثیت کی ہوتی ہیں۔"

"یہاں بھی تم درست کہتے ہو۔" میکے براؤن گہری سانس لے کر بولا۔

"چنانچہ یہ ثابت ہو گیا کہ ندرت کم از کم ویلینی نہیں ہو سکتی۔ اور اگر ایسی بات ہے تو یہ بات بھی غلط ہے کہ مسٹر حسن کس طرح ویلینی سے رابطہ قائم کر کے خزانہ حاصل کر چکے ہیں۔"

"ہاں۔ ان حالات میں تو یہ بات نہیں سوچی جا سکتی بے شک میں تمہاری تائید کرتی ہوں۔" میکے براؤن نے کہا اور میں نے گہری سانس لے کر جولیا کی طرف دیکھا۔ جولیا مسکرا رہی تھی۔

"کیوں ڈیڈی اب کیا کہتے ہیں اس شخص کے بارے میں آپ۔"

"بے حد ذہین ہے۔ بہت ہی ذہین انسان ہے یہ۔" میکے براؤن نے معترف لہجے میں کہا۔

"مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے مسٹر براؤن کہ اگر ندرت ویلینی نہیں ہے تو پھر وہ ویلینی کی اس قدر ہم شکل کیوں ہے۔" میں نے سوال کیا۔

"یقیناً۔ دوسری بات میں بھی یہی کہنے والا تھا۔"

"یہ معمہ ہے جسے حل کرنا ہو گا۔" میں نے جواب دیا۔

"ان کاغذات کو دیکھنے کے بعد خاصی معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ ویلینی کے بارے میں اس میں کوئی شک نہیں کہ کرنل آسٹن نے اپنے طور پر خاصی جد و جہد کی ہو گی سیکریٹ سروس کے ان کاغذات کو حاصل کرنے کے سلسلے میں، لیکن ان سے بھی کوئی خاص نشاندہی نہیں ہوتی۔"

"ہاں۔ ان حالات میں تو یہی اندازہ ہوتا ہے اور ہم پھر خلاؤں میں بھٹکتے رہ جاتے ہیں۔"

"میں بہت زیادہ پُرامید بھی نہیں تھا کیونکہ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو وہ لوگ خود بھی تو اس سے فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ جب وہ بھی تاریکی میں بھٹک رہے ہیں تو ظاہر ہے کہ انہیں کرنل آسٹن کے ذریعے کوئی ایسی اہم بات نہیں معلوم ہو سکی۔ مقصد صرف یہ ہے کہ ہمارے سامنے ویلینی، سمبو تورا یا ویلینی کے لڑکے رہ جاتے ہیں۔ جب تک ان میں سے کوئی ہمارے ہاتھ نہیں لگے گا ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔"

"آپ بوڑھے بابا کو بھول رہے ہیں۔" میں نے کہا۔

"یقین کرو غزالی۔ وہ بوڑھا تقریباً بے کار ثابت ہو گا ہمارے لیے کوئی فائدہ نہیں حاصل کر سکیں گے ہم اس سے اس کے لیے ہم جتنی جد و جہد کر چکے ہیں بے مقصد رہی۔ آئندہ ہم اس کی تلاش پر کوئی توجہ نہیں دیں گے۔"

"لیکن اس کی کسی حیثیت سے تو انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کچھ لوگوں کے لیے وہ اہمیت رکھتا تھا۔"

"ہاں۔ ممکن ہے وہ بھی ناواقف لوگ ہوں اور ابتدائی لائنوں پر بھٹک رہے ہوں۔"

"گویا بوڑھا اب کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔"

"حالات بتلاتے ہیں کہ وہ ویلینی سے متعلق تھا ممکن ہے اس کا کوئی عزیز ہو۔ کچھ ہوا اس کے لیے لیکن ویلینی بھی تو اسے تلاش نہیں کر پائی تھی۔ وہ پاگل بوڑھا شاید کبھی درست نہ ہو سکے۔ فرض کرو ہم اس کی تلاش میں بھی وقت ضائع کریں اور کسی طرح اس تک پہنچ جائیں تو کیا ملے گا۔ پہلے اس کا دماغ درست کرایا جائے۔ فضول۔ سب سے زیادہ بے کار۔" براؤن نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔

حالانکہ کرنل آسٹن کے کاغذات میرے قبضے میں آ گئے تھے اور میرے ذریعے میکے براؤن کو مل چکے تھے، لیکن میں ابھی تک ڈاکٹر طاہر علی وغیرہ کے ساتھ ہی قیام پذیر تھا، میکے براؤن کو میں نے یہ بات ذہن نشین کرا دی تھی کہ میرا ان لوگوں کے ساتھ ہی قیام کرنا مناسب ہے، کم از کم اس وقت تک، جب تک جانگ واپس نہ آ جائے، حالانکہ جولیا نے اس سلسلے میں بڑے ہاتھ پاؤں مارے تھے، لیکن میں کسی بھی قیمت پر میکے براؤن کے ساتھ نہیں رہنا چاہتا تھا، میرے بہت سے معاملات متاثر ہو سکتے تھے۔ ڈاکٹر طاہر علی بھی میری وجہ سے خاموش بیٹھے ہوئے تھے اور انہوں نے اپنے طور پر ابھی تک کسی اور کارروائی کے بارے میں نہیں سوچا تھا میکے براؤن سے بات ہوئی تو میں نے انہیں بتایا کہ وہ لوگ کاغذات کی گمشدگی کی وجہ سے سخت پریشان ہیں اور خوف زدہ بھی وہ یہ سوچ رہے ہیں کہ کسی کو ان کے بارے میں معلومات حاصل ہو گئی ہیں، میں نے بھی اس سلسلے میں کافی اداکاری کی اور اب شاید وہ لوگ یہاں سے بھاگ جانے کے چکر میں ہیں، اس پر میکے براؤن نے سوال کیا تھا کہ وہ کہاں جائیں گے تو میں نے اُسے بتایا کہ ابھی تک مکمل خاموشی ہے، اس چھوٹے سے گروہ کے لیڈر ڈاکٹر طاہر علی ہی ہیں، اور ان کے ذہن میں کیا ہے، یہ معلوم کرنے کی میں دن رات کوشش کر رہا ہوں۔

ندرت کے دیے ہوئے وقت میں اب زیادہ دن باقی نہیں تھے۔ میں ندرت سے ملاقات کے بعد ہی کوئی صحیح فیصلہ کر سکتا تھا۔ اس دن دوپہر کے کھانے کے بعد جب تمام لوگ اپنے اپنے کمروں میں آرام کے لیے لیٹ گئے، میں باہر نکل آیا۔ بس یونہی آوارہ گردی کرنے کا پروگرام تھا بے اختیار ہی کنٹین کی طرف نکل آیا تھا اور اس خوشگوار دوپہر میں جھیل کے کنارے کھڑے ہو کر شکاروں میں سیر کرنے والوں کا نظارہ کر رہا تھا کہ دفعتاً ایک ویٹرس میرے پاس پہنچ گئی۔ اس نے ایک چھوٹا سا سرخ لفافہ میرے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔

"سر یہ اُن خاتون نے دیا ہے۔" اس نے عقب میں اشارہ کیا اور میں چونک کر اس سمت دیکھنے لگا، جس طرف ویٹرس نے اشارہ کیا تھا، وہاں کوئی موجود نہیں تھا۔

"کن خاتون نے۔۔؟" میں نے سوال کیا اور ویٹرس متحیرانہ انداز میں بولی۔

"اوہ، شاید وہ چلی گئیں۔" اُس کی نگاہیں اِدھر اُدھر بھٹک رہی تھیں، اُس نے مایوسی سے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"یقیناً وہ یہ لفافہ دینے کے بعد چلی گئیں، میں سمجھی تھی کہ وہ وہیں موجود ہیں۔"

"ٹھیک ہے ویٹرس، تھینک یو۔" میں نے جیب سے ایک کرنسی نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھایا تو وہ آہستہ سے بولی۔

"نہیں سر اس میں ٹپ لینے کی کوئی بات نہیں ہے پلیز۔" وہ مڑی اور واپس چلی گئی۔ میں نے شانے بلا ئے، اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر ایک گوشے میں آ کھڑا ہوا۔ یہیں میں نے لفافہ کھول کر وہ پرزہ نکالا جس پر بگڑی ہوئی غلط انگریزی میں ایک پیغام لکھا ہوا تھا۔

"مسٹر گازالی میں نے آپ کو جو جگہ بتائی تھی اب وہ مخدوش ہو گئی ہے۔ براہ کرم اسی رات اور اسی وقت اس جگہ پہنچ جائیے جس کے بارے میں، میں بتا رہی ہوں۔ "لیک اوٹویا" جس کے بائیں سمت ایک چھوٹی سی خانقاہ بنی ہوئی ہے میں اسی خانقاہ کے قریب آپ کا ٹھیک دس بجے رات کو انتظار کروں گی۔ لیک اوٹویا تک آنے کے لیے آپ کو گیشو دنگ پہنچنا ہو گا۔ ٹیکسی ڈرائیور آپ کو گیشو دنگ باآسانی پہنچا دے گا، گیشو دنگ کے بارے میں آپ کو معلوم نہ ہو مسٹر گازالی تو آپ کسی بھی ٹیکسی ڈرائیور سے کہہ دیں۔ یہاں سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کا سفر ہے، کوئی ایک سو ساٹھ کلومیٹر پر یہ جگہ موجود ہے، البتہ وہاں سے خانقاہ تک آپ کو پیدل ہی سفر کرنا ہو گا اور یہ سفر ڈیڑھ میل سے کم نہیں ہے، اس تکلیف دہی کے لیے معافی چاہتی ہوں۔ لیکن اس تبدیلی کی وجہ، ملاقات ہونے پر ہی بتائی جا سکتی ہے۔

ندرت"

میں نے متحیرانہ انداز میں دو تین بار اس پرچے کو پڑھا اور پھر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا کہ کہیں کوئی میری طرف متوجہ تو نہیں ہے، لیکن کسی بھی جگہ سے یہ شائبہ نہ ہو سکا، ایک گہری سانس لینے کے بعد میں نے سرخ لفافے اور پرچے کو پرزے پرزے کر کے اپنی مٹھی میں دبا لیا۔ کسی ایسی جگہ پھینکنا چاہتا تھا جہاں سے یہ کسی کے ہاتھ نہ لگے، اچھا ہی ہوا کہ میں اس طرف نکل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آیا، ورنہ شاید ندرت آسانی سے مجھے تلاش نہ کر پاتی اور میں بلاوجہ بھٹکتا پھرتا، البتہ وہ جس طرح غائب ہوگئی تھی اس پر مجھے تعجب تھا، لیکن یہ بھی سوچ رہا تھا کہ جگہ کی تبدیلی بلاوجہ نہیں ہوگی، پتا نہیں یہ پُراسرار لڑکی کیا کرتی پھر رہی ہے۔

بہرطور جو کچھ بھی تھا اس وقت ندرت میرے لیے بہت اہم تھی اور میں اس سے معلومات حاصل کرکے آئندہ اقدام کا فیصلہ کرنا چاہتا تھا۔ اب میں نے اس بات پر سوچنا چھوڑ دیا تھا کہ اس تمام جدوجہد کا نتیجہ کیا ہوگا، جو کچھ بھی ہوگا سامنے آ ہی جائے گا، بلاوجہ الجھنوں میں پڑنے سے کیا فائدہ۔

کنٹین سے نکل کر کچھ اور جگہوں پر آوارہ گردی کرتا رہا کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا، سڑکوں کے کنارے لگے ہوئے ڈسٹ بن میں سے ایک میں، میں نے مٹھی میں پکڑے ہوئے کاغذ کے ٹکڑے ڈال دیے اور اس کے بعد وہاں سے آگے بڑھ گیا۔

دوسرا دن اور تیسرا دن بھی اسی طرح گذر گیا۔ آج وہ دن تھا جب مجھے ندرت کے پاس پہنچنا تھا۔ صبح ہی سے ذہن سنسنی کا شکار تھا اور طبیعت میں ایک اینٹھن سی تھی فیصلہ کیا تھا کہ جلد از جلد یہاں سے نکل جاؤں گا، تاکہ کسی طرح کی کوئی گڑبڑ نہ ہو سکے اس پروگرام میں، کوئی بھی غیر متوقع معاملہ پیش آسکتا تھا۔ اس لیے کسی سے رابطہ نہ رکھا جائے تو بہتر ہے۔ دس بجے کے قریب ڈاکٹر طاہر علی سے یہ کہہ کر نکل آیا کہ کچھ مصروف رہوں گا۔ ممکن ہے رات کو واپس آنے میں دیر ہو جائے۔"

ڈاکٹر طاہر علی نے کوئی سوال نہیں کیا تھا، میں نے ضروری تیاریاں کیں اور پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر چل پڑا۔ وقت کسی مناسب جگہ گذارنے کا ارادہ تھا اور ایسی مناسب جگہیں یہاں پر بہت سی تھیں۔

ساڑھے بارہ بجے کے قریب ایک ریستوران میں جا بیٹھا اور کچھ کھانے پینے کی چیزیں طلب کرلیں پروگرام یہ تھا کہ ایک یا ڈیڑھ گھنٹہ گذارنے کے بعد ٹیکسی میں بیٹھ کر گیشودنگ پہنچ جاؤں گا اور باقی وقت وہیں گذار کر ان اطراف کے بارے میں معلومات حاصل کرلوں گا۔

ریستوران میں بیٹھے ہوئے زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ میں نے چنگ لی کو اندر داخل ہوتے ہوئے دیکھا ایک اور دبلا پتلا مقامی آدمی اُس کے ساتھ تھا۔ چنگ لی ریستوران کے اوپر جانے والی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا تھا۔ میں نے اُسے مخاطب نہیں کیا۔ لیکن سیڑھیوں پر چڑھتے ہوئے اُس نے ہی میری شکل دیکھ لی تھی۔

وہ ایک دم ٹھٹھک گیا، پھر اس نے اپنے ساتھیوں سے اوپر جانے کے لیے کہا اور خود نیچے اتر کر میرے پاس پہنچ گیا۔

"ہیلو مسٹر گیزلی۔ آپ ۔۔۔ ؟"

"بیٹھو چنگ لی۔ میں نے تمہیں دیکھ لیا تھا لیکن اس لیے مخاطب نہیں کیا تھا کہ پتا نہیں تم کس کام میں مصروف ہو۔"

"یہاں ایک دوست سے ملنے آیا تھا، آپ لوگ اس دن کے بعد سے نہیں آئے مسٹر گیزلی۔ اپنی خیریت بتایئے۔"

"سب ٹھیک ہے،" ابھی تک اس سلسلے میں کچھ معلومات حاصل نہیں ہو سکیں۔ سیمبوتورا کے بارے میں تمہاری طرف سے بھی کچھ پتا نہیں چل سکا۔"

"میں صرف ایک بات بتا سکتا ہوں مسٹر گیزلی سیمبوتورا مارشل آرٹس کی دنیا کا کوئی معروف نام نہیں ہے۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو یقیناً میں اس سے واقف ہوتا، دراصل ہمارے ہاں مارشل آرٹس کو ایک روحانی حیثیت بھی حاصل ہے اور بہت سے کونوں کھدروں میں ایسے تارک الدنیا راہب مل جاتے ہیں جو مارشل آرٹس کنگ ہوتے ہیں لیکن اپنے اس فن کو وہ صرف اپنی روحانی قوتوں کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

شاید آپ کو مارشل آرٹس کی تاریخ معلوم نہیں، اس سے جسمانی قوتوں کا کوئی تعلق نہیں ہے، درحقیقت روحانی اور اس کے بعد دماغی قوتوں کا استعمال ہی مارشل آرٹس کے تمام فنون کی روح ہوتا ہے۔ ہم اپنے بدن کی قوتوں سے وہ کام نہیں لے سکتے، جو دماغ کی قوتوں سے لے سکتے ہیں اور دماغ کو طاقتور بنانے کے لیے روح کو طاقتور بنانا بے حد ضروری ہے مارشل آرٹس کی تمام تعلیمات میں خاص طور سے اس بات کی تلقین کی جاتی ہے کہ اپنی روح کی پاکیزگی اور اچھے خیالات کا خیال رکھا جائے۔ چنانچہ یہ ہو سکتا ہے کہ سیمبوتورا بھی کوئی تارک الدنیا راہب ہو اور کسی خاص وجوہ کی بناء پر وہ جاپان کے کسی خاص آرٹس کلب سے منسلک ہو، ایسے لوگوں کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔"

"ویلینی کے بارے میں بھی کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔"

"آپ یقین کریں مسٹر گیزلی کہ میرے آدمی تقریباً مایوس ہو گئے ہیں۔ اس نام کی کسی شخصیت کا انہیں وجود نہیں ملا۔"

"ٹھیک ہے، بہرطور ابھی تو ہم لوگ کوششوں میں مصروف ہیں، اگر مایوس ہو گئے تو واپس چلے جائیں گے" چنگ لی تھوڑی دیر تک میرے ساتھ بیٹھا اور پھر اُس نے مجھ سے اجازت طلب کرلی۔ اُس کے جانے کے بعد میں بھی وہاں سے اٹھ گیا تھا، باہر نکل کر تھوڑی دیر تک میں یہ جائزہ لیتا رہا کہ

میرے اطراف میں کوئی موجود تو نہیں ہے اور اس کے بعد ایک ٹیکسی کو اشارہ کرکے روک لیا۔

"گیشودنگ جانا ہے" میں نے کہا اور ٹیکسی ڈرائیور نے پھرتی سے اتر کر عقبی دروازہ کھول دیا۔ غالباً وہ اس لمبے سفر کے لیے بخوشی تیار ہو گیا تھا۔ میں ٹیکسی میں بیٹھ کر چل پڑا اور اپنے اردگرد پھیلے ہوئے مناظر کو دیکھتا رہا۔

تھوڑی دیر کے بعد ٹیکسی ایک لمبی اور شفاف سڑک پر نکل آئی جو خاصی عمدہ بنی ہوئی تھی۔ لہاسہ کی عمارتیں پیچھے رہ گئی تھیں۔ چھوٹے چھوٹے کارخانے اور معمولات زندگی کے دوسرے مناظر یہاں بکھرے ہوئے تھے۔ ٹیکسی کی رفتار کافی تیز تھی اور کھلی سڑک پر ڈرائیور برق رفتاری کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ چنانچہ صرف ایک گھنٹہ بیس منٹ کے اندر اندر میں گیشودنگ پہنچ گیا۔

گیشودنگ ایک صنعتی قصبہ تھا۔ تبت کی دیہی زندگی کے مناظر یہاں بھی بکھرے ہوئے تھے۔ قصبے کے باہر بڑے بڑے پتھروں پر کھودے ہوئے محافظ 'دھولیا' پہرہ دے رہے تھے قدیم اسٹوپا کے دروازے پر یاتریوں کو 'سوم رس' پیش کیا جا رہا تھا۔ میں نے اسے قبول نہ کیا کیونکہ ہولی کے تہوار پر بھنگ کی کارستانی اکثر دیکھنے میں آتی تھی۔ معبد کے اندر ماسٹا دیوتا کے حضور بکروں کے سروں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ پتھر کی جھونپڑیاں لکڑی کے خوفناک انسانی مجسموں سے آراستہ تھیں۔ عام زندگی کے مناظر جگہ جگہ موجود تھے۔ گھروں کے صحن میں عورتیں دھن کٹے سے اوکھلی میں باجرہ کوٹ رہی تھیں یا لکڑی کے گھڑوں میں پانی بھر کر دوہری ہوتی جا رہی تھیں۔ ان کے لباس سیاہ تھے جبکہ مرد عموماً خاکستری لباسوں میں نظر آتے تھے۔

میں نے لیک ادوٹیا کے بارے میں پوچھا تو وہ میرا منہ دیکھنے لگے۔ یہ میری بات نہیں سمجھ پائے تھے۔ کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوئی تھی۔ چند لمحات سوچتا رہا پھر وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ ایک کارخانے کے پاس پہنچ کر میں نے کسی پڑھے لکھے آدمی کو تلاش کیا۔ اس کا اندازہ صرف لباس ہوا تھا۔ مجھے ادوٹیا کی سمت معلوم ہو گئی۔ ساڑھے دس بجے وہاں پہنچنا تھا لیکن میں نے اس اجنبی راستے کو روشنی ہی میں طے کرلینا مناسب سمجھا۔ اور سمت معلوم کرنے کے بعد اس طرف چل پڑا۔

قصبے سے نکلنے کے بعد جَو کے کھیتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ سیاہ رنگ کے یاک گلے کی شکل میں جگہ جگہ ان کھیتوں میں نظر آ رہے تھے جَو کے کھیتوں سے پرے شلجم کے کھیت پھیلے ہوئے تھے جن میں بانسوں پر مردہ کوّے جگہ جگہ لٹکے نظر آ رہے تھے۔ یہیں میری ملاقات ہری داس سے ہوئی جس نے تبت کی رہائش اختیار کی ہوئی تھی اور یہیں کھیتی باڑی کرتا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر مجھے پرنام کیا تھا۔ میں رک گیا۔

"کیا تم ہندی بول سکتے ہو ۔۔۔ ؟"

"کیوں نہیں سرکار ہم ہندوستانی ہی ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"کیا نام ہے تمہارا ۔۔۔ ؟"

"ہری داس۔"

"یہیں رہتے ہو ۔۔۔ ؟"

"جی سرکار یہ کھیت ہمارے ہی ہیں۔"

"بڑی خوشی ہوئی تم سے مل کر ہری داس۔ میں جھیل ادوٹیا جانا چاہتا ہوں۔"

"سیدھا راستہ ہے سرکار آگے چل کر سوکھے صنوبر کے جنگل ملیں گے۔ انہیں پار کریں گے تو جھیل کنارے پہنچ جائیں گے۔ مگر سرکار بائیں سمت کی طرف نہ جائیں وہ جگہ اچھی نہیں ہے۔"

"کیوں۔ وہاں کیا ہے ۔۔۔ ؟"

"بھوت بسیرا کریں ہیں وہاں۔ بہت سی پرانی کہانیاں ہیں سرکار۔ وہاں ایک گاؤں تھا کسی پرانے زمانے میں بدھ رشی پدم شمبھو جب پہاڑی راکھشتوں کا خاتمہ کرنے کے لیے یہاں آئے تو ایک مادہ راکھشش وہاں سے بھاگنے لگی۔ اس نے گاؤں والوں کو ایک ہیرہ مالمور کہا کہ وہ پدم شمبھو کو اس کے بارے میں نہ بتائیں۔ پدم شمبھو نے وہ ہیرا گوبر میں بدل دیا تو گاؤں والے سمجھے کہ راکھشش انہیں دھوکہ دے گئی۔ انہوں نے پدم شمبھو کو سب کچھ بتا دیا۔ اور اس کے بدلے میں اس راکھشش نے گاؤں پر سیلاب چھوڑ دیا۔ سارے گاؤں والے مر گئے اور اب ان کی روحیں وہاں بھٹکتی رہتی ہیں۔"

میں ہنس دیا۔ ہری داس نے مجھے پنیر اور مولیاں کھلائیں اور میں اس کا شکریہ ادا کرکے آگے بڑھ گیا۔ بالآخر یہ فاصلہ طے ہو گیا اور میں جھیل ادوٹیا پہنچ گیا۔ یہ جھیل تقریباً ایک میل چوڑی اور نہ جانے کتنی گہری تھی اطراف کے مناظر دیکھ کر اندازہ ہوا کہ اس کے آس پاس کوئی تندور یا نہیں ہوگا اور کسی زلزلے نے چٹانی تودوں سے اسی دریا کا راستہ بند کر دیا ہوگا جس کی وجہ سے یہ جھیل وجود میں آئی۔ ایک خانقاہ کے علاوہ یہاں اور کوئی آبادی نہیں تھی اور یہی خانقاہ میری منزل تھی۔

اندھیرا تیزی سے پھیلتا جا رہا تھا اور مناظر اس میں ڈوبتے جا رہے تھے۔ خانقاہ کے پاس ہی ایک جگہ منتخب کرکے میں بیٹھ گیا اور وقت گذرنے کا انتظار کرنے لگا۔ اطراف سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نہ جانے کیسی کیسی آوازیں ابھر رہی تھیں۔ بڑی خوفناک جگہ تھی۔ خانقاہ میں ابھی کوئی رونق نہیں تھی شاید یہاں کوئی تھا ہی نہیں۔ اس پُراسرار اور ہیبتناک ماحول میں عجیب عجیب خیالات ذہن میں آرہے تھے۔ بری داس کی کہانیاں بھی ذہن میں آرہی تھیں اور سیلاب کی آواز کان میں ابھر رہی تھی۔ وقت گذرنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ دفعتاً کسی طرف سے روشنی محسوس ہوئی اور میں اچھل پڑا۔ میں نے بے اختیار پلٹ کر دیکھا خانقاہ میں کوئی چراغ روشن ہوا تھا۔ اس کا مطلب ہے کوئی اندر موجود ہے۔

چند لمحات کچھ سوچتا رہا۔ پھر اٹھنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ خانقاہ کے بوسیدہ دروازے سے کوئی برآمد ہوا اور میں اپنی جگہ سمٹ گیا۔ بدھ بھکشو کے لباس میں ایک طویل القامت سایہ برآمد ہوا تھا۔ ابھی میں اسے دیکھ رہا تھا کہ اس کے پیچھے یکے بعد دیگرے کئی سائے باہر نکل آئے۔ یہ سب عبادت گزار تھے۔ لیکن نہ جانے کیوں یہ لوگ مجھے بے حد پُراسرار لگ رہے تھے۔ وہ ایک قطار بنائے ہوئے آگے بڑھنے لگے اور خانقاہ کے بائیں سمت کے ڈھلان میں اتر گئے ان کا انداز مشینی تھا۔ میں دھڑکتے دل سے انہیں دیکھتا رہا۔ ذرا سی دیر میں وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تھے۔

خانقاہ کا چراغ روشن تھا۔ پھر آسمانی چراغ روشن ہو گیا۔ چاندنی اطراف میں پھیل گئی۔ اور ماحول کچھ اور پُراسرار ہو گیا۔ گھڑی کی سوئیوں نے رات کے دس بجائے تو میں اٹھ کھڑا ہوا۔ ہمت کر کے میں خانقاہ کے دروازے پر آ گیا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ندرت کہاں سے آئے گی۔ کیا اس ہولناک رات میں وہ اتنا فاصلہ طے کر کے یہاں تک پہنچے گی یا پھر وہ یہیں کہیں موجود ہے۔

خانقاہ کے دروازے کے پاس پہنچا تو چاندنی میں ندرت کو کھڑے ہوئے دیکھا۔ دل دہل کر رہ گیا تھا۔ کیا یہ ندرت ہی ہے۔ ندرت ایک پُراسرار کردار۔ ایک زندہ وجود۔ لیکن جس کے بارے میں کوئی کچھ نہیں جانتا۔

"ہیلو!" اس کی آواز ابھری۔

"ندرت!" میں نے کہا اور تیز قدموں سے اس کے پاس پہنچ گیا۔

"آؤ۔ باہر کی فضا ٹھیک نہیں ہے!" اس نے کہا اور واپس مڑ گئی۔ میں اس کے ساتھ چل پڑا تھا۔

"فضا ٹھیک نہیں ہے سے تمہاری کیا مراد ہے۔۔۔؟"

"کچھ لوگ سائے کی طرح ہمارے پیچھے لگے ہوئے ہیں!"

"ابھی ابھی اس خانقاہ سے!" میں نے کہا لیکن ندرت نے میری بات کاٹ دی۔

"میں دیکھ چکی ہوں!" وہ ایک خالی دروازے سے اندر داخل ہو گئی۔ خانقاہ میں بدن ٹھٹھرا دینے والی سردی تھی جبکہ باہر بالکل سردی نہیں تھی۔ یا پھر یہ خوف کا احساس تھا جو میرے وجود میں جاگزیں تھا۔

ایک طویل راہداری سے گذر کر وہ ایک کمرے میں داخل ہو گئی۔ جہاں کچھ نہیں تھا۔ ندرت نے ایک دیوار کے پاس جا کر کچھ ٹٹولا پتھر کھسکنے کی آواز سنائی دی اور تیز روشنی سے کمرہ منور ہو گیا۔ روشنی کا رنگ ملگجا ضرور تھا لیکن اس گھور تاریکی میں وہ بہت تیز لگ رہی تھی۔

"آؤ گازالی!" اس نے کہا اور آگے بڑھ گئی۔ یہ کسی تہ خانے کی سیڑھیاں تھیں۔ آٹھ سیڑھیاں طے کر کے میں نیچے پہنچ گیا۔ جہاں دیواروں میں تین مشعلیں روشن تھیں لیکن ان کی روشنی کافی تھی۔ اور اس روشنی میں ایک شخص ہرن کی کھال کے مرگ چھالے پر پالتی مارے بیٹھا تھا۔ سیاہ کفن نما لباس میں ملبوس بڑی عجیب سی شخصیت تھی اس کی۔

"یہ۔ سمبو تورا ہائے!" ندرت کی آواز ابھری۔

مسلوٹ

ایک نوجوان کی زندگی کی داستان
ناقابلِ یقین مگر قابلِ بیان
نئے اسرار اور نئی پیکار۔

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات دوسرے اور آخری حصہ میں
ملاحظہ فرمائیں